

اللہ
رسول
محمد

واللہ اعلم
اُردو میں میلاد ابراہیم

تحقیق • تنقید • تاریخ

محرر منظر عالم جاوید صدیقی

۱۱۲/۱

۱۱۲/۱

حسن سہانی گھڑی حمیر کا طیبہ کا چاند

اُن دن افروز ساعت سے پراگھوں سلام
مولانا احمد رضا خان

مندرجات

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
45	قد مولد النبی	17	حرف آغاز
47	نبی کریم کی ولادت باسعادت	25	پہلا باب
47	حضور کی ولادت کا سال	25	میلاد کے تمیدی مباحث / موضوع و فن
49	ماہ ولادت نبی کریم	27	میلاد کے مفہیم
49	تاریخ ولادت	27	قرن مجید میں ماہ ولد (ول و) کا استعمال
50	دوم ربیع الاول	28	احادیث نبوی میں لفظ میلاد و مولد کا استعمال
50	پہم ربیع الاول		ول کے لغات میں ماہ ولد (ول و)
50	ہشتم ربیع الاول	29	کے مفہیم و مطالب
50	نہم ربیع الاول	31	فارسی زبان میں لفظ میلاد
52	دہم ربیع الاول	31	اردو زبان میں لفظ میلاد
52	دوازدہم ربیع الاول	33	اسطفاہی مفہوم
55	سترہ ربیع الاول	34	میلاد نامے اور لحاظ موضوع دوسری تصانیف
55	اٹھارہ اور بائیس ربیع الاول	35	مولد نامہ
56	ولادت باسعادت کا دن	35	سراج نامہ
57	وقت ولادت	36	نکلت نامہ
57	اسم مبارک محمد کی تشریح	36	تاج نامہ
58	سلسلہ نسب پاک حضرت محمد رسول اللہ	36	قد نامہ
58	حضور کے آبا و اجداد کے فضائل	36	تکون و ذکر
59	آپ کا نسب نامہ		نبی کریم کی ولادت مبارک کے سلسلہ میں
60	شجرہ رسول اکرم	37	لفظ میلاد و مولد کا اولین استعمال
60	آپ کی والدہ ماجدہ کا نسب نامہ	37	میلاد قبل
61	آپ کا مختصر شجرہ نسب		حضور کی ولادت مبارک کے بعد
62	آپ کا وضاحتی و تفصیلی شجرہ نسب	37	سب سے پہلا میلاد
63	آپ کا شجرہ طیبہ والدہ مطہرہ کی طرف سے	39	حقیقی توہم
64	نبی کریم کی حیات طیبہ کے چند نمایاں پہلو	39	حضرت توہم کی حقیقی بغیر ماں باپ کے
66	شق صدر کا واقعہ	39	حضرت حوا کی پیدائش توہم کی بائیں پیلی سے
66	حضرت خدیجہ سے نکاح	40	حضرت سمیئہ کی پیدائش بغیر باپ کے
66	کعبہ کی تعمیر نو	41	سورہ حورث کے اشکات سے پیدائش
67	بعثت و نبوت	41	بعثت نبی سے پیدائش
68	ہجرت مدینہ	41	قد نامہ کے سلسلہ میں روایات کا جائزہ

102	مضامین میلاد پر مقامی تمدنی اثرات
103	میلاد کے فن پر ہندی اثرات
104	قدیم و جدید اسلوب میلاد
105	میلاد بلحاظ حقیقت
106	میلاد بلحاظ مشابہت
106	میلاد بلحاظ باقی محفل
107	میلاد بلحاظ مولود خواں
107	میلاد بلحاظ سامعین
107	میلاد بلحاظ استدلال
111	میلاد بلحاظ عقیدہ
114	قیام میلاد بلحاظ عمل و استدلال
118	آداب محفل میلاد
119	ممنوعات محفل میلاد
119	میلادی روایات کا تجزیہ
124	میلاد ناموں کا مخصوص لب و لہجہ
126	میلاد ناموں کی ہیئتوں کا تنوع
127	میلاد بلحاظ ہیئت
127	موضوعاتی لحاظ سے
127	اساسی لحاظ سے
129	مشوئی
129	مدرس
130	مختس
130	ریاضی
131	قطعہ
131	شٹ
131	ترتیب بند
132	مستزاد
132	حمد
133	نعت
133	منقبت
134	دعا
135	قصیدہ
135	مرثیہ
	درد و سلام

68	پدر سے فتح کہ تک کے حالات کا
69	سرسری جائزہ
69	غزوہ احد
70	جنگ احزاب یا غزوہ خندق
71	فتح کہ
72	حجتہ الوداع
73	وفات مبارکہ
75	معراج شریف
76	مہجرات نبوی
78	اخلاق و عادات
79	تعلیمات و ارشادات
84	میلاد ناموں کے موضوعات
84	میلاد ناموں کا فن
84	متخصیسات فن
85	نزاکت موضوع
85	حفظ مراتب اور حدود شریعت
85	حقیقت نگاری
86	میلاد ناموں کے انداز
87	میلاد ناموں کے مختلف آہنگ
87	میلاد ناموں کے اجزاء
87	میلاد ناموں کے فنی عناصر
91	سرلیا نگاری
92	کروار نگاری
94	واقعات نگاری
94	حکاکات نگاری
94	تائید و روایتی اور سامعین کی دلچسپی
94	تحقیق واقعات کی بجائے تائید و تاثر پر توجہ
95	محاسن شعری
96	میلاد اور سیرت
96	میلاد اور نعت
97	میلاد اور پروپیگنڈا ادب
97	میلاد میں درد و سلام
100	میلاد میں استدعا و استغاثہ کا انداز
101	

	آپ نے نور نبوت سے ضامنوں و نصیبان
164	اور کھوپ وارواح کو منور کیا
164	حضورؐ تمام انبیاء میں سب سے افضل ہیں
	اللہ تعالیٰ نے آپؐ کا ذکر
165	دنیا و آخرت میں بلند کیا
165	معراج شریف حضورؐ کا ایک جلیل القدر معجزہ
	اسلام کبھی منسوخ نہ ہو گا
166	اور قیامت تک باقی رہے گا
166	حضور سرایا رحمت ہیں
	آپؐ کی رسالت عامہ تمام
167	جن و انس کو شامل ہے
	دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں جو
167	قرآن شریف میں مذکور نہ ہو
	محفل میلاد مبارک کی اصل
167	قرآن وحدیث سے ثابت ہے
168	حضورؐ کی بعثت نعمت عظیمہ ہے
168	ذکر میلاد شریف سنت الیہ ہے
168	نورانیت مصطفیٰ
171	قرآن مجید میں حضورؐ کے اسمائے مبارکہ
172	احادیث نبویؐ
174	صحاح ستہ
178	کتب سیر و مغازی
179	سیر و مغازی کی کامل ذکر کتب
180	کتب تفسیر القرآن
182	کتب تاریخ
182	کتب شمائل
183	کتب دلائل
184	اسماء النبی الکریمؐ
	الہامی صحائف اور مذہبی کتب میں
189	حضورؐ کی بشارات اور مدحیہ انداز میں ذکر
191	تورات
194	زبور
195	انجیل
196	انجیل متی

136	نوری یا جھولہ
137	سرا
138	تھسین
138	میت
141	دوسرا باب
141	عمرات و ماخذ / عربی، فارسی پس منظر
143	میلاد کے عمرات
143	حقیت و محبت کا اظہار
144	اطاعت رسول کا جذبہ
146	استد اور شفاعت طلبی
148	خیر ہوئی اور حصول ثواب
150	مولود میں حضورؐ کی تشریف آوری
152	سورنیاہ کی محافل میلاد میں دلچسپی
155	علمائے عربی اور مجالس میلاد
155	سلانہ اعراض کی تقاریب
156	نئی خوشی پر محفل میلاد کا انعقاد
156	سنت انبیؐ کے جلے اور مشاعرے
156	تذریع ابلاغ عامہ
159	میلاد ناموں کے ماخذ
	قرآن مجید میں نبی کریمؐ کے فضائل
159	و مناقب سے متعلقہ مقامات
162	رسول اللہ کی اطاعت ہی اطاعت خدا ہے
	حضور نبی کریمؐ پر درود و سلام
162	بھینچا واجب ہے
162	حضورؐ جو کچھ فرماتے ہیں وہ وہی الہی ہوتی ہے
	نبی کریمؐ نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کا
162	شرف حاصل کیا
163	حضورؐ عقل عظیم کے مالک ہیں
163	اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی محافظت اپنے ذمہ لی
163	حضور نبی کریمؐ کا وسیلہ
164	عید رسالت کا ارب و احرام
	اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تمام اشیاء کے
164	علم عطا فرمایا
164	سید عالمؐ کو مصطفیٰ نور ہیں

223	حضرت حسان بن ثابت	196	انجیل لوقا
224	حضرت عبداللہ بن رواحہ	196	انجیل مرقس
225	حضرت کعب بن مالک	196	انجیل یوحنا
225	حضرت عباس بن مرداس	199	انجیل برٹھاس
225	ام معبد	203	رسولوں کے اعمال
226	عبد ماجد صحابہ کی مدحت خیر الانام	203	غزل الغزلات (نشید الانشاء)
226	علامہ ابو سیری	204	زر شتی مذہب (پارسیوں کا مذہب)
227	شیخ عبدالرحیم البرقی	205	گوتم بدھ
228	عبدالرحمن بن غلدون	206	وید اور پران
228	احمد شوقی	206	پران اور بشارت مصطفیٰ
	میلاذ ناموں اور مجالس	207	پو تھک اوتران
229	میلاذ کے باقاعدہ آغاز کا تعین	208	دحرم اوترا کھنڈ
235	عربی موالیذ کا سرسری جائزہ	208	سام وید
236	مولد النبیؐ	209	اتھروید
236	مولد العروس	210	مماہجارت
236	استبیر فی مولود السراج المنیر	210	حضرت کعب کا ایک خطبہ
	انوار و مقاح السور والافتخار	210	حضرت کنانہ کی پیش گوئی
236	فی مولد النبی الختار	211	حضرت عبدالملک کا خواب
236	المستقی فی مولد المصطفیٰ		سیف بن ذی یزن کی مبارکباد
236	الفصل فی اختصار سیرۃ الرسول	211	اور بخوش خبری بسلسلہ بعثت نبویؐ
237	مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم		میلاذ ناموں کا عربی/فارسی
237	مولود النبیؐ	216	پس منظر
237	المورد النبی فی المولود النبی	217	عربی میں میلاذ کی روایت
237	جامع الآثار فی مولد النبی الختار	217	عرب شعراء کا ذوق مدح
238	الدواعظ فی مولد المعظم		بعثت سے قبل آپ کی
238	مولود النبی (حافظ السوہی)	217	مدحت و ستائش کے نمونے
238	مولود النبی منظوم	219	نبی کریمؐ نے اپنا میلاذ خود بیان فرمایا
238	مولود حبشی	220	حضرت آنتہ کا میلادیہ قصیدہ
239	مولود الغرب	221	بی بی شیماء کے میلادیہ اشعار
239	النبیۃ الکبریٰ علی العالم بمولود سید آدم		دربار نبوی کے شعراء کا
239	مورد العفا فی مولد المصطفیٰ	222	آپ کے مناقب بیان کرنا
239	المولود النبوی للنابلسی	222	حضرت ابوطالب کے میلادیہ اشعار
240	مولد البرزنجی نثر	222	حضرت عباس کے میلادیہ اشعار
240	مولد شرف الانام	223	حضرت کعب بن زہیر

- 269 دیگر اصناف کا اجمالی جائزہ
- 270 شاہ علی محمد جیو کلام وحشی
- 271 شاہ بہران الدین خانم
- 271 غلام مصطفیٰ احمد آبادی
- 272 محمد قلی قطب شاہ
- 273 عبدالملک بھروچی
- 275 ملک خوشنود
- 277 عبدالرسول
- 278 سید بلاقی حیدر آبادی
- 282 ملا اسد اللہ وجہی
- 283 سید شاہ حسین ذوقی
- 283 عبداللطیف
- 284 محمد مختار
- 288 نصرتی
- 291 شاہ امین الدین اعلیٰ
- 292 عالم کجراتی
- 295 پیر مشائخ
- 295 شیخ احمد کجراتی
- 296 محی الدین قناری
- 299 جنونی کجراتی
- 299 محمد امین کجراتی
- 302 انامی دکنی
- 303 علی
- 303 کسٹر
- 304 سید میراں شاہ ہاشمی بھلاپوری
- 306 صاحبان عثمان
- 306 شاکر
- 309 علی بخش دریا
- 311 محمد حسین معظم قادری بھلاپوری
- 313 شریف
- 314 عبدالحمید ترین
- 316 میرزا ایک غیر معروف شاعر
- 317 اعظم دکنی
- 318 مخدوم حسینی
- 241 مولد الدردیہ
- 241 بلوغ المرام لبیان الفاظ مولد سید الانام
- 241 المولدا انبوی لکھنؤ المغربی
- 242 النظم البدیع فی مولد الفصح مخوم
- 242 مولد الہرزخی مخوم
- 242 مولد التیمی (احمد بن قاسم)
- 245 قاری میں میلاد کی روایت۔
- 247 شیخ شباب الدین بکھی سروردی
- 247 خاقانی شروانی
- 248 نکاحی تنجوی
- 250 خواجہ فرید الدین عطار
- 251 مولانا جمال الدین روی
- 252 سعدی شیرازی
- 252 لیسوی مرانی
- 253 مولانا عبدالرحمن جامی
- 254 مرزا حبیب اللہ قاتنی
- 254 سورش اسماعیلی
- 255 بید خراسانی
- قاری میں چند میلاد کی کتب کے تصنیفات کا جائزہ
- 255 پرفیسر کمال دہلوی میں قاری میلاد قاری
- 256 کا سرسوی جانکہ
- 256 خواجہ حسین الدین چشتی امیری
- 257 قطب الدین بختیار کاکنی
- 257 امیر خسرو
- 257 جمال الدین محمد عرفی
- 258 شہ عبدالعزیز دہلوی
- 258 مرزا غالب
- 259 عابد محمد اقبال
- 259 پرفیسر میں قاری موالید کی روایت
- 263 تیسرا باب
- 263 جنونی ہند میں میلاد ناموں کا آغاز و ارتقاء
- 265 دکنی دور کا پس منظر
- میلاد نامے اور لفظ نامہ سے ترکیب پانچواں

370	قاسم مری	319	سیدی
374	کبیر خاں افغان	319	عنایت شاہ قادری
374	امام بخش عاصمی	322	میر ولی فیاض ویلوری
375	مکرم علی	325	کریم الدین سرمست
376	مولوی منصور علی	326	غریب اللہ
376	مفتی محمد عبدالرحمن	327	محمد بن یحییٰ صدوی
376	محمد غوث	327	شاہ ابوالحسن قزلباشی
379	نواب علی محمد خاں فاروقی	329	راحت
381	عبدالحمید قادری	329	افصحی
383	مصوم علی بیدار	330	نوازش علی شیدا
384	شاہ رفیع الدین دیوبند	335	شاہ کمال الدین
384	میر قدرت اللہ خاں قاسم	336	غلام اعجاز الدین نامی
387	مولوی حکیم فیاض الحق صدیقی	338	مولانا محمد باقر آگاہ
389	قاضی عبدالغفور	342	غلام محمود حسرت
390	مولوی احمد یار خاں رامپوری	343	جان محمد عاجز
392	الطاف	347	سید امیر الدین حسین
393	کرامت علی شیدی	349	محمد خاں
395	شاہ رؤف احمد رافت	349	فضل رسول
397	مرزا حسن علی	350	نامور
397	مولوی محمد عباس	351	طالب دکنی
398	سید منیر الدین نقشبندی	351	برہان الدین
398	محمد فاضل	352	جنوبی ہند میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ
401	امام بخش ناخ	359	چوتھا باب
408	سید ہدایت علی		شمالی ہند میں میلاد ناموں کی
408	حافظ شاہ غلام علی شاہ جمالی پوری	359	روایت کا جائزہ ارتقا
408	نیر الدین گوپال سونی	361	سیاسی اور تمدنی پس منظر
410	سر سید احمد خاں	364	اسٹیلیٹ امرتسری
413	غلام امام شہید	365	فقیر
429	میر مظفر حسین ضمیر	365	مراد تابینا
432	مولوی محمد حیات	365	محمد کریم اللہ
434	محمد کفایت علی کافی مراد آبادی	366	محبوب عالم
439	سید فضل علی	368	محمد حامد
439	محمد علی خاں لطف بریلوی	369	محمد عبدالجلیل
445	سید اسٹیلیٹ حسین منیر	369	حافظ عزیز احمد

507	میر عباس	447	مولوی سید احمد مشتاق
507	احمد خان صوفی اکبر آبادی	448	محمد علی
510	کریم بخش بدر	449	محمد حسین
512	مولانا عبداللطیف فرنگی علی	449	شاہ احمد سعید مجددی
512	مولانا تقی علی خاں بریلوی	451	حافظ عظمت علی
513	بدر الدین عرف غلام دیکھیر قادر	452	قلندر علی
513	مولوی عبدالرحیم ہادی	452	حسن بخش کاکوروی
515	مولانا نجم الدین عباسی	453	مولانا آل حسن موہانی
516	شیخ محمد عنایت علی	454	امیر مینائی
516	مقرب علی خاں	459	سید محمد عمن کاکوروی
516	خواجہ محمد اشرف علی	471	شمال ہند کے میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ
516	مولوی عبدالسیح بیدل رامپوری	477	پانچواں باب
518	محمد غلام اکبر خاں		میلاد ناموں کا دور جدید
518	تقی رسول خاں	477	1857ء تا 1947ء
518	محمد محمود		حصہ اول
518	نواب نیاز احمد خاں	479	(1857ء تا 1900ء)
519	سید وزیر حسین رضوی		دور جدید کی تمدنی، سیاسی، مذہبی
521	محسن الملک سید ممدی علی	479	اور ادبی صورت حال کا جائزہ
521	قاضی غلام علی مری	483	شیخ جان محمد
523	میر مظفر علی اسپر	484	سنتی عنایت احمد کاکوروی
523	سید واجد علی تنخیر	486	مولانا کرامت علی جھنپوری
523	محمد ناصر علی غیاث پوری	488	خلافت حسین
523	شاہ محمد امین الدین قیصر	489	مولوی معصوم علی مسیح فتح پوری
523	محمد نصر اللہ خاں	490	نواب احمد یار خاں
523	شیخ نعل	491	شیخ حسرت کرنولی
524	مولانا حافظ عبدالعلی بھراوی	492	محمد صدیق دامن
524	عزیز الرحمن عرشی قازی پوری	493	سلامت اللہ کشنی
525	مولانا احمد رضا خان بریلوی	495	خواجہ الطاف حسین حالی
532	مولوی عبدالحفیظ کاکوروی	498	مولوی عبدالرحیم
533	علی انور شاہ	498	حالی محمد صاحب علی خاں مارہروی
534	مولوی غلام حیدر گوپاموی	500	مولوی محمد علی خاں سعید
535	مولوی مجیب اللہ کھٹوری	504	محمد فضل رسول
538	مولوی محمد ظہور علی ظہور	505	تسیم بخش آبادی
539	حافظ مولوی ابراہیم علی خاں ظلیل	507	میرزا علی بدر

589	میلاد ناموں کا دور جدید (2)	541	احمد حسین خان ماسک
	1901ء _____ 1947ء	541	خواجہ محمد مرتضیٰ بقا
590	دور جدید کا سیاسی، تمدنی	542	سید بہان الدین احمد
	اور مذہبی پس منظر	543	علی انور قلندر شاہ
595	حافظ محمود حسین خاں نازاں	543	شیخ عباد اللہ بادل کانپوری
596	مصصام الدین محمد	545	نواب صدیق حسن خان
596	حافظ محمد امین	546	خواجہ شمس الدین
597	محمد دولت خاں	548	محمد سراج الحقین
597	شاہ محمد عبداللہ نقشبندی	549	میر اعظم علی خاں شائق
598	مولانا حسن رضا خاں حسن	549	محمد عبدالواحد خاں
600	مولانا محمد حسین عطار اکبر آبادی	550	سید جواد حسین شمیم امروہوی
603	حاجی غلام محمد ہادی علی خاں	550	حکیم محمد حسن میرٹھی
604	مولوی محمد امداد علی	552	شیخ محمد متقی اوراک
604	خواجہ محمد سلامت اللہ سوئی پتی	553	میر مدنی محمود
604	حافظ محمد عبدالحمید	554	منشی محمد سلامت حسین تسمیرہ ایوبی
605	خواجہ محمد حافظ علی	555	حکیم امیر الدین عطار اکبر آبادی
606	سید جعفر اللہ حسینی صادق	557	سید محمد علی بیدل بریلوی
607	محمد تقی کانپوری	563	حافظ محمد اسلم
609	مولوی محمد حبیب اللہ	563	محمد سلطان عاقل دہلوی
610	مولوی محمد ابراہیم بناری	564	حافظ محمد فیض اللہ بیگ
610	مولوی محمد انوار اللہ	565	منشی محمد حافظ اللہ چشتی
612	محمد عبدالغفار بیخ	566	مولوی ظلیل الرحمن واعظ سارنہوری
614	مولوی محمد عظیم	569	شیخ عبداللطیف قادری
616	مولوی محمد ابراہیم دہلوی	571	مولوی محمد اکبر علی گرو اسپوری
616	مولوی سید محب الحق	571	محمد جعفر علی بلخ آبادی
618	محمد رکن الدین الوری	572	مولوی عاشق حسین بھروی
619	حسن علی خاں	576	محمد نذر الدین رائے پوری
622	خواجہ تقی الدین اکبر آبادی	576	منشی ابراہیم ثابت
623	قاضی ذکیر الدین	577	مولوی مدنی علی پروانہ
625	محمد جمیل الرحمن خاں	578	محمد عبدالرزاق راج
629	شاہد حسین خاں	579	سید عبدالفتاح اشرف علی
630	مولانا عبدالحکیم شرر	579	غلام محمد
633	حافظ محمد انوار اللہ تنجو	583	دور جدید کے میلاد ناموں کا جائزہ
635	مولوی عبدالسمان	589	چھٹا باب

- 690 محمد بدرالدین خاں
691 مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی
692 حافظ محمد اسحاق افسر صابری چشتی
693 عزیز الدین احمد قادری
694 مولوی عبدالستار چاند ہری
694 مولانا حبیب الرحمن خان شروانی
697 خلیق احمد
697 آرزو لکھنوی
697 علامہ سیماہ اکبر آبادی
705 مولانا اخلاق حسین
706 خواجہ محمد اکبر خاں وارثی
714 مولانا شاہ عبدالعظیم صدیقی میرٹھی
715 عزیز
716 خواجہ حسن نظامی
719 مفتی محمد فضل الکریم فضل
721 مناظر احسن گیلانی
722 صوفی امداد حسین نصرت
723 مولانا ابوالکلام آزاد
726 سید علی تقی
726 ابوالحسنات سید محمد احمد قادری
728 مفتی انتظام اللہ شہابی
730 فیض محمد قادری
731 غلام مصطفیٰ کوثر امجدی بلیاوی
732 مفتی غلام معین الدین
733 ناصر الدین محمد
733 درد کاکوروی
734 سید ایوب احمد صبر شاہجامپوری
737 احرام الدین شاعلی
739 بزاز لکھنوی
740 صوفی محمد شریف غیرت قادری
740 عبدالغنی
741 احمد علی
742 میاں علی محمد خان چشتی نظامی فخری
743 خواجہ محمد شفیع دیوبندی
- 635 علی احمد خاں اسیر دیوبندی
636 قاضی عبید اللہ
636 مفتی گوہر علی خاں گوہر رامپوری
639 محمد سراج الدین اکبر آبادی
639 عالی رحیم بخش
640 فدا حسین شاہ جامپوری
641 مفتی محمد غلیل
642 سید محمد بشیر الدین احمد
642 مولوی محمد کریم بخش
643 خواجہ محمد احمد بخش اکبر آبادی
643 مفتی محمد احسن خن بھاری
646 سید دیدار علی شاہ
646 مرزا محمد بادی عزیز لکھنوی
648 علامہ راشد الخیری
652 محمد قمر الدین
653 غلام محمد عباس
655 شیخ محمد ابراہیم نقشبندی
656 سید ماجد رامپوری
656 قاضی گلندر علی
657 نسل احمد علوی
659 شیخ عبدالصمد صدیقی
660 عبدالرزاق ندوی
661 مولانا محمد اشرف علی تھانوی
663 بیوم وارثی
663 مولوی غلام رسول
665 خواجہ محبوب عالم
666 محمد احسن وحشی مگرای
670 علامہ نور بخش توکل
678 جدیدہ کے میلاد ناموں کا جائزہ (2)
681 ساتواں باب
681 سرعہ حاضر کے میلاد نامے
681 _____ (1995ء)
684 سرعہ حاضر کا بیانیہ و سہ ماہی پس منظر
687 محمد شفیع علی خاں اختر رضوی

809	غیر مسلم شعراء کی میلادیہ منظومات	744	حقیقہ جالندہری
	دنیا کے اسلام میں جشن ہائے	749	حافظ محمد رحیم دہلوی
818	عید میلاد النبیؐ کا انعقاد	751	مولانا محمد شفیع اوکاڑوی
818	مکہ مکرمہ میں میلاد النبیؐ	751	نثار احمد محشر رسول گمری
819	مدینہ منورہ میں عید میلاد النبیؐ	754	علامہ سید احمد سعید کاشمی
820	بغداد میں میلاد النبیؐ	756	علامہ حامد الوارثی
820	جنوبی افریقہ میں عید میلاد النبیؐ	759	اشفاق حسین قریشی
821	شہر اریل میں عید میلاد النبیؐ	761	مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں
821	مصر میں عید میلاد النبیؐ	766	مولانا کوثر نیازی
823	بحین اور شام میں عید میلاد النبیؐ	767	سید محمود احمد رضوی
823	تلسان میں عید میلاد	772	عمر حاضر کے میلاد ناموں کا جائزہ
824	لیبیا میں عید میلاد النبیؐ	775	میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ
825	دکن میں محافل میلاد	781	آٹھواں باب
826	دور محبوبی اور دور حتمانی میں عید میلاد	783	مترقات
827	عہد شاہ جہاں میں عید میلاد النبیؐ	783	خواتین کے میلاد ناموں کا جائزہ
827	دہلی، آگرہ، لکھنؤ وغیرہ میں عید میلاد النبیؐ	784	میونہ گورکھپوری
828	برصغیر میں جشن اور محافل میلاد	784	خجستہ اختر بانو سروردیہ
830	لندن میں جشن عید میلاد النبیؐ	784	نور بیگم بدایونی
830	پاکستان میں عید میلاد النبیؐ	785	بیگم شمس
833	حواشی	785	زابدہ خاتون
835	حواشی: پہلا باب	786	میونہ سلطان بیگم
854	حواشی: دوسرا باب	786	کیہر انشاء بیگم شفیق
876	حواشی: تیسرا باب	786	انیس قاطرہ خوش گزرمی
886	حواشی: چوتھا باب	788	شمسی عباد الرحمن
897	حواشی: پانچواں باب	790	ام زہیر
904	حواشی: چھٹا باب	790	سیدہ قاطرہ الزہرا بلکراہی
909	حواشی: ساتواں باب	793	نامعلوم مصنفین کے میلاد نامے
915	حواشی: آٹھواں باب		اور منظومات

انتساب

میں یہ تحفہ ناچیز تاجدار انبیاء و مرسلین، خاتم المرسلین،
فخر دو جہاں، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے مقدس و مطہر نام نامی کے ساتھ معنون کرتا ہوں جن کے میلاد
مبارک پر یہ مشتمل ہے۔

اور

اس کاوش کے توسل سے اپنے والدین مرحومین کی بخشش
اور بلیندی درجات کے لئے معدن الجود والکریم کے
حضور صدقِ دل سے التجا کرتا ہوں۔

وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْهُ ۝ (الفصحی: ۳۰)

خاکپائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
منظرف عالم حب اوید صدیقی

حرف آغاز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ

۱

آجدار انبیاء و مرسلین، حبیب رب العالمین، خاتم المرسلین، رحمت للعالمین، ہادی راہ ہدی، قبلہ اہل صدق و صفا، کعبہ اعضاء و اتقیاء، علم کل عتقار کل، ظہور کل، نور کل، رازدار اسرار کبریا، مورد و انفس داعی، و دایم ازاہی، شاہد و مشہود کائنات، شان کائنات، جان کائنات، داعیا، الی اللہ باذنہ و سراہا منیرا، سنی کنت کنزاً مخفیاً، مخزن ہجو و عطا، سیدنا و مرشدنا و ہادینا، رسولنا و کولمنا و رحیمنا و شفیعنا احمد مجتبیٰ حضرت عمر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم کی ذات مقدس و مطہر کے اوصاف و خصائل بیان کرنے کی طاقت صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ اس ذات اقدس کے سرالاسرار اور قدرت کے پوشیدہ و پوشیدہ راز حقیقت کو کون جان سکتا ہے جس پر غیرت ایہ کے ستر ہزار پردے پڑے ہوئے ہوں۔ قرآن و حدیث میں آپ کی صورت و سیرت اور خصائل و شمائل کے ذکر و بیان کا حصر بھی ہم اپنے فکر و شعور اور قوت فہم و ادراک کے مطابق ہی کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کبھی طہ و یسین اور کبھی نون و اہم کہہ کر خطاب فرمایا ہے۔ ان کے مفہوم و مطالب خدائے بزرگ و برتر یا آپ خود جانتے ہیں باقی جمیع کائنات ناشناس ہے۔

۲

اس کائنات ارضی پر ظاہر اور نمایاں ہونے کے باوجود آپ کی صورت و سیرت کے بے شمار پہلو اہل بصارت و بصیرت کی نگاہوں سے مستور ہیں۔ اس کے باوجود آپ کی سیرت مقدسہ کے ہر اس پہلو کو نمایاں طور پر بیان کر دیا گیا جو انسانی شعور کی حدود و قیود میں آ سکتا تھا۔ آپ کی سیرت مقدسہ کے بارے میں ابتدائے آفرینش سے آج تک جو کچھ لکھا گیا ہے۔ دنیا کے کسی بھی بڑے سے بڑے انسان پر اتنا کچھ نہیں لکھا جاسکتا۔ یہ بھی آپ کی سیرت مبارکہ کا اعجاز ہے۔ سیرت مبارکہ پر دنیا کی ہر زبان میں اتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے کہ ایک قاری اس کو پوری زندگی میں بھی پڑھ کر ختم نہیں کر سکتا۔ میں اس مقالہ کو وصف نبی کے بحر

ذخار میں شامل کر رہا ہوں تاکہ صبح قطرہ دریا میں جو مل جائے تو دریلہ ہو جائے۔

۳

اردو میلاد ناموں میں آپؐ کی ولادت مقدسہ 'برکات نور محمدی' ولادت باسعادت سے پہلے اور بعد کے شواہد، نسب مبارک، حلیہ مبارک اور ولادت تا وصال کے اجمالی و تفصیلی احوال کا بیان ہے۔ آپؐ کے خصائل و شمائل، معجزات و کمالات، تعلیمات و ارشادات، عادات و معمولات، استاد و شفاعت، طلبی اور درود و سلام کو موضوع بنایا گیا ہے۔ میلاد ناموں میں ان موضوعات کی بوقلمونی اور رنگارنگی بہ آسانی دیکھی جاسکتی ہے۔

۴

ہزار بار بشویم دہن زمٹک و گلاب
ہنوز نام تو گھنٹن کمال ہے اور میت

میری پرورش خاندان کے مذہبی ماحول کے زیر اثر ہوئی جس میں دن رات نبی کریمؐ کے اسوہ حسنہ اور بزرگان دین کی کرامات کا تذکرہ رہتا۔ والد محترم محمد شریف ارشد صدیقی علیہ الرحمۃ (م ۱۹۷۸ء) کی صورت و سیرت میں فقیری و درویشی اور تصوف کو آنکھوں کے سامنے چلتے پھرتے دیکھا۔ اپنے اس مخصوص خاندانی پس منظر کے تحت اور اپنی بے بساختی اور کم استطاعتی کے یقین کامل کے باوجود اس کام کو توشہ آخرت سمجھ کر پوری جانفشانی اور خلوص و عقیدت سے مکمل کرنے کا ارادہ کیا۔

۵

۳ اردو میں میلاد النبیؐ آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں میلاد کے تمیزی مباحث بیان کیے گئے ہیں۔ سب سے پہلے میلاد کے ماہ ولد (ول د) کے قرآن مجید اور احادیث نبویؐ میں استعمال اور عربی، فارسی اور اردو لغات میں اس کے مختلف معانی کی وضاحت کی گئی ہے۔ اصطلاحی طور پر اردو زبان و ادب میں نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کے تذکرے اور تذکیر کا نام میلاد ہے اور یہی اس کا موضوع ہے۔ میلاد نامے اور بلحاظ موضوع دوسری تصانیف نور نامے، معراج نامے، وفات نامے اور شمائل نامے وغیرہ نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ کے بعض مخصوص پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔

حضور کی ولادت مبارکہ کے بعد اولین میلاد کی نشاندہی سیرت ابن اسحاق کی روشنی میں کی گئی ہے۔ آپؐ کی ولادت مقدسہ کے بعد سید عبدالمطلب آپؐ کو کعبہ کے اندر لے گئے۔ اس وقت انہوں نے آپؐ کی ولادت باسعادت پر اللہ کی عطا کا شکر یہ ادا کیا اور آپؐ کی تعریف میں اشعار پڑھے۔ ولادت کے موضوع کی نسبت سے تخلیق آدم پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے بعد نور محمدیؐ کی روایات کا جائزہ قبہ مولد النبیؐ نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کا سال، مہینہ، تاریخ، دن اور وقت کو موضوع بنایا گیا ہے۔

اس کے بعد آپ کا سلسلہ نسب پاک، آپ کی حیات طیبہ کے نمایاں پہلو (بچپن کے مختصر احوال، بعثت و نبوت، ہجرت مدینہ، فتح مکہ، وفات مبارکہ)، معراج شریف، معجزات نبوی، اخلاق و عادات اور تعلیمات و ارشادات کو اختصار سے بیان کیا گیا ہے کیونکہ میلاد ناموں میں بالعموم انہی پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس باب کے دوسرے حصے میں میلاد کے موضوع اور فن پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ موضوعات میں اسلامی و خانوی نمایاں عنوانات کے علاوہ عرب کی حالت زار، استغاثہ و استمداد، درود و سلام اور نبی کریم بطور ضمنی اہمیت کے موضوعات کی نشاندہی کی گئی ہے۔

میلاد ناموں کے فن میں مقصدیاتی فن، نزاکت، موضوع، حفظ مراتب اور حدود شریعت، حقیقت نگاری، میلاد ناموں کے مختلف انداز، آہنگ اور اجزاء، فنی عناصر، سراپا نگاری، کردار نگاری، محاکات نگاری، آئینہ مدافعی اور سامعین کی دلچسپی، تحقیق واقعات کی بجائے تاثیر و تاثر پر توجہ، محاسن شعری، میلاد اور بیت، میلاد اور نعت، میلاد اور پروپیگنڈا ادب، میلاد میں درود و سلام، میلاد میں استمداد و استغاثہ کا انداز، میلاد ناموں میں مناقب اہل بیت، مضامین میلاد پر مقامی تمدنی اثرات، میلاد کے فن پر ہندی اثرات، قدیم و جدید اسلوب میلاد، میلاد بلحاظ حقیقت، میلاد بلحاظ ہیئت، میلاد بلحاظ مشابہت، میلاد بلحاظ بانی محفل، میلاد بلحاظ سلسلہ خاں، میلاد بلحاظ سامعین، میلاد بلحاظ استدلال، میلاد بلحاظ عقیدہ، قیام میلاد بلحاظ عمل و استدلال، کتاب محفل میلاد، منوعات محفل میلاد، میلادی روایات کا تجزیہ، میلاد ناموں کا مخصوص لب و لہجہ اور میلاد ناموں کی دستوں کے تنوع پر بحث کی گئی ہے۔ اس ضمن میں مختلف میلاد ناموں سے مثالیں بھی دی گئی ہیں۔

دوسرے باب میں میلاد ناموں کے محرکات و ماخذ بیان کئے گئے ہیں۔ میلاد ناموں کے محرکات کے ضمن میں حقیقت و محبت کا اظہار، اطاعت رسول کا جذبہ، استمداد و شفاعت طلبی، خیر جوئی اور حصول ثواب، میلاد میں حضور کی تشریف آوری کا عقیدہ، صوفیاء کی محافل میلاد میں دلچسپی، علمائے بریلی کی ترویج میلاد میں خصوصی کوشش، سالانہ اعراس کی تقاریب، نئی خوشی پر محفل میلاد، سیرت النبی کے جلسے اور مشاعرے، اشتیاقات و رسائل کی قومی و ملی اشاعتیں اور دیگر ذرائع ابلاغ عامہ جیسے محرکات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ میلاد ناموں کے اہم عربی ماخذ قرآن مجید، احادیث نبوی، کتب سیر و مغازی، کتب تفسیر القرآن، کتب تاریخ، کتب شمائل، کتب دلائل، اسماء النبی الکریم، الہامی صحائف اور دیگر مذہبی کتابوں میں حضور کی شہادت اور مدیہ انداز میں ذکر کے حوالے سے اس عطا کی نشاندہی کی گئی ہے۔

دوسرے باب کے دوسرے حصے میں اردو میلاد ناموں کا عربی اور فارسی پس منظر بیان کیا گیا ہے۔ عربی میں میلاد کی روایت کے ضمن میں عرب شعراء کا ذوق مدح، بعثت سے قبل آپ کی مدحت و ستائش کے لیے حضرت عمرؓ کا میلادیہ قصیدہ، حلیمہ سعدیہ کے میلادیہ اشعار، بی بی شیماء کے میلادیہ اشعار دربار نبوی کے شعراء کا آپ کے مناقب بیان کرنا، جناب ابو طالبؓ، حضرت عباسؓ، حضرت کعب بن زہیرؓ، حضرت سلمان بن مرثدؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت عباس بن مروانؓ، ام معبد، عمدہ ماجد، کعبہ کی مدحت خیر الانام، علامہ ابو سیریؒ، شیخ عبدالرحیم البرہمیؒ، ابن نباتہؒ، عبدالرحمن بن خلدون اور احمد

شیخی کی خدمات کا سرسری جائزہ لیا گیا ہے۔
 میلاد ناموں اور مجالس میلاد کے باقاعدہ آغاز کے تعین کے سلسلہ میں ابو عبد اللہ محمد بن الواقدی (م ۷۲۰ھ) کی کتاب مولد النبیؐ اس موضوع پر پہلی کتاب ہے۔ ذکر میلاد النبیؐ زمانہ صحابہ اور خیر القرون سے چلا آ رہا ہے البتہ ملک مظفر شاہ اربل (۵۳۹ھ - ۶۳۲ھ) کے زمانہ سے محافل میلاد کی عام ترویج ہوئی۔ مزید برآں عربی موالید کا سرسری جائزہ لیا گیا ہے۔ اسی طرح فارسی میں میلاد کی روایت کے ضمن میں معروف شعراء حکیم کسائی مروزی، حکیم سنائی، شیخ شہاب الدین سروردی، خاقانی، نظامی، گنجوی، خواجہ فرید الدین عطار، مولانا جلال الدین رومی، سعدی شیرازی، اوحدی مراغنی اور قاضی وغیرہ کے میلادیہ اشعار اور فارسی میں میلادیہ کتب کے مخطوطات کا جائزہ لیا گیا ہے اور اختصار سے برصغیر میں فارسی میلاد کی روایت کا ذکر کیا گیا ہے۔

تیسرے باب میں جنوبی ہند میں میلاد ناموں کے آغاز و ارتقاء کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس باب کے آغاز میں دکنی دور کے پس منظر میں میاں کے سیاسی، تمدنی اور لسانی امور کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اردو زبان و ادب میں سب سے پہلے اردوئے قدیم کے میلاد ناموں کا سراغ لگایا گیا ہے اور جنوبی ہند کے پہلے دور کے میلاد نگاروں شاہ علی محمد جیوگام دھنی سے برہان دکنی تک کے میلاد ناموں کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے۔ جنوبی ہند کے ان شعراء کی میلادیہ منظومات اور نثری نمونوں کی مثالیں دی گئی ہیں۔ اردو روایت کے ماخذ و مراجع دکنی دور کی یہی منظومات ہیں، جن کا معتد بہ حصہ مثنوی کی ہیئت میں ہے۔ آخر میں جنوبی ہند کی میلاد نگاری کا مجموعی جائزہ، اس دور کے میلاد ناموں کے تبلیغی، اصلاحی اور مقصدی اثرات کے تحت لیا گیا ہے۔

تیز ادبی و لسانی دنیا میں اس کے اثرات و ثمرات سے بحث کی گئی ہے۔
 چوتھے باب میں شمالی ہند سے متعلق میلاد ناموں کی روایت اور ارتقاء کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس میں اس عہد کے معروف میلاد نگاروں نواب علی محمد خاں فاروقی، میر قدرت اللہ خاں قاسم، حکیم فیاض الحق صدیقی، مولوی احمد یار خاں رامپوری، کرامت علی شہیدی، شاہ رؤف احمد رافت، سر سید احمد خاں، امام بخش ناسخ، غلام امام شہید، میر مظفر حسین ضمیر، لطف بریلوی، شاہ احمد سعید مجددی، حسن بخش کاکوروی، امیر مینائی اور محسن کاکوروی وغیرہ کے میلاد ناموں اور میلادیہ کلام کا بطور خاص تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس دور میں میلاد کے مخصوص موضوعات ولادت، باسعادت، سراپا مبارک، رضاعت، بچپن، جوانی، معراج، وفات مبارک اور تعلیمات و ارشادات کو خاص طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اس دور کی میلاد نگاری کے ابتدائی نمونے صوفیائے کرام کے تصنیف کردہ ہیں۔ ان خاقانی اردو کے نمونوں کو بطور تہرک شامل کیا گیا ہے۔ ان میں تصوف اور عقیدت کا رنگ بڑا گہرا ہے۔ صوفیاء کی میلادیہ منظومات میں ہندی طرز کے گیت اور دوہے ہندی تصوف اور مخلوط معاشرت کے زیر اثر آ گئے ہیں۔ اس دور کے میلاد ناموں میں مجموعی طور پر موضوعاتی اور اسلوبی لحاظ سے تنوع موجود ہے۔ اس دور کے میلاد نگاروں نے جملہ اصناف شاعری اور ہیئتوں کو استعمال کیا ہے۔ نیز شاعری کے مخصوص داخلی اسالیب سلام، سرے اور لوریاں بھی میلاد ناموں میں داخل اور کثرت سے ملتی ہیں۔

اس دور کے میلاد نگاروں نے تہذیبی و عصری اثرات کو قبول کر کے میلاد ناموں میں ضمنی طور پر مناقب اہل بیت کو بھی شامل کر لیا۔ میلاد نگاروں کے خصوصی اہتمام اور موضوع کے تقدس کی وجہ سے لکھنؤی شاعری کے عناصر نسائیت اور اہتدال وغیرہ سے میلاد ناموں کے مضامین کا دامن پاک ہے۔ ان منظومات میلاد میں بحور کا تنوع، قافیوں اور ردیفوں کی رنگینی سے مذہبی شاعری کے دامن میں وسعت پیدا ہوئی۔ ہندی بحر کی بجائے فارسی یا عربی بحر راج ہوئیں۔ فارسی اسالیب میں جدت طرازی کی بدولت زبان و ادب میں شکوہ الفاظ، تنوع اور بلند پروازی و مضمون آفرینی پیدا ہوئی۔ اس لحاظ سے اس دور کے نمایاں موضوعات، میلانات اور زبان و ادب پر اثرات کا ذکر کیا گیا ہے۔

پانچویں باب میں میلاد ناموں کے دور جدید پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ دور جدید انگریزوں کے تسلط اور مملواری ۱۸۵۷ء سے ۱۹۳۷ء تک کے زمانے پر محیط ہے۔ اس دور کے میلاد ناموں کی اشاعتوں کی کثرت کو مد نظر رکھ کر اسے دو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پانچواں باب حصہ اول ۱۸۵۷ء سے ۱۹۰۰ء تک کے زمانے پر مشتمل ہے۔ اور چھٹا باب حصہ دوم ۱۹۰۱ء سے ۱۹۳۷ء تک کے میلاد نگاروں کے احوال و تبصرہ کے بارے میں ہے۔

متذکرہ بالا پانچویں باب میں میلاد ناموں کا ہندوستان کی سیاست، تہذیب، مذہب، سماجی رویوں اور ادبی و فکری پہلوؤں کو مد نظر رکھ کر جائزہ لیا گیا ہے۔ اس دور کی سماجی و سیاسی انقلابی تبدیلیوں کی وجہ سے فکرو اخبار کے رنگ و اسلوب میں نمایاں فرق پڑا۔ اس دور کے میلاد ناموں میں مروج موضوعات میلاد کے بیان کے علاوہ ان میں قریاد، استدعا اور شفاعت طلبی کے مضامین کا بطور خاص اضافہ ہوا۔

اس دور میں عیسائیوں، مسلمانوں اور ہندوؤں کو اشاعت و تبلیغ کے بے شمار مواقع میسر آئے۔ ان تینوں مذاہب کے پیروکاروں نے مذہبی و سیاسی اور تہذیبی بقاء کو مد نظر رکھ کر مختلف مدافعات اور جارحانہ اقدام کئے۔ عیسائیت کے پرچار کے اثرات زائل کرنے کے لئے سرسید احمد خاں اور ان کے رفقاء نے اپنی تحریر و تقریر سے اسلام کی مدلل مدافعت کی۔ سرسید اور ان کے رفقاء کی تحریک کی بدولت میلاد ناموں میں استدلال اور عقلیت پسندی کا رجحان غالب آنے لگا۔ اس عقلیت پسندی کی وجہ سے آپ کے اخلاق حمیدہ اور مضمینی خوبیوں کو بحیثیت انسان کامل اور خیرا بشر کے بیان کو فروغ حاصل ہوا۔ اثبات میلاد کے سلسلہ میں علمائے اہلسنت نے کئی کتابیں تالیف کیں۔ فقہ قادیانیت کے رد کے سلسلہ میں میلاد ناموں میں آپ کا ذکر خیر بطور خاتم النبیین اور خاتم المرسلین ہونے لگا۔ مزید برآں مخصوص سیاسی و سماجی تہذیبی اور مذہبی حالات کے پیش نظر ہندوستان کی فضا سے ہزاری، روضہ رسول پر ماضی کی شدت سے تڑپ، مدینے جا کر واپس نہ آنے کی آرزو اور جنت البقیع میں دفن ہونے کی شدید آرزو کا اظہار ملتا ہے۔

اس دور کے میلاد نگاروں میں مولانا کرامت علی جونپوری، نواب احمد یار خاں، سلامت اللہ شہتی، حالی، حلی محمد صاحب علی خاں، مولوی محمد علی خاں سعید، مولوی عبدالمسیح بیگلہ رامپوری، محسن الملک، قاضی حکیم علی مری، مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مولوی ابراہیم علی خاں ظلیل، بادل کانپوری، عطار اکبر آبادی، بیگلہ بریلوی، ولعظ سارنپوری اور مولوی ممدی علی پروان وغیرہ کے میلاد ناموں کی ترتیب و تدوین سے ان

کے والہانہ ذوق و شوق کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس دور کے قریباً ہر میلاد نگار نے اثبات میلاد کے سلسلہ میں فضائل محفل میلاد اور فضائل درود و سلام کو موضوع بنایا ہے۔

چھٹے باب میں ۱۹۰۱ء سے ۱۹۹۷ء تک کے میلاد نامے شامل ہیں۔ اس دور کے میلاد ناموں میں برصغیر کے مخصوص سیاسی اور سماجی حالات کے زیر اثر مسلمانوں کی زبوں حالی، آشوب زمانہ کے مختلف انداز اور مخصوص سماجی و تمدنی رویوں کی جھلک ملتی ہے۔ اس دور کے میلاد ناموں میں مناجاتی انداز کی کثرت، استغاثہ و استمداد کے مضامین میں اضافہ اور ہندوستان سے بیزاری دراصل مسلمانوں کے عصری کرب کا واضح ثبوت ہے۔ اسی دور میں برصغیر کے مسلمانوں میں شوکت اسلام کے اظہار کے سلسلہ میں جشن عید میلاد النبیؐ پورے مذہبی جوش و خروش اور عقیدت و احترام سے منانے کے سلسلہ میں مولوی ممتاز علیؒ، سید جماعت علی شاہؒ، علامہ اقبالؒ اور دیگر اکابرین ملت نے ملک گیر تحریک چلائی۔

اس دور کے میلاد نامے جدید افکار و نظریات کی روشنی میں مرتب ہوئے ان میلاد ناموں کے ذریعے سے مسلمانوں کے اصلاح احوال اور قومی تشخص کے فروغ کے لئے جو کوششیں ہوئیں، انہیں مثالوں سے واضح کیا گیا ہے۔ اس دور میں نبی کریمؐ کے بنی نوع انسان پر احسانات اور آپؐ کے بشری پہلوؤں کا خاص طور پر ذکر ملتا ہے۔ اس دور کے میلاد نگاروں میں مولانا حسن رضا خاں، خواجہ محمد حافظ علی، محمد یقین کانپوری، مولوی محمد انوار اللہ، سید محب الحق، محمد رکن الدین الوری، عبدالحلیم شرر، گوہر رامپوری، سراج الدین اکبر آبادی، مولوی محمد کریم بخش، سخن بہاری، راشد الخیری، شیخ محمد ابراہیم تھتھندی، قاضی قلندر علی، عبدالرزاق ندوی، مولانا اشرف علی تھانوی، خواجہ محبوب عالم اور علامہ نور بخش توکلی وغیرہ نے اپنے میلاد ناموں سے سیرت کے موضوعات کی ترویج و اشاعت کے علاوہ سماجی اور تمدنی اصلاح کا شعور عطا کیا۔ ان میلاد نگاروں نے نبی کریمؐ کے اسوۂ حسنہ میں تمام تحریکوں، مسائل اور نظریات کا شافی حل پیش کیا اور مذہبی و تمدنی انفرادیت کا احساس بیدار کرنے میں اپنے میلاد ناموں سے بہت موثر کام لیا۔

ساتویں باب میں عصر حاضر یعنی قیام پاکستان کے بعد سے ۱۹۹۷ء تک کے میلاد ناموں کا جائزہ شامل ہے۔ قیام پاکستان کے وقت مہاجرین اپنا پیشتر علمی و ادبی اور مذہبی سرمایہ ہندوستان چھوڑ آئے تھے۔ مجلسی ضروریات کے تحت مولانا شہید اور مولانا اکبر وغیرہ کئی بار چھپے اور کئی نئے میلاد نامے لکھے گئے۔ اس دور کے میلاد نامے نئے تقاضوں اور احوال و مسائل کو مد نظر رکھ کر مرتب کئے گئے۔ اس بدلے ہوئے ماحول و معاشرت کے باوجود میلاد ناموں میں حضورؐ کی عظمت، ختم نبوت اور مناقب صحابہ کبارؓ کے موضوعات، قومی و ملی اشارے اور تاریخی واقعات بھی نظر آتے ہیں۔ اس دور کے میلاد نامے زیادہ مستند اور معتبر حوالوں سے مزین کئے گئے ہیں۔ ان میلاد نگارشات پر عصری تحریکوں کے اثرات کی وجہ سے استدلال اور معقولیت کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔ اس دور کے میلاد نگاروں میں عزیز الدین احمد قادری، مولانا حبیب الرحمن، سیلاب اکبر آبادی، اکبر وارثی میرٹھی، شاہ عبدالعلیم صدیقی، ابوالحسنات قادری، مفتی انتظام اللہ شانی، فیض محمد قادری، درد کاکوروی، سید ایوب احمد صبر شاہ جہانپوری، میاں علی محمد خاں چشتی، خواجہ محمد شفیع دہلوی، حفیظ جانہدھری، حافظ محمد رحیم دہلوی اور خالد الوارثی وغیرہ کے میلاد ناموں میں آپؐ کی تعلیمات، نوع

انسان پر آپؐ کے احسانات اور ختم نبوت کے تذکار اور سیرت مقدسہ کے نقوش ایسے انداز میں اجاگر کئے ہیں کہ جس سے عصر حاضر کے انسان کو افسردگی و مایوسی سے بچا کر روشن زندگی کی راہ پر گامزن کر دیا۔ اس دور کے میلاد ناموں میں سنجیدگی و متانت کے ساتھ ساتھ شگفتگی و تاثیر کی کمی نہیں ہے۔ اس دور میں میلاد و سماع کی محفلوں سے لے کر سیاسی مجلسوں تک میں آپؐ کے اسوۂ حسنہ کا ذکر خیر ہونے لگا ہے۔ اس قسم کے میلاد ناموں کی بدولت دین میں فکر اور تدبیر کی روایت فروغ پذیر ہوئی ہے۔ انھوں نے باب میں متفرقات کے عنوان کے تحت خواتین کے میلاد ناموں، نامعلوم مصنفین کے میلاد ناموں اور غیر مسلم شعراء کی میلادیہ منظومات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ نیز دنیاۓ اسلام میں جشن ہائے عید میلاد النبیؐ کے انعقاد کو موضوع بنایا گیا ہے۔

مقالہ میں میلاد ناموں کی قدیم الماء کا انداز اکثر و بیشتر برقرار رکھا گیا ہے تاکہ تدریجی ارتقاء کا اندازہ ہو سکے۔ میلاد ناموں کی شاعری میں اظہار عقیدت کی فراوانی ہے البتہ شاعری کی سطح عمومی طور پر ٹھیک نہیں ہے۔ کاتب کی غلطی یا میلاد نگاروں کی عدم موزونیت طبع کے باعث کئی مصرعوں میں کمی نظر آتی ہے تاہم اشعار جس طرح متن میں تھے، ان کی اصلاح یا رد و بدل کرنے کی بجائے انہیں ہو بہو نقل کیا گیا ہے۔ میلاد نگاروں کی عبارات یا نمونہ کلام اس قدر ضرور پیش کیا گیا ہے کہ جن سے ان کی قدر و قیمت کا بخوبی اندازہ ہو سکے۔

۶

برصغیر پاک و ہند میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر یہ پہلی تحقیقی کاوش ہے۔ اس میں زیادہ سے زیادہ میلاد ناموں پر کام کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن پھر بھی انسانی طاقت کی کیا حیثیت ہے کہ کما حقہ، حق ادا کر سکے۔ اہل علم و دانش، صاحبان بصیرت، بزرگان دین، اساتذہ کرام اور صاحبان ذوق کو کوئی فروگذاشت نظر آئے تو اس سے مطلع فرمائیں۔ اس سلسلہ میں ہر اصلاح و تجویز کا گرم جوشی سے خیر مقدم کیا جائے گا۔

۷

اس مقالہ کی تحقیق کے سلسلہ میں ڈاکٹر شفیق احمد، شعبہ اردو و اقبالیات، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور نے ہر مرحلے پر میری رہنمائی کی۔ ان کی پر خلوص معاونت کے بغیر اس وسیع کام کو سمیٹنا بڑا مشکل تھا۔ ان کے علاوہ دیگر بزرگوں میں قابل احترام اور محترم جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں (حیدر آباد)، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر جمیل چاہلی، جناب مشفق خواجہ، ڈاکٹر وحید قریشی، حکیم محمد موسیٰ امرتسری، ڈاکٹر احمد حسین احمد قریشی قلنداری اور حکیم شریف احسن کا شکریہ مجھ پر واجب ہے۔ ان کرمفرماؤں نے بھی اتنی کنھن مرحلوں پر میری رہنمائی فرمائی ہے۔

میلاد خاتم المرسلینؐ کی نسبت سے، خاتم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت نے کہہ ارض پر اپنی

انسان پر آپ کے احسانات اور ختم نبوت کے تذکار اور سیرت مقدسہ کے نقوش ایسے انداز میں اجاگر کئے ہیں کہ جس سے عصر حاضر کے انسان کو افسردگی و مایوسی سے بچا کر روشن زندگی کی راہ پر گامزن کر دیا۔ اس دور کے میلاد ناموں میں سنجیدگی و متانت کے ساتھ ساتھ شگفتگی و تاثیر کی کمی نہیں ہے۔ اس دور میں میلاد و سماع کی محفلوں سے لے کر سیاسی مجلسوں تک میں آپ کے اسوہ حسنہ کا ذکر خیر ہونے لگا ہے۔ اس قسم کے میلاد ناموں کی بدولت دین میں فکر اور تدبر کی روایت فروغ پذیر ہوئی ہے۔

آٹھویں باب میں متفرقات کے عنوان کے تحت خواتین کے میلاد ناموں، نامعلوم مصنفین کے میلاد ناموں اور غیر مسلم شعراء کی میلاد یہ منظومات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ نیز دنیا کے سلام میں جشن ہائے عید میلاد النبی کے انعقاد کو موضوع بنایا گیا ہے۔

مقالہ میں میلاد ناموں کی قدیم الماء کا انداز اکثر و بیشتر برقرار رکھا گیا ہے تاکہ تدریجی ارتقاء کا اندازہ ہو سکے۔ میلاد ناموں کی شاعری میں اظہار عقیدت کی فراوانی سے البتہ شاعری کی سطح عمومی طور پر ٹھیک نہیں ہے۔ کاتب کی نظمی یا میلاد نگاروں کی عدم موزونیت طبع کے باعث کئی مصرعوں میں کمی نظر آتی ہے تاہم اشعار جس طرح متن میں تھے، ان کی اصلاح یا رد و بدل کرنے کی بجائے انہیں ہو بہو نقل کیا گیا ہے۔ میلاد نگاروں کی عبارات یا نمونہ کلام اس قدر ضرور پیش کیا گیا ہے کہ جن سے ان کی قدر و قیمت کا بخوبی اندازہ ہو سکے۔

۶

برصغیر پاک و ہند میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر یہ پہلی تحقیقی کاوش ہے۔ اس میں زیادہ سے زیادہ میلاد ناموں پر کام کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن پھر بھی انسانی طاقت کی کیا حیثیت ہے کہ کما حقہ، حق ادا کر سکے۔ اہل علم و دانش، صاحبان بصیرت، بزرگان دین، اساتذہ کرام اور صاحبان ذوق کو کوئی فروگذاشت نظر آئے تو اس سے مطلع فرمائیں۔ اس سلسلہ میں ہر اصلاح و تجویز کا گرم جوشی سے خیر مقدم کیا جائے گا۔

۷

اس مقالہ کی تحقیق کے سلسلہ میں ڈاکٹر شفیق احمد، شعبہ اردو و اقبالیات، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور نے ہر مرحلے پر میری رہنمائی کی۔ ان کی پر خلوص معاونت کے بغیر اس وسیع کام کو سمیٹنا بڑا مشکل تھا۔ ان کے علاوہ دیگر بزرگوں میں قاتل احرام اور محسن جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں (حیدر آباد)، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر جمیل جاہلی، جناب مشفق خواجہ، ڈاکٹر وحید قریشی، حکیم محمد موسیٰ امرتسری، ڈاکٹر احمد حسین احمد قریشی، قلنداری اور حکیم شریف احسن کا شکریہ مجھ پر واجب ہے۔ ان کرمفرماؤں نے بھی سنی شخص مرحلوں پر میری رہنمائی فرمائی ہے۔

میلاد خاتم المرسلین کی نسبت سے، خاتم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت نے کہہ ارض پر اپنی

لافانی نورانی کرتوں سے اسلام کا ابدی و دائمی پیغام پہنچایا ہے۔ یہ مرقع ملک کی معروف آرٹسٹ، ماہر علوم
 فتون لطیفہ، پروفیسر کوثر جہاں، شعبہ فائن آرٹس، فیڈرل گورنمنٹ کالج برائے خواتین، راولپنڈی صدر کی
 خصوصی کاوش کا مظہر ہے۔ میں ان کا اس سلسلہ میں دل کی گہرائیوں سے سپاس گزار ہوں۔
 میری اہلیہ رخصانہ اسلم نے میرے اس کام کے مختلف صبر آزما مسائل و مراحل میں میرے ساتھ
 بھرپور تعاون کیا۔ اس کی حوصلہ افزائی بھی اس کام میں یقیناً مدد و معاون ثابت ہوئی ہے۔
 ظہور احمد خان اور رانا عبدالرحمن نے بڑی محنت شاقہ اور خلوص و عقیدت سے اس مبسوط اور ضخیم
 دستاویز کی اشاعت کا شاندار اہتمام کیا ہے۔ وہ اس کار خیر کی ترویج پر باعث صد مبارکباد ہیں۔
 ان سب کرمفراؤں کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعا نکلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں فلاح دارین سے
 نوازے۔ (آمین)

وہنا تقبل منا انک انت السميع العليم وصلى الله تعالى على سيدنا وحبينا محمد وعلى اله واصحابه
 اجمعين۔

غلام غلامان آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محمد مظفر عالم جاوید صدیقی

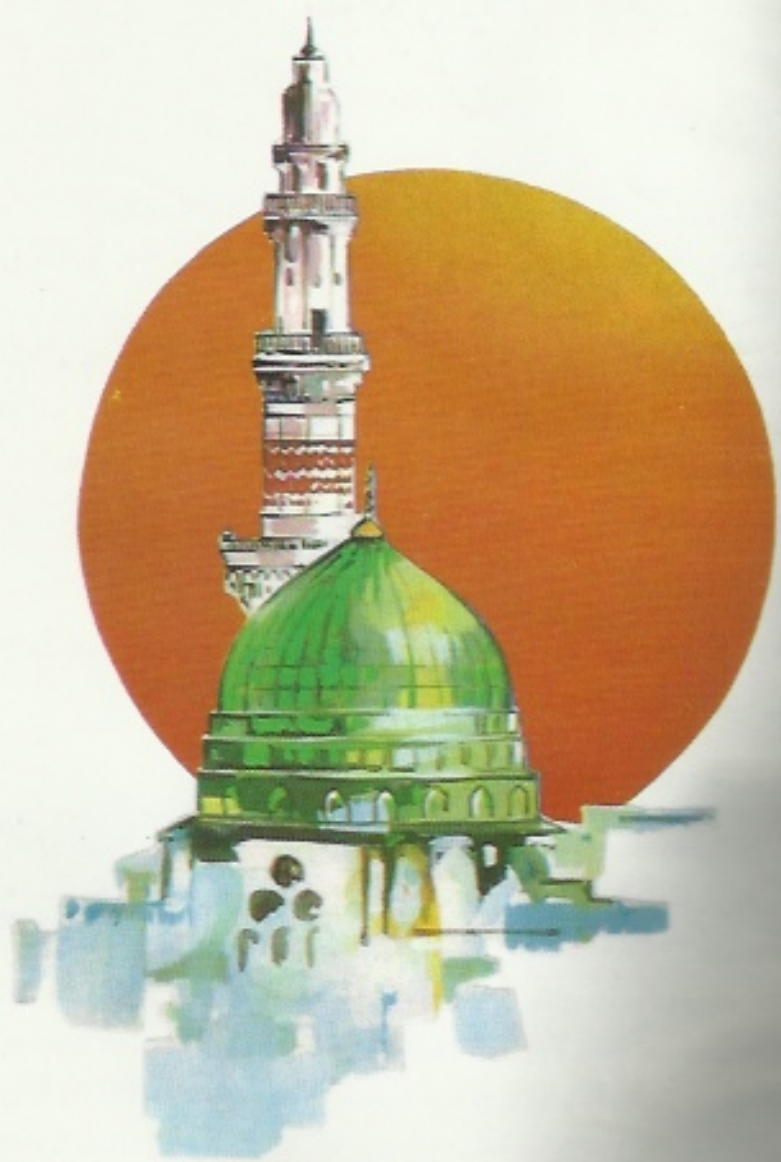
۱۸ دسمبر ۱۹۹۷ء

۱۳۳۶ھ بی، پیپلز کالونی

فیصل آباد

پہلا باب

میلاد کے تمہیدی مباحث / موضوع و فن



تمہیدی مباحث

میلاد کے مفہیم

(الف) نقوی ----- قرآن مجید، احادیث نبوی، عربی، فارسی اور اردو لغات میں۔
 (ب) اصطلاحی مفہوم، میلاد نامے اور بلحاظ موضوع دوسری منظومات۔ حضور نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کے سلسلہ میں لفظ میلاد و مولد کا اولین استعمال، میلاد اول، تخلیق آدم، نور محمدی کی روایات کا جائزہ، قبہ مولد النبی، نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت، سلسلہ نسب پاک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نبی کریمؐ کی حیات طیبہ کے چند نمایاں پہلو، بچپن کے مختصر احوال، بعثت و نبوت، ہجرت مدینہ، بدر سے فتح مکہ تک کے حالات کا سرسری جائزہ، حجتہ الوداع، وفات مبارکہ، معراج شریف، معجزات نبوی، اخلاق و عادات، تعلیمات و ارشادات۔

میلاد

میلاد عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا مادہ ولد (ول و) ہے۔ میلاد عام طور پر وقت ولادت کے معنوں میں مستعمل ہے۔ میلاد اسم ظرف زمان ہے۔

قرآن مجید میں مادہ ولد (ول و) کا استعمال

قرآن مجید میں مادہ ولد کل ۹۳ مرتبہ استعمال ہوا ہے اور کلمہ مولود تین مرتبہ آیا ہے۔ (۱) وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ اور دورہ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق باپ کے ذمہ ہو گا۔ "۲۳۳-۲"۔ لغات القرآن میں ہے کہ مولود اسم مفعول مفرود نہ کر کے طور پر بھی آیا ہے۔ لَا تَصَلُّواْ عَلَى الْوَالِدِ الَّذِي يُؤْمِنُ بِالْإِسْلَامِ وَلَا مَوْلُودَهُمْ وَلَا مَوْلُودَهُمْ وَلَا مَوْلُودَهُمْ وَلَا مَوْلُودَهُمْ وَلَا مَوْلُودَهُمْ۔ نہ کو اس کی اولاد کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے "۲۳۳-۲"۔ لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ۔ نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آسکے "۳۳-۳" (۲) قرآن مجید میں اس مادہ ولد کا استعمال متنوع مفہیم اور مختلف معانی میں نظر آتا ہے۔ اس کی وضاحت میں امام راغب اصفہانی یوں رقم طراز ہیں۔ "فَلَنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ وَوَلَدٌ" اور اگر وہ صاحب اولاد نہ ہو "۱۱-۳" اَنِّي لَكُونُ لَهُ وَوَلَدٌ اس کے اولاد کہاں سے ہو "۱۰۱-۶" ولد کا لفظ جنسی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ قرآن میں ہے۔ اَوْ نَخْنِهُنَّ وَوَلَدًا يَمْ اَسَ بِيْنَا بَالِيسَ "۲۱-۱۳" وَوَالِدٌ وَمَا وَوَلَدٌ اور باپ "یعنی آدم" اور اس کی اولاد کی قسم

یہاں والد گرامی اور اس کے بعد اس مولود کی قسم کھائی جس کی ولادت کی خاطر ساری کائنات تحقیق کی گئی۔
 "۳-۹۰" وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ اور جس دن میں پیدا ہوا مجھ پر سلام "اور رحمت" ہے۔ "۱۹-۳۳"
 وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ اور جس دن وہ پیدا ہوئے ان پر سلام و رحمت ہے "۱۵-۱۹" باپ کو والد اور ماں کو
 والدہ کہتے ہیں اور دونوں کو والدین کہا جاتا ہے چنانچہ قرآن میں ہے۔ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيْ اے میرے
 پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ کو معاف کرنا "۲۸-۷۱" يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا اُس دن سے (کیونکر بچو
 گے) جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا "۳۳-۷۱" ولد کی جمع اولاد آتی ہے چنانچہ قرآن میں ہے۔ اِنَّمَا اَسْأَلُكُمْ وَا
 اَوْلَادَكُمْ فَتَنَّهُ تَسْمَارًا مَالٍ اور اولاد بڑی آزمائش ہے "۲۸-۸" اِنْ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ فَتَنَّهُمْ
 تمہاری عورتوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن بھی ہیں "۱۳-۶۳" مَنْ لَمْ يَزِدْهُ مَالًا وَاَوْلَادًا جِنُّ
 ان کے مال اور اولاد نے سوائے نقصان کے کچھ فائدہ نہیں دیا "۲۱-۷۱" (۳) "مزید برآں قرآن مجید میں
 فعل ماضی معروف اور فعل ماضی مجہول کے لحاظ سے لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ (اور اس نے نہیں جتنا اور اسے نہیں
 جتنا کیا) بھی استعمال ہوا ہے۔

احادیث نبویؐ میں لفظ میلاد و مولد کا استعمال

احادیث نبویؐ میں ملانہ ولد (ول د) بے شمار مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ اس کی وضاحت الْمُعْجَمُ
 الْمَفْرُوسُ لِأَلْفَاظِ الْحَدِيثِ النَّبَوِيِّ میں موجود ہے۔ (۳) لفظ میلاد کا سراغ لگانے میں ہمارا اولین مرجع
 احادیث ہی قرار پاتا ہے۔ یہ لفظ دو بار واضح طور پر ترمذی شریف میں ملتا ہے۔ امام ابو یوسفی ترمذی نے
 ابواب النبا میں ایک باب بعنوان "مَا جَاءَ فِي مِيلَادِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" بتایا ہے اور اس باب
 میں "وَأَنَا أَقَمُّ مِنْهُ فِي الْمِيلَادِ" کا ذکر ملتا ہے۔ (۵) اس لحاظ سے حدیث پاک میں لفظ میلاد کے اولین
 استعمال کی طرف نشاندہی ہو جاتی ہے۔ مصنف الْمُعْجَمِ الْمَفْرُوسِ لِأَلْفَاظِ الْحَدِيثِ النَّبَوِيِّ کے مطابق احادیث
 میں لفظ مولد کا استعمال بھی سات بار ہوا ہے۔ مَوْلِدُهُ بِمَكَّتِهِ آپ کی جائے پیدائش مکہ میں ہے (واری
 مقدمہ ۲) يَلَيْتَهُ مَاتَ فِي غَيْرِ مَوْلِدِهِ كَأَنَّكَ وَهِيَ لَيْسَ بِمَوْلِدِهِ جگہ پر ہوتا جہاں وہ پیدا نہیں ہوا تھا (نسائی جتنا
 ۳۰-۸) اِنَّ الرَّجُلَ اِنَّمَا مَاتَ تَوَلَّى فِي غَيْرِ مَوْلِدِهِ وَهِيَ اَوَّلَى جِبِّ مَرَا تَوَلَّى جِبَّهُ يَهْفُ فَوْتٌ هُوَ جَوَّاسٌ كِي جَائِ
 پیدائش نہیں تھی (مسند احمد بن حنبل ۳-۱۷۷) اَنْ يَغْفِرَ لَكَ بِالْحِرَاءِ وَمَاتَ فِي مَوْلِدِهِ اللهُ اَسَ بَشْتِے اور اس
 نے ہجرت کی اور وہ فوت ہوا جہاں وہ پیدا ہوا تھا (نسائی جہاد ۱۸) قَبَسَ لَكَ مِنْ مَوْلِدِهِ اِلَى مَسْقِعِ اَنَّهُ فِي
 اُنْجَسَتْ جِبِّ اَبْنِے وطن کے سوا کہیں اور مرتا ہے تو اس کو جنت میں زمین دی جاتی ہے پیدائش کی جگہ
 سے لے کر اس کے آخری پاؤں کے نشان تک یعنی مرنے کی جگہ تک (ابن ماجہ جتنا ۱-۳۵) فَحُجُّ وَاَلْبَانِ
 وَاَلْدُّ نَامَوْلِدًا وَاَحْمًا ہم بچے ہیں ہم ایک ہی جگہ پیدا ہوئے (مسند احمد بن حنبل ۷-۲۱۵) وَاَعْرَفُ مَوْلِدَهُ وَا
 اَبْنُ هُوَ الْاَبْنُ میں اس کی جائے پیدائش کو جانتا ہوں اور اس بات کو بھی کہ اب وہ کہاں ہے؟ (مسلم فقہ
 ۶۱) (۶) اس کے علاوہ مسند احمد بن حنبل میں ہے۔ وُلِدْتُ اَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَ الْفَيْلُ
 میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں مکہ میں پیدا ہوئے (مسند احمد بن حنبل ۷-۲۱۵) (۷)

لفظ مولود بھی حدیث میں آیا ہے۔ **الْمَوْلُودُ لِي الْجَنَّةِ**، جھوٹا بچہ جہشت میں رہے گا۔ **مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يَلِدُ عَلَى الْفِطْرَةِ** ہر بچہ فطرت الہی کے موافق پیدا ہوتا ہے۔ (۸)

عربی کے لغات میں مادہ ولد (ول و) کے مفایم و مطالب

ولد مادہ کی مختلف معنوی تعبیریں تفصیلی طور پر ”تاج العروس“ کے مصنف نے بیان کی ہیں۔ ان مشتقات کی اصل ایک ہی رہتی ہے لیکن ان کے لفظی تغیرات کی وجہ سے معنی میں قدرے فرق پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ وہ الولد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ زواج کے قول کے مطابق واحد استعمال ہوتے ہیں۔ زواج نے اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں فرا کے شعر کا حوالہ دیا ہے۔

وَلَقَدْ رَأَيْتُمْ مُعَلِّمًا قَدْ تَمَرَّوْا مَالًا وَوَلَدًا

الولد واحد اور جمع استعمال ہوتا ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ واحد، جمع، مذکر اور مؤنث کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ بہت سارے علماء کا کہنا ہے کہ الولد کی جمع اولاد ہے۔ ولدة اور الولدہ بھی جمع کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ ولید کا معنی مولود ہے اور مولود کا معنی جنا گیا ہے۔ ولید مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ لفظ چھوٹے بچے کے لئے بولا جاتا ہے کیونکہ وہ ولادت سے قریب ہوتا ہے۔ ولید ولادت کے زمانہ بعید کے لئے بڑے بچے یا آدمی کے لئے استعمال نہیں ہوتا۔ ولید جب پیدا ہونے کا غلام کے معنوں میں استعمال ہو تو اس کی مؤنث ولیدہ ہوتی ہے اور اس کی جمع ولاید اور ولدان ہے۔ ولیدہ کا لفظ بڑی عمر کی لونڈی کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ التہامیہ، المحکم اور التہذیب کے مطابق ولیدہ کا لفظ یعنی مولودہ پیدا شدہ (مؤنث) کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور ولید کا لفظ بچے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ابو جہشم نے کہا ہے ”ولادت سے بلوغت تک ولید، جوان خادم اور الولاید، جوان کنبوں کے لئے بولتے ہیں۔ اہل جنت کے خادم ہمیشہ ولید رہیں گے کیونکہ ان کی عمر میں تغیر نہیں ہو گا۔ صاغانی سے روایت کے مطابق ام الولید مرضی کی کنیت ہے۔ عربی کماوت ہے، **بِمَ لِي أَمْرٌ لِأَبْنَادِي وَوَلِيدُهُ** یہ کماوت اس وقت بولتے ہیں جب کچھ لوگ نیکی یا برائی کے کام میں اس قدر شغول اور مشغول ہو جائیں کہ اگر کوئی بچہ اپنا ہاتھ ان کی کسی قیمتی چیز پر بھی ڈالے تو وہ اس کو ڈانٹتے تک نہیں ہیں اور دوسری کماوت میں اصمعی اور ابو عبیدہ کا قول ہے۔ **هُوَ أَمْرٌ لِأَبْنَادِي وَوَلِيدُهُ** وہ بڑا اہم معاملہ ہے اس میں بچوں کو نہیں بلایا جاتا بلکہ بیٹوں کو دعوت دی جاتی ہے۔

وَلَدَتْ الْمَرْأَةُ ماضی کے لئے تَلَدَ وِلَادًا اور وِلَادَةٌ مضارع کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مضارع کی صورت میں تَلَدَ وِلَادًا اور وِلَادَةٌ کی واؤ پر زیر پڑھنا زیادہ فصیح ہے۔ ولادۃ کی واؤ کو ہمزہ سے بدل کر الَادَةُ بھی بولتے ہیں۔ لِدَةٌ اور مَوْلِدٌ ابھی عدۃ و موعدا کے وزن پر آتا ہے۔

محکم میں ہے **وَلَدْتُمْ نِسَاءً وَوِلَادَةً وَالْأَلَدَةَ** کی صورت میں ماں والدہ ہے، نسبت کے لحاظ سے اور والدہ ہے اصل کے لحاظ سے۔ ثعلب نے عورت کے بارے میں بیان کیا ہے **”كُلُّ حَائِلٍ قَلْدٌ“** (ہر حمل والی عورت جسم دہتی ہے) مولد کی جمع موالید و موالیدہ ہے۔ الِلْدَةُ کا معنی ہے، جو ایک ہی وقت میں پیدا ہوں۔ اس کی جمع

لِدَاتُ ہے۔ جوہری نے اس کی جمع لِدُون بھی نقل کی ہے۔ لِدَاتُ سے اسم تفضیر وِلْدَاتُ اور لِدُون سے وِلْدُون ہے۔ اَللَّذَّةُ کا معنی وقت ولادت بھی ہے مَوْلَدٌ اور مِلَادٌ کی طرح۔ بہت سارے آئمہ لغت نے مَوْلَدٌ اور مِلَادٌ کا ذکر کیا ہے لیکن اَللَّذَّةُ کا ان معنوں میں استعمال عبری دواوین میں نہیں پایا جاتا۔

اللِّسَانُ الْمُحْكَمُ، التَّهْنِيبُ، الْاَسْلَسُ، الصَّحَاخُ اور الصَّبَاخُ میں ذکر ہے کہ مَوْلَدُ الرَّجُلِ سے مراد آدمی کی ولادت کا وقت اور ولادت کی جگہ ہے۔ اور مِلَادُ الرَّجُلِ سے وہ وقت مراد ہے جس میں وہ پیدا ہوا

۹۰۔ اَلْمَوْلَدَةُ اس لڑکی کو کہتے ہیں جو عربی نسل سے نہ ہو لیکن عرب میں پیدا ہو۔ عَرَبِيَّةٌ مَوْلَدَةٌ اور رَجُلٌ مَوْلَدٌ وہ ہوتا ہے جو خالص عربی نہ ہو۔ ابن شبل نے اس کی صراحت یوں کی ہے کہ مَوْلَدَةٌ وہ لڑکی ہے جو کسی ایسی سرزمین میں پیدا ہوئی ہو جس سے اس کے باپ کا تعلق ہو یا ماں کا، دونوں کا اس علاقہ سے تعلق نہ ہو اور اَلتَّيْدَةُ وہ عورت ہے جس کا باپ اور اس کے متعلقین کسی دیگر علاقے سے ہوں اور اس کی ماں کسی اور جگہ سے تعلق رکھتی ہو۔

جَارِيَةٌ مَوْلَدَةٌ سے مراد وہ لوتڑی ہے جو عربوں میں پیدا ہو اور عربوں کے بچوں کے ساتھ پرورش پائے اور وہ اپنے بچوں کی طرح اسے غذا دیں اور اپنے بچوں کی طرح اپنا علم و ادب سکھائیں۔ اس طرح اَلْمَوْلَدُ مِنَ الْعَبِيدِ سے مراد ویسا ہی غلام ہے۔ مَوْلَدَةٌ ہے مراد ہر چیز کا نیا روپ ہے۔ اسی سے لفظ مولودان ان شاعروں کے لئے استعمال ہوتا ہے جو عربی النسل نہ تھے لیکن انہوں نے عربی میں شاعری کی۔ اَلْمَوْلَدَةُ سے مراد دایہ ہے۔ اَلْوَلَدِيَّةُ سے مراد بچپن ہے۔ ابن بَرَزَج نے اَلْوَدِيَّةُ کا معنی درشت مزاجی اور نرم رویہ کی کمی بیان کیا ہے۔ اس سے مراد جملات بھی ہیں۔

اَلْوَلَدِيَّةُ سے مراد تربیت ہے۔ اسی مفہوم میں حضرت عیسیٰ سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَنْتَ نَبِيٌّ وَاَنَا وَاَلِدُ تَتَكُّ (تو میرا نبی ہے اور میں نے تیری تربیت کی ہے) لیکن نصاریٰ نے اس میں تحریف کر کے اَنْجِيلِ میں یوں لکھ دیا۔ اَنْتَ نَبِيٌّ وَاَنَا وَاَلِدُ تَتَكُّ (تو میرا بیٹا ہے اور میں نے تجھے بنا ہے) مُحَمَّدًا اللّٰهُ! اللّٰهُ تعالیٰ اس سے میرا ہے۔ اَلْوَلَدِيَّةُ اس دلیل کو کہا جاتا ہے جو غیر تحقیق شدہ ہو۔ اسی طرح کتاب مَوْلَدٌ، کَلَامٌ مَوْلَدٌ اور حدیث مَوْلَدٌ سے مراد وہ ہیں جن کی زبان اصلی و حقیقی نہ ہو۔ (۹)

عربی کے لغات میں مَوْلَدٌ اَلْمَوْلُوْدُ، مِلَادٌ اور عِيْدُ الْمِلَادِ کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے۔ مَوْلَدٌ (مصدر ہے) اس کی جمع مَوْلَادٌ ہے اور اس کا معنی جائے ولادت یا وقت ولادت ہے۔ (اَلْمَوْلُوْدُ) اسم مفعول ہے، اس کی جمع مَوْلَائِدٌ ہے اور اس سے مراد چھوٹا بچہ ہے) مِلَادٌ (پیدائش کا دن، پیدا ہونے کا وقت، سالگرہ کا دن) اور عِيْدُ الْمِلَادِ (عید ولادت، عید المسیح، بڑا دن، کرسمس ڈے، جشن ولادت) (۱۰)

عربی لغت نگاروں کے مفاتیح بالا سے جو بات سامنے آتی ہے۔ ان میں میلاد سے مراد پیدا ہونے کا وقت، پیدائش کا دن یا سالگرہ کا دن ہے۔ لیکن عید المیلاد کے معنی حضرت عیسیٰ کے پیدا ہونے کا دن، بڑا دن یا کرسمس ڈے ولیم ٹامسن ورنے باٹ (مصنف معجم العربیہ) یا لوئیس مطوف (مصنف المنجد) نے صرف اپنے مسکئی عقائد اور روایات کی وجہ سے بیان کئے ہیں۔

فارسی زبان میں لفظ میلاد

فارسی لغات میں میلاد کا لفظ پیدائش کا دن اور پیدا ہونے کا وقت کے معنوں میں آیا ہے۔ لغات فارسی میں میلاد کے معنی وقت ولادت۔ پیدائش کا وقت۔ ایک شہر کا نام ہے اور ایران کے ایک پہلوان کا نام بھی ہے۔ عام طور پر اس مجلس کو کہتے ہیں جس میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا ذکر ہوتا ہے۔ (۱) فرہنگ آموزگار میں میلاد کے معنی روز تولد ہنگام زائیدہ شدن اور مولود بہ معنی زائیدہ شدہ۔ بدینا آمد۔ نوزاد کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ (۲) فرہنگ آئند راج کے مصنف نے لفظ میلاد کے ضمن میں ننان ولادت و وقت زاون، کہہ کر فرہنگ آموزگار ہی کے مفہوم کو دہرایا ہے۔ (۳) داکٹر عباس آریان پور کاشانی اور داکٹر منوچہر نے عید میلاد کے معنی

Celebration of the anniversary of the prophet's Birth

نور مولود کے معنی زاوہ شدہ، تولد یافتہ Born, Begotten, generated

a son, a male child, nativity, Birth, Birth Day.

Anniversary or celebration بیان کئے ہیں۔ (۴) معروف فارسی شاعر قافی نے مولود بجائے مولد و میلاد کے استعمال کیا ہے۔

روز مولود شہنشاہ ست در روزے چنیں
ہر کہ غمگین ست ہرے زندگی پادا حرام
(۱۵)

لفظ میلاد لغوی مفہوم کے اعتبار سے آج تک فارسی زبان میں پیدائش کا دن اور رسول پاک کے یوم ولادت کے منانے کے لئے مستعمل ہے اور انہیں معنوں کی تائید دیگر فارسی لغات سے بھی ہوتی ہے۔ (۱۶)

اردو زبان میں لفظ میلاد

نور اللغات میں لفظ میلاد۔ مولود۔ مولد کے یہ معانی درج کئے گئے ہیں :

(۱) میلاد (ع) پیدا ہونے کا زمانہ۔ پیدائش کا وقت۔

ہے فضل جہاں پر خدا کا
میلاد ہے شاہ انبیاء کا
(امیر)

(۲) مولود: جنا ہوا۔ زائیدہ وہ بچہ جو پیدا ہوا ہو۔ پیدا ہونے کا وقت۔ پیدائش کا دن۔ میلاد۔ پینا۔ پرت۔ وہ مجلس جس میں پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت یا سعادت کا بیان کیا جائے۔ وہ کتب جس میں پیغمبر صاحب کی ولادت کا حال بیان کیا جاتا ہے۔ مولود خواں، وہ شخص جو رسول

مقبول کے میلاد کا بیان حاضرین مجلس کو سنائے۔ مولود شریف، میلاد کا بیان۔ میلاد شریف۔ وہ مجلس جس میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کا حال بیان کیا جائے۔ مولودی، مولود خواں۔ مولود پڑھنے والا۔

(۳) مولد: زمان ولادت۔ جائے ولادت۔ پیدا ہونے کی جگہ۔ وطن، وقت ولادت۔ وہ کتاب جس میں پیغمبر صاحب کی ولادت کا حال بیان کیا جاتا ہے۔ پیدائش، ولادت۔

روز مولد سے نہیں عیش و طرب قسمت میں
مرز یہ ہے کہ بشر ہوتے ہیں گریاں پیدا
ناخ (۱۷)

ڈاکٹر ایس۔ ڈبلیو۔ فیلن نے مولود شریف کے معنی

Celebration of the anniversary of Muhammad's Birth

لکھے ہیں۔ (۱۸) فرہنگ عامہ (۱۹) اور دیگر لغات (۲۰) سے بھی میلاد کے معنی ذکر پیدائش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معنوں کی تائید ہوتی ہے۔
مال گذاری کی اصطلاحات میں ایچ، ایچ، ولسن نے مولود کے درج ذیل معنی بیان کئے ہیں۔

Verses Chanted before the hier of a deceased person when
carried out to be buried, a dirge, a burial Service.

”کسی میت کو دفن کرنے سے پہلے لے جاتے ہوئے اس کے تابوت یا جنازہ کے آگے آگے جو اشعار خوش الحانی سے پڑھے جائیں یا بالفاظ دیگر اسے ماتمی راگ، نود، مرثیہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ یا نماز جنازہ کے الفاظ سے بھی مولود مراد لیا جا سکتا ہے۔“ (۲۱) چیوٹ۔ جھنگ۔ ملتان وغیرہ کے شہروں میں عرصہ پہلے یہ باقاعدہ ایک رسم تھی کہ جنازہ کے آگے مولود خواں ایک ٹولی کی صورت میں میلاد یہ اشعار خوش الحانی سے پڑھتے جاتے تھے۔ غالباً ولسن نے بھی یہی رسم مراد لی ہے۔

مفتی احمد یار خاں نعیمی نے بھی اسی قسم کی رسم کی نشاندہی کی ہے۔ ”یو۔ پی میں ہر مصیبت کے وقت کسی کے انتقال کے بعد میلاد شریف کرتے ہیں۔ کاشیاواڑ میں خاص شادی کے دن، میت کے ایصال ثواب کے لئے رسم سوئم۔ دسویں۔ چالیسویں کے دن میلاد کرتے ہیں۔“ (۲۲) لغات نظامی کے مصنف نے میلاد کے معنی رسول پاک اور اہل بیت اطہار کی تاریخ ہائے ولادت کی محفل بیان کئے ہیں۔ (۲۳) یہ واحد لغت ہے جس میں مصنف نے میلاد کے معنوں میں ”اہل بیت اطہار کی تاریخ ہائے ولادت کی محفل“ کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔ ”مولد“ ”مولود“ ”ہمانش“ ”تولد“ لفظ میلاد کے مترادفات ہیں۔ عربی، فارسی اور اردو لغات میں مولد و میلاد کا لفظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت یا سعادت کی خوشی میں محفل اور وہ کتاب جس میں آنحضرت کی ولادت کا ذکر ہو، کے لئے مخصوص ادبی و شعری اصطلاح کے طور پر مروج ہے۔ اسی مناسبت سے اردو کی جدید لغات میں اس کے اصطلاحی معنی ہی درج ہیں۔

اصطلاحی مفہوم

میلاد کے لغوی مفہوم میں اس بات کی وضاحت ہو چکی ہے کہ اردو زبان میں اب یہ لفظ ایک خاص مفہوم کی وضاحت و صراحت اور ایک مخصوص اصطلاح کے طور پر نظر آتا ہے۔ حسن ثنی ندوی لکھتے ہیں۔ "حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے تذکرے اور تذکیر کا نام محفل میلاد ہے۔ اس تذکرے اور تذکیر کے ساتھ ہی اگر دلوں میں مسرت و خوشی کے جذبات کھول لیں، یہ شعور بیدار ہو کہ کتنی بڑی نعمت سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سرفراز کیا اور اس کا اظہار بھی ختم الرسل کی محبت و اطاعت اور خداوند بزرگ و برتر کی حمد و شکر کی صورت میں ہو اور اجتماعی طور پر ہو تو یہ عید میلاد النبیؐ ہے۔" (۲۳)

عید منانے کے سلسلہ میں مسلمانوں کا ایک واضح تصور موجود ہے۔ اس کا ایک نمایاں پہلو شوکت اسلام کا اظہار ہے۔ محمود شکاری آکوسی لکھتے ہیں۔ "عید نام ہے اس اجتماع کا جو ایک معادہ طریقے پر بار بار آتا ہو خواہ یہ سال کے بعد لوٹنے خواہ ہفتے کے بعد اور خواہ مہینے کے بعد یا اسی طرح کسی اور طریقے پر لہذا عید کا لفظ کئی ایک امور پر شامل ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ ایک لوٹ کر آنے والا دن ہے مثلاً یوم الفطر اور یوم الجمعہ، دوسرے اس دن کا اجتماع اور تیسرے وہ اعمال جو اس کے تابع ہوں مثلاً عبادات اور عادات۔ بعض اوقات عید ایک مہینے کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی عام ہوتی ہے ان میں سے ہر ایک کو عید کہا جاتا ہے۔ زمانے کی مثال نبی کریمؐ کا یہ فرمان ہے۔ "إِنَّ هَذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللَّهُ لِلْمُسْلِمِينَ عِيداً" (اللہ نے اس دن کو مسلمانوں کے لئے عید بنایا ہے اس سے آپ کی مراد جمعہ کے دن سے ہے۔ اس لحاظ سے ہر قوم میں ایک نہ ایک دن ایسا ہے جس میں وہ اپنے آپ کو آراستہ کرتی ہے اور پھر خوب سچ کر شہر سے باہر جاتی ہے اور یہ ایک ایسی رسم ہے جس سے کوئی قوم بھی خالی نہیں خواہ عربی ہو خواہ عجمی۔" مذہب والوں کا کوئی نہ کوئی میدان ہوتا ہے جہاں وہ اپنی شان و شوکت کے اظہار اور کثرت تعداد جتانے کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ عید کے موقع پر تمام مسلمانوں کا یہاں تک کہ بچوں، عورتوں، پردہ نشینوں اور حائضہ عورتوں کا بھی ٹکنا مستحب قرار دیا گیا۔ مگر حائضہ عورتیں نماز گاہ سے الگ رہیں گی اور دعا میں شامل ہوں گی۔ اسی لئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس رات سے جاتے تھے اس رات سے واپس نہ آتے تھے تاکہ دونوں راستوں کے کھینوں کو مسلمانوں کی شوکت کا پتہ چل جائے اور چونکہ عید کا اصل مقصد زینت ہے لہذا خوبصورت لباس پہننا، دھنیں بجانا، آراستہ بدل کر واپس آنا اور نماز گاہ کی طرف گھروں سے نکل کر جانا مستحب قرار پایا۔" (۲۵)

عید میلاد النبیؐ منانے کے سلسلہ میں مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں :

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات وجہ تکوین کائنات اور

سرچشمہ برکت ہے۔ اس دنیائے آب و گل میں آنحضورؐ کی آمد کا دن سعادتوں اور

رحمتوں کے نزول کا اور آنحضورؐ کی امت کے لئے خوشیوں اور مسرتوں کے آغاز کا دن۔"

ہے۔ اس یوم مبارک پر ہم جتنی بھی خوشیاں منائیں بجا اور جتنی بھی مسرتوں کا اظہار کریں زیبا ہے چنانچہ دنیا بھر کے مسلمان اس یوم سعید پر مسرت و اہتمام کا اظہار کرتے ہیں۔ مسرت اور اہتمام کے کئی انداز اور کئی اسلوب ہیں۔ میلاد کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں۔ جلسے کئے جاتے ہیں جن میں آنحضرت کی سیرت مبارکہ پر تقاریر کی جاتی ہیں۔ نعت خوانی کی محفلوں کا اہتمام کیا جاتا ہے، قرآن خوانی اور صلوات و سلام کی مجلسیں ہوتی ہیں۔ ذکر حبیب کے لئے خواتین علیحدہ مجالس سجاتی ہیں، پر جوش رضاکار مہلی گلی اور کوچے کوچے نعت خوانی کرتے ہوئے گزرتے ہیں۔ ہمارے ہاں بڑے بڑے جلوس نکالے جاتے ہیں۔ جن میں بچے، بوڑھے اور جوان سبھی شامل ہوتے ہیں اور بڑے جوش و خروش کے ساتھ اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کرتے ہیں۔" (۲۶)

اس لحاظ سے آنحضرت کی ولادت کے دن ان کے محلہ جاہلیہ اور محاسن جمیلہ کے بیان کرنے اور سننے کے لئے مسلمانوں کے اجتماع کا نام محفل میلاد ہے۔ (۲۷) محفل میلاد یا میلاد شریف کی اصطلاح صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کے ساتھ مخصوص ہے۔ صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیت میں سے کسی کے بھی یوم ولادت کو میلاد شریف کے نام سے نہیں پکارا جاتا یا ایسا کہنے کو سوائے اب اور گستاخی سمجھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ تمام مسلمان حضرت علیؑ کے لئے لفظ ولادت استعمال کرتے ہیں تاکہ اصطلاحات میں بھی فرق مراتب ملحوظ رہے۔ (۲۸) علمائے کرام نے محفل میلاد شریف میں ذکر شہادت امام حسینؑ سے منع فرمایا ہے کہ وہ مجلس سرور ہے ذکر حزن مناسب نہیں۔ میلاد خوانوں کے ساتھ امر شامل نہیں ہونا چاہئے نیز میلاد شریف پڑھنے کی اجرت مقرر کرنا منع ہے۔ (۲۹) اس لحاظ سے "محفل میلاد کے انعقاد اور کتب میلاد کی تالیف کے کئی محرکات بیان کئے جاتے ہیں لیکن ان میں بڑا اور قیمتی سبب ذکر رسولؐ کے ذریعے حصول ثواب کی خواہش ہے۔ مجالس مولود میں نبی اکرمؐ کی فضیلت بیان کرنے کے لئے پہلے پہل زبان کے اور پھر تحریر سے کام لیا گیا۔ یوں کتب میلاد لکھنے کی ابتداء ہوئی۔" (۳۰)

میلاد نامے اور بلحاظ موضوع دو سری تصانیف

اردو زبان و ادب میں میلاد نامے، تولد نامے، مولود نامے، پیدائش نامے، پیغمبر نامے، مولد نامے اور ولادت نامے ہم موضوع میلاد یہ تصانیف ہیں جبکہ نور نبوی، معراج النبی، شمائل رسول اور آپ کے معجزات، ارشادات اور تعلیمات کے ساتھ جزوی طور پر میلاد کا بیان نور نامے، معراج نامے، شمائل نامے اور ارشاد نامے وغیرہ تصانیف میں ملتا ہے۔ وفات نامے اور درد نامے میں حضور کی وفات مبارکہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

"اردو میں "نامہ" کے لفظ کے ساتھ ترکیب پا کر نام حاصل کرنے والی تصانیف نظم و نثر، دیگر اصناف کی طرح فارسی اثرات کا نتیجہ ہیں۔ اس قسم کے نامے مثلاً پند نامہ، شاہنامہ، سیاست نامہ وغیرہ فارسی میں عام تھے۔ ان سے متاثر ہو کر برصغیر پاک و ہند کے شعراء نے چکی نامہ، اوری نامہ، پٹکھا نامہ، ڈھول نامہ،

پر نہ نامہ، قیامت نامہ، ماں باپ نامہ، فقر نامہ، عبرت نامہ، ظفر نامہ، وصیت نامہ، فالنامہ، خواب نامہ، میلاد نامہ، معراج نامہ، شامک نامہ، وفات نامہ اور نور نامہ وغیرہ کے نام سے نظمیں لکھیں، جن میں سے بیشتر مذہبی موضوعات سے تعلق رکھتی ہیں۔ شمالی اور جنوبی ہند میں اس قسم کے نامے مختلف زبانوں میں کثرت سے لکھے گئے ہیں۔ اور اردو کا دامن بھی ان سے خالی نہیں۔

اردو میں میلاد نامے، معراج نامے، وفات نامے، شامک نامے اور نور نامے وغیرہ آنحضرتؐ کی حیات مقدسہ اور سیرت طیبہ کے بعض مخصوص پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ بیشتر نامے مثنویوں کی شکل میں ہیں، لیکن خالصتاً نثر میں بھی ہیں۔ بعض ”ناموں“ میں نثر اور نظم کا امتزاج ہے۔

دکن میں کثرت سے میلاد نامے، معراج نامے، وفات نامے، شامک نامے اور نور نامے وغیرہ لکھنے کا رواج مذہبی عقیدت مندی کی وجہ سے ہوا۔ نبی کریمؐ کی زندگی کے واقعات مسلمانوں کے لئے نمونہ کامل کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس اسوۂ حسنہ کی تقلید میں ان کی دنیا بھی سنورتی تھی اور آخرت بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں یہ نامے کثیر تعداد میں لکھے گئے۔ انہیں بڑھنے کے لئے گھر گھر محفلیں منعقد ہوتی تھیں، شرکاء محفل میں شیرینی تقسیم ہوتی تھی اور منتیں مانی جاتی تھیں۔ منت پوری ہونے پر میلاد اور معراج نبویؐ کے بیان کی محفلیں شعراء کے لئے محرک بن جاتیں اور وہ ثواب کے حصول کی خاطر ان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ میلاد نامے اور معراج نامے وغیرہ لکھنے کے لئے ان کے سامنے فارسی شاعری کی مثال موجود تھی۔ بعض فارسی مثنویوں میں حمد و نعت کے علاوہ ولادت نبویؐ اور معراج نبویؐ کے مستقل عنوانات بھی ہوتے تھے۔ قدیم اردو (دکنی) کی اکثر مثنویاں یا تو فارسی سے ترجمہ کی گئی تھیں یا ان سے ماخوذ تھیں، اس لئے دکنی شعراء نے نہ صرف ان کو اردو نظم میں منتقل کیا، بلکہ باقاعدہ طبع زاد مثنویاں بھی لکھیں، جنہیں موضوع کی مناسبت سے مولود نامہ، معراج نامہ، وفات نامہ، شامک نامہ یا نور نامہ کا نام دیا گیا۔

مولود نامہ

اس میں آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا حال قلمبند کیا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر تو یہ صنف حضور اکرمؐ کی پیدائش کے لئے وقف ہے لیکن بیشتر مولود ناموں (یا میلاد ناموں یا تولد ناموں) میں آپؐ کی ولادت سے لے کر وفات تک کے حالات بیان کئے گئے ہیں گویا مولود نامہ منظوم سیرت رسول اکرمؐ کا دورا نام ہے۔

معراج نامہ

اس میں آنحضرتؐ کی زندگی کے ایک صحیح العقول واقعہ ”معراج“ کا حال بیان کیا جاتا ہے۔ جب آپؐ نے راتوں رات مکہ مکرمہ سے بیت المقدس کا طویل سفر طے کیا اور براق پر سوار ہو کر حضرت جبرئیلؑ کی رہنمائی میں آسمانوں کی سیر کر کے واپس تشریف لائے۔ اکثر معراج ناموں میں اس مستہم باشان واقعہ کو پوری وضاحت و صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔

وفات نامہ

اس میں آنحضرتؐ کے ساتھ ارتحال کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں۔ آنحضرتؐ کے دنیا سے رخصت ہونے کا واقعہ اتنا اندوہناک تھا۔ اور آپؐ کے اہل خانہ اور صحابہ کرامؓ نے اسے اتنی شدت سے محسوس کیا کہ وہ شعراء کی طبع آزمائی کے لئے ایک زبردست محرک ثابت ہوا۔ وفات ناموں میں آنحضرتؐ کی آخری علالت، شدت مرض، وفات، غسل اور چیمیزو تکفین کا تفصیلی تذکرہ کیا جاتا ہے۔

شماں نامہ

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری جسم اطہر کی صفات بیان کی جاتی ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں شامل شماں نبویؐ کی احادیث کے علاوہ امام ترمذیؒ کی اس موضوع پر باقاعدہ کتاب (شماں ترمذی) تمام منظوم اردو شماں ناموں کا ماخذ ہے۔ شماں ناموں میں حضور اکرمؐ کے حلیہ مبارک کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں اور جسم اطہر کے ہر عضو کی تعریف کی جاتی ہے۔ شکل و صورت کے علاوہ حضور اکرمؐ کی عادات و خصائل اور اخلاق عالیہ کا تذکرہ بھی شماں ناموں کا ایک اہم جزو ہے۔

نور نامہ

اس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کی تخلیق سے پہلے اپنے نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پیدا کیا۔ نور محمدیؐ کے بیان کے لئے عام طور پر احادیث و روایات کا سارا لیا جاتا ہے۔ (۳۱) اور یہ تمام تذکرہ بالا موضوعات نظم و نثر دونوں میں بے حد مقبول ہیں۔

جکریاں، ذکریاں

ڈاکٹر جمیل جاہلی جکری کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جکری، ذکر کی گہری شکل ہے۔ (۳۲) لیکن ”ذکر“ کی جگہ ”ج“ کا استعمال محض گو جری ہی سے مختص نہیں بلکہ اس کا چلن بہت سی زبانوں میں ملتا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جاہلی مزید لکھتے ہیں کہ جکری میں بنیادی طور پر ذکر خدا، ذکر رسولؐ، ذکر پیر و مرشد، ذکر تجربات باطنی و واردات روحانی اس طور پر ایسے اوزان اور ایسے عام فہم الفاظ میں لکھا جاتا تھا کہ اسے گایا جاسکے اور سازوں پر بجا بھی جاسکے۔ جکری کی حیثیت مختصر گیت یا راگ راگنیوں کے ان بولوں کی طرح تھی جنہیں گایا جاکر لوگوں کے اندر عالم وجد و سرور پیدا کیا جاسکے۔ اس میں عشق و محبت کے جذبات بھی ہوتے تھے اور ایسے ہامیانہ مضامین بھی جن سے مریدوں اور طالبوں کی ہدایت ہو سکے۔ (۳۳) ہماؤ الدین باجن نے اپنی جکریوں کے متعلق کہا ہے کہ ہندوستان کے قوال ان کو سرود کے پردوں میں نوازتے اور گاتے ہیں۔ (۳۴) جکریوں کو کلیان، دیوگری، بھاگرہ، دھنا سہری، ٹوڈی، سیام براری، اسوری، ویساک، گند، بلاول اور پوربی وغیرہ میں ڈھالا اور گایا جاسکتا ہے۔ (۳۵)

دراصل ”ذکر“ اہل تصوف کی بڑی اہم اصطلاح ہے اور غالباً اسی اصطلاح کے زیر اثر ہونے والی

واردات قلبی کی کیفیات کے بیان کے لئے مخصوص شاعری کو ”ذکر نبی“ کہا گیا اور بعد ازاں اس میں ذکر خدا اور ذکر رسول مقبول اور دیگر عناصر شامل ہوتے گئے۔ ڈاکٹر احسن زیدی اس طرز فکر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ”مسلمان صوفیاء و فقراء جہاں ہر سانس کو ذکر بنانا چاہتے تھے وہاں انہیں ہر ذکر میں جذب و مستی اور ذوق و شوق پیدا کرنے کا خیال بھی تھا۔“ (۳۶)

نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کے سلسلہ میں لفظ میلاد و مولد کا اولین استعمال

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے احوال کے اظہار و برکات کے سلسلہ میں لفظ میلاد کا اولین استعمال جامع ترمذی میں ہے۔ جامع ترمذی صحاح ستہ میں سے ہے۔ اس میں ایک باب بعنوان ”مِلَادُ فِي مِلَادِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ ہے۔ اس بات سے لفظ میلاد کے اولین استعمال کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔ اس باب میں بیان ہے کہ قیس بن مخزوم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میلاد النبیؐ کا ذکر بیان فرمایا ہے: وَوَلِدْتُ أَنَا وَرَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِمَ الْفَيْلُ (پیدا ہوا میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس سال میں قصہ اصحاب فیل کا واقع ہوا) اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قباث بن اشیم صحابی سے پوچھا: أَنْتَ أَكْبَرُ أَمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سوا انہوں نے فرمایا: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْبَرُ مِنِّي وَأَنَا أَقْنَمُ مِنْهُ فِي الْمِيلَادِ (تم بڑے ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوا انہوں نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بڑے ہیں لیکن پیدائش میں میں مقدم ہوں۔) (۳۷) ابن سعد ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے روایت کی ہے، امام ابی جعفر صادقؑ محمد بن علیؑ سے کہ انہوں نے فرمایا: كَانَ قَلْبُ مُحَمَّدٍ أَصْحَابِ الْفَيْلِ لِلنَّصَفِ مِنَ الْحَرَمِ فَبَيْنَ الْفَيْلِ وَبَيْنَ مَوْلِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ وَحَمْسُونَ لَيْلَةً (تھا انا اصحاب فیل کا نصف حرم کو پس فاصلہ درمیان اس قصہ کے اور پیدا ہونے رسول پاکؐ کے پچیس رات کا تھا) اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت امام ابی جعفر صادقؑ نے مولد رسول اللہ کا لفظ حضورؐ کی ولادت پاک کے لئے استعمال فرمایا ہے۔ (۳۸)

میلاد اول

حضورؐ کی ولادت مبارکہ کے بعد سب سے پہلا میلاد

نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کے بعد حضرت عبدالمطلبؑ آپ کو کعبہ کے اندر مہل کے پاس لے گئے وہ اللہ سے دعا کرتے اور اللہ کی اس عطا پر اس کا شکر یہ ادا کرتے ہوئے کھڑے رہے اور انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

الحمد	لِلَّهِ	الَّذِي	اعطاني
هنا	الغلام	الطيب	الاردان
قد	سلا	المهد	الغلمان
اصنه	بالله	ذي	الاركان

حتى	يكون	بلغه	الفتيان
حتى	اراه	بلاغ	البيان
اعينه	من	كل	ذئ
من	حلسد	مضطرب	الغنان
ذئ	همد	ليس	له
حتى	اراه	واقع	اللسان
انت	الذئ	سميت	فئ
فئ	كتب	ثابته	العثنئ
احمد	مكتوبا	على	اللسان

(۳۹)

(ترجمہ) : تعریف اللہ ہی کے لئے جب جس نے مجھے سرنئی مائل گورے رنگ کا یہ پاکیزہ لڑکا عطا فرمایا۔ یہ بچپن ہی میں لڑکوں کا سردار ہے، میں اسے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں جو اس مستحکم کناروں والے گھر کا مالک ہے یہاں تک کہ وہ بھرپور جوانی کو پہنچ جائے اور میں دیکھوں کہ اس کے جوڑ بند مضبوط ہو چکے ہیں۔ میں اسے ہر دشمن کی دشمنی سے اللہ کی پناہ میں دیتا اور ٹھوکریں کھانے والے اندھے اور بوڑھے حاسد کے حسد سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں یہاں تک کہ میں اسے خطیب اور زبان آور دیکھوں تو وہ ہے کہ جس کا نام فرقان میں اور دوسری آسمانی کتب میں احمد رکھا گیا ہے جو زبان زد خلقت ہے۔

میلاد النبی کے بارے میں سید عبدالمطلب ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں : بیٹے کی اولاد باعث طہائیت قلب ہے۔

الحمد	للخالق	لا	العباد
لما	رای	جدی	و اجتہادی
وانئ	بولہ		بالمعاد
والعہد	ان	العہد	ذو معاد
فوج	عنئ	کرتہ	انفواد
ونال	منئ	لہبہ	المفادی
للذئ	عبداللہ	من	تلادی
ان	البنین	فلذ	الاکباد
شمارہ	کا	لقرع	للقواد
اوم	و	حمر	تلاد
قلت	للعہلس	لہا	ذواد

ہل	منکم	من	صیت	بنادی
الابل	نہب	بن	اہل	الوادى
فترکوها	وهى	فی		عصواد
				(۳۰)

(ترجمہ): تعریف کے سزاوار بندے نہیں ہیں بلکہ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے مجھے تشویش کی حالت میں صحیح رائے کا علاج کرنے والا پایا اور میری رہنمائی فرمائی۔ بے شک میں اپنے عمد و بیان کو پورا کرنے والا ہوں اور درحقیقت عمد کے بارے میں جو اب وہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل کے غم و الم کو دور کر دیا اور میرے بیٹے کا فدیہ قبول فرمایا۔ میں نے عبد اللہ کا فدیہ اپنے مال سے عطا کیا۔ بے شک بیٹے جگر کے قیمتی ٹکڑے ہوتے ہیں۔ بیٹے کی اولاد باعث طمانیت قلب ہے میرے ہاں گندم کوں اور سرخ رنگ والے سبھی ہیں۔ شریف النسل اونٹوں کا گدہ موجود ہے۔ میں نے کہا: کیا تم میں سے کوئی بلند آواز والا ہے جو یہ ندا دے کہ اہل وادی نے اونٹوں کو غارت گری اور لوٹ مار کا مال بنا لیا ہے اور یہ بڑی بد اخلاقی ہے پس انہوں نے اونٹوں کو چھوڑ دیا۔

تخلیق آدم

اللہ تعالیٰ نے تخلیق و پیدائش آدم کے سلسلہ میں اپنی شان ربوبیت کا اعہار بڑے نادر انداز میں فرمایا ہے۔

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق بغیر ماں باپ کے

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں اور باپ کے تخلیق فرمایا اور آدم کو مٹی سے بنایا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ **وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ إِنِّي خَلَقْتُ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَلٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْتُوِيٍّ (الحجر: ۲۸)** اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدمی کو بنانے والا ہوں کھٹکھٹائی مٹی سے جو بدودار سیاہ گارے سے ہے۔

۲۔ حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش آدم کی پائیں پسلی سے

قرآن شریف میں حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش کے سلسلہ میں ارشاد خداوندی ہے: **يٰۤاٰدَمُ اسْبِغْ نَفْسَكَ مِمَّا فَرَغْنَا لَكَ مِنْ نَّفْسِكَ وَاسْمِعْ لِقَوْلِ رَبِّكَ** (سورہ صافات: ۱۲) اے آدم! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنا دیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے۔ تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کی وضاحت میں تحریر ہے: اس نے تم سب کو ایک ہی شخص یعنی حضرت آدم سے پیدا کیا ہے ان کی بیوی یعنی حضرت حوا علیہا السلام کو بھی انہی سے پیدا کیا۔ آپ سوئے ہوئے تھے کہ پائیں طرف کی پسلی کی پچھلی طرف سے حضرت

حوا کو پیدا کیا۔ آپ نے بیدار ہو کر انہیں دیکھا اور اپنی طبیعت کو ان کی طرف راغب پایا اور انہیں بھی ان سے انس پیدا ہوا۔ (۳۱) اسی آیت شریفہ کی وضاحت میں سید محمد نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں: "ابو البشر حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ نے بغیر ماں باپ کے مٹی سے پیدا کیا تھا۔ انسان کی پیدائش کی ابتداء کا بیان کر کے قدرت الہیہ کی عظمت بیان کی گئی ہے۔ مردم شماری کا حساب پتہ دیتا ہے کہ آج سے سو برس قبل دنیا میں انسانوں کی تعداد آج سے بہت کم تھی اور اس سے سو برس پہلے اور بھی کم، تو اس طرح جانب ماضی چلتے چلتے اس کمی کی حد ایک ذات قرار پائے گی یا یوں کہجے کہ قبائل کی کثیر تعدادیں ایک شخص کی طرف متسی ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح اور اوپر کو چلنا شروع کریں تو انسان کے تمام شعبہ و قبائل کی انتہا ایک ذات پر ہوگی۔ اس کا نام کتب الہیہ میں آدم ہے۔ اور یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ شخص توالد و تناسل کے معمولی طریقہ سے پیدا ہو سکے۔ اگر اس کے لئے باپ فرض بھی کیا جائے تو ماں کہاں سے آئے لہذا ضروری ہے کہ اس کی پیدائش بغیر ماں باپ کے ہو اور جب بغیر ماں باپ کے پیدا ہوا تو بالیقین انہیں عناصر سے پیدا ہو گا جو اس کے وجود میں پائے جاتے ہیں اور پھر عناصر میں سے جو عنصر اس کا مسکن ہو اور جس کے سوا دوسرے میں وہ نہ رہ سکے۔ لازم ہے کہ وہی اس کے وجود میں غالب ہو، اس لئے پیدائش کی نسبت اسی عنصر کی طرف کی جائے گی۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ توالد و تناسل کا معمولی طریقہ ایک شخص سے جاری نہیں ہو سکتا، اس لئے اس کے ساتھ ایک اور بھی ہو کہ جوڑا ہو جائے اور وہ دوسرا انسان جو اس کے بعد پیدا ہو۔ حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ اسی کے جسم سے پیدا کیا جائے کیونکہ ایک شخص کے پیدا ہونے سے نوع موجود ہو چکی مگر یہ بھی لازم ہے کہ اس کی خلقت پہلے انسان سے توالد معمولی کے سوا کسی اور طریقہ سے ہو کیونکہ توالد معمولی بغیر دو کے ممکن ہی نہیں اور یہاں ایک ہی ہے لہذا حکمت الہیہ نے حضرت آدم کی ایک بائیں پبلی ان کے خواب کے وقت نکالی اور ان سے ان کی بیوی حضرت حوا کو پیدا کیا چونکہ حضرت حوا بطریق توالد معمولی پیدا نہیں ہوئیں اس لئے وہ اولاد نہیں ہو سکتیں۔ خواب سے بیداری کے بعد حضرت آدم نے اپنے پاس حضرت حوا کو دیکھا تو فرمایا کہ تم کون ہو، انہوں نے عرض کیا عورت، فرمایا کس لئے پیدا کی گئی ہو، عرض کیا آپ کی تسکین خاطر کے لئے، تو آپ ان سے مانوس ہوئے۔" (۳۲)

۳۔ حضرت عیسیٰ کی پیدائش بغیر باپ کے

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ کی پیدائش بغیر باپ کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔ اذ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ مَرْيَمُ انِ اللّٰهُ يَبْرِكُ بِكَلِمَتِهِ مِنْهَا اسْمُ الْمَسِيحِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَجِيهًا لِّى النَّسَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ وَيَكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا "وَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ" قَالَتْ رَبِّ اِنِّى كُنْتُ لَوٰدِئَةً وَّلَمْ يَمْسَسْنِى بَشْرًا قَالْ كُنَّا لِّلّٰهِ بَخْلًا مَا يَسْئَلُ اِنَّا قَضٰى اَمْرًا "لَا تَمَّا يَقُوْلُ لَنْ نَكُنْ لَّيَكُوْنُ"۔ سورہ آل عمران: ۴۵-۴۶-۴۷

(وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے) جب فرشتوں نے (مریم سے کہا) کہ مریم خدا تم کو اپنی طرف سے ایک فیض کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح (اور مشہور) عیسیٰ بن مریم ہو گا (اور جو) دنیا اور آخرت میں باآبرو اور (خدا کے) خاصوں میں سے ہو گا اور ماں کی گود میں اور بڑی عمر کا ہو کر (دونوں حالتوں میں)

لوگوں سے (یکساں) گفتگو کرے گا اور نیکو کاروں میں ہوگا۔ مریم نے کہا۔ پروردگار میرے ہاں بچہ کیونکر ہو گا کہ کسی انسان نے مجھے ہاتھ تو لگایا نہیں۔ فرمایا کہ خدا اسی طرح جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ارشاد فرمادیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ یعنی وہ اسباب کا محتاج نہیں ہے۔ (۳۳)

۴۔ مرد و عورت کے اختلاط سے پیدائش

نبی نوع انسان کی عام تخلیق و پیدائش کا یہی دستور ہے کہ بچوں کی ولادت مرد و زن کے باہمی اختلاط سے ہوتی ہے۔ اس میں مباح مروج طریقہ نکاح ہے۔

۵۔ ٹیسٹ ٹیوب سے پیدائش

ٹیسٹ ٹیوب سے پیدائش کا طریقہ ان لوگوں کے لئے جو بے اولاد ہوں۔ عصر حاضر میں سائنس کا ایک عجیب کرشمہ ہے۔ بعض علماء نے اس طریقہ تولید کو حرام قرار دیا ہے اور بعض علماء نے اس کے بارے میں یہی رائے دی ہے کہ اگر ڈاکٹر مسلمان اور صحیح العقیدہ ہو اور مکمل احتیاط و ذمہ داری سے منکوحہ مرد و زن کے جراثیم و بیضہ کو لے کر مایوس ماں کی گود ہری کرنے کا باعث بن جائے تو ان کے نزدیک اس میں شرعی طور پر کوئی قباحت نہیں۔ یہ معاملہ علماء کے نزدیک حلال و حرام کی نسبت سے متنازع فیہ ہے۔

تخلیق آدم کے سلسلہ میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے اور بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا۔ حضرت حوا کو آدم کی بائیں پٹلی کی پھچھلی طرف سے تخلیق کیا۔ حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا۔ یہ طریقہ ہائے ولادت خوارق میں سے ہیں۔

حضور نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ عام دستور کے مطابق مرد و زن کے باہمی اختلاط اور نکاح سے ہوئی۔ حضورؐ کی ولادت مقدسہ خوارق میں سے نہیں وگرنہ آپؐ کی عظمت کو اس طرف منسوب کر دیا جاتا۔ اس لحاظ سے آپؐ کی ولادت مطہرہ بھی آپؐ کا اعجاز ہے۔ عدنی، طبرانی، ابو نعیم اور ابن عساکر، حضرت علیؓ بن ابی طالب سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا۔ ”حضرت آدمؑ سے لے کر میرے ماں باپ کے مجھے پیدا کرنے تک میرے نسب میں سب نکاح سے پیدا ہیں، کہیں بھی جاہلیت کی کوئی بدکاری نہیں ہے۔“ (۳۴) آپؐ کی ولادت باسعادت کے بارے میں کوئی ناقابل یقین کمائی منسوب نہیں ہے۔ آپؐ کی ولادت بھی اسی طرح ہوئی، جس طرح کوئی اور پیدا ہوتا ہے۔ (۳۵)

نور محمدیؐ کے سلسلہ میں روایات کا جائزہ

میلاد نگاروں کے مخصوص موضوعات میں سے ایک موضوع نور محمدیؐ کا بیان ہے۔ اس سلسلہ میں مستبر اساتید کے ساتھ بہت سی روایات موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے بلا واسطہ نبی کریمؐ کا نور پیدا کیا اور پھر اسی نور کو خلق عالم کا واسطہ بنایا۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں۔ ”حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ سب

سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز پیدا کی۔ آپ نے فرمایا: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تمہارے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح و قلم نہ بہشت و دوزخ نہ آسمان و زمین نہ چاند اور سورج اور نہ ہی فرشتہ و جن اور نہ انسان تھا اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے اور پھر ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش اس سے آگے طویل حدیث ہے۔ اس حدیث سے نور محمدیؐ کا اول الخلق ہونا ثابت ہوا۔ (۳۶) نبی کریمؐ ساری مخلوقات سے پہلے پیدا فرمائے گئے۔ مخلوق میں سے کوئی چیز نبی کریمؐ سے پہلے پیدا نہیں کی گئی۔

حضرت عریاض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا:

”بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیینؐ ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر ہی میں پڑے تھے۔ (یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہیں ہوا تھا)۔ اس حدیث پاک کی رو سے آنحضرتؐ کا موجود ہونا آدم سے قبل نبی ہونا خاتم النبیین کے منصب پر فائز ہونا اور آپ کی حقیقت کا نور ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔“ (۳۷)

حضرت علی المرتضیٰؑ سے منقول ہے کہ حضور نے فرمایا: میں آدم کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ اس کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس عدد میں کم کی نفی ہے زیادتی کی نہیں، اگر زیادتی کی روایت نظر آئے تو شبہ نہ کیا جائے۔ (۳۸) امام نجم الدین عمر نسفی نے لکھا ہے کہ نور نبیؐ آخر الزماں تمام موجودات سے ستر ہزار سال قبل عالم وجود میں تھا۔ (۳۹)

آپ کے جسم اطہر کا مادہ بھی لطیف ترین تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضور کو پیدا کرنا چاہا تو کعبہ مکرمہ کی زمین کے وسط سے ایک ذرہ کو منتخب کر کے اس کو چشمہ تسنیم کے پانی سے دھو کر بہشت کی نہروں میں غوطہ دے کر مصفیٰ و مزکیٰ کیا۔ آسمانوں اور زمینوں میں اس کو گھمایا یہاں تک کہ سفید موتی کی مانند اس کے پرتو سے تمام کائنات روشن ہو گئی۔ (۵۰) یہاں تک کہ تمام فرشتوں نے آپ (روح انور و مادہ اطہر) کو آدم کی پیدائش سے پہلے پہچان لیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا تو اس نور کو ان کی پشت مبارک میں بطور ودیعت رکھا۔ اس نور کے انوار ان کی پیشانی میں یوں نمایاں تھے جیسے آفتاب آسمان میں اور چاند اندھیری رات میں۔ اور ان سے عمد لیا گیا کہ یہ نور انور پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوا کرے۔ اس طرح سے یہ نور اطہر پاکیزہ انداز سے منتقل ہوتا ہوا حضور کے والد ماجد حضرت عبداللہ تک پہنچا اور پھر آپ کی والدہ ماجدہ کے رحم پاک میں منتقل ہوا۔ اسی نور کو پاک و صاف رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کے تمام آباء و امہات کو شرک و کفر کی نجاست اور زنا کی آلودگی سے پاک رکھا ہے۔ (۵۱)

نبی کریمؐ کا نور مقدس اللہ تعالیٰ کے نور کا ظل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کا نور اس وقت پیدا فرمایا جب اس کائنات میں ”ہو“ کے سوا کچھ نہ تھا اور پھر اس نور محمدیؐ کے طفیل کائنات کی ہر چیز وجود میں آئی۔ کائنات کی تخلیق مکمل ہونے کے بعد جن جن جنموں نے نبی کریمؐ کے طفیل اکتساب نور کر کے اس خاکنان

کو منور کیا پھر سب کے بعد اس نور اولیں کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیینؐ کا لقب دے کر بھیجا۔ ارشاد خداوندی ہے: **قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ** (تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور ایک روشن کتاب آئی) (۵۲) تمام مفسرین نے اس آیت مبارکہ کی تصریح فرمائی ہے کہ نور سے مراد نور محمدیؐ اور کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔ (۵۳)

اس آیت مبارکہ کی وضاحت میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ لکھتے ہیں:

”حق تعالیٰ در شان حبیب خود صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالیٰ نور و کتاب مبین۔ مراد از نور ذات پاک حبیب خدا است و نیز اللہ تعالیٰ فرماید کہ اے نبیؐ ترا شاهد مبشر و نذیر و داعی الی اللہ و سراج منیر فرستادہ ایم و منیر روشن کنندہ نور و دہندہ را گویند پس اگر کے را روشن کردن از انساناں محال بودے اس ذات پاک را ہم اس امر میسر نیایدے کہ اس ذات پاک از جملہ اولاد آدم اند مگر اس حضرت ذات خود را چنان مظاهر فرمودند کہ نور خالص گشتند و یہ تواتر ثابت است کہ اس حضرت عالی سایہ نداشتند و ظاہر است کہ بغیر نور ہمہ اجسام غل می دارند۔“ (۵۴)

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے اس اقتباس سے نبی کریمؐ کا سر پایا نور ہونا بدلیل کلام پاک ثابت ہے۔ آدم علیہ السلام سے لے کر حضورؐ تک وہ نور درخشاں منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ جب نبی کریمؐ رونق افزائے عالم ہوئے تو آپؐ کا سایہ نہ ہونا، آپؐ کے سر پایا نور ہونے کی دلیل ہے۔ سایہ کا تعلق مادے سے ہے، نور سے نہیں۔

حقیقت نور کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک پوری سورت نازل فرمائی جس کا نام سورۃ نور ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ لَهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجْجَتِهِ الزُّجْجَةُ كَانِهَا كَوَكْبٌ قَرِيٌّ يُولَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبْلَاةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْابَ لَهَا وَلَا عَرْبِيَّةٍ يَكْلَاهُ زَيْتَانُ بِهَيْتِي وَلَوْلَمْ تَأْمُرْ عَلِيٌّ نُورٌ يُهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ وَ بَضْرُبِ اللَّهِ الْأَمْثَالِ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ“ (۵۵) (اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں ایک چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے، وہ فانوس گویا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ روشن ہوتا ہے مبارک درخت زیتون سے جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی، قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے اگرچہ اس کو آگ نہ لگے نور پر نور ہے، اللہ ہدایت فرماتا ہے اپنے نور کی جس کو چاہتا ہے اور لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے اور وہ سب کو جانتا ہے)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کو خود سمجھایا ہے لیکن تشبیہ و استعارہ سے کام لیا ہے۔ اس کی تفسیر میں علامہ قاضی ناصر الدین ابی سعید عبداللہ ابن عمر شافعیؒ لکھتے ہیں:

”مخلوق سے مراد آنحضورؐ کا سینہ زجاجہ (فانوس) سے مفہوم آپؐ کا قلب مصباح (چراغ) سے مراد نبوت کے ہیں یعنی نور محمدیؐ کی روشنی اور چمک ایسی ہے کہ اگر آپؐ اپنے نبی ہونے کو بیان نہ بھی فرمائیں تو بھی لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا شرعی اور غیبی استعارہ یسوی و نصاریٰ کے لئے ہے۔“ (۵۶)

کلام پاک کی آیات مقدسہ اور تفسیری روایات سے یہ بات صراحتاً ثابت ہے کہ آنحضورؐ نور ہیں اور اس نور کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نور سے بلا واسطہ پیدا فرما کر کائنات کی پیدائش کا سبب قرار دیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ سے پوچھا۔ تمہاری کتنی عمر ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ خدا کی قسم میں سوائے اس کے نہیں جانتا کہ حجاب رابع میں ایک ستارہ ہر ستر ہزار سال کے بعد ظاہر ہوتا تھا جس کو میں نے ہتر ہزار مرتبہ نکلتے دیکھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرئیل! مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم وہ ستارہ میں ہی تھا۔ (۵۷)

کلام پاک یا احادیث میں جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کے نور کو اپنا نور بتایا، وہاں لفظ اللہ استعمال کیا ہے یعنی نور کی ضمیر اللہ کی طرف رجوع کرتی ہے۔ اللہ اسم ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا ہے یہ نور مضافی نہیں ہے اور نہ ہی حضور اکرمؐ کا نور مبارک اللہ تعالیٰ کے نور کا کوئی ٹکڑا یا حصہ ہے کیونکہ مضاف یا مضاف الیہ میں مغایرت شرط ہے جیسے روح اللہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں تو اللہ تعالیٰ کی روح کا کوئی حصہ یا ٹکڑا تو نہیں ہو سکتا۔ اللہ کی روح تقسیم ہونے سے بری ہے۔

نبی کریمؐ کا ارشاد ہے۔ ”أَنَا مِنْ نُورِ اللَّهِ وَالخَلْقُ كُلُّهُ مِنْ نُورِي“ یعنی میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے۔ اس سے مراد ہے کہ نبی کریمؐ اپنی ذات مقدسہ کی حیثیت سے آفتاب وجود ہیں اور کل مخلوق اس آفتاب وجود سے فیضان وجود حاصل کر رہی ہے۔ جس طرح ظاہری آفتاب کی شعاعیں کل کرہ ارض میں جلاوت، نباتات، معدنیات، حیوانات کے حقائق لطیفہ اور ان میں مختلف قسم کے خواص و اوصاف کا اضافہ کر رہی ہیں اور کسی اچھی یا بری خاصیت کا اثر ان شعاعوں پر نہیں پڑتا اور کسی بھی چیز کے مثبت یا منفی اثرات سورج کے لئے کسی قباحت یا نقصان کا باعث نہیں بنتے۔ اسی طرح عالم اجسام کی کسی بھی کیفیت یا نجس چیز کا اثر نبی کریمؐ کی ذات مقدسہ پر نہیں پڑ سکتا۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور جب ان کو الہام فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ ”اے پروردگار تو نے میری کنیت ابو محمد کیوں رکھی“ خداوند کریم نے فرمایا کہ اے آدم سر اٹھاؤ۔ انہوں نے اپنا سر اٹھایا تو ان کو عرش کے پایوں پر نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نظر آیا۔ عرض کیا کہ ”اے پروردگار یہ نور کیسا ہے۔“ ارشاد ہوا یہ نور تمہاری اولاد میں سے اس نبی کا ہے جس کا نام آسمانوں میں احمد اور زمینوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ نور نہ ہوتا تو میں نہ تمہیں اور نہ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرتا۔ (۵۸)

یہ نور مصطفویٰ کی عظمت و کرم تھی کہ تمام فرشتے سجدے میں جھک گئے شیطان ہزاروں سال عبادت کرتا رہا مگر اس کا ملعون ہونا ظاہر نہ ہوا۔ اس کا اظہار نبی کریمؐ کی تعظیم کے وقت ہوا۔ اس لحاظ سے محض عبادت مقبولیت کی علامت نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ دل و جان سے تعظیم مصطفیٰ لازم ہے اگر شیطان دیدہ بصیرت سے نور محمدیؐ کی چمک اور تابانی آدمؑ کے چہرے میں دیکھ لیتا تو فرشتوں سے پہلے سجدہ ریز ہو جاتا کیونکہ معلم الملکوت تھا۔ ظاہر ہوا کہ نور مصطفویٰ کے دیکھنے کے لئے چشم بصیرت کی ضرورت ہے جن آنکھوں میں نور بصیرت نہیں ہوتا ان کو یہ نور نظر نہیں آتا۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، فرمایا۔ میں بیٹھی سوت کلت رہی تھی اور نبی کریمؐ اپنا جوتا ہی رہے تھے، آپؐ کی پیشانی مبارک پر پینہ آ رہا تھا اور پینہ مبارک سے نور ظاہر ہوتا تھا۔ (۵۹) ظاہر ہے کہ نوری جسم کا ہی پینہ نور ہو سکتا ہے۔

”حضورؐ نے فرمایا کہ میرے لئے براق لایا گیا تو میں اس پر سوار ہوا۔“ (۶۰)

برق کے معنی بجلی اور براق مشتق ہے برق سے، تو براق آسمانی بجلیوں کا مجموعہ ہوا اس مجموعہ برق پر سواری کرنا بشری طاقت نہیں۔ ارضی بجلی کو کوئی ہاتھ لگا لے تو جان نکل جاتی ہے۔ ارضی بجلی جس پر پڑے وہ جل کر خاک ہو جاتا ہے تو براق کی سواری تو اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ اس پر سواری کرنے والا اس سے اعلیٰ نور ہو۔ لہذا اس سے ثابت ہوا کہ آپؐ نور محض تھے۔

سورہ نجم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **نُمْنَا لَنُكَلِّمُ لَكَانَ قَلْبُ فَوْسِحِنِ اَوْ اَنْنٰنِي** (پھر حضور قریب ہوئے۔ رب کریم نے استقبال کیا تو دو کمانوں کے گوشے کی مقدار یا اس سے بھی کم) اس آیت شریفہ سے حضورؐ کا عرش معلیٰ کے قریب ترین پہنچ جانا ثابت ہے۔ (۶۱) اللہ نے اپنے قریب سے قریب تر آنے کی بشارت دی۔ نور کو نور ہی اپنے پاس بلا سکتا ہے۔ یہ بھی حضورؐ کے سراپا نور ہونے کی دلیل ہے۔

قَبْرُهُ مَوْلِدُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لغات نظامی میں آپؐ کے مولد مقدسہ کی نشاندہی اس طرح کی گئی ہے۔ ”یہ مقام مکہ مکرمہ میں جبل ابوقیس کے ساتھ ساتھ شمالی جانب سڑک پر چلتے جائیں تو دائیں ہاتھ بالکل سڑک پر ہی نظر آتا ہے۔ اسی مقام پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ورود مسعود اس دنیا میں ہوا۔ اس مقام کی نشانی یہ ہے کہ اس کے بالکل متصل سوق لیل کی تختی لگی ہوئی ہے۔“ (۶۲) ابو بکر جابر الجعزلی لکھتے ہیں:

”آپ کا مولد مکانی (آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قریبان ہوں) ابو یوسف کا مکان ہے۔ جس آج کل پبلک لائبریری مکہ مکرمہ میں قائم ہے۔“ (۶۳) ملک عرب کی مقدس بستی مکہ کو رسول اکرمؐ کے شہر ولادت ہونے کا لازوال شرف حاصل ہے۔ مکہ مکرمہ دنیا کا واحد قدیم ترین شہر ہے جو آج تک آباد چلا آ رہا ہے۔ یہ امر کم و بیش متفق علیہ ہے کہ اس شہر کی بنیاد کوئی چار ہزار سال پیشتر (ذہائی ہزار سال قبل مسیح میں) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام نے رکھی تھی۔ مکہ شہر طویل بلد ایک اور عرض بلد دو میں ۷۸ درجہ اور ۳۷ درجہ میں واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مکہ شہر دنیا کے مرکز میں

واقع ہے۔ مکہ کے کئی نام ہیں جن میں سے بلد امین، بلحا، ام لقری، مقدسہ، قادسیہ وغیرہ ہیں جو کسی نہ کسی صفت کے باعث مشہور ہوئے۔ مکہ ایک نشیبی بستی میں واقع تھا جو شمال سے جنوب کی جانب پھیلتی جاتی تھی۔ اس کے مغربی جانب پہاڑیوں کا ایک سلسلہ تھا اور مشرق کی جانب سنگ خارہ کی اونچی اونچی چٹانیں اپنی مرکزی عمارت یعنی کعبہ اپنے با ترتیب اور پتھر کے گلی کوچوں اپنے قطعہ بند مکانوں اور اپنے دارالندوہ کی بدولت یہ شہر خوشحالی اور مضبوطی کا ایک غیر معمولی منظر پیش کرتا تھا۔ مکہ مکرمہ میں زمین کا وہ حصہ جس کی قسمت میں مولد النبیؐ ہونے کی سعادت لکھی تھی، شعب بنی عامر میں واقع ہے، راستہ پتھر کا ہے جو عام سطح زمین سے ڈیڑھ کلو میٹر کے قریب بلندی پر ہے، جسے لوگ زینہ کے ذریعے طے کرتے ہیں، اس کے بعد ایک دروازہ تک جو شمالی سمت میں کھلتا ہے، رسائی ہوتی ہے۔ پھر ایک مستطیل صحن آتا ہے۔ جس کا طول بارہ میٹر اور عرض چھ میٹر کے قریب ہے۔ اس صحن کی مغربی دیوار میں ایک دروازہ ہے۔ جس کے ذریعے قبۃ مولد النبیؐ میں داخلہ ہوتا ہے۔ جہاں ایک حیرت منظرہ کے اندر سنگ مرمر کا ایک تختہ نصب ہے، جس کے وسط میں کسی قدر گہرائی ہے۔ (۶۳) یہی مقام ولادت گاہ خیر الانام ہے۔ قبۃ مبارک اور صحن کی اراضی تقریباً ۸۰ مربع میٹر ہے۔

حضرت عبدالمطلب کے انتقال کے بعد یہ مکان رسول اکرمؐ نے عقیل بن ابی طالب کو ہبہ کر دیا۔ یہ مکان بنو امیہ کے ابتدائی دور تک عقیل کی اولاد میں رہا۔ اس کے بعد حجاج کے بھائی محمد بن یوسف ثقفی نے اسے خرید لیا اور اپنے ذاتی مکان کا حصہ بنا لیا، یہ مکان چونکہ سفید چونے سے تعمیر کیا گیا تھا اور اس پر پلستر بھی سفید چونے کا تھا۔ اس لئے اس کو "البیضا" کہا جانے لگا۔ (۶۵) یہ ایک عرصہ تک "دار ابن یوسف" کے نام سے بھی مشہور رہا۔ عرصہ دراز تک یہی حالت رہی۔ "باب خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ محترمہ ملکہ خزران (م ۷۴۳ھ) حج کو آئیں تو انہوں نے دوبارہ پھر اس مکان کو خریدا اور دار ابن یوسف سے اس حصہ کو علیحدہ کر کے اپنی سابقہ اصل حالت پر تعمیر کروایا اور وہاں مسجد تعمیر کرا دی۔ بعض روایات کے مطابق ابو یوسف کے مکان سے مولد النبیؐ کا حصہ الگ کر کے وہاں مسجد کی تعمیر ہارون الرشید کی رفیقہ حیات زبیدہ خاتون نے کرائی۔" (۶۶) یہ بھی ممکن ہے وہاں پہلے مسجد تعمیر کرانے کا شرف خزران نے حاصل کیا ہو پھر زبیدہ خاتون مکہ مکرمہ آئی ہو تو اس نے اس مسجد کو از سر نو شایان شان طریقے سے تعمیر کیا ہو۔ ایک طویل عرصہ تک یہ حالت قائم رہی۔ ابن جبیر (م ۳۶۶ھ) کے ذریعے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں انفرادی رسوم کے علاوہ ایک عام جشن میلاد بھی منایا جاتا تھا۔ (۶۷)

"ترکوں نے حجاز پر اپنے دور حکومت کے دوران رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے لے کر آپ کے وصال تک ہر لمحے سے وابستہ ہر جسمانی، روحانی، تاریخی اور جمالیاتی کیفیت کو آئندہ نسلوں کے واسطے محفوظ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ عثمانی حکومت کی جانب سے اس کمرے کے بارے میں، جہاں آپ کا ظہور ہوا تھا، واضح طور پر احکام تھے۔ حضرت عبدالمطلب کے گھر میں واقع اس شمالی کمرے کے اندر پہلی ربیع الاول کو سفید رنگ کیا جائے، رنگ ساز حافظ قرآن ہوں اور پھر ربیع الاول کی اس

رات کہ جب آپؐ کا ظہور ہوا، معصوم بچے اس کمرے کے اندر آئیں اور قرآن کی تلاوت کریں۔ اگلی صبح پرندے آزاد کرنے کا حکم اور رواج تھا۔“ (۶۸)

پھر حالات نے پلٹا کھلایا اور ایک اندوہ گیس حادثہ ظہور پذیر ہوا کہ ایک والد حکومت نے بروز دو شنبہ عاشورہ محرم ۳۱۸ھ میں تہ مولد النبیؐ کو منہدم کر دیا۔ مگر عرصہ دراز نہ گزرنے پایا تھا کہ اس کے بعد محمد علی پاشا خدیو مصر نے اپنی نگرانی میں اس کی تعمیر نو کرائی۔ (۶۹)

سعودی حکمرانوں کے دور میں پھر شورش برپا ہوئی۔ اب اس کمرے کے شمال کی جانب ایک روشن دان ضرور موجود ہے مگر اس سے اب آپؐ شمال کا ستارہ نہیں دیکھ سکتے کہ متعدد منزلوں کی ایک بد وضع عمارت راستے میں حائل ہے۔ اور رہے پرندے، تو ان کے آزاد کرنے کا رواج تو اس شہر میں کبھی کا ختم ہو چکا ہے۔ مولد النبیؐ میں پہلے سعودی حکمرانوں نے دارالحدیث بنایا۔ آج کل یہاں ایک لائبریری قائم ہے جو کبھی کبھار کھلتی ہے۔ اور اب اس گھر میں جہاں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تھا، شکرانے کے دو نفل پڑھنا بھی مشکل ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت

میلاد ناموں کی ترتیب و تدوین اور تصنیف و تالیف کے مجلسی محرکات محافل میلاد النبیؐ ہیں۔ اس مناسبت سے میلاد ناموں کا بنیادی موضوع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مقدسہ، نور نبویؐ، معراج النبیؐ اور آپؐ کے دیگر محامد جلیلہ و محاسن جمیلہ کا بیان ہے۔ حضورؐ کی تشریف آوری کے سلسلہ میں دن تاریخ، مینہ اور سال کے تعین کے سلسلہ میں مختلف آراء ملتی ہیں۔

حضور کی ولادت کا سال

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سال ولادت میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ محمد حسین بیگل لکھتے ہیں: ”بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپؐ کی ولادت واقعہ فیل کے چند سال (تیس سال سے ستر سال) بعد وقوع میں آئی۔“ (۷۰) لیکن یہ بات بالکل غلط ہے تاریخ کی کسی بھی مستند کتاب سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ ترمذی شریف میں روایت ہے۔ قیس بن مخزومؓ نے فرمایا۔ ”میری اور رسول اللہ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی۔ ہم دونوں ہم عمر ہیں۔“ (۷۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا: میری ولادت عام الفیل میں ہوئی۔ (۷۲)

مفسرین کرام نے سورہ فیل کی تفسیر میں یہ بات نقل کی ہے۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر (۷۳) احمد مصطفیٰ الراجزی (۷۴)، مفتی محمد شفیع (۷۵)، مولانا عبد الماجد دریا آبادی (۷۶)، عبد اللہ یوسف علی (۷۷)، اور پیر محمد کرم شاہ (۷۸) نے اپنی تفاسیر میں لکھا ہے کہ حضور کی ولادت اسی سال ہوئی جس سال واقعہ فیل پیش

آیا۔ تمام مورخین بھی اس بات پر متفق ہیں کہ آپؐ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی چنانچہ ابن اسحاق (۷۹)‘

ابن ہشام (۸۰)، ابن کثیر (۸۱)، عبدالرحمن جلال الدین سیوطی (۸۲)، ابن جوزی (۸۴)، احمد بن حنبل (۸۳)، علامہ عنایت احمد کاکوروی (۸۵)، منہاج الدین عثمان (۸۶)، حافظ ابن قیم (۸۷)، سید محمد الحسینی (۸۸)، علامہ شبلی نعمانی (۸۹)، قاضی محمد سلیمان منصور پوری (۹۰)، مولانا اشرف علی تھانوی (۹۱)، شیخ عباس قمی (۹۲)، اور قاضی نواب علی (۹۳) نے عام الفیل کو نبی کریمؐ کی ولادت کا سال قرار دیا ہے۔ عبدالرحمن چشتی (المبتونی ۱۰۹۳ھ) نے لکھا ہے۔ "اہل سیر کی اکثریت اس پر متفق ہے کہ حضور اکرمؐ کی ولادت پاک سال فیل میں ہوئی۔" (۹۴) جلیل القدر محدث و مفسر اور مورخ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: "جمہور کے نزدیک یہی قول مشہور ہے کہ نبی کریمؐ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی۔" (۹۵) اور ابراہیم بن منذر کہتے ہیں کہ اس بات میں کسی عالم کو بھی شک و شبہ نہیں، نبی علیہ السلام عام الفیل میں پیدا ہوئے۔" (۹۶) اس لحاظ سے ہمیں اس بات پر محدثین و مورخین کا اتفاق ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ کی ولادت مبارکہ کا سال عام الفیل ہے۔

حضورؐ کی ولادت مبارکہ کا سال عام الفیل مد نظر رکھتے ہوئے سنہ عیسوی کے لحاظ سے آپؐ کا سال پیدائش ۵۷۱ عیسوی بنتا ہے۔ اس سلسلہ میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی تحقیق کے مطابق آپؐ کی تاریخ ولادت ۲۲ اپریل ۵۷۱ء بنتی ہے۔ انہوں نے تاریخ کے سلسلہ میں وضاحت فرمائی ہے۔ ۲۲ اپریل گرگورین رول کے مطابق ہے۔ جس پر ستمبر ۱۷۵۲ء سے انگریزی تقویم کا حساب شروع ہوا ہے لیکن قاعدہ قدیم کے مطابق ۹ ربیع مطابق ۱۹ اپریل ۵۲۸۳ جولین کے تھی اور گرگورین نے اس کو ۲۲ اپریل ۵۷۱ء کے حساب قدیم قرار دیا۔ (۹۷)

حمود شکاری آکوسی نے لکھا ہے۔ "آپؐ کی ولادت رومیوں کے مینوں کے مطابق بیس شباط (فروری) کو ہرمزین نوشیرواں کی حکومت کے بارہویں سال ہوئی۔ ابو جعفر طبری نے بیان کیا ہے کہ آپؐ کا سال ولادت نوشیرواں کی حکومت کا بیالیسواں سال تھا۔" (۹۸) سنہ عیسوی کو مد نظر رکھتے ہوئے سال ۳۰ نوشیروانی بنتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ بات غلط ثابت ہوتی ہے۔ مولانا حبیب الرحمن نے نظریہ علوی کی روشنی میں ۹ دسمبر ۵۶۹ جولائی مطابق ۱۱ دسمبر ۵۶۹ گرگوری تاریخ ولادت لکھی ہے۔ (۹۹) اس کا بھی کسی مستند کتاب سے حوالہ نہیں ملتا۔ عام طور پر انسائیکلو پیڈیا کے حوالہ جات کو وقیع سمجھا جاتا ہے۔ ان میں اور انگریزی کتب سیرت میں اکثر و بیشتر آپؐ کا سال ولادت ۵۷۰ عیسوی دیا گیا ہے۔ (۱۰۰) ان میں صرف ایک انسائیکلو پیڈیا نے بعید از قیاس تاریخ ولادت لکھی ہے۔ (۱۰۱) اور ایک میں سال ۵۷۰-۵۷۱ دونوں دیکھے گئے ہیں۔ (۱۰۲)

انگریزی زبان میں لکھی گئی کتب سیرت میں سال ولادت جہاں ۵۷۰ عیسوی ملتا ہے۔ (۱۰۳) وہاں چند کتابوں میں آپؐ کی تاریخ ولادت ۲۹ اگست ۵۷۰ء بھی ملتی ہے۔ (۱۰۴) جو درست نہیں ہے۔ محی الدین قادری الرزاقی (۱۰۵)، ڈاکٹر خلیفہ عبدالکلیم (۱۰۶)، ڈاکٹر حمید الدین (۱۰۷) اور قطب الدین عزیز (۱۰۸) نے آپؐ کی تاریخ ولادت ۲۰ اپریل ۵۷۱ عیسوی بیان کی ہے۔ پرانی تقویم کو مد نظر رکھتے ہوئے اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی تحقیق کے مطابق آپؐ کی تاریخ ولادت ۲۲ اپریل ۵۷۱ عیسوی بنتی

... در ...

...

... در ...

... در ...

... در ...

... در ...

... در ...

... در ...

... در ...

... در ...

... در ...

... در ...

... در ...

... در ...

... در ...

... در ...

... در ...

... در ...

... در ...

... در ...

... در ...

... در ...

... در ...

... در ...

... در ...

... در ...

... در ...

... در ...

... در ...

الاول سے لے کر ۱۸۔ ربیع الاول تک کوئی گیارہ تاریخوں کا ذکر کیا ہے۔ صحیح تاریخ ۸ اور ۳۔ ربیع الاول کے درمیان بتائی ہے۔ (۱۱۷) مولانا احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے متعلق سات قول ہیں۔ دو 'آٹھ' دس 'بارہ' سترہ 'انھارہ اور بائیس۔' (۱۱۸) اس لئے درست اور صحیح تاریخ ولادت کی وضاحت کے لئے مختلف تاریخوں پر باری باری بحث کرنی ضروری ہے۔

دوم ربیع الاول

محمد بن عمر کہتے ہیں کہ ابو معشر نصح المدنی کہا کرتے تھے: ربیع الاول کی دو راتیں گذری تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو شنبہ کے روز پیدا ہوئے۔ یہ روایت محمد بن سعد (المتوفی ۲۴۰ھ) نے طبقات میں نقل کی ہے۔ حافظ مظاہری نے دوسری تاریخ کو اختیار کر کے دوسرے اقوال کو مرجوح قرار دیا ہے۔ (۱۱۹) دو ربیع الاول اختیار کرنے والے مورخین کی بنیاد ابو معشر نصح کی روایت ہے جو مدینہ پاک میں رہتے تھے اور جبکہ حضور کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ اس روایت کو سب سے پہلے محمد بن سعد نے نقل کیا جو ۱۶۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۲۳۰ھ میں وفات پائی۔ جب آپ کی ولادت ہوئی اس وقت مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں الگ الگ کینڈر رائج تھے۔ مدینہ والوں کا سال ۱۲ ماہ کا ہوتا جبکہ مکہ والے اپنی مرضی سے ۱۳ یا ۱۴ ماہ کا سال بھی بنا لیا کرتے تھے۔ قرآن پاک میں مکہ والوں کو ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے دو ربیع الاول کی روایت کسی طرح درست نہیں ہے۔ (۱۲۰)

پنجم ربیع الاول

امیر الدین نے سیرت طیبہ میں لکھا ہے۔ "قول مختار یہ ہے کہ آپ پانچ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔" (۱۲۱) لیکن کسی بھی مورخ نے یہ تاریخ نہیں لکھی اور نہ ہی کسی صحابی یا تابعی نے پانچ ربیع الاول کو یوم ولادت قرار دیا ہے۔

ہشتم ربیع الاول

ابوالحسن علی بن حسین بن علی المسعودی نے حضور کا یوم ولادت آٹھ ربیع الاول قرار دیا ہے۔ (۱۲۲) علامہ حافظ ابن قیم (المتوفی ۷۵۱ھ) نے لکھا ہے کہ جمہور کا قول یہ ہے کہ آٹھ ربیع الاول کو حضور کی ولادت ہوئی۔ (۱۲۳) علامہ راشد الخیری (۱۲۴) اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی (۱۲۵) نے آٹھویں ربیع الاول کو یوم میلاد قرار دیا لیکن اس کی بنیاد کسی صحابی یا تابعی کے قول پر نہیں۔ یہ ان کا اپنا خیال ہے۔ جس کی کوئی سند نہیں ملتی۔

نہم ربیع الاول

شرح سلطان المحدثین میں ہے کہ امام احمد بن حنبل "۹۔ ربیع الاول شریف کو کعبہ میں تقسیم فرماتے تھے کہ یہ نبی کریم کی ولادت باسعادت کا دن ہے۔" (۱۲۶) مولانا شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی میں لکھا ہے۔

”تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور بیعت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپ کی ولادت ۹۔ ربیع الاول بروز دو شنبہ ہوئی۔ حاشیے میں مولانا شبلی نعمانی نے مزید وضاحت فرمائی ہے کہ تاریخ میں اختلاف ہے لیکن اس قدر متفق علیہ ہے کہ وہ ربیع الاول کا مینہ اور دو شنبہ کا دن تھا اور تاریخ ۸ سے ۱۳ تک پر منحصر ہے ربیع الاول مذکورہ کو ان تاریخوں میں دو شنبہ کا دن نویں تاریخ کو پڑتا ہے۔ اسی لئے ۹۔ ربیع الاول ہی تاریخ ولادت ہے۔ (۱۳۷) قاضی محمد سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں۔ ”ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم موسم بہار میں دو شنبہ کے دن ۹۔ ربیع الاول ۱ء عام الفیل مطابق ۲۲۔ اپریل ۵۷۱ء مطابق یکم جیٹھ ۶۲۸ ہجری کو مکہ مکرمہ میں پیدائش از صبح صادق و قبل از طلوع نیر عالم تاپ پیدا ہوئے۔“ قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے اس صفحہ پر حاشیے میں مزید تحریر فرمایا ہے۔ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں دو شنبہ کا دن خصوصیت رکھتا ہے ولادت، نبوت، ہجرت، وفات سب اسی دن ہوئی ہیں۔ اس سے مختلف تاریخوں کی تصحیح میں بڑی مدد ملتی ہے تاریخ ولادت میں مورخین نے اختلاف کیا ہے طبری و ابن خلدون نے ۱۳۔ تاریخ اور ابوالفداء نے ۱۰ لکھا ہے مگر سب کا اتفاق ہے کہ دو شنبہ کا دن ۹۔ ربیع الاول کے سوا کسی اور تاریخ سے مطابقت نہیں کھاتا ۱۲۔ لئے ۹۔ ربیع الاول ہی صحیح ہے۔“ (۱۳۸) تاریخ دول العرب والاسلام میں محمد طلعت نے بھی ۹۔ تاریخ ہی صحیح قرار دیا ہے۔ یکم جیٹھ کے بارے میں بھی لکھتے ہیں۔ ”شمسی سال کی صحیح مقدار ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ ۳۶ سیکنڈ ہے مگر سمت پروشہ کے جاری کرنے والوں نے ۳۳ منٹ ۲۳ سیکنڈ کی مقدار اس سے زیادہ تجویز کی۔ اس زیادتی کی وجہ سے سمت پروشہ سن عیسوی کے مقابلہ میں ۲۳ منٹ ۲۳ سیکنڈ کی تاخیر سے شروع ہوتا ہے۔ سمت پروشہ ۱۰۰ کا آغاز یوم یکشنبہ مطابق ۱۳۔ مارچ ۱۹۵۷ء جولین ہوا تھا یعنی اعتدال رجبی سے ۹ یوم پہلے مگر سمت ۶۲۸ پروشہ کا آغاز ۲۲۔ مارچ ۱۹۵۷ء کو ہوا تھا یعنی اعتدال رجبی سے ایک یوم بعد اور ہمارے زمانہ میں سمت ۱۹۷۲ پروشہ ۱۳۔ اپریل ۱۹۷۵ء کو شروع ہوا ہے یعنی اعتدال رجبی سے ۲۳ یوم بعد۔ آئندہ بھی سمت پروشہ میں اسی تناسب سے یہ فرق بڑھتا رہے گا یعنی ۱۱/۲ سال کے بعد سمت کا شروع ایک دن موخر ہوتا رہے گا۔ فرض سمت پروشہ میں جو قطعی متعلق سال شمسی کے ابتدائی قاضی سمت مذکور سے موجود ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سمت پروشہ کا یکم جیٹھ مطابق ۲۲۔ اپریل ۱۹۵۷ء اور سمت پروشہ کا یکم جیٹھ مطابق ۱۳۔ مئی ۱۹۳۵ء کے ہے۔“ (۱۳۹)

مولانا ابوالکلام آزاد (۱۳۰)؛ مولانا حفص الرحمن سیوہاروی (۱۳۱)؛ چوہدری افضل حق (۱۳۲)؛ غلام احمد پوری (۱۳۳)؛ شاہ عمین الدین احمد ندوی (۱۳۴)؛ مولانا محمد میاں (۱۳۵)؛ عبدالکریم شمر (۱۳۶)؛ فقیر سید وجہ الدین (۱۳۷)؛ عبدالمجید (۱۳۸) اور ڈاکٹر اسرار احمد (۱۳۹) نے ۹۔ ربیع الاول ہی تاریخ ولادت لکھی ہے۔ سالہار حجاز میں حمید انور لکھتے ہیں:

”آپ ماہ ربیع الاول کی ۹۔ تاریخ کو پیدا ہوئے۔ مسیحی سن ۲۲۔ اپریل ۵۷۱ء اور ہجری سمت یکم جیٹھ ۶۲۸ تھی۔ دن دو شنبہ پیر کا تھا۔ پیدائش اور وفات کے سال کا حساب کر کے پیغمبر اسلام ۲۲۳۰۳ دن ۶ گھنٹے قیام فرما رہے۔ آپ نے آٹھ ہزار ایک

سو چھپن دن فرائض نبوت ادا کئے۔ دنیا بھر کے نبیوں میں کسی نبی کی زندگی پاک کا ایسا صحیح حساب کس مذہب والے کے ہاتھ میں نہیں ہے۔" (۱۳۰)

محمد حسین بیگل نے چار تواریخ کا ذکر کیا ہے۔

"ماہ ربیع الاول میں ولادت مبارک کے مویدین اس ماہ کی تاریخ میں ۳، ۹، ۱۰ اور ابن اسحاق کی روایت میں ۱۲ ہے" (۱۳۱)

محمد بدرالدین خان "تحفہ ربیع الاول" میں رقم طراز ہیں۔

"ربیع الاول کی بارہویں اور بعضوں کی رائے میں ربیع الاول کی نویں تاریخ

تھی۔" (۱۳۲)

فیروز سنزارو انسانیکو پیڈیا کے مطابق "حضور کی پیدائش ۹۔ ربیع الاول کو ہوئی مگر ۱۲۔ ربیع الاول پر علمائے کرام کا اتفاق ہے۔" (۱۳۳) سیرت طیبہ محمد رسول اللہ میں مولانا عبدالمتقدر نے بڑی وضاحت سے باب ولادت با سعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اس وقت کی مروجہ تقاویم کے لحاظ سے ہر کیلنڈر کی تاریخ تحریر فرمائی ہے۔ وہ ولادت کی تاریخ لکھتے ہیں۔

"۹۔ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل ۱۸۔ دسے نوشیروان ۳۰، ۲۲۔ اپریل ۵۷۱ عیسوی، یکم
چھٹھ ۶۲۸ بکری شمس، ۲۸ نیساں ۸۲۲ سکندری، ۱۸۔ توت ۱۳۱۹ بخت نصری، یکم چھٹھ
۳۶۷۲ کل جگ، ۱۰۔ ایار ۳۳۳۱ یودی عبرانی، ۱۱۔ بیشنس ۳۶۷۵ طوقانی۔" (۱۳۴)

نبی کریم کی حیات مقدسہ میں دو شنبہ کے دن کی بڑی خاص اہمیت ہے۔ آپ کی ولادت، وحی کا نزول، حجر اسود کو موجودہ جگہ پر رکھنا، مکہ سے ہجرت، مدینہ منورہ میں داخلہ اور آپ کا وصال سب پیڑ کے دن ہوا۔ برصغیر پاک و ہند میں صدیوں پرانی یہ روایت چلی آ رہی ہے کہ بارہ ربیع الاول کو بارہ وفات کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ بارہ ربیع الاول کو آپ کا وصال مبارک ہوا اور اس دن بھی دو شنبہ تھا اور آپ کی ولادت مبارک دو ازدہم ربیع الاول کو بھی دو شنبہ کا دن تھا۔

دہم ربیع الاول

چند مورخین نے ۱۰۔ ربیع الاول کو یوم ولادت قرار دیا ہے۔ محمد بن سعد نے "طبقات ابن سعد" میں لکھا ہے۔ "ماہ ربیع الاول کی دس راتیں گذری تھیں کہ دو شنبہ کے دن آپ پیدا ہوئے۔" (۱۳۵) علامہ ابن جوزی نے ۱۲۔ ربیع الاول کو یوم ولادت قرار دیا ہے لیکن ایک روایت یہ بھی لکھی ہے "آپ کی ولادت سوموار کے دن عام الفیل میں دس ربیع الاول کے بعد ہوئی۔" (۱۳۶) انہوں نے دس کے بعد کی تاریخ کا واضح تعین نہیں کیا۔ اس لحاظ سے یہ روایت دس ربیع الاول کے حق میں نہیں نیز دس ربیع الاول کسی بھی برصغیر پاک و ہند کے سیرت نگار نے نہیں لکھی ہے۔

دو ازدہم ربیع الاول

درج ذیل اصحاب نے آپ کی ولادت مبارک ۱۲۔ ربیع الاول لکھی ہے: حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ (۱۳۷)

محمد بن اسحاق (۱۳۸) ابن ہشام (۱۳۹) علامہ ابن حجر عسقلانی (۱۵۰) محمد الفزالی (۱۵۱) ڈاکٹر محمد عبدہ بمانی (۱۵۲) سید جمال حسین (۱۵۳) الشیخ مصطفیٰ الخلیفی (۱۵۴) شیخ محمد رضا مصری (۱۵۵) قواد فخر الدین (۱۵۶) شاہ عبدالحق محدث دہلوی (۱۵۷) مولانا احمد رضا خان بریلوی (۱۵۸) مولانا نعیم الدین مراد آبادی (۱۵۹) پیر محمد کرم شاہ (۱۶۰) مولانا فتی علی خان بریلوی (۱۶۱) حکیم سید ابوالحسنات (۱۶۲) مولانا اشرف علی تھانوی (۱۶۳) مولانا عبدالمجاہد دریا آبادی (۱۶۴) مولانا احتشام الحق تھانوی (۱۶۵) علامہ نور بخش توکلی (۱۶۶) قاضی نواب علی (۱۶۷) سید ابوالاعلیٰ مودودی (۱۶۸) علامہ حکیم محمد عالم آسی (۱۶۹) نواب محمد صدیق حسن خان (۱۷۰) سید محمود احمد رضوی (۱۷۱) مولانا عبدالحلیم شرر (۱۷۲) مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی (۱۷۳) ابو بکر جابر الجبازی (۱۷۴) مفتی عنایت احمد کاکوروی (۱۷۵) سر سید احمد خان (۱۷۶) مفتی محمد شفیع (۱۷۷) سید ابوالحسن علی ندوی (۱۷۸) سیرت انسائیکلو پیڈیا (۱۷۹) اورٹی۔ پی۔ ہیوز (۱۸۰) وغیرہ۔

بارہویں ربیع الاول کے بارے میں علماء کرام کے متعدد اقوال ہیں۔ امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

وَلِدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ عَشْرَةَ لَيْلَتِي عَشْرَةَ لَيْلَتِهِ مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَجَبِ الْاَوَّلِ۔

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سوموار کے دن ربیع الاول شریف کی بارہویں تاریخ کو عام الفیل میں ہوئی۔“ (۱۸۱)

معروف سیرت نگار علامہ ابن ہشام (م ۲۳۳ھ) اولین سیرت نگار امام محمد بن اسحاق کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

وَلِدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ عَشْرَةَ لَيْلَتِي عَشْرَةَ لَيْلَتِهِ خَلَّتْ مِنْ شَهْرِ رَجَبِ الْاَوَّلِ عَامَ الْفِيلِ۔

”رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوموار بارہ ربیع الاول کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔“ (۱۸۲)

علامہ ابن خلدون جو فلسفہ و علم تاریخ کے ماہرین میں سے ہیں، وہ نبی کریم کی تاریخ ولادت کے بارے

میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَلِدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِيلِ لَيْلَتِي عَشْرَةَ لَيْلَتِهِ خَلَّتْ مِنْ رَجَبِ الْاَوَّلِ لِارْبَعِينَ سَنَةً مِنْ سَلْكَ كِسْرَى الْوَهْبِيَّ وَالْاَوَّلِ۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت عام الفیل کو ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ہوئی۔“

تیسروں کی حکمرانی کا چالیسواں سال تھا۔“ (۱۸۳)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد المادودی اپنی کتاب اعلام النبوة میں لکھتے ہیں:

لَمَّا وُلِدَ بَعْدَ خَمْسِينَ يَوْمًا مِنَ الْفِيلِ وَبَعْدَ مَوْتِ أَبِيهِ فِي يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ التَّالِي عَشْرًا مِنْ شَهْرِ رَجَبِ الْاَوَّلِ۔

”اتحاد اصحاب فیل کے پچاس روز بعد اور آپ کے والد کے انتقال کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بروز سوموار بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔“ (۱۸۴)

محمد السائق ابراہیم عربون، دور حاضر کے معروف سیرت نگار ہیں، وہ اپنی کتاب ”محمد رسول اللہ“ میں

تحریر کرتے ہیں:

وَقَدْ صَحَّ مِنْ طُرُقٍ كَثِيرَةٍ أَنَّ مُحَمَّدًا عَلَيْهِ السَّلَامُ وُلِدَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ لِاِثْنَتَيْ عَشْرَةَ مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَجَبِ الْاَوَّلِ عِلْمَ الْفَيْلِ فِي زَمَنِ كَثْرَى اَنُوشِروَانَ وَيَقُولُ اصْحَابُ التَّوَلِيَّاتِ التَّارِيخِيَّةِ اَنَّ فَلَكَ يَوْمَ الْيَوْمِ الْمَكْمَلِ لِلْعَرَبِيْنَ مِنْ شَهْرِ اَعْتَصَمَسَ سَنَةِ ٥٤٠ م بَعْدَ مِيلَادِ الْمَسِيحِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

”کثیر التعداد ذرائع سے یہ بات صحیح ثابت ہو چکی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروز دو شنبہ بارہ ربیع الاول عام الفیل کسریٰ نوشیروان کے عہد حکومت میں تولد ہوئے۔ اور ان علماء کے نزدیک جو مختلف سمتوں کی آپس میں تطبیق کرتے ہیں انہوں نے عیسوی تاریخ میں ۳۰۔ اگست ۵۴۰ء بیان کی ہے۔“ (۱۸۵)

علامہ ابن جوزی نے نبی کریم کی ولادت باسعادت کے بارے میں لکھا ہے:

وُلِدَ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ لِعَشْرَ خَلْوَانَ مِنْ رَجَبِ الْاَوَّلِ عِلْمَ الْفَيْلِ وَقِيلَ لِلْيَتِيمِ خَلْتَانُ قَالَ ابْنُ اسْحَاقَ وَوَلِدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ عِلْمَ الْفَيْلِ لِاِثْنَتَيْ عَشْرَةَ مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَجَبِ الْاَوَّلِ

”حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت بروز سوموار دس ربیع الاول کو عام الفیل میں ہوئی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ربیع الاول کی دوسری تاریخ تھی اور امام ابن اسحاق فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ روز دو شنبہ بارہ ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی۔“ (۱۸۶)

عیون الاثر کے مصنف امام الحافظ ابوالفتح محمد بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن سید الناس الشافعی

الاندلسی لکھتے ہیں:

وُلِدَ سَيِّدُنَا وَرَبِّنَا مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ لِاِثْنَتَيْ عَشْرَةَ مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَجَبِ الْاَوَّلِ عِلْمَ الْفَيْلِ قِيلَ بَعْدَ الْفَيْلِ بِعِشْرِينَ يَوْمًا

”ہمارے آقا اور ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوموار کے روز بارہ ربیع الاول شریف کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ بعض نے کہا ہے کہ واقعہ فیل کے پچاس روز بعد حضور کی ولادت ہوئی۔“ (۱۸۷)

حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ نے بھی ۳۔ ربیع الاول کی تاریخ روایت کی ہے:

رَوَاهُ ابْنُ اَبِي شَيْبَةَ فِي مِصْنَفِهِ عَنْ عَفَّانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَيِّدَةَ عَنْ جَابِرِ وَابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُمَا قَالَا وَوَلِدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِلْمَ الْفَيْلِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ التَّلَاثِي عَشْرَ مِنْ شَهْرِ رَجَبِ الْاَوَّلِ وَلِيَهُ بَيْعَةٌ وَلِيَهُ عَرَجٌ بِدِ الْاِسْمَاءِ وَلِيَهُ هَاجِرٌ وَلِيَهُ مَاتٌ وَهَذَا هُوَ الْمَشْهُورُ عِنْدَ الْجُمْهُورِ وَاللهُ اعْلَمُ بِالصَّوَابِ

”حضرت جابر اور ابن عباس سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام الفیل روز دو شنبہ بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے اور اسی روز حضور کی بیعت ہوئی۔ اسی روز معراج ہوا اور اسی روز ہجرت کی۔ اور جمہور اہل اسلام کے نزدیک یہی تاریخ بارہ ربیع الاول مشہور ہے۔“ واللہ اعلم

بالصواب۔ (۱۸۸)

آپ کی ولادت مبارکہ کے بارے میں جمہور کی رائے یہی ہے کہ ولادت مقدسہ بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔ اہل مکہ کا عمل بھی اسی پر شاہد ہے کیونکہ وہ بارہ ربیع الاول کی رات کو جائے ولادت نبی کریم کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ اور محافل میلاد کا انعقاد کرتے چلے آئے ہیں۔ اہلحدیث مشہور عالم نواب محمد صدیق حسن خان نے بھی لکھا ہے کہ ولادت شریف مکہ مکرمہ میں وقت طلوع فجر روز دو شنبہ شب وازدحم ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی۔ (۱۸۹) نیز علماء دیوبند کے مفتی اعظم مولانا محمد شفیع نے سیرت خاتم الانبیاء میں نبی کریم کی ولادت مقدسہ بارہ ربیع الاول ہی لکھی ہے۔ (۱۹۰) نیز مرفوع روایت کی موجودگی میں کسی ماہر تعلیقات یا مورخ کی اس رائے سے ہرگز اتفاق نہیں کیا جاسکتا کہ بارہ ربیع الاول تاریخ ولادت نہیں ہے۔ دراصل نبی کریم کی تاریخ ولادت کے سلسلہ میں ۱۳۔ ربیع الاول کی بجائے کسی دیگر تاریخ کے تعین کا موجودہ سلسلہ بھی صیونستی سازش کا ایک حصہ ہے تاکہ اجماع امت میں اختلاف پیدا کر کے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریب منانے کے سلسلہ میں ابہام پیدا کر دیا جائے۔

متذکرہ بالا قدیم سیرت نگاروں، محدثین، مفسرین، تابعین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ارشادات سے ثابت ہو گیا کہ نبی کریم بارہ ربیع الاول عام الفیل پیر کے دن صبح کے وقت اس دنیا میں تشریف لائے۔

سترہ ربیع الاول

شیخ عباس قسبی نے لکھا ہے۔ ”شیعہ علماء میں یہ مشہور ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سترہ ربیع الاول کو ہوئی۔“ (۱۹۱) ڈاکٹر مسعود رضا خاکی نے اپنے مضمون ”چهارمہ معصومین“ میں لکھا ہے۔ ”تاریخ ولادت عام مسلمانوں میں ۱۳۔ ربیع الاول تسلیم کی جاتی ہے کوئی ۹ اور کوئی ۱۱ جاتا ہے لیکن فقہ جعفریہ کے علماء کے نزدیک طے شدہ تاریخ ولادت سترہ ربیع الاول ہے۔ سن ولادت پر سب کا اتفاق ہے کہ عام الفیل ہے۔“ (۱۹۲) ان دونوں کی آراء کے برعکس علامہ محمد باقر مجلسی نے لکھا ہے۔ ”محمد بن یعقوب کلینی نے کہا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت جب ہوئی تو ماہ ربیع الاول کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں۔“ (۱۹۳) اور یہی روایت ”جلائعین“ میں ہے۔ (۱۹۴) اس لحاظ سے ان کے مقابلے میں عصر حاضر کے شیعہ مورخین کی بات کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

اٹھارہ اور بائیس ربیع الاول

علامہ تھعلانی فرماتے ہیں۔

”کہا گیا ہے کہ نبی کریم ربیع الاول کی اٹھارہ راتیں گزرنے کے بعد پیدا ہوئے

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ربیع الاول کے آٹھ دن باقی رہتے تھے کہ آپ پیدا ہوئے۔

یہ دونوں قول بالکل غیر صحیح ہیں۔“ (۱۹۵)

علامہ تھعلانی نے خود ان کو غیر ثقہ قرار دیا ہے۔ نیز کسی اور سیرت نگار نے ان تاریخوں کا ذکر تک

نہیں کیا۔ لہذا یہ بالکل غلط ہیں۔

ولادت باسعادت کا دن

اس بات پر تمام محدثین، مورخین، قدیم و جدید سیرت نگار متفق ہیں کہ نبی کریمؐ کی ولادت دو شنبہ (پیر) کے دن ہوئی۔ اور اس کا ثبوت احادیث مبارکہ سے بھی ملتا ہے۔ مسلم شریف میں حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ ”حضور نبی کریمؐ سے سوال کیا گیا کہ آپ پیر کے دن روزہ کیوں رکھتے ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس دن پیدا ہوا اور اس دن مجھ پر وحی کی ابتداء ہوئی۔ مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ”تمہارے نبی دو شنبہ کو پیدا ہوئے۔ دو شنبہ ہی کو ان کی بعثت ہوئی۔ اسی دن ہجرت کی اور دو شنبہ ہی کو مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔“ (۱۹۶)

حضرت عبداللہ بن العاصؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ کی ولادت باسعادت دو شنبہ کی صبح صادق کے طلوع کے وقت ہوئی۔“ (۱۹۷)

حافظ عماد الدین ابوالفداء اسمعیل ابن کثیر القرشی المدمشقی فرماتے ہیں:

”وَهُنَا مَالًا خِلَافَ فِيهِ اَنَّهُ وُلِدَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ ثُمَّ اَلْجَمَهُوْهُ عَلٰى اَنْ فَلَكَ كَانَ فِي شَهْرِ رَجَبِ الْاَوَّلِ (اس امر پر ذرا اختلاف نہیں ہے کہ حضور دو شنبہ (پیر) کے دن پیدا ہوئے پھر جمہور کا یہ بھی فیصلہ ہے کہ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔“ (۱۹۸)

علامہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔ امام حنبلیؒ نے ذکر کیا کہ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب ابو لب مر گیا تو میں نے ایک سال بعد اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت برے حال میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ تم سے جدا ہونے کے بعد مجھے کوئی راحت نہیں ملی۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ پیر کے دن مجھ سے عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں۔

”یہ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پیر کے دن ہوئی۔ اور توبیہ نے ابو لب کو آپؐ کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو ابو لب نے اس کو اس خوشی میں آزاد کر دیا تھا۔“ (۱۹۹)

علامہ عبدالرحمن ابن جوزی لکھتے ہیں:

”علماء کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل کے ماہ ربیع الاول میں پیر کے روز اس دنیا میں جلوہ فرما ہوئے۔ اس تاریخ ولادت میں اختلاف ہے اور اس میں چار قول ہیں۔ دو، آٹھ، دس اور بارہ ربیع الاول۔“ (۲۰۰)

مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں۔

سب کا اتفاق ہے کہ ماہ ربیع الاول تھا۔ سب کا اتفاق ہے کہ عام الفیل تھا

بقول حنبلی اس قصہ سے پچاس دن بعد اور بقول میاطلی بچپن دن بعد۔“ (۲۰۱)

مورخ یعقوبی نے جعفر بن محمد کی سند پر دو شنبہ کی بجائے جمعہ کو یوم ولادت قرار دیا ہے۔“ (۲۰۲) جو

بالکل غلط ہے اور اسی طرح سید نبی الدین اولیائی نے لکھا ہے۔ ”حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم در روز جمعہ یہ ہنگام طلوع آفتاب متولد گردید۔“ (۲۰۳) دوشنبہ کے یوم ولادت ہونے کے بارے میں ثقہ راویوں کی روایت کی موجودگی میں مورخ یعقوبی اور سید نبی الدین اولیائی کا جمعہ کو یوم ولادت قرار دینا کسی طرح درست نہیں ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ ”اس پر کئی اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے۔“ (۲۰۴)

اس بحث سے نتیجہ یہ نکلا کہ اس بات پر تمام محدثین اور مورخین کا اتفاق ہے کہ حضور کی ولادت مبارک دو شنبہ (پیر) کے دن ہوئی۔

وقت ولادت

وقت ولادت کے بارے میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری فرماتے ہیں :

”آپ بعد از صبح صادق و قبل از طلوع شمس عالمتاب پیدا ہوئے نیز جاہلیہ میں وضاحت فرماتے ہیں کہ یوم ولادت باسعادت کو مکہ مکرمہ میں صبح صادق کا طلوع ۳ بج کر ۲۰ منٹ (دھوپ گھڑی کے گھنٹوں کے حساب سے) ہوا تھا۔ اور آفتاب اس وقت برج حمل سے ۳۱ درجہ ۲۰ دقیقے پر تھا۔“ (۲۰۵)

حضرت عبداللہ بن العاصؓ سے مروی ہے کہ حضور کی ولادت باسعادت صبح صادق کے طلوع کے وقت ہوئی۔ (۲۰۶) دیگر مورخین کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ کی ولادت صبح صادق کے وقت مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ (۲۰۷)

شواہد متذکرہ بالا سے یہ بات قرین قیاس ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت مکہ مکرمہ میں صبح صادق کے وقت دو شنبہ (پیر کے دن) بتاریخ پارہ ربیع الاول ۱۱ عام الفیل کو ہوئی۔ مسلم بیعت دانوں نے ہجری قمری تقویم کی رو سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے ایام کا حساب بھی مرتب کیا ہے۔ اس کی رو سے آپ علیہ السلام اس دنیا میں ۲۳۲۳ دن اور چھ گھنٹے قیام فرما رہے ہیں۔ ان میں سے رسالت و نبوت کی تبلیغ کے ایام ۸۵۶ شمار کئے گئے ہیں۔

اسم مبارک محمد کی تشریح

نبی کریم کے دادا جان نے اسم مبارک محمدؐ تجویز کرنے کے سلسلہ میں آپ کے عقیقہ کے دن اپنے قبیلہ کے لوگوں کے استفسار پر یوں وضاحت فرمائی :

لقد ان بعلمہ اللہ فی السماء خلقہ فی الارض (میں نے اس لئے یہ نام تجویز کیا ہے تاکہ آسمانوں میں اللہ تعالیٰ اور زمین میں اس کی مخلوق اس مولود مسعود کی حمد و ثنا کرے)۔ (۲۰۸)

اہل لغت کے نزدیک جو ہستی تمام صفات خیر کی جامع ہو اسے محمد کہتے ہیں۔ امام محمد ابو زہرہ اسم محمد کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”مفعیل کا صیغہ، کسی فعل کے بار بار واقع ہونے اور لمحہ بہ لمحہ وقوع پذیر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اس میں استمرار پایا جاتا ہے یعنی ہر آن وہ نئی آن بان سے ظاہر ہوتا ہے اس تشریح کے مطابق محمدؐ کا مفہوم یہ ہو گا کہ وہ ذات جس کی بصورت استمرار ہر لمحہ ہر گھڑی نو بنو تعریف و ثنا کی جاتی ہو۔“ (۲۰۹)

علامہ سیبلی بھی اس نام پاک کی تشریح میں رقم طراز ہیں:
 ”یعنی لغت میں محمدؐ اس کو کہتے ہیں۔ جس کی بار بار تعریف کی جائے کیونکہ مفضل کے وزن میں اس فعل کا تکرار مقصود ہوتا ہے۔ مضرب اور ممدح ان کا وزن بھی مفضل ہے اور ان کے معنی میں بھی تکرار ہے۔“ (۲۱۰)

سلسلہ نسب پاک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضورؐ کے نسب کی شرافت اور آپؐ کے شہرہ جائے پیدائش کی عظمت محتاج بیان و دلیل نہیں ہے۔ اور نہ اس میں کوئی اشکال و افتخار ہے کیونکہ آباؤ اجداد کے لحاظ سے فخر و عالم تمام بنی ہاشم بلکہ قریش میں ممتاز اور سارے عرب میں شریف النسب اور معزز ترین ہیں۔ آپؐ کا نسب اس قدر باکرامت ہے کہ اس کے تمام اجزاء پاکیزہ ہیں اصل سے بھی، فرع سے بھی اور آپؐ کے سبب جنس بشر کو شرف حاصل ہو گیا ہے۔ آپؐ کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہے جس کو اللہ کے نزدیک سب شہروں پر برتری، عظمت اور فوقیت حاصل ہے۔

حضورؐ کے آباؤ اجداد کے فضائل

آنحضرتؐ عرب کے معزز ترین گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپؐ کے بزرگوں میں سب کو قیادت و سرداری حاصل تھی جو عربوں میں بہت اعلیٰ مقام اور بلند مرتبہ کے حامل تھے۔ ان کی دانشمندی و دانائی بہادری و دلیری اور ہود و سخا شہرہ آفاق تھے۔ معد، میدان اور چھاپہ مار جنگوں کے ہیرو تھے اور ہر معرکہ میں کامیاب و کامران واپس آتے تھے۔ نزار، حسن و جمال اور حنظل و دانش میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے تھے، اسی طرح مضر کا حسن بھی بے مثال تھا اور بہت خوش الحان تھے۔ الیاس، اپنی قوم میں حضرت لقمان کی حیثیت کے حامل سمجھے جاتے تھے۔ نمر، ان پر قریشی نسب کی انتہا ہوتی ہے، ان سے اوپر جو ہے وہ قریشی نہیں بلکہ کنانی کہلاتا ہے۔ ان کا لقب قریش تھا اور بہت کریم النفس تھے۔ کعب، آٹھویں پشت میں حضرت عمر بن خطابؓ کے جد اعلیٰ تھے۔ عرب جمعہ کے روز لن کے پاس جمع ہوتے تھے اور یہ انہیں پند و نصائح کرتے اور حضورؐ کی بعثت کی خوشخبری سناتے اور آپؐ کی اتباع کی ہدایت کیا کرتے تھے۔ عرو، چھٹی پشت میں آنحضرتؐ اور ابوبکر صدیقؓ کے جد اعلیٰ تھے۔ کلاب، حضورؐ کے والد محترم اور والدہ محترمہ کا نسب ان پر جا کر مل جاتا ہے۔ ان کا نام حکیم ہے بعض کے نزدیک عروہ ہے۔ شکاری کتوں سے شکار کھیلنے کی وجہ سے ان کا لقب کلاب پڑ گیا۔ قصی، قریباً ۴۰۰ء میں پیدا ہوئے۔ قریش میں وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے حضرت

ابراہیم کے بعد کعبہ کو از سر نو تعمیر کیا تھا۔ بیت اللہ کی کلید برداری، حجاج کے لئے فراہمی آب اور ان میں لنگر کی تقسیم اور عام مہمان داری کے اہم فرائض ان کے سپرد تھے۔ عید مناف، انہیں حسن و جمال کی وجہ سے بطحا کا چاند بھی کہا جاتا تھا۔ سخاوت کی وجہ سے فیاض کے نام سے موسوم تھے وہ چوتھی پشت میں حضرت عثمانؓ کے جد اعلیٰ تھے۔ ہاشم، ان کا نام عمرو بن مناف تھا۔ انہوں نے شدید قحط کے دنوں میں ملک شام سے آنا وغیرہ لا کر اور بہت سے اونٹ ذبح کر کے لوگوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔ ان کا دسترخوان ہر حال میں وسیع اور عام رہتا تھا۔ اپنے دور کے صاحب ثروت تاجر تھے اور مکہ کے محصولات جمع کرتے تھے۔ عبدالمطلب، ان کا نام شیبہ الحمد تھا۔ ان کے دسترخوان سے پردوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہنے والے درندوں تک کو غذا پہنچائی جاتی تھی۔ وہ مصائب میں قریش کے کام آتے۔ وہ پہلے شخص تھے جو غار حرا میں جا کر عبادت کیا کرتے تھے۔ انہوں نے ہی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے کنوئیں زمزم کا پتہ لگایا اور اس کی بحیم رسانی کا اہتمام کیا۔ عبد اللہ، آپ آنحضرتؐ کے والد محترم تھے۔ عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ رمضان کا پورا مہینہ شہر کے مساکین و فقراء کو کھانا کھلاتے اور اسی ماہ میں حرا پہاڑ پر لوگوں سے یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال پر غور و فکر کرتے۔ (۲۱)

آپ کا نسب نامہ

آپ کا نسب نامہ ابن ہشام نے محمد بن اسحاق کی روایت سے درج ذیل بیان کیا ہے: محمد بن عبد اللہ بن عبدالمطلب (اصل نام شیبہ) بن ہاشم (اصل نام عمرو) بن عبد مناف (اصل نام المضر) بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ (اصل نام عامر) بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن ادد بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یلعرب بن شہب بن نابت بن اسماعیل بن ابراہیم خلیل الرحمن بن آرم (اصل نام آزر) بن نامور بن ساروح بن سام بن نوح بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح بن لامک بن متوشلح بن اخنوخ (بعض کے نزدیک بنی اور لیس ہیں۔ واللہ اعلم۔ بنی آدم میں یہ پہلے شخص ہیں جنہیں نبوت سے سرفراز فرمایا گیا اور جس نے قلم استعمال کیا) بن یروہ بن صلیب بن قین بن انوش بن شیبہ بن آدم ابوالبشر علیہ السلام۔ اس نسب پاک کے متعلق محمد محی الدین عبدالحمید ازہری لکھتے ہیں:

”عمرہ بن زبیر کی روایت ہے کہ ہمیں کسی ایسے شخص کے بارے میں معلوم نہیں جو عدنان اور حضرت اسماعیل کے درمیان کی نسبی کڑیوں کو جانتا ہو۔ حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ عدنان اور حضرت اسماعیلؓ کے درمیان تیس اجداد ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ہمارا اہتمام عدنان تک پہنچے اور اس سے اوپر کے سلسلے کو ہم نہیں جانتے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کے ساتھ یہ روایت منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے صرف عدنان تک اہتمام کیا ہے بلکہ ابن عباسؓ کی سند سے روایت یہ ہے کہ جب آپؐ عدنان تک پہنچے تو آپؐ نے فرمایا کہ علماء انساب کا بیان جھوٹ سے مبرا ہے۔ اہم مالک اور علماء کی ایک جماعت نے اس بات کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے کہ کوئی شخص اپنا نسب

حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کرے کیونکہ عدنان سے اوپر کا شجرہ نسب کوئی حتمی چیز نہیں ہے جس پر اختلاف کیا جاسکے بلکہ عنیات کی قبیل سے ہے۔ مزید برآں مذکورہ اسماء کی املاء میں بھی کثیر اختلاف پایا جاتا ہے۔ (۲۱۳) حضورؐ جب اپنا نسب بیان فرماتے تو جناب عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر متسی فرماتے اور اس پر زیادہ نہ کرتے۔ (۲۱۳)

امام یوسف بن اسماعیل بمعانی فرماتے ہیں کہ آپؐ کے نسب شریف کے بارے میں تمام آئمہ سیر و اہل نسب کا عدنان تک اتفاق و اجماع ہے۔ پھر اس کے بعد کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ (۲۱۳) آپؐ کے نسب کے بیان میں بعض نے نسبی سلسلوں کو کچھ کم اور بعض نے زیادہ واسطوں کا سہارا لیا ہے۔ بعض نے ناموں میں تقدیم و تاخیر کی ہے لیکن سلسلہ نسب میں اس بات پر اتفاق ہے کہ اسماعیل و حمود و نوح و اورئیس و شیش علیہم السلام حضورؐ کے اجداد میں سے ہیں۔ (۲۱۵) آل اسماعیل کی ایک شاخ قریش مکہ تھے۔ ۶۳۹۸ کے قریب قصی پیدا ہوا اس کی پانچویں پشت میں حضورؐ پیدا ہوئے۔

شجرہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی کریمؐ کے مختصر شجرہ مبارک کے بعد اگلے صفحہ پر آپؐ کا وضاحتی و تفصیلی شجرہ نسب بھی قصی سے شروع کر کے دیا گیا ہے۔

آپؐ کی والدہ ماجدہ کا نسب نامہ

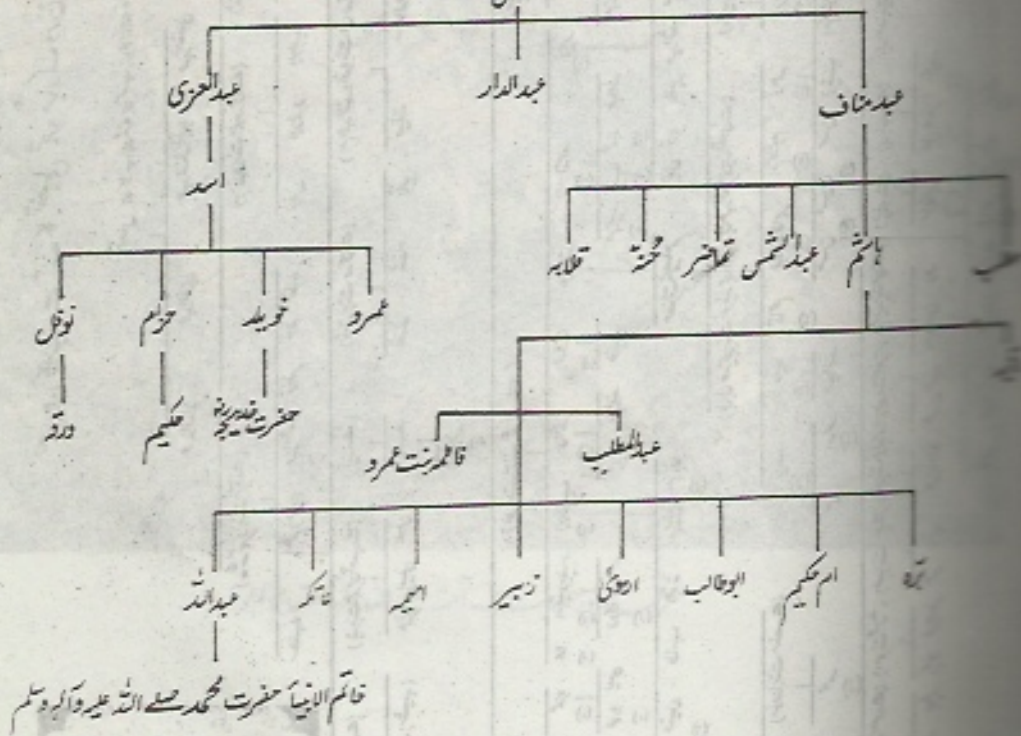
آنحضرتؐ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا قریش کے قبیلہ بنی زہرہ کے سردار کی بیٹی تھیں۔ آپؐ کا والدہ ماجدہ کی طرف سے نسب شریف درج ذیل ہے: یعنی حضرت محمد مصطفیٰ بن آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وہب رضی اللہ عنہ بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ الی آخرہ۔ (۲۱۷) اس طرح سے آپؐ کے پدری اور مادری دونوں نسب کلاب پر جا کھل جاتے ہیں۔

جناب آمنہ کی والدہ کا نام برہ ان کی والدہ ام حبیبہ ان کی ماں قلاوہ (۲۱۸) اور قلاوہ کی ماں کا نام امیر اور ان کی والدہ کا نام ذب اور ان کی والدہ کا نام عاتکہ بیٹی بنت عوف تھی۔ (۲۱۹)

حضور نبی کریمؐ کا نسب تمام انساب میں اشرف و اعلیٰ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے ان سب میں افضل بنایا۔ پھر قبائل میں انتخاب کیا تو مجھے سب سے اعلیٰ قبیلہ میں پیدا کیا۔ پس میں شخصی اور گھرانہ ہر دو کے اعتبار سے سب انسانوں سے افضل ہوں۔ (۲۲۱) واہد بن اسحاق سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے

مختصر شجرہ نسب اس طرح ہے (۲۱۶):

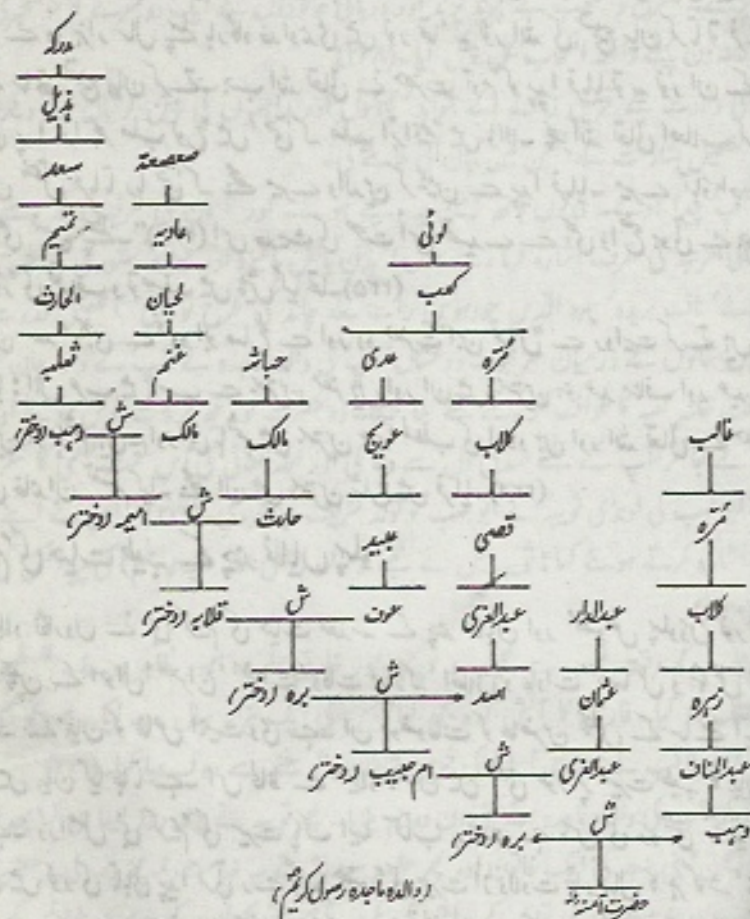
شجرہ رسول اکرم ﷺ





مرقد منوره حضرت آمنه رضی اللہ عنہا مقام البراء

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرہ طیبہ والدہ مطہرہ کی طرف سے (۲۲۰)



حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں حضرت اسمعیلؑ کو برگزیدہ فرمایا پھر ان کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو اور بنو کنانہ سے قریش کو منتخب فرمایا پھر قریش میں بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں مجھے منتخب فرمایا۔ (۲۲۲) طبرانی، ابو نعیم اور ابن عساکر حضرت علیؑ ابن ابی طالب سے نقل کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا: حضرت آدم سے لے کر میرے ماں باپ کے مجھے پیدا کرنے تک میرے نسب میں سب نکاح سے پیدا ہیں۔ کہیں بھی جاہلیت کی کوئی بدکاری نہیں ہے۔ (۲۲۳)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: بے شک یہ قریشی نبی، حضرت آدمؑ کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے بارگاہ خداوندی میں نور تھا، یہ نور اللہ کی تسبیح بیان کرتا تو فرشتے بھی اس کی تسبیح کے ساتھ تسبیح بیان کرتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا تو یہ نور ان کے صلب میں رکھ کر زمین پر اتارا پھر صلب نوحؑ میں، حتیٰ کہ صلب ابراہیمؑ میں ڈالا۔ پھر اللہ تعالیٰ اصحابِ کریمہ اور ارحامِ طاہرہ میں منتقل فرماتا رہا حتیٰ کہ مجھے میرے والدین کریمین سے پیدا فرمایا۔ میرے آباؤ اجداد کبھی زنا کے نزدیک بھی نہیں پھلے۔ (۲۲۴) اس حدیث کی صحت اس قصیدے سے بھی واضح ہوتی ہے جو حضرت عباسؓ نے حضورؐ کی تعریف و توصیف میں پیش کیا تھا۔ (۲۲۵)

ابن سعد، کبھی سے، وہ ابو صالح سے اور وہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: اہل عرب میں سب سے بہترین مضر ہیں اور ان میں بہترین بنو عبد مناف اور عبد مناف کی اولاد میں بہترین بنو ہاشم ہیں۔ اور نبی ہاشم میں بہترین عبدالمطلب کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے جہاں بھی خاندان تقسیم کیا۔ مجھے ان میں بہترین شاخ میں فرمایا۔ (۲۲۶)

نبی کریمؐ کی حیات طیبہ کے چند نمایاں پہلو

میلاد نگاروں نے نبی کریمؐ کی حیات مقدسہ کے چند نمایاں اور مخصوص پہلوؤں کو نور محمدی، ولادت مبارکہ، بچپن کے احوال، معراج، معجزات، وفات مبارکہ، اخلاق و عادات، خصائل و شمائل اور تعلیمات و ارشادات کے بیان کو خاص اہمیت دی ہے۔ ان موضوعات کو حاضرین مجلس کے سامنے ایک دو گھنٹہ کی نشست میں بیان کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے میلاد ناموں میں ضمنی طور پر سیرت طیبہ کا بیان اختصار سے شامل ہے۔ دراصل نبی کریمؐ کی سیرت پاک ایسا آفتاب ہدایت ہے جس کی روشنی تا قیامت دلوں کی تاریکیوں میں نور کی تابانی پیدا کرتی رہے گی۔ حضورؐ کی سیرت از ولادت تا وصال کا ہر گوشہ ذاتی و معاشرتی زندگی، عبادات، مواظب و ارشادات، خطبات، غزوات، تبلیغ و دعوت کی جدوجہد کا ہر مرحلہ، اخلاق و عادات، اسلامی معاشرے کی تاسیس و تنظیم، نبوت و رسالت کی ذمہ داری کی اوائلی صد اقت، امانت، شجاعت، پہلی اسلامی حکومت کی سربراہی، معاملہ قضی، بالغ نظری، نکتہ رسی، خصومات اور تنازعات کے حل کی غیر معمولی قدرت غرضیکہ ایک ایک شعبہ زندگی کے تفصیلی حالات مغتبر اسانید کے ساتھ آج دنیا میں موجود ہیں اور اس میں کوئی دوسرا شخص آپؐ کا شریک نہیں ہو سکتا۔ (۲۲۷)

بچپن کے مختصر احوال

حضور کی ولادت باسعادت سے چند مہینے پہلے آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رحلت فرما گئے۔ آپ کی ولادت سے پہلے کئی عجائبات ظہور میں آئے۔ اس سال قریش میں سخت قحط سالی تھی۔ آپ کے نور کی برکت سے زمین پر جا بجا روئیدگی کی مٹھلی چادر نظر آنے لگی۔ درختوں نے اپنے پھل جھکا دیئے اور مکہ میں اس قدر فراخ سالی ہوئی کہ اس سال کو ستہ الفتح والافتاح کہنے لگے۔ بادشاہوں کے تخت اور بت اوندھے گر پڑے۔ مشرق و مغرب کے چرند پرند اور دریائی جانوروں نے ایک دوسرے کو خوشخبری دی۔ تولد شریف سے ۵۵ دن پہلے واقعہ اصحاب نیل پیش آیا۔ (۲۲۸)

آپ کی ولادت کے قریبی زمانے کے شواہد، کتابوں اور راہبوں کی پیش گوئیاں اور دیگر خفی و جلی اشارات کی تفصیل بشارات کے ضمن میں بیان کی جائے گی۔

جب آپ پیدا ہوئے۔ دونوں ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے۔ اور آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے (جیسے آپ اپنے عالی مرتبہ کی طرف اشارہ فرما رہے ہوں) بدن بالکل پاکیزہ اور تیز بوسکتوری کی طرح خوشبودار، خندہ کئے ہوئے، ناف بریدہ، چہرہ اقدس چودہویں رات کے چاند کی طرح نورانی، آنکھیں قدرت الہی سے سرگیں، دونوں شانوں کے درمیان مرنوبت درخشاں، آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کے داوا جان عبدالمطلب کو جو اس وقت خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے، بلا بھیجا۔ وہ حضرت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بیت اللہ شریف میں لے جا کر آپ کے لئے صدق دل سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ کا شکر یہ ادا کیا۔ آپ کے چچا ابو لب کی لوندی ثویبہ نے ابو لب کو تولد شریف کی خبر دی۔ (۲۲۹) تو اس نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے کہا: ثویبہ میں نے تجھے نومولود (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیدائش کی خوشی میں آزاد کر دیا۔ (۲۳۰)

تولد شریف کے وقت غیب سے عجب و غریب اور خارق عادت امور ظاہر ہوئے۔ فلسطین میں بحیرہ طبریہ یکایک خشک ہو گیا۔ فارس کا آتش کدہ بجھ گیا، جس کی ایک ہزار سال سے ایک لمحہ کو بھی آگ نہ بجھی تھی۔ شہاب ثاقب کے ذریعے آسمان کی خیریں شیطانوں کو سننے سے روک دیا گیا۔ (۲۳۱)

نبی کریم کو آپ کی والدہ ماجدہ نے کئی دن دودھ پلایا۔ پھر ثویبہ نے چند روز ایسا ہی کیا بعد ازاں خولہ بنت منذر ام ایمن، بنی سعد کی ایک خاتون اور پھر حلیمہ سعدیہ نے یہ خدمت اپنے ذمہ لی۔ حضرت حلیمہ کا بیان ہے کہ جب وہ بنو سعد کی عورتوں کے ساتھ مکہ مکرمہ آئیں تو بجران کے دوسری خواتین کو بچے دودھ پلانے کے لئے مل گئے۔ ان کا اپنا بچہ بھی شیر خوار تھا مگر دودھ کا ایک قطرہ تک نہ ٹپکتا تھا اور ان کا بچہ بھوک کی شدت سے روتا رہتا تھا۔ اور نہ اونٹنیوں کے تھنوں میں دودھ ہوتا تھا کہ وہی پلا دیتیں۔ جب آپ کو لے کر قافلہ میں آئیں اور اپنی دائیں چھاتی سے لگایا تو دودھ نے جوش مارا۔ حضرت نے پیا اور دائیں چھاتی چھوڑ دی جس سے حلیمہ کے بچے نے پیا۔ اس کے بعد بھی ایسا ہی ہوتا رہا۔ یہ عدل آپ کی جلت کا نتیجہ تھا۔ بنو سعد میں ان دنوں سخت قحط تھا مگر حضور کی برکت اور فیضان سے حلیمہ کے موشی سیر ہو کر آتے اور خوب دودھ دیتے۔ اس طرح حلیمہ کی تنگ دستی دور ہو گئی۔

ایک دن حضرت اپنی رضائی بہن شیماء کے ساتھ دوپہر کے وقت بھینڑوں کے روڑ میں تشریف لے

گئے۔ حلیمہؓ سعیدہؓ تلاش میں نکلی اور آپؐ کو شیماء کے ساتھ پایا تو کہنے لگی، اتنی گرمی میں؟ شیماء نے کہا میرے بھائی نے گرمی محسوس نہیں کی۔ بادل آپؐ پر سایہ کرتا تھا۔ جب آپؐ چلتے تو بادل بھی چلتا۔ یہی حال رہا یہاں تک کہ ہم اس جگہ پہنچ گئے ہیں۔

شق صدر کا واقعہ

ایک روز حضورؐ اپنے رضائی بھائی عبداللہ کے ساتھ بھینٹوں کے ربوڑ کے ساتھ تھے کہ آپؐ کا بھائی دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا میرے اس قریشی بھائی کے پاس دو شخص آئے جن پر سفید کپڑے ہیں۔ انہوں نے آپؐ کو پہلو کے بل لٹا کر پھر ان کا پیٹ چاک کر کے اس میں کوئی چیز ملا دی اور چلے گئے۔ یہ سنتے ہی میں اور میرا خاوند دوڑے گئے۔ دیکھا کہ آپؐ کھڑے ہیں اور چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ پوچھا بیٹا! تجھے کیا ہوا۔ آپؐ نے پورا واقعہ بیان فرمایا تو پھر حلیمہؓ اس واقعہ کے بعد آپؐ کو آپؐ کی والدہ ماجدہ کے پاس لائی اور حقیقت حال بیان کی تو آپؐ کی والدہ نے فرمایا: اللہ کی قسم ان پر شیطان کو ہرگز قدرت نہیں ہو سکتی۔ میرے اس فرزند کی شان ہی نزالی ہے۔

آپؐ کی عمر چھ سال ہوئی تو حضرت آمنہؓ انتقال فرما گئیں۔ اس کے بعد آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب آپؐ کی پرورش کرتے رہے۔ جب آپؐ کی عمر آٹھ سال ہوئی تو وہ بھی وفات پا گئے تو پھر آپؐ کے چچا ابو طالب نے آپؐ کی کفالت کو بہت اچھی طرح انجام دیا۔ آپؐ نے بارہ سال کی عمر میں ابو طالب کے ہمراہ شام کا سفر کیا۔ جس میں آپؐ کی آئندہ عظمت کی چند نشانیاں بھی ظاہر ہوئیں۔ (۲۳۲)

حضرت خدیجہؓ سے نکاح

جب آپؐ کی عمر بیچیس سال کی ہوئی تو اس وقت آپؐ کے صدق و امانت کا شہرہ دور دور تک ہو گیا تھا۔ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو مال تجارت دے کر ملک شام کی طرف بھیجا۔ اس تجارت میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بہت نفع دیا۔ سیدہ خدیجہؓ نے کسی کو بھیج کر آپؐ سے عقد کی خواہش ظاہر کی۔ آپؐ نے منظور فرمایا۔ جب آپؐ نے ان سے نکاح کیا تو آپؐ کی عمر اس وقت بیچیس سال اور سیدہ خدیجہؓ کی چالیس سال تھی۔ حضورؐ کی تمام اولاد حضرت خدیجہؓ ہی کے بطن سے ہوئی۔ صرف ایک صاحبزادے جن کا نام ابراہیم تھا۔ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے سن آٹھ ہجری میں پیدا ہوئے اور سن دس ہجری میں انتقال فرما گئے۔

کعبہ کی تعمیر نو

کعبہ کی ازسرنو تعمیر کے موقع پر حجر اسود مقررہ جگہ پر نصب کرنے کا اعزاز ہر قبیلہ اور اس کا سردار حاصل کرنے کا آرزو مند تھا۔ اس سے قبائل میں جھگڑا پیدا ہوا اور اسی کشمکش میں چار دن گذر گئے اور کمواروں تک نوبت پہنچ گئی۔ یہ طے پایا کہ کل جو شخص سب سے پہلے اس مسجد کے باب بنی شیبہ سے حرم میں داخل ہو وہ حالت قرار دیا جائے۔ دوسرے روز سب سے پہلے داخل ہونے والے آقائے نامدار تھے۔ انہوں نے آپؐ سے یہ معاملہ ذکر کیا تو آپؐ نے ایک چادر بچھا کر اس میں حجر اسود کو رکھا اور تمام سرداران

قبائل کو مقررہ جگہ تک اونچا اٹھانے کے لئے فرمایا اور پھر اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اس کی جگہ پر نصب فرما دیا۔ اس طرح بعثت سے پہلے ہی حضورؐ نے اپنی بصیرت و ذہانت سے ایک عظیم فتنہ کا سدباب کر دیا۔ (۲۳۳) اسی وجہ سے اہل مکہ اور قرب و جوار کے لوگ آپؐ کی اعلیٰ اخلاقی خوبیوں اور خوش معاہدگی سے متاثر ہو کر الصالح الامین کے لقب سے پکارنے لگے تھے۔

بعثت و نبوت

نبی کریمؐ بعثت سے سات سال پہلے کوہ حرا کے غار میں جا بیٹھے اور عبادت کیا کرتے تھے۔ اس مراقبہ میں غور و فکر اور تمجید و تقدیس الہی کا ذکر بھی شامل تھا۔ ۹۔ ربیع الاول سن ۴۱ میلادی (مطابق ۵۲۔ فروری ۶۱۰ء) کو روح الامین خدا کا حکم نبوت لے کر آنحضرتؐ کے پاس آئے۔ (۲۳۴) اس وقت آپؐ غار حرا میں تھے اقرا باسم ربک الذی خلق پڑھ کر آپؐ گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ سے سارا قصہ بیان فرمایا۔ وہ آپؐ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو عیسائی اور تورات و انجیل کا ماہر تھا۔ اس نے یہ ماجرا سن کر کہا: یہ وہی ناموس و فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔ (۲۳۵) اللہ کی توحید اور اس کی یکتائی کا تصور جب نبی کریمؐ نے اہل مکہ اور ان کی وساطت سے اہل عرب کے سامنے رکھا تو وہ بجزک اٹھے اور آنحضرتؐ کی حق و صداقت کی آواز اور رسالت کے فرض کی ادائیگی میں مزاحمت کرنے کے لئے تن و احد کی طرح تمہد ہو گئے۔ آپؐ نے پیغمبری کا اعلان کیا تو حضرت ابو بکرؓ حضرت خدیجہؓ حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ کو قبولیت اسلام کی اولیت کا شرف و امتیاز حاصل ہوا۔ حضورؐ نے تبلیغ اسلام کا سلسلہ نامساعد حالات میں بھی جاری رکھا۔ رفتہ رفتہ شجر اسلام میں نئی نئی شاخیں پھولتی رہیں۔ حضرت بلالؓ حبشی، سیدہ روئیؓ عبد اللہ بن مسعودؓ حضرت عثمانؓ معب بن عمیرؓ خیاب بن ارتؓ عمار بن یاسرؓ اور ان کے کچھ عرصہ بعد حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے ایمان لانے سے مسلمانوں کی قوت میں اضافہ ہوا۔ ایک طرف مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا تھا اور دوسری طرف حریفوں اور دشمنان اسلام کے مظالم اور زیادتیاں بڑھتی جاتی تھیں۔ جب دشمنان اسلام نے مکہ میں کمزور مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تو حضورؐ نے ان مظلوموں کو حبشہ جانے کی اجازت دے دی کیونکہ وہاں کا حکمران نجاشی منصف مزاج تھا۔ ہاجرین کے پہلے قافلے میں بارہ مرد اور چار عورتیں شامل تھیں۔ نجاشی کے پاس سرداران مکہ نے ان لوگوں کی واپسی کے لئے ایک وفد بھیجا۔ مسلمان دربار میں بلائے گئے۔ وہاں حضرت جعفر طیارؓ نے اسلام کا خوش اسلوبی سے تعارف کرایا۔ نجاشی ایمان لے آیا۔ اور آنحضرتؐ کی خدمت عالی میں تحائف ارسال کئے۔ (۲۳۶)

سرداران مکہ نے ہر طرح کی ایذا رسانی اور ظلم و زیادتی کے بعد آل ہاشم کا معاشرتی مقاطعہ کیا۔ تین سال تک حضورؐ مع تمام اہل خاندان نبوت کے شعبہ انبی طالب میں محصور رکھے گئے۔ سن دس نبوی میں سب سے پہلے ابو طالب اور پہلی شریک حیات حضرت خدیجہؓ کی وفات سے آپؐ کو شدید ذاتی صدمہ پہنچا مگر آپؐ اشاعت اسلام کا فریضہ مستقل مزاجی سے ادا کرتے رہے۔ آپؐ نے طائف اور مکہ کے درمیان بسنے

والے قبائل کو دعوت اسلام دی۔ طائف کے سردار بری طرح پیش آئے اور اویاشوں سے سنگ باری کرائی جس سے آپ کا جسم اطرزخمی ہو گیا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کے اسلام لانے کے بعد آپ کا چرچا بڑھتا گیا اور رفتہ رفتہ لوگ اسلام کی طرف آنے لگے۔ (۲۳۷)

ہجرت مدینہ

مسلمانوں پر بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ کے بعد اتنے ظلم و ستم ہونے لگے تھے کہ بیمار وطن ان کے لئے آگ کا پہاڑ بن گیا۔ حضورؐ نے مکہ کے مظلوم مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ جب نبی کریمؐ کو بھی ہجرت کی اجازت مل گئی تو اپنے بستر پر ابن عم حضرت علیؓ کو سلا کر حضرت ابوبکرؓ کی رفاقت میں تین رات تین دن غار ثور میں پناہ لینے کے بعد مکہ سے مدینہ کا پرخطر سفر کیا۔ جہاں آپؐ کی جان کے پیاسے اور سوانٹ کا انعام حاصل کرنے کے متوالے تعاقب کر رہے تھے۔ ۸ ربیع الاول ۳ء نبوت روز دو شنبہ (۲۳- ستمبر ۶۲۲ء) حضورؐ قبا میں پہنچ گئے۔ وہاں تین دن قیام کر کے اور مسجد کی بنیاد رکھنے کے بعد ۱۲ ربیع الاول ۳ء ہجری جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ مدینہ میں داخل ہوئے۔ ہر فرد عورت و مرد، پیر و جوان، خورد و کلاں دیدار پیغمبر سے قلب و نظر کی تسکین کے لئے سیلاب وار بیقرار تھا، انصار کی معصوم لڑکیاں اس وقت یہ اشعار گا رہی تھیں۔

طَلَعُ	النُّبُوِّ	عَلَيْنَا	مِنْ	نَبَاتٍ	أَنْوَاعِ
وَجَبَّ	الشُّكْرِ	عَلَيْنَا	مَا	نَعَا	كَأَعِ
نَعْنُ	جَوَارٍ	نَبِيٍّ	نَا	حَبِيبًا	مِنْ جَلِيلٍ

(۲۳۸)

ترجمہ (نبوت کی جانب پہاڑوں پر سے ہم پر چودھویں رات کا چاند نکل آیا۔ ہم پر شکر واجب ہو گیا جب تک کوئی پکارنے والا اللہ کو پکارے۔ ہم بنو نجران کی کیتیریں ہیں۔ حضرت محمدؐ کتنے اچھے ہمسائے ہیں۔)

حضورؐ نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان میں قیام فرمایا۔ مدینہ میں آمد کے بعد سب سے پہلے مسجد نبویؐ کی تعمیر کا کام عمل میں آیا۔ ”ہجرت مدینہ کی حقیقی عظمت اور اہمیت کا راز یہی ہے کہ اس کی لہر دلت مسلمانوں کو ایک خود مختار اور آزاد ریاست مل گئی جو آئندہ دیار اسلام کی شاندار وسعت اور اسلام کی دنیا بھر میں اشاعت کا باعث بنی۔“ (۲۳۹)

بدر سے فتح مکہ تک کے حالات کا سرسری جائزہ

ہجرت کے بعد بھی مسلمانوں کو مدینہ میں آرام سے بیٹھنے کا موقع نہ ملا۔ اور غزوات و سرایا کا سلسلہ جاری رہا۔ ہر موقع پر ابتدا اسلام کے حریفوں کی طرف سے ہوتی تھی اور ہر بار مسلمان نبی کریمؐ کی رہنمائی میں اپنی حفاظت اور دفاع کے لئے ضروری اقدام کرنے پر مجبور ہوتے تھے۔ (۲۴۰) مکہ میں مسلمانوں پر غیر انسانی مظالم کئے گئے تھے۔ اس لئے پہلے مکہ جہش کو اور پھر مدینہ کو ہجرت کی اجازت دی گئی۔ اس کے

باوجود قریش مکہ برسر فساد اور آمادہ جنگ ہوئے تو پھر جہاد کی اجازت ملی۔ ربیع الاول ۳ھ میں کرز ابن جابر مدینہ کے باہر سے چرتے ہوئے مویشی لوٹ کر لے گیا۔ قریش نے مکہ اور مدینہ کے درمیان آباد قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا چنانچہ ان قبائل نے بھی مدینہ آنے جانے والوں پر سختیاں شروع کر دیں۔

غزوہ بدر ۱۔۔۔ رمضان ۳ھ کو قریش مکہ اور مسلمانوں کے درمیان پیش آیا۔ اس میں قریش مکہ کے گیارہ بڑے بڑے سردار مارے گئے اور مسلمانوں کو حق و باطل کے پہلے فیصلہ کن معرکہ میں بے مثال فتح حاصل ہوئی۔ قبائل عرب پر مسلمانوں کی اس فتح کا بہت اچھا اثر پڑا۔ اس سے وہ مسلمانوں کی طاقت سے مرعوب ہو گئے مگر یہود کی آتش حسد اور بھڑک اٹھی اور وہ مسلمانوں کے پہلے سے بھی زیادہ دشمن بن گئے۔ (۲۳۱)

غزوہ احد

بدر کے ستر مقتولوں کا انتقام لینے کے لئے قریش سخت بے تاب تھے چنانچہ اس مقصد کے لئے انہوں نے اڑھائی لاکھ درہم جمع کئے۔ نواحی قبائل میں اشتعال پیدا کرنے کے لئے شعراء بھیجے اور اس طرح تین ہزار افراد کا ایک لشکر تیار کیا۔ یہ لشکر بدھ کے دن پانچ شوال ۳ھ احد کے قریب فروکش ہوا۔ حضورؐ کو لمحہ بہ لمحہ خبر مل رہی تھی۔ آپؐ دو دن بعد نماز جمعہ سے فارغ ہو کر ایک ہزار افراد کے ہمراہ مدینہ سے نکلے۔ جب شہر کے باہر پہنچے تو رکبیس المنافقین عبداللہ بن ابی تمین سو آدمیوں کو لے کر واپس چلا گیا۔ بائیں ہمہ حضورؐ کے عزم میں فرق نہ آیا۔ آپؐ نے میدان احد میں پہنچ کر صف آرائی کی۔ حضرت زبیر بن عوامؓ کو رسالے کا افسر مقرر کیا۔ پچاس تیر اندازوں کو حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی قیادت میں اس چوٹی پر متعین فرمایا جو مسلمانوں کے پیچھے تھی۔ ۷۔ شوال کو سب سے پہلے خواتین قریش دف پر اشعار پڑھتی ہوئی آگے بڑھیں جن میں کشنگان بدر کا ماتم اور انتقام کے رجز تھے۔ ابو سفیان کی بیوی ہندہ سب سے آگے تھی۔ جب صفیں آراستہ ہو گئیں اور جنگ شروع ہو گئی تو مسلمانوں کے تند و تیز حملوں سے قریش کے پاؤں اکٹھڑ گئے۔ (۲۳۲) مسلمان غالب رہے، مگر احد پہاڑ کے عقب کی طرف جو تیر انداز دست متعین ہوا۔ اس کے ہت سے سپاہی کمانڈر کے حکم کے برخلاف اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ اب لڑائی کا نقشہ پلٹ گیا۔ صورت حال سخت نازک ہو گئی۔ مسلمان فوج میں انتشار پیدا ہو گیا۔ نبی کریمؐ کا دائیں طرف کا ایک نچلا دانت شہید ہو گیا۔ خود کے دو حلقے دھنس جانے سے رخسار مبارک پر زخم آیا۔ مگر جانناز رفقاء اطاعت رسولؐ میں جام شہادت نوش کرتے رہے۔ مسلمانوں کے ستر آدمی شہید ہوئے اور کفار کے مقتول ہیں بائیس تھے۔ مسلمانوں کی ثابت قدمی سے دشمن اس طرح پلٹے کہ مڑ کر آنے کی جرات نہ ہوئی۔ (۲۳۳)

جنگ احزاب یا غزوہ خندق: ۵ ہجری ۶۳۷ء

مسلمانوں کی کفار مکہ سے تیسری بڑی لڑائی جنگ احزاب کے نام سے مشہور ہے اس لئے کہ اس میں یہودیوں کی سازش سے مختلف عرب قبائل اور قریش نے مل کر اپنی مختفہ قوت سے مسلمانوں پر حملہ کیا تھا

اور چونکہ اس بار مسلمانوں نے مدینہ کے گرد خندق کھود کر اور محصور ہو کر مقابلہ کیا، اس لئے اسے غزوہ خندق بھی کہتے ہیں۔

قبیلہ بنی نضیر مدینہ چھوڑ کر خیبر میں جا آیا ہوا۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے بہت بڑی سازش کا آغاز کیا۔ ان کے چند سردار قریش مکہ کے پاس جا پہنچے اور انہیں آمادہ کیا کہ خندق ہو کر مسلمانوں کا خاتمہ کریں۔ وہ پہلے ہی تیار بیٹھے تھے اس لئے جھٹ مان گئے۔ پھر عطفان بنو اسد، بنو سلیم، بنو سعید اور چند دیگر قبائل کو

ساتھ ملایا اور اس طرح دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ کی طرف بڑھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دفعہ کھلے میدان میں نکل کر لڑنا قرین مصلحت نہ سمجھا اور حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے پر یہ بہتر سمجھا کہ فوج کو محفوظ جگہ اکٹھا کر کے شہر کے گرد خندق کھودی جائے۔ مدینہ کے تین جانب تو مکانات اور نخلستان کی پناہ تھی۔ شام کی طرف کا راستہ زیادہ کھلا تھا۔ چنانچہ خندق کی کھدائی اوسر سے شروع کی گئی۔ تین ہزار جفاکش مسلمانوں نے تقریباً بیس دن میں پانچ پانچ گز گہری خندق کی کھدائی مکمل کر لی۔ نبی کریمؐ اس موقع پر بنفس نفیس دوسرے صحابہؓ کے ساتھ مل کر کام کرتے اور صحابہ کبارؓ کا حوصلہ بڑھاتے تھے۔

جب یہ خندق مکمل ہو گئی تو دشمن بھی آن پہنچا اور اس نے محاصرہ کر لیا۔ محاصرے نے شدت پکڑی تو مدینہ کے بنو قریظہ بھی دشمن کے ساتھ مل گئے قریش نے ہر چند زور مارا کہ وہ خندق کو عبور کر کے آگے نکلیں لیکن تیر اندازوں نے انہیں کامیاب نہ ہونے دیا البتہ ایک جنگ جگہ سے ایک دفعہ چار قریش سردار پار کو گئے لیکن فوراً مارے گئے۔ جب محاصرہ طویل پکڑ گیا اور قریش کے ذخائر رسد ختم ہونے لگے، ساتھ ہی ایک ایسی آمدھی چل پڑی جس سے درخت اکھڑ گئے اور قریش کا مال و اسباب اڑ گیا تو وہ گھبرا گئے اور اکیس دن کے بعد واپس چلے گئے۔ اس طرح یہ بلا مسلمانوں کے سر سے ٹلی۔ مشرکین کی مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی یہ آخری کوشش تھی، جو رائیگاں گئی۔ اس کے بعد ان کے حوصلے پست ہو گئے اور اسلام کا زور یہاں تک بڑھا کہ ان مسلمانوں نے مکہ کو فتح کر لیا۔ (۲۳۴)

فتح مکہ

۱۰۔ رمضان ۵۸ بمطابق یکم جنوری ۶۳۰ء کو نبی کریمؐ دس ہزار صحابہ کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ موالظہوران پہنچ کر لشکر نے پڑاؤ کیا۔ یہ مقام مکہ سے بمشکل ایک منزل کے فاصلے پر تھا۔ اسلامی فوج کی ساری نقل و حرکت اس قدر خفیہ طریقے سے ہوئی کہ قریش کو کانوں کان خبر نہ ہوئی تا آنکہ اسلامی فوج ان کے سر پر پہنچ گئی۔ رات کو ابو سفیان چند سرداروں کے ساتھ تحقیق کے لئے نکلا اور جب بیابان میں ہر طرف اگ روشن دیکھی تو دمگ رہ گیا۔ خیمہ نبویؐ کی حفاظت کے لئے جو دستہ متعین تھا اس نے ابو سفیان کو دیکھ لیا اور گرفتار کر کے بارگاہ نبویؐ میں لے آئے۔ سارے مسلمان ابو سفیان کے خون کے پیاسے تھے۔ حضرت عمرؓ نے نبی کریمؐ سے اس کا سراڑانے کا اذن طلب کیا۔ لیکن نبی کریمؐ کے چچا حضرت عباسؓ نے جان بخشی کی درخواست کی جسے رحمت عالم نے قبول فرمایا۔ تاریخ عالم میں یہ اپنی قسم کی واحد

مثال ہے کہ اتنے بڑے دشمن کو کمال فراخ دلی اور عالی حوصلگی سے معاف کر دیا گیا ہو۔

اس سلوک کا ابو سفیان پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ صبح نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لے آیا۔ لشکر اسلام فاتحانہ انداز میں قبیلہ وار الگ الگ مکہ کی جانب بڑھا۔ اور مختلف دروازوں سے مکہ میں داخل ہو گیا۔

عام معافی کا اعلان کر دیا گیا اور منادی کرا دی گئی کہ جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے گا، ہتھیار ڈال دے گا، دروازہ بند کر لے گا یا ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا۔ اس کو امان دی جائے گی۔ تھوڑی دیر میں سارے شہر نے اطاعت قبول کر لی۔ نبی کریمؐ نے حضرت بلالؓ کو فتح مکہ کے دن کعبہ کی چھت پر چڑھ کر ظہر کی اذان دینے کا حکم دیا۔ یہ کعبہ میں پہلی اذان تھی۔ پھر شہر میں منادی کرائی گئی کہ ہر شخص اپنے گھر کے بتوں کو توڑ ڈالے۔ ساتھ ہی گرد و نواح کے اصنام مثلاً عزیٰ، منات، لات اور سواع وغیرہ کو توڑنے کے لئے مہمات بھیجیں۔ بعد از فتح حضورؐ پندرہ دن اور وہاں رہے۔ (۲۳۵) پھر واپس مدینہ تشریف لے گئے۔

حجۃ الوداع

جب سارے عرب میں اسلام پھیل چکا اور ایک ایسی جماعت تیار ہو چکی جو سارے عالم کی رہنمائی کر کے تو وہی نازل ہوئی ”جب خدا کی مدد آچکی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ خدا کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہو رہے ہیں تو خدا کی حمد پڑھو اور استغفار پڑھو خدا توبہ قبول کرنے والا ہے۔“ حضورؐ نے جان لیا کہ اب ان کے کام ختم ہو چکے چنانچہ ۱۰ ماہ میں آپؐ نے آخری پارچ کا تہیہ کیا اور تمام قبائل کو اس کی اطلاع دے دی۔ اس خبر کے سنتے ہی چاروں طرف سے مسلمانوں کا انہو کثیرا آئے۔ ۳۶ ذی قعدہ کو جب حضورؐ مدینہ سے روانہ ہوئے تو نوے ہزار مسلمان آپؐ کے ہمراہ تھے لیکن راستے میں عرب کے مختلف اطراف سے اور لوگ بھی شامل ہو گئے۔ یہاں تک کہ حج کرتے وقت ایک لاکھ چالیس ہزار کی جمعیت آپؐ کے ساتھ تھی۔ (۲۳۶)

”پھر میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ صیہون کے پہاڑ پر کھڑا ہے اور اس

کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار شخص ہیں۔“ (مکاشفہ یوحنا ص ۱۴)

آپؐ نے عرفات میں وہ مشہور خطبہ دیا جو خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے فرمایا:

”اے لوگو سنو! شاید میں اس سال کے بعد اس مقام پر آپؐ سے پھر نہ مل سکوں۔ جس طرح آج کا دن ہے یہ شہر اور یہ مینہ مقدس ہے۔ اسی طرح تمہارے لئے ایک دوسرے کی جان و مال مقدس ہے۔ تم میں سے جس کے پاس امانت ہے اسے ادا کرے۔ قرضوں پر سو نہ لو۔ عہد جاہلیت کے مقتولوں کا سلسلہ عظیم آج سے ختم کیا جاتا ہے۔ اے لوگو! سرزمین عرب میں شیطان اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا ہے تم پر تشریف لے رہا ہے اور یہاں پر کچھ تمہارے حقوق ہیں جنہیں ادا کرنا ضروری ہے۔ یاد رکھو کہ کسی عربی کو کسی غیر عربی کو عیب نہ پہنچاؤ۔ اللہ کے ہاں بزرگ تر وہ ہے جو زیادہ متقی ہو۔ اے

لوگو! کیا تم شہادت دیتے ہو کہ میں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا۔ آواز آئی کہ ہاں۔ فرمایا اس پیغام کو حاضر عائب تک پہنچائے۔" (۲۳۷)

حضور ۱۰ ذی الحجہ کو مکہ سے واپس چلے اور دس بارہ یوم کے بعد مدینہ تشریف لے آئے۔

وفات مبارکہ

حجۃ الوداع کے مشہور خطبہ میں آپؐ نے فرما دیا تھا کہ میں عنقریب دنیا چھوڑنے والا ہوں۔ شروع ماہ صفر ۱۱ھ میں سرور کائنات نے سفر آخرت کی تیاری بھی شروع کر دی تھی۔ ایک دن حضورؐ نے شدائے احد کے سنج شہیداں پر نماز پڑھی۔ پھر گورستان بقیع میں آدھی رات کو قدم رنجہ فرمایا اور آسودگان بقیع کے لئے دعا فرمائی۔ ۲۹ صفر روز دو شنبہ آپؐ کو درد سر شروع ہوا پھر شدید بخار ہو گیا۔ ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ جو رومال حضورؐ نے سر مبارک پر باندھ رکھا تھا، میں نے اسے ہاتھ لگایا سینک آتا تھا۔ بدن ایسا گرم تھا کہ میرا ہاتھ برداشت نہ کر سکا۔ آپؐ بیماری میں بھی گیارہ یوم تک مسجد میں آکر نماز پڑھاتے رہے۔ بیماری کے کل ۱۳ یا ۱۴ دن تھے۔ (۲۳۸)

آپؐ علالت کے ابتدائی ایام میں حضرت میمونہؓ کے مکان میں تشریف فرما تھے لیکن جب مرض نے شدت اختیار کر لی تو آپؐ نے اپنی تمام ازواج مطہرات سے اجازت حاصل کر لی کہ بیماری کی باقی مدت حضرت عائشہؓ کے گھر گزاریں۔ وہاں آکر آپؐ نے حکم فرمایا کہ آپؐ کے جسم پر پانی ڈالا جائے کیونکہ آپؐ کو بخار تھا چنانچہ اس پر عمل کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا جو مسموم کھانا خیر میں چکھ لیا تھا میں اب تک اس کی تکلیف محسوس کرتا ہوں۔ (۲۳۹) گھر سے مسجد اور مسجد سے گھر تک آنے جانے سے آپؐ نے تمکین محسوس فرمائی اور اتنی کمزوری ہو چکی تھی کہ آپؐ مسجد میں نماز کی امامت بھی نہ فرما سکے اور اس وقت آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امامت کے لئے فرمایا اور ان کی امامت میں نماز ادا کی۔ آٹھ دو تین دنوں میں آپؐ کو اتنا شدید بخار ہو چکا تھا کہ درجہ حرارت ناقابل برداشت ہو رہا تھا۔ آپؐ اپنے ہاتھ کو پانی سے ٹھنڈا کرتے رہے اور تمارداری کے لئے آنے جانے والوں کو پہچان رہے تھے۔ (۲۵۰) مرض کی حالت یکساں نہ تھی، کبھی شدت ہو جاتی کبھی افادہ نظر آتا۔ ایک دن طبیعت کو ذرا سکون ہوا تو غسل فرما کر حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے سارے مسجد میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپؐ کی آہٹ پا کر پیچھے ہٹنے لگے۔ نبی کریمؐ نے اشارے سے منع فرمایا جب نماز ہو چکی تو آپؐ نے ایک خطبہ دیا۔ (۲۵۱) اس میں آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: میری آخری نصیحت یہ ہے کہ آپس میں رحمہ ہو کر رہنا۔ ایک دوسرے پر اعتماد کرنا اور خیر کی کوشش کرنا۔ یہی امور باعث فلاح ہیں۔ ان کے علاوہ سب کچھ فساد ہے۔ (۲۵۲)

رحلت سے ایک یوم قبل آپؐ نے غلاموں کو آزاد فرما دیا۔ گھر میں سات دن رنار موجود تھے۔ وہ غرامہ میں تقسیم فرما دیئے اور باقی کچھ نہ چھوڑا۔ آخری دن نماز صبح کے وقت نبی کریمؐ نے وہ پردہ اٹھایا جو عائشہ صدیقہؓ کے حجرے کے دروازے اور مسجد طیبہ کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ اس وقت نماز ہو رہی تھی تھوڑی

دیر تک حضور اکرمؐ اس پاک نگارہ کو جو حضورؐ کی پاک تعلیمات کا نتیجہ تھا، ملاحظہ فرماتے رہے، اس نگارہ سے رخ انور پر بشارت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس وقت وجہ مبارک ورق قرآن معلوم ہوتا تھا۔ (۲۵۳) اس وقت صحابہ کرامؓ کا شوق اور اضطراب سے یہ حال ہو گیا تھا کہ وہ چاہتے تھے کہ رخ پر نور ہی کی طرف متوجہ رہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ سمجھے کہ نبی کریمؐ کا ارادہ نماز میں تشریف لانے کا ہے۔ وہ پیچھے ہٹنے لگے تو آپؐ نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا، کہ نماز پڑھاتے رہو۔ یہی اشارہ سب کی تسکین کا موجب ہوا۔ پھر حضورؐ نے پردہ چھوڑ دیا۔ یہ نماز ابو بکر صدیقؓ ہی نے مکمل فرمائی۔

دن چڑھا تو پیاری بیٹی فاطمہ بتول علیہا السلام کو بلایا۔ کان میں کچھ بات کہی، وہ زو پڑیں۔ پھر کچھ اور بات کہی تو وہ ہنس پڑیں۔ بتول پاک سے روایت ہے کہ پہلی بات حضورؐ نے یہ فرمائی تھی کہ اب میں دنیا کو چھوڑ رہا ہوں اور دوسری بات یہ فرمائی تھی کہ اہل بیت میں سے تم ہی میرے پاس سب سے پہلے پہنچو گی (یعنی انتقال ہو گا) پھر حسن و حسین علیہما السلام کو بلایا۔ دونوں کو چوما اور ان کے احرام کی وصیت فرمائی۔ پھر ازواج مطہرات کو بلا کر انہیں صحیح فرمائیں۔

وفات شریف سے تھوڑی دیر پہلے سرور کائناتؐ کو حضرت عائشہ صدیقہؓ سارا دیئے ہوئے پس پشت بٹھی تھیں۔ پانی کا پیالہ حضورؐ کے سرہانے رکھا ہوا تھا۔ نبی کریمؐ پیالہ میں ہاتھ ڈالتے اور چہرہ پر پھیر لیتے تھے۔ اتنے میں عبدالرحمن بن ابوبکر صدیقؓ آگئے۔ ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ حضورؐ نے مسواک پر نظر ڈالی تو صدیقہؓ نے مسواک کو اپنے دانتوں سے نرم بنا دیا۔ حضورؐ نے مسواک کی پھر ہاتھ کو بلند فرمایا اور زبان قدسی سے فرمایا: **اللَّهُمَّ ارْتُقِ الْأَعْلَى**۔ جسم اطہر سے روح انور نے اعلیٰ عِلْم کی طرف پرواز کی۔ اللہ صلی علی سیدنا و مولانا محمد و علی آل سیدنا و مولانا محمد و بارک و سلم۔

وقت چاشت یوم دو شنبہ ۱۲۔ ربیع الاول ۱۱ ہجری تھا۔ اس وقت عمر مبارک ۶۳ سال قمری پر ۳ دن تھی۔ (۲۵۴) ڈاکٹر حمید الدین نے تاریخ وصال سن عیسوی کے مطابق ۸۔ جون ۶۳۲ء لکھی ہے۔ (۲۵۵)

اس صدمہ سے صحابہ کرامؓ کا جو حال ہوا وہ بیان سے باہر ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کو یقین ہی نہ آتا تھا کہ اللہ کے رسولؐ نے رحلت فرمائی۔ حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں آئے جسم اطہر دیکھا۔ منہ سے منہ لگایا۔ پیشانی کو چوما پھر مسجد میں آئے۔ وفات النبیؐ کا اعلان کیا۔ حضرت علی المرتضیٰؓ نے آپؐ کو غسل دیا۔ نماز جنازہ جہاں وصل شریف ہوا تھا، پہلے اہل بیت، پھر مہاجرین، انصار، مردوں، عورتوں اور بچوں نے ادا کی۔ دس دس شخص اندر جاتے تھے جب وہ نماز سے فارغ ہو کر باہر آتے پھر اور دس اندر جاتے۔ یہ سلسلہ لگاتار شب و روز جاری رہا۔ تہذیب کی روایت سے ظاہر ہے کہ نماز جنازہ ادا کرنے کی یہ تجویز حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دی تھی اور حضرت علی المرتضیٰؓ نے اس سے اتفاق فرمایا تھا۔ حجرہ شریف میں جہاں وصال شریف ہوا تھا۔ شب چہار شنبہ یعنی رحلت سے قریباً ۳۲ گھنٹہ بعد تدفین۔

جلی۔ (۲۵۶)

معراج شریف

۲۔ رجب ۱۰ سنہ نبوت کو آپؐ معراج سے سرفراز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ملکوت السموات

والارض کی سیر کرائی۔ پہلے مسجد الحرام سے بیت المقدس تک تشریف لے گئے۔ وہاں امام بن کر انبیاء کی جماعت کو نماز پڑھائی پھر آسمانوں کی سیر کی اور انبیاء سے ان کے مقامات پر ملتے ہوئے سدرہ المنتہیٰ اور بیت معمور تک پہنچے اور وہاں سے قرب حضوری خاص حاصل ہوا۔ (۲۵۷)

نبی کریمؐ عظیم میں سوئے ہوئے تھے۔ آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا کہ آپ کو عرش پر ملاقات کی دعوت دی ہے۔ جبرئیل نے براق کی لگام پکڑی۔ آپ سوار ہو کر بیت المقدس پہنچے پھر براق سے اتر کر مسجد اقصیٰ میں تشریف لے گئے۔ یہاں تمام انبیاء اور فرشتوں نے آپ کا استقبال کیا۔ پھر آپ کی امامت میں سب نے دو رکعت نماز ادا کی۔ مسجد اقصیٰ سے باہر نکلے تو جبرئیل علیہ السلام نے آپ کے سامنے دودھ اور شراب کے دو پیالے پیش کئے۔ آپ نے دودھ کا پیالہ اٹھا لیا۔ اس پر جبرئیل علیہ السلام نے کہا: آپ نے فطرت کو اختیار کیا۔

بیت المقدس سے آسمان کا سفر شروع ہوا۔ جبرئیل اب بھی ہمراہ تھے پہلے آسمان پر آدمؑ نے استقبال کیا۔ دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحییٰؑ تیسرے پر حضرت یوسفؑ چوتھے پر حضرت اوریسؑ پانچویں پر حضرت ہارونؑ چھٹے پر حضرت موسیٰؑ ساتویں پر حضرت ابراہیمؑ سے تعارف ہوا مزید آگے بڑھے تو سدرہ المنتہیٰ پر جبرئیل رک گئے اور کہنے لگے کہ میں اس سے ایک بال برابر بھی آگے جاؤں گا تو اللہ کا نور مجھے جلا دے گا۔ آپ اکیلے ہی آگے بڑھتے گئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اور آپ کے درمیان صرف دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ آپ خالق سے ہم کلام ہوئے۔ نور الہی کو دیکھا۔ اس سے باتیں کیں۔ اس موقع پر حضورؐ کو عطیات مرحمت کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی درخواست پر پچاس سے پانچ نمازیں کر دیں اور ثواب پچاس ہی کا رکھا۔ (۲۵۸)

اس سفر میں آپ نے آسمانوں پر حیرت انگیز عجائبات کی سیر کی اور جنت اور دوزخ کا نظارہ بھی کیا۔ معراج سے واپسی پر آپ نے اپنے آپ کو خانہ کعبہ میں پایا۔ آپ نے قبیلہ قریش کے لوگوں کو واقعہ سنایا تو تخت حیران ہوئے۔ انہوں نے آپ سے بیت المقدس کی کئی نشانیاں دریافت کیں تو آپ نے یوں کھول کر بیان فرمائیں جیسے سب کچھ آنکھوں کے سامنے ہو۔ (۲۵۹)

قاضی محمد سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں کہ میرا اعتقاد یہ ہے کہ معراج جسم کے ساتھ اور بحالت بیداری تھی۔ آج کل ٹائیکوسٹروجن کی طاقت سے ہوائی جہاز اور ان کے انڈر آوی اڑ رہے ہیں۔ اس لئے خداوند کریم کا اپنے نبی کو براق کی سواری پر ملکوت السموات کی سیر کرانا کوئی مشکل یا انوکھی بات نہیں ہے۔ براق برق سے مشتق اور الیکٹریٹی کی پوشیدہ طاقت کی جانب واضح اشارہ ہے۔ (۲۶۰) برق کی شرح رفتار ایک لاکھ چھیالیس ہزار میل فی سیکنڈ ہے اور روایات میں کہا گیا ہے کہ براق الہی تیز رفتار سواری تھی کہ جہاں حد نظر ختم ہوتی تھی وہاں اس کا پہلا قدم پڑتا تھا۔

قرآن میں ہے: **سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ یٰ اَعْبُدُہٗ** کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ عبد کا اطلاق جسم یا جسم اور روح دونوں کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔ صرف روح کو عبد نہیں کہتے۔ واقعات معراج میں آپ کا دودھ پینا براق پر سوار ہونا اور اس طرح کے دوسرے افعال کا تذکرہ موجود ہے۔ یہ سب جسمانی افعال

تھے، اس لئے معراج بھی جسمانی تھی وگرنہ خواب ہوتا تو اس کی تصدیق کیا مشکل تھی۔ (۲۶۱) نبی کریمؐ کا سراپا نوری جسم، جو شعاع آفتابی سے بھی کئی ہزار گنا زیادہ حرکت نفوذ رکھتا ہے، اس کا صاف شفاف آسمانوں سے گزرنا کونسا باعث تعجب ہے۔

معجزات نبویؐ

اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو معجزات عطا کرتا ہے جو روزمرہ زندگی کا خاصہ نہ ہونے کی وجہ سے عوام الناس کے لئے حیرت کا سبب بنتے ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں: آپؐ کے معجزات جو عام آدمی کے نزدیک خارق ہیں وہ بھی دس ہزار سے کم نہیں ہیں۔ ان میں سے سات ہزار سات سو قرآن مجید کے معجزات ہیں۔ محدثین و اہل سیرنے اپنے علم کے مطابق جو معجزات لکھے ہیں ان کی تعداد تین ہزار بنتی ہے۔ ایک ہزار معجزات امام سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں نقل کئے ہیں۔ (۲۶۲)

آپؐ کے معجزات مختلف عنوانات اور موضوعات پر بے شمار ہیں۔ ان معجزات کو میلاد ناموں میں بیان کیا گیا ہے۔ معجزہ شق قمر، ابتدا آفرینش سے لے کر قیامت تک کے تمام حالات و واقعات اور آثار کا بیان، کلید کعبہ کے بارے میں پیش گوئی، معرکہ بدر میں مسلمانوں کو پیشگی فتح کی بشارت کے علاوہ ستر کھار کے قتل ہونے کی اطلاع دینا، سلطنت کسریٰ کی فتح کی نوید، خسرو پرویز کی سلطنت کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا، مسلمانوں میں مال و زر کی کثرت کی نوید (بنو امیہ کے زمانے میں مسلمانوں میں مال و زر کی کثرت کا یہ عالم ہوا کہ صدقہ و خیرات قبول کرنے والا تلاش کرنے سے نہیں ملتا تھا)، حضرت جابرؓ کو کثرت مال و اسباب کی بشارت، اپنی وفات کی اطلاع، خارجیوں کے بارے میں پیش گوئی، حضرت علیؓ کے مصائب اور شہادت کی اطلاع، امام حسنؓ کی مصالحت، امام حسینؓ کے متعلق پیش گوئیاں، سووی نظام اور اس کے ہمہ گیر اثرات، جذبہ جہاد میں کمی، آپؐ کی دعا سے قریش کو قحط سالی سے نجات، حضرت عمرؓ کا اسلام قبول کرنا، مدینہ کی آب و ہوا کا معتدل بننا اور امت مسلمہ کے صبح کے کام میں برکت کی دعا وغیرہ۔

پانی، کھانا اور دودھ جیسی اشیاء میں افراط و کثرت کے لائق معجزات ہیں جیسے پیالے میں حضورؐ نے انگلیاں ڈالیں تو پانی فوارے کی طرح بننے لگا جس سے اسی (۸۰) کے لگ بھگ صحابہ کبارؓ نے وضو کیا اور پانی کی قلت محسوس نہ ہوئی، خشک کنواں اہل پرا، قلیل طعام پر حضرت جابرؓ کے گھر لشکر کی دعوت، چالیس افراد کو ایک پیالہ میں کھانا کھلانا اور ان کا سیر ہو کر کھانا، خشک بکری کا دودھ دینا وغیرہ۔

جسمانی بیماریوں سے شفا کے معجزات ہیں۔ حضرت علیؓ کی آنکھوں کا صحت یاب ہونا، حضرت مسلم بن اکوعؓ کا تلواری کا زخم ٹھیک ہونا، نابینا کو بصارت ملنا، حضرت جریدؓ کا ہاتھ ٹھیک ہونا اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی صحت یابی وغیرہ۔

آپؐ نے بے شمار غیب کی خبریں دیں۔ اس موضوع سے متعلق بھی ان گنت معجزات ہیں۔ قبروں پر خطاب کی اطلاع کے واقعات، زہر خوارنی کی پیشگی اطلاع، تم شدہ اونٹنی کے بارے میں خبر، غزوہ موتہ کے جنگ کی پیشگی خبر، شاہ حبشہ کی وفات کی بغیر کسی ظاہری ذریعہ اطلاع کے پیشگی اطلاع اور حضرت علیؓ کو

عورت سے خفیہ خط لانے کا حکم وغیرہ۔ آپ کے بے شمار معجزات ایسے بھی ہیں جن میں جانوروں اور مختلف اشیاء نے آپ کے احکام کی تعمیل کی اور آپ کو اپنا دکھ سکھ سنایا، سراقہ کا ٹھوڑا زمین میں دھنس گیا، احد پہاڑ کا ہلنا اور پائے مبارک کی ٹھوکر سے پہاڑ کا ساکن ہو جانا، درختوں کا چلنا، منبر کا ہلنا، عکاشہ کی چھتری کا کھوار بننا، سنگریوں کا شادت دینا، ستون حنظل کا روٹنا، پہاڑوں اور درختوں کا حضور کو سلام کرنا وغیرہ۔

تاریخ، سیرت اور احادیث کی کتابوں میں ایسے کئی واقعات ملتے ہیں جن میں ظالموں کو بے ادبی کی سزا مل کر رہتی تھی جیسے ابولسب اور اس کی بیوی کو سزا، ابوہنبل کا خوف زدہ ہونا، آپ کی تضحیک کرنے والوں ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل اور حارث بن قیس وغیرہ کا عبرت ناک انجام ہونا۔

آپ کے ذاتی کردار کا اعجاز ہے کہ دشمن اور کفار بھی آپ کی صداقت، امانت اور دیانت کے معترف تھے۔ قرآن حکیم بذات خود نبی کریم کا سب سے بڑا معجزہ ہے جو ہر زمانے میں لاکھوں مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ رہا ہے اور اسی طرح سینہ بہ سینہ ایک سے دوسری نسل کو منتقل ہوتا رہا اور سو فیصد اسی صورت میں موجود ہے اور قیامت تک ایسے ہی رہے گا۔ اس میں زیر زیر تک کا فرق آیا ہے اور نہ آئے گا۔ (۲۶۳)

اخلاق و عادات

تمام انسانوں میں انبیاء کا مقام سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے مگر سر تاج انبیاء حضور اکرم کی ذات اقدس میں پاکیزہ اخلاق اور اعلیٰ اوصاف اس کمال اور جامعیت کے ساتھ پائے جاتے ہیں کہ آج تک نہ کسی ایک فرد میں جمع ہوئے اور نہ آئندہ ہوں گے۔ جب تک یہ آفتاب و ماہتاب روشن ہیں اور جب تک کائنات کی ہستی کو بقا ہے، حضور اکرم کے مکارم اخلاق کی تابانی اور ضیاء باری ہمیشہ ہمیشہ قائم و دائم رہے گی۔ (۲۶۴)

آپ کے اخلاق و محاسن اور صفات و محامد کی چمک ایسی نمایاں ہے جیسے ریت میں کندن، مظلومی و بیچارگی اور قوت و شوکت کی متضاد حالتوں میں یکساں سادگی کے ساتھ زندگی بسر کرنے والا صرف وہی ہو سکتا ہے جس کے دل پر ناموس الہی نے قبضہ کر لیا ہو اور اسے علاقہ دنیوی سے پاک کر دیا ہو۔ آپ کی حیات مبارکہ کے واقعات ہر ملک اور ہر طبقہ کے افراد کے لئے بہترین نمونہ اور مثال ہیں۔ (۲۶۵)

نبی کریم کی نسبت فریچ پروفسر سیڈیو لکھتا ہے:

”آنحضرتؐ شدہ رو، فطسار، اکثر خاموش رہنے والے، لغویات سے دور، بیہودہ پن

سے نفور، بہترین رائے اور بہترین عقل والے تھے۔“ (۲۶۶)

انصاف کے معاملے میں سب سے برابری فرماتے، مساکین سے محبت فرماتے، غریبوں میں رہ کر خوش ہوتے، کسی فقیر کو اس کی تنگ دستی اور مفلسی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھتے اور کسی بادشاہ کو بادشاہی کی وجہ سے بڑا نہ جانتے تھے۔ اپنے پاس بیٹھنے والوں کی تالیف قلوب فرماتے۔ جاہلوں کی حرکات پر صبر فرماتے۔ کسی شخص سے خود نہ علیحدہ ہوتے جب تک کہ وہ از خود نہ چلا جاتا۔ صحابہ سے کمال محبت فرماتے۔ سفید زمین پر (بلا کسی مسد و فرش کے) نشست فرمایا کرتے، اپنے جوتے کو خود گانٹھ لیتے اور اپنے کپڑے کو خود پیوند لگا

لیتے تھے۔ دشمن اور کافر سے بھی کشادہ پیشانی سے ملتے۔ (۲۶۷)

امام غزالی لکھتے ہیں: نبی کریمؐ مویشی کو چارہ خود ڈال دیتے۔ اونٹ باندھتے، گھر میں صفائی کر لیتے، بکری دودھ لیتے۔ خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے، خادم کو اس کے کام کاج میں مدد دیتے، بازار سے چیز خود جبا کر خرید لیتے، خود اسے اٹھا لیتے، ہر اونٹنی و اعلیٰ چھوٹے بڑے کو سلام کرنے میں پھل فرماتے، جو کوئی ساتھ ہو لیتا اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر چلتے، غلام و آقا، صحابی و ترکی میں ذرا تفاوت نہ فرماتے، رات دن کا لباس ایک ہی رکھتے، کیسا ہی کوئی حقیر شخص دعوت کے لئے کہتا، قبول فرما لیتے۔ جو کچھ کھانا سامنے رکھ دیا جاتا اسے بر غبت تناول فرماتے، کھانے میں سے شام کے لئے بچا کر نہ رکھتے، نیک، خو، کریم الطبع، کشادہ رو تھے مگر ہنستے نہ تھے اندوہ نہیں تھے، مگر ترش رو نہ تھے۔ متواضع، جس میں دنایت نہ تھی۔ باہمیت جس میں درشتی نہ تھی، مٹی تھی، مگر اسراف نہ تھا۔ ہر ایک پر رحم فرمایا کرتے۔ کسی سے طبع نہ رکھتے۔ سر مبارک کو جھکائے رکھتے تھے۔ (۲۶۸)

جو کوئی شخص نبی کریمؐ کے سامنے یکبارگی آجاتا وہ ہیبت زدہ ہو جاتا اور جو کوئی پاس آ بیٹھتا وہ فدائی بن جاتا۔ کنبہ والوں اور خادموں پر بہت زیادہ مہربان تھے۔ حضرت انسؓ نے دس سال تک خدمت کی اس عرصہ میں انہیں کبھی اف تک نہ کہا۔ زبان مبارک پر کبھی کوئی گندی بات یا گالی نہیں آتی تھی۔ نہ کسی پر لعنت کیا کرتے۔ دوسرے کی ازیت و آزار پر نہایت صبر کیا کرتے۔ مخلوق خدا پر نہایت رحم فرماتے۔ ہاتھ یا زبان مبارک سے کبھی کسی کو شرنہ پہنچا۔ قوم کی اصلاح و درستی پر توجہ فرماتے ہر شخص اور ہر چیز کی قدر و منزلت سے آگاہ تھے۔ (۲۶۹)

نبی اکرمؐ مطہر کو بشارت دیتے، عاصی کو ڈر سناتے، بے خبروں کو پناہ دیتے، معافی مانگنے والے کو معاف فرماتے، گنہگار کو بخش دیتے۔ ان کی تعلیم اندھوں کو آنکھیں، بہروں کو کان اور غافل دلوں کے پردے اٹھا دیتی ہے۔ نبی کریمؐ ہر خوبی سے آراستہ، جملہ اخلاق فاضلہ سے متصف، سیکنے ان کا لباس، نکوئی ان کا شعار، تقویٰ ان کا ضمیر، حکمت ان کا کلام اور عدل ان کی سیرت ہے۔ ان کی شریعت سراپا راستی، ان کی ملت اسلام اور ہدایت ان کی رہنما ہے۔ وہ ضلالت کو اٹھا دینے والے، گنہگاروں کو رخصت بخشنے والے، مجہولوں کو باہور کر دینے والے، قلت کو کثرت اور تنگ دستی کو غنا سے بدل دینے والے ہیں۔

آپؐ نہایت شیریں کلام اور بکمال فصیح تھے۔ گفتگو ایسی دل آویز ہوتی تھی کہ سننے والے کے دل و دماغ پر قبضہ کر لیتی تھی۔ سلسلہ سخن ایسا مربوط ہوتا تھا جس میں لفظاً و معناً کوئی غلط نہ ہوتا۔ الفاظ ایسی ترتیب سے ادا فرماتے کہ اگر سننے والا چاہے تو الفاظ کا شمار کر سکتا تھا۔ (۲۷۰)

آپؐ کبھی کھل کر نہ ہنستے تھے۔ تبسم فرماتا ہی آپؐ کا ہنسا تھا۔ نماز تہجد میں با اوقات رو پڑتے۔ کبھی کسی شخص کی وفات پر آبدیدہ ہو جاتے۔ نبی کریمؐ کے فرزند ابراہیم سلام اللہ علیہ شیر خوارگی میں گذر گئے تھے جب انہیں قبر میں رکھا گیا تو حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ (۲۷۱) مریضوں کی عیادت فرماتے، عیادت کے وقت مریض کے پاس بیٹھ جاتے۔ بیمار کو تسلی دیتے۔ (۲۷۲) زمین یا منبر پر کھڑے ہو کر یا مشرہو پتھر پر سوار ہو کر خطبہ فرمایا کرتے، ایسے خطبہ جمعہ کے دن ہی پر موقوف نہ ہوتے بلکہ جب ضرورت اور

موقع ہوتا تب ہی کلام پاک سے لوگوں کو مستفید فرما دیا کرتے تھے۔ (۲۷۳) صدقہ کی کوئی چیز ہرگز استعمال نہ کرتے البتہ ہدیہ قبول فرماتے۔ بچوں کے قریب سے گذرتے تو ان کے سر پر ہاتھ رکھتے۔ انہیں گود میں اٹھا لیتے۔ بوڑھوں پر عنایت کرتے اور ارباب فضل کی قدر و منزلت فرماتے۔ کسی کی بات کبھی قطع نہ فرماتے۔ مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے۔ (۲۷۴)

دشمنوں پر بھی رحم فرماتے، مسائل کو کبھی رو نہ فرماتے، غریبوں کی دشگیری، ہمسایوں کی خبر گیری، اور حاجت مندوں کی مدد کرتے، جوہ و کرم، شرم و حیا، صبر و حلم، سخاو و رحم، صدق و امانت، عدل و انصاف، حکمت و فراست، شجاعت و بسالت، ثبات و استقلال، جنگی قیادت، توکل علی اللہ، صلہ رحمی، زندہ دلی و شفقت مزاجی، وقار و متانت، تواضع و انکسار، ایثار و حسن سلوک، حسن معاشرت و خوش خلقی، محبت و شفقت اور ان جملہ خصائص میں آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ قرآنی تعلیمات کا سب سے مکمل اور اعلیٰ عملی نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تعلیمات و ارشادات

نبی کریم کی تعلیم پاک، اعتقادات، عبادات، معاملات، عبادات، احسانات وغیرہ کا ایک بحرِ ناپیدا کنار ہے۔ آپ کی برتری کا مدار اسی تعلیم پر ہے۔ آپ کا فرمان ہے: اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ بنائیں۔ بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جب وہ اللہ کا حق ادا کریں تب وہ انہیں عذاب میں مبتلا نہ کرے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: خدا نے اس کتاب میں جو اس کے پاس عرش پر ہے یہ لکھ رکھا ہے: میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو کچھ خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ قابل رشک وہ شخص ہے جسے اپنا مال جائز جگہ خرچ کرنے کی توفیق ملی ہو۔

آپ نے ارشاد فرمایا: اندھا وہ ہے جس کا دل اندھا ہے۔ حرام چیزیں طیب نہیں اور طیب چیزیں حرام نہیں۔ انسان کا اشرف ہونا ہی رو شرک کی دلیل ہے۔ انسان کو ہر ادنیٰ ہستی سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ بہترین شخص وہ ہے جو نسل انسانی کا خیر خواہ ہے۔ رحمن کے بندے بخیل و سرف نہیں ہوتے۔ اللہ کے نزدیک ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ان لوگوں کے لئے ہیں جو ایمان لائے ہیں اور رب پر توکل رکھتے ہیں۔ گناہوں اور بے حیائی سے پرہیز کرتے ہیں۔ غصے میں درگزر کرتے ہیں۔ اللہ کے احکام کو قبول کرتے ہیں۔ نماز قائم رکھتے ہیں۔ اللہ کے عطا کردہ رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔ دوسرے کی طرف سے حملہ ہونے پر صرف اپنا بدلہ لیتے ہیں۔ دوسرے کی زیادتی معاف کرنے والے کا ثواب اللہ کی قدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ نسل انسانی پر ظلم کرنے والے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ بڑی بلند ہستی ہے جو شخص کسی دوسرے کی زیادتی پر صبر کرتا ہے اور معاف کر دیتا ہے۔ انسان کی ذاتی کوشش ہی کامیابی کے لئے شمر جتی ہے۔ دنیوی عروج میں آخرت کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ افتراء اور جھوٹ ایمان

کی ضد ہے۔ آپ نے قسم کھانے کی ممانعت فرمائی۔ لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی تاکید فرمائی۔ حاکمان عدالت کے لئے صاحب علم ہونا ضروری ہے۔ نقص امن کی ممانعت فرمائی۔ ظلم باعث زوال ہے۔ جنگ کے لئے تیار رہنا ہی جنگ سے بچنے کی تدبیر ہے۔ دین کی دعوت دینے والی جماعت کا قیام ضروری ہے۔ آپ کا فرمان ہے: عسارت بازی اختیار کرو۔ باہمی محبت کو بڑھاؤ۔ ممان کی عزت کرو۔ مال و حسن میں کمتر لوگوں کو بھی دیکھو۔ شدہ زور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو تمام لیتا ہے۔ قیدیوں، مسکینوں، بیماروں سے اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا۔ ادائے قرضہ کی فضیلت بیان فرمائی۔ شریعت سے مقصود انسان کی تکمیل ہے۔ ہمسایہ کو ایذا دینے کی ممانعت فرمائی۔ حیوانات سے ہمدردی کا حکم دیا۔ موجودات عالم انسان کے فائدے کے لئے ہیں۔ درخت لگانا کارِ ثواب ہے۔ بحری تجارت خصوصاً نفع بخش ہے۔ سیاحت سے فہم بڑھتا ہے اور معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔

نیز آپ نے اطاعت والدین کی تاکید فرمائی۔ لوندیوں کو تعلیم دینے کا حکم دیا۔ غیر مسلم اور زیر معاہدہ اقوام کی حفاظت کا حکم دیا۔ وارثوں کے لئے ورثہ چھوڑنے کی فضیلت بیان فرمائی۔ بدگمانی کو عادت بنانے سے منع فرمایا۔ غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہے۔ کسی کو رنگ و نسل کی وجہ سے برتری حاصل نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: معرفت میری اصل پونجی ہے۔ میرے دین کی جز عقل ہے۔ محبت میری بنیاد ہے۔ شوق میری سواری ہے۔ اللہ کا ذکر میرا مونس ہے۔ اعتماد الہی میرا خزانہ ہے۔ اندوہ دل میرا رفیق ہے۔ میرا ہتھیار علم ہے۔ صبر میرا شاندار لباس ہے۔ رضا الہی میری قیمت ہے۔ عاجزی میرا فخر ہے۔ زہد میرا پیشہ ہے۔ یقین میری روزی ہے۔ صدق میرا ساتھی ہے۔ طاعت کرنا میری عزت ہے۔ جہاد میری خصلت ہے۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ (۲۷۵)

میلاد ناموں کے موضوعات

اساسی اور بنیادی موضوعات: ولادت مقدسہ کا بیان، مانوی موضوعات: حیات طیبہ کے نمایاں پہلو اور صاف عالیہ اور محمد جلیلہ، تعلیمات و ارشادات، بعثت سے قبل عرب کی حالت زار، استقامت و استقامت اور طہی، درود و سلام، تثنیٰ کریم بطور محسن انسانیت۔

میلاد ناموں کے اساسی اور بنیادی موضوعات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مقدسہ، نور محمدی کی کرامات، شب ولادت کے واقعات عجیبہ، میلاد شریف کی خوشی پر تسبیح و تہلیل، نسب نامہ مبارک، شیر خوارگی اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پرورش پانے کا احوال، درود شریف کی برکات اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی شان کا بیان ہیں۔

میلاد ناموں میں مانوی طور پر آپ کی حیات طیبہ کے نمایاں پہلو بچپن، ہوش و تمیز، جوانی، تجارت، آمد و رفت، شادی، احباب، قبل نبوت، قریش کی لڑائی اور قریش کے معاہدے میں شرکت، امین بننا، خانہ کعبہ میں پتھر نصب کرنا، عزت نشینی، غار حرا اور وحی کا نزول، اسلام کا ظہور، دعوت و تبلیغ، مخالفت، سفر طائف، سراج، ہجرت، غزوات، صلح حدیبیہ، دعوت اسلام کے نامہ و پیام، اسلام کی اشاعت، تکمیل دین، حجتہ الوداع

اور وفات کے احوال کا بیان ہے۔

آپ کے اوصاف عالیہ اور مخلصہ جلیلہ، آپ کے معجزات و مبشرات کا تو صیغی انداز میں ذکر، معجزہ رجعت، شمس و شفق القمر، کنکریوں کا کلہ پڑھنا، حیوانات و نباتات کا سجدہ کبریٰ کرنا، بتوں کی فریاد اور سر کے بل گریا اور واقعہ معراج، آپ کا علیہ و سراپا اقدس، آپ کے اخلاق حسنة کی تفصیلی جزئیات مثلاً استقامت عمل، حسن خلق، حسن معاملہ، عدل و انصاف، جود و سخا، ایثار، مہمان نوازی، گد آگری سے نفرت، صدقے سے پرہیز، حقے قبول کرنا، سادگی اور بے تکلفی، عیب جوئی نہ کرنا، امارت پسندی اور دکھاوے سے پرہیز، مساوات، تواضع، بے جا تعظیم اور مدح کی ناپسندیدگی، شرم و حیا، اپنے ہاتھ سے کام کرنا، عزم و استقلال، شجاعت، راست گفتاری، ایٹائے عمد، زہد و قناعت، حق و علم، دشمنوں سے درگزر اور حسن سلوک، کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ برتاؤ، غریبوں کے ساتھ محبت و شفقت، جانی دشمنوں کے حق میں دعائے خیر، بچوں پر شفقت، مستورات کے ساتھ اچھا برتاؤ، حیوانات پر رحم، عیادت و تعزیت، رقتیں قلبی، لطف طبع، اولاد سے محبت، ازواج مطہرات کے ساتھ حسن سلوک اور عام محبت و رحمت کو بیان کیا گیا ہے۔

آپ کے مقصد نبوت کے باب میں آپ کی تعلیمات، خطبات، ارشادات، تحریک اسلامی کا تذکرہ اور تبلیغ و ترویج اسلام کے سلسلہ میں آپ کی مساعی جلیلہ، آپ کی مجلس کے تحت موضوعات (دربار نبوت، مجالس ارشاد، آداب مجلس، اوقات مجلس، عورتوں کے لئے مخصوص مجالس، طریقہ ارشاد، مجالس میں قلمگسائی، فیض محبت، طرز بیان، خطبات کی نوعیت، خطبات نبوی کی تائید) اور آپ کی عبادات کے تحت موضوعات (نماز اور دعا، روزہ، زکوٰۃ، صدقہ، حج، یاد الہی، میدان جنگ میں یاد الہی، گریہ و بکا، صبر و شکر) وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔

مدح رسول کے بیان میں میلادیہ نعیتیں ہیں۔ ان میلادیہ نعیتوں میں آپ کے حسب نسب، خاندانی شرف، نسلی امتیاز و بزرگی، ہمدردی و غم خواری، جمال ظاہری و باطنی، ایٹائے عمد، آپ کے خصائل و شمائل کی توصیف و ستائش کے علاوہ آپ کا باعث تخلیق کائنات ہونا، آپ کا نولامن نور اللہ ہونا، آپ کا صاحب خلق عظیم ہونا، آپ کا خاتم النبیین اور رحمتہ للعالمین ہونا، غرضیکہ آپ کے حوالے سے تہذیبی و سماجی، تمدنی و معاشرتی، معاشی و اقتصادی اور سیاسی و تاریخی بے شمار پہلو اور مباحث در آئے ہیں۔

دوسرے انبیاء کے اخلاق و اوصاف مثلاً آدم کا خلق، شیث کی معرفت، نوح کی شجاعت، ابراہیم کی دوستی، اسماعیل کی زبان، اسحاق کی رضا، صالح کی فصاحت، موسیٰ کے معجزات، ایوب کا صبر، یونس کی اطاعت، یوشع کا جہاد، داؤد کی آواز، دانیال کی محبت، الیاس کا وقار، یحییٰ کی پاکدامنی اور عیسیٰ کے زہد وغیرہ کے مقابلے میں آپ کو مجموعی طور پر سب صفات کا عطا ہونا اور سب انبیاء پر آپ کی فضیلت و برتری کو موضوع بنایا گیا ہے۔

میلاد نگاروں نے آپ کے تذکار مبارکہ کے سلسلے میں آپ کی عادات و معمولات اور متعلقات کے ذرا ذرا سے پہلوؤں کو بھی اہتمامی عقیدت و احترام سے میلاد ناموں کا موضوع بنایا ہے۔ آپ کی مہربانیت، علیہ مبارک، لباس، خوراک، طریقہ طعام، رفتار، گفتار اور خندہ و تبسم کی جزئیات تک کا ذکر ملتا ہے۔

آپ سے والمانہ محبت و شفقتی کے سبب آپ کے مناسبات لباس و پوشاک خود و زرہ، انگوٹھی، عین، احاب، بیسٹہ اور نقش پا کو بھی موضوع بنا کر ان کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ غرضیکہ آپ سے تعلق رکھنے والی ہر چیز مثلاً مدینے کی گلیاں اور کوپے، در و دیوار، خاک راہ، سگان کوچہ و بازار، سنگ در اقدس، روضہ اقدس اور اس کی سنہری جالیاں، اور مسجد نبویؐ کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔

ضمنی موضوعات میں آپ کی بعثت سے قبل عرب کی حالت، تہذیب و تمدن عادات و معاشرت، سرزمین عرب کا جغرافیہ، پہاڑ، ریگستان، موسم، آب و ہوا عرب کی تاریخ، اور ان کے قومی و معاشرتی مسائل جس میں بیکاری، کابلی، جوا، شراب کی عادت، خود ستائی اور دوسری قوموں کی تحقیر، بت پرستی، توہم پرستی، پتھر، درخت، چاند، سورج، دریا، پہاڑ وغیرہ کی پوجا، انسانی حقوق کے لئے کسی ضابطہ کا نہ ہونا، قتل انسانی، رزنی، جس بے جا، تصرف ناجائز، مداخلت بے جا، عورتوں کو جبراً بھاگ بھاگ لے جانا، بیٹیوں کو زندہ پیوند خاک کر دینا، عرب کے عیسائیوں کا مریمؑ کو خدا کی بیوی اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہنا، بت پرستوں کا لات و عزلی کو مونث خدا کہنا، لکھنے پڑھنے سے بے خبر، علوم سے بے بہرہ، فنون سے عاری، تمدن سے ناواقف، ظلم اور دھریے اور ان جملہ عیوب اور مذاہب باطلہ کے مجموعہ افراد و معاشرہ کی حالت زار کا بیان شامل ہے۔

میلاد ناموں کا ایک اہم موضوع نبی کریمؐ کے حضور اپنے آلام و مصائب اور مشکلات و مسائل کا اظہار کر کے آپ سے حاجت طلبی ہے۔ آپ کے حضور استغاثہ و استمداد اور آپ کے حضور مشکل کشائی کے لئے آپ کی بارگاہ رحمت میں سوال، رفع مشکلات، شفا، امراض، حصول مقاصد اور مصائب کے مداوا کے لئے رسالت ماب سے فریاد اور عرضداشت پیش کرنا، شہر مدینہ میں حاضری اور زیارت کی تڑپ، روضہ رسولؐ پر درود و سلام پڑھنے کی شدت سے تمنا اور آرزو کا اظہار، مدینہ سے دوری کے سبب ہوا کے ذریعے آپ تک سلام و فریاد رسائی، اپنے حسیاں پر ندامت کا اظہار، شفاعت طلبی، مدینہ میں دفن ہونے کی شدید خواہش اور خواب میں دیدار کی آرزو جیسے مضامین موجود ہیں۔

آپ پر درود و سلام بھیجنا حکم خداوندی اور مقبول ترین عبادت ہے۔ قرآن حکیم کے تتبع میں مثلاً ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبیؐ بلہما النین انوا صلوا علیہ و سلموا تسلیماً (احزاب ۴۳: ۵۶) بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر، اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو، میلاد ناموں میں صلوات و سلام کو ایک مستقل موضوع کے طور پر حصول ثواب اور شفاعت طلبی کے جذبہ کے تحت شامل کیا گیا۔ یہ میلاد میں منظومات کا نقطہ عروج ہے۔ نبی کریمؐ کی بارگاہ اقدس میں سلام لکھنے اور پڑھنے کے نئے نئے اسلوب وضع ہوئے۔ حضورؐ کے اوصاف کے ذکر جمیل میں شاعر کا جذبہ عقیدت و محبت درود و سلام کے موضوعات میں بھی کارفرما نظر آتا ہے۔

میلاد ناموں کا موضوع نبی کریمؐ کے محاسن، آپ کی صفات و تعلیمات اور خصائل و شمائل کے تذکار تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ اس میں ہر دور کے تہذیبی و معاشرتی، سماجی و ملی اور سیاسی و تاریخی احوال و واقعات بھی شامل کئے گئے۔ اسلام کی شوکت و عظمت اور ادبار و زوال کی داستان کو بھی موضوع بنایا گیا، جیسا کہ ڈاکٹر ریاض مجید نے لکھا ہے:

”آپ کی رسالت تمام بنی نوع انسان کے لئے ہے۔ آپ اقوام عالم کے لئے رحمت اور پوری انسانیت کے محسن بن کر آئے لہذا آپ کے فیضان رسالت اور پیغام نبوت کو کسی ایک قوم یا زمانے تک محدود نہیں رکھا جاسکتا۔ عصر حاضر میں روشن خیالی، انسانی مساوات، مواخات اور آفاقی تصورات کے جو چرچے ہو رہے ہیں اور انسان ترقی کی جو منزلیں طے کرتا نظر آ رہا ہے۔ اس کے پس منظر میں آپ ہی کی اعلیٰ شخصیت اور روشن تعلیمات کار فرما ہیں۔“ (۲۷۶)

اس لحاظ سے انسانی زندگی، تہذیب و ثقافت، معاشرت و سیاسیات پر جو خوشگوار اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ ان کا عکس میلاد ناموں میں نظر آتا ہے۔ جس موضوع یا مضمون میں بالواسطہ یا بلا واسطہ نبی کریم کی ولادت و سیرت کا کوئی حوالہ آجائے تو وہ میلاد النبی میں شامل ہے۔ میلاد نگاروں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، خلفائے راشدین، اہل بیت اور صحابہ کبار کی منقبت کو بھی ضمنی طور پر موضوع بنایا ہے۔

حضور اکرم کی سیرت مقدسہ نے جس طرح اپنے اصحاب کے ذہن و کردار کو جلاء و نضیاء بخشی اور ان کی تہذیب و تربیت کے نتیجہ میں صحابہ کرام کے بعد تابعین، تبع تابعین، آئمہ کرام اور اولیائے عظام اور بزرگان دین کا ایک لامتناہی سلسلہ نظر آتا ہے۔ جن کی شخصیت و کردار کی تکمیل میں کسی نہ کسی صورت میں حضور اکرم کے فیضان تعلیمات اور اسوہ حسنہ کی معجز نمائی اور کار فرمائی واضح طور پر نظر آتی ہے۔ اس سبب سے میلاد ناموں کی ابتداء میں حمد و ثنا، مناجات، خلفائے راشدین، اہل بیت اور دیگر بزرگان دین اور اولیائے کرام کی فضیلت اور منقبت کی جزوی طور پر جھلکیاں مل جاتی ہیں۔ اور ان میں استغاثہ و استمداد کے انداز میں بہر حسن و حسین اور غوث اعظم محی الدین کے واسطے کے مضامین منقبت مل جاتے ہیں۔

نبی کریم کی مدح میں جمال ظاہری کے مضامین کے علاوہ آپ کے معنوی احسانات کا ذکر شعراء نے اس جذبہ کے تحت کیا ہے کہ آپ کی ذات گرامی سے محبت و وابستگی حاصل دین، پیمانہ ایمان اور اخلاص و صداقت کا معیار ہے۔ یہ تعلق جس قدر پختہ، گہرا اور راسخ ہو گا، اسی درجہ اللہ تعالیٰ کی معرفت، توحید میں پختگی اور ایمان میں ثابت قدمی نصیب ہوگی۔

عصری تقاضوں کے پیش نظر میلاد ناموں کے موضوعات میں رنگا رنگی پیدا ہوئی۔ کسی زمانے میں آپ کی سیرت و سوانح کو مجلسی ضروریات کے تحت منظوم کرنے کی سعی بلیغ ہوئی تو کہیں اہل سنت و الجماعت کے میلاد نگاروں نے نورانیت مصطفیٰ کے مضامین کو پر زور طریقے سے بیان کیا۔ حالی اور سرسید نے روایتی مذہبی جوش اور جذبے سے مولود لکھے اور مہر شاہ جہان پوری نے حوالہ جات کا پورا اہتمام کیا تاکہ کوئی قول بے سند نہ رہے، کسی زمانے میں سریائے اقدس اور خصائل و شمائل کو بیان کیا گیا تو فقہ قادیانیت کے دور میں حضور کے خاتم النبیین ہونے کے پہلو پر زور دیا گیا۔ کسی نے معجزات کو نمایاں طور پر بیان کیا تو کسی نے بشریت کے پہلو کو واضح کیا۔ اس طرح میلاد ناموں کے بنیادی موضوع تو وہی رہے مگر زمانے اور ماحول کے زیر اثر دیگر موضوعات بھی شامل ہوتے رہے۔

میلاد ناموں کے موضوعات کا خلاصہ یہ ہے کہ ان میں حضور نبی کریم کی ولادت مبارکہ کے تفصیلی

احوال، آپ کی سیرت طیبہ کے نمایاں پہلو از ولادت تا وصال، 'مجزات و مبشرات'، عادات و معمولات،
نصائل و شمائل، تعلیمات و ارشادات، عیال پر ندامت اور شفاعت طیبی و خیر جوئی، شہرہ میں حاضری
اور زیارت کی ترتیب، اور ورود و سلام جیسے متنوع موضوعات و مضامین کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

[The following text is a faint, mirrored bleed-through from the reverse side of the page, appearing upside down and difficult to decipher.]

میلاد ناموں کا فن

مقتضیات فن، نزاکت موضوع، حفظ مراتب اور حدود شریعت، حقیقت نگاری، میلاد ناموں کے انداز، میلاد ناموں کے مختلف آہنگ، میلاد ناموں کے اجزاء، فنی عناصر، سرایا نگاری، کردار نگاری، واقعات نگاری، محاکات نگاری، تاثیر و روانی اور سامعین کی دلچسپی، تحقیق واقعات کی بجائے تاثیر و تاثر پر توجہ، محاسن شعری، میلاد اور سیرت، میلاد اور نعت، میلاد اور پروچینڈا ادب، میلاد میں درود و سلام، میلاد میں استعداد و استغاثہ کا انداز، میلاد ناموں میں مناقب اہل بیت، مضامین میلاد پر مقامی تمدنی اثرات، میلاد کے فن پر ہندی اثرات، قدیم و جدید اسلوب میلاد، میلاد بلحاظ حقیقت، میلاد بلحاظ مشابہت، میلاد بلحاظ بانی محفل، میلاد بلحاظ مولود خواں، میلاد بلحاظ سامعین، میلاد بلحاظ استدلال، میلاد بلحاظ عقیدہ، قیام میلاد بلحاظ عمل و استدلال، آداب محفل میلاد، ممنوعات محفل میلاد، میلادی روایات کا تجزیہ، میلاد ناموں کا مخصوص لب و لہجہ، میلاد ناموں کی ہیئتوں کا تنوع۔

مقتضیات فن

میلاد نگاری بادی النظر میں بہت آسان اور سہل نظر آتی ہے لیکن اس کی فنی اور موضوعاتی اہمیت پر پوری توجہ مرکوز کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے مقتضیات کو مد نظر رکھنا، لوازمات کو پورا کرنا، موضوع سے عمدہ برا ہونا اور مجلسی تقاضوں کو بھی پورا کرنا اتنا آسان اور سہل نہیں ہے۔ صرف انہیں میلاد نگاری کی اہمیت کا اندازہ ہے جو نبی کریمؐ کے ادب و احترام سے پوری طرح واقف ہیں۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے:

ہزار بار بشویم وہن ز مشک و گلاب
ہوز نام تو گسختن کمال بے ادبیت

نزاکت موضوع

نبی کریمؐ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ حیطہ بشریت سے نہایت بلند اور ارفع ہیں۔ انسان کی طاقت نہیں کہ آپؐ کے محامد کو صحیح طور سے ادا کر سکے۔ بقول ڈاکٹر اے۔ ڈی نسیم "جس ہستی پر خدا خود درود بھیجتا ہے، انسان کی کیا مجال کہ اس کی تعریف کا احاطہ کر سکے۔" (۲۷۷) میلاد النبیؐ کا موضوع ہماری زندگی کا ایک نہایت عظیم اور وسیع موضوع ہے اور ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے بقول "اس کی عظمت و وسعت کی حدیں ایک طرف عبد سے اور دوسری طرف معبود سے ملتی ہیں۔" (۲۷۸) اس لئے ذرا سی لغزش حدود

کفر میں داخل کر سکتی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں: ”میلاد لکھنا بہت مشکل کام ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی وھار پر چلنا ہے، اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کئی کرنا ہے تو تنقیر ہوتی ہے البتہ حمد آسان ہے، اس میں راستہ صاف ہے۔“ (۲۷۹) اس لئے میلاد نگاروں سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ موضوع کی نزاکت اور اہمیت کو مد نظر رکھیں گے۔ میلاد نگاری میں نبی کریمؐ سے والمانہ عقیدت و شیستگی کو میلاد کے لوازمات میں اساس اور بنیاد کا درجہ حاصل ہے۔ اس موضوع پر لکھتے ہوئے فصیح و بلیغ، جامع الفاظ اور پاکیزہ زبان و بیان کا سہارا لینا واجب اور امر لازم ہے۔

حفظ مراتب اور حدود شریعت

میلاد نگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپؐ کے حفظ مراتب اور ادب و احرام کو ملحوظ رکھے جس کا حکم قرآن نے دیا ہے۔ اور آئمہ نے بھی اسے دہائی قرار دیا ہے: ”لَا تَوْلَمُوا صَوَانِكُمْ لَوْ صَوَّتِ النَّبِيُّ (البحر: ۳۹)“ (اے ایمان والو!) اپنی آواز کو نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو۔“

اس لئے میلاد نگار کو چاہئے کہ وہ توحید و رسالت، الوہیت و عبودیت اور خدا اور رسولؐ کے حفظ مراتب کو کسی طرح نظر انداز نہ کرے۔ سب سے بڑی لغزش الوہیت اور نبوت کی حدود کو سمجھنے میں ہوتی ہے۔ معین الدین احمد ندوی لکھتے ہیں:

”اس قسم کی لغزشیں زیادہ تر صحیح اسلامی تصورات سے ناواقفیت اور غلو کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ نبوت و عبودیت کا کمال اس میں نہیں ہے کہ بندے اور نبی کو خدا بنا دیا جائے بلکہ اس کا اصلی کمال یہ ہے کہ نبی جامہ بشریت میں رہتے ہوئے عبودیت اور نبوت کا ایسا کامل نمونہ ہو کہ اس کے بعد کمال کا کوئی درجہ تصور میں نہ آسکے۔“ (۲۸۰)

میلاد نگاری اس امر کی بھی متقاضی ہے کہ موضوع کے جملہ تقاضوں کے مطابق میلاد نگار علم شریعت سے بھی پوری طرح باخبر ہو۔ بظاہر میلاد کا موضوع نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ اور آپؐ کی سیرت طیبہ کے چند روشن گوشوں کو بیان کرنے تک محدود نظر آتا ہے لیکن اس میں پوری سیرت اور سیرت کے توسط سے آپؐ کا حلیہ اقدس، واقعہ معراج و معجزات، شمائل و فضائل، معمولات و عبادات نبوی، اخلاق نبوی، آداب مجالس نبوی اور حسن معاملہ سے لے کر زہد و قناعت، رحم و مروت، شفقت و محبت، عدل و انصاف، عیادت و تعزیت، رحمت و مکرمت، جود و سخا، شرم و حیا، مہمان نوازی و ایفائے عہد، عزم و استقلال، عفو و حلم اور لطف و لطیف و لطف سخن تک سلامتی زندگی کا کوئی پہلو بھی ایسا نہیں ہے، جس کو میلاد نگاروں نے بیان نہیں کیا۔ اس وجہ سے حدود شریعت کی پوری واقفیت اور پابندی میلاد نگاری کی شرط اولین ہے۔

حقیقت نگاری

میلاد ناموں میں نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ، حقیقت محمدیؐ، مقام نبوت و رسالت کے بیان میں شرعی

حدود و قیود اور جزئیات تک کی صحت کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ صداقت مضمون سے سروا
انحراف گناہ کبیرہ کے زمرے میں آجاتا ہے۔ میلاد نگاری کا اہم لازمہ حقائق کے بیان سے متعلق ہے۔ اس
میں واقعیت کے خلاف اور اصلیت کے منافی بیان کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ میلاد یہ شاعری میں بھی مولانا
محمد یوسف بنوری کے خیال میں ”مبالغہ اگر حدود شریعہ سے تجاوز نہ کرے تو گنجائش ہے“ وہ مبالغہ جو کفر و
شُرک اور مرتجیح بحث پر مشتمل ہو کسی حال میں درست نہیں۔“ (۲۸)

میلاد ناموں کے انداز

میلاد نامے نثری، شعری اور مخلوط انداز میں ملتے ہیں۔ دراصل نبی کریمؐ کے شیدائی جب مختلف اصناف
و دیار میں پھیلے۔ اس وقت سے آپؐ کے شیدائی آپؐ کے ذکر خیر کو بیان کر رہے ہیں۔ انداز تحریر ہر دور
کے عصری تقاضوں اور زبان و بیان کے تدریجی ارتقاء کی وجہ سے بدلتا رہا۔ سترہویں صدی عیسوی میں
برصغیر ہند و پاک کی زبان فارسی تھی۔ اس لئے ولادت رسول اکرمؐ کا بیان فارسی میں ہوتا تھا۔ آہستہ آہستہ
اردو زبان کے فروغ کے زیر اثر اس دور میں مسیح و مرتبہ عبارتوں میں میلاد نامے لکھے گئے۔ اس کی غایت
بھی نبی کریمؐ سے اظہار عقیدت ہے۔ متفہم و مسیح اظہار خیال کے بعد ایک ایسا زمانہ آیا جس میں اہل زبان
نے سلیس اور سادہ زبان کو زیادہ پسند کیا۔ اس دور کے میلاد نامے عام فہم زبان کے آئینہ دار ہیں۔ آسان
زبان میں میلاد ناموں کی ترویج و اشاعت کی دوسری وجہ یہ بنی کہ عوامی مجالس کے لئے ایسی زبان کی
ضرورت تھی جس کو ہر شخص آسانی سے سمجھ سکے اور حق تبلیغ بھی اسی صورت میں ادا ہو سکتا تھا جس سے
زیادہ سے زیادہ عوام الناس سیرت رسول اکرمؐ سے باخبر ہوں چنانچہ میلاد نامے بکثرت ایسی زبان میں ترتیب
دیئے گئے جس کو ہر کہ وہ بخوبی سمجھ لیتا ہے۔

ان میلاد ناموں کی غرض و غایت مجلسی تھی اس لئے مجلسی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی ابتداء
میں حمد و نعت کے کچھ اشعار آگئے ہیں۔ اگرچہ ایسے اشعار کا غالب حصہ رسمی انداز کا ہے۔ اس کے علاوہ
آپؐ کی ولادت مقدسہ۔ معراج اور معجزات کے بیان میں بھی شعری انداز اختیار کیا گیا ہے۔ نثری میلاد
ناموں میں میلاد شریف سرور عالم (محمد صاحب علی خان مار ہروی) ’جلاء القلوب بذكر المحبوب (سرسید احمد
خان، مولود شریف (خواجہ الطائف حسین حالی) ’آمنہ کالال (راشد الخیری) اور میلاد النبیؐ معہ طریقتہ مولد
شریف (مولانا اشرف علی تھانوی) قابل ذکر ہیں۔ باقی تمام مولود نامے قریباً ’مخلوط ہیں۔ ان میں مولود
شہید (غلام امام شہید) میلاد اکبر (محمد اکبر خان دارنی میرٹھی) میلاد گوہر (گوہر علی خان گوہر راسپوری) ’
میلاد مصطفیٰ فی عشر الضعیفی (مولوی مجیب اللہ) اور حیات ذاکر (شاہ محمد جمیل الرحمن) خاص طور پر بطور مثال
گنوائے جاسکتے ہیں۔ منظوم میلاد ناموں میں مولود محمدیہ (روف احمد بھویالی) ’مولود نامہ (عبد اللطیف) ’مولود
نامہ (مختار) ’تولد نامہ (امین گجراتی) ’معراج نامہ (سید میراں ہاشمی) ’وفات نامہ (ضررت علی) ’شماکل النبیؐ
(عبدالمحمد ترین) ’معجزات رسالت (مخدوم حسینی) ’خیرالذکار فی ذکر سید الاخیار (غلام محمد ہادی علی خان) ’صبح
تجلی، چراغ کعبہ (محمد حسن کاکوروی) ’سرمایہ نجات (معصوم علی بیدار) اور مولود طیش (طیش گور کپوری) وغیرہ

میلاد ناموں کے مختلف آہنگ

میلاد نامے خطاب، تشبیلی اور بیانیہ انداز میں ملتے ہیں۔ جس زمانے کا میلاد نامہ ہے۔ اس دور کی تمام مروجہ اصناف و اسالیب کی اس میں جھلک موجود ہے۔ اس لحاظ سے میلاد ناموں میں نثر اور نظم کے تمام اسالیب جمع ہیں۔ اور ان پر عربی و فارسی کے ساتھ ہندی اثرات بھی نظر آتے ہیں۔ دراصل سیرت کی کتابوں کا تعلق قارئین کے ساتھ ہے۔ ان میں حاضرین کا تصور مفقود ہے جبکہ میلاد فی اعتبارہ سے ایک ایسی صنف ہے جس میں حاضرین کا وجود ضروری ہے۔ جس طرح ڈرامہ نگار اپنے اردگرد کی صورت حال کو PRE-VIEW کرتا ہے۔ اسی طرح ایک میلاد نگار کے ذہن میں اس کے سامعین موجود ہوتے ہیں۔ اور ان مجلسی تقاضوں کے تحت میلاد نگار کو روایات، ضروریات، مناسبات، مضمرات اور مقصدیات کو مد نظر رکھنا پڑتا ہے اور اسی وجہ سے میلاد ناموں میں خطاب، تشبیلی، بیانیہ، مکالماتی، وصفیہ اور ڈرامائی انداز کار فرما نظر آتا ہے۔ خاص طور پر معراج کے بیان میں بہت دلچسپ اور ڈرامائی انداز اپنایا گیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ میلاد ناموں میں موقعہ محل کی مناسبت سے لب و لہجہ اور آہنگ بدل جاتا ہے۔ پائیں ہمہ طرز اظہار و بیان میں شائستگی اور خوش سلیقگی ضروری ہے جو نبی کریمؐ کے دلِ اوب و احترام کی منظر ہو۔

میلاد ناموں کے اجزاء

میلاد کے اجزاء میں حمد و نعت، آداب محفل میلاد شریف، کثرت درود خوانی کے فیوض و برکات کا ذکر، نور محمدی کا بیان، ولادت رسول پاکؐ سے وفات مبارکہ تک کے حالات مع معجزات، آپؐ کے اوصاف حمیدہ و خصائل پاکیزہ کا بیان دوسرے انبیائے کرامؐ پر آپؐ کی فضیلت اور برتری کا ذکر، میلاد کی نسبت سے منقولات، اہل خانہ و منتظمین محفل کے لئے دعا اور طلبِ عضو و رحمت شامل ہیں۔ بیشتر میلاد نگاروں نے عشق رسولؐ کے جذبات کے تحت شرمینہ کی حاضری اور وہیں دفن ہونے کی خواہش کا اظہار بھی کیا ہے۔

میلاد نامے کے فنی عناصر

میلاد نامے کے فنی عناصر میں سراپا نگاری، کردار نگاری، واقعات نگاری، محاکات نگاری، تاثیر و روانی اور سامعین کی دلچسپی، تحقیق واقعات کی بجائے تاثیر و تاثر پر توجہ اور دوسرے محاسن شعری شامل ہیں۔

سراپا نگاری

میلاد نگاروں نے نبی کریمؐ کی سیرت و زندگی کے بیان کے سلسلہ میں زیادہ زور سراپا کے بیان میں صرف کیا ہے۔ نبی کریمؐ کے جسمِ مطہر و منور، لمبوسات اور ان کے لوازمات کا ذکر میلاد ناموں میں بڑی کثرت سے ملتا ہے۔ شاعروں اور ادیبوں نے قرآن کریم کے متن سے بعض اچھی اور عمدہ تراکیب کو چن کر انہیں نبی کریمؐ کے علیہ مبارک کی تصویر کھینچنے کے لئے استعارہ اور کنایہ کی شکل میں پیش کیا ہے۔ حضرت علی

المرتضى نے آپ کا سراپا بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”بغیر علیہ الصلوٰۃ والسلام باہیت تھے جو آپ کو دور سے دیکھتا تھا، اس پر خوف طاری ہو جاتا تھا مگر نزدیک تر آتا تھا تو اس کے دل میں سکون اور راحت پیدا ہو جاتی تھی۔ آپ بشارت رو تھے۔ آپ کے چہرہ پر نور چمکتا تھا۔ آپ دراز قامت تھے۔ آپ کا سر گول تھا۔ گھونگر والے بال بن گوش تک آتے تھے۔ کھینچنے سے کندھے تک آ جاتے تھے مگر چھوڑنے سے پھر اپنی جگہ چلے جاتے تھے۔ آپ فراخ پیشانی، کشادہ ابرو تھے، آپ ہنسا ہوتے تو ابرو کے درمیان رگ نمایاں ہو جاتی۔ آپ باریک بینی، باریک لب، اور کشادہ دندان تھے۔ بالوں کا رنگ سیاہ تھا۔ آپ سپید عارض، زبیا گردن اور معتدل اندام تھے۔ آپ کی پشت و شکم راست اور سینہ فراخ تھا۔ سینے سے ناف تک چھوٹے چھوٹے بالوں کا ایک ایسا خط تھا کہ گویا مو قلم سے بنایا گیا ہے۔ بازو لمبے ہتھیلیاں کشادہ، انگلیاں باریک لمبی، اور کشادہ تھیں۔ ناخن لمبے تھے، آپ اکثر اپنی نظر زمین کی طرف رکھتے تھے۔ آپ میں آہستگی تھی ترش روئی نہ تھی۔ آپ سننے کے بغیر شادماں طبع تھے۔ آپ کا حکم عدل، آپ کی گفتار حکمت تھی۔ آپ سخاوت پیش، نرم دل، نرم گو تھے، تند خونہ تھے۔ گناہ گار کا گناہ معاف کر دیتے تھے۔ آپ کے جسم مطہر سے بوئے مشک کی مانند خوشبو آتی تھی۔ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔“ (۲۸۲)

نبی کریم کے سراپا کے بارے میں چند میلاد ناموں سے نمونے ملاحظہ ہوں۔
امیر مینائی رقم طراز ہیں:

دل کفار میں پڑتے ہیں اگر داغ حسد
ہم وہ پتھر ہیں ترے نقش قدم جانتے ہیں
تیرے گیسو سے ہے پیرا بہن کعبہ آگاہ
تیری آنکھوں کو غزالان حرم جانتے ہیں
جلوہ نور سفید اور کوئی کیا جانے
تیرے گیسو ترے عارض کی قسم جانتے ہیں
(۲۸۳)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے اشعار ملاحظہ ہوں:

سرتا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول دھن پھول تن پھول بدن پھول
نچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود
اوپنی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

جن کے آگے چراغِ قمر جھللائے
 ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام
 ریش خوش معتدل، مرہم ریش دل
 ہالہ ماہِ ندرت پہ لاکھوں سلام
 پتلی پتلی گلِ قدس کی چٹیاں
 ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام
 جس سے تاریک دل جھلگانے لگے
 اس چمک والی رعنت پہ لاکھوں سلام
 (۲۸۴)

مولوی ظلیل الرحمن واعظ سارنپوری سراپا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تم سنو اے مومنان باصفا
 اب سراپائے نبی دوسرا
 مخزنِ اسرار و ہم جامعِ صفات
 معدنِ علم و فضیلت نیک ذات
 نورِ پیشانی سے روشن دو جہاں
 مطلعِ انوارِ عیش دو جہاں
 روئے انورِ غیرت ماہِ کمال
 لوحِ پیشانی زبے نورِ جمال
 موائے خیر بارِ شاہِ نامور
 جن سے ہے عالمِ معطر سرِ پیر
 پھول سے رخسار اور نغینچہ دھن
 تھے خجل جن سے یہ نسرین نسرین
 سرگئیں آئینیں عجب رشکِ خزاں
 ایروئے خمدار سے نامِ ہلال
 تھی درِ دنداں کی وہ نادرِ جھلک
 چشمِ انجم دیکھ کر جائے جھپک
 قدرتِ حق کا نشاں سبِ ذقن
 دیکھ کر ہو دور سبِ رنج و عن
 ریشِ زیبا اوس پہ شباب کا ظہور
 نور پہ تھا نور کا گویا و نور

وہ صراحی وار گردن بے مثال
 صاف ظاہر جس سے شان لایزال
 ہر دو ساعد اور بازو آفتاب
 یا صفا ہموار عضو آفتاب
 ہاتھ ایسے دست قدرت سے بنے
 دست موٹی دیکھ کر حیرت کرے
 اون پہ موزونی انگشتاں کے بند
 جیسے دریا سے رواں ہوں جوئے چند
 واہ واہ سینہ مبارک پہ صفا
 مخزن اسرار و عرفان الہ
 موئے تن باریک اور نازک کمر
 رشک کھائے دیکھ کر تار نظر
 ساق سیمیں صاف قدرت کا نشان
 ہر دو پا بوسہ کی لائق بے گمان
 تھا معطر وہ پینہ آپ کا
 مشک سے تھی جس کی خوشبو بس سوا
 ہے حلیل پہ گند اور تیرا در
 یابنی اللہ رحم کی نظر

(۲۸۵)

سراپا کے بیان میں چند شعر "میلادِ راحۃ العاشقین فی ذکر ولادت سید المرسلین" سے بھی دیکھئے :

جسم نوری تھا وہ کس طرح سے سایہ ہوتا
 تھا بھی سایہ تو سرخلق پہ تھا سایہ قلن
 رنگ تھا جلد مسور کا بہت سرخ و سفید
 صاف ظاہر تھا کہ ہے مرہ پیراہن
 وہ سر پاک پیغمبر وہ دماغ اقدس
 تھا خیالات میں اسرار خدا کا مخزن
 تھی مدہ نو سے جو ابد تو جبین قرص قمر
 دونوں رخسارے کہ دو مرہ برابر روشن
 آپ کے گیسو کے بال وہ گھونگر والے
 جن کے حلقوں میں دل اہل ولا کا مسکن

(۲۸۶)

شو تھی دانتوں میں چیمبر کے کہ اللہ اللہ
 صدقہ ہونے کے لئے آتی تھی خود در عدن
 آپ کے گوش مبارک بھی تھے اعجاز نما
 دور و نزدیک کے سنتے تھے برابر وہ سخن
 کیا تھنی ریش مقدس تھی کہ سبحان اللہ
 وصف میں جس کے کسی کو بھی نہیں جائے سخن

(۲۸۷)

محسن کاکوروی کے اشعار میں سرایا نگاری کا انداز ملاحظہ ہو:

پیشانی ہے جزو صحف رو
 اس پارے کے دو رکوع ابرو
 واللیل کا ترمہ ہے گیسو
 تفسیر ازا بختی ہے گیسو
 بیداری بخت چشم ایجاو
 سیپارہ رخ کی ہے سورہ صاد
 کیا ذکر تبسم نبی ہے
 گل کی گلشن میں ہو نبی ہے
 کانوں کی سنی ہے کیا روایت
 جو سر دجنے خطیب کی ولایت
 جوہر کا بھرا ہوا خزینہ
 آئینہ ہے شمال سینہ
 اسرار نہ آسماں نظر میں
 ڈوبے ہوئے ہفت بحر و بر میں
 اس گردن صاف کی بلندی
 کجیمبر فریضہ بحر کی
 رعنائی قامت مناسب
 روزے میں اذان وقت مغرب

(۲۸۸)

میلاد ناموں میں نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ اور کردار و اخلاق کے ممتاز پہلوؤں اور روشن واقعات، جمال ظاہری و باطنی، اخلاق حمیدہ، صداقت، امانت، سخاوت، حلم، حیا، احسان اور رحمت وغیرہ کی تعریف اور نبی نوع انسان پر آپؐ کے احسانات کے حوالے سے آپؐ کی مدح بیان کی جاتی ہے۔ جس طرح ہر دور کے موثر تقاضے ساتھ ساتھ چلتے ہیں، اسی طرح میلاد میں سیرت کے مخصوص پہلو بھی عصری تقاضوں کے تحت بیان ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جس طرح آجکل سیرت کانفرنس میں آپؐ کے انسانیت پر احسانات بیان کئے جاتے ہیں اور اس طرح سے آپؐ کے کردار کی عظمت و بلندی کو بطور محسن انسانیت بیان کیا جاتا ہے۔

واقعات نگاری

میلاد ناموں میں تمام واقعات کو نظم و نثر میں بیان کیا گیا ہے۔ میلاد کا تعلق صرف موضوع سے ہے کسی بیت سے مخصوص نہیں، اس لئے واقعات نگاری میں تمام مروجہ بیتوں کو اختیار کیا گیا ہے۔ میلاد ناموں میں آپؐ کی سیرت و سوانح کا واقعاتی انداز میں ذکر کیا جاتا ہے۔ اس بیان میں نہ صرف آپؐ کے میلاد و سیرت سے متعلق اہم واقعات کو موضوع بنایا گیا ہے بلکہ آپؐ کے دور کے دیگر اہم واقعات کا بیان بھی ملتا ہے۔ رفتہ رفتہ تاریخی و عمرانی شعور کے تحت آپؐ کے میلاد و سیرت کے واقعات کو تاریخی پس منظر میں لکھنے کا رواج ہوا۔ راشد الخیری، حالی، نواب محسن الملک، شاہ احمد سعید دہلوی، مولانا عبد المجید بدایونی، عبدالعزیز محدث لکھنوی، مولانا اشرف علی تھانوی، اور خلیل الرحمن واعظ سارنپوری کے میلاد ناموں میں جدید تاریخی انداز کار فرما نظر آتا ہے۔ شمالی ہند کے میلاد ناموں میں شیعہ مسلک کے زیر اثر میلاد یہ اسلوب میں ایک واضح فرق نظر آتا ہے اور ان میلاد ناموں میں آپؐ کی سیرت و میلاد کے واقعات کے ساتھ اہل بیت کی تعریف کا غالب رجحان ملتا ہے۔ شاہ سلامت اللہ لکھنوی، مولوی محمد الیاس رضوی، مرزا قربان علی بیگ سالک، میر مظفر حسین ضمیر، علی نواز (قلندر شاہ) اور سید وزیر حسین رضوی اور دیگر میلاد نگاروں کے ہاں یہ پہلو نمایاں ہے۔ مولوی محمد علی خاں سعید کے میلاد سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

”ہجوم محشر میں غیب سے آواز آئے گی کہ اے میدان حشر کی مرد اور عورتو! اپنی اپنی آنکھیں بند کر لو۔ مقام ادب ہے کہ ہمارے محبوب کی بیٹی فاطمہ زہراؑ علیؑ شہر خدا کی بی بی، حسن مجتبیٰؑ اور حسینؑ شہید کرلا کی والدہ اور زینبہؑ مصیبت زدہ کی ماور آتی ہے۔ حالانکہ عورتوں سے عورت کا پردہ کچھ ضروری نہیں مگر وہ اس طرح سے آئیں گی کہ عورتیں دیکھنے کی متحمل نہ ہوں گی۔ یہ آواز سنتے ہی سب اپنی اپنی آنکھیں بند کر لیں گے اور حضرت شاہ مرداں علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا خون آلود عمامہ دست راست میں لئے اور کہتے زہر آلود حضرت امام حسنؑ کا ایک کندھے پر ڈالے اور حضرت امام حسینؑ کا پیراہن خون آلود دوسرے شانے پر رکھے زار زار روٹی درگاہ الہی میں فریاد کرتی ہوئی تشریف لائیں گی اور عرش پروردگار کا پایہ پکڑ کے یوں کہیں گی۔“

عرش کا پایہ پکڑ کے یوں کہیں گی فاطمہؑ

اے خدا فریاد ہے میری تو عالیشان ہے
 داد دے میرے شہیدوں بیکسوں مظلوم کی
 صاحب انصاف ہے تو ہی مرا رحمان ہے

اور عرض کریں گی کہ اے رب میرے وہ حسین جن کے واسطے جبرائیل امین جنت سے پیراہن لایا کرتے تھے۔ آہ! وہ حسین دوش رسول کے راکب جن کے گلے کو رسول اللہ چومتے تھے۔ ان کو حجر سے شہید کیا۔ خدایا میرے فرزند حسین نے ہر حال میں صبر کیا اور اپنے وعدے کو وفا کیا اور وہ جس وقت آسمانی اور بے کسی کے مارے گھبراتے تھے تو مدینہ منورہ کی طرف رخ کر کے اپنے نانا جان سے کہتے تھے:

سننے کو جو تیروں سے جھاکیشوں نے چھانا
 چلائے کہ گرنا ہوں سنبالو مرے نانا
 نانا مرا گھر لوٹ کے سب شاد ہوئے ہیں
 آمادہ مرے قتل پہ جلاہ ہوئے ہیں
 اک بوند دم نقشہ لبی وہ نہیں دیتے
 دم ہونٹوں پہ ہے اور مجھے پانی نہیں دیتے
 دنیا کے لئے خانہ زہرا کو اجازا

آباد کیا شہم کو بٹھا کو اجازا
 خدایا میرے حسین کو ڈیڑھ سو خط بھیج کے بلایا پھر وہ وہ سلوک کئے کہ خیمہ تک جلا یا اور ریگستان کربلا میں بھوکا پیاسا حجر سے شہید کیا تو ہی انصاف کر کہ میرے بچے کا کیا قصور تھا۔ آپ کے بیان سے فرشتے آسمان کے روتے روتے بے ہوش ہو جائیں گے اور پیغمبر منبروں سے گر پڑیں گے۔ قافلہ زہرا عرض کریں گی۔

فریاد ہے خدا سے یہ بی بی بتول کی
 دے داد میری لت مٹی بیٹی رسول کی
 بیٹی ترے حبیب کی فریاد لائی ہے

مارا ہے میرے دل کو سولا دھائی ہے
 کس کا تھا باغ میں نے جہاں سے لانا دیا
 حجر گلے پہ کس کے تھا میں نے چلا دیا
 کیوں کوفیوں نے لوٹ لیا میرے باغ کو
 کیوں شامیوں نے میرے بچھایا چراغ کو

(۲۸۹)

میلاد ناموں میں واقعات نگاری کے ضمن میں شہدائے کربلا کے مصائب کا بیان اور اس سے متعلق حوانات شیعہ اور لکھنؤ کی مرثیہ خوانی کے بڑھتے ہوئے رجحان کے زیر اثر شامل ہوتے گئے۔

محاکات نگاری

کسی چیز یا کسی حالت کو اس طرح بیان کیا جائے کہ اس سے اس شے کی تصویر آنکھوں میں پھر جائے اور پھر اس میں قوت تخیل شامل ہونے سے اس کی آب و تاب اور حسن و جمال بڑھ جائے، محاکات نگاری کے زمرے میں آتا ہے۔ اس لحاظ سے تخیل اور محاکات شعر کے ترکیبی عناصر ہیں۔ جدت و ندرت شعری روح ہے اور مبالغہ کی رنگ آمیزی کے بغیر شعر بے کیف ہو کر رہ جاتا ہے۔ میلاد نگاری شعری حد بندیوں، سلاست زبان، موزونیت الفاظ اور پاکیزگی خیال کے ساتھ نبی کریمؐ کے احوال کا بیان ہے۔ میلاد یہ مضامین کے بیان میں صداقت بیان اور حسن محاکات کے سوا اس میں مزید تخیل کی مینا کاری کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

تأثیر و روانی اور سامعین کی دلچسپی

سامعین کے اذہان پر حزن و ملال اور رنج و غم کی کیفیت و اثرات مرتب کرنے کے لئے جس طرح مرفیہ خوانوں نے مبالغہ آرائی کر کے مجلسی قاضوں کو ٹھوٹا خاطر رکھا۔ اسی روش کے زیر اثر میلاد خوانوں نے بھی اکثر و بیشتر روایات کے بیان میں مبالغہ آمیزی سے کام لیا۔ جس سے سامعین کی دلچسپی برقرار رہے۔ اور محفل میلاد کے شرکاء کے قلوب پر سیرت نبویؐ کے اثرات زیادہ سے زیادہ ہوں۔ نظم و نثر میں تھلوت میلاد نامے بھی انہی قاضوں کے تحت مرتب کئے گئے تاکہ درمیان میں یا اول و آخر بھی میلاد یہ منظومات سے لوگ متاثر ہوں۔ ان منظومات کو میلاد خواں اچھی آواز سے مل کر پڑھتے۔ یہی وجہ ہے کہ میلاد ناموں میں منطقی ربط کی بجائے زیادہ زور سلاست و روانی پر دیا جاتا ہے۔ نیز میلاد ناموں کی ضخامت بھی اتنی ہی درکار تھی جو ایک نشست میں پڑھے جا سکیں اور زیادہ طویل نہ ہوں۔ نبی کریمؐ کا ذکر ولادت موجب فرحت و سرور اور خیر و برکت ہے اس لئے محافل میلاد میں آراستگی محفل، بخورات، منبر، تقسیم شیرینی بطور تبرک، استعمال عطریات وغیرہ کو محفل کے تقدس کی نسبت سے ضروری سمجھا جاتا ہے۔

تحقیق واقعات کی بجائے تأثیر و تاثر پر توجہ

مسلمانوں کے دور انحطاط کے میلاد ناموں میں نہ روایات کے بیان کے سلسلہ میں صحت کا خیال رکھا گیا اور نہ زبان و بیان کی تفصیلی ٹھوٹا خاطر رہی۔ میلاد خوانوں کی جماعتیں بکثرت بن گئیں، جنہوں نے میلاد خوانی کو بطور پیشہ اپنا لیا۔ اس لحاظ سے صرف وہی جماعت زیادہ کامیاب ہوئی، جنہوں نے مترنم سلام، میلاد یہ منظومات اور عقائد کی بہتات و شدت کے ساتھ روایات جمع کر لیں۔ اس طرح میلاد خوانی کے مجلسی انداز بھی عصری قاضوں کو ٹھوٹا رکھتے ہوئے بدلتے رہے۔ کچھ نثر جس میں کسی روایت کا بیان ہوا پھر کوئی میلاد یہ نظم جو اس نثر سے منسلک ہو جائے یا پھر کوئی ایسی منظوم روایت جس کے اثر و تاثر کو مولود خوانوں کا زور ترنم اور لہن داودی زیادہ موثر بنا دے، میلاد خوانی کا عمل بن گیا۔ اس طرح سے مولود نگار مدح و ستائش کے جوش میں اس حقیقت کو بھول گئے کہ جو واقعات وہ بیان کر رہے ہیں، ان کی حقیقت کیا

رجحینی استعارہ تک محدود ہے۔ میلاد نگاری میں عشق و محبت رسالت ماب میں کئی نازک مقام و محسوسات سے گزرنا پڑتا ہے۔ وہاں عام قسم کی شعر گوئی کام نہیں آتی اور میلاد نگار اپنے کمال فن کے باوجود اپنے بحر کا اعتراف کرنے میں ہی عافیت سمجھتا ہے۔

کس طرح مجھ سے نعت رسول خدا کی ہو
طاقت کہاں ہو مدح شدہ دوسرا کی ہو
دعویٰ ہے کس کو نعت رسالت ماب کا
دریا کو طے کرے نہیں یارا جناب کا
روز ازل سے مدح کرے جس کی ذوالجلال
اس کی ثنا بشر سے ہو اتنی کہاں مجال
(۲۹۱)

اور مولوی محمد علی خان سعید لکھتے ہیں:

ایسے بے مثل کی لکھے کوئی کیوں کر صفت
وہم و ادراک سے بھی جس کی ہو باہر تعریف
(۲۹۲)

میلاد اور سیرت

سیرت کے اصطلاحی معنی نبی کریم کے حالات زندگی اور اخلاق و عادات کا بیان ہے۔ (۲۹۳) جبکہ میلاد میں حضور اکرم کی ولادت مقدسہ کے واقعات کا بیان ہوتا ہے۔ اس میں خاص طور پر ان برکت و معجزات کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس دنیا میں آپ کی تشریف آوری سے رونما ہوئے۔ (۲۹۴) حضور کی ولادت کے دن بالخصوص اور سارا سال بالعموم آپ کے مخلص و محسن جلیلہ کے بیان کرنے اور سننے کے لئے مسلمانوں کے اجتماع کا نام محفل میلاد ہے۔ اس لحاظ سے میلاد میں حضور کی سیرت مقدسہ کا بیان جزوی طور پر ہوتا ہے۔ میلاد ناموں کے حوالے سے جب مختلف موالید کا جائزہ لیتے ہیں تو اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ تمام موالید میں واقعات کی ترتیب، نوعیت اور ضخامت ایک جیسی نہیں۔ آپ کی ولادت، معراج، اور وفات کے واقعات قریباً سب موالید میں موجود ہیں۔ دراصل یہ سب ایک ہی شجر کی مختلف شاخیں ہیں۔ کسی نے معراج و معجزات پر زیادہ زور دیا ہے اور کسی نے دیگر فروعی اور ضمنی واقعات مثلاً واقعات کریم کو بھی بیان کیا ہے۔ کسی نے ولادت، معراج اور وفات کے بنیادی موضوعات کے اعتبار سے وفات کے واقعات کو نمایاں کر کے بیان کیا ہے اور کسی نے نور محمدی اور شمائل نبوی کو وضاحت و صراحت سے بیان کیا ہے جبکہ کتب سیرت میں زمینی ترتیب کو مد نظر رکھ کر آپ کے تمام احوال کو تاریخی اعتبار سے بیان کیا گیا ہے۔

میلاد اور نعت

ایسی تمام منظومات جن میں نبی کریمؐ سے محبت و عقیدت کا اظہار کیا جائے یا آپ کے شامل و خصائل بیان کیے جائیں۔ نعت کے زمرے میں آتی ہیں۔ ڈاکٹر قربان فتح پوری نعت کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اصولاً آنحضرتؐ کی مدح سے متعلق نثر اور نظم کے ہر ٹکڑے کو نعت کہا جائے گا لیکن اردو اور فارسی میں جب نعت کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس سے عام طور پر آنحضرتؐ کی منظوم مدح مراد لی جاتی ہے۔“ (۲۹۵)

نعت کی تعریف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ میلاد اور نعت میں ایک نازک سی حد قائل ہے۔ میلاد میں باخصیص حضور اکرمؐ کی ولادت مقدسہ سے متعلق احوال و برکات کا بیان اور اس سے حصول ثواب و شفاعت طلبی اور خیر جوئی مقصود ہوتا ہے۔ نعت آپؐ کی پوری سیرت پر محیط ہے۔ میلادیہ منظومات میں بھی سنت رسولؐ یا مناسبات و تعلقات رسولؐ میں سے کسی پہلو کو زیب عنوان بنایا جاتا ہے۔

نعت کے موضوع کا دائرہ میلادیہ منظومات کی نسبت بہت وسیع ہے اور اس میں آپؐ کی تمدنی و سماجی زندگی کی نسبت سے انسانی زندگی کے مختلف النوع سماجی، سیاسی، تہذیبی اور ثقافتی پہلو بھی نعت کے موضوع میں در آئے ہیں۔

میلاد اور پروپیگنڈا ادب

مذہبی ادب میں میلاد ایک ایسی شاخ ہے۔ جس میں میلاد نگار براہ راست نبی کریمؐ کے واقعات و ولادت پر دگر محاسن کا ذکر کرتا ہے۔ اس کا مقصد قاری کے دل میں اطاعت رسولؐ اور حب رسولؐ کا جذبہ بیدار کرنا ہے تاکہ مذہب کی قدر و منزلت بوجھنے سے خیالات و جذبات کی پاکیزگی میں اضافہ ہو۔

لی۔ ایس۔ ایلیٹ کے نزدیک مذہبی شاعری میں شاعر اپنا سارا کلام مذہبی رنگ میں بیان کرتا ہے اور جذبات کو نظر انداز کرتا ہے۔ جنہیں لوگ اعلیٰ جذبات کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ (۲۹۶)

عظیم ادب میں مذہبی شاعری کو اعلیٰ انسانی جذبات کی ترجمان نہ ہونے کی وجہ سے نظر انداز کر دیا جاتا ہے لیکن اس کے برعکس میلادیہ منظومات میں صرف نظریاتی تبلیغ نہیں ہوتی بلکہ اس میں باعث تکوین طاقت ختمی مرتبتؐ سے سچی تڑپ اور دلی خلوص و عقیدت سے بھرپور اظہار عقیدت ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے میلادیہ شاعری میں اعلیٰ انسانی جذباتوں کے بیان کی پوری گنجائش موجود ہے۔

میلادیہ منظومات کو ذہنی ادب میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ میلاد نگاروں نے ایسی شاعری قلب و ہر کا خون شامل کر کے تخلیق کی ہے جو مذہبی ہونے کے باوجود اپنے اندر شعر کی ساری خوبیوں سموئے ہے۔ اس لحاظ سے میلادیہ منظومات کو پروپیگنڈا ادب میں کسی طرح شامل نہیں کیا جاسکتا۔

میلاد میں درود و سلام

میلادیہ منظومات کے مخصوص آہنگ میں درود و سلام کی لے مسکور کن وجدانی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ اس کے بارے میں عظیم احمد لکھتے ہیں:

”وہ نظمیں جن میں حضور سرور کائنات کی تعریف کی جاتی ہے اور جن میں لفظ سلام ہوتا ہے۔ وہ ہی سلام کہلاتی ہیں۔“ (۲۹۷)

دروود و سلام کی اہمیت کے بارے میں شیخ عبدالعزیز بن باز لکھتے ہیں:

”یہ نہایت ہی پابریکت عمل اور نیک کام ہے اور ہر وقت ہی شروع ہے اور ہر نماز کے بعد اس کی تاکید کی گئی ہے۔ آخری تشدد میں علماء کی اکثریت کے نزدیک واجب ہے۔ اذان کے بعد جمعہ کے دن اور رات کو اور جب بھی آپ کا نام مبارک لیا جائے اور اس کے دیگر مواقع پر خصوصیت کے ساتھ درود و سلام پڑھنا چاہئے۔“ (۲۹۸)

مولانا شبلی نعمانی نے سلام کے آغاز پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

”میلاد نگاروں اور شعراء نے غزل کی طرح سلام ایجاد کیا۔ سلام کی بحر وہی ہوتی ہے جو غزل کی ہوتی ہے۔ غزل کی طرح مضمون کے لحاظ سے ہر شعر الگ الگ ہوتا ہے۔ سلام کی خوبی یہ ہے کہ طرح شگفتہ اور نئی بندش، سادہ اور صاف، مضمون درو انگیز اور پرتاشیر ہو۔“ (۲۹۹)

سلام کا واحد مقصد نبی کریم کے حضور درود و سلام بھیجنا اور آپ کے فضائل و کمالات کا بیان ہے۔ اس کے لئے غزل کی عروضی ہیئت کا استعمال ضروری نہیں تھا۔ محققین کے میلاد ناموں میں مثلث، مربع یا خمس میں بھی سلام موجود ہیں۔ عام طور پر درود و سلام کے الفاظ شروع یا آخر میں یا ٹیپ کے بندوں میں تکرار کے ساتھ استعمال کئے جاتے ہیں، اس لئے انہیں اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ درود و سلام سلام کی محفلوں کے اختتام پر بڑے خضوع و خشوع سے پڑھا جاتا ہے۔ بزرگان دین کی بری پر عرس کی محفلیں آراستہ کی جاتی ہیں۔ ان میں مختلف سلاسل سے وابستہ صوفیا و مشائخ اسلام کے مختلف پہلوؤں کو بیان کرتے ہیں۔ ان اعراس کی اختتامی تقاریب میں درود و سلام پڑھا جاتا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری درود و سلام پڑھنے کے بارے میں رقم طراز ہیں:

”دروود و سلام کی نظمیں ہر جگہ اور ہر موقع پر پڑھی جاسکتی ہیں اور پڑھی جاتی

ہیں لیکن میلاد شریف یا سیرت کے جلسوں میں درود و سلام عام طور پر پیدائش کے ذکر کے ساتھ اور مناجاتیں بالعموم جلسے کے اختتام پر پڑھی جاتی ہیں۔“ (۳۰۰)

آج کل سلام عام طور پر محفل میلاد کے اختتام پر پڑھے جاتے ہیں۔ سلام کی اثر انگیزی کے بارے میں ڈاکٹر احسن زیدی لکھتے ہیں:

”سلام میں الفاظ و تراکیب کا حسن انتخاب موسیقی کا سماں بانڈھتا ہے۔ کلام میں

جذب و مستی اور کیف و سرور کی فضا سننے والے کو مسحور کر دیتی ہے۔“ (۳۰۱)

خیر جوئی اور خیر ظلی کے جذبہ کے تحت ان سلاموں میں شعراء نے حضور کے اوصاف جمیل کے تذکرے کے ساتھ ساتھ اسوہ حسنہ کے مختلف پہلوؤں کو بھی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی

نے اپنے سلام میں نبی کریمؐ کا سراپا بیان کیا ہے۔
 جہاں تک سلام کی ہیئت کا تعلق ہے اس میں بحر کی کوئی قید نہیں ہے لیکن عام طور پر اس کے لئے
 ایسی بحر متعجب کی جاتی ہے جو سلام کی مقدس فضا کے لئے مناسب ہوتی ہے۔ اور اس کے سننے والوں کو یہ
 احساس ہوتا ہے کہ ہم نبی کریمؐ کے حضور دست بستہ کھڑے ہیں لہذا اس میں ہر حالت تقدس و متانت کا
 رنگ غالب رہتا ہے۔ سلام گوئی کا لطف یہی ہے کہ اس کی ترکیب شوخی و رنگینی کے باوجود غزل سے منفرد
 نظر آئے۔

صوفی اکبر میرٹھی وارثی کا درج ذیل سلام محافل میلاد میں آج بھی ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے:

نَا نَبِيَّ سَلَامٍ عَلَيْكَ
 نَا رَسُولٍ سَلَامٍ عَلَيْكَ
 نَا حَبِيبٍ سَلَامٍ عَلَيْكَ
 صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْكَ

(۳۰۲)

صلی اللہ علیہ وسلم رذیف بنا کر قریباً سب میلاد و نعت گو شعراء نے سلام لکھے ہیں۔ کبھی سلام کے ہر
 مصرعہ کا آغاز ہی سلام سے کیا ہے۔ جیسے ماہر القادری کا سلام:

سلام اس پر کہ جس نے بیکوں کی دھجیری کی
 سلام اس پر کہ جس نے باوشاہی میں فقیری کی
 (۳۰۳)

حفیظ جالندھری کے سلام کے ہر مصرعہ کا آغاز بھی سلام سے ہوتا ہے۔

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
 ترا نقش قدم ہے زندگی کی لوح پیشانی
 (۳۰۴)

مولانا احمد رضا خان کے سلام میں ہر شعر کا اختتام لفظ سلام پر ہوتا ہے اور سلام کو بطور رذیف
 استعمال کیا ہے:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
 شیخ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
 (۳۰۵)

سلام و صلوات کے موضوع پر میلادی ضروریات کو مد نظر رکھ کر مختلف شاعروں نے سلاموں کے گلدستے
 مرتب کئے ہیں۔

میلاد میں استمداد و استغاثہ کا انداز

موالید کے آخر میں نبی کریمؐ کے حضور شغائے امراض، مدینہ میں حاضری کی تہنہ، مشکل کشائی و حاجت روائی اور مصائب و مسائل سے نجات کے لئے فریاد، سوال، استغاثہ اور استمداد طلبی کے لئے التجائیں ہیں۔ مولود و پسند کے چند شعر دیکھئے:

کہوں کس سے فریاد اے داد رس

تمہارے سوا یا شفیع الوری

کہاں جائے اے شاہ در سے ترے

ترا یہ گدا یا شفیع الوری (۳۰۶)

مدینے میں مولیٰ یہ جا کر مرے

ظلام آپ کا یا شفیع الوری

مری گور میں بھی مدد کیجیو

مرے مصطفیٰ یا شفیع الوری (۳۰۷)

مولوی احمد خاں صوفی لکھتے ہیں:

یا شہ دین صوفی بے کس حزین

خست ہے اب ہند میں اندوہ گیس

اس کو مدینے میں بلا لیجئے

روضہ پر نور دکھا دیجئے

ایک نظر بہر خدا کیجئے

فکر دو عالم سے جدا کیجئے

مر نظر ازراہ عنایت کنی

جملہ مہمت کفایت کنی

(۳۰۸)

مولوی عاشق حسین پارہ بکلوئی کے اشعار ملاحظہ ہوں:

ای فخر انبیائے جہاں شافع ام

عاشق کے حال پر بھی ذرا کیجئے کرم

فرقت میں آپ کی وہ نہایت ہے خستہ حال

اس ملک ہند میں اے جینا ہے اب محال

چناب ہوں بہت مرے دل کو نہیں قرار

تسکین ہو جو خواب میں دیکھوں میں ایکبار

میلاد ناموں میں مناقب اہل بیت

میلاد ناموں میں اہل بیت اطہار کے مناقب کا بیان ضمنی طور پر موجود ہے۔ اس کی غرض و غایت بھی اطاعت رسول ہے کیونکہ قرآن مجید اور احادیث مقدسہ میں ان کے فضائل کا ذکر کئی جگہ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”آپؐ کہہ دیجئے کہ میں اس پر (تبلیغ اسلام پر) اجر کا سوال نہیں کرتا سوائے محبت ذوی القربی کے۔“ (الشوریٰ: ۲۳)

حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ تو صحابہ کبار نے دریافت فرمایا۔ یا رسول اللہ! آپؐ کے قربت دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر فرض کی گئی ہے؟
فرمایا! علیؓ، فاطمہؓ اور ان کے دونوں بیٹے۔ اس طرح اہل بیت اطہار کے فضائل و مناقب کا بیان کتب احادیث میں جا بجا ملتا ہے۔ چنانچہ میلاد ناموں میں ضمنی طور پر آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ کے حوالے سے اہل بیت کے حضور ان کے مناقب بیان کر کے نذرانہ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ مولود نامہ ”راحت العاشقین فی ذکر ولادت سید المرسلین“ کے اشعار ملاحظہ ہوں:

ہو اہل بیت پاک سے الفت مجھے مدام
اصحاب سے بھی ان کے محبت ہو لا کلام
ایمان کے ہو قول پر عاشق کا خاتمہ
چھوٹے نہ مجھ سے دامن اولاد فاطمہؓ
(۳۱۰)

میلاد شریف ”آئینہ شفاعت“ میں قیامت کے حوالے سے مناقب اہل بیت اطہار دیکھئے:

ہے آج اختیار سفارش حسینؑ کو
دیدو کلید دوزخ و جنت حسینؑ کو
دیکھو تو ابن فاطمہؓ کے فیض عام کو
اعلیٰ بہشت دیویگا ادنیٰ غلام کو
پھر بچپن کو حق کی بھی آویگی یہ صدا
جس میں خوشی تمساری وہی مرضی خدا
نعت نبیؐ جو لکھی ہے اوس کا ہے یہ سب
دربار بچپن میں تو چل تیری ہے طلب
تعریف جن کی تو نے لکھی وہ بلاتے ہیں

تختے صلے میں خلد کے منکوائے جاتے ہیں

(۳۱)

معراج نامہ ”گلدستہ فیضان رسول“ کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

اوس شمر جفا کار پہ اللہ کی لعنت

پانی سے تری آل جو ترسائے محمدؐ

پائی علی اکبرؑ علی اصغر نے شہادت

زندہ وہ مدینے کو نہ پھر آئے محمدؐ

جس غم سے ہلا حضرت زہرا کا کلیجہ

اوس رنج سے کیوں چرخ نہ بلجائے محمدؐ

کیوں بعد فنا خلد میں گھر ہو نہ جلالی

میں عاشقِ حسین ہوں شیدائے محمدؐ

(۳۲)

مضامین میلاد پر مقامی تمدنی اثرات

میلاد کے مضامین پر ہندوستانی طرز بود و باش کے اثرات مرتب ہوئے اور اس کے زیر اثر ہندو دیومالا اور اہنام پرستی کے بعض غیر مشروع عناصر بھی شامل ہو گئے۔ دیوتاؤں کی مدح میں درجات و مراتب کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا اور فوق العادۃ عناصر کو بڑے اشتیاق سے پیش کیا جاتا ہے۔ کچھ میلاد نگاروں نے انہی عقائد و نظریات سے متاثر ہو کر الوہیت اور نبوت کے مدارج، مقام اور فرق کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا۔ آپ کو احمد بے میم کہہ کر آپ میں خدا کی جلوہ گری دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ محسن کاکوروی کا ایک شعر دیکھئے:

کہاں اب جبہ سائی کیجئے کچھ بن نہیں پڑتا

احد کو کیجئے یا احمد بے میم کو سجدہ

(۳۳)

وید، رامائن اور مہا بھارت میں دیوتاؤں کی عظمت و طاقت کے مرعوب و مسحور کن فوق العادۃ واقعات کی بھرمار ملتی ہے۔ ہندو مت کے زیر اثر میلاد نگاروں نے بھی خلوص نیت اور اشاعت و فروغ اسلام کے جذبہ سے سرشار ہو کر آپ کے معجزات کے ضمن میں سارا زور بیان صرف کر دیا۔ مقامی روایات اور ہندو تہذیب و تمدن کی سحر کاری کو باطل کرنے کے لئے یہ ضروری بھی تھا۔ معجزات کے بیان میں زور اور شدت کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ مقامی آبادی میں سے لاکھوں لوگ مسلمان ہو گئے کیونکہ ان

مہجرات میں آپ کو عظیم ترین انسان اور پیغمبر کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ان مقامی تقاضوں کا دوسرا اثر یہ ہوا کہ میلاد ناموں میں بعض ضعیف روایات بھی شامل ہو گئیں۔ مثلاً فرشتوں کے عرش پر استقبالیہ گیت اور ولادت مقدسہ کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ کے خواب وغیرہ۔

میلاد کے فن پر ہندی اثرات

ہندوستان کی تمدنی و معاشرتی زندگی کے دیگر اثرات کی طرح میلاد نگاری کے فن پر بھی ہندی اثرات پڑے۔ راگ، بھجن، گیت اور دوہا کے انداز اور ان سے متعلقہ رموز و علامت اور تشبیہات و استعارات کا استعمال میلادیہ موضوعات میں ہونے لگا۔ چند میلاد ناموں سے اقتباسات ملاحظہ ہوں:

مولود سعیدی:

سدھ لے موری موہے سرتاجا

سدھ لے کل راجن کے راجا

سدھ لے موری جبرئیل کے سائیں

اے بہن کے لاج گو سائیں

سدھ لے موری علی جی کے بھیا

کالی کھلیا والے کنیا

اے صدیق کے راج دلارے

عمر عثمان کے یار پیارے

فاطمہ بی بی کے بابا پیارے

حسن حسین کے پالن ہارے

سدھ لے بی بی خدیجہ کے پالم

(۳۱۳)

سید الاذکار یعنی میلاد احمد مختار:

تورے ہجر میں حق کے پیارے نیا

مورا بھین بھیا موری نیند مہنی

اب در پہ تمہارے آن پڑی

مورا بھین بھیا موری نیند مہنی

(۳۱۵)

مولود طیش:

صدقے ہوں وصل کی راتن کے قربان ہوں واکی یاتن کے

واری ہوں میں وا کی چتون کے بلوا لو عربستان میں

(۳۲)

قصیدہ لاسیہ (حسن کاکوروی):

دیکھئے ہوگا سری کرشن کا کیونکر درشن

سینہ تنگ میں دل گوپیوں کا ہے بیگل

راکھیاں لے کر سلونوں کے برہمن انگلیں

تار بارش کا تو ٹوٹے کوئی ساعت کوئی پل

اب کی میلا تھا ہنڈوے کا بھی گرداب بلا

نہ پچا کوئی محادثہ نہ کوئی رتھ نہ بہل

(۳۱۷)

بمبار شرب:

یہ کالی بھنبور مٹھکھور گھٹا مورے جی کو بلحاوت ہے جینی

کوئی کالی کھلیا والا پیا موٹے یاد ولات ہے جینی

(۳۱۸)

مندرجہ بالا میلادیہ منظومات میں مضامین و اظہار کے حوالے سے ہندوستانی تمدن و معاشرت اور ماحول کے اثرات واضح اور نمایاں ہیں۔ ان میں نبی کریم کے لئے سر تا جا، راجا، سائیں، راج سائیں، کنیا، راج دلارے، پالن ہارے، پالم اور پیا وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں لیکن ان ہندی اثرات کے باوجود اظہار عقیدت میں سلیقہ و احترام کا جذبہ موجود ہے۔

قدیم و جدید اسلوب میلاد

قدیم اسلوب میلاد تقریباً انیسویں صدی کے وسط تک لکھے جانے والے میلاد ناموں میں مروج رہا۔ اس دور تک میلاد نگاروں کی توجہ زیادہ تر نور محمدی اور ولادت نبی کریم کے اذکار اور معجزات کے بیان کی طرف رہی۔ قدیم دور کی فنی خصوصیات کے لحاظ سے ان میں زیادہ تر مثنوی، قصیدہ اور غزل کے روایتی علام و رموز اور تشبیہ و استعارہ کا رنگ نمایاں ہے۔ اس دور میں آپ کے بشری تقاضوں کا ذکر کم ملتا ہے۔ اس قسم کے قدیم اسلوب کے نمونے جنگ آزادی سے قبل لکھے گئے میلاد ناموں میں بکثرت ملتے ہیں۔

جدید اسلوب میلاد کا آغاز ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد برصغیر کے مخصوص سیاسی و سماجی حالات میں تغیر و تبدل کی بناء پر ہوا۔ آپ کے میلاد و معجزات کے بیان میں آپ کی بشری خصوصیات، نئی نوع انسان پر آپ کے احسانات، پیغام رسالت اور مقصد رسالت کے تذکار پر خصوصی توجہ دی گئی۔ اس دور

میں آپؐ کی سیرت و سوانح کو صحت مند روایات کی روشنی میں مستند حوالوں سے قلبند کیا جانے لگا۔
 آپؐ کے میلاد و معجزات کے بیان میں قدیم و جدید دونوں ادوار میں یکساں مجلسی انداز بیان اور ان
 کے لوازمات بھد عقیدت و احرام ملتے ہیں۔

میلاد بلحاظ حقیقت

نبی کریمؐ کے میلاد اور ان ایام کے عجائبات و ظہور غرائب اور دیگر حالات و معجزات رسالت مابہ از
 ابتداء تا انتہا مجملًا یا مفصلًا بیان کرنے کا سلسلہ نبی کریمؐ زمانہ صحابہ و خیر القرون سے چلا آتا ہے۔ (۳۱۸)
 مروجہ مجلس میلاد کی حقیقت کے بارے میں چند بزرگان دین کی وضاحت و صراحت درج ذیل ہے:
 علامہ ابن حجرؒ نے عربی میں لکھا ہے اور اسی مضمون کو مولانا عبدالحی لکھنوی نے فارسی میں بیان فرمایا
 ہے:

”ذکر مولد عبارت است از نیکہ ذکر آیتے از آیات قرانیہ یا حدیثے از احادیث
 نبویہ تلاوت کردہ در شرح آل قدرے از فضائل نبویہ و معجزات احمدیہ از احوال ولادت
 و نسب نبوی و خوارقے کہ بوقت ولادت و قبل ازاں ظاہر گردیدند و امثال آئنا بیان
 سازد۔“ (۳۲۰)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بھی تذکرہ بالا مضمون کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے:
 ”میلاد شریف دراصل ایک ایسی تقریب سرت ہوتی ہے جس میں لوگ جمع ہو
 کر بقدر سولت قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور نبی کریمؐ کے ظہور کے سلسلے میں
 جو خوشخبریاں احادیث و آثار میں آئی ہیں، کچھ معجزات جو ولادت کے وقت واقع ہوئے،
 بیان کئے جائیں، پھر دست خوان بچھلایا جائے، لوگ کھانا کھائیں اور چل دیں۔ میلاد
 النبیؐ کی یہ تقریب بدعت حسنة ہے۔“ (۳۲۱)
 مولانا محمد سلامت اللہ لکھتے ہیں:

”حقیقت این عمل خیر فیہ ازین نیست کہ در شہر ربیع الاول یا شہرے دیگر مشہور
 از مسلمانان از علماء و فضلا و صلحا و فقہاء و اغنیاء بدعت مسلمانے در مکانے جمع شوند و
 خواص و عوام اہل اسلام باذن عام فراہم آید و درہں مجلس بعضے از آیات قرآن
 محوی بر فضائل و نشر کمالات آن سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ و التحیات مذکور شوند و چندے
 از احادیث صحیحہ مستحسن معجزات و حالات سعادت آیات و ولادت پاکرامت در رضاع
 مقدس و علیہ منظر آل افضل البشر معرض بیان آید و ہمیں کہہ ایں تذکرہ زبردت تدخیر
 بپایان رسد حفاظ حاضرین مجلس کرم بقرات آیات محدودہ از قرآن شریف مشرف شدہ
 ختم ایں ذکر خیر بقائم نمایند بعد ازاں ما حضرے بقدر میسر از طعام و شیرینی ہرچہ باشد
 تقسیم بحاضرین کنند بعد ازاں ہرکے بجائے خوہ رود۔“ (۳۲۲)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے بھی حقیقت میلاد کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

”جس قدر ہو سکے لوگ جمع کئے جائیں اور انہیں ذکر ولادت باسعادت سنایا جائے۔ اسی کا نام مجلس میلاد ہے۔“ (۳۲۲)

مولوی محمد عرفان علی نے حقیقت میلاد کے بارے میں لکھا ہے:

”ولادت پاک کا ذکر کرنا چند آدمیوں کا آواز ملا کر میلاد یہ منظومات پڑھنا، عمدہ

فرش بچھانا، روشنی کرنا، گلدستوں اور مختلف قسم کی آرائشوں سے ان محافل کو آراستہ

کرنا، خوشبو لگانا، گلاب پاشی کرنا، شیرینی کا تقسیم کرنا، منبر بچھانا، قیام کرنا وغیرہ مجلس

میلاد کے لوازمات میں سے ہے۔“ (۳۲۳)

مولوی عبدالسیح نے ایک موقع پر لکھا ہے:

”محفل میلاد شریف میں کچھ نہیں سوائے خیرات و حسنت کے، معجزات کا پڑھنا،

اطعام طعام یا تقسیم حلویات و شہر وغیرہ اور کثرت درود و سلام و تقسیم اور مدائح نبوی

صلی اللہ علیہ وسلم۔“ (۳۲۵)

حقیقت میلاد کی ان آراء کی روشنی میں وضاحت ہوتی ہے کہ میلاد میں قرآن مجید کی تلاوت اور مدائح

نبوی (نبی کریم کی ولادت باسعادت، حلویہ پاک، رضاعت و بچپن کے احوال و دیگر فضائل و معجزات، میلاد یہ

منظومات اور کثرت درود و سلام) شامل ہیں۔ علاوہ ازیں آرائشی محفل، خوشبو لگانا، گلاب پاشی کرنا اور

دعوت طعام یا شیرینی تقسیم کرنا اس کے ضروری لوازمات ہیں۔

میلاد بلحاظ مشابہت

محافل میلاد اور ان کے انعقاد کو کئی مخالفین نے دوسری چیزوں سے تشبیہ دی ہے۔ مثلاً جس طرح

نصاری دھوم دھام سے ہر سال عید میلاد مسیح مناتے ہیں، اسی طرح ہم بھی بزم، تڑک و احتشام سے ہر سال عید

میلاد النبی کرتے ہیں، میلاد النبی یا رمضان المبارک میں چراغاں کو بھوسوں کی رسم قرار دیا ہے کیونکہ آگ

نہیں کا معبود ہے۔ اس قدیم محبت کی بنیاد پر آگ کو چراغاں کی صورت میں اسلام کا شعار قرار دیا ہے۔

اسی لئے محفل میلاد کو اہل تشیع کی مجلس سے تشبیہ دی ہے۔ اس قسم کی تشبیہ اور مشابہت کے رد اور

تہذیب۔ مولوی عبدالسیح نے لکھا ہے:

”اہل سنت و الجماعت کا مشرب نہایت صاف اور تشبیہات کفریہ سے بالکل پاک

ہے۔ انہی تشبیہ دینے اور محفل ذکر پاک سیدالابرار کو اس قسم کی ابانت اور استحقار

کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔“ (۳۲۶)

اس لحاظ سے میلاد کو تشبیہ بالنصاری، تشبیہ بالروافض اور تشبیہ بالجوس قرار دینا سراسر غلط ہے اور

اس قسم کی ناپاک نسبت، ابانت و استحقار بعید از انصاف ہے۔

میلاد بلحاظ بانی محفل

محل میلاد میں میلاد کرنے والوں کے لحاظ سے بھی بہت سی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ ابتداء میں لوگ تما بلا شرکت غیرے میلاد کی مجالس کا اہتمام و انتظام کرتے تھے۔ اب اہل محلہ یا بھی اشتراک اور چندہ اکٹھا کر کے میلاد کرنے لگے ہیں۔ اس قسم کے اشتراک یا بھی سے محفل میلاد کا انعقاد عام طور پر مساجد میں ہو رہا ہے۔ پہلے میلاد کرنے والے حاضرین کو دعوت طعام دیتے تھے۔ فقراء و مساکین کو دل کھول کر صدقہ و خیرات بھی دیتے تھے۔ اب صرف اختتام میلاد پر شیرینی تقسیم ہوتی ہے البتہ خال خال فیاض و متمول لوگ اب بھی حاضرین کو کھانے کی دعوت دیتے ہیں۔

میلاد بلحاظ مولود خواں

ابتداء میں بالعموم میلاد خواں اہل علم و فضل ہوتے تھے اور میلاد کو بطور پیشہ نہیں پڑھتے تھے۔ برصغیر ہند و پاک میں کچھ لوگوں نے مولود خوانی کو بطور پیشہ اپنا لیا۔ ان میں تما پڑھنے والے تو بلا شرکت غیرے اجرت وصول پاتے اور ٹٹلی والے آپس میں تقسیم کر لیتے تھے۔ پیشہ ور مولود خواں عموماً بانی محفل اور حاضرین محفل کا رنگ ڈھنگ دیکھ کر ان کی مرضی کے موافق بیان کرتے تھے۔ آج کل مولود خوانی کا فریضہ عام طور پر اہلسنت والجماعت کے دیندار علماء انجام دے رہے ہیں۔ صوفیاء و مشائخ کے اعراض میں مولود خوانی کا فریضہ عام طور پر صوفیاء کے خلفائے کبار انجام دیتے ہیں۔

میلاد بلحاظ سامعین

میلاد کی محفلوں میں ازمنہ قدیم میں بڑے بڑے علماء و مشائخ اور صوفیاء شامل ہوتے تھے۔ ان کی مدد نامور واعظین، شعراء اور حفاظ بھی کشاں کشاں چلے آتے۔ سامعین میں بلا تخصیص امراء و غریبا بھی بے خصوص و شہوع سے شمولیت کرتے تھے۔ اب بادست پرستی کی اندھی دوڑ اور مشاغل و معمولات کی تہذیبوں نے امراء و روساء کو اس قسم کی مقدس دینی محافل میں شمولیت سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اب زیادہ تر غریب عوام کی ہوتی ہے اور ان میں بھی روح بلائی کم اور زیادہ تر شیرینی یا طعام کے لالچ سے چلے آتے ہیں۔

میلاد بلحاظ استدلال

کب میلاد محافل میلاد کے مجلسی تقاضوں کے پیش نظر لکھی گئی ہیں۔ اور ان محافل کا انعقاد تبلیغ و ترویج دین کا بہترین ذریعہ ہے۔ میلاد کے اجتماعات میں قرآن شریف کی تلاوت، نبی کریم کی ولادت مقدسہ سے متعلق جو خوشخبریاں احادیث و آثار میں آئی ہیں اور جو خوارق عادات اور نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں، رضاء و بچپن، معراج شریف و دیگر معجزات، اوصاف و خصائل، شاکل و فضائل اور وفات کے واقعات کا بیان ہوتا ہے۔ درود و سلام پڑھا جاتا ہے۔ اور آخر میں شرکائے محفل ماحضر تناول کرتے ہیں یا صرف شیرینی تقسیم کی جاتی ہے اور پھر دعائے خیر کر کے لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں۔

اس محفل میں نبی کریمؐ کی تعظیم و شان بیان کی جاتی ہے اور آپؐ کی ولادت باسعادت پر فرحت و انبساط کا اظہار پایا جاتا ہے اس لئے اس کے شرکاء اور منتظمین کو اجر و ثواب ملے گا۔
یہ بات مسلم ہے کہ نبی کریمؐ کی ذات یا برکات اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل اور اس کی رحمت ہے۔ (۳۲۷) اور اللہ تعالیٰ نے فضل و رحمت کے حصول پر خوشی اور جشن منانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ لَبِئْسَ لَكُمُ اللَّعِينُونَ (۳۲۸) (اے نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت پر خوشی منایا کرو۔
اس لحاظ سے نبی کریمؐ کی آمد پر خوشی منانا اور جشن کرنا عین منشاء خداوندی ہے۔

حدیث مبارکہ میں یوم میلاد پر اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرنے کی تلقین خود نبی کریمؐ نے فرمائی ہے کیونکہ آپؐ ہر سووار روزہ رکھتے تھے۔ جب ابو قحافہ نے آپؐ سے اس روزہ کے بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

فِيهِ وُلِّدْتُ وَفِيهِ انْتَوَلْتُ (۳۲۹) میری اسی میں ولادت ہوئی اور اسی روز مجھ پر اللہ کا کلام نازل ہوا۔
قرآن و حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ تمام انبیاء کرام نے اپنے اپنے زمانے میں نبی کریمؐ کی آمد کی خوش خبری دی ہے اور تمام انبیاء نے اپنی امتوں کے سامنے نبی پاکؐ کے فضائل و صفات کا ذکر فرمایا ہے۔
اس لحاظ سے میلاد سنت انبیاء کبار بھی ہے۔

آپؐ کا ذکر ولادت باعث نجات و فلاح و ارین ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ ایک دن ایک قوم کے سامنے اپنے گھر میں حضورؐ کے واقعات و ولادت بیان کر رہے تھے اور اظہار مسرت کر کے اللہ کا شکر بجالا رہے تھے اور نبی کریمؐ پر صلوة و سلام بھیج رہے تھے۔ ناگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپؐ نے فرمایا۔ تمہارے واسطے میری شفاعت حلال ہو گئی۔ اور حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ میرا نبی کریمؐ کے ہمراہ حضرت عامر انصاریؓ کے مکان کی طرف گذر ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت عامر اپنے کنبہ والوں اور بیٹوں کو نبی کریمؐ کے واقعات و ولادت سکھا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہی دن تھا یعنی پیر کا دن تھا (یعنی پیر کے دن آپؐ اس دنیا میں رونق افروز ہوئے) آپؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ بے شک اللہ نے تمہارے واسطے رحمت کے دروازے کھول دیے اور سب فرشتے تمہارے واسطے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور جو شخص بھی تمہارے جیسا کام کرے گا نجات پائے گا۔ (۳۳۰)

محفل میلاد رسالت ماب کا مطلب نبی کریمؐ کی ذات اقدس سے خوشی و سرور اور فرحت حاصل کرنا ہے۔ خوشی و مسرت کا اظہار کرنے سے ایک کافر نے فائدہ اٹھایا اس پر درج ذیل واقعہ ملاحظہ ہو:

جب نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ ہوئی تو ابو لبب کو اس کی لوتڈی توہید نے اطلاع دی کہ تمہارے بھائی عبداللہ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے تو اس نے فقط اس خوشی میں کہ بھتیجا پیدا ہوا ہے۔ لوتڈی کو آزاد کر دیا۔ بخاری شریف میں ہے:

”لَمَّا مَكَتْ أَبُو لُبَيْبٍ أَوْ يَهُ بَعْضُ أَهْلِ بَشْرَ بَيْتِهِ قَالَ لَهُ مَا خَالِقَتِ قَالَ أَبُو لُبَيْبٍ لَمْ أَلْقِ بَعْدَ كُمْ غَيْرَ اتِّي سَقِيَتْ لِي هَذِهِ لَمَتَاتِي فَوَيْتُهُ“ (۳۳۱)

ترجمہ: (ابو لیب کے مرنے کے بعد اہل خانہ میں سے بعض لوگوں نے اسے خواب میں بری حالت میں دیکھا اور اس سے پوچھا کیا حال ہے؟ اس نے کہاں یہاں میں سخت عذاب میں مبتلا ہوں کبھی اس سے راحت نہیں ہوتی۔ ہاں تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہوں اس لئے کہ میں نے (حضور کی ولادت کی خوشی میں) توبیہ کو آزاد کر دیا تھا۔

اس واقعہ کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام اسماعیلی کے حوالے سے یوں لکھا ہے:

”أَنَّ الْعَبَّاسِيَّ قَالَ لِمَا بَيَّنَّتْ أَبُو لَيْبٍ رَأَيْتَهُ فِي مَنَامِي بَعْدَ حَوْلِي فِي شَرِّ حَالٍ لُقْتُ
مَلَائِكَةَ بَعْدَ كُمْ رَأَيْتَهُ الْآنَ أَنَّ الْعَذَابَ يَخَفُّ عَنِّي كُلَّ يَوْمٍ اثْنَيْنِ“ (۳۳۲)

ترجمہ: (حضرت عباسؓ فرماتے ہیں۔ ابو لیب مر گیا تو میں نے اس کو ایک سال بعد خواب میں بہت برے حال میں دیکھا اور یہ کہتے ہوئے پایا کہ تمہاری جدائی کے بعد آرام نصیب نہیں ہوا بلکہ سخت عذاب میں گرفتار ہوں لیکن سوموار کا دن آتا ہے تو میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔

حضرت عباسؓ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

”أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَكَانَتْ تَوْبِيَّتُهُ بِشَرِّ أَلْيَسَابِ
بِمَوْلِدِهِ لَأَخَفَّهَا“ (۳۳۳)

ترجمہ: (عذاب میں تخفیف کی وجہ یہ تھی کہ اس نے سوموار کے دن نبی کریمؐ کی ولادت کی خوشی میں اپنی لذی توبیہ کو آزاد کر دیا تھا لہذا جب سوموار کا دن آتا تو اللہ تعالیٰ اس خوشی کے صلہ میں عذاب میں تخفیف فرما دیتے)

اسی روایت کا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ترجمہ: ”یہ روایت میلاد کے موقع پر خوشی اور مال صدقہ کرنے والوں کے لئے دلیل

اور سند ہے۔ ابو لیب جس کی مذمت میں قرآن میں آیت نازل ہوئی۔ جب وہ نبی

کریمؐ کی ولادت کی خوشی میں لوٹدی آزاد کر کے عذاب میں تخفیف حاصل کر لیتا ہے۔

تو اس مسلمان کا کیا مقام ہو گا، جس کے دل میں محبت رسالت ناب موجود ہو اور

ایسے موقع پر خوشی کا اظہار کرے ہاں بدعات مثلاً رقص، غیر اعمال وغیرہ سے

اجتناب ضروری ہے کیونکہ ان کی وجہ سے انہلن پرکات میلاد سے محروم ہو جاتا

ہے۔“ (۳۳۴)

اس مضمون کو بے شمار علمائے دین نے بیان فرمایا ہے۔ محدثین و علماء کا توبیہ کے واقعہ سے استدلال

کے اس کی صحت پر بھی دلالت کرتا ہے۔ (۳۳۵)

میلاد النبیؐ کے چھوٹے بڑے اجتماعات معاشرتی و سماجی لحاظ سے باہمی محبت و اخوت اور مسابقات کو

تعمیر دیتے ہیں۔ اور ذکر میلاد، انسانیت کو طبقاتی علاقائی، نسلی اور لسانی اختلافات و تقابلات سے آزاد کر کے

کے یک جہتی و اتحاد کا درس دیتا ہے کیونکہ ذکر رسولؐ سب مسلمانوں میں قدر مشترک ہے۔

ولادت و سیرت کے واقعات سے نبی کریمؐ کی اطاعت کا جذبہ بیدار ہوتا ہے اور اسوہ حسنہ پر عمل پیرا

ہونے کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔

نبی کریمؐ سابقہ و گذشتہ اہم دینی واقعات کے ساتھ ارتباط و تعلق کو ملحوظ خاطر رکھتے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ جب نبی کریمؐ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو آپؐ نے دیکھا کہ میوہ عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ تپ نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا "اس دن اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرما دیا تھا کہ ہمارے دشمن فرعون کو غرق کر دیا تھا اور ہمارے پیغمبر موسیٰؑ کو نجات فرمائی۔ آپؐ نے یہ سن کر فرمایا کہ موسیٰؑ سے ہمارا تعلق تم سے زیادہ ہے۔ لہذا آپؐ نے خود روزہ رکھا اور صحابہؓ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

"اس روایت نے واضح کر دیا کہ ہر اس معین دن میں جس میں نعت کا حصول ہوا ہو اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرنا اور اسی دن ہر سال یاد منانا جائز ہے اور یہ شکر یہ بصورت عبادات، روزہ، صدقات اور تلاوت ہونا چاہئے اور میلاد کے دن نبی کریمؐ کی صورت میں جو نعت اس کائنات کو ملی ہے اس سے بڑھ کر کوئی نعت نہیں لہذا اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا جائے۔" (۳۳۶)

علماء نے لکھا ہے کہ میلاد کی محفل میں ذکر و قات شریف نہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ محفل میلاد شریف کی خوشی میں منعقد ہوتی ہے اس میں ذکر غم جاننا نا زیبا ہے اور حرمین شریفین میں بھی ہرگز عادت ذکر قصہ و قات کی نہیں ہے۔ (۳۳۷) اور پھر آپؐ کا وصال ایسا نہیں جو امت سے آپؐ کا تعلق ختم کر دے بلکہ آپؐ کا فیضان نبوت تا قیامت جاری ہے۔ آپؐ کی برزخی زندگی کے بارے میں ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے:

"لَيْسَ هُنَاكَ مَوْتٌ وَلَا لَوْتَ بَلْ اِنْتَعَلَ مِنْ حَلْبِي الْمِي حَلْبِي" (۳۳۸)

(کہ یہاں نہ موت ہے نہ وفات بلکہ ایک حال سے دوسرے کی طرف منتقل ہونا ہے)

اس لئے آپؐ برزخی زندگی میں دنیاوی زندگی سے بڑھ کر حیات کے مالک ہیں۔ نبی کریمؐ کے حقوق جو امت پر واجب ہیں اسی طرح ادا ہو سکتے ہیں کہ محفل میلاد کے ذریعے سے آپؐ کے اوصاف کاملہ اور اخلاق فاضلہ کو اجاگر کرنے کی سعی کریں۔ محفل میلاد کا مقصد نبی کریمؐ کے احوال مقدسہ کا بیان ہے جس سے طبیعت آپؐ کی جانب زیادہ سے زیادہ مائل ہو۔ آپؐ سے محبت کامل ایمان کی علامت ہے۔ میلاد کی محفلوں سے آپؐ کا ذکر پاک زندہ ہوتا ہے اور اسلام میں واقعات کی یادگاریں نہایت مشروع اور محبوب ہیں جیسے صفا مرودہ کے درمیان دوڑنا، جانور کی قربانی کرنا، ننگر مارنا وغیرہ فی الواقع گذشتہ و سابقہ واقعات ہیں جن کی اس صورت میں تجدید کرتے ہیں اور تذکار میلاد النبیؐ بھی اسی زمرے میں شامل ہیں۔

محافل میلاد میں درود و سلام پڑھا جاتا ہے اور اس طرح یہ محافل "صلو علیہ و سلمو تسلیما" کے حکم کی تعمیل کی عملی شکل ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ مل کر اجتماعی طور پر درود بھیجے انداز بھی اختیار کیا جاتا ہے۔ صلوة و سلام کے فضائل و ثمرات بے حد و بے شمار ہیں۔ ارشاد نبویؐ ہے:

”جو بندہ بھی مجھ پر درود بھیجے گا۔ اس کی آواز مجھے پہنچے گی چاہے وہ کہیں بھی

ہو۔“ (۳۳۹)

فضائل درود شریف کے بارے میں مولانا محمد سعید شبلی رقم طراز ہیں:

”اکثرت سے درود و سلام پڑھنے والے کو رسول کریم کی زیارت بیداری میں

ہونے لگتی ہے۔ (۳۴۰) درود و سلام عبادت ہے اور اللہ کے نزدیک تمام اعمال سے

زیادہ محبوب ہے۔ (۳۴۱) درود شریف کی مجلس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت چھا جاتی ہے اور

جو بھولا بھکا بھی اس مجلس میں شامل ہو جائے وہ بھی برکات سے محروم نہیں رہتا۔

جس مجلس میں درود و سلام پڑھا جائے، اس مجلس والوں پر قیامت کے روز کوئی حسرت

نہیں ہوگی۔“ (۳۴۲)

محافل میلاد میں خضوع و خشوع، محبت و عقیدت اور دلی اوب و احرام کے ساتھ درود و سلام پڑھنے

سے اجتماعی انداز میں صلوة و سلام بھیجنے کی سنت پر عمل ہو جاتا ہے۔ (۳۴۳) متذکرہ بالا دلائل کے علاوہ دیگر

بے شمار دلائل علماء و بزرگان دین نے میلاد کے جواز میں تحریر فرمائے ہیں۔ میلاد و قیام کے سلسلہ میں علمی

مباحث و مسائل پر مشتمل بے شمار کتابیں موجود ہیں۔

میلاد بالمحافظ عقیدہ

محفل میلاد کے انعقاد کے متعلق متعدد عقائد ہیں۔ ان کے بارے میں تفصیلی بحث محرکات میلاد کے

ضمن میں ہوگی۔ یہاں صرف چند عقائد کو اختصار سے بیان کرتا ہوں۔

(۱) محفل میلاد میں نبی کریم تشریف لاتے ہیں:

بریلوی عقائد کے علماء کے نزدیک یہ عقیدہ و تو ان کے ایمان کا ایک حصہ ہے۔ اس ضمن میں حاجی امداد

اللہ ماجر کئی کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”رہا یہ عقیدہ کہ مجلس مولود میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز

ہوتے ہیں، اس اعتقاد کو کفر و شرک کہنا حد سے بڑھتا ہے کیونکہ یہ امر ممکن ہے

عقلاً اور نقلاً اور بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے۔“ (۳۴۳)

حاجی امداد اللہ ماجر کئی کے اس بیان سے بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے کہ نبی کریم کا جسم و ہمسائیت

کے ساتھ محفل میلاد میں تشریف لے آنا عقلاً اور نقلاً ممکن ہے۔ علماء نے حیات النبی کے بارے میں

کئی واقعات اور احادیث مع دلائل لکھی ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب، مکتوبات

شریف، اخبار الاخیار اور مدارج النبوت، مولانا عبدالرحمن جامی نے منہاج النبوت، شاہ ولی اللہ محدث

دہلوی نے سورہ اشقاق کی تفسیر میں، مولانا اشرف علی تھانوی نے نثر الیب، مولوی ظلیل احمد ایشوہی نے

برابین قاطعہ، مولانا عبدالسمیع رامپوری نے انوار ساطعہ، مولانا رشید احمد گنگوہی نے المسند، مولانا حسین احمد

ملکی نے شباب الثاقب اور مولانا محمد زکریا کاندھلوی نے فضائل درود شریف میں نبی کریم اور بزرگوں کے

بعد از مہات تصرفات اور مشکل ہو کر آجانے کے بے شمار واقعات ان کے عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ لکھے ہیں۔ ایسے بیانات کی موجودگی میں حیات النبیؐ تصرف روح نبیؐ اور محفل میلاد یا کسی دوسری جگہ پر نبی کریمؐ کے مثالی یا جسمانی صورت میں جلوہ گر ہونے یا دور بیٹھے ہوئے اہل محفل کو دیکھنے یا اہل محفل اور نبی کریمؐ کے درمیان درمیانی تجلیات اٹھ جانے کے متعلق کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔

(۲) مجلس میلاد سے خیر و برکت ہوتی ہے: اس میں کسی کو شک و شبہ نہیں ہے کہ آپؐ کے دیگر اذکار کی طرح ذکر میلاد النبیؐ بھی موجب خیر و برکت ہے۔ اور اس سے ثواب، اجر، فضائل و ثمرات اور برکات حاصل ہوتی ہیں۔

میلاد کی وجہ سے اللہ کے فضل و عظیم اور برکتوں کا ظہور ہوتا ہے اور میلاد شریف کرنے سے دلی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ ابن جوزیؒ نے اپنے رسالہ مولد شریف میں لکھا ہے کہ مجلس میلاد کرنے والے:

”يُنَالُونَ بِفَلَكَ اجْرًا جَزِيلًا“ وَ لَوْ اَنَّ عَظَمًا“ وَ سَا جَرَبَ عَنْ فَلَكَ اَنَّهُ وَجَدَ فِي فَلَكَ اَعْلَامَ كَثْرَةَ الْخَيْرِ وَ الْبِرْكَاتِ مَعَ السَّلَامَةِ وَ اَلْعَالِيَةِ، وَ وَسِعَتْهُ الرِّزْقُ وَ اَزْدَهُ اَلْمَالُ وَ اَلْاَوْلَادُ وَ اَلْاَحْفَادُ وَ دَوَامُ اَلْاَمْنِ فِي الْبِلَادِ وَ اَلْاِحْصَاءُ وَ السُّكُونُ وَ اَلْقَرَارُ فِي الْبُيُوتِ وَ اَلنَّوَارُ بِرُكْنِهِ، مَوْلِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ“ (۳۳۵)

ترجمہ: (اس سے اجر جزیل اور فوز عظیم کو پہنچتے ہیں اور مجرب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم کے ذکر مولد کی برکت سے اس سال میں خیر و برکت و سلامت و عافیت فراخی رزق و زیادتی مال و اولاد اور شہروں میں امن و امان اور گھروں میں سکون و قرار پایا جاتا ہے۔ یہ برکت مولد شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے)

محدث ابن جوزی کے علاوہ شمس الدین ابن جزری نے بھی لکھا ہے کہ:

”اَلْمَجْرُبُ مِنْ خَوَاصِّ اَنَّهُ اَمَّنَ تَلَمَّ فِي فَلَكَ اَعْلَامٍ وَ بَشَرَى تَجَمُّلٌ نَبِيلٌ مَا يَنْجِي وَ اَدْرَابُ“ (۳۳۶)

ترجمہ: (عمل مولد کے مجرب خاص سے یہ بھی ہے کہ اس سال بلاؤں سے امن امان رہتا ہے اور مقصود کے جلد حاصل ہونے کی بشارت ہوتی ہے)

محفل میلاد سے حصول مقاصد کے لئے مولوی عبد السمیع نے لکھا ہے:

”جو کوئی یہ محفل کرے گا بلاؤں سے نجات اور حصول مراد کا شہو پائے گا“ اپنے اخلاص کے موافق یعنی عام طور پر اور خواص خاص طور پر نفع اٹھائیں

گے۔“ (۳۳۷)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے بھی ”مَا ثَبَتَ بِالسَّنَةِ“ میں قریباً یہی کچھ لکھا ہے۔ (۳۳۸) مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی ”كَهْمِصْنِ“ اور ”حُمُصَقِ“ کے عمل سے حصول امر دنیاوی کے سلسلہ میں لکھتے ہوئے برکات میلاد کے بارے میں بھی اظہار خیال فرمایا ہے:

”پس اسی طرح میلاد شریف سے حصول خیر و برکت کے سلسلہ میں ابو سعید

(۵) یورپی و سخاوی و علی قاری وغیرہم نے برکات کثیرہ کا حاصل ہونا بیان کیا ہے کہ حصول
منافع دینی و دنیوی کے لئے اہل اسلام کرتے ہیں۔ (۳۳۹)

(۳) میلاد سے ثواب ملتا ہے:
مولوی محمد اعظم نے میلاد کے مندوب و مستحسن ہونے کے بارے میں کئی علماء کے اقوال نقل کر کے
لکھا ہے:

(۴) ”پس ان اقوال علماء اعلام و فقہائے کرام سے محفل میلاد کا مندوب و مستحسن
ہونا مکمل خوبی سے ثابت ہوتا ہے اور بسبب ہونے اتفاق و اجتماع جمہور علماء مذاہب
اربعہ حرمین شریفین و اکثر علمائے بلاد اسلام میلاد شریف کو خوب ترین سمجھنا چاہئے
کیونکہ اجتماع جمہور علماء کی واجبات سے ہے۔“ (۳۵۰)

(۳) میلاد میں رحمت خداوندی کی بارش ہوتی ہے اور وہاں رحمت کے فرشتے آتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ
محدث دہلوی اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں:

”میلاد کے دن مکہ مکرمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش پر
حاضر ہوا کہ وہاں کے حاضرین لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھ
رہے تھے اور وہ معجزات بیان کر رہے تھے جو اظہار نبوت سے پہلے ظہور میں آئے تھے
میں نے دیکھا کہ ایک باریگی انوار ظاہر ہوئے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ فقط روح کی
آنکھوں سے دیکھا یا جسم کی آنکھوں سے دیکھا خدا جانے کیا امر تھا۔ پس جب غور کیا
تو معلوم ہوا کہ نور ان فرشتوں کا ہے جو ایسی بابرکت مجالس اور مشاہد پر موکل اور
مقرر ہیں اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ فرشتوں کے انوار اور رحمت خداوندی کے انداز
آپس میں ملے ہوئے ہیں۔“ (۳۵۱)

(۵) میلاد سے عذاب میں کمی ہوتی ہے:
ابو لب کے تخفیف عذاب کا واقعہ اتنا مہتمم پاشان ہے کہ بخاری شریف میں مذکور ہے۔ اس واقعہ کو
ابن جزری نے عرف التعریف بالمولود الشریف میں، ابن ناصر الدین دمشقی نے مورد الصاوی فی مولد العادی،
شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں اور اسی طرح دیگر بزرگان دین نے بیان کیا ہے۔ آپ کا
موجد غلام جو آپ کی ولادت سے سرور ہو کر آپ کی محبت میں بقدر طاقت خرچ کرتا ہے تو اس لحاظ سے
اللہ تعالیٰ یقیناً اسے اپنے فضل عظیم سے نوازے گا۔ (۳۵۲)

(۶) شب میلاد شب قدر سے بھی افضل ہے:
شب قدر حضور کو عطا کی گئی جبکہ یلتہ المیلاد بخش نہیں خود آپ کے ظہور کی رات ہے۔ اور ظاہر
ہے کہ جس رات کو ذات اقدس سے شرف ملا وہ اس رات سے ضرور افضل ہوگی جو آپ کو دیئے جانے
کی وجہ سے افضل ہے اور اس میں کوئی نزاع نہیں ہے لہذا شب میلاد شب قدر سے افضل ہوئی۔ اس
تظریہ کا اظہار بہت سارے علمائے کرام اور صوفیاء نے کیا ہے۔ (۳۵۳)

(۷) میلاد سے شفاعت نبوی حاصل ہوتی ہے:

نبی کریم نے میلاد پاک کی محفل سجانے والوں کو اپنی شفاعت کی خوش خبری دی ہے۔

”عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ كَانَ يَحْتَسِبُ يَوْمَ فِي بَيْتِهِ وَقَاتَعَ وُلَادَتَهُ يَوْمَ فَيُسْرُونَ وَيَحْمِلُونَ اِذْ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَلَّتْ لَكُمْ نَفَاعَتِي“ (۳۵۳)

(۸) میلاد سے محبت رسول اکرمؐ بڑھتی ہے:

محافل میلاد میں نبی کریمؐ کی ولادت و سیرت طیبہ اور شان مصطفویٰ کا بیان ہوتا ہے اور یہ ایک فطری بات ہے کہ انسان کو جس چیز سے زیادہ محبت ہو۔ اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔ حدیث نبوی ہے: مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرَهُ (جو چیز کسی کو محبوب ہو وہ کثرت سے اس کا ذکر کرتا ہے) اس لحاظ سے محافل میلاد نبی کریمؐ سے شدت تعلق کا اظہار بھی ہیں اور محبت رسالت ماب کو دلوں میں فزوں تر کرنے کا ذریعہ بھی بنتی ہیں۔

قیام میلاد بلحاظ عمل و استدلال

ذکر ولادت کی طرح قیام میں بھی کسی کا اختلاف نہیں بلکہ سب کا اتفاق ہے کہ جائز ہے۔ مولانا غلیل احمد ماجرمئی لکھتے ہیں:

”مطلق ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نفس قیام جائز ہے کوئی اس کا منکر نہیں۔“ (۳۵۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے آپؐ کی ولادت مقدسہ کا ذکر سن کر لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس قیام میں آپؐ کی تعظیم پائی جاتی ہے اکثر علماء اس پر عمل کرتے ہیں اور عام لوگ ان کی پیروی و تقلید کرتے ہیں۔ طہی نے لکھا ہے کہ امام سبکی کثیر علماء کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو رسالت ماب کی مدحت سرائی میں مصری کے یہ شعر پڑھے گئے:

قَلِيلٌ لِمَدْحِ الْمُصْطَفَى الْخَطِّ بِالْمَنْهَبِ
عَلَى وَرَقٍ مِنْ خِطِّ أَحْسَنٍ مِنْ كُتُبِ
وَإِنْ تَنَهَضَ الْأَشْرَافُ عِنْدَ سَمَاعِهِ
قَلِمًا صَوْنًا أَوْ حَبِشًا عَلَى الرَّكْبِ

(نبی کریمؐ کی تعریف اگر نہایت خوبصورت خط میں سونے کے ساتھ کاندھ پر تحریر کی جائے تو بھی کم ہے اور بے شک جب ان کا ذکر سنتے ہیں تو اشرف قیام کرتے ہیں اور صفیں بنا کر کھڑے ہو جاتے یا سواریوں پر بٹک جاتے)۔

اس شعر کے ساتھ ہی امام سبکیؒ و دیگر حاضرین مجلس اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور انہیں اس مجلس اور میلاد منانے سے بڑا کیف و سرور حاصل ہوا۔ (۳۵۶)

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے محفل میلاد میں قیام کے بارے میں لکھا ہے:

”کبھی اثنا بیان فضائل و شمائل نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام والیتھت میں اگر شوق و وجد غالب ہو جائے، کھڑے ہو جائیں، پھر اس میں کسی خاص موقعہ کے تعین کی کوئی وجہ نہیں۔ جب کیفیت غالب ہو خواہ اول میں یا وسط میں، یا آخر میں اور خواہ تمام بیان میں ایکبار یا دو چار بار اور جب یہ غلبہ نہ ہو بیٹھے رہا کریں، کبھی باوجود غلبہ کے اسی طرح ضبط کر کے بیٹھے رہیں اور نہ محفل مولد کی تخصیص کریں اگر اور موقع پر بھی حضور کے ذکر سے غلبہ و شوق ہو تو وہاں بھی گاہ گاہ کھڑے ہو جایا کریں۔“

نیز ”اس میں یہ امور بھی ہیں، شیرینی و قیام و فرش، منبر و بخور و عطر اور مثل اس کے جو اپنی ذات میں خلاف شرع نہیں ہیں۔“ (۳۵۷)

قیام کی بابت انہوں نے ایک اور جگہ بھی لکھا ہے:

”اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے تو مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق متعبد یہ زمان و مکان ہے لیکن عالم مردوںوں سے پاک ہے، پس قدم رنجہ فرمانا ذات باریکات کا بعد نہیں اور قیام میں مجھے ایک خاص کیفیت حاصل ہوتی ہے۔“ (۳۵۸)

مولانا اشرف علی تھانوی کے اس ارشاد کی روشنی میں یہ بات واضح ہوئی کہ مجالس میلاد میں قیام بھی جائز ہے اور قیام اس لئے کیا جاتا ہے کہ ان محافل میلاد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں۔ اس کی تائید حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے بھی فرمائی ہے۔ (۳۵۹)

حاجی امداد اللہ فرماتے ہیں:

”مشرّب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ باریکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔“ (۳۶۰)

آپ کی حیات طیبہ میں آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہونا صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ مسجد میں باتیں کیا کرتے تھے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہوتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے تا وقتیکہ حضور اپنی کسی زوجہ محترمہ کے حجرہ میں داخل ہو جاتے۔ (۳۶۱) نبی کریم کی تعظیم و توقیر جس طرح حیات طیبہ میں لازم تھی۔ اسی طرح بعد از وصال بھی لازم ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اس وقت ہوگی، جب آپ کا ذکر کرے، حدیث بیان کرے، آپ کی سنت بیان کرے یا آپ کا اسم شریف اور سیرت پاک سنے۔ اس لحاظ سے آپ کی وفات و حیات تعظیم و توقیر کے لحاظ سے برابر ہے۔ محافل میلاد میں آپ کے بیان ولادت میں قیام کے بارے میں مفتی عبداللہ سراج مکی فرماتے ہیں:

”یہ قیام مشہور اماموں میں برابر چلا آتا ہے اور اسے آئمہ و حکام نے برقرار رکھا ہے اور کسی نے رد و انکار نہ کیا لہذا مستحب ٹھہرا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کون مستحق تکریم ہے اور سیدنا عبداللہ بن مسعود کی حدیث کافی ہے کہ جس

چیز کو مسلمان بہتر سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے۔“ (۳۶۳)

اثبات قیام کے سلسلہ میں مشہور تفسیر، محدث عثمان بن حسن و میاطلی شافعی فرماتے ہیں:

”حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا ایک ایسا امر ہے جس کے مستحب و مستحسن و مندوب ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور قیام کرنے والے کو ثواب کثیر اور فضل کبیر حاصل ہو گا کیونکہ یہ قیام تعظیم ہے کس کی، اس نبی کریم صاحب علق عظیم علیہ التیمہ و الصلیم کی جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمیں ظلمات کفر سے ایمان کی طرف لایا اور ان کے سبب سے ہمیں دوزخ جہنم سے بچا کر بہشت معرفت و یقین میں داخل فرمایا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں خوشنودی رب العالمین کی طرف دوڑنا ہے اور قوی ترین شعائر دین کا آشکار کرنا اور جو تعظیم کرے شعائر خدا کی تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے اور خدا کی حرمتوں کی تعظیم کرنے والا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر ہے۔“ (۳۶۳)

قیام میلاد کے مستحسن ہونے کے بارے میں امام سید جعفر برزنجی قدس سرہ العزیز نے اپنے رسالہ ”عقد الجواہر“ میں لکھا ہے:

”بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا ان اماموں نے مستحسن سمجھا جو صاحب روایت و درایت تھے اس شخص کو مبارک ہو جس کا مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔“ (۳۶۳)

بحث اثبات قیام میلاد کے سلسلہ میں مولانا احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

”اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جس چیز کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت اور اس کی برائی پر دلیل شرعی ناطقہ ہی تو ممنوع و مذموم ہے، باقی سب چیزیں جائز و مباح رہیں گی خواہ ان کا ذکر جواز قرآن و حدیث میں منصوص ہو یا ان کا کچھ ذکر نہ آیا ہو۔“ (۳۶۵)

قیام میلاد کے بارے میں مولوی عبدالمسیح بالکل صاف فرماتے ہیں:

”پس جبکہ نئی ثابت نہ ہوئی تو موافق قواعد مقررہ علماء فقہ کے جن کو علامہ شامی اور محقق ابن ہمام وغیرہ لکھتے ہیں کہ جمہور حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ یہ قیام مباح امر ٹھہرا۔“ (۳۶۶)

متذکرہ بالا علماء و بزرگان دین کے علاوہ امام علامہ مدائنی، امام صرصر ضیائی، عبداللہ بن محمد المیر غنی، حسین ابن ابراہیم مفتی ماکیہ، محمد عمر ابن ابی بکر مفتی شافعیہ، محمد بن یحییٰ مفتی حنابلہ (۳۶۷) اور بے شمار دیگر علماء و صوفیا کا اجماع و اتفاق ہے کہ قیام میلاد مستحسن ہے۔ نیز ان حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ قیام مباح اور فریقین کے نزدیک جائز ہے۔

میلاد میں قیام کی ابتداء کے بارے میں مولانا عبدالحق محدث الہ آبادی نے لکھا ہے کہ علامہ تقی

الدین یحییٰ شافعیؒ (۶۸۳ھ - ۷۶۱ھ) کی ذات سے قیام کی ابتداء ہوئی۔ (۳۶۸) اور مولوی عبدالسیح نے بھی اپنی تقریظ میں لکھا ہے:

”محدث حلبی و دیگر اکابر سلف (اللہ ان پر رحم کرے) لکھتے ہیں کہ اقتداء امام یحییٰؒ کا کافی حجت ہے، مستحسن ہونے قیام میں۔“ (۳۶۹)

قیام میلاد بلحاظ حقیقت اس قدر ہے کہ اس میں کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھا جاتا ہے۔ اور یہ آپؐ کی تعظیم کے واسطے ہے۔ مولود سعیدی کا شعر ملاحظہ ہو:

اب راحت قلوب کا ذکر ظہور ہے
دعویٰ ہے عاشقی کا تو اٹھنا ضرور ہے
(۳۷۰)

انہی جذبات کا اظہار ”مولود کحل البصر“ میں کیا گیا ہے:

اب راحت قلوب کا ذکر ظہور ہے
تعظیم کا مقام ہے اٹھنا ضرور ہے
(۳۷۱)

میلاد خواں میلاد اکبر کا یہ شعر پڑھ کر قیام کرتے ہیں:

کھڑے تھے ملک وہ ہی تقلید اب ہو
کہ خوش جس سے روح رسول عرب ہو

نکل جائے محفل سے جو بے ادب ہو

اٹھو اب کہ تعظیم محبوب رب ہو

میلاد صوفی وارثی میرٹھی کا شعر دیکھئے:

انھیں ہر تعظیم شاہ انام اب

پڑھیں سب ادب سے درود و سلام اب

(۳۷۲)

مولوی احمد خاں صوفی نے مولود شریف جدید میں لکھا ہے:

اٹھو وقت تعظیم احمدؐ ہے یہ

بیان ظہور محمدؐ ہے یہ

(۳۷۳)

علامہ عبدالسیح بیہول رامپوری کے اشعار قیام ملاحظہ ہوں:

خدا کا شکر نعت ہے، نبیؐ کی شان رفعت ہے

یہ دونوں کی اطاعت ہے، قیام محفل مولد

حصول فیض رحمت ہے نزول خیر و برکت ہے
وصول عشق حضرت ہے، قیام محفل مولد
اٹھے جب صف بہ صف محفل کھڑا ہو تو بھی اے بیدل
ادب کی خاص صورت ہے، قیام محفل مولد
(۳۷۳)

آداب محفل میلاد

درج ذیل چند آداب محفل میلاد کے لئے استثنائی ضروری ہیں:

- (۱) انعقاد محفل بہ حسن نیت خالصتاً "لوجه اللہ برائے ادائے شکر نعت عظمیٰ اور نصیحت و تبلیغ اہل اسلام ہونا چاہئے (۲) اس کے جملہ اخراجات مال حلال سے کئے جائیں (۳) جہاں تک ممکن ہو سکے روایات صحیحہ پڑھی جائیں۔ ضعیف روایات ہرگز بیان نہ کی جائیں (۴) حاضرین محفل جب بھی آپ کا نام نامی، اسم گرامی آئے، شوق و محبت سے درود شریف پڑھیں (۵) اس محفل فرحت و سرور میں ذکر و فات شریف نہیں ہونا چاہئے (۶) محفل کی آراستگی میں بھی پاکیزگی ملحوظ خاطر رہنی چاہئے۔ (۷) خلاف شرع اور ممنوع باتوں سے بچنا چاہئے (۸) سامعین نبی کریمؐ کے فضائل و خصائل کو اتباع سنت کی نیت سے سنیں۔ (۹) جس مقام پر یہ محفل شریف ہو، وہ مقام بدو و نجاسات سے بہت پاک صاف ہونا چاہئے۔ حقہ و سگریٹ نوشی، کچی پیاز کھا کر آنا، مولیٰ کھا کر آنا، یہ سب بدو دار چیزیں ہیں۔ ان سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اس لحاظ سے محفل میلاد محرمات و منکرات سے پاک ہونی چاہئے۔ (۱۰) خوشبو لگانا، گلاب چھڑکانا، شیرینی تقسیم کرنا غرضیکہ خوشی کا اظہار جائز طریقہ سے باعث برکت ہے۔

میلاد النبیؐ کی محافل سجانے کے سلسلہ میں ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے چند حدود و قیود مقرر کی ہیں جبکہ اس سلسلہ میں انہوں نے اس امر واقعی کو قطعی فراموش کر دیا ہے کہ ان محافل کے انعقاد کی توفیق صرف اہل حسن و محبت اور انہی لوگوں کو ملتی ہے، جن کے دل حب رسالت ماب میں سرشار ہیں۔ قلب سقیم کو نہ اس کی آرزو ہوتی ہے اور نہ یہ سعادت ان کے حصہ میں آتی ہے۔ موصوف کی رائے ملاحظہ فرمائیے:

"میلاد بلاشبہ محبت رسولؐ کے اظہار کا ایک حسین طریقہ ہے، لیکن میلاد کی محفلیں سجانے کے صاحب اسرار مسلمان ہی سزاوار ہیں۔ اس سے مراد آپؐ کے سچے پیروکار ہیں جو زندگی کے ہر شعبے میں آپؐ کے نقش قدم پر چلتے ہیں، جو آپؐ کی انقلاب انگیز تحریک اسلام میں فعال کارکنوں کی طرح حصہ لیتے ہیں، جو شرک و بت پرستی نیز وقت کے فرعونوں، پھانوں اور قارونوں کے خلاف مسلسل جہاد کرتے اور آپؐ کی طرح معاشرے کی تکفیل و تعمیر میں بھرپور حصہ لیتے ہیں۔ علاوہ ازیں جو آپؐ کی طرح اخوت و مساوات کے دلدادہ ہیں، اور آپؐ کی طرح اللہ تعالیٰ کے حکم انفاق بالضعف پر عمل کرتے ہیں اور جن کے عمل میں حسن اور عبارت میں احسان ہے الغرض

جو اہل حسن و محبت اور سرلپا رحمت ہیں۔ حرف آخر یہ ہے کہ حب رسول کی تین
علامتیں ہیں: حب الہی، حب ذات اور حب انسانیت۔ (۳۷۵)

ممنوعات محفل میلاد

(۱) نام و نمود اور شہرت و تفاخر کے لئے محفل میلاد کرنا (۲) میلاد میں رشوت، چور بازاری غصب
وغیرہ کا مال حرام صرف کرنا (۳) امراء کی تواضع کرنا اور فقراء و مساکین سے بے اعتنائی برتنا (۴) کسی بڑے
آدمی کے انتقاد میں محفل کو طول دینا (۵) روشنی و دیگر امور میں اسراف کرنا (۶) آلات موسیقی کا استعمال
کرنا (۷) مولود خواں کا جاہل اور غیر دیندار یعنی فاسق ہونا (۸) نظم و نثر میں خدا و رسول اور فرشتوں کی
گستاخی کرنا (۹) حکایات وفات یا شہادت بیان کرنا (۱۰) روایات موضوعہ کا بیان کرنا (۱۱) مسلمان کا غیر طیب ہونا
(۱۲) میلاد کے پڑھنے کی اجرت لینا (۱۳) مولود خواں کے ساتھ امر و پڑھنا (۱۴) طوائف کے ہاں مولود ہونا
پڑھنا یا سننے جانا (۱۵) سامعین کا خلاف شرع، غیر مذہب اور بد اعتقاد ہونا وغیرہ۔ (۳۷۶) یہ اسباب میلاد کے
ممنوعات اور ناجائز ہونے کے سلسلہ میں اختصار سے نمونہ کے طور پر لکھے گئے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ خلاف
شرع امور سے پوری طرح اجتناب ضروری ہے مثلاً باج، کھیل کود، ناچ، بھنگڑا اور دیگر لغویات حرام ہیں۔
اس محفل میں حرام کام کرنا سخت جرم اور گناہ ہے۔

میلادی روایات کا تجزیہ

میلاد ناموں میں بیان کی گئی روایات ممکن ہے عصر حاضر کی مادیت پرستی میں انسانی فہم و شعور کے
معیار پر پوری نہ اتریں لیکن آج بھی اس کائنات کے بے شمار سرپرست راز انسانی اور اک سے بالاتر ہیں تو
پھر قدرت کے جملہ اسرار و رموز کا احاطہ عقل انسانی کیونکر کر سکتی ہے۔ محافل میلاد کا مطمح نظر جب
خالصتاً "تبلیغ و ترویج دین قرار پایا تو پھر اس دور میں اس امر کی طرف توجہ دی گئی کہ اس قسم کے حالات و
واقعات ترتیب دیئے جائیں جن کو سمجھنے میں عامتہ الناس کو کوئی دشواری پیش نہ آئے اور ہر ذی شعور بلا
پس و پیش ان کو قبول کر سکے۔ اس کے باوجود میلاد ناموں میں روایات کا ایک لامتناہی سلسلہ قائم ہو گیا۔
ان روایات کا بظاہر نہ کوئی ماخذ ہے نہ مبداء، سینکڑوں روایات ایسی ہیں جن کی صحت کو پرکھنے اور درایت
کی کسوٹی پر کھنے کے لئے بے شمار کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑے گا۔ بے شمار ایسی روایات بھی ہیں جو سینہ بہ
سینہ منتقل ہوتی چلی آئی ہیں۔ ہاں ہمہ بیشتر میلاد ناموں میں ضعیف بلکہ وضعی روایات کی بھرمار ہے۔ ان
میلاد نگاروں نے کتب دلائل سے استفادہ کیا ہے اور ان کتب دلائل کے بارے میں سید سلیمان ندوی لکھتے
ہیں:

”یہی کتابیں ہیں جنہوں نے معجزات کی جھوٹی اور غیر مستند روایتوں کا ایک انبار

لگا دیا ہے اور انہیں سے میلاد و فضائل کی تمام کتابوں کا سرمایہ مہیا کیا گیا ہے۔ خوش

اعتقادی اور عجائب پرستی نے ان غلط معجزات کو اس قدر شرف قبول بخشا کہ ان کے

محض جھوٹ، کذب اور گستاخی و بے ادبی ہے۔

(۳) شب معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عرش پر مع نخلین جانا، محض جھوٹ اور موضوع ہے۔

(۴) شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے والدین کا عذاب دکھایا جانا، پھر آپ کو والدین یا امت میں سے ایک کو بخشوانے کا اختیار ملنا، آپ کا والدین کو چھوڑنا اور امت کو اختیار کرنا محض جھوٹ، افترا اور کذب و بہتان ہے۔

(۵) جس رات آمنہ خاتون حاملہ ہوئیں، وہ سو عورتیں رشک و حسد سے مرعیں اس کی صحت معلوم نہیں، البتہ چند عورتوں کا یہ تمنائے نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرجانا ثابت ہے۔ (۳۸۰)

تمام علماء نے اس قسم کی روایات موضوعہ کے بیان کی بڑی شدت سے مخالفت کی ہے۔ (۳۸۱) پچھلے چند سال سے علامہ ابن حجر کی تصنیف (م ۹۳۷ھ) کے نام سے ایک کتاب ”نعت الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم“ دیکھنے میں آ رہی ہے۔ اس میں نبی کریم کے فضائل و محاسن کے بیان کے علاوہ میلاد شریف منانے کے فضائل بھی بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں خلفائے راشدین کے حوالے سے میلاد کے فضائل اس طرح مرقوم ہیں:

۱۔ جس شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد پڑھنے پر ایک درہم خرچ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۲۔ جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کی تعظیم کی اس نے اسلام کو زندہ کیا (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۳۔ جس شخص نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف پڑھنے پر ایک درہم خرچ کیا گویا وہ غزہ بدر و حنین میں حاضر ہوا (حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۴۔ جس شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کی تعظیم کی اور میلاد کے پڑھنے کا سبب بنا۔ وہ دنیا سے ایمان کے ساتھ جائے گا اور جنت میں حساب کے بغیر جائے گا (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کے علاوہ حضرت حسن بصری، جنید بغدادی، معروف کوفی، امام رازی، امام شافعی، سری ستیلی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ارشادات منقول ہیں۔

اس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ یہ اقوال دسویں صدی ہجری کے بعد تیار کئے گئے ہیں۔ نہ اس زمانے میں درہم خرچ کرنے کی ضرورت تھی اور نہ ہی میلاد النبی کی محافل ربیع الاول کے مہینے سے مخصوص تھیں۔ علامہ یوسف بن اسماعیل بھالی نے ابن حجر کی تصنیف کے اصل رسالہ ”نعت الکبریٰ علی العالم بیولد سید ولد آدم“ کی تلخیص نقل کی ہے۔ (۳۸۲) جو خود علامہ ابن حجر کی نے تیار کی تھی۔ اصل کتاب میں ہر بات سند کے ساتھ بیان کی گئی تھی۔ اس میں خلفائے راشدین اور دیگر بزرگان دین کے ذکر ہوا ہے۔ یہ کورہ بالا اقوال کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ ایک جعلی کتاب ہے جو علامہ ابن حجر کی طرف منسوب کر دی گئی ہے۔

۱۔ میلاد ناموں کی بیان کردہ روایات کا جائزہ لینے کے لئے درج ذیل چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

”راوی لکھتا ہے کہ جس رات آمنہؓ حاملہ ہوئیں، دو سو عورتیں رشک و حسد سے مرگئیں۔ اس رات کو آسمان کے فرشتوں نے غلغلہ شامانی کا زمین تک پہنچایا اور اہل زمین نے غلغلہ کامرانی کا آسمان کو سنایا۔ جبرائیل علیہ السلام نے علم سبز خانہ کعبہ پر نصب کیا، مبارکباد دی۔ فرشتوں نے ارباب زمین کو دروازے بہشت کے مفتوح کر دیئے۔ عالم، عالم انوار اقدس سے معمور ہو گیا۔ اہلیس پھاڑوں میں جا چھپا، چالیس شبانہ روز صحرا اور دریا میں سرگرداں رہا۔ بت روئے زمین کے سرنگوں ہوئے۔ حیوانات قریش کے بولنے لگے اور بشارت دی چرند پرند کو کہ آج آمنہؓ خاتون حاملہ ہوئیں، اب زمانہ خیرا بشر، ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا نزدیک آیا۔“ (۳۸۳)

۲۔ ”روایت ہے کہ بیوم محشر میں غیب سے آواز آئے گی کہ ”اے میدان حشر کی مرد اور عورتو! اپنی اپنی آنکھیں بند کر لو۔ مقام ادب ہے کہ ہمارے محبوب کی بیٹی فاطمہ زہرا، علیؑ شیر خدا کی بی بی، حسن مجتبیٰ اور حسینؑ شہید کربلا کی والدہ اور زینبؑ مصیبت زدہ کی مادر آتی ہے۔“ حالانکہ عورتوں سے عورت کا پردہ کچھ ضروری نہیں، مگر وہ اس طرح سے آوے گی کہ عورتیں دیکھنے کی متحمل نہ ہوں گی۔ یہ آواز سنتے ہی سب اپنی اپنی آنکھیں بند کر لیں گے اور عمامہ مبارک حضرت شاہ مرداں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خون آلود دست راست میں لے لیں، اور کتہ زہر آلود حضرت امام حسنؑ کا ایک کندھے پر ڈالے اور حضرت امام حسینؑ کا پیرہن خون آلود دوسرے شانے پر رکھے زار زار روتی اور درگاہ الہی میں فریاد کرتی ہوئی تشریف لائیں گی اور عرش پروردگار کا پایہ پکڑ کر یوں کہیں گی ”خدا یا! میرے حسین کو ڈیڑھ سو خط بھیج کے بلایا، پھر وہ سلوک کئے کہ خیمے تک کو جلایا اور ریگستان کربلا میں بھوکا پیاسا خنجر سے شہید کیا۔ تو ہی انصاف کر کہ میرے بچے کا کیا قصور تھا۔ آپ کے بیان سے فرشتے آسمان کے روتے روتے بیہوش ہو جائیں گے اور جیمبر مہربوں سے گر پڑیں گے۔“ (۳۸۴)

۳۔ جب سردار سے آگے چلنے کا قصد کیا، جبرائیلؑ نے کھڑے ہو کر کہا:

اگر یک سرے موئے برتر پر م

فروع تجلی بسوزد پر م

حضرتؑ نے فرمایا، اے جبرائیل! ایسے مقام پر مجھ کو تما چھوڑے جاتے ہو، ندا آئی: ”ہا محمد نھاک العلیل لا تنظرو الی جبرئیل“ وہاں سے ایک ہاتھ نکلا اور اندر حجاب کے لے گیا۔ ستر حجاب نور و علمت کے اس طرح طے ہوئے کہ موٹائی ہر حجاب کے پانچ سو برس کے راہ اور مسافت ایک سے دوسرے کی پانچ سو برس کا فرق۔ وہاں پر براق رفتار سے باز رہا۔ رفرق سبز ظاہر ہوا کہ نور اوس کا آفتاب و ماہتاب پر غالب تھا۔ اس پر بیٹھ کر ستر ہزار حجاب اور طے کئے۔ ہر پردہ ستر ہزار برس کی راہ، رفرق نے سب پردوں سے گذارنا۔ ایک پردہ درمیان عرش اور حضرت کے باقی تھا کہ رفرق غالب ہو گیا۔ (۳۸۵)

۴۔ ”صفیہ بنت عبدالمطلب سے روایت ہے کہ شب ولادت آنحضرتؑ بجائے دائمی قابلہ کے میں خدمت گزار تھی کہ جب آپؐ پیدا ہوئے، میں نے چاہا کہ غسل دوں، ایک نور ظاہر ہوا کہ آفتاب کو اس

نور سے کچھ نسبت نہ تھی۔ ایک آواز بلند آئی کہ ”اے سفید! غسل اس مولود کو نہ دے کہ ہم نے پاک و پاکیزہ کر کے بھیجا ہے۔ حاجت غسل کی نہیں ہے“ میں نے گود میں لیا تو معائنہ کیا کہ پشت مبارک پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَالْآلِهِ وَسَلَّمَ لکھا ہے۔“ (۳۸۶)

۵۔ ”حضرت آمنہؓ خاتونِ فرماتی ہیں کہ بعد ولادت سرورِ عالم، تین فرشتے آسمان سے اترے، ایک کے ہاتھ میں آفتابِ نقری، دوسرے کے ہاتھ میں طشتِ زمردیں، تیسرے کے ہاتھ میں جامہ سفید تھا۔ انہوں نے حضرت خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طشت میں سات بار غسل دیا، پھر اس جامہ سفید کو آپ کے زیب جسم اطہر کیا اور کہا ”جوائب چہار گنہ دنیا میں آپ کو اختیار فرمانروائی مرحمت ہوا ہے۔ حضرت سرورِ عالم نے دست مبارک وسط طشت میں رکھا، غیب سے ندا آئی، آپ نے وسط دنیا یعنی مقام بیت اللہ پسند کیا“ اس وجہ سے ہم نے اس کو مسجدِ خلائق فرمایا۔“ (۳۸۷)

۶۔ ”حضرت عبدالمطلب نے جب خبر پائی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے کمال خوشی سے دیکھنے کا ارادہ کیا۔ آمنہ خاتونؓ نے فرمایا کہ تم حضرت کو ہرگز نہ دیکھ سکو گے اس لئے کہ جب حضرت پیدا ہوئے ایک مہض آیا اور کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکان سے باہر نہ نکالنا اور تین روز تک کسی کو نہ دکھانا۔ عبدالمطلب کو یہ سن کر غصہ آگیا۔ اور تلوار کھینچ کر مکان میں جانے لگے ایک فرشتہ بڑی عظمت والا ننگی تلوار ہاتھ میں لئے سامنے آیا اور کہا ہٹ جاؤ، جب تک تمام فرشتے آسمانوں کے نبی کریمؐ کی زیارت سے مشرف نہ ہو لیں گے اور سلام نہ کر چکیں گے کسی کو دیکھنا نصیب نہ ہو گا۔ جب فرشتے زیارت نبی کی کر چکے تب عبدالمطلب نے حضرت رسول کریمؐ کو دیکھا۔ بہت خوش ہوئے۔“ (۳۸۸)

ان متذکرہ بالا چند مثالوں کے علاوہ میلاد ناموں میں بے شمار صحیح روایات بیان کی گئی ہیں۔ کئی محققین نے ایسی روایات کو صاف طور پر غلط قرار دیا ہے۔ حافظ عبداللہ کلپتوری نے ایسی روایات کے بارے میں لکھا ہے:

”مولود کی اکثر کتابوں میں جھوٹی روایتیں لکھی ہیں۔ انہوں نے بعض وضعی

روایات کی مثالیں بھی دی ہیں اور واضح طور پر کہا ہے کہ ایسی باتیں کفر میں داخل

ہیں۔“ (۳۸۹)

میلاد ناموں میں لکھی گئی روایات کے بیان کے ضمن میں سید سلیمان ندوی نے سات اسباب پر بحث کی ہے۔ (۳۹۰) ان کے نزدیک ان روایات کے پیدا ہونے کی بڑی وجہ ایسے مولود خواں ہیں جن کی دسترس میں صحیح روایات نہیں تھیں اور علم سے محروم تھے۔ انہوں نے اپنی خدا داد ذہانت اور قوتِ انتزاع سے ان واقعات کو لطائفِ صوفیانہ اور مضامینِ شاعرانہ میں بیان کیا مگر سننے والوں نے انہیں روایت کی حیثیت سے دی یا بعد میں ان بیانات نے روایت کی صورت اختیار کر لی۔ اس طرح سے واقع میلاد میں وضعی روایات آگئیں اور انہی روایات کو واعظوں اور میلاد خوانوں نے امر واقعہ سمجھ لیا اور اسے بطور معجزہ پیش کیا جانے لگا۔ سید سلیمان ندوی نے قریباً تیس (۳۰) روایات کی نشاندہی کی ہے جو ان کے نزدیک وضعی ہیں جبکہ دیگر اہل سیر اور دیگر مصنفین نے انہیں فضائلِ نبوی میں شمار کیا ہے۔ (۳۹۱)

میلاد ناموں میں بیان کی گئی روایات کا تذکرہ کرتے ہوئے، ڈاکٹر انور محمود خالد لکھتے ہیں:

”اردو میلاد ناموں میں کئی روایات مجرماً عقول ہیں، مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کرنے سے نولاکھ برس پہلے نور محمدی پیدا کیا، پھر لوح و قلم، کرسی و عرش، زمین و آسمان، ارواح اور فرشتے وغیرہ اسی نور سے پیدا ہوئے، یا یہ کہ ولادت کے بعد ابر کا ایک ٹکڑا آیا اور آپ کو اٹھا کر لے گیا اور غیب سے آواز سنائی دی کہ محمد کو ملکوں ملکوں پھراؤ اور سمندروں کی تسوں میں لے جاؤ یا یہ روایت کہ جب آپ گوارہ میں تھے تو آپ چاند سے اور چاند آپ سے باتیں کرتا تھا اور انگلی سے آپ اس کو جدمر اشارہ کرتے تھے وہ اوھر جھک جاتا تھا، معراج کی شب عرش پر عیسیٰ سمیت جانا جیسی روایات بھی ان میلاد ناموں میں درج ہیں۔ جن کو تسلیم کرنے میں تامل ہوتا ہے۔“ (۳۹۲)

میلاد ناموں کے مصنفین و شعراء نے عام طور پر اپنے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا بلکہ صرف نقل ہے۔۔۔ روایت ہے۔۔۔ اہل سیر نے لکھا ہے۔۔۔ ارباب تواریخ رقم طراز ہیں۔۔۔ مفسرین نے لکھا ہے۔۔۔ کتب شامک میں ہے، وغیرہ جملوں سے آغاز کر کے روایت نقل کر دیتے ہیں جبکہ ان میلاد نگاروں نے قرآن مجید، احادیث نبوی، سیرت، تاریخ اور تفسیر کی مستند کتابوں سے بھی مواد حاصل کیا ہے۔ ان کا عمومی ماخذ کتب شامک و دلائل ہیں۔ بعض میلاد نگاروں نے اپنے ماخذ کے حوالے دیئے ہیں مثلاً مولوی مجیب اللہ نے اپنے میلاد نامہ ”شخص الضعیفی فی میلاد مصطفیٰ“ میں ان کتابوں کی نشاندہی کی ہے، جن سے روایات لی گئی ہیں:

مدارج النبوت، معارج النبوت، الشفاء (قاضی عیاض)، مواہب اللدنیہ، روضۃ الاحباب، جامع ترمذی، سنن نسائی، تفسیر کبیر، (امام رازی) تفسیر شاہ عبدالعزیز دہلوی، شفاء الصدور، تاج القصص، کشف الاسرار، میلاد الرسول، ابن جوزی (۳۹۳)

اسی طرح کئی دیگر میلاد نگاروں نے کتب حوالہ جات کا ذکر کیا ہے۔ اور ان میں بیشتر ایسی روایات مذکور ہیں جو معتبر کتب سیرت میں پائی جاتی ہیں۔ غیر معتبر روایات شاعرانہ رنگ آمیزی اور مجلسی تقاضوں کی وجہ سے آگئی ہیں اور اس قسم کی بیان کردہ روایات کو مستند فضائل و برکات کے ذریعہ کثیرہ سے الگ کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ فی الحقیقت یہ انہی میلاد ناموں کی عطا ہے کہ ان کے ذریعہ سے عام الناس میں میلاد و سیرت کے مضامین کی بھرپور ترویج و اشاعت ہوئی ہے اور تبلیغ دین کا موثر اور اہم ذریعہ ثابت ہوئے ہیں۔

میلاد ناموں کا مخصوص لب و لہجہ

میلاد نامے نثری، شعری اور مخلوط انداز میں سادہ، آسان اور عام فہم زبان میں لکھے گئے ہیں اور ان میں بعض بہت پر تکلف اور پر شکوہ زبان میں تحریر کئے گئے ہیں۔

میلاد کے موضوع کے اعتبار سے میلاد نگار کی سیرت طیبہ پر گہری نظر، تعلیمات رسالت سے قلبی تعلق، خیال و عقیدہ کی پختگی، زبان و فن پر عبور، اور اس کی مناسبت سے الفاظ کے انتخاب میں بھی ایک پاکیزگی اور شائستگی کا احساس کارفرما رہنا چاہئے۔ میلاد و سیرت کے بیان میں کئی نازک مقامات و محسوسات سے گذرنا پڑتا ہے، وہاں عام قسم کی شعر گوئی کام نہیں آتی۔ اس میں کسی بھی ایسے لفظ کے استعمال سے اجتناب ضروری ہے جس سے بازاری زبان، عامیانہ یا سوقیانہ پن کا انکھار ہوتا ہو۔ نیز موضوع کے تقدس و احترام کی نسبت سے عام قسم کی شاعرانہ تشبیہات و استعارات سے بھی گریز لازم ہے۔

میلاد ناموں کی شاعری خواہتا "موضوعاتی شاعری ہے۔ اس میں ہمیں اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس نظم میں کیا بیان کیا جائے گا۔ اس لحاظ سے ایسی موضوعاتی شاعری میں جدت و ندرت اور زبان و بیان کی چاشنی ناگزیر ہو جاتی ہے۔ میلاد ناموں کی اس قبیل کی وصفیہ، خطابیہ اور بیانیہ شاعری کا دائرہ اثر انتہائی وسیع ہے۔ اس کی غالب وجہ بھی ان کا دلکش، مترنم اور مخصوص پاکیزہ لب و لہجہ ہے۔ جس میں روزمرہ کی چاشنی، الفاظ و تراکیب کا حسن، مترنم قوافی و روئیں، مقبول بحرین اور زمینیں پوری فنی صلاحیت اور قوت کے ساتھ استعمال کی گئی ہیں۔ ان فنی صلاحیتوں کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

"فنکار کی خوش ذوقی، فنی مہارت، بلیغ نظری، جمالیاتی احساس، روایات کا پاس، مشاہدات و تجربات کا تنوع، قادر الکلامی، اور ندرت فکر و خیال ایسی چیزیں ہیں جن کی بدولت ہر موضوع شاعری میں اہم بن جاتا ہے۔ شاعر کی جذباتی صداقت، اپنے موضوع سے پورا لگاؤ اور عقیدہ و اخلاص جو اسے کسی موضوع کو شعر کا قالب دینے پر مجبور کرتا ہے۔ از حد ضروری ہے۔ اس کے بغیر نہ موضوع کی اہمیت محسوس ہوتی ہے اور نہ فن کی عظمت۔" (۳۹۳)

اس جذبہ محبت و تعظیم کا والہانہ اظہار بے شمار میلاد نگاروں نے کیا ہے مثال کے طور پر نوازش علی شیدا، کفایت علی کافی مراد آبادی، حسن کاکوروی، امیر مینائی، ظلیل الرحمن واعظ سہارنپوری، غلام امام شہید، محمد اکبر خان وارثی میرٹھی، گوہر علی خاں گوہر رامپوری، طیش گورکھپوری، بیدم وارثی اور سیماب اکبر آبادی کی میلادیہ منظومات میں خلوص و اثر کی جملہ کیفیات پوری آب و تاب سے جلوہ گر نظر آتی ہیں۔

میلادیہ منظومات میں بے ساختگی، سلاست اور روانی بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ میلاد نگار قدرتا " اور فطرتاً " نبی کریم کے جذبہ محبت و احترام سے معمور ہیں۔ مثلاً

چل مدینے وقت تو نے ہند میں کھویا بہت
رات اب تھوڑی ہے جاگ اے بے خبر سویا بہت
جس روز مدینے کی طرف گھر سے چلیں گے
آنکھوں سے رواں ہوں گے کبھی سر سے چلیں گے

مولانا احمد رضا خان بریلوی۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بلا و والا ہمارا نبی
جس کو شایان ہے عرش خدا پر جلوس
ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی
(۳۹۶)

میلاد نگاروں نے زبان و بیان کی پابندیوں کے باوجود اپنے مخصوص لب و لہجہ میں اپنے جذبہ بے اختیار کو بھی بیان کیا ہے۔ یہ ایسا جذبہ ہے جو انسان کے اپنے بس میں نہیں۔ اس پر نہ ضبط سے قابو پایا جاسکتا ہے اور نہ کوشش سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ عشق کی ایسی آگ ہے کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے۔ اس جذبہ بے اختیار کو قاری محسوس کرتا ہے۔ میلاد یہ منظومات میں سوز دل کی اس آرزو نے کیف آور اور وجدانی کیفیات پیدا کر دی ہیں۔
امیر مینائی۔

جب مدینے کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں
حسرت آتی ہے یہ پہنچا میں رہا جاتا ہوں
میں کبوں روضہ پر نور رہا کتنی دور
ساتھ والے کیسے اب آتا ہے اب آتا ہے
(۳۹۷)

مولانا احمد رضا خان بریلوی۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد
(۳۹۸)

میلاد نگاروں نے پاکیزہ و متین اور مخصوص لب و لہجہ میں جو کچھ کہا ہے، وہ جذبہ دروں سے مجبور ہو کر کہا ہے اور نبی کریم سے والہانہ محبت و شیفقتی کو قلب و روح کی گہرائیوں میں اتار کر اور احساس و جذبہ کی پوری شدت و صداقت سے کہا ہے۔ اسی کا اثر ہے کہ میلاد یہ شاعری نسبت محمدی کے طفیل انہیں بھی حیات جاوداں عطا کر گئی ہے۔

میلاد ناموں کی بیستوں کا شروع

میلاد کا تعلق موضوع سے ہے، کسی مخصوص ہیئت سے نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میلاد ناموں میں نثر اور نظم کے تمام اسالیب موجود ہیں۔ جس زمانے کا میلاد نامہ ہو گا، اسی زمانے کی تمام مروجہ اصناف و اسالیب

اس میں اپنے مخصوص انداز میں جھلکتی نظر آتی ہیں۔ شعری انداز بیان میں میلاد کا اپنا کوئی عروضی بیان نہیں ہوتا۔ میلاد یہ منظومات یا منظوم میلاد نامے بیسی اعتبار سے مثنوی، قصیدہ، مخمس، مسدس، رباعی، قطعہ، ثلث، ترجیع بند، ترکیب بند اور مستزاد وغیرہ ہر مستعمل بیست میں لکھے جاسکتے ہیں اور ان کی مثالیں موجود ہیں۔ موضوعاتی لحاظ سے حمد، نعت، منقبت، قصیدہ، مرثیہ، دعا و مناجات اور اسالیب کو مد نظر رکھتے ہوئے درود و سلام، لوری، جگموری، سرا اور گیت وغیرہ جیسی متنوع بیستوں میں لکھی گئی ہیں۔ اس لحاظ سے میلاد نگاری میں اصناف شعر کو ہم عروضی اور موضوعی دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ عروضی اصناف کا اپنا ایک خاص عروضی ڈھانچہ موجود ہے جبکہ موضوعاتی و اسالیبی اصناف میں ان کے موضوعات ہی ان کا امتیازی وصف ہیں اور انہیں کسی بھی عروضی پیکر میں ڈھالا جاسکتا ہے۔ اس لحاظ سے میلاد یہ منظومات موضوعات و مضامین کی کثرت، تشبیہات و استعارات، تلمیحات، صنائع لفظی و معنوی اور تمدنی و سماجی مناظر کی جھلکیں اسے ایک امتیازی شان اور مخصوص رنگ و آہنگ بخشتی ہیں۔

مسلمانوں کے مذہبی تصورات نے ابتدائی اردو شاعری کے اسالیب پر گہرا اثر ڈالا۔ ان منظوم و مخلوط تصانیف میں حمد و مناجات اور میلاد و نعت کے مضامین کا رتوب سمجھ کر اور ان میں قرآنی آیات و احادیث کو بھی مکمل یا جزوی طور پر باندھنا اسی سبب سے ہے۔

میلاد یہ منظومات میں وصف کے عمدہ سے عمدہ نمونے ملتے ہیں۔ اس طرح سے مدحت رسالت ماب میں وصف نگاری، جزئیات نگاری اور بیانیہ نگاری کی صورتیں نکل آتی ہیں۔

میلاد یہ شاعری میں تمدنی و سماجی اور ہندوستانی اثرات کے زیر اثر فارسی، اردو اور ہندی کی مختلف اصناف موجود ہیں۔ سرا ہندی سے بیان معراج کے سلسلہ میں نبی کریم کے سرے اور دیگر ہندی اثرات اور سماجی عوامل کے تحت دوہے، گیت اور لوریاں بھی لکھی گئی ہیں۔

میلاد نامے جزوی طور پر سیرت اور تاریخ ہیں اور شعری روایت کا حصہ ہیں لیکن فنی پہلو کے لحاظ سے ہم صنفی اظہار ہے۔

میلاد بلحاظ بیست

قصیدہ و مرثیہ، نظم، مثنوی، مسقط، مخمس، مسدس، رباعی، قطعہ، ثلث، ترکیب بند، ترجیع بند اور مستزاد۔

موضوعاتی لحاظ سے

حمد، نعت، منقبت، دعا، مناجات۔

اسالیبی لحاظ سے

درود و سلام، لوری، جگموری، فریاد، سرا، گیت اور سابق نامہ وغیرہ۔

میلاد نگار کسی بھی بیسی یا موضوعاتی پیکر کو استعمال کرے لیکن میلاد کے موضوع کے احرام میں

ضروری ہے کہ نپے تلے الفاظ، حسن خطاب اور حسن بیان کے ساتھ عقیدے کی تفصیلات اور باریکیوں کو صحت کے ساتھ لے کر چلے کیونکہ تعمیل کی پرواز میں صادق الہیانی پر حرف نہیں آنا چاہئے کیونکہ جس بارگاہ میں با آواز بلند گفتگو بھی سوئے اوب قرار پائے اس بارگاہ کے آداب کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ (۳۹۹)

میلاد کی محفلوں اور مجلسوں میں ترنم سے پڑھنے کے لئے بالعموم غزل کی ہیئت زیادہ مقبول رہی۔ غزل میں سامع پر وجد کی کیفیات بہتر طور پر پیدا ہوتی ہیں۔ میلاد کے مضامین کے اظہار کے لئے دوسری مقبول صنف قصیدہ رہی ہے۔ اس میں میلاد نگاری کی ایک طویل روایت موجود ہے۔ قصیدے کی مقبولیت کی غالب وجہ اس میں شوکت الفاظ، زور بیان، مضمون آفرینی، تراکیب کا طمطراق اور اظہار علم و فضل ہے۔ غزل و قصیدہ کے بعد مثنوی کا کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ اس میں کسی واقعہ کو تسلسل سے بیان کرنے اور فطری بہاؤ کو برقرار رکھنے کے لئے جداگانہ ردیف و قافیہ کی آزادی موجود ہے۔ میلادیہ منظومات کا ابتدائی دور کا سرمایہ مثنوی کی صورت میں تخلیق ہوا۔ دکنی دور کے میلاد نامے مثنوی کی ہیئت میں لکھے گئے ہیں۔

میلاد نگاری کے سلسلہ میں دیگر عروضی و موضوعاتی اصناف شاعری کو بھی استعمال کیا جاتا رہا ہے مگر تعداد کے لحاظ سے دیگر تمام ہیئتوں کا استعمال غزل قصیدہ اور مثنوی کی نسبت کم ہے۔ میلاد نگاروں نے سدس، مثنیٰ، رباعی، مثلث، ترجیع بند، ترکیب بند اور مستزاد وغیرہ ہیئتوں کو بھی استعمال کیا ہے اور ان کے علاوہ دیگر موضوعاتی و داخلی اسالیب حمد، نعت، منقبت، دعا، مناجات، درود و سلام، فریاد، لوری، سہرا، اور ساقی نامہ وغیرہ کے نمونے بھی میلاد ناموں میں داخل اور جانجا ملتے ہیں۔ ہندی اثرات کے تحت گیت، راگ اور دوہے کی ہیئت کو بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے میلاد نگاروں نے نثر و نظم کی موجودہ اصناف مستقل ہیئتوں اور متنوع اسالیب کو اپنے موضوع کے بیان کے لئے استعمال کیا ہے اور ان تمام اصناف سخن کی خوبیوں اور خصوصیات سے فائدہ اٹھایا ہے۔

میلاد ناموں میں آپ کے میلاد و سیرت کے جملہ پہلوؤں کو تاریخی پس منظر میں نظم کیا گیا اور انہی منظومات سے متاثر ہو کر دور جدید میں روایت و درایت اور صحت و واقعات کو ملحوظ رکھ کر حقیقت جانندہ مہری اور محشر رسول مہمزی وغیرہ نے آپ کی سیرت کو مربوط انداز میں نظم کیا ہے۔

میلادیہ منظومات میں اصلاحی روش بھی اختیار کی گئی ہے اور ان کا بنیادی مقصد عقائد میں چٹختی، اسوہ حسنہ اور ذکر نبیؐ کو عام لوگوں تک پہنچانا ہے۔ محمد باقر آگاہ نے ہشت بہشت اور نوازش علی شیدا نے اعجاز احمدی صحت روایات کا لحاظ رکھ کر اور غلط عقائد کی اصلاح کے لئے لکھی ہیں۔

آپ کے توہمیں انداز میلاد میں آپ کی سیرت مبارکہ کی صفت و ثناء، جمال ظاہری، اخلاق حمیدہ، معجزات اور پیغام نبوت کو بیان کیا گیا ہے۔ عشقیہ انداز میلاد میں میلاد نگاروں نے آپ کی ذات اقدس سے بھرپور والمانہ الفت و غفیدت کا اظہار کیا ہے۔ اور آپ کے تعلقات (لباس، پینہ، نعلین مبارک وغیرہ) روضہ رسول پر آپ سے دوری اور مجبوری کی وجہ سے حاضری کی تڑپ، روضہ اقدس پر درود و سلام کا وجد آفرین منظر، اور دیگر احوال کو قلبی جذبات و احزام کے ساتھ بیان کیا ہے۔ میلاد نگاری میں والمانہ شہینگی کا جذبہ و انداز کم و بیش ہر میلاد نگار کے ہاں نظر آتا ہے مگر نوازش علی شیدا، کفایت علی کافی مراد آبادی، شاہ

سلامت اللہ لکھنوی، غلام امام شہید، صوفی احمد خاں اکبر آبادی، محمد اکبر خان وارثی میرٹھی اور بیدم وارثی وغیرہ کی منظومات میں کافی نمایاں اور موثر ہے۔

دروو و سلام کی منظومات میں شفاعت طلبی اور حصول ثواب کے لئے کیف و اثر کے عناصر خاص تاثر چھوڑتے ہیں۔

میلاد ناموں میں سے بیستی و موضوعاتی اور مختلف اسالیبی لحاظ سے ان کی چند مثالیں درج ذیل ہیں :

مشنوی

مشنوی ایسی مسلسل نظم ہے جس کا ہر شعر مختلف قافیہ میں ہوتا ہے لیکن ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ اس میں ہر قسم کے واقعات و معاملات بیان کئے جاتے ہیں۔ محسن کاکوروی کی صبح تجلی، اور چراغ کعبہ دلچسپ اور پر تاثیر مشنویاں ہیں۔ دور حاضر میں حفیظ جالندھری کا ”شاہنامہ اسلام“ ایک طویل مشنوی ہے۔ غلام امام شہید نبی کریمؐ کے جسم مقدس کا سایہ زمین پر نہ پڑنے کا معجزہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

محمدؐ کے مانند جگ میں نہیں
ہوا ہے نہ ایسا نہ ہو گا کہیں
یہ تھی رمز جو اس کے سایہ نہ تھا
کہ رنگ دوئی واں سایا نہ تھا
نہ ہونے کا سایہ کے تھا یہ سبب
ہوا فرش پوشش میں کعبہ کی سب
جہاں تک کہ تھے یاں کے اہل نظر
سمجھ مایہ نور کھل ابھر
سجوں نے لیا چلیوں پر انھا
زمیں پہ نہ سایا کو کرتے دیا
سایا کا پتلی کے ہے یہ سبب
وہی سایہ آنکھوں میں پھرتا ہے اب
(۴۰۰)

مسدس

مسدس میں پہلے چار مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں اور پانچواں، چھٹا مصرعہ ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتے ہیں۔ طویل اور مسلسل منظومات کے لئے اس کا استعمال بہت ہوا ہے۔ مولانا حالی کا مسدس ”مد و جزر اسلام“ بھی اس کا مشہور نمونہ ہے۔ مولود عطار سے نمونہ ملاحظہ ہو :

جس جا پہ پڑھی جاتی ہے نعت شہ ابرار
 واں لاتے ہیں تشریف شریف احمد مختار
 آتے ہیں ملک دیکھنے اس بزم کا دیدار
 اور پڑھ کے درود آل محمد پہ وہ سو پار
 کہتے ہیں، سنے سب نے دربار ہے محفل
 کیا خوب لکھی تو نے یہ عطار ہے محفل
 (۳۰۱)

مخمس

پانچ پانچ مصرعوں کا بند جس میں چار مصرعے ہم قافیہ اور پانچواں خلاف قافیہ ہوتا ہے، کبھی ہر بند کا پانچواں مصرعہ مکرر آتا ہے۔ اس کے لئے کسی خاص مضمون، وزن یا بندوں کی تعداد کی قید نہیں ہے۔ اکثر میلاد یہ موضوعات کے بیان کے لئے شعراء نے یہ بیان اختیار کیا ہے۔

اسے پردہ نہیں کہتے کہ پردہ ہے یہ کیا پردہ
 کہ پردہ نام کا اک رہ گیا سب اٹھ گیا پردہ
 جو پردہ ہے تو اتنا ہے نہیں اس کے سوا پردہ
 احد میں اور احمد میں فقط ہے میم کا پردہ
 جسے پہچانا آتا ہے وہ پہچان جاتا ہے
 (۳۰۲)

رباعی

بناوٹ کے لحاظ سے پہلا، دوسرا اور چوتھا مصرعہ لازماً ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں۔ تیسرا مصرعہ اس قید سے آزاد ہوتا ہے۔ ان چار مصرعوں میں ایک مکمل مضمون ادا کیا جاتا ہے۔

ہوش رہا ستم گرا ماہ لقا تو کون ہے
 صبر و قرار لے گیا سچ سچ بتا تو کون ہے
 کی جو نگاہ چار سو دیکھا اسی کو روید
 کوئی نظر نہیں پڑا تیرے سوا تو کون ہے
 (۳۰۳)

مطلع کی قید سے آزاد اور اشعار کی تعداد کی پابندی سے مبرا ہوتا ہے۔ ہر شعر کا دوسرا مصرعہ قافیہ و ردیف سے مزین ہوتا ہے۔ قطعہ کا ایک وصف خاص حقیقت نگاری ہے۔ میلاد نگاروں نے اسی وصف کی بدولت مذہبی و اخلاقی موضوعات کو بیان کیا ہے۔

عرش کا پایہ پکڑ کے یوں کہیں گی فاطمہ
اے خدا فریاد ہے میری تو عالیشان ہے
داو دے میرے شہیدوں نیکوں مظلوم کی
صاحب انصاف ہے تو ہی مرا رحمان ہے
(۳۰۴)

مثلاً

اس میں پہلے تین مصرعوں کا ایک قافیہ ہوتا ہے باقی بندوں میں دو دو مصرعوں کا قافیہ علیحدہ اور تیسرے مصرعے میں پہلے بند کا قافیہ ہوتا ہے۔

تسلی دیجئے دوش نبی کے شہسواروں کو
جناب حضرت حسین دونوں ماہ پاروں کو
ذرا تو پوچھئے پیاروں سے کیا حالت تمہاری ہے
(۳۰۵)

ترجیع بند

خمس اور سدس کے انداز میں بھی ملتے ہیں۔ اس میں پہلے بند کے بعد آنے والا ٹیپ کا مصرعہ یا شعر ہر بند کے بعد بیسنہ دہرایا جاتا ہے۔

ذکر رسول پاک ہے فخر زمان انس و جن
روح کو اس سے ہے سرور قلب ہے اس سے مطمئن
ولولہ دل بیوان ہے قوت خاطر من
سنئے اگر بہ گوش ہوش ورد ملک ہے رات دن
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ
(۳۰۶)

مستزاد

اس میں مصرعے کے بعد ایک کلمے کا اضافہ ہوتا ہے اور قافیہ و ردیف اسی اضافہ شدہ جزو میں ہوتے ہیں۔ ہیئت کے اعتبار سے غزل سے مختلف لیکن موضوع کے اعتبار سے ہمنوا صنف ہے۔ مثال دیکھئے :

روکے صدیق یہ کہتے تھے نہیں چینی کے ہم — چشم گریاں کی قسم
ایک دریا ہے کہ آنکھوں سے ہے جاری اس دم — جوش طوقاں کی قسم
(۳۰۷)

حمد

حمد میں اللہ تعالیٰ کی صفات اور بزرگی و برتری بیان کی جاتی ہے۔ پاکیزہ زبان، شستہ و رفتہ الفاظ کا انتخاب اور انتہائی مودب لہجہ اختیار کرنا چاہئے۔ قدیم و جدید تمام میلاد ناموں کی ابتداء میں حمدیہ اشعار ملتے ہیں۔

حمد کے لائق وہی ہے ذوالجلال
جس نے عالم پر کیا لطف و نوال
کیا بیاں ہو قدرت ایزد تعال
ہے بشر کی اس جگہ عاجز مقال
ہیں اسی کی یاد میں ہر صبح و شام
جتنے عالم کے ہیں ذرے بس تمام
لم یزل ہے نور کی او سکی ضیا
ابتداء جس کی نہیں اور انتہا
(۳۰۸)

نعت

نعت میں نبی کریمؐ کی مدح پاک بیان کی جاتی ہے۔ ہر میلاد نگار نے حمد و مناجات کے بعد آپؐ کی نعت لکھی ہے۔ نعت کے اجزائے ترکیبی میں اپنے درپیش مصائب و آلام کا اظہار کر کے نبی کریمؐ کے حضور فریاد، مشکل کشائی، حاجت روائی اور استدعا طلبی بھی شامل ہے۔ محسن کاکوروی، امیر مینائی، احمد رضا خاں بریلوی، بیدم وارثی اور ہمزاد لکھنوی وغیرہ کا نعتیہ کلام بہت وسیع ہے۔

دعویٰ ہے کس کو نعت رسالت مآب کا
دریا کو طے کرے نہیں یارا حباب کا
روز ازل سے مدح کرے جس کی ذوالجلال

اس کی ثنا بشر سے ہو اتنی کہاں مجال
مشکل کشائے جن و بشر داغ الم
حاجت روانے ہر دو جہاں واسع الم
کوہ وقار کان سخا سید انام
جاری جس کی ذات مقدس کا فیض عام
ای فخر انبیائے جہاں شافع ام
عاشق کے حال پر بھی ذرا کیجئے کرم
(۳۰۹)

منقبت

جن اشعار میں صحابہ کبار یا بزرگان دین کی تعریف کی گئی ہو، منقبت کہلاتے ہیں۔ محمد باقر آگاہ، 'ناخ' شاہ رون احمد رافت، کافی مراد آبادی، امیر عثمانی، احمد رضا خاں بریلوی اور محمد اکبر خان وارثی میرٹھی کے میلاد ناموں میں بکثرت مناقب کے اشعار ملتے ہیں۔

بوکر ہے ابر سخا بحر عطا عادل عمر
عثمان ہے سنج گوہر کان جواہر ہے علی
بوکر طوبیٰ کا شجر اور شاخ ہے اس کی عمر
عثمان برگ سبز ہے اور میوہ تر ہے علی
بوکر ہے سرو سہی مگر تو قد شمشاد ہے عمر
عثمان بہار بوستان بلخ صنوبر ہے علی
بوکر ہے بوئے عود مگر تو بوئے صندل ہے عمر
عثمان بوئے مشک ہے اور بوئے عنبر ہے علی
(۳۱۰)

دعا

دعا میں براہ راست اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ میلاد ناموں اور قصائد کے آخر میں مدح کے بعد دعا کی ایک طویل روایت موجود ہے:

اللہ بانی محفل سلامت
رہے باعافیت جب تک جہاں ہے
ترے محبوب کی محفل میں اس دم

جو حاضر کو دک و پیر و بجاں ہے
 مرادیں سب کی حاصل ہوں خدایا
 ترے در تک رجوع بندگاں ہے
 دعا سے مدعا ہوتا ہے حاصل
 تو ایسا کارساز دو جہاں ہے
 (۳۱)

کفایت علی کافی کی مناجات کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

یا الہی حشر میں خیرالورا کا ساتھ ہو
 رحمت عالم جناب مصطفیٰ کا ساتھ ہو
 یا الہی یہی دن رات میری التجا
 روز محشر شافع روز جزا کا ساتھ ہو
 یا الہی آئے جس دن گرمیوں پر آفتاب
 اس سزاوار خطاب والضحیٰ کا ساتھ ہو
 (۳۲)

قصیدہ

قصیدہ اپنی ہیئت اور اسلوب دونوں کے اعتبار سے عربی اور فارسی سے ماخوذ ہے۔ اس کی بحر شروع سے آخر تک ایک ہی ہوتی ہے۔ پہلے شعر کے دونوں مصرعے اور باقی اشعار کے آخری مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں۔ ”تمثیریہ قصائد میں چاروں اجزا تشبیب، مدح، گریز اور دعا ہوتی ہے جبکہ مدحیہ قصائد میں تشبیب اور گریز کے بعد براہ راست مدح شروع ہو جاتی ہے۔“ (۳۳) میلادیہ قصائد میں کم و بیش یہی اجزاء موجود ہیں۔ ملک خوشنود، نصرتی، کفایت علی کافی، شاہ سلامت اللہ لکھنوی، محسن کاکوروی اور امیریتاکی کے ہاں مختلف النوع میلادیہ قصائد ملتے ہیں۔ شہیدی کے ایک قصیدہ کے چند شعر ملاحظہ ہوں:

ہے سورہ والشس اگر روئے محمدؐ
 واللیل کی تفسیر ہوئی موئے محمدؐ
 جب روئے محمدؐ کی نظر آئی تجلی
 سمجھا میں شب قدر سے کیسے محمدؐ
 گلشت گلستان پہ پڑو صل علی تم
 ہر پھول کی پتی میں رہی بوئے محمدؐ
 (۳۴)

منظوم وفات نامے مرثیہ (ELEGY) کے زمرے میں آجاتے ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں اس سے مراد اظہار غم کی مختصر نظم ہے جس کی وجہ تخلیق کسی محبوب یا قابل احترام ہستی کی وفات ہو۔ (۴۱۵) منظوم وفات ناموں اور دیگر مرثیوں نے اردو میں بیانیہ شاعری کی ساری کمی کو دور کر دیا ہے۔ مرثیہ نگاری میں توجہ اور حقیقت نگاری ضروری ہے۔

جہاں میں شور محشر کس قدر ہے

قیامت رحلت - خیر البشر ہے

ملک جن و بشر ہیں زار و تالاب

زمین و آسمان بھی نوحہ گر ہے

اندھیرا کیوں نہ ہو سارے جہاں میں

چھپا پردے میں وہ رشک قر ہے

(۴۲۱)

درود و سلام

قریباً ہر میلاد نامے میں شفاعت طلبی اور حصول ثواب کے لئے ایک مستقل عنوان کے تحت درود و سلام لکھے گئے ہیں۔

درود شریف پڑھنے کے بارے میں مولود عطار اور مولود آئینہ شفاعت سے دو نکلزے بطور نمونہ ملاحظہ

ہوں:

مولود عطار:

جب مجھ سے نام محمدؐ سنو درود پڑھو

نہ بیٹھو چپکے یہاں اے مومنو درود پڑھو

عزیزو میرا یہ کہنا کہو درود پڑھو

تمام جسم میں خوشبو ملو درود پڑھو

دلخ جاں کو معطر کہو درود پڑھو

(۴۱۷)

مولود آئینہ شفاعت:

مولود مصطفیٰ کا بیاں ہے پڑھو درود

ہر سو خدا کا نور عیاں ہے پڑھو درود

آدم رسول جہاں ہے پڑھو درود

خوش خوش ہر اک بھر و جوان ہے پڑھو درود
جس دم پڑھا درود معطر دھن ہوا
ذکر رسول پاک سے وہ گھر چین ہوا
(۳۱۸)

مجلسی و میلادی ضروریات اور اہمیت کی وجہ سے درود و سلام کے موضوع پر بے شمار گلدستے مرتب ہوئے ہیں۔

لوری یا جھولنا

لوری کی مثالیں دنیا کی مختلف زبانوں میں موجود ہیں۔ دکنی اور دیگر شعراء کے میلاد ناموں میں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ میلاد گوہر اور میلاد صوفی وارثی میرٹھی سے دو مثالیں ملاحظہ کیجئے۔
میلاد گوہر، حلیمہ سہدی یہ کہہ کر سلاتی ہیں:

تجھے دے رہی ہوں لوری تجھے کر لوں پیار سو جا
کہ تو جاگتا ہے راتوں مرے ہوشیار سو جا
بنی سجد کا قبیلہ ہوا باغ باغ تجھ سے
مرا دودھ پینے والے گل نو بہار سو جا
تری چاند سی جبیں پر مری روح ہو تھق
تری مست انگلیوں پر مری جان ٹار سو جا
(۳۱۹)

میلاد صوفی وارثی میرٹھی:

سو جا سو جا پیارے محمدؐ میں تجھ پر بلہاری
گورے گورے کھڑے پہ صدتے خدائی ساری
کالی کالی زلفوں والے تجھ پہ حلیمہ واری
سو جا سو جا
(۳۲۰)

جھولنے کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

جھولتے تھے جو نور خدا جھولنا
تھا وہ اک تور کا خوشنما جھولنا
قدسیوں نے ہلا کر کہا جھولنا
جھولو جھولو حبیب خدا جھولنا

چاند سورج تصدق ہوئے آپ پر

چاند سے آپ تھے چاند سا جھولنا

(۳۲۱)

اور جب جبرئیل امین معراج کے لئے جگانا چاہتے ہیں تو ایسے موقعوں پر شعراء نے بیگوریاں لکھی ہیں۔
ایک بیگوری کے چند شعر دیکھئے:

شب معراج ہے اے دین کے سرور جاگو
طالب دید ہے خود خالق اکبر جاگو
ہیں کھڑے آپ کی خدمت میں فرشتے اتنے
اور حاضر ہے براق آپ کے در پر جاگو
شہر آپ کا ہے عرش پہ خلاق جہاں
وقت سونے کا نہیں شائع محشر جاگو
آسمانوں کو بہت شوق ہے پابوسی کا
فلک ارفع کے اے ماہ منور جاگو
(۳۲۲)

سرا

یہ اردو میں خاصے کی چیز ہے۔ اس نظم میں شادی کے وقت رشتہ داروں کو مبارکباد دی جاتی ہے اور دولہا کی شان و شوکت کا حال بیان کرتے ہیں۔ معراج النبی کا ذکر قریباً سب میلاد ناموں میں موجود ہے اور ان واقعات معراج کو الگ طویل نظموں کی صورت میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ شعراء نے معراج کے بیان کی ابتداء میں عرش بریں پر تشریف لے جانے کی نسبت سے آپ کے سرے لکھے ہیں۔
ایک سرے سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

معراج کی شب بن ٹھن کے چلا محبوب دلارا خوب بنا
جبرئیل پکارے صل علی رمن کا دل آرا خوب بنا!!
والشس کا غازہ رخ پہ ملاء واللبل کی کتنھی زلف میں کی
آنکھوں میں لگا مازاغ کا سرمہ احمد پیارا خوب بنا!!
تن چھین لیو من موھے لیو اے کالی کملیاں والے بیا
کہتے تھے ملک خوش ہو ہو کر محبوب پیارا خوب بنا
جب عرش پہ اس کا جلوہ ہوا اور پاؤں دئی تھئی پہ رکھا
پردے سے نکل یہ حق نے کما محبوب ہمارا خوب بنا!!

تضمین

میلاد ناموں میں اکثر کسی دو سرے شاعر کے مصرع یا شعر پر مصرع لگا کر تضمین کی گئی ہے۔ اس کی چند صورتیں ہیں، ایک مصرع پر ایک مصرع، ایک بیت پر ایک مصرع یا ایک مصرع پر شعر لگا کر مثلث کرنا، مطلع پر مطلع لگانا، بیت پر تین مصرعے لگا کر محسن کرنا، بیت پر چار مصرعے لگا کر سدس کرنا، شعر پر متعدد اشعار لگا کر قطع بند کرنا۔ معراج نامہ، اکبر دارٹی میرٹھی سے تضمین بر شعر سہمی کی ایک مثال درج ذیل ہے:

وہ حبیب حق شد نیک خو کہ یہ دین جس کا ہے چار سو
گیا ہر سیر مقام حو رہا کوئی پردہ نہ دوہو
یہ مزے مزے کی تھی گفتگو کہ ہے خوش پیارے حبیب تو
ہوئی پوری وصل کی آرزو یہ صدا بلند تھی کو بہ کو !!

بَلِّغِ الْعُلَمَاءَ بِكَمَالِهِمْ كَشَفِ السُّجَى بِجَمَالِهِ
حَسَنَتْ جَمِيعُ خِصَالِهِ صَلَوَاتُ عَلَيهِ وَآلِهِ
(۳۲۳)

گیت

گانے کی چیز کو گیت کہتے ہیں۔ اس میں سرآل کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور اس کا موسیقی سے گہرا ربط ہے۔ میلاد ناموں میں بھی ہندی زبان و بیان اور سماجی و معاشرتی عوامل کے تحت میلاد ناموں میں بھی گیت لکھے گئے ہیں۔

تورے ہجر میں حق کے پیارے نبی
مورا چین گیا موری نیند گئی
اب اور پہ تمہارے آن پڑی
مورا چین گیا موری نیند گئی
(۳۲۵)

مولود سعیدی:

سدھ لے موری موھے سرتاجا
سدھ لے کل راجن کے راجا
(۳۲۶)

صدقے ہوں وصل کی راتن کے قریاں ہوں واں کی باتن کے
 واری ہوں میں واں کی چتون کے بلوا لو عربستان میں
 (۳۲۷)

دوسرا باب

حرکات و ماخذ / عربی، فارسی پس منظر

میلاد کے محرکات

حیثیت و محبت کا اظہار، اخلاص و سچائی کا مظاہرہ اور عقائد و عقیم علیٰ راسخ ہونے اور اصول و ثابت
راہوں میں حضور کی طرف کوئی اور صورت کی تلاش نہ ہونے کی وجہ سے ملت کے ہر فرد میں ہمارے
میلاد انور کی شان و عظمت کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اپنے اور معاشرے کے صالح انداز

دوسرا باب

ہمارے میلاد کے اظہار کی ساری محرکات ہیں۔ اس کے اسلامی محرکات
میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حیثیت و محبت اور عقائد و عقیم علیٰ راسخ ہونے کی وجہ سے
ہر فرد میں ہمارے میلاد انور کی شان و عظمت کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اپنے اور معاشرے کے صالح انداز

محرکات و ماخذ / عربی، فارسی پس منظر

میلاد کے اظہار کا اہتمام
حیثیت و محبت کا اظہار

میلاد نگاری کے اسلامی محرکات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے ذریعے سے حیثیت و محبت
راہوں اور والدین کی شان و عظمت کا اظہار ہے۔ اس حیثیت و محبت میں مسلمانوں کے میلاد انور
سلسلے میں بھی قرآن مجید میں کہنے میں بھی ملتی ہے اور کسی سے کام نہیں لیتے۔ اس میں نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والے آیات و احادیث کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے ہر فرد میں ہمارے میلاد
انور کی شان و عظمت کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اپنے اور معاشرے کے صالح انداز
راہوں اور والدین کی شان و عظمت کا اظہار ہے۔ اس حیثیت و محبت میں مسلمانوں کے میلاد انور
سلسلے میں بھی قرآن مجید میں کہنے میں بھی ملتی ہے اور کسی سے کام نہیں لیتے۔ اس میں نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والے آیات و احادیث کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے ہر فرد میں ہمارے میلاد
انور کی شان و عظمت کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اپنے اور معاشرے کے صالح انداز

میلاد نگاری کے اسلامی محرکات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے ذریعے سے حیثیت و محبت
راہوں اور والدین کی شان و عظمت کا اظہار ہے۔ اس حیثیت و محبت میں مسلمانوں کے میلاد انور
سلسلے میں بھی قرآن مجید میں کہنے میں بھی ملتی ہے اور کسی سے کام نہیں لیتے۔ اس میں نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والے آیات و احادیث کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے ہر فرد میں ہمارے میلاد
انور کی شان و عظمت کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اپنے اور معاشرے کے صالح انداز

میلاد کے محرکات

عقیدت و محبت کا اظہار، اطاعت رسولؐ، جذبہ، استدعا و شفاعت طلبی، خیر جوئی اور حصول ثواب، مولود میں حضورؐ کی تشریف آوری، صوفیاء کی محافل میلاد میں دلچسپی، علمائے بریلی اور مجالس میلاد، سالانہ اعراس کی تقاریب، نجی خوشی پر محفل میلاد کا انعقاد، سیرت النبیؐ کے جلسے اور مشاعرے ذرائع ابلاغ عامہ۔

مجالس میلاد کے انعقاد اور کتب میلاد کی تصنیف و تالیف کے کئی محرکات ہیں۔ اس کے اساسی محرکات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت کا اظہار، اطاعت کا جذبہ، استدعا و شفاعت طلبی، خیر جوئی اور حصول ثواب کے علاوہ یہ عقیدہ بھی شامل ہے کہ مولود میں حضور رسالت ماب تشریف لاتے ہیں۔ ثانوی محرکات میں محافل میلاد و مولود کی ترویج و فروغ، سیرت نگاری کا شوق، شعراء و صوفیائے کرام کا مجالس میلاد کی طرف خصوصی رجحان، میلادیہ و نعتیہ مشاعرے اور درود و سلام کی محافل، سیرت النبیؐ کے جلسے اور ذرائع ابلاغ عامہ میں اخبارات و رسائل کی خصوصی اشاعتیں نیز ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی محافل میلاد نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

عقیدت و محبت کا اظہار

میلاد نگاری کے اساسی محرکات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکار کے ذریعے عقیدت و محبت، دلی وابستگی اور والمانہ شینگی کے پاکیزہ جذبات کا اظہار ہے۔ اس محبت و عقیدت میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں نے بھی خراج عقیدت پیش کرنے میں کبھی بخل اور کجوسی سے کام نہیں لیا۔ دراصل نبی کریمؐ کی ذات اقدس ہر زمانے میں ہر مذہب کے اہل فکر و دانش کے لئے انتہائی موثر اور جاذب نظر رہی ہے۔ میلاد نگاری کا تعلق دینی اساس، صدق و اخلاص اور عشق رسولؐ سے ہے۔ سید عالمؑ خدائے بزرگ و برتر کے نور کی اولیں جھلک ہیں۔ اس تصور نے بھی عقیدت مندی کے جذبات کو گہرائی عطا کی۔ ختمی مرتبت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و ارشادات، اسوہ حسنہ، اور عملی زندگی اس عرصہ آب و گل کو ستارے اور نکھارنے کا موجب بنی۔ اس لحاظ سے اس محسن کائنات و انسانیت کی تشریف آوری تمام دنیا کے انسانوں پر احسان عظیم ہے۔ آپؐ کی فضیلت و بزرگی کا اظہار میلاد نگاری کا اولیں محرک ہے۔

”آپؐ کی ذات اقدس سے محبت و وابستگی مسلمانوں کے لئے حاصل دین، پیمانہ ایمان اور اخلاص و صداقت کا معیار ہے۔ نبی کریمؐ سے ربط و تعلق جتنا پختہ گہرا اور راسخ ہو گا اسی درجہ اللہ تعالیٰ کی معرفت، شریعت اسلامیہ سے وفاداری، عقیدہ توحید میں پختگی اور ایمان میں ثابت قدمی نصیب ہوگی۔“ (1) اسی کی بناء

پر اللہ تعالیٰ نے بھی نبی کریمؐ سے عشق و محبت کو جزو ایمان قرار دیا ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے: بلاشبہ نبی تو اہل ایمان کے لئے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہیں۔ (۲) قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ہے: سب لوگوں کو سنا فرما دیجئے کہ اگر تم کو ماں باپ، بیٹے بیٹیاں، بہن بھائی، زن و شوہر اور مال جو تم نے جمع کیا اور تجارت جس کے خسارے کا تم کو ڈر لگا رہتا ہے اور وہ محل جن میں تم کو بسنا اچھا معلوم ہوتا ہے (وہ سب) زیادہ پیارے ہیں، خدا اور رسول سے اور راہ خدا میں جہاد کرنے سے، تب تم غنہ نظر رہو کہ خدا تمہارے لئے اپنا کوئی حکم بنا دے۔ (۳)

امام مسلمؒ نے، مومن وہی ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبت ہو، کے عنوان سے صحیح مسلم شریف میں ایک باب قائم کیا ہے اور دو احادیث نقل کی ہیں۔ پہلی حدیث میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ: کوئی بندہ یا کوئی شخص مومن نہیں ہو گا جب تک کہ میں اس کے نزدیک تمام متعلقین، مال و اسباب اور تمام آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں اور دو سری حدیث میں متعلقین اور مال و اسباب کی جگہ ماں باپ، بیوی، اولاد، دوست آشنا اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں (۴) مراد لیا گیا ہے۔ اس ضمن میں حضور اکرمؐ کے ارشادات بھی مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہیں کہ: ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ (۵) جو کوئی مجھ سے محبت رکھتا ہے، وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا (۶) جس کسی کو جو کوئی چیز پیاری ہوتی ہے، وہ اس کا ذکر اکثر کیا کرتا ہے۔ (۷)

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ جس قدر مسلمانوں نے نبی کریمؐ سے والہانہ عشق و محبت اور تعلق و وابستگی کا اظہار اپنے قول و عمل سے کیا ہے۔ کسی امت نے بھی اس قدر اپنے نبی سے اس طرح ٹوٹ کر محبت نہیں کی۔ صحابہ کبارؓ کے زمانے سے لے کر آج تک مسلمانوں نے حب رسولؐ کو ہر چیز پر مقدم و برتر گردانا ہے۔ میلاد نگاری اور محافل میلاد اسی جذبہ عقیدت و محبت اور عشق رسولؐ کے مظاہر ہیں۔

اطاعت رسول کا جذبہ

میلاد نگاری کا ایک اور بڑا محرک اطاعت رسول مقبول کا جذبہ فراواں ہے۔ یہ جذبہ عشق رسالت ماب کا عملی اظہار ہے کیونکہ خالص توحید کی یافت اسی وقت ممکن ہے جب کہ اس راہ کے سالار کارواں کا اتباع کامل نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد بار آپؐ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ آپؐ کی اطاعت کرنے والے سے انعام کا وعدہ اور حکم عدولی اور نافرمانی پر درد ناک عذاب سے ڈرایا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

”اے نبی لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو“

(آل عمران: ۳۱)

”اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو“ (الاحزاب: ۳۳ و محمد: ۳۳)

”جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے“

”جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اللہ اسے ان جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے سرسبز بزم رہتی ہوں گی اور جو منہ پھیرے گا، اسے دردناک عذاب دے گا“ (التح: ۱۷) ان آیات کے علاوہ انساء: ۶۵، ۸۰، ۱۰۰، ۱۵۰، ۱۶۳۔ المائدہ: ۳۳، ۵۵۔ الانعزال: ۱، ۳، ۲۰، ۲۳، ۳۶۔ آل عمران: ۲۱، ۳۳۔ التوبہ: ۱، ۳، ۱۶، ۲۹، ۵۹، ۶۳، ۷۷، ۷۹۔ النور: ۵۳، ۶۳۔ الاحزاب: ۷۵۔ الحجرات: ۱، ۱۵۔ الجاولہ: ۳۳۔ التغابن: ۳۲۔ میں بھی اطاعت رسول کے احکام ہیں۔

قرآن مجید کے علاوہ احادیث نبویؐ میں بھی آپؐ کی پیروی و اتباع کے فرامین ملتے ہیں۔ مسلمانوں نے اپنی معاشرت، تجارت، عبادت، عقائد اور روزمرہ زندگی کے جملہ معمولات میں آپؐ کی کامل اتباع کے اس جذبے کو برقرار رکھا۔ اس لحاظ سے محرکات میلاد میں اطاعت رسول کے جذبہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ آپؐ کے میلاد اور خانمانی حسب نسب کی عظمت و بزرگی اور مدح و توصیف کے بیان کو صحابہ کبارؓ اور دربار رسالت کے شعراء نے کفار کی جھوٹے مقابلے میں اپنا شعار بنایا۔ سیرۃ النبیؐ میں ابن ہشام نے حضرت ابو طالبؓ کے اس قصیدے کے سات شعر نقل کئے ہیں۔ جن میں نبی کریمؐ کے حسب نسب کی مدح اور بنو ہاشم کی خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس قصیدے کے ابتدائی تین شعر درج ذیل ہیں:

اذا	اجتمعت	یوما	قریش	لمنقتر
نجد	مناف	سرحا	و	صمحا
وان	صلت	اشراف	عبد	منافھا
ونی	ہاشم	اشرافھا	و	قد صھا
وان	نخرت	یوما	فان	عمرا
حوا	لمسطفی	من	سرحا	و
			کر صھا	

(اگر قبیلہ قریش کے افراد کبھی یہ طے کرنے کے لئے جمع ہوں کہ ان کا سرمایہ افتخار کیا ہے؟ تو ان کو معلوم ہو گا، ان کے اندر جو عبد مناف کی شاخ ہے، وہی اس پورے قبیلے کی روح رواں اور اصل ہے، اور عبد مناف کے سردار اکٹھا ہو کر جستجو کریں کہ ان کی عظمت کا راز کیا ہے، تو وہ بنی ہاشم میں اپنی سر بلندی اور اصلیت کا سراغ پائیں گے، اور بنو ہاشم کسی بات پر فخر کرنا چاہیں تو ان کو معلوم ہو گا کہ محمدؐ ان سب میں منتخب ترین، پسندیدہ ترین اور باعث عظمت و سر بلندی ہیں)۔ (۸)

آپؐ نے شاعروں کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے، حضرت کعب بن زہیرؓ کو چادر مبارک عطا فرمائی۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کے لئے مسجد نبویؐ میں منبر رکھا کہ اس پر کھڑے ہو کر حضورؐ کی طرف سے مفاخرت کریں۔ (۹) اور آپؐ نے ان شعراء کو دعائیں دیں۔ حسان بن ثابتؓ کے لئے فرمایا: اللہ حسان کی روح القدس سے مدد فرما۔ (۱۰) اور حضرت عباسؓ کے لئے فرمایا: اللہ تمہارے منہ کو سلامت رکھے۔ (۱۱) اس طرح اطاعت رسولؐ کے جذبہ اور آپؐ کے احکام کی پیروی میلاد نگاری کا اساسی محرک قرار پائی۔

استداد و شفاعت طلبی

میلاد نگاری کا ایک اور بڑا محرک استداد طلبی، توسل و استعاذہ اور شفاعت طلبی ہے۔ آنحضرتؐ کے حضور استداد طلبی، توسل و استعاذہ اور شفاعت طلبی انبیاء و مرسلین و حقہدین اور متاخرین بزرگوں کا فعل ہے۔ آپؐ کے عالم وجود میں آنے سے پہلے یا اس کے بعد حیات دنیویہ ہو یا عالم برزخ، یا میدان قیامت ہو الغرض ہر مقام پر حضورؐ ہی رحمت کے انوار سے مستفیض فرمائیں گے اور ان سب مقامات پر آپؐ سے استداد طلبی کے سلسلہ میں بہت سے آثار وارد ہوئے ہیں۔

صحیح مسلم شریف، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ اور معجم کبیر، طبرانی کی حدیث میں ہے کہ حضرت ربیعہ بن کعب السلمیؓ سے حضورؐ نے فرمایا: سل (مانگ) اور حضرت ربیعہؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں۔ سرکارؐ نے فرمایا کچھ اور؟ حضرت ربیعہؓ نے عرض کیا۔ ”میری مراد تو صرف یہی ہے۔“ اس کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے تحریر کیا ہے: سوال کو مطلق فرمانے سے کہ فرمایا۔ مانگ کو، کسی خاص چیز سے مخصوص کر کے مقید نہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سارا معاملہ حضورؐ ہی کے کریمانہ ہاتھوں میں ہے جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے رب کے حکم سے دے دیں کیونکہ دنیا اور اس کی شادابی آپؐ ہی کی سخاوت سے ہے اور لوح و قلم آپؐ کے علوم کا ایک حصہ ہیں۔ اگر دنیا و آخرت کی بھلائی مقصود ہے تو حضورؐ کے آستانے پر آکر جو چاہو مانگ لو۔ (۱۲)

ایک حدیث حضرت عمر فاروقؓ سے مروی ہے اور علمائے حدیث نے اس کو صحیح کہا ہے کہ جب آدم سے خطا سرزد ہوئی تو توبہ کے لئے کہا: یا رب اسالک حتی محمد ان مغفرتی (اے میرے رب میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ یہ طفیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مجھ کو بخش دے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ابھی ان کے جوہر روح کو صدف جسمانیت میں نہیں رکھا، تم نے حضورؐ کو کیسے پہچانا تو آدمؑ نے کہا کہ میرے قالب بشری میں جب روح پھونکی گئی اور میں نے سراٹھایا تو عرش کے پایوں پر لگسا ہوا دیکھا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ اس دن میں نے پہچان لیا کہ وہ تیرے نزدیک کل مخلوقات میں محبوب ترین اور تیرے دربار کے مقرب ترین ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کو وسیلہ مغفرت ٹھہرانے پر آدمؑ کے گناہ معاف کر دیئے اور فرمایا اے آدمؑ! اگر مجھ نہ ہوتے تو تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔ بعض روایات کے مطابق جو کلمات آدمؑ نے اللہ تعالیٰ سے سیکھے تھے وہ توبہ و مغفرت کا ذریعہ بنے تھے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے: فَتَلَوْنَهُمْ مِنْ رَبِّهِمْ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِمْ (پس سیکھ لیں آدمؑ نے اپنے رب سے چند باتیں پس رب نے ان پر) وہ کلمات یہ تھے: اَللّٰهُمَّ بِحُرْمَتِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ اغْفِرْ لِي۔ اس لحاظ سے حضورؐ کا توسل اختیار کرنا جائز ہے جو اللہ کے محبوب اور محب ہیں۔ (۱۳)

نبی کریمؐ سے استداد طلبی اور توسل و استعاذہ کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانویؒ، سنن ابن ماجہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ایک شخص نابینا آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور معروض ہوا کہ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو عافیت دے۔ آپؐ نے فرمایا اگر تو چاہے تو اس کو ملتوی رکھوں اور یہ زیادہ بہتر

ہے۔ اگر تو چاہے تو دعا کروں۔ اس نے عرض کی دعا ہی کیجئے۔ آپ نے اس کو حکم دیا کہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت پڑھے اور یہ دعا کرے: اے اللہ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اور آپ ہی کی طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ محمد نبی رحمت کے۔ اے محمد میں آپ کے وسیلے سے اپنی اس حاجت کے ساتھ۔ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں کہ پوری ہو جائے۔ اے اللہ آپ کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔ (۱۳)

اس روایت پر مولانا اشرف علی تھانوی تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اس سے صراحت تو تسل ثابت ہو گیا ہے کہ جس طرح تو تسل کسی کی دعا کا جائز ہے اسی طرح تو تسل دعا میں کسی کی ذات کا بھی جائز ہے۔“ (۱۵) حاجت مندوں کا نبی کریم کے تو تسل اور استدعا سے کشادگی رزق، حصول اولاد اور نزول بارش چاہتا اور اس میں شاد کام و کامران ہونا، بکثرت احادیث سے ثابت ہے۔ اسی طرح آپ کی وفات کے بعد استدعا و تو تسل کے سلسلہ میں بھی حدیثیں وارد ہیں۔ قاضی عیاض مالکی اندلسی کتاب الشفاء میں بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم کی حرمت وفات کے بعد بھی مثل اس حرمت کے ہے جیسی آپ کی حیات میں تھی اس کے علاوہ میدان قیامت میں آپ کے تو تسل پکڑنے کی متواتر حدیثیں موجود ہیں۔ اس لحاظ سے آپ سے استدعا طلبی اور تو تسل عالم جسمانی میں آنے سے پہلے حیات دنیوی میں قیامت تک اور آخرت کے دن تک طلب کرنا جائز ہے۔ (۱۶)

آپ کے شافع محشر ہونے کی وجہ سے شفاعت طلبی کے مضامین بھی میلاد نکاری کی تخلیق و فروغ کا باعث بنے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ کا شعر ہے:

أَنْتَ النَّبِيُّ مَنْ يَحْرُمُ شَفَاعَتَهُ
يَوْمَ الْحِسَابِ لَقَدْ أَرَزَى بِهِ الْقَدْرُ

آپ وہ نبی ہیں جن کی شفاعت سے قیامت کے روز اگر کوئی محروم رہا تو اس کی تقدیر نے اس کو تباہ کر دیا یعنی ایک محروم اور بد قسمت شخص ہی آپ کی شفاعت سے محروم رہے گا۔ (۱۷)

تویر فی مولد السراج المنیر میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس ایک دن ایک قوم کے سامنے اپنے گھر میں حضور کے واقعات ولادت بیان فرما رہے تھے اور اظہار مسرت کر کے اللہ کا شکر بجالا رہے تھے اور آنحضرت پر صلوة و سلام بھیج رہے تھے۔ ناگاہ آنحضرت تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا تمہارے واسطے میری شفاعت حلال ہو گئی اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا آنحضرت کے ہمراہ حضرت عامر انصاری کے مکان کی طرف گذر ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت عامر اپنے کتبہ والوں اور بیٹوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات ولادت بیان کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہی دن تھا (یعنی پیر کا دن جس میں حضور اس عالم میں رونق افروز ہوئے) آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا بے شک اللہ نے تمہارے واسطے رحمت کے دروازے کھول دیئے اور سب فرشتے تمہارے واسطے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور جو شخص بھی تمہارے جیسا کام کرے گا نجات پائے گا۔ (۱۸)

امام شہاب الدین احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اشعۃ الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم" میں بسلسلہ میلاد النبیؐ خلفائے راشدین اور ہر رنگ دین کے اقوال دیئے گئے ہیں۔ (۱۹)

امام احمد بن حنبل ۹ ربیع الاول کو کھجوریں تقسیم فرماتے تھے کہ یہ نبی کریمؐ کی ولادت یا سعادت کا دن ہے۔ (۲۰) سیدنا امام اعظمؒ و امام محمد باقرؒ و امام جعفر صادقؒ حضورؐ کی ولادت کے دن ستو اور کھجوریں تقسیم کرتے تھے۔ (۲۱) امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ "اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہوتا تو میں اسے بھی میلاد مصطفیٰؐ کی نذر کر دیتا۔ انہوں نے اس ضمن میں حضرت جنید بغدادیؒ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ "جس شخص نے حضورؐ کے مولود کی تقریب میں احترام و عقیدت سے حاضری دی، ضرور وہ اپنے ایمان میں کامیاب نکلا۔ (۲۲) اسی طرح حضرت معروف کرخؒ نے فرمایا: جس شخص نے میلاد النبیؐ کی تعظیم کے لئے لوگوں کو جمع کیا، کھانا کھلایا، چراغاں کیا، نئے کپڑے زیب تن کئے اور خوشبو لگائی، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے نبیوں کی رفاقت عطا کرے گا اور اس کا مقام اعلیٰ ملین ہو گا۔ (۲۳) ترمذی امام جزری کی روایت بیان کرتے ہیں کہ میلاد سے اللہ کے فضل عمیم اور برکتوں کا ظہور ہوتا ہے۔ (۲۴)

آپؐ سے استمدادِ طلبی، توسل و استغاثہ اور شفاعتِ طلبی کے سلسلہ میں ہر شخص نے حتی المقدور تحریر و تقریر سے کام لیا۔ اور آپؐ کی سیرت مقدسہ سے عوام کو روشناس کرانے اور اسوۂ حسنہ کی پیروی و تقلید کی ترغیب دلانے کے لئے "بعض نے مفکرانہ تقریریں اور عالمانہ خطبے یادگار چھوڑے۔ بعض نے سیرت نبویؐ پر بلند پایہ کتابیں تالیف کر دیں اور بعض نے نذرانہ عقیدت کے طور پر اعلیٰ درجے کے نعتیہ قصیدے اور دوسری نظمیں کہہ ڈالیں لیکن ایسے کاموں کے لئے عقیدت و محبت کے ساتھ ساتھ وسیع مطالعہ اور تخلیقی صلاحیتیں بھی درکار تھیں۔ ظاہر ہے کہ ہر شخص میں یہ صلاحیتیں نہ تھیں۔ اس لئے اس کی آسان صورت یہ تھی کہ جو لوگ تھوڑی بہت قوتِ تحریر رکھتے تھے، انہوں نے سیرت نبویؐ پر چھوٹی موٹی کتابیں لکھ دیں یا نظم و نثر کو ملا کر مولود شریف کی محفلوں کے لئے کتابچے مرتب کر دیئے۔ (۲۵) کئی ناشرین نے بھی شفاعتِ طلبی کے جذبہ کے تحت کتب میلاد کی اشاعت و طباعت میں حصہ لیا۔ توسل و استغاثہ، استمدادِ طلبی و شفاعت کے حصول کی کوشش میلاد سے کتب کی اشاعت اور محافل میلاد کا ایک بڑا محرک بنی۔

خیر جوئی اور حصولِ ثواب

خیر جوئی اور حصولِ ثواب کا جذبہ بھی میلاد نگاری کا ایک بڑا محرک ہے۔ آپؐ کے ولادت یا وفات مبارکہ کے احوال کا بیان اور آپؐ پر درود و سلام ذریعہ نجات و بخشش ہے۔ اسی جذبہ کے پیش نظر صلوة و سلام مخصوص انداز و اسلوب کے ساتھ میلاد ناموں میں موجود ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يَهْتَفُونَ عَلٰى النَّبِيِّ بِمَا هِيَ النَّبِيُّ اَمْتُوا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب: ۵۶)

"بے شک خداوند تعالیٰ اور اس کے (تمام) فرشتے نبیؐ پر درود و سلام بھیجتے رہتے ہیں (لہذا) اے ایمان والو تم بھی ان پر درود و خوب سلام بھیجتے رہا کرو۔" (۲۶)

مسلمانوں نے اس حکم کی متابعت میں درود شریف کو اپنی روزمرہ زندگی میں عبادت و وظائف کا ایک اہم جزو بنا لیا ہے۔ احادیث نبویؐ میں بھی درود و سلام کے بے شمار فوائد اور برکت کا ذکر کر کے اس کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔

آپؐ کا ارشاد ہے۔ جو شخص مجھ پر درود پڑھے، قیامت کے دن میں اس کا سفارشی بنوں گا (رواہ ابو بکر صدیقؓ) (۲۷) جو شخص مجھ پر صبح و شام دس مرتبہ درود شریف پڑھے، اس کو قیامت کے روز میری شفاعت پہنچ کر رہے گی (رواہ ابو الدرداء) (۲۸) جو شخص میرے اوپر درود پڑھنے میں سب سے زیادہ ہو گا وہ مجھ سے قیامت کے دن سب سے زیادہ قریب ہو گا۔ (رواہ ابو امامہ) (۲۹)

درود شریف کی کثرت کے بارے میں حضرت ابی بن کعبؓ کی یہ روایت بھی بہت اہمیت کی حامل ہے کہ انہوں نے نبی کریمؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! میں آپؐ پر درود کثرت سے بھیجتا چاہتا ہوں تو اس کی مقدار اپنے اوقات دعا میں سے کتنی مقرر کروں؟ نبی کریمؐ نے فرمایا! ”جتنا تمرا جی چاہے۔“ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک چوتھائی! حضورؐ نے فرمایا۔ ”تجھے اختیار ہے اور اگر اس پر اور بڑھا دے تو تیرے لئے بہتر ہے۔“ تو میں نے عرض کیا: نصف کروں؟ حضورؐ نے فرمایا تجھے اختیار ہے اور اگر اس سے بڑھا دے تو تیرے لئے زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ! پھر میں اپنے سارے وقت کو آپؐ کے درود کے لئے مقرر کرتا ہوں۔“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اس صورت میں تیرے سارے فکروں کی کفایت کی جائے گی اور تیرے گناہ بھی معاف کر دیئے جائیں گے۔ (۳۰) ان احادیث مقدسہ سے درود و سلام کے مقام و مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ درود و سلام کی بے شمار علیحدہ کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں درود شریف کے فضائل، مسائل، اقسام اور پڑھنے کے آداب و اوقات اور اجر و ثواب کو بیان کیا گیا ہے۔ (۳۱) شاہ ولی اللہ کے رسالہ القول الجمیل میں کھجھن اور محقق کے عمل کے حوالے سے مولوی عبدالسیح انوار ساطھ میں میلاد سے حصول ثواب کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ”پس اس طرح مولد شریف ایک عمل ہے، واسطے حصول خیر و برکت و نصیرہ کے۔ چنانچہ ابو سعید بونی و سخاوی و علی قاری و غیر ہم نے اس عمل کرنے سے برکت کثیرہ کا حاصل ہونا بیان کیا ہے کہ حصول منافع دنیوی و دنیوی کے لئے اس عمل کو بہت اہل اسلام بلاد اسلامیہ میں کرتے ہیں۔“ (۳۲)

خیر جوئی کے سلسلہ میں مولود سعیدی کے مصنف نے لکھا ہے کہ ”معتقول ہے کہ بزرگی، مولود شریف کی حد سے زیادہ ہے، جہاں تک لکھی جائے کم ہے۔ اہل عرب کا دستور ہے کہ اگر کوئی نیا مکان بنائے یا کوئی مسافر باہر سے آئے یا شادی و نئی ہو یا کوئی اور کام ہو، تو مجلس میلاد شریف ضرور کرتے ہیں، یہی سبب ہے کہ ان کے کاموں میں برکت اور تجارت میں نفع ہوتا ہے۔“ (۳۳)

خیر جوئی کے سلسلہ میں محدث ابن جوزیؒ اپنی کتاب مولد النبیؐ میں لکھتے ہیں کہ ”عرب کے شرق و غرب، مصر و شام اور تمام آبادی اہل اسلام میں، بالخصوص حرمین شریفین میں مولد النبیؐ کی مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ ماہ ربیع الاول کا ہلال دیکھتے ہی خوشیاں کرتے ہیں، قیمتی کپڑے پہنتے ہیں، قسم قسم کی زینت کا اظہار کرتے ہیں۔ خوشبو اور سرمہ لگاتے ہیں۔۔۔ اور اس کے عوض میں خدا کی طرف سے بڑی کامیابی اور

خیر و برکت حاصل کرتے ہیں۔ (۳۳) ملا علی قاری، مورد الردی کے دیباچے میں فرماتے ہیں۔ ”بیش سے اہل اسلام ہر سال محفل میلاد منعقد کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد خوانی کرتے ہیں۔ جس کی برکت سے ان پر فضل خداوندی کی بارش ہوتی ہے۔“ (۳۵) حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا: ہم نے نیاز نبویؐ کے لئے قسم قسم کے کھانے پکانے اور ایک محفل مسرت قائم کرنے کو کہا۔ (۳۶)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ ”میرے والد نے مجھے بتایا کہ میں میلاد کے دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں کھانا پکواتا تھا ایک سال بھنے ہوئے چنوں کے سوا کچھ میسر نہ آیا تو وہی لوگوں میں تقسیم کر دیئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ بھنے ہوئے چنے آپ کے رو برو پڑے ہیں اور آپ بہت ہی مسرور و خوش ہیں۔ (۳۷)

میلاد النبیؐ پر فرحت و انبساط کا اظہار دنیاوی کلفتوں سے آزادی اور عذاب اخروی سے نجات کا موجب ہے۔ ان خیر جوئی اور حصول ثواب کے محرکات نے میلاد نگاری کو فروغ دیا۔

مولود میں حضورؐ کی تشریف آوری

انبیاء کی حیات و زندگی کا ثبوت علماء امت کا اجتماعی مسئلہ ہے۔ اس میں کسی کو اختلاف نہیں اس لئے کہ انبیاء کی زندگی شہد اور مجاہدین کی زندگی سے زیادہ کامل اور قوی ہے۔ ان کی زندگی معنوی اور اخروی ہے مگر انبیاء کی زندگی حسی اور دنیاوی زندگی ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ارشاد ہے: ”انبیاء عظیم الصلوٰۃ والسلام کا حقیقی دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ باقی اور متصرف ہونے میں کلام نہیں ہے۔“ (۳۸) مسلک اہلسنت بھی یہی ہے کہ حضورؐ کو یہ قوت حاصل ہے کہ قبر شریف سے تعلق رکھتے ہوئے جہاں چاہیں تشریف ارزانی فرما سکتے ہیں۔ اس عقیدہ کے بارے میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: ”اگر یہ کہیں کہ رب تعالیٰ نے حضورؐ کے جسم پاک کو ایسی حالت و قدرت بخشی ہے کہ جس جگہ چاہیں تشریف لے جائیں خواہ بیحد اس جسم سے یا جسم مثالی سے، خواہ آسمان پر یا زمین پر یا قبر میں یا کہیں اور، تو درست ہے، قبر سے ہر حال میں خاص نسبت رہتی ہے۔“ (۳۹)

امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ میلاد النبیؐ کے دن جائے ولادت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ شریف جاتا ہوں اس سے یہ برکات حاصل ہوتے ہیں کہ ہماری محفل میں میرے نانا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ ہم زیارت کرتے ہیں نیز فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد جس جگہ کیا جائے، دل کے اعتقاد کے ساتھ، وہاں مصیبت اور بیماری نہیں آتی۔ (۴۰)

صاحب تفسیر طبری فرماتے ہیں کہ میں صاحب خزینۃ القرآن (امام محمد باقر) کا شاگرد ہوں اور امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ بھی آپ کے شاگرد ہیں۔ ہم دونوں اپنے استاد صاحب خزینۃ القرآن کے ہمراہ ہر سال ربیع الاول شریف میں مکہ مکرمہ میں سرکار دو عالم کی جائے ولادت پر جایا کرتے تھے۔ وہاں مجموعہ مجوم کر وعظ کیا کرتے تھے اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کبھی ہم اس محفل پاک میں دیکھا کرتے تھے اور ہم یہ کہتے کہ کیا خوب بات ہے کہ میلاد نبی کریمؐ کا ہے اور منانے والے آپؐ کا نواسہ ہے۔ یہی قول امام

بخاری نے اسما الرجال کے صفحہ ۳۵۲ جلد ۳ کے اس حاشیہ پر بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب سے مجھے روایت ابو اسب والی ملی ہے تو اس وقت سے میں ہر سال صاحب خزینۃ القرآن کے ساتھ حضورؐ کی جائے ولادت پر جاتا ہوں۔ (۳۱) محفل میلاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بارے میں حاجی امداد اللہ مساجر کی ”شہنام اداویہ“ میں فرماتے ہیں: ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازع کرتے ہیں تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں، جب صورت جواز کی موجود ہے، پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اجماع حرمین کافی ہے، البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہئے اگر احتمال تشریف آوری کیا جائے مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید زمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔ (۳۲) دنیا میں بے شمار مقامات پر محافل میلاد منعقد ہوتی ہیں لیکن کسی محفل میں بھی حضور اکرمؐ کا قدم رنجہ فرمانا حضرت مساجر کیؒ کے نزدیک بعید نہیں۔ اور حضورؐ کی تشریف آوری کا خیال کرنا بھی شرعاً کوئی مضائقہ نہیں رکھتا۔ نیز فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں: اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔ (۳۳)

محفل میلاد و درود و سلام میں حضورؐ کی تشریف آوری کے نظریہ کے پیش نظر ان محافل میں رقت انگیز مناظر دیکھنے میں آتے ہیں۔ محفل میلاد کے ادب و احترام کے بارے میں ایک دوسرے مقام پر شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں۔ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرو اور ان پر درود بھیجو اور حالت ذکر میں ایسے رہو کہ حضور حالت حیات میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو۔ ادب، اجلال اور تعظیم و ہیبت و حیا سے رہو اور جالو کہ حضور علیہ السلام تمہیں دیکھتے اور تمہارے کلام کو سنتے ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام صفات الہی سے موصوف ہیں اور اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں۔“ (۳۴)

شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ (م ۱۰۵۲ھ) نے اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے: ”بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب یعنی التیمات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ کہہ کر سلام عرض کرنا اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ اور ممکنات کے ہر فرد میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کی ذاتوں میں موجود اور حاضر ہیں تو چاہئے کہ نمازی اس نکتے سے باخبر اور آگاہ رہے تاکہ قرب کے انوار اور معرفت کے اسرار سے فیضیاب ہو۔“ (۳۵)

ابن المبارک نے حضرت سعید بن المسیبؓ سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نبی کریمؐ کے حضور آپ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کئے جاتے ہوں۔ (۳۶)

نبی کریمؐ کے احوال عالم سے باخبر اور مرتد منور سے نسبت باقی رکھتے ہوئے ہر جگہ تشریف ارزاں ہونے کے بارے میں اہلسنت و الجماعت کے مستحکم فکری موقف کی بناء پر یہ عقیدہ اس سے بھی زیادہ غالب ہے کہ حضور محفل میلاد و درود و سلام میں تشریف لاتے ہیں (دم بہ دم پڑھو درود حضرت بھی ہیں یہاں

موجود یعنی محمد مصطفیٰ صلی علیہ وسلم اس عقیدہ کی بناء پر میلاد نگاری اور محافل میلاد کو فروغ حاصل ہوا۔ یہ میلاد ناموں اور محافل میلاد کا نقطہ عروج ہے اور یہ اس لحاظ سے اساسی محرکات میں سے ایک محرک ہے۔

صوفیاء کی محافل میلاد میں دلچسپی

میلاد کے اساسی محرکات نے ایک بنیاد کا کام کیا ہے۔ ان اساسی محرکات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب، عجم اور برصغیر کے مسلمان ایک ہی فکری روایت کا حصہ ہونے کی وجہ سے یکساں ذہنی وحدت رکھتے تھے۔ اور ان کی تخلیقی سرگرمیوں کے چشمے بھی ایک تھے لہذا دنیا بھر کے مسلمان ان تخلیقی سرچشموں سے اپنی شناخت کرتے ہوئے انہیں لسانی سرمایے میں منتقل کرتے رہتے تھے۔ ثانوی اسباب و عوامل میں بزرگان دین اور صوفیائے کرام کا مجالس میلاد میں خصوصی شہت اور رجحان ہے۔ مختلف روحانی سلاسل سے وابستہ صوفیاء و مشائخ والمانہ شیخگی اور خصوصی توجہ سے میلاد خوانی اور درود و سلام کے خصوصی اجتماعات کا اہتمام کرتے چلے آئے ہیں۔ دراصل ان اہل تصوف کے نزدیک نبی کریمؐ کا فیضان اور مرتبہ و مقام عام مسلمانوں کے خیال و احساس سے بہت اعلیٰ و ارفع اور منفرد اہمیت و حیثیت کا حامل ہے۔ ”ان کے ہاں ذات محمدی کا ادراک کتب سیر و مغازی اور مجموعہ ہائے احادیث کے مطالعہ کے علاوہ ان روحانی و باطنی واردات و مشاہدات پر مبنی نظر آتا ہے۔ جن سے آنحضرتؐ کے عام سیرت نگاروں کی تحریریں نا آشنا ہیں۔ ان روحانی کیفیات کی اگرچہ کوئی خارجی سند ہمارے پاس موجود نہیں مگر صوفیائے کرام کے مختلف سلاسل سے وابستگان کے ملفوظات و نگارشات میں آپؐ کی تجلیات و انوار اور فیوض و برکات کا جو انداز کیفیت اور اثر ملتا ہے وہ انہیں کا خاصا ہے۔ (۳۷)

صوفیاء کے زیر اثر اس قسم کی مجالس میلاد مقامات معرفت و سلوک کے مختلف درجات کے لئے زینہٴ روح کی بایستگی اور تزکیہ باطن کا ذریعہ بنیں۔ اس طرح میلاد نگاری کی تخلیق اور ترویج کے رجحان کو صوفیاء کی بدولت فروغ نصیب ہوا۔ ابن عربیؒ، جامیؒ، شاہ عبدالرحمنؒ، شاہ ولی اللہؒ، مولوی گل حسنؒ، توکل شاہ انبالوی جیسے صوفیاء کی تحریریں اس ضمن میں قابل ذکر ہیں۔

میلاد کی ضرورت و اہمیت کے مد نظر دنیا بھر کے مشائخ کرام نے مولود ناموں کی تصنیف و تالیف کو مد نظر رکھا۔ جے۔ پینر منگھم نے اپنی کتاب ”دی صوفی آرڈرز ان اسلام“ میں اس موضوع پر بڑی وضاحت سے بحث کی ہے۔ ”(۳۸) اس کتاب کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ صوفیائے کرام کے ہاں میلاد خوانی کی روایت منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ خصوصاً عرب، مصر، ترکی، سوڈان، الجزائر اور مغرب کے علاقے میں اگر میلاد خوانی کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو برصغیر پاک و ہند کی مجالس مولود سے مختلف فضا کا احساس ہوتا ہے۔ صوفیائے کرام کے مختلف سلسلوں میں کون کون سے میلاد مقبول و مروج رہے؟ ان سلسلوں میں میلاد خوانی کا کیا انداز تھا اور بحیثیت مجموعی صوفیاء کی مخصوص نشستوں اور حلقوں میں میلاد خوانی کی غرض و غایت اور اس سے پیدا ہونے والی کیفیات و اثرات کا ”منگھم“ نے خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ انہوں نے مختلف سلسلوں کے بانی صوفیاء، ان کے حلقوں میں پڑھے جانے والے مواعید، قصائد اور نعتیہ منظومات اور ان کے

پڑھنے کے اسلوب و اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ جن میں سے بعض سلاسل، ان کے مولود نگار اور مقبول عام میلاد درج ذیل ہیں:

ابو مدین شعیب بن الحسن (۱۲۶-۱۱۹۸ھ) کا نام بارہویں صدی کے صوفیاء میں بہت مشہور ہے۔ جن کے سلسلہ کی ایک شاخ مصر میں بہت پھیلی، اس شاخ کے شاعر ابو الجحاج یوسف کا مولود (خصوصاً مصر کے بالائی علاقے میں) بہت مقبول ہوا۔ ابو الحسن علی شازلی بھی (جن سے شازلیہ سلسلے کا آغاز ہوا) ابو مدین ہی کے خاص پیروکار تھے۔ جن کے بڑے گہرے اثرات شمالی افریقہ کی نہ صرف مذہبی بلکہ معاشرتی و سیاسی زندگی پر بھی مرتسم ہوئے۔

ترکی میں ”سلمان چلبی“ (م ۱۳۲۱ء) کا مولود بہت مشہور ہوا۔ ان کا تعلق خلوتی سلسلہ تصوف سے تھا، یہ مولود صوفیہ کے حلقوں کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کے سلسلہ میں منعقد ہونے والی سرکاری تقریبات میں بھی پڑھا جاتا رہا۔ خلوتی سلسلہ ترکی سے مصر اور پھر وہاں سے حجاز اور مغرب میں پھیلا۔ خلوتیہ ہی کی ایک شاخ ”دُر دیریہ“ کلائی، جس کے بانی ”احمد بن دردیہ“ (۱۷۱۵-۱۷۸۶ء) کا نثری مولود بہت مشہور ہوا۔

ترکی سروردیہ سلسلے کی ایک کڑی ”زینتہ“ کلائی، جس کے بانی ”شمس الدین محمد ابن حمزہ“ (۱۳۹۰-۱۳۵۹ء) کے صاحبزادے حمد اللہ چلبی حملی کا مولود بہت مشہور ہوا۔ نقشبندیہ سلسلے سے متاثر ہونے والوں میں، محمد عثمان المرغانی کے مولود ”مولود المرغانی“ کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس مولود کے آغاز میں محمد عثمان مرغانی نے مولود کی شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ مولود لکھنے کے لئے خواب میں کہا۔

قدریہ صوفیاء کے حلقوں میں امام برزنجی (م ۱۷۲۶ء) کا مولود التبی بڑے شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ ان کے ہاں مولود کی ہشتیں ”یلیدہ“ (تارے ہاں ”شینہ“ کی طرح جس میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے) کلائی ہیں۔ ”یلیدہ“ میں مولود کے ساتھ ذکر اور دوسری مدحیہ منظومات بھی پڑھی جاتی ہیں۔ علوی (حضری) طریقہ میں ”علی ابن محمد الجبشی“ کا مولود ”سمط الدرر“ پڑھا جاتا ہے جو ”مولود الجبشی“ کے نام سے مشہور ہے۔

”تجانی“ طریقے کے بانی کا اپنا کوئی مولود نہیں۔ اس لئے تجانیہ سلسلہ میں مولود کی جگہ ”جوہرۃ الکمال“ کا ورد مقبول و مستعمل رہا۔ اس سلسلہ کے معتقدین کے نزدیک اگر جوہرۃ الکمال کو اس کے ضروری لوازمات، شرائط اور احتیاط کے ساتھ سات پار پڑھا جائے، تو اس کی ساتویں قرأت کے دوران خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محفل میں تشریف لاتے ہیں۔ (۳۹) بعد میں اسی سلسلہ کے محمد بن المختار دو العالیہ (م ۱۸۸۲ء) نے ”مولود انسان الکامل“ کے نام سے ایک مولود لکھا۔

مغرب میں صوفیاء کی مجالس میں میلاد خوانی نے قصیدہ خوانی کی شکل اختیار کر لی۔ یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف میں قصاید کی صورت میں اظہار عقیدت و محبت کا رواج ہوا اور قصیدہ پڑھنے والوں کی ایک جماعت یہ قصیدے ترنم و لحن کے ساتھ پڑھتی۔

میلاد النبی کے علاوہ رجب کی ستائیسویں رات کو آنحضرتؐ کی معراج کی یاد میں صوفیاء کے ہاں معراجیہ نظمیں (معراج نامے) پڑھنے کا رواج ہے۔ ان نظموں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر معراج کی تفصیلات کا ذکر اور صوفیاء و سالکین پر اس ذکر سے پیدا ہونے والے روحانی اثرات و کیفیات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ (۵۰) ان مواقع پر وہ مولد بھی پڑھے جاتے ہیں جن میں خاص طور پر واقعہ معراج کا بھی تفصیلی ذکر ہے مثلاً سلیمان چلبی کا مولد، امام برزنجی کا مولد، نجم الدین الغیبی (م ۱۵۷۶ء) کا "قصہ معراج الکبریٰ"، اس ضمن میں ترکی میں غنی زاوے نادری "نائی عثمان دیدے" اور "تجلی کے معراج نامے بھی قابل ذکر ہیں۔

ترمتھم نے مغرب، سوڈان، مراکو، الجزائر، لیبیا، مصر، ترکی حتیٰ کہ روس کی ایشیائی مسلم ریاستوں (۵۱) میں صوفیاء کے اثرات کے ضمن میں خلوتیہ، شازلیہ، قادریہ، سنوسیہ اور نقشبندیہ طریق کی مختلف شکلوں، اجتماعات ذکر اور مذہبی منظومات خصوصاً حضور اکرمؐ کی سیرت و سوانح اور مدح و توصیف میں لکھے گئے، میلاد پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔

جن مولید و منظومات کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ وہ صوفیائے کرام کے مختلف طریقوں اور سلسلوں سے تعلق رکھنے والے سالکین کی خاص مجلسوں میں پڑھی جاتیں۔ یہ مجلسیں "حصرو" کہلاتیں اور ان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکار مبارک سے حاضرین کی روحانی تطہیر اور تزکیہ نفس کا کام لیا جاتا اور یہ مجالس انتقام اور مقاصد کے اعتبار سے ان میلادی مجلسوں سے مختلف ہوتیں جو عام لوگوں کے لئے صوفیاء کے اعزاز یا دوسرے مواقع پر سرعام منعقد ہوتیں۔ (۵۲)

اردو میلاد نامے جو مذہبی اجتماعات میں مقبول و مروج رہے ان کی تعداد سینکڑوں تک جا پہنچتی ہے۔ ذیل میں کچھ ایسے میلاد ناموں کے نام درج کئے جاتے ہیں جن میں سے چند ایک بار بار چھپے اور بعض ایڈیشنوں کی تعداد بھی شمار سے باہر ہے۔ وہ عرصہ دراز کے بعد آج بھی اسی ذوق و شوق سے پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔ اور ان کی مقبولیت کا آج بھی وہی عالم ہے مثلاً مولود شہیدی (مولوی نظام امام شہید) مولود سعیدی (مولوی محمد علی خان سعید) زیور ایمان (۵۳) (مولوی محمد علی خان سعید لکھنوی) مولود اکبر (خواجہ محمد اکبر وارثی میرٹھی) مولود طیش (سید چراغ علی طیش) میلاد نامہ (خواجہ حسن نظامی) میلاد مقبول (کیف المسلمی الامرویی) میلاد گوہر (نشی گوہر علی خان گوہر رامپوری) تختہ الرسول (شاہ محمد معین الدین احمد فریدی آروی) میلاد پیغمبر (درد کاکوروی) آمنہ کا لال (راشد الخیری) وغیرہ انیسویں صدی عیسوی کے آخر اور بیسویں صدی کے پہلے ربع میں تصنیف و شائع ہوئے اور ان میں نظم کے ساتھ نثر میں بھی نبی کریمؐ کی سیرت و سوانح، اوصاف حمیدہ، فضائل پاکیزہ، غزوات و معجزات اور تعلیمات کا ذکر پڑے موثر اور دلنشین انداز میں کیا گیا ہے۔ ان سے میلاد نگاری کا شوق عام ہوا اور میلاد نامہ کی روایت کو بہت فروغ ہوا۔ (۵۴)

صوفی شعراء یا وہ صوفی جو کسی روحانی و باطنی صوفیانہ مسلک سے وابستہ تھے ان کی مدحیہ و میلادیہ منظومات پر تصوف کے اثرات کی گہری چھاپ ہے، رومی، جامی، عطار، سنائی، عراقی، خسرو، محمد باقر آکاہ، نوازش علی شیدا، شاہ رؤف احمد رافت، کافی مراد آبادی، مولانا گل محمد خان، عبدالعزیز محدث دہلوی، احمد رضا

خال بریلوی، خواجہ محمد اکبر خاں وارثی اور بیہم وارثی کے میلادِ کلام میں صوفیانہ جذب و مستی کا رنگ غالب ہے۔ صوفیائے کرام کے ان حلقوں سے میلادِ خوانی ان کے زیر اثر ارادتمندوں، مریدوں اور پیروکاروں میں پھیل گئی۔ میلادِ خوانی کا حلقہ وسیع ہوا اور اس طرح صوفیاء کے رجحان کے زیر اثر میلاد نگاری کو فروغ اور مقبولیت حاصل ہوئی۔

علمائے بریلی اور مجالس میلاد

بریلوی مکتب فکر نے عصر حاضر میں میلادِ خوانی کے حلقوں کو وسیع کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ علمائے بریلی کے اس ذوق و شوق اور گہری دلچسپی کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری رقم طراز ہیں:

”میلاد یا مولود شریف کی محفلیں پہلے بکھرتی تھیں۔ آج ان میں کچھ کمی واقع ہو گئی ہے۔ علمائے دیوبند اور ان کے حلقوں سے یہ محفلیں اٹھ چکی ہیں اور اٹھتی جا رہی ہیں لیکن علمائے بریلوی کے حلقوں میں یہ محفلیں آج بھی مقبول ہیں اور ان کی محفلوں میں درود و سلام بھی بڑے جوش و خروش سے با آواز بلند پڑھا جاتا ہے۔“ (۵۵)

سالانہ اعراس کی تقاریب

برصغیر پاک و ہند میں مختلف سلاسل سے وابستہ صوفیاء و مشائخ کے اعراس ان کے مزارات اور خانقاہوں میں منائے جاتے ہیں۔ عام ڈائریوں میں خاص خاص اعراس کی تاریخ کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ تقویم دارالاحسان (مرتبہ: صوفی برکت علی) ۱۹۹۱ء کے مطابق اعراس میلاد مبارک کی تعداد ۳۵۵ بنتی ہے جو ہر سال منعقد ہوتے ہیں۔ ان میں عید میلاد النبیؐ، خلفائے راشدینؓ، صحابہ کبارؓ، صوفیاء و مشائخ بزرگان دین اور دیگر مذہبی و ملی شخصیات کی نشان دہی کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ ہزاروں اولیائے کرام اور صوفیاء موجود ہیں، جن کا اس تقویم میں ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ ان کا سالانہ عرس مقامی سطح پر منایا جاتا ہے۔ جن دیہات اور قصبہات میں ان کے مزارات ہیں۔ اس طرح پورے سال میں شاید ہی کوئی ہفتہ ایسا ہو گا جس میں کسی بزرگ کے عرس کی تقریبات نہ ہوں۔ ان محافلِ اعراس میں ایصالِ ثواب، سماع، درود و سلام اور میلادِ خوانی سرفہرست ہوتے ہیں۔

موجودہ زمانے میں سیاسی اثرات اور حکومت کی پابندیوں کے تحت ترکی اور مصر میں میلادِ خوانی کی مجلسوں میں قدرے کمی واقع ہو گئی ہے۔ پھر بھی ہزاروں افراد ان اجتماعات میں اکٹھے ہوتے ہیں، خصوصاً مشافعات میں ہزاروں لوگ آج بھی صوفیاء کے مختلف سلاسل سے وابستہ ہیں اور ثواب و برکت کے حصول کے لئے وہ ان اولیائے کرام کے مزارات کی زیارت کرنے جاتے ہیں اور وہاں منعقد ہونے والے میلاد میں شرکت کرتے ہیں اور روحانی فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔ (۵۶)

صوفیاء کے چند سلاسل میں بالعموم اور سلسلہ چشتیہ کی محافلِ اعراس میں بالخصوص محفلِ سماع منعقد

ہوتی ہے۔ ان میں نعتیہ و میلادیہ کلام بڑے سوز و گداز کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ سماع کے حق میں اور رد میں سینکڑوں رسائل لکھے گئے ہیں۔ ان نعتیہ مساکل سے قطع نظر، سماع ہر دور میں مرغوب و پسندیدہ رہا ہے۔ ان محافل سماع کے حوالے سے منظوم میلاد ناموں کو بہت شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔

نجی خوشی پر محفل میلاد کا انعقاد

مولود شریف ہر دور میں مسجدوں اور گھروں میں پڑھے جاتے رہے ہیں۔ مذہبی تقریبات کے علاوہ گھر میں کسی خوشی کے موقع پر مثلاً کسی منت کے پورا ہونے پر، نئے گھر میں رہائش اختیار کرنے پر، بچے کا نام رکھنے، رسم بسم اللہ، تحفہ، عقیدہ، بیماری سے صحت یابی، سفر سے بخیر و خوبی واپسی وغیرہ پر بھی محافل میلاد منعقد ہوتی ہیں۔ صاحب استطاعت باعث خیر و برکت سمجھ کر صدقات و خیرات تقسیم کرتے ہیں۔ مساکین کو کھانا کھلاتے ہیں اور شیرینی بانٹتے ہیں۔

سیرت النبیؐ کے جلسے اور مشاعرے

سیرت النبیؐ کے جلسے اور مشاعرے دراصل میلاد شریف کی موجودہ مجلسی صورت ہے۔ ذکر رسولؐ کی ہر محفل خواہ اسے جلسہ عید میلاد النبیؐ، جلسہ سیرت النبیؐ، سیرت کانگریس، سیرت کانفرنس، سیرت سیمینار، میلادیہ و نعتیہ مشاعرے یا درود و سلام کی محافل کا نام دے دیں۔ ان میں تقاریر و مضامین کے علاوہ میلاد و سلام پڑھنے کا خصوصی التزام بھی کیا جاتا ہے۔ اسلامی تہواروں کی مناسبت سے کالجوں اور یونیورسٹیوں کی سطح پر میلاد النبیؐ کی تقاریب کے انعقاد کی روایت بھی چل نکلی ہے۔ یہ تبلیغ دین اور نبی کریمؐ سے محبت بڑھانے کا سبب بنتی ہیں۔ خواندہ لوگ تو کتابوں سے استفادہ کر لیتے ہیں۔ ناخواندہ لوگوں میں نبی کریمؐ کے احوال، اسوہ حسنہ، تعلیمات و ارشادات کثرت سے بیان کرنے سے ذہن میں نقش ہو جائیں گے، اس طرح یہ مجالس مذہبی اقدار کے فروغ اور دین کی تبلیغ کا ذریعہ بنتی ہیں۔

ذرائع ابلاغ عامہ

پرانے زمانے میں آجکل جیسی ذرائع ابلاغ عامہ کی سولتیں میسر نہیں تھیں اور نہ ہی لاکھوں کی تعداد میں چھپنے والے اخبارات و رسائل موجود تھے۔ اور نہ ہی ریڈیو، ٹیلی ویژن جو انسانی آواز کو پوری دنیا میں نشر کر دیتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کو پھیلانے اور فکر و نظر کو مضبوط دینی بنیاد فراہم کرنے میں اخبارات و رسائل کی عمومی و خصوصی اشاعتوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ سالہا سال سے ہمارے قومی سطح کے اخبارات و رسائل نے ربیع الاول کے مہینے میں خصوصی اشاعتوں کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ ان میں عید میلاد النبیؐ، سیرت نبیؐ، نعت نبیؐ اور ایسے کئی دوسرے ناموں سے شائع ہونے والے خاص نمبروں کی وجہ سے میلاد کی ترویج و تشہیر کا دائرہ عمر حاضر کی نسل تک بھی پہنچ گیا ہے۔

ان خاص نمبروں میں ماہنامہ ”طریقت“ لاہور میلاد نمبر جنوری ۱۹۱۷ء، ماہنامہ ”القریش“ امرتسر اپریل ۱۹۱۸ء، ماہنامہ ”العزیز“ ہالہ میلاد نمبر ۱۹۱۹ء، ماہنامہ ”نظام المشائخ“ دہلی ۱۹۲۰ء، ماہنامہ ”انجم“ لکھنؤ میلاد نمبر

۱۹۳۰ء ماہنامہ "تصوف" لاہور میلاد نمبر ۱۹۳۲ء ماہنامہ "تاج" حیدر آباد دکن میلاد نمبر ۱۹۳۳ء ماہنامہ "جماعت" امرتسر رسول نمبر اکتوبر ۱۹۳۳ء ماہنامہ "پیشوا" دہلی رسول نمبر ۱۹۳۹ء ماہنامہ "القیۃ" امرتسر میلاد نمبر ۱۹۳۲ء ماہنامہ "انوار صوفیہ" سیالکوٹ میلاد نمبر جولائی ۱۹۳۲ء ماہنامہ "مولوی" دہلی رسول نمبر ۱۹۳۷ء ماہنامہ "النواد الاعظم" مراد آباد ۱۳۳۶ھ "الحسنات" رامپور رسول نمبر ۱۹۵۰ء ماہنامہ "آستانہ" دہلی رسول نمبر دسمبر ۱۹۵۳ء ماہنامہ "فیض الاسلام" راولپنڈی سیرت نمبر دسمبر ۱۹۵۵ء ماہنامہ "قاران" کراچی سیرت نمبر جنوری ۱۹۵۶ء ماہنامہ "مسالک" راولپنڈی میلاد نمبر ۱۹۵۸ء ماہنامہ "جلوہ طور" مٹان جنوری ۱۹۵۸ء ماہنامہ "آئینہ" لاہور سیرت نمبر اکتوبر ۱۹۵۹ء ماہنامہ "مسلم" لاہور میلاد نمبر ۱۹۶۱ء ماہنامہ "ترجمان القرآن" لاہور منصب رسالت نمبر ستمبر ۱۹۶۱ء ماہنامہ "خاتون پاکستان" کراچی ستمبر اکتوبر ۱۹۶۲ء ماہنامہ "معارف اسلام" لاہور میلاد نمبر ۱۹۶۳ء ماہنامہ "مسئلہ" لاہور عید میلاد النبیؐ نمبر ۱۹۶۳ء ماہنامہ "ترجمان حقیقت" لاہور میلاد نمبر اگست ۱۹۶۳ء ماہنامہ "ماہ نو" کراچی سیرت رسول نمبر جولائی۔ اگست ۱۹۶۳ء ماہنامہ "عوام" کراچی میلاد النبیؐ نمبر جون ۱۹۶۵ء ماہنامہ "سیارہ ذابحہ" لاہور عید میلاد النبیؐ نمبر جولائی ۱۹۶۵ء ماہنامہ "ماہ طیبہ" کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ عید میلاد نمبر ۱۹۶۶ء ماہنامہ "بصیر" کراچی عید میلاد النبیؐ نمبر ۱۹۷۲ء ماہنامہ "محبوب" لاہور میلاد نمبر ۱۹۷۳ء ماہنامہ "افہام اسلامیہ میگزین" کراچی رسول نمبر مئی ۱۹۷۳ء ماہنامہ "اردو ذابحہ" لاہور سیرت النبیؐ نمبر اپریل ۱۹۷۳ء ماہنامہ "مرحمت" لاہور عید میلاد النبیؐ نمبر ۱۹۷۳ء ماہنامہ "الوارث" کراچی میلاد نمبر اپریل ۱۹۷۳ء ماہنامہ "الجامعہ" محمدی شریف (جنگ) میلاد نمبر نومبر ۱۹۷۳ء ماہنامہ "شام و سحر" لاہور عید میلاد النبیؐ نمبر ۱۹۷۵ء ماہنامہ "آستانہ" لاہور میلاد نمبر ۱۹۷۵ء ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور میلاد النبیؐ نمبر مارچ ۱۹۷۵ء ماہنامہ "اوقاف" اسلام آباد سیرت نمبر ۱۹۷۷ء ماہنامہ "شمس الاسلام" بھیرہ میلاد النبیؐ نمبر ۱۹۷۷ء ماہنامہ "صحف" لاہور رسول مقبول نمبر ۱۹۷۹ء ماہنامہ "ندائے دین" کراچی انوار نبوت نمبر ۱۳۰۵ء ماہنامہ "نور الحنیب بصیر پور" میلاد نمبر ۱۹۷۸ء "صریر خامہ" "جگہ شعبہ اردو" جامعہ سندھ نعت نمبر ۱۹۷۸ء ماہنامہ "سلطان العارفین" ککھڑ میلاد نمبر ۱۹۷۸ء ماہنامہ "الرشید" ساہیوال سیرت نمبر ۱۹۷۹ء ماہنامہ "اعلمار" کراچی سیرت نمبر ۱۹۷۹ء ماہنامہ "فکر و نظر" اسلام آباد سیرت نمبر ۱۹۸۰ء نذرانہ عقیدت بخسور سرد کونین "جگہ مکہ" گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ ۱۹۸۰ء "قرآء" گورنمنٹ ایم۔ اے۔ او کالج لاہور سیرت نمبر ۱۹۸۰ء "پاکستان سٹیٹ آئل ریویو" کراچی خصوصی سیرت نمبر جنوری ۱۹۸۰ء ماہنامہ "البشر" لاہور ہادی انسانیت نمبر فروری ۱۹۸۰ء ماہنامہ "انیس اہل سنت" فیصل آباد عید میلاد النبیؐ نمبر ۱۹۸۱ء ماہنامہ "محفل" لاہور خیر البشر نمبر مارچ ۱۹۸۱ء "شاپین" "ادبی جگہ گورنمنٹ زمیندار ڈگری کالج گجرات" سیرت نمبر دسمبر ۱۹۸۱ء "جگہ سیرت النبیؐ"۔ جشن عید میلاد کیمٹی کراچی جنوری ۱۹۸۱ء ماہنامہ "سلسیل" لاہور سیرت مصطفیٰؐ نمبر اکتوبر ۱۹۸۱ء "نقوش" لاہور رسول نمبر ۱۹۸۲ء "قاران" "ادبی جگہ اسلامیہ کالج سول لائسنز لاہور سیرت نمبر ۱۹۸۲ء ماہنامہ "الوارث" کراچی رسول کریمؐ نمبر فروری ۱۹۸۳ء ماہنامہ "تاجدار حرم" کراچی میلاد نمبر ۱۹۸۳ء ماہنامہ "انوار القرین" ساہیوال عید میلاد النبیؐ نمبر ۱۹۸۳ء ماہنامہ "صوت الاسلام" فیصل آباد سیرت

رسول نمبر ۱۹۸۵ء، "منہاج القرآن" لاہور میلاد النبیؐ نمبر نومبر ۱۹۸۷ء، ماہنامہ "نعت" لاہور میلاد النبیؐ نمبر اکتوبر ۱۹۸۸ء وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں سے بیشتر رسائل بڑے اہتمام سے ہر سال ربیع الاول میں اپنے خاص نمبر شائع کر رہے ہیں۔ ہفت روزہ "چٹان" لاہور، ہفت وار "ہلال" راولپنڈی، ہفت روزہ "سواد اعظم" لاہور، ہفت روزہ "المام" بہاولپور، پندرہ روزہ "رضوان" لاہور، دینی مدارس کے جرائد اور ملی و قومی اخبارات کی ہفتہ وار خصوصی اسلامی ایڈیشنوں کی اشاعت کا سلسلہ اس کے علاوہ ہے۔

گراموفون کمپنیوں نے ریکارڈوں کی صورت میں (۵۷) اور موجودہ زمانے میں ٹیپ ریکارڈ کمپنسی نے درود و سلام اور میلاد یہ منظومات کو فروغ دیا ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے محافل میلاد کی خصوصی نشریات نے میلاد کی روایت اور اسلوب کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کر دیا ہے۔ عید میلاد النبیؐ کے پروگراموں کی تفصیلات پاکستان براڈ کاسٹنگ کارپوریشن کے تعارفی کتابچوں میں لکھے ہیں۔ پندرہ روزہ "آہنگ" کراچی بھی ان کی تفصیلات شائع کرتا ہے۔ ان میں "ذکر نبیؐ" جشن میلاد النبیؐ ۱۹۷۳ء، ریڈیو پاکستان لاہور کے پروگرام کا تعارفی میگزین ہے۔

میلاد ناموں کے ماخذ

میلاد ناموں میں نور محمدی، ولادت مقدسہ، معجزات، معراج، وفات، شاکل، وخصائل اور تعلیمات و ارشادات کے تذکار کے اہم عربی و دیگر ماخذ درج ذیل ہیں:

۱۔ قرآن مجید

۲۔ احادیث نبوی

۳۔ کتب سیر و مغازی

۴۔ کتب تفاسیر القرآن

۵۔ کتب تاریخ

۶۔ کتب شاکل

۷۔ کتب دلائل

۸۔ اسماء النبی اکرم

۹۔ الہامی صحائف اور دیگر مذہبی کتب میں حضور کی بشارات اور مدحیہ انداز میں ذکر

قرآن مجید میں نبی کریم کے فضائل و مناقب سے متعلقہ مقامات

اردو میں میلاد النبی کے موضوع کی مناسبت سے حضور کے میلاد، نور نبوی، معراج، معجزات و بشارات، اور فضائل و مناقب کے حوالے سے قرآن مجید سب سے اولیں، مستند اور اہم ماخذ ہے۔ ”دین اسلام کی طرح پیغمبر اسلام کی سیرت طیبہ اور خصائل حمیدہ کا اولین مرجع بھی یہی کتاب میں ہے۔ اگرچہ اس میں آنحضرت کے سوانحی حالات اور عادات و کردار کا ذکر مملو اور مرتب شکل میں نہیں تاہم جگہ جگہ ایسے بلیغ اشارے اور حوالے موجود ہیں جن کے مطالعہ سے حضور اکرم کی سیرت و کردار کا ایک موثر تصور اور گہرا نقش ہمارے ذہن میں ابھرتا ہے۔ قرآن میں آپ کی بشریت و رسالت، مقصد بعثت، کار نبوت میں آپ کی بے غرض راست روی، اخلاق کربانہ، آپ کے غزوات و معجزات، اللہ تعالیٰ کے آپ پر احسانات، اور بنی نوع انسان پر آپ کے فیوض و برکات کے بارے میں بنیادی نوعیت کی وہ تمام معلومات مل جاتی ہیں جن پر آپ کی سیرت طیبہ کی تعمیر و تکمیل عبارت ہے اگرچہ حضور اکرم کے ہر سیرت نگار نے اپنی تحریروں میں جگہ جگہ قرآن سے رجوع کیا ہے تاہم کچھ کوششیں خالصتاً اس انداز میں بھی ہوئی ہیں جہاں سیرت رسول کے تمام خدوخال قرآن پاک کی آیات بیانات ہی سے اخذ کرنے کی جستجو ملتی ہے۔“ (۵۸)

نبی کریم کی سیرت و کردار اور فضائل و مناقب کے بارے میں اولیں سرچشمہ قرآن پاک ہے۔ غیر

مسلموں نے بھی اس کی اہمیت و افادیت کو محسوس کیا ہے۔ سرولیم میور لکھتے ہیں کہ ”محمدؐ کی سیرت اور اسلام کی ابتدائی تاریخ جاننے کے سلسلہ میں قرآن کی اس خصوصیت میں فی الحقیقت کوئی مبالغہ نہیں کہ اس میں تمام بنیادی ماخذ موجود ہیں اور محمدؐ کی زندگی کے تمام وہ پہلو جن پر تحقیق اور جنہیں جاننے و سمجھنے کی ضرورت پیش آتی ہے، اس (قرآن) کے ذریعے صحت کے ساتھ جانچے جاسکتے ہیں، چنانچہ ہمیں محمدؐ کی عام روزمرہ زندگی کے افعال و معمولات، دینی و مذہبی خیالات اور ان کی فحی زندگی سے متعلق تمام مواد قرآن میں مکمل طور پر میسر آ جاتا ہے محمدؐ کی سیرت پاک اور ان کا کردار معلوم کرنے کے لئے قرآن ایک ایسا روشن و شفاف آئینہ ہے جس میں ہمیں سب کچھ وضاحت و صراحت سے صاف صاف نظر آ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں یہ بات ضرب المثل کے طور پر زبان زدِ خلایق تھی کہ آپؐ کی سیرت قرآن ہے۔“ (۵۹)

حضورؐ کی سیرت و حیات مبارکہ کے جاننے کے سلسلہ میں قرآن کریم کے بارے میں پروفیسر سید نواب علی لکھتے ہیں کہ: ”مغازی و سیر کا یہ سب سے پہلا ماخذ (قرآن) رسول اللہ کی حیات ہی میں ۲۳ سال کے اندر حفظ اور تحریر دونوں ذریعوں سے محفوظ کر لیا گیا تھا۔ چنانچہ آپؐ کی وفات کے ایک سال بعد حضرت ابو بکرؓ نے پورا قرآن مجید ایک کامل نسخے میں قلم بند کر لیا، جس کی چھ نقلیں حضرت عثمانؓ نے ۳۵ھ میں بلاد اسلامیہ میں بھیج دیں۔ پچاس سال تک یہی قرآن تھا جس میں سیرت رسول اللہ کا مطالعہ ان آنکھوں سے ہوتا رہا جنہوں نے اس پیکرِ قدسی کو اس عالم رنگ و بو میں چلنے پھرتے دیکھا تھا۔“ (۶۰)

قرآن مجید میں ایک طرف آپؐ کی زندگی کے اہم پہلو واضح کئے گئے ہیں، دوسری طرف آپؐ کے عہد کے بعض واقعات پر بحث کی گئی ہے اور تیسری طرف آپؐ کے کردار کی تمام خصوصیات گنوائی گئی ہیں۔ ”ان سب کا تذکرہ کتب احادیث، کتب مغازی و سیر اور کتب تاریخ کی طرح مفصل و مرتب نہیں، بلکہ مختصر و مجمل ہے اور کوئی نہ کوئی اخلاقی سبق دینے کے لئے ہے، کیونکہ قرآن مجید موجودہ توریت کی طرح نہ محض تاریخ ہے اور نہ موجودہ انانیت کی طرح محض سوانح عمری۔ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ صحیفہ ہدایت ہے جو آنحضرتؐ کے ذریعے بنی نوع انسان تک پہنچا۔ حضورؐ ایک خاص ملک، ایک خاص عہد، اور ایک خاص معاشرے میں مبعوث ہوئے، لیکن آپؐ کو قرآن کی شکل میں جو پیغام ملا، وہ ساری دنیا، سارے زمانوں اور سارے معاشروں کے لئے تھا، چنانچہ جہاں قرآن مجید کی عام تعلیمات انسانوں کے لئے دستور حیات ہیں، وہاں صاحب قرآن کی زندگی ان کے لئے قابل عمل نمونہ اسوہ حسنہ ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی سیرت و کردار کو مومنوں کے لئے ایک اعلیٰ مثال کے طور پر پیش کیا ہے اور اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ پیغمبر کی اطاعت کو لازم قرار دیا ہے کیونکہ آنحضرتؐ محض حامل قرآن نہ تھے بلکہ سراپا قرآن تھے۔“ (۶۱)

اسلام کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل خود آپؐ کی ذات اقدس ہے جو لوگ آپؐ کی ہمہ صفت موصوف ذات بابرکات اور پاکمال ہستی کو دیکھ کر ہدایت قبول نہیں کرتے انہیں کوئی دلیل یا کوئی مجزہ کیونکہ راہ ہدایت دکھا سکتا ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ (البقرہ: ۱۱۹) بے شک (اے محمد) ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اہل دوزخ کے بارے میں تم سے سوال نہ ہو گا (کہ وہ کیوں ایمان نہ لائے اس لئے کہ آپ نے اپنا فرض تبلیغ پورے طور پر ادا فرمایا)۔ (۶۲)

رَبَّنَا وَأَنْتَ لَيْسَ بِكَ كَلِمَاتُ الْغَيْبِ سَمِعْنَا بِمَا نُنَادِيكَ وَعَلَيْهِمْ أَكْتَابُ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةُ وَوَزَكَرُهُمْ إِنَّكَ آتِ الْغَزِيَّةَ الْحَكِيمِ (البقرہ: ۱۴۹)

اے پروردگار ان (لوگوں) میں انہیں میں سے ایک پیغمبر مبعوث کچھ جو ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور ان (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کرے۔ بیشک تو غالب اور صاحب حکمت ہے۔ اس کی وضاحت میں مولانا فتح محمد لکھتے ہیں۔ ”جن پیغمبر کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ایک حدیث میں آپ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا ہوں۔ عیسیٰ کی بشارت ہوں۔ اپنی والدہ کا خواب ہوں۔ اسی حدیث سے حالی نے اس بیت کا مضمون اخذ کیا ہے۔

”ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا

دعائے ظلیل اور نوید مسیحا“ (۶۳)

اس آیت کی تفسیر سید غلام حسین لکھتے ہیں۔

”نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اسماعیلؑ کی اولاد اہل عرب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کی دعا کو قبول فرمایا اور ان کی اولاد میں اہل عرب سے برابر اللہ تعالیٰ کو ماننے والے چلے آئے جیسے میرے دادا عبدالمطلب اور ہاشم دین ابراہیمی پر قائم تھے۔ اللہ کو ایک جانتے تھے اور شرک نہ کرتے تھے نہ کراتے تھے۔ امام رازی نے بھی اسی بات کو لکھا ہے پس حدیث سے ثابت ہوا جب عبدالمطلب اور ہاشم دین ابراہیمی پر قائم تھے تو حضورؐ کے والد اس دین سے کیسے خارج ہوئے جبکہ ان کی پشت میں نور محمدیؐ موجود تھا باحوالہ کفال اب ثابت ہو گیا کہ نبی پاکؐ آدم سے لے کر جن جن نفوس قدسیہ سے تشریف لائے وہ شرک اور کفر سے پاک تھے۔“ (۶۳)

كَمَا أَرْسَلْنَا لَكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا تَكُونُونَ تَعْلَمُونَ (البقرہ: ۱۵۱)

جیسا کہ ہم نے تمہارے پاس رسول تم میں سے پڑھ کر سنانا ہے تمہیں ہماری آیتیں اور پاک کرتا ہے تمہیں اور سکھاتا ہے تمہیں کتاب اور حکمت اور تعلیم دیتا ہے تمہیں ایسی باتوں کی جنہیں تم جانتے ہی نہیں تھے۔ اس کی تفسیر پیر محمد کرم شاہ لکھتے ہیں۔ ”تقریباً کعبہ کے وقت جو دعا حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے ان میں ان صفات والا رسول مبعوث فرمایا جائے، اب بتایا جا رہا ہے ہے کہ وہ دعا مقبول ہوئی اور وہ

رسول کریمؐ ان تمام صفات سے متصف ہو کر تشریف فرما ہو گیا۔" (۶۵) معلم کی تفسیر قاضی ثناء اللہ یانی پتی کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔ معلم کا فعل دوبارہ ذکر کیا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ تعلیم پہلی کتاب و حکمت کی تعلیم سے الگ نوعیت کی ہے اور شاید اس سے مراد علم لدنی ہے جو قرآن کے باطن اور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منور و روشن سینہ سے حاصل ہوتا ہے اور اس کا حصول مروجہ تعلیم و معلم سے نہیں بلکہ انعکاس ہے یعنی آفتاب قرآن کی کرنیں اور ماہتاب نبوت کی شعاعیں دل کے آئینہ پر منعکس ہوتی ہیں۔" (۶۶)

رسول اللہ کی اطاعت ہی اطاعت خدا ہے

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا (النساء: ۱۳) اور جو حکم ماننے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں بھیسے ان میں رہیں گے۔

حضور نبی کریمؐ پر درود و سلام بھیجنا واجب ہے

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (الاحزاب: ۵۶) بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ خزائن العرفان میں ہے۔ "درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریمؐ کی حکیم ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب درود بھیجئے والا مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔ بخیل وہ ہے جو میرا نام سنے اور جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ درود نہ بھیجے۔" (۶۷)

حضورؐ جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی الہی ہوتی ہے

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ- (النجم: ۳-۴)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فضائل کثیرہ عنایت کر کے تمام خلق پر آپؐ کو افضل فرمایا:

إِنَّا أَعْطَيْنَكَ الْكَوْثَرَ (الکوثر: ۱) اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ اس کی تفسیر میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ رقم طراز ہیں۔ "حسن ظاہر بھی دیا، حسن باطن بھی، نسب عالی بھی، نبوت بھی، کتاب بھی، حکمت بھی، علم بھی، شفاعت بھی، حوض کوثر بھی، مقام محمود بھی، کثرت امت بھی، امدائے دین پر غلبہ بھی، کثرت فتوح بھی اور بے شمار نعمتیں اور فضیلتیں جن کی نہایت نہیں۔" (۶۸)

نبی کریمؐ نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کا شرف حاصل کیا

مَلَاغُ الْبَصَرِ وَمَا طَعَى (النجم: ۷۸) (نہ درماندہ ہوئی چشم مصطفیٰ) اور نہ (حد ادب سے) آگے بڑھی
حضور دیدار الہی سے مشرف ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دولت سرمدی سے آپ کو نوازا اور فضل و احسان
سے عزت افزائی فرمائی۔ (۶۹)

حضور خلقِ عظیم کے مالک ہیں

وَأَنْتَ لَعَلَى خُلُقِ عَظِيمٍ (القلم: ۴) اور بے شک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔ حضور کی
ذات تمام کمالات کی جامع ہے۔ وہ کمالات جو پہلے نبیوں اور رسولوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے وہ
مجموعی طور پر اپنی تمام جلوہ سلطنتوں اور اپنی جملہ رحمتوں کے ساتھ اس ذات اقدس و اطہر میں موجود
ہیں۔

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا، داری
آنچه خوباں همه دارند تو تنها داری

شاہ خوباں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف خود ہی ہر کمال اور ہر جمال کے پیکرِ رعنا اور تصویرِ جمیل نہ
تھے بلکہ اپنے نیاز مندوں کو بھی ان نعمتوں سے مالا مال کر دیا ان کی ایسی تربیت فرمائی کہ آنے والی نسل
انسانی کے لئے وہ ایک دلکش نمونہ بن گئے۔ جب اس عبدِ کریم کا مرنی اور معطم خود رب العالمین ہے تو پھر
اس تمیزِ ارشد کے حسن ادب، حسن تربیت اور کمال علم کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ (۷۰)

اللہ تعالیٰ نے حضور کی محافظت اپنے ذمہ لی

وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ۔ (المائدہ: ۵: ۶۷) ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ
آپ کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔ بے شک خدا مکروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

دشمنانِ رسول آپ کی جان کے درپے تھے۔ جاٹھارانِ رسالت مابِ راتوں کو پہرہ دیا کرتے تھے۔ اس
آیتِ کریمہ کے نزول کے بعد آپ نے پہرہ ختم کرنے کا حکم صادر فرمایا کیونکہ اللہ خود تمکبان ہے تو پھر اور
کسی کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ (۷۱)

حضور نبی کریم کا وسیلہ

لِيَأْتِيَنَّ النَّاسَ الْمَوْتُ وَتَأْتِيَهُمُ الْبُيُوتُ وَتَأْتِيَهُمُ الْقَبْرُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ۔ (المائدہ: ۳۵)
اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح
پاؤ۔ (۷۲) وسیلہ تلاش کرنے کی ضرورت اس لئے ہے جس کی بدولت تمہیں اس کا قرب حاصل ہو۔ اس
کائنات میں اللہ تعالیٰ کے قریب ترین ہستی حضور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہم گنہگار انسانوں کے
لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے حکم کے مطابق وسیلہ ڈھونڈنے کے لئے رحمت اللعالمین کی ذات سے
اور کون بہتر ہو سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کی بابت اشارہ فرما دیا ہے۔ ہمارے لئے ضروری ہے

کہ رضائے الہی کے لئے آقائے تبار صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ تلاش کریں۔“ (۷۳)

دربار رسالت کا ادب و احترام

بَلِّغُوا النَّبِيَّ لِمَا لَمْ يَأْتِكُمْ مِّنَ الْبَشَرِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (الحجرات: ۲) اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو (اس غیب بتانے والے نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں چلاتے ہو کہ تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اشیاء کے علوم عطا فرمائے

عَلَّمَ الْغَيْبَ فَلَا يَظْهَرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۚ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَيُنْمِئُ مِنَ الْخَلْفِ ۖ رَءًىٰ (الجن: ۲۷-۲۶) غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر (اپنے غیب خاص پر جس کے ساتھ وہ منفرد ہے) کسی کو مسلط نہیں کرتا (اطلاع کامل نہیں دیتا جس سے حقائق کا کشف تام اعلیٰ درجہ یقین کے ساتھ حاصل ہو) سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے (تو انہیں غیب پر مسلط کرتا ہے اور اطلاع کامل اور کشف تام عطا فرماتا ہے اور یہ علم غیب ان کے لئے معجزہ ہوتا ہے۔ سید الرسل خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مرتضیٰ رسولوں میں سب سے اعلیٰ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اشیاء کے علوم عطا فرمائے) کہ ان کے آگے پیچھے پورا مقرر کر دیتا ہے ”فرشتوں کو جو ان کی حفاظت کرتے ہیں۔“ (۷۴)

سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ (المائدہ: ۱۵) بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا (آپ کو نور فرمایا گیا کیونکہ آپ سے تاریکی کفر دور ہوئی اور راہ حق واضح ہوئی) اور روشن کتاب یعنی قرآن شریف۔ (۷۵)

آپ نے نور نبوت سے ضماہر و بصائر اور قلوب و ارواح کو منور کیا

وَنَا عِمَّا ۖ اِلٰى اللّٰهِ بِالْاٰتِ وَ سِرَاجًا ۖ مُّبِيْنًا ۗ (الاحزاب: ۴۶) اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلا تا یعنی خلق کو طاقت الہی کی دعوت دینا اور چمکا دینے والا آفتاب (درحقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپ کے نور نبوت نے پہنچائی اور کفر و شرک کے ظلمات شدیدہ کو اپنے نور حقیقت افروز سے دور کر دیا۔ اور خلق کے لئے معرفت و توحید الہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں اور ضلالت کی وادی تاریک میں راہ گم کرنے والوں کو اپنے انوار ہدایت سے راہ یاب فرمایا۔ حقیقت میں آپ کا وجود مبارک ایسا آفتاب عالم تاب ہے جس نے ہزارہا آفتاب بنا دیئے۔ (۷۶)

حضور تمام انبیاء میں سب سے افضل ہیں

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ بَيْنِ يَدَيْكُمْ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْكُمْ لِيَاذُنْكُمْ بِأَنْ تَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا فَلَقُوا نَجْمًا ۚ (آل عمران: ۸۱) اور جب اللہ نے انبیاء سے پیمانہ لیا کہ تمہیں میری طرف سے رسول آئے گا تو تم کہو سننا اور اطاعت کرنا۔

مَنْ بِهِ وَوَلْتَصَوُّنَهُ (آل عمران: ۸۱) اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا، جو میں تم کو کتاب اور حکمت دونوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول یعنی سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے (اس طرح کہ ان کے صفات و احوال اس کے مطابق ہوں جو کتاب انبیاء میں بیان فرمائے گئے ہیں) تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور ان کے بعد جس کسی کو نبوت عطا فرمائی ان سے سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت عہد لیا اور ان انبیاء نے اپنی قوموں سے عہد لیا کہ اگر ان کی حیات میں نبی کریمؐ مبعوث ہوں تو آپؐ پر ایمان لائیں اور آپؐ کی نصرت کریں۔“ (۷۷)

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کا ذکر دنیا و آخرت میں بلند کیا

وَوَلَعْنَا لَكَ ذِكْرًا كَذَلِكَ (الم نضوح: ۴) اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ ”حدیث شریف میں ہے، سید عالمؐ نے حضرت جبرئیلؑ سے اس آیت کو دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپؐ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے میرے ساتھ آپؐ کا بھی ذکر کیا جائے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اذان میں، تکبیر میں، تشہد میں، منبروں پر، خطبوں میں، تو اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے ہر بات میں اس کی تصدیق کرے اور سید عالمؐ کی رسالت کی گواہی نہ دے تو یہ سب بیکار و کافر ہی رہے گا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ آپؐ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے آپؐ پر ایمان لانے کا عہد لیا۔“ (۷۸)

معراج شریف حضورؐ کا ایک جلیل القدر معجزہ اور اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ لَوْ کُنَّا حَوْلَہٗ لُنَبِّہٖ مِنْ اٰتِنَا (ہی اسراء: ۱) (ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، بابرکت بنا دیا ہم نے جس کے گرد و نواح کو باک ہم دکھائیں اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں۔ (۷۹) معراج سے حضورؐ کا وہ کمال قرب ظاہر ہوتا ہے جو مخلوق الہی میں آپؐ کے سوا کسی کو میسر نہیں۔ مکہ مکرمہ سے حضورؐ کا بیت المقدس تک شب کے چھوٹے حصہ میں تشریف لے جانا، نص قرآنی سے ثابت ہے۔ اس کا منکر کافر ہے اور آسمانوں کی سیر اور منازل قرب میں پہنچنا، احادیث صحیحہ معتدہ سے ثابت ہے جو حد تو اتر کے قریب پہنچ گئی ہیں، اس کا منکر گمراہ ہے۔ معراج شریف بحالت بیداری جسم و روح دونوں کے ساتھ واقع ہوئی۔ یہی جمہور اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ نصوص آیات و احادیث سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔ حضرت جبرئیلؑ کا براق کے ساتھ حاضر ہونا، سید عالمؐ کو غایت اکرام و احرام کے ساتھ سوار کر کے لے جانا، بیت المقدس میں سید عالمؐ کا انبیاء کی امامت فرمانا، پھر وہاں سے سیر سموات کی طرف متوجہ ہونا، جبریل امین کا ہر آسمان کے دروازہ کا کھلوانا، ہر آسمان پر صاحب مقام انبیاء عظیم

السلام کا شرف زیارت سے مشرف ہونا اور حضور کی تشریف آوری کی مبارکبادیں دینا حضور کا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف سیر فرمانا وہاں کے عجائب دیکھنا اور تمام مقررین کی نہایت منازل سدہ المنتہی کو پہنچنا جہاں سے آگے بڑھنے کی کسی ملک مقرب کو بھی مجال نہیں ہے۔ جبریل امین کا وہاں معذرت کر کے رہ جانا پھر مقام قرب خاص میں حضور کا پہنچنا کہ جس کے تصور تک خلق کے اوہام و افکار بھی پرواز سے عاجز ہیں۔ وہاں مورد رحمت و کرم ہونا اور انعامات الہیہ اور خصائص نعم سے سرفراز فرمایا جانا اور پھر اپنی جگہ واپس تشریف لانا۔ (۸۰) تفسیر ضیاء القرآن میں ہے۔ ”بیت المقدس جملہ انبیاء سابقین حضور کے لئے چشم براه تھے۔ حضور کی اقتداء میں سب نے نماز ادا کی۔ اس طرح جو عہد روز ازل ارواح انبیاء سے لیا گیا تھا کہ تم میرے محبوب پر ضرور ایمان لانا کی تکمیل ہوئی۔ (۸۱)“

اسلام کبھی منسوخ نہ ہو گا اور قیامت تک باقی رہے گا

أَلَمْ تَكُنْ لَكُمْ فِتْنَةً ۖ أَتَمَّتْ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي ۖ وَرُضِيتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا (المائدہ: ۳) آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کمال کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔ ”دین کمال کرنے کے معنی اسلام کو غالب کرنا ہے جس کا یہ اثر ہے کہ جتھے الوداع جب یہ آیت نازل ہوئی، کوئی مشرک مسلمانوں کے ساتھ حج میں شریک نہ ہو سکا۔ ایک قول یہ ہے کہ میں نے تمہیں دشمن سے امان دی۔ ایک قول یہ ہے کہ دین کا اکمال یہ ہے کہ وہ پچھلی شریعتوں کی طرح منسوخ نہ ہو گا اور قیامت تک باقی رہے گا۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے، اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم روز نزول کو عید مناتے، فرمایا! کونسی آیت، اس نے یہی آیت الیوم اکملت لکم دینکم فرمائی۔ آپ نے فرمایا، میں اس دن کو جانتا ہوں، جس میں یہ نازل ہوئی تھی اور اس کے مقام نزول کو بھی پہچانتا ہوں وہ مقام عرفات کا تھا اور دن جمعہ کا۔ آپ کی مراد اس سے یہ تھی کہ ہمارے لئے وہ دن عید ہے۔ تہذیب شریف میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ آپ سے بھی ایک یہودی نے ایسا ہی کہا۔ آپ نے فرمایا۔ جس دن یہ نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں جمعہ و عرفہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی دینی کامیابی کے دن کو خوشی منانا جائز اور صحابہ سے ثابت ہے ورنہ حضرت عمرو ابن عباس صاف فرما دیتے کہ جس دن کوئی خوشی کا واقعہ ہو، اس کی یادگار قائم کرنا اور اس روز کو عید منانا ہم بدعت جانتے ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ عید میلاد منانا جائز ہے۔ کیونکہ وہ اعظم نعم الہیہ کی یادگار و شکرگذاری ہے۔“ (۸۲)

حضور سرایا رحمت ہیں

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء: ۱۰۷) اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو، مگر سرایا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لئے۔ ”اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے محبوب جو کتاب مجید، دین ضیف، شریعت بیضا، خلق عظیم، دلائل قاہرہ، آیات بینات اور معجزات ساطعات غرضیکہ جن ظاہری اور باطنی، جسمانی اور روحانی

فصلوں سے مالا مال کر کے ہم نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے۔ اس کی غرض و غایت یہ ہے کہ آپ سارے جہانوں کے لئے، سارے جہان والوں کے لئے، اپنی اور بیگانوں کے لئے، دوستوں اور دشمنوں کے لئے سراپا رحمت بن کر ظہور فرمائیں۔ اس آیت کریمہ میں جو جامعیت ہے، اس نے اس کو دیگر آیات سے ممتاز کر دیا ہے جو کمالات اور صفات عالیہ منتشر تھیں ان سب کو یہاں یکجا کر دیا ہے۔ اس آیت میں حسن محمدی اور جمال احمدی کی ساری رعنائیاں اور دلربائیاں بکمال لطافت جلوہ نما ہیں۔ یہ تو عالم نبوت میں حضور کی گونا گوں رحمتوں کا ظہور ہے لیکن صرف یہاں ہی نہیں بلکہ عالم ملکوت میں بھی حضور کی رحمت کا پرچم لہرا رہا ہے اور حضور کا دست شفقت گل افشانی کر رہا ہے۔ وہاں رحمت محمدی کے ظہور میں جو دلربا انداز ہے اور بحر کرم میں جو مٹھاس اور روانی ہے، اس کا حال تو فقط وہ نفوس قدسیہ ہی جانتے ہیں جنہیں اس عالم کی سیاحت ارزانی ہوئی ہو۔ حضور وہ رحمت ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بطور تحفہ عطا فرمائی۔ سچ تو یہ ہے کہ اس آفتاب کی نور افشانی کا رنگ ہی نرالا ہے جو نہ زبان پر لایا جاسکے اور نہ قلم سے لکھا جاسکے۔“ (۸۳)

آپ کی رسالت عامہ تمام جن و انس کو شامل ہے

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَلِمَةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (سبا: ۲۸) اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دینا اور ڈر سناتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔ ”حضور سید عالم کی رسالت عامہ ہے۔ تمام انسان اس کے احاطہ میں ہیں۔ حضور تمام خلق کے رسول ہیں جو تمام جن و انس کو شامل ہے۔“ (۸۳)

دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو قرآن شریف میں مذکور نہ ہو۔ اور حضور کو علم غیب ہے

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل: ۸۹) اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ ”حضور نے پیش آنے والے وقتوں کی خبر دی۔ صحابہ نے ان سے خلاص کا طریقہ دریافت کیا۔ فرمایا کتاب اللہ میں تم سے پہلے واقعات کی بھی اور تمہارے مابین کا علم بھی، جو علم چاہے وہ قرآن کو لازم کرے۔ اس میں اولین و آخرین کی خبریں ہیں۔ غرض یہ کتاب جامع ہے جمع علوم کی جس کسی کو اس کا جتنا علم ملا ہے، اتنا ہی جانتا ہے۔“ (۸۵)

محفل میلاد مبارک کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ (التوبہ: ۱۲۸) بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان، مہربان۔ ”اس آیت کی تفسیر میں سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ رقم طراز ہیں۔ ”محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عربی قرشی جن کے حسب نسب کو تم خوب پہچانتے ہو کہ تم میں سب سے عالی نسب ہیں اور تم ان کے صدق و امانت، زہد و تقویٰ،

طہارت و تقدس اور اخلاق حمیدہ کو بھی خوب جانتے ہو۔ اس آیت مقدسہ میں حضورؐ کی تشریف آوری یعنی آپؐ کے میلاد مبارک کا بیان ہے۔ تفسیر کی حدیث سے بھی ثابت ہے کہ حضورؐ نے اپنی پیدائش کا بیان قیام کر کے فرمایا۔ مسئلہ اس سے معلوم ہوا کہ محفل میلاد مبارک کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو اپنے دو ناموں سے مشرف فرمایا۔ یہ کمال مکرم ہے۔ (۸۶)

حضورؐ کی بعثت نعمت عظیمہ ہے

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران: ۱۶۳) بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

”سنت نعمت عظیمہ کو کہتے ہیں اور بیشک حضورؐ کی بعثت نعمت عظیمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریمؐ ان میں مبعوث فرما کر انہیں گمراہی سے رہائی دی اور حضورؐ کی بدولت انہیں پینائی عطا فرما کر جہل سے نکالا اور آپؐ کے صدقہ میں راہ راست کی ہدایت فرمائی اور آپؐ کے طفیل میں بے شمار نعمتیں عطا کیں۔“ (۸۷) بعثت اور ولادت آپس میں مترادف ہیں۔ قرآن مجید نے ولادت سے افضل لفظ بعثت استعمال کیا ہے جو ولادت کے بغیر بے مقصد ہو جاتا ہے لہذا بعثت مشن اور ولادت بعثت کے سبب کو ظاہر کرتی ہے۔

ذکر میلاد شریف سنت الہیہ ہے

قرآن شریف کی درج ذیل آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ ذکر میلاد شریف سنت الہیہ ہے: قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ (النساء: ۱۷۳) تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی۔ ”واضح دلیل سے سید عالم کی ذات گرامی مراد ہے۔“ (۸۸) هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدُّنْيَا كُلِّهَا (التوبہ: ۳۳) وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔ ”رسول سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔“ حدیث میں ہے کہ سید عالمؐ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں اسلام کے سوا ہر ملت ہلاک ہو جائے گی۔“ (۸۹)

و مُبَشِّرًا بِرُسُولِ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (الصف: ۶) اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔“ (۹۰)

نور انیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ (النور: ۳۵) اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو اس میں چراغ ہو وہ چراغ شیشہ کے (ایک فانوس) میں ہو۔ وہ فانوس

گویا ایک ستارہ ہے جو موتی کی طرح چمک رہا ہے جو روشن کیا گیا ہے برکت والے ذہنوں کے درخت سے۔ (۹) ”یہ تمثیل نور حضورؐ کی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کعب احبارؓ سے فرمایا کہ اس آیت کے معنی بیان کرو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال بیان فرمائی۔ روشندان (طاق) تو حضورؐ کا سینہ شریف ہے اور فانوس قلب مبارک اور چراغ نبوت کہ شجر نبوت سے روشن ہے اور اس نور محمدی کی روشنی اس مرتبہ کمال ظہور پر ہے کہ اگر آپؐ اپنے نبی ہونے کا بیان بھی نہ فرمائیں جب بھی خلق پر ظاہر ہو جائے۔“ (۹۳)

قرآن مجید کی وہ آیات مبارکہ جن میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت، شان و رفعت درجات، معراج و معجزات، آسمانی صحائف میں بشارات، رحمت و علق عظیم، ظاہری و باطنی علوم، تعظیم و تکریم اور اطاعت کے احکام جامعاً وضاحت و صراحت سے بیان کئے ہیں۔ زیر بحث موضوع (میلاد النبیؐ) کی جان ہیں:

قرآن میں آپؐ کی اولین جھلک بعد از خدا بزرگ توتی کے حوالے سے رحمت اللعالمین (۹۳) خاتم النبیین (۹۴) برحمان ربانی (۹۵) معلم کتاب و حکمت (۹۶) اور مدوح ملانکہ (۹۷) نظر آتی ہے۔

قرآن مجید میں کہیں آپؐ کی حیات مقدسہ کا ذکر ہے (۹۸) کہیں آپؐ کے مولد (۹۹) کا کہیں آپؐ کے حسن و جمال کے چرچے ہیں (۱۰۰) کہیں آپؐ کے مزاج اقدس کا (۱۰۱) کہیں آپؐ کے رنج و الم کا ذکر ہے (۱۰۲) اور کہیں آپؐ کی خوشبودی کا (۱۰۳) کہیں آپؐ کے اخلاق عالیہ (۱۰۴) کا ذکر ہے اور کہیں آپؐ کی تعلیمات (۱۰۵) کا کسی جگہ آپؐ کی نبوت کے اعلیٰ درجات پر سرفرازی کا ذکر ہے اور کہیں اس سرفرازی پر خوشیاں منانے کا بیان ہے۔ (۱۰۷) کہیں آپؐ کے منازل و مقامات کا ذکر ہے (۱۰۸) اور کہیں آپؐ کی محبوبیت اور اقرابت کا (۱۰۹) کہیں آپؐ کے علم و فضل کا ذکر ہے (۱۱۰) اور کہیں آپؐ کی حکمت و دانائی کا بیان ہے (۱۱۱)۔ کہیں آپؐ کی حقیقت و ماہیت کا ذکر ہے (۱۱۲) اور کہیں بزرگانہات کا (۱۱۳) کہیں معراج سداوت (۱۱۴) اور ہجرت کا ذکر ہے تو کہیں بیعت (۱۱۵) کا کہیں غزوات (۱۱۶) کا ذکر ہے اور کسی جگہ فتوحات (۱۱۷) کو موضوع بنایا گیا ہے۔ کہیں انبیائے سابقین کا آپؐ کے طفیل فتح و نصرت کی دعائیں مانگنے کا بیان ہے۔ (۱۱۸) اور کہیں آپؐ کے انعام و اکرام کی تفصیل ہے۔ (۱۱۹) کہیں آپؐ کی رحمت عام کا ذکر ہے۔ (۱۲۰) اور کہیں آپؐ کی تعظیم و توقیر (۱۲۱) کا بیان ہے۔ کہیں آپؐ کی شفقت و رحمت (۱۲۲) کا ذکر ہے۔ اور کہیں آپؐ کے انصاف و عدالت (۱۲۳) کا کہیں آپؐ کی عبادت و دریافت (۱۲۴) کا ذکر ہے اور کہیں آپؐ کے اخلاص عمل کا (۱۲۵) کہیں آپؐ کی معصومیت (۱۲۶) کا ذکر ہے اور کہیں آپؐ کی بے داغ (۱۲۷) سیرت کو بیان فرمایا ہے۔ کہیں آپؐ کی مجلس کے آداب (۱۲۸) کا ذکر ہے اور کہیں آپؐ کی دلپذیر و دلنشین باتوں (۱۲۹) کا کہیں آپؐ کی اطاعت و فرمانبرداری (۱۳۰) کا ذکر ہے اور کہیں اس محبت کا بیان ہے کہ دنیا کی ساری محبتیں اور چاہتیں اس کے سامنے بچ نظر آنے لگیں۔ (۱۳۱) کہیں آپؐ کی رفعت و بلندی (۱۳۲) کا ذکر ہے اور کہیں اشراج صدر کا کہیں آپؐ کو عطائے خاص (۱۳۳) کا ذکر ہے اور کہیں آپؐ کے فضل و کمال (۱۳۴) کو موضوع بنایا ہے۔ کہیں ازواج مطہرات (۱۳۵) کا ذکر ہے اور کہیں آپؐ کے دساز

رفیقوں (۱۳۶) کا تذکرہ ہے۔ کہیں فرشتوں کے آنے جانے (۱۳۷) کا بیان ہے اور کہیں جنوں کے قبول اسلام (۱۳۸) کا بیان ہے۔

آپ کی رسالت احسانِ عظیم ہے (۱۳۹) حضور تمام انسانیت کے رسول ہیں (۱۴۰) حضور کی رسالت خود خدا گواہ ہے (۱۴۱) آپ کی حیات مقدسہ سچائی کی روشن دلیل ہے (۱۴۲) اس کے علاوہ آپ کی رسالت کی دلیل (۱۴۳) اور بعثت کے مقاصد کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ (۱۴۴)

اللہ تعالیٰ نے حضور کے درجات کو بلند فرمایا (۱۴۵) اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے حضور پر ایمان لانے اور نصرت کرنے کا وعدہ لیا (۱۴۶) حضور اور حضور کے پیروکار حضرت خلیل کے جائز وارث ہیں (۱۴۷) آپ کو دیدار الہی ہوا (۱۴۸) حضور کے مدارج کی ترقی غیر متناہی ہے (۱۴۹) حضور کے تسکین قلب کے لئے پیغمبروں کے حالات بیان کئے گئے (۱۵۰) اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا (۱۵۱) آپ سب نبی نوع انسان کے رسول ہیں (۱۵۲) انبیاء کے ذکر میں حضور کو مقدم کیا کیونکہ حضور اول تخلیق ہیں (۱۵۳) حضور اول المسلمین ہیں (۱۵۴) آپ ہدایت مستقیم پر ہیں (۱۵۵) آپ کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ (۱۵۶)

حضور کا معراج پر تشریف لے جانا (۱۵۷) معجزہ شق القمر (۱۵۸) عقیدہ حیات النبی (۱۵۹) یا معا الزمل سے خطاب (۱۶۰) یا معا الدثر کا خطاب (۱۶۱) رخ انور کی قسم (۱۶۲) گیسوئے غیرس کی قسم، ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا (۱۶۳) آپ کا دشمن اتر ہے۔ (۱۶۴)

آسمانی صحائف میں آپ کی تشریف آوری کے بارے میں واضح اشارات و بشارات موجود ہیں۔ قرآن حکیم میں ان آسمانی صحائف کی بشارات کے بارے میں کئی مقامات پر واضح طور پر نشان دہی کی گئی ہے۔ جیسے حضور کی بشارت انا جیل میں (۱۶۵) تورات میں حضور کے کمالات کا ذکر (۱۶۶) اہل کتاب کو حضور کی صداقت کا یقین تھا (۱۶۷) اہل کتاب حضور کو خوب پہچانتے ہیں (۱۶۸) حضور کی بعثت کے لئے دعائے خلیل۔ (۱۶۹)

حضور کی رحمت و امداد (۱۷۰) حضور کی بعثت سے اتفاق و محبت کی فضاء (۱۷۱) یہود سے حضور و درگذر کرنے کا حکم (۱۷۲) حضور کی تشریف آوری سے اوس و خزرج میں لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی (۱۷۳) بنی ہوازن کے ایروں کی واپسی اور ان پر رحمت عظیم (۱۷۴) ابو سفیان کا حاضر ہو کر بارش کے لئے دعا کرانا اور مینہ کا برسا (۱۷۵) قرآن امت پر آپ کی نگاہ شفقت (۱۷۶) قراء سے حضور کی محبت (۱۷۷) اللہ تعالیٰ نے آپ کو درگذر کرنے کی تلقین فرمائی (۱۷۸) اپنی امت کی معفرت کے لئے دعائیں۔ (۱۷۹)

حضور کو حروف مقطعات کا علم (۱۸۰) غیب بذریعہ وحی بتانا (۱۸۱) حضور کو علم غیب سکھایا گیا (۱۸۲) جن انبیاء و رسل کا قرآن مجید میں ذکر نہیں حضور کو ان کا بھی علم تھا (۱۸۳) حضور اپنی امت کے ہر فرد کو اس کے چہرہ اور اعمال سے پہچانتے ہیں (۱۸۴) اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم اپنے حبیب کو خود پڑھایا ہے (۱۸۵) حضور کو علوم عطا فرمائے گئے (۱۸۶) حضور کے علم لدنی کی کیفیت (۱۸۷) روح کا علم (۱۸۸) قیامت کا علم (۱۸۹) تعلیم الہی سے علوم کے سمندر موجزن ہو گئے (۱۹۰) حضور کی تعظیم اور توقیر کا حکم (۱۹۱)

بارگاہ رسالت میں یہود کی بے ادبیاں (۱۹۳) 'یہود کی دل آزاری اور اللہ تعالیٰ کی دلجوئی (۱۹۳)' مجاہد غالب آجائے یا قتل ہو جائے اسے اجر عظیم ملے گا۔ (۱۹۳)

حضورؐ کی اطاعت کا قرآن مجید میں جگہ جگہ حکم ہے۔ نبی کریمؐ کی اتباع محبت الہی کی نشانی ہے (۱۹۵) جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہو گا (۱۹۶) جو نافرمانی کرے گا وہ جہنم میں جائے گا (۱۹۷) جو رسول کا مطیع ہے وہی اللہ تعالیٰ کا مطیع ہے (۱۹۸) حضورؐ کی نافرمانی کا نتیجہ توفیق الہی سے محرومی ہے (۱۹۹) جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے اس کے لئے شدید عذاب ہے۔ (۲۰۰) حضورؐ کے نافرمان روزِ حشرِ نہامت سے ہاتھ کاٹیں گے (۲۰۱) اللہ اور رسول کا فرمان نہ ماننے والا کھلا گمراہ ہے۔ (۲۰۲)

آج تک جتنے میلاد نامے لکھے گئے ہیں۔ ان سب کا اولیٰ مرجع و ماخذ قرآن شریف ہے۔ حضورؐ نبی کریمؐ کی بشت اللہ تعالیٰ کا سمت بڑا احسان، انعام اور رحمت ہے۔ "قرآن کی ہر آیت اور ہر واقعہ حضورؐ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کی تصدیق کرتا ہے اور بالواسطہ یا بلا واسطہ انہی سے اس کا تعلق ہے۔ مولانا جامی نے صحیح فرمایا تھا کہ: "ہم قرآن در شان محمدؐ" (۲۰۳) اس لحاظ سے نور محمدیؐ "میلاد النبیؐ" معراج النبیؐ "معجزات و مبشرات" شمائل و فضائل، اوصاف و خصائل، اسوہ حسنہ اور حضورؐ کے مقام و منصب کی عظمت کے بیان میں قرآن مجید کے حوالہ جات سب سے دقیق ہیں۔

قرآن مجید میں حضورؐ کے اسمائے مبارکہ

قرآن مجید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی محمدؐ اور احمدؐ کا ذکر ملتا ہے۔ ان دو ناموں کے علاوہ آپؐ کو فضائل و شمائل کی نسبت سے صفاتی ناموں سے پکارا گیا ہے جبکہ باقی تمام بیغیہوں کو ان کے اصل ناموں سے مخاطب کیا گیا ہے۔

حضورؐ کے اسمائے مقدسہ کو جمع کرنے کی ابتداء قرآن شریف سے ہوئی۔ آپؐ کے اسمائے مبارکہ کے ادب و احترام اور تعظیم و تکریم کے حوالے سے مفسرین، محدثین اور دیگر علماء و مشائخ نے اس موضوع پر مستقل کتابیں، رسائل اور ابواب تحریر کر کے نجات اخروی کا سامان تیار کیا ہے۔ ان کتابوں میں اسمائے نبویؐ کی تشریح، معانی اور ان کے احوال و وظائف کے اثرات و ثمرات کا ذکر کر کے ہر دور میں عقیدت و محبت کے حسین گلدستے پیش کئے ہیں۔ درج ذیل اسمائے مبارکہ کا حوالہ قرآن مجید میں ملتا ہے:

محمد (تج: ۲۹) احمد (صف: ۶) مصطفیٰ (آل عمران: ۳۳) یحییٰ (آل عمران: ۱۷۹) یسین (یسین: ۱) ط (ط: ۱) مزمل (مزمل: ۱) مدثر (مدثر: ۱) نبی امی (اعراف: ۱۵۷) نور (مائدہ: ۱۵) شاہد (احزاب: ۳۵) شہید و نذیر (سبا: ۳۸) ن (قلم: ۱) (۲۰۴) القلم (قلم: ۱) داعی الی اللہ (احزاب: ۳۶) ہادی و منذر (رعد: ۷) روشن چراغ (احزاب: ۳۶) مزی نفوس انسانی (آل عمران: ۱۶۳) معلم کتاب و حکمت (آل عمران: ۳۳) تاریکیوں سے نکالنے والے (ابراہیم: ۱) غلط بندھنوں سے نجات دلانے والے ہیں (اعراف: ۱۵۲) صاحب قول فیصل ہیں (احزاب: ۳۶) سراپا ہدایت ہیں (نمل: ۲۷) سراپا رحمت ہیں (انبیاء: ۱۰۷) حامل

صدق ہیں (ذمر: ۳۳) مرکز حق ہیں (نساء: ۱۷۰) برحمان ہیں (نساء: ۱۷۳) حاکم برحق ہیں (نساء: ۱۷۵) روف و رحیم ہیں (توبہ: ۳۸) صاحب علق عظیم ہیں (قلم: ۳) تمہارے گواہ ہیں (حج: ۷۸) خاتم النبیین (احزاب: ۴۰) اول المؤمنین ہیں (بقرہ: ۲۸۵) اول المسلمین (انعام: ۱۱۳) عبد کامل ہیں (بنی اسرائیل: ۱) صاحب کوثر ہیں (کوثر: ۱) ایمان والوں کی جان سے بھی زیادہ عزیز اور پیارے (احزاب: ۶)۔ (۲۰۵) قرآن مجید کے جن چند ارشادات کی نشاندہی کی گئی ہے، ان میں نبی کریمؐ کے فضائل و مناقب بیان کئے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے میلاد ناموں میں حضورؐ کی ذات با برکات کے احوال کے سلسلہ میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، ان سب کا اولین ماخذ قرآن مجید ہے۔

احادیث نبوی

میلاد نامے احادیث کے سرمایہ سے بھی ماخوذ ہیں۔ اس لحاظ سے قرآن مجید کے بعد ان کتب کا دو سرا بڑا ماخذ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کتب حدیث دراصل ایک ایسا آئینہ ہے، جس میں عصر نبوت کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے نیز یہ آئینہ نبی کریمؐ کی حیات مقدسہ اور اخلاق جلیلہ کی عکس نمائی کرتا ہے۔ (۲۰۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور تقریر کا نام حدیث ہے اور ایسے واقعات جو آپ کے سامنے پیش آئے اور ان میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی، وہ بھی اسی زمرے میں شامل ہیں۔ (۲۰۷) حدیث کے مفہوم کے لئے اثر، خبر اور سنت کے الفاظ بھی مستعمل ہیں۔ مصطفیٰ البہائی نے سنت اور حدیث کو ایک ہی چیز قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔ ”محمدؐ میں کی اصطلاح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو قول، فعل، تقریر، جسمانی یا اخلاقی صفت اور سیرت قبل یا بعد از بعثت منقول ہو، اس کو سنت کہتے ہیں۔ (۲۰۸) محمدؐ میں نے بے حد تلاش و جستجو، نیک نیکی و خلوص اور چھان بین کرنے کے بعد مجموعہ ہائے احادیث مرتب کر کے حضورؐ کی سیرت کو کمال جامعیت سے محفوظ کر لیا۔ اور یہ ان کا بے نظیر کارنامہ ہے۔ ”شامل ترقی (امام ابو عیسیٰ ترقی) کے علاوہ کسی اور محدث نے کوئی خاص کتاب حضورؐ کی زندگی کے حالات میں نہیں لکھی، لیکن تمام محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں ان حدیثوں کو بھی بیان کیا ہے، جو آنحضرتؐ کی زندگی کے حالات سے متعلق ہیں۔ پس وہی حدیث کی کتابیں ہیں، جن سے کم و بیش آنحضرتؐ کی زندگی کے حالات درست اور صحیح طور پر دریافت ہو سکتے ہیں اور جن کو معقول طرح سے ترتیب دینے سے اور صحیح کو غلط سے تمیز کرنے سے ایک مستند و معتبر تذکرہ آپؐ کی زندگی کا جمع ہو سکتا ہے۔“ (۲۰۹)

نبی کریمؐ کو خود حدیث کی حفاظت مطلوب تھی، آپؐ چاہتے تھے کہ آپ کے ارشادات و وضاحت و صراحت سے امت مسلمہ تک پہنچ جائیں۔ اسی وجہ سے آپؐ جب گفتگو فرماتے تو آہستہ آہستہ اور خوب وضاحت کے ساتھ الفاظ ادا فرماتے تاکہ سننے والا آپؐ کا مفہوم پوری طرح ذہن نشین کر کے آپؐ کے اقوال کو یاد رکھ سکے۔ ضروری باتوں کو آپؐ تین تین مرتبہ بھی دہراتے تاکہ حاضرین انہیں اچھی طرح یاد کر لیں۔ آپؐ نے روایت حدیث کی ترغیب دلاتے ہوئے مختلف مواقع پر ارشادات فرمائے: **فَلْيَبْلُغِ الشَّاهِدُ**

قَلْعَابٍ (جو موجود ہیں، وہ غیر موجود لوگوں کو پہنچا دیں) تَسْمَعُونَ وَ بَسْمَعُ مِنْكُمْ وَ بَسْمَعُ مِنْ بَسْمَعُ مِنْكُمْ (تم مجھ سے سنتے ہو، دوسرے لوگ تم سے نہیں گے اور پھر ان سے اور لوگ نہیں گے) فَضْرًا لِّلَّهِ اِثْرًا سَمِعَ مَقَاتِي فَوَعَوْهَا حَتَّى بَوَّيْتَهَا اِلَى مَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا (اللہ اس شخص کے چہرے کو روتق و تابندگی عطا کرے، جس نے میری بات سنی اور یاد رکھی، یہاں تک کہ وہ بات اس شخص تک پہنچا دی جس نے اسے نہ سنا) (۲۱۰) آپ نے صحت حدیث برقرار رکھنے کے لئے خبردار فرمایا: جس نے دانستہ مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔ (۲۱۱)

حدیث نبویؐ کی ترتیب و تدوین کا کام آنحضرتؐ کی حیات مبارکہ میں شروع ہو گیا تھا۔ ابتداء میں حضورؐ نے اس خطرے کے پیش نظر کہ کہیں قرآن مجید اور احادیث نبویؐ میں التباس نہ ہو صرف قرآن مجید لکھنے کی اجازت دی اور جب قرآن مجید کا بیشتر حصہ صحابہ کرامؓ نے حفظ بھی کر لیا تو پھر آپؐ نے حدیث لکھی کی کھلم کھلا اجازت دے دی تھی۔ سرور کائناتؐ نے اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا۔ قلمبند کر کے علم کو محفوظ کر لو۔ (۲۱۲) اس کے بعد پوری امت کتابت حدیث کے جواز پر یک زبان ہو گئی۔ اس لحاظ سے ان میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (۲۱۳) دراصل آپؐ کے ان اقوال و احوال اور سیر و سوانح کے حلق پستلا مستند حوالہ وہی صحابہ و صحابیات ہیں جنہوں نے آپؐ کے ارشادات سنے اور ان افعال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور پھر اسے ذہن میں یا کلمہ پر محفوظ کر لیا۔ احادیث کے راویوں کی تعداد قریباً ایک لاکھ تھی ہے۔ اس ذخیرہ احادیث میں صحیح، قوی، ضعیف اور موضوع احادیث سب الگ الگ ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قدر کثیر تعداد احادیث جن کی جمع و تالیف مختلف زمانوں میں ہوئی، یہ ممکن نہیں کہ ان سب کے مصادر ہر لحاظ سے ہم رنگ و ہم آہنگ ہوں۔ (۲۱۴)

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں: "ان لوگوں کو جو آنحضرتؐ کے اقوال، افعال اور متعلقات زندگی کی روایت، تحریر اور تدوین کا فرض انجام دیتے ہیں، راویان حدیث و روایت یا محدثین اور ارباب سیرکتے ہیں۔ جن میں صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور بعد کے چوتھی صدی ہجری تک کے اشخاص داخل ہیں۔ جب تمام سرمایہ روایت تحریری صورت میں آ گیا تو ان تمام راویوں کے نام و نشان، تاریخ زندگی اور اخلاق و عادات کو بھی قید تحریر میں لایا گیا، جن کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے، اور ان سب کے مجموعہ احوال کا نام 'اسماء الرجال' ہے۔ مشہور جرمن ڈاکٹر اسپرنگر (اصالبہ فی احوال الصحابہ کے انگریزی مقدمہ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۳ء-۱۸۶۳ء میں) لکھتے ہیں: "کوئی قوم دنیا میں ایسی گذری، نہ آج موجود ہے، جس نے مسلمانوں کی طرح 'اسماء الرجال' کا عظیم الشان فن ایجاد کیا، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ مضمونوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔"

صحابہ کرام کی تعداد حیات نبویؐ کے آخری سال حجتہ الوداع میں تقریباً ایک لاکھ تھی، ان میں گیارہ ہزار آدمی ایسے ہیں جن کے نام و نشان آج تحریری صورت میں تاریخ کے اوراق میں جو خاص انہی کے حالات میں لکھے گئے ہیں، اس لئے موجود ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جن میں سے ہر ایک نے کم و بیش آنحضرتؐ کے اقوال و افعال اور واقعات میں سے کچھ نہ کچھ حصہ دو سروں تک پہنچایا ہے، یعنی جنہوں نے روایت کی

خدمت انجام دی ہے اور یہی سبب ان کی تاریخی زندگی کا ہے۔" (۲۱۵)

صحابہ اور تابعین نے اپنے قوی حافظہ کی بدولت ایک ایک واقعہ اور ایک ایک حدیث کو زبانی سن کر اس طرح یاد کیا جیسے آج مسلمان قرآن مجید یاد کرتے ہیں۔ ایک ایک محدث کئی ہزار اور کئی کئی لاکھ حدیثیں زبانی یاد کرتا تھا اور یاد رکھتا تھا اگرچہ بعد میں لوگ اپنی یادداشت کے لئے لکھ بھی لیتے تھے مگر جب تک وہ زبانی یاد نہ رکھتے اہل علم میں ان کی عزت نہیں ہوتی تھی۔ (۲۱۶) لیکن اس پوری احتیاط کے باوجود خود عمد نبوی میں اخبار و سیر اور احکام سنن کا تحریری سرمایہ جمع ہونا شروع ہو چکا تھا۔ (۲۱۷) بعض صحابہ و صحابیات کا سراغ ملتا ہے جنہوں نے حدیث کے اپنے اپنے مجموعے حیات مبارکہ میں ہی تیار کر لئے تھے۔ قرآن کی رو سے ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ مسلمان اللہ اور اس کے رسول کی دل و جان سے اطاعت نہ کرے۔ آپ کے اسوہ حسنہ کی پیروی و اتباع تمام مسلمانوں کی ہدایت کے لئے ضروری ہے۔ انہی وجوہ کی بناء پر احادیث نبوی کو ہر مسلمان کی زندگی میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ان احادیث مقدسہ میں تمام دینی مسائل، دنیاوی معاملات، قرآن کی تفسیر و توضیح، اخلاق و معاشرت، حضور کے فکر اور احوال، اقوال اور اعمال غرضیکہ ان سب معاملات کی مکمل تفصیلات احادیث میں ملتی ہیں۔ اس لحاظ سے حدیث کا سرمایہ آپ کی سیرت و کردار اور خصائل و شمائل کے بیان میں بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ احادیث نبوی پر مشتمل صحائف جو حیات طیبہ میں تیار ہوئے تھے، انہیں بڑی دیر تک مقبولیت حاصل رہی اس کے بعد ان صحائف کے چیدہ چیدہ حصے بعد کے مستند مجموعوں میں ضم ہو گئے۔ حدیث کی باقیہ تدوین کی تحریک سے بے شمار مجموعے مرتب ہوئے اور ان کی تفصیلی شروح بھی لکھی گئیں۔ اس طرح حدیث کے چھوٹے بڑے مجموعوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے۔

صحاح ستہ

احادیث کے مجموعوں میں چھ اہم کتابیں ہیں۔ ان چھ کتابوں کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ ان کے مرتب کرنے والوں کو صحیح العقیدہ مسلمانوں نے عام طور پر مستند مانا ہے۔ یہ کتابیں احادیث کے بہترین انتخاب پر مشتمل ہیں۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:-

۱۔ الجامع الصحیح (امام بخاریؒ) ۱۹۳ھ - - - - ۲۵۶ھ

۲۔ صحیح مسلم (امام مسلمؒ) ۲۰۴ھ - - - - ۲۶۱ھ

۳۔ سنن ابوداؤد (امام ابوداؤدؒ) ۲۰۴ھ - - - - ۲۷۵ھ

۴۔ جامع ترمذی (امام ترمذیؒ) ۲۱۵ھ - - - - ۲۷۹ھ

۵۔ سنن نسائی (امام نسائیؒ) ۲۱۵ھ - - - - ۲۸۳ھ

۶۔ سنن ابن ماجہ (ابن ماجہؒ) ۲۰۹ھ - - - - ۲۷۳ھ

احادیث کی مندرجہ بالا کتب قرآن مجید کے بعد دوسرے درجے کی نص تصور ہوتی ہیں۔ یہ سب سب تیسری صدی ہجری میں تالیف ہوئیں۔ صحاح ستہ سے پہلے کتب احادیث میں صحیح، حسن اور ضعیف

قسم کی احادیث جمع کر دی گئی تھیں اور ان میں سے مستند روایات کی تلاش خاصاً دشوار کام تھا نیز کسی ایک موضوع پر احادیث کو یکجا کر کے ترتیب نہیں دیا گیا تھا۔ اس کی غالب وجہ یہ ہے کہ پہلے دور کے حدیث کے جامعین کے نزدیک سب سے ضروری امر احادیث نبوی کی حفاظت تھی جس میں وہ بحسن و خوبی کامیاب ہوئے۔ صحاح ستہ کے مرتب کرنے والوں نے اس سارے ذخیرے کی چھان بین کر کے فقہی ابواب کی صورت میں سارا مواد یکجا کیا اور نہ صرف ایسی احادیث جمع کرنے کا اہتمام کیا جن کی اسناد صحیح تھیں بلکہ اس ذخیرے کو فقہ و سیر اور تفسیر وغیرہ کے مختلف ابواب میں منقسم کیا۔ (۲۱۸) امام بخاری اور امام مسلم کے مجموعے خاص طور پر محترم ہیں۔ ان میں صرف ان حدیثوں کو بیان کیا گیا ہے جو بالکل صحیح تسلیم کی جاتی ہیں۔ باقی چار مولفین کی احادیث سنن سے متعلق ہیں۔ اس لئے ان کے مجموعے عام طور پر ملا کر سنن اربعہ کے نام سے موسوم ہیں۔ صحاح ستہ میں بعض علماء نے ابن ماجہ کی بجائے موطا امام مالک کو شامل کیا ہے۔ ابن الاثیر اور محدث زریں بیکی رائے دیتے ہیں البتہ حافظ ابن حجر عسقلانی ڈاری کو صحاح ستہ میں شامل کرتے ہیں۔ **الکتاب الخمسة** (پانچ کتب) کی اصطلاح سے مراد صحاح ستہ ماسوائے ابن ماجہ مراد لی جاتی ہیں۔ (۲۱۹) اور جب احادیث کے بیان میں **رواہ الخمسة** لکھا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت کی۔ (۲۲۰)

ڈاکٹر مسمیٰ صالح لکھتے ہیں۔ "کتاب صحاح ستہ میں سے ہر کتاب اپنی الگ خصوصیت رکھتی ہے جو شخص تفسیر بننا چاہے وہ صحیح بخاری کا مطالعہ کرے جو قلت حلیقات (بے سند حدیث کو تطبیق کہتے ہیں) کا خواہاں ہو وہ صحیح مسلم کاہو رہے۔ جو علم حدیث میں زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہو وہ جامع ترمذی کا مطالعہ کرے۔ احادیث احکام کے لئے ابو داؤد کا مطالعہ مفید ہو گا۔ جو فقہی ابواب کی حسن ترتیب کا شائق ہو وہ ابن ماجہ پڑھے۔ جہاں تک نسائی کا تعلق ہے۔ اس میں بخاری و مسلم کے بعد سب سے کم ضعیف حدیثیں پائی جاتی ہیں۔ (۲۲۱)

کتب احادیث میں بالعموم اور صحاح ستہ کی احادیث میں بالخصوص اسلامی عقائد و نظریات، ارکان اسلام اور ان سے متعلقہ احکام، دینی فرائض، اسلامی تعزیرات، غسل و طہارت، طعام و لباس، آداب و اخلاق اور معاشی و سماجی معاملات سے متعلق بے شمار موضوعات و مضامین کو احادیث میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ ان میں کچھ احادیث جزا و سزا، جنت و دوزخ، قیامت، وحی، فرشتوں اور انبیائے کرام سے متعلق ہیں۔ احادیث کا ایک بڑا حصہ آپ کی ولادت مبارکہ، حسب و نسب کی بلندی، سیرت و سوانح، نور محمدی، خصائل و شمائل، غزوات و معجزات، معراج، وفات، ازواج مطہرات اور صحابہ کبار سے آپ کے تعلقات و معاملات کے بیان پر مشتمل ہے۔

احادیث میں آپ کے فضائل و کمالات کے بعض عنوانات یہ ہیں: نبوت، رسالت، اسراء، وحی، شفاعت عاصیاں، وسیلہ، درجات رفیعہ، مقام محمود، براق، معراج، ساری کائنات کی طرف بعثت، انبیاء کے ساتھ امام بن کر نماز پڑھنا، انبیائے کرام اور ان کی امتوں پر شاہد ہونا، بنی آدم کی سرداری، بشارات، مالک، عرش و فرش کا قرب خاص، ساری کائنات کے لئے رحمت، اطاعت، امانت، ہدایت، عطیہ رضا، حوض کوثر،

کلام الہی کا سننا، اتمام نعت، انگلوں پچھلوں کی مغفرت کے باعث، شرح صدر، مخلوق کا بوجھ ہلکا کرنے والا، رفعت ذکر، تائید ایزدی سے سرفراز، صاحب سیکند، تائید ملائکہ، صاحب کتاب و حکمت و وسیع مثالی و قرآن عظیم، امت کا تزکیہ کرنا، مخلوق کو خالق کی طرف بلانا، اللہ اور فرشتوں کا صلوة بھیجنا، لوگوں کے درمیان حکم الہی سے حاکم و منصف ہونا، امت محمدیہ سے اگلی امتوں والی نختیوں کو ہٹانے والا، خدا نے اس کے نام (حیات) کی قسم کھائی، اجابت دعا، جہاوت کا آپ سے کلام کرنا (حالانکہ وہ زبان سے محروم ہیں)۔ مردوں کو زندہ کرنا، بہروں کو سنانا، انگلیوں کے اندر سے پانی کے چشمے بہا دینا، تھوڑے طعام کو زیادہ کر دینا، چاند کو شق کرنا، سورج کو لوٹانا، قلب اعیان، رعب کے ذریعے مدد کیا جانا، غیوب پر مطلع کیا جانا، ابر کا سایہ کرنا، سنگریوں کا تسبیح پڑھنا، رنج و الم کا دور کیا جانا، لوگوں کے شر سے محفوظ ہونا، وغیرہ ایسے کمالات ہیں جن کا کسی سے احاطہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں یہ طاقت ہی نہیں کہ کمالات مصطفویہ کا احاطہ کر سکے۔ آخرت میں آپ کے لئے اعلیٰ منزل، مقدس درجات اور سب سے بلند و بالا سرداری کے مراتب بیان کئے گئے ہیں۔

احادیث میں آپ کے شامل، حسن و جمال اور تناسب اعضا میں آثار عجیبہ کثیرہ بیان ہوئے ہیں۔ آپ کا رنگ اجلا تھا، آنکھیں سیاہ، ہمیری اور قدرے سرخی مائل تھیں، رنگ ایسا سفید تھا جو سرخی کی جانب مائل ہو، ناک مبارک لمبی اور منور تھی۔ سامنے والے دانت ایک دوسرے سے جدا تھے، چہرہ مبارک کسی قدر گول، پیشانی کشادہ، ریش مبارک بھاری جو سینہ اقدس کو ڈھانپ لیتی تھی، سینہ بے کینہ اور شکم مبارک برابر رہتے تھے، صدر انور کشادہ، اور بڑے جوڑ موٹے تھے، بازو، کلائیوں اور پنڈلیاں بھاری، ہاتھ بیروں کی انگلیاں موٹی اور لمبی تھیں، جسم پر بال بہت کم تھے، چھاتی اور شکم اطہر بالوں سے خالی، بازوؤں اور کندھوں پر بال تھے، سینہ فیض تنجینہ سے ناف مبارک تک بالوں کی ہلکی سی دھاری تھی، قد میانہ تھا یعنی نہ بہت لمبے تھے اور نہ پست قد لیکن لمبے قد والا آدمی بھی اگر آپ کے ساتھ چلتا تو دیکھنے والے کو آپ ہی اونچے محسوس ہوتے تھے۔ بال مبارک شکن دار تھے، جب تمسیم فرماتے تو بجلی کی روشنی یا بادلوں کی چمک کے مانند دھن مبارک کھلنا، گیسوئے مبارک گھٹنے تھے، جب کلام فرماتے تو سامنے والے اوپر اور نیچے کے دندان مبارک سے نور کی شعاؤں کے چشمے پھوٹ نکلتے تھے، گروان حسین ترین تھی جو زیادہ لمبی اور بہت چھوٹی نہ تھی، آپ زیادہ فریہ نہ تھے، جسم پھر پتلا اور کم گوشت تھا، کانوں کی لو تک بال، قریب یا دور ہر حالت میں حسین و جمیل نظر آتے تھے، جس راستے سے گذرتے جسم اطہر فضاؤں کو معطر کر جاتا، تمام انسانوں سے عقلمند، جس طرح آگے کی چیزوں کو دیکھتے، پیچھے کی چیزیں بھی اسی طرح آپ کو نظر آتی تھیں، چلنے میں تیز رفتار یوں لگتا جیسے زمین آپ کے لئے سستی چلی جاتی تھی، چلنے وقت قدرے آگے کو جھکے رہتے، تیز بھی چلتے تو بڑے آرام سے چلتے تھے۔ (۳۳۳)

احادیث میں آپ کے خصائل و فضائل کو بھی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ سب لوگوں سے زیادہ وسیع القلب، گفتگو میں سچ، نرم طبیعت والے، حسن سلوک کرنے والے، بندہ نواز، حاجت روائی میں بے مثال، بجز رحمت، شفقت میں بے عدیل، صلہ رحمی کرنے والے، عاجزوں کے سر کا بوجھ ہلکا کرنے والے،

فریاد کو مال و دولت مرحمت فرمانے والے، تمام لوگوں سے زیادہ متواضع اور مہمان نواز، غایت درجہ محسن، بے حساب، کریم النفس، تیز چلنے والی ہوا سے زیادہ سخی، حسن ادب اور دلجوئی میں لاطانی، ظالم کو محاف کرنے والے، اخلاق حسنة کے زیور سے پیدائشی طور پر مزین، بتوں اور شاعری سے پیدائشی طور پر نفرت کرنے والے، سب سے زیادہ باجیا، حلیم و بردبار، شجاعت و استقلال، صبر و تحمل، خضوع و کرم میں بے مثال، جاہ و جلال کی دولت سے مالا مال، طب، ریاضی وراثت، میراث، انساب و غیرہ علوم و فنون میں بے شمار معجزات کے مالک، غیر محدود علوم و معارف، الہی الہی، فصیح البیان، کم گو، شیریں کلام، عدل، امانت، عفت صداقت کی صفات سے مزین، اموال دنیا کی طرف مائل نہ ہوتے جو میرا آوازی کپڑا میں لپٹے، اکثر اوقات آپ کا لباس عمامہ کھردری چادر اور موٹا تھم ہوتا جبکہ دوسرے لوگوں کو ریشم کی قبائیں تقسیم فرماتے رہتے تھے جن کے اندر سونے کی تاریں ہوتی تھیں، شتم سیر ہونے سے فائدہ زیادہ عزیز تھا، تمام لوگوں سے زیادہ باوقار نظر آتے، عام طور پر خاموش رہتے اور ضرورت کے بغیر کلام نہیں فرماتے تھے، ہمیں بھی صرف تبسم کی حد تک محدود رہتی، آپ کی مبارک محفل علم و حیا اور نیر و خوبی کا مرقع ہوتی، کسی کی دل آزاری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، آپ کو خوشبو مرغوب تھی، قلب رہتا بیدار سوتی تھی آنکھیں۔

آپ کو عدم المثل حسب و نسب کی شرافت و بلندی، قدر منزلت، اور رسالت میں استثنائی عز و شرف کا منصب حاصل ہے۔ آپ کا فرمان ہے: ”معرفت میرا سرمایہ، عقل میرے دین کی بنیاد، محبت بڑا شوق میری سواری، ذکر الہی میرا مونس، وثوق میرا خزانہ، غم میرا رفق، علم میرا ہتھیار، صبر میری چادر، رضا میری نعمت، عاجزی میرا فخر، زہد میرا پیشہ، یقین میری قوت، صدق میرا سفارشی، احکام الہی کی اطاعت میرا حسب، جہاد میری عادت ہے۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ ذکر الہی میرے دل کا پھل ہے۔ میرا غم اپنی امت کے لئے ہے۔ اور میرا اشتیاق اپنے پروردگار کی جانب ہے۔“ (۲۲۳) اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب سے اچھی صورت اور اچھی آواز سے نوازا۔ لگاؤں عموماً نہیں رکھتے تھے۔ جو بھی ملتا اسے پہلے خود سلام کرتے، نعمت کی قدر کرتے اگرچہ قلیل ہوتی۔

احادیث میں آپ کے معجزات کو تفصیلی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ معجزہ شق القمر، معجزہ جس جس شمس، انگشت ہائے مبارک سے پانی جاری ہونا، کھانے میں برکت، پانی کا جاری کرنا، درختوں کا کلام کرنا، گوانی دنیا اور حکم بجا لانا، مسجد نبوی کے ستون کی گریہ و زاری، کنکریاں گلہ پڑھتی ہیں، پہاڑ کاچنے لگا، آپ کی بیعت سے ہر بت تھر تھرا کر گر گیا، سفر شام میں کوئی درخت اور پتھر ایسا نہ تھا جو سجدہ نہ کرتا ہو، حضور کی مر نبوت، بھیڑیا گھنگو کرتا ہے، بت بول اٹھے، اونٹ سجدہ کرتا ہے، ہرنی کی صفات، مردے زندہ کئے، مردوں سے کلام کیا، شیر خوار بچوں کا کلام کر کے، آپ کی نبوت کی گوانی دنیا، بیماروں کو شفا اور مصیبت زدہ لوگوں کو مصیبت سے نجات دلانا، جس چیز کو ہاتھ لگاتے اس چیز کی قسمت بدل جاتی، قرآن کا اپنا اسلوب غریب اور جب تک دنیا باقی رہے گی، قرآن بھی رہے گا، محفل امور پر آپ کو مطلع فرمایا گیا، لوگوں کے شر اور فساد سے محفوظ، فرشتوں اور جنات کا آپ کی مدد کرنا، وقت ولادت کے معجزات، ایوان کسریٰ پر زلزلہ طاری ہو جانا، اس کے سنگڑوں کا گر جانا، بحیرہ طبریہ کا خشک ہو جانا، فارس (ایران) کی اس آگ کا بجھ جانا جو ایک ہزار

سال سے جل رہی تھی، آپ کی برکت سے حلیمہ سعیدہ کی اونٹنی کا دودھ بڑھ گیا اور ان کی بکریاں چراگاہ سے سیر شکم ہو کر آنے لگیں، سفر کے دوران بادلوں کا آپ پر سایہ کرنا، آپ کے جسم اقدس کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا تھا اور نہ چاندنی میں، درخت خزاں خوردہ کے نیچے جلوہ افروز ہوئے تو وہ ہرا بھرا ہو گیا، حضور کے معجزات کو تمام انبیاء کے معجزات پر ہر لحاظ سے فوقیت حاصل ہے۔ (۲۲۳)

آپ کے مواعظ حسہ، خطبات، ارشادات، اخلاقی تعلیمات اور دعائیں بھی احادیث میں ملتی ہیں۔ احادیث کے باطن میں آپ کی ہمہ گیر شخصیت جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی نظر آتی ہے۔ آپ کے سراپا مبارک سے لے کر آپ کے اوصاف حمیدہ، آپ کا ازواج مطہرات سے سلوک، صحابہ کرام کی آپ سے محبت، آپ کی ہجرت، غزوات، معجزات سب کچھ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے علاوہ ازیں آپ کے عمد اور معاشرت و تمدن کی بے شمار جھلکیاں، تاریخ و تہذیب کے لاتعداد پہلو بھی مجموعہ ہائے احادیث میں سمٹ آئے ہیں لہذا آپ کی شخصیت کے قریبی اور تفصیلی مطالعہ کے لئے قرآن کے بعد سب سے بڑا ماخذ حدیث رسول اکرمؐ ہی ہے۔ (۲۲۵)

احادیث کا وہ حصہ خاص طور پر میلاد نگاروں کی توجہ کا مرکز رہا ہے جس میں آپ کے خصائل و شمائل اور مناقب و فضائل کا ذکر ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں فضائل سید المرسلین کے عنوان سے ایک مستقل باب ہے۔ سنن ترمذی میں مناقب النبیؐ پر ایک باب موجود ہے۔ شمائل ترمذی کے عنوان سے امام ترمذی نے ایک علیحدہ مجموعہ احادیث مرتب کیا ہے جس میں آپ کے سراپا مبارک، اشیائے استعمال، لباس و خوراک، عبادات و عادات، طریق نشست و رفتار، آپ کے عطین، پینے، موئے مبارک، مرنیوت اور اسمائے مبارک کی توصیف و فضیلت بیان کی گئی ہے۔

میلاد نگاروں کی تحریک و تخلیق کا بڑا ماخذ ایسی ہی احادیث ہیں جن کے مطالعہ سے آپ کے مقام و مرتبہ کا اور اک، آپ کی بزرگی و برتری کا احساس، اور آپ کی تہلیل و پیروی کا فراواں جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ آپ کی ولادت سے وفات تک کے احوال، خصائل و شمائل اور پیغام و تعلیم سے لے کر آپ کی ذات ستورہ صفات کے جملہ فیوض و برکات کے بیان کے سلسلہ میں میلاد ناموں کے جملہ موضوعات کا ماخذ احادیث نبویؐ ہی ہیں۔

کتاب سیر و مغازی

قرآن مجید اور احادیث نبوی کے بعد میلاد ناموں کا تیسرا بڑا ماخذ و منبع کتب سیر و مغازی ہیں۔ جن جنگوں میں آپؐ خود شریک ہوئے انہیں غزوات کہتے ہیں لیکن اس اصطلاح کا اطلاق حضورؐ کی پوری سیرت مقدسہ کے تذکرے پر محیط ہے۔ اس وجہ سے ان کتابوں کو مغازی بھی اور سیرت بھی کہا جاتا ہے۔ کتب سیرت و مغازی کے ابتدائی نقوش حضرت عمر بن عبدالعزیز (متوفی ۱۰۱ھ) کے زمانے سے پہلے بھی ملتے ہیں۔ ان کے حوالے کتب سیرت میں جا بجا ملتے ہیں۔ دراصل نبی کریمؐ کی سیرت و سوانح پر ہر دور میں بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان سیرت نگاروں میں ابان بن عثمان (متوفی بحدود ۸۶ھ تا ۱۰۵ھ)، عروہ بن الزبیر (م

۹۳ھ) شریل بن سعد (م ۱۲۳ھ) وحب بن منبہ (م ۱۱۰ھ) عبداللہ بن ابی بکر بن حزم (م ۱۳۰ھ) عاصم بن عمر (م ۱۱۹ھ) ابن شہاب الزہری (م ۱۲۳ھ) موسیٰ بن عقبہ (م ۱۳۱ھ) معمر بن راشد (م ۱۵۳ھ) محمد بن اسحاق (م ۱۵۱ھ) ابو معشر السندی (م ۱۷۰ھ) الواقدی (م ۲۰۷ھ) ابن ہشام (م ۲۱۳ھ) اور محمد بن سعد (م ۲۳۰ھ) وغیرہ زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کی کتابوں کو اہمات الکتاب کا درجہ حاصل ہے کیونکہ باقی کتابیں ان کے بعد لکھی گئی ہیں اور ان میں مذکور واقعات و احوال کم و بیش انہی ابتدائی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔ آپ کے محاسن و محامد کے بیان میں صحابہ کبار اور ابتدائی دور کے شعراء کے اشعار بھی انہی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ ان کتابوں میں مذکور روایات اور واقعات کو میلاد ناموں اور منظوم سیرتوں میں کثرت اور تسلسل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح ان کتب سیرت سے بطور خاص استفادہ کیا جاتا رہا۔ مولوی محمد باقر آگاہ نے ہشت ہشت کے لئے جن کتب سیرت کو ماخذ بنایا انہوں نے اس کا حوالہ اپنے ویباچہ میں دیا ہے۔

سیر و مغازی کی درج ذیل کتابیں قابل ذکر ہیں

ابن شہاب زہری (۵۱-۱۲۳ھ) کی کتاب المغازی (آپ نے یہ کتاب غالباً حضرت عمر بن عبدالعزیز کی فرمائش پر لکھی) (۲۲۱) ابو الاسود محمد بن عبدالرحمن بن نوفل (م ۱۳۱ یا ۱۳۷ھ) کی کتاب المغازی، موسیٰ بن عقبہ بن ربیعہ بن ابی عیاش الاسدی (۵۵-۱۳۱ھ) کی کتاب المغازی، معمر بن راشد (۹۶-۱۵۰ھ) کی کتاب المغازی (۲۲۷) محمد بن اسحاق بن یسار بن خیار (۸۵-۱۵۱ھ) کی کتاب المغازی والیسر (۲۲۸) ابن ہشام (۱) ابو محمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری م ۲۱۳) کی سیرت رسول اللہ (محمد بن اسحاق کی کتاب کی ترمیم شدہ شکل ہے) ابو معشر السندی (م ۱۷۰ھ) کی کتاب المغازی (۲۲۹) ابو عبداللہ محمد بن عمر الواقدی (۱۳۰-۲۰۷ھ) کی التاریخ و المغازی و المبعث اور اس کے علاوہ ازواج النبی و وفات النبی السیرة وغیرہ (۲۳۰) محمد بن سعد بن منبہ الزہری (۱۶۸-۲۳۰ھ) کی طبقات الکبیر، طبقات الصغیر، تاریخ اسلام، کتاب اخبار النبی (۲۳۱) ولید بن مسلم القرظی (م ۱۹۵ھ) کی کتاب المغازی، عبدالرزاق بن ہمام النافع الحمیری (م ۲۱۱ھ) کی کتاب المغازی، ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم (م ۲۸۵ھ) کی کتاب المغازی، حافظ ابو سعید عبدالملک نیشاپوری (م ۳۰۶ھ) کی شرف المصطفیٰ (آٹھ جلدوں پر مشتمل سیرت رسول ہے) امام ابو عمرو یوسف بن عبدالبر (م ۳۶۳ھ) کی الدرر فی اختصار المغازی والیسر۔ (۲۳۲) قاضی ابوالفضل عیاض بن عمرو (م ۳۳۳ھ) کی الشفا بتعريف حقوق المصطفىٰ ابو القاسم عبدالرحمن السبلی (م ۵۸۱ھ) کی الروض الاف (دو جلدوں میں سیرت ابن ہشام کی شرح ہے) حافظ عبدالرحمن ابن جوزی (م ۵۹۷ھ) کی شرف المصطفیٰ (۲۳۳) شیخ ظمیر الدین علی بن محمد بن مسعود گازرونی (م ۶۹۳ھ) کی المنتقى فی سيرة المصطفىٰ (سیرت گازرونی کے نام سے معروف ہے) محب الدین احمد بن عبداللہ الحمیری (م ۶۹۶ھ) کی خلاص السیر (سیرت نبوی کی بارہ مختلف کتابوں کا انتخاب ہے) حافظ عبدالمومن الدمیاطی (م ۷۰۵ھ) کی المختصر فی سیرة سید البشر (۲۳۴) (سیرت دمیاطی کے نام سے مشہور ہے) ابوالفتح محمد بن محمد جو بن سید الناس اندلسی (م ۷۳۳ھ) کی عیون الاثر فی فتون المغازی والیسر، علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن بکر بن ایوب سعد زرعی

دمشقی (ابن قیم جوزیہ م ۷۵۱ھ) کی زادالمعاد فی حدی خیر العباد (۲۳۵) (سیرت اور خصائل و شمائل کے موضوع پر تحقیقی کتاب ہے) حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) کی والسیرۃ النبویہ چار جلدوں پر مشتمل ہے، حافظ ابراہیم بن محمد البرہان العلیمی (م ۸۳۱ھ) نے نورا لبراس فی سیرۃ ابن سید الناس کے نام سے عیون الاثر کی شرح لکھی ہے (۲۳۶) علاؤ الدین مظہری (م ۷۶۲ھ) کی سیرۃ مظہری کے نام سے مشہور ہے، شیخ احمد بن محمد بن ابی بکر الخلیب القسطلانی (م ۹۲۳ھ) کی سیرت پر 'المواہب اللدنیہ بالمخ الممدیہ فی السیرۃ النبویہ' (۲۳۷) محدث محمد بن یوسف الشامی (م ۹۳۲ھ) کی کتاب 'سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد' (۲۳۸) (سیرت شامیہ کے نام سے مشہور ہے) اس کتاب میں حضور کے فضائل و احوال شروع سے آخر تک سب تحریر کئے گئے ہیں، کتب سیرت میں اکثر اس کے حوالے موجود ہیں) علامہ نور الدین علی بن برہان الدین العلیمی (م ۱۰۳۳ھ) کی کتاب 'انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون' (سیرت حلبیہ کے نام سے مشہور ہے) محمد بن عبد الباقی الزرقانی (م ۱۱۲۲ھ) نے آٹھ جلدوں میں المواہب اللدنیہ (قسطلانی) کی شرح لکھی ہے۔ اور علامہ سید احمد الدحلانی الہکی (م ۱۳۰۳ھ) کی کتاب 'السیرۃ الدحلانیہ' معروف کتابیں ہیں۔

منظوم کتب سیرت بھی لکھی گئی ہیں۔ محمد بن ابراہیم المعروف فتح الدین بن الشہید (م ۷۹۳ھ) حافظ زین الدین عراقی (م ۸۰۶ھ) نے منظوم سیرت بعنوان 'الغیہ' (ہزار اشعار) کے لئے مواد سیرت مظہری سے اخذ کیا، الشمس الباعونی دمشقی (م ۷۷۱ھ) نے بھی سیرت مظہری کو نظم کیا ہے۔ (۲۳۹) کئی علماء نے نبی کریم کے مولد کو مستقل موضوع بنایا ہے۔ صرف میلاد کے حوالے سے ابوالقاسم البستی کی "الدوامنظم فی المولد المعظم" بہت مشہور کتاب ہے۔ اس موضوع پر بیشتر نام "الاعلان بالتوبخ لمن ذم اعل التورخ" میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ (۲۴۰) "وفات النبی" اور "درود و سلام کے موضوع پر باقاعدہ تصانیف موجود ہیں۔ آنحضرت کے عظیم مبارک پر ابوالحسین عبدالصمد بن عبدالوہاب (م ۶۸۶ھ) کی کتاب موجود ہے۔ غرضیکہ مصنفین نے سیرت رسول کے مختلف پہلوؤں پر بھی باقاعدہ الگ الگ کتابیں تحریر کی ہیں۔

کتب تفسیر القرآن

میلاد ناموں کا ایک اور اہم ماخذ قرآن مجید کی کتب تفسیر ہیں۔ قرآن مجید کے ایضاح و تشریح کا نام تفسیر ہے۔ (۲۴۱) نبی کریم کے شمائل و خصائل، معجزات و مبشرات اور جملہ احکام و مسائل آیات قرآنی کی تشریح و توضیح سے بخوبی معلوم ہو جاتے ہیں۔ قرآن مجید کے اولین مفسر و ترجمان خود نبی کریم ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے: اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا تاکہ آپ اسے لوگوں کے لئے واضح کر دیں۔ (النحل - ۱۰۳)۔ تفسیر کا سب سے پیش قیمت سرمایہ تفسیری روایات ہیں جو مختلف کتب حدیث میں منقول ہیں۔ امام بخاری نے انہی احادیث کو یکجا کر کے "کتاب تفسیر القرآن" کے نام سے صحیح بخاری میں ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے۔ (۲۴۲)

تفسیر قرآن کا سلسلہ صحابہ کرام کے زمانہ ہی میں شروع ہو گیا تھا۔ سیوطی لکھتے ہیں: صحابہ کرام کے گروہ میں سے دس مشہور مفسر صحابہ کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت ابوبکرؓ (۲) حضرت عمرؓ (۳) حضرت عثمانؓ (۴) حضرت علیؓ (۵) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (۶) حضرت عبداللہ بن عباسؓ (۷) حضرت ابی بن کعبؓ (۸) حضرت زید بن ثابتؓ (۹) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور (۱۰) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ۔ (۲۴۳)

عہد صحابہ کی تفاسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس (م ۵۷۸ھ) اور حضرت ابی بن کعب انصاریؓ (م ۵۱۹ھ) اور عہد تابعین کی کتب تفاسیر میں مجاہد بن جبر نخزومی (۵۲۱ - ۵۱۳ھ) عطاء بن ابی رباح (۵۲۷ - ۵۱۳ھ) طاؤس بن کسبان الہمسانی (م ۵۱۶ھ) سعید بن جبیر (شہادت ۵۹۵ھ) طلحہ بن قیس (م ۵۶۱ھ) اسود بن یزید (م ۵۷۵ھ) مسروق (م ۵۶۳ھ) ابو العالیہ (م ۵۹۰ھ) ابو بکر بن عزمہ (م ۵۹۳ھ) زید بن اسلم (م ۵۳۶ھ) حسن بصری (م ۵۴۰ھ) علمہ شعبی (م ۵۰۹ھ) کی تفاسیر بہت ممتاز ہیں۔ ان کے بعد عہد تابعین کی تفاسیر میں درج ذیل مفسرین نے شہرت پائی: سفیان بن عیینہ (م ۵۹۸ھ) و کعب بن الجراح (م ۵۹۷ھ) آدم بن ابی ایاس (م ۵۲۰ھ) روح بن عبادہ (م ۵۲۸۵ھ) ابوبکر بن ابی شیبہ (م ۵۲۳۸ھ) وغیرہ۔

اب تیسرے مرحلے پر تفسیر حدیث نبویؐ سے الگ ہو گئی اور اس نے ایک جداگانہ علم کی حیثیت اختیار کر لی اور قرآنی ترتیب کے مطابق ہر آیت کی تفسیر مرتب کی جانے لگی۔ (۲۴۵) جن علماء نے تفسیر کی باضابطہ کتابیں تصنیف کیں: ان میں ابن ماجہ (م ۵۴۷ھ) ابن جریر طبری (م ۵۳۱۰ھ) ابوبکر بن منذر نیشاپوری (م ۵۳۱۸ھ) ابن ابی حاتم (م ۵۳۲۷ھ) ابوالشیخ بن حبان (م ۵۳۶۹ھ) امام حاکم (م ۵۴۰۵ھ) ابوبکر بن مردیہ (م ۵۳۱۰ھ) اور دیگر محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔

متاخرین کا دور عصر حاضر تک پھیلا ہوا ہے۔ قبل ازیں تفسیر کا انحصار منقول روایات پر تھا۔ اس دور میں عقل و نقل میں استخراج و اختلاف کا آغاز ہوا۔ صرف و نحو اور عربیت سے متعلق علوم مدون ہوئے۔ فقہی مسائل منظر عام پر آئے اور کلامی مسائل نے سر نکالا۔ مختلف اسلامی فرقے اپنے مخصوص افکار و عقائد کی دعوت دینے لگے۔ منطق و فلسفہ سے متعلق کتب کا یونانی سے عربی میں ترجمہ کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ سب علوم تفسیر کے ساتھ کھل مل گئے جو شخص کسی علم و فن میں کمال رکھتا تھا۔ اس کی تفسیر اسی علم تک محدود رہ گئی۔ (۲۴۶) دور متاخرین کے مفسرین میں امام فخر الدین رازی (م ۶۰۶ھ) ابوالفدا اسمعیل المعروف ابن کثیر (م ۷۷۳ھ) ابو زید عبدالرحمن ثعلبی (م ۸۷۶ھ) جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) علامہ بیضاوی (م ۶۸۵ھ) علامہ عبداللہ بن احمد بن محمد بن محمود (م ۷۹۱ھ) امام نظام الدین حسن نیشاپوری (م ۷۲۸ھ) ابوالسعود حنفی (م ۹۸۲ھ) شیخ شافعی جوہری (م ۱۳۵۸ھ) سید محمد رشید رضا (م ۱۳۵۳ھ) اور شیخ محمد مصطفیٰ المرافعی (م ۱۹۳۵ء) وغیرہ بہت معروف ہیں۔

عربی کے علاوہ دیگر زبانوں میں جو تفاسیر لکھی گئی ہیں، ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ اور جن میں سے بعض بڑی ضخیم تفسیریں ہیں۔ کشف الظنون (حاجی خلیفہ) الفہرست (ابن ندیم) دیباچہ تفسیر ماجدی (عبدالمجید دریا بادی) وغیرہ میں ان تفاسیر کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔ تفسیر روح المعانی آلوسی، تفسیر طبری، تفسیر کبیر رازی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر بیضاوی، تفسیر جلالین، تفسیر فتح القدر شوکانی، تفسیر کشاف، تفسیر ابن عربی، تفسیر جوہری اور تفسیر قرطبی زیادہ مشہور ہیں۔

کتب تاریخ

میلا ناموں کا ایک اور اہم ماخذ اسلامی کتب تاریخ ہیں۔ قدامت کی ان کتب تاریخ میں نبی کریمؐ کے سوانحی حالات اور کارناموں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ان میں اکثر وہی روایات ہیں جو کتب سیر و مغازی میں موجود ہیں لیکن اس کے باوجود ان تاریخی کتابوں میں کچھ نہ کچھ نیا مواد بھی پیش کیا گیا ہے اور ایسی روایات بھی موجود ہیں جو صرف انہی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ ان مسلم مورخین میں امام بخاری، طبری، مسعودی، ابن جوزی، ابن الاثیر، ابوالفداء، فہمی، ابن کثیر، ابن خلدون، مقرزی، بلاذری، ابن حزم وغیرہ خاص طور پر مشہور ہیں۔

کتب آثار و اخبار بھی کتب تاریخ کے زمرے میں آتی ہیں۔ ان کتابوں میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بارے میں تاریخی، تہذیبی، سماجی اور تمدنی معلومات ملتی ہیں۔ اور ان میں اس دور کے پس منظر کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ ان کتب آثار و اخبار کے بارے میں سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ وہ کتابیں جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے حالات میں ہیں جن میں ان شہروں کے عام حالات کے علاوہ آنحضرتؐ کے مقامی حالات اور ان مقامات کے نام و نشان ہیں جن کو آپؐ سے کوئی تعلق ہے۔ اس موضوع پر قدیم کتابوں میں علامہ ازرقی (م ۳۲۳ھ) کی اخبار مکہ، عمر بن شہبہ (م ۲۶۲ھ) کی اخبار مدینہ، فاکہی کی اخبار مکہ اور ابن زبائہ کی اخبار مدینہ ہیں۔ (۲۳۷) اس موضوع پر محمد عبدالمعبود نے امام تقی الدین فاسی (م ۸۳۲ھ) کی عقد الشہین علامہ قطب الدین (م ۹۸۶ھ) کی اعلام الاعلام، شیخ محمد ابراہیم رفعت پاشا مصری کی مرآة الحرمین، علامہ محمد طاہر کروی کی تاریخ التعمیر وغیرہ جیسی مبسوط و ضخیم کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ (۲۳۸) شیخ نور الدین علی بن احمد سمودی (م ۹۱۱ھ) نے مدینہ منورہ کی تاریخ "۱۱ اقتار الوفا" کے نام سے لکھی۔ فارسی زبان میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کتاب کا ترجمہ "جذب القلوب الی دیار المحبوب" کے نام سے ۱۰۰۱ھ میں مکمل کیا۔ اب اس کتاب کا اردو ترجمہ حکیم سید عرفان علی نے "تاریخ مدینہ" کے نام سے کیا ہے۔ (۲۳۹)

کتب شمائل

میلا ناموں میں بالعموم اور شمائل ناموں میں بالخصوص آپؐ کے شمائل و خصائل کو بیان کیا گیا ہے۔ شمائل کا تعلق نبی کریمؐ کی شخصیت مبارکہ کے حسن ظاہر سے ہے۔ شمائل حضورؐ کے بیان کا مدعا یہ ہے کہ حضورؐ کی ذات والا صفات سے عشق و محبت کے والہانہ جذبات اہل ایمان کے دلوں میں فروغ پائیں۔ کیونکہ محبت رسولؐ میں والہانہ پن ہی ایمان کا حقیقی کمال اور اطاعت و اتباع کی صحیح بنیاد ہے۔ (۲۵۰) شمائل نبویؐ کا بیان احادیث صحاح ستہ کی بعض کتابوں میں علیحدہ ابواب کی صورت میں موجود ہے۔ صرف شمائل نبویؐ کے موضوع پر سب سے پہلی اور سب سے مشہور کتاب امام ترمذی (م ۲۷۹ھ) کی کتاب الشمائل ہے، جس کی بڑے بڑے علماء نے بیسیوں شرحیں لکھی ہیں۔ شمائل النبیؐ پر سب سے بڑی کتاب قاضی عیاض اندلسی کی "کتاب الشفاء بہ تعریف حقوق مصطفیٰ" ہے، جس کی شرح شباب الدین نے نسیم الریاض کے نام سے لکھی ہے۔ اس فن پر ابوالعباس مستغری (م ۴۳۲ھ) کی شمائل النبیؐ ابن المقرئ غرناطی (م ۵۵۲ھ) کی شمائل

النور الساطع اور مجددین فیوز آبادی (م ۸۱۷ھ) کی سفر السعاده ہیں۔ (۲۵۱) شیخ یوسف بن اسماعیل البہائی (م ۱۳۵۰ھ) نے ”وسائل الوصول الی شاکل الرسول“ کے عنوان سے کتاب لکھی جس کا اردو ترجمہ محمد میاں صدیقی نے ”شاکل رسول“ کے نام سے کیا ہے۔

متذکرہ بلا کتب شاکل سے عبدالمحمد ترین، عبدالرزاق طبع آبادی، کفایت علی کافی، محسن کا کوروی، نواب صدیق حسن، محمد اکبر خان وارثی، انتظام اللہ شہابی اور خواجہ محمد شفیع دہلوی وغیرہ نے اپنے شاکل ناموں میں استفادہ کیا ہے۔

کتب دلائل

میلاد ناموں اور معجزات ناموں کا ایک اہم ماخذ کتب دلائل بھی ہیں جن میں نبی کریمؐ کے معجزات اور روحانی کارناموں کا ذکر ہے۔ سید سلیمان ندوی نے خطبات مدراس میں معجزات اور روحانی کارناموں پر جنی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ ”ان کتب دلائل میں ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ) کی دلائل النبوت، ابو اسحاق حربی (م ۲۵۵ھ) کی دلائل النبوت، امام ابو بکر جہتی (م ۳۳۰ھ) کی دلائل النبوت، ابو نعیم اصفہانی (م ۳۳۰ھ) کی دلائل النبوت، امام مستغفری (م ۳۳۲ھ) کی دلائل النبوت، ابوالقاسم اصفہانی (م ۳۳۵ھ) کی دلائل النبوت اور اس فن میں سب سے زیادہ مبسوط کتاب امام سیوطی (م ۹۱۱ھ) کی ”خصائص الکبریٰ فی معجزات خیرالورثی“ ہے۔ (۲۵۲) علامہ بلقینی (م ۸۲۳ھ) نے معجزات النبیؐ کے عنوان سے کتاب لکھی ہے۔ (۲۵۳) اس موضوع پر علامہ بلقینی کے ہم عصروں میں علامہ سراج الدین عمر بن علی الملتنی (م ۸۹۳ھ) ’یوسف بن موسیٰ الجرجانی قطب خمیری، محدث ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے بھی کتابیں تالیف کی ہیں مگر ان سب میں جامعیت کا شرف صرف خصائص الکبریٰ کو حاصل ہے۔ (۲۵۴) سیوطی نے خصائص الکبریٰ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ معتبر اسانید سے منقول احادیث سے لبرز ہے اور نبی کریمؐ کی خصوصیات نبوت اور حیرت انگیز معجزات پر مشتمل ہے۔ اس کی تدوین کے سلسلہ میں موضوع احادیث کی چھان بین اور اسانید پر تبحر و تنقید کر کے جملہ احادیث کو مربوط اور سلسلہ وار ابواب میں منضبط کرنے سے بے انتہا مفید ہمہ گیر اور مکمل بن گئی ہے۔ (۲۵۵) اس موضوع کی مناسبت سے نور الدین عبدالرحمن جامی (۸۱۷ھ - ۸۹۸ھ) کی شواہد النبوت، ملا معین واعظ الکاشفی (م ۹۰۷ھ) کی معارج النبوت، امام یوسف بن اسماعیل البہائی (م ۱۳۵۰ھ) کی ”جوہر البحار فی فضائل النبی المختار“ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مدارج النبوت میں خصائص و معجزات پر ہزاروں اشارات موجود ہیں جو فیضان و وجدان کے درپے وا کر دیتے ہیں۔

ان کتب دلائل کے حوالے معظم بیجا پوری، سید بلاقی حیدر آبادی، امین گجراتی، جنونی گجراتی، محمد باقر آگاہ، جان محمد عاجز، شفیق اورنگ آبادی، شاہ کمال الدین، نصرتی، حکیم محمد احسن امرتسری، ابوالحسن، قدرت اللہ، لطف لکھنوی، معصوم علی بیدار، لطف بریلوی، کرامت علی، عبدالعلیم فرنگی، علی، ظہیر الدین بکراچی، مروان علی شاہ، بیدل بریلوی، عبدالحق الہ آبادی، طیش گورکھپوری، محمد فقی خان بریلوی، ضونی احمد خان اکبر آبادی اور سید چراغ علی وغیرہ کے میلاد ناموں، معجزات ناموں، اور معراج ناموں میں ماخذ کی حیثیت رکھتے

ہیں۔

اسماء النبی الکریم

نبی کریمؐ کے اسمائے مبارکہ کا ذکر میلاد ناموں اور منظوم سیرتوں میں موجود ہے۔ یہ اسماء و القاب مستند ترین بنیادی ماخذ ہیں جو قرآن مجید، احادیث نبویؐ قدیم آسمانی صحائف اور کتب سیرت میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ اسمائے مقدسہ ایسے آئینے ہیں جن کے اندر حضورؐ کی مکمل حیات پاک منعکس ہے، اور ان القاب میں سے ہر لقب کو واقعات و شامائل کے چوکھٹے میں محکم رکھا جا سکتا ہے۔ آپؐ کے ذاتی و صفاتی اور مدحیہ اسمائے مبارکہ کے فیوض و برکات کا بیان کتب احادیث، کتب سیر و مغازی اور اوراد و وظائف کی بے شمار کتابوں میں ملتا ہے۔ آپؐ کے ان ناموں کے مطالب و مفایم کی شروح اور ان کے اثرات و صفات کے بیان میں بے شمار کتابیں تصنیف کی گئی ہیں۔

قرآن مجید وہ پہلا مستند ماخذ ہے جس میں آپؐ کے بے شمار صفاتی نام بیان کئے گئے ہیں۔ بیعتی فرماتے ہیں کہ علماء نے وہ اسمائے مبارکہ بھی جمع کر دیے ہیں جو قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ مثلاً رسول، امی، نبی، شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ باذنہ، سراج، منیر، روف، رحیم، رحمت، نعمت اور بادی وغیرہ۔ (۲۵۶) قرآن مجید کے حوالے سے ڈاکٹر سید محمد عبداللہ نے چھپائی اسمائے قرآنیہ کا ذکر کر کے انہیں باعتبار حروف حتمی ترتیب دیا ہے۔ (۲۵۷)

قرآن مجید کے علاوہ احادیث نبویؐ میں بھی آپؐ کے صفاتی ناموں کو بیان کیا گیا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: میرے کئی ایک نام ہیں۔ (۲۵۸) محدثین نے ان ناموں کو یکجا کر کے الگ ابواب کی صورت میں مستند کتب احادیث میں بیان کیا ہے۔ (۲۵۹) ترمذی شریف میں ”باب اجاء فی اسماء رسول اللہ“ کے عنوان سے موجود ہے۔ اس میں آپؐ کے اسماء و القاب کا ذکر خیر موجود ہے۔ (۲۶۰) ان میں مذکور آپؐ کے صفاتی نام مثلاً مامی، حاشر، عاقب، نبی التوبہ، نبی رحمت، نبی ملامح، قارح اور حاتم احادیث ہی سے اخذ کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ محمود ہے اور آپؐ محمد ہیں۔ (۲۶۱) آپؐ کے اسمائے مبارکہ میں سب سے افضل نام محمدؐ ہے۔ (۲۶۲) علامہ یوسف بن اسماعیل البہائی تحریر فرماتے ہیں: حضرت انسؓ نے روایت کی ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے تخلیق کائنات سے دو ہزار سال قبل آپؐ کا نام مبارک محمدؐ رکھا۔ قاضی محمد عاقل لکھتے ہیں کہ یہ اسم علم ہے اور اسم مفعول بیان کیا گیا ہے جس کے معنی بہت ہی تعریف کیا گیا ہے۔ مولانا ذکریا محدث سارنہوڑی نے اس کے معنی یوں بیان فرمائے ہیں: ”محمدؐ حمد کا مبالغہ ہے۔ جس کے معنی ہیں، بہت حمد کیا گیا۔“ لغات الحدیث میں وحید الزماں لکھتے ہیں: ”ایک عجیب امر یہ ہے کہ حضرت محمدؐ سے پہلے عرب میں کسی کا نام محمدؐ نہیں ہوا تھا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ لوگوں کو کسی اور کے پیغمبر موعود ہونے کا اشتباہ نہ ہو۔“ قاضی عیاض اپنی کتاب ”الاشفا“ میں فرماتے ہیں: ”آج تک دنیا میں کسی شخص نے اپنی اولاد کا یہ نام نہیں رکھا۔ واضح قدرت نے ازل سے یہ نام آپؐ کی ذات کے لئے مخصوص فرما دیا تھا۔“ (۲۶۳) حضورؐ نے ارشاد فرمایا: میں محمد ہوں اور احمد

ہوں اور نبی رحمت ہوں اور نبی توبہ ہوں اور تمام انبیاء کے آخر میں آنے والا ہوں اور میں حاضر ہوں اور نبی جہاد ہوں۔ قاضی محمد عاقل نے شیخ ابن حجر کے حوالے سے لکھا ہے: حضور کے اور بھی بہت اسماء مبارکہ ہیں۔ صرف ان اسماء کو اس لئے بیان کیا گیا ہے کیونکہ اہم سابقہ کو حضور کے یہ نام اپنی کتابوں اور اپنے علماء سے معلوم تھے۔ (۲۶۳)

اسمائی نبی کریم کا تیسرا بڑا ماخذ سابقہ الہامی صحائف ہیں۔ ابو نعیم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضور کے نام قدیم کتابوں میں احمد، محمد، حاجی، مقفی، نبی الملاحم، عمایا، فار قلیط اور ماژا بیان ہوئے ہیں۔ (۲۶۵)

حضور کے اسمائے مبارکہ قرآن مجید، احادیث، اور صحائف مقدسہ سے اخذ کر کے کتب میلاد و سیرت اور شمائل و خصائل میں بیان کئے گئے ہیں۔ مختلف مرتب کرنے والوں نے اپنی جستجو کے مطابق منصوص اسماء کو اکٹھا کرنے کی سعی بلیغ کی ہے۔ قاضی عیاض، تھلانی اور زر قانی وغیرہ نے ان ناموں کو یکجا کرنے کے لئے بڑی جانفشانی سے کام لیا۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ناموں میں سے تیس نام نبی کریم کے لئے خاص کئے ہیں اور وہ یہ ہیں: اکرم، امین، اول، آخر، بشیر، جبار، جن، خیر، ذوالقوة، رؤف، رحیم، شہید، شکور، صادق، عظیم، عفو، عالم، عزیز، فارح، کریم، مبین، مومن، صہبن، مقدس، مولیٰ، ولی، نور، ہادی، طہ، سلیمان، علامہ سیوطی نے ان کے علاوہ بیالیس نام مزید بیان کئے ہیں جو قرآن مجید میں ملتے ہیں۔ (۲۶۶) کئی علماء نے اسمائے الہی کے موافق آپ کے نانوائے نام جمع کئے ہیں۔ آپ کے نانوائے اسماء کی شرح کے موضوع پر غلام محمد ایس، حضور کی سندھی زبان میں لکھی ہوئی کتاب کا نورالامین نے ”شرح اسماء الہی“ کے نام سے ترجمہ کیا ہے۔ اس میں نصوص صحیحہ اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں آپ کے حامد و محاسن کو بیان کیا گیا ہے۔ ایک ایک اسم کی شرح سے عشق رسول کی منک آتی ہے۔ (۲۶۷) علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ انہوں نے تین سو چالیس نام قرآن و سنت اور قدیم کتابوں سے جمع کئے ہیں۔ (۲۶۸) ان کی کتاب کا نام ”اللمحجۃ النبیۃ فی الاسماء النبویہ“ ہے۔ ابن عساکر نے اپنی کتاب تاریخ دمشق کے ایک باب میں حضور کے بہت سے ناموں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے بعض نام مبارکہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں آچکے ہیں اور باقی دیگر کتب احادیث میں موجود ہیں۔ مواہب اللدنیہ (تھلانی) میں قریباً ساڑھے سات سو اسمائے مبارکہ کا ذکر ہے۔ اور انہیں حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔ (۲۶۹) قاضی ابوبکر بن عربی مالکی اپنی کتاب احوذی شرح ترمذی میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہزار نام ہیں۔ اور نبی مختار کے بھی ہزار ہی نام ہیں۔ (۲۷۰) اللہ تعالیٰ کے اسماء تو ہزار کے عدد میں محصور نہیں ہو سکتے لیکن حضور کے صفاتی نام بھی بے شمار ہیں۔ ان سے مراد آپ کے اوصاف ہیں اور ہر صفت سے اسم نکلتا ہے۔ (۲۷۱) اس کی وضاحت میں تھلانی فرماتے ہیں۔ ”ایک ہزار اسمائے مبارکہ سے مراد آپ کے اوصاف حمیدہ ہیں۔ آپ کے جتنے اسماء مذکور ہیں وہ آپ کی مدحہ صفتیں ہیں اسی طرح آپ کی ہر صفت کے لئے ایک نام ہو گیا، تو جیسے آپ کے اوصاف بے شمار ہیں، ایسے ہی اسمائے گرامی بھی بے شمار ہیں۔“ (۲۷۲)

مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ایک استفسار کے جواب میں فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے پاک بھی بکثرت ہیں۔ آٹھ سو سے زیادہ مواہب و شرح مواہب میں ہیں۔ اور فقیر نے قریباً چودہ سو پائے اور حصر نامکن، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲۷۳)

اسمائے حضور کی تدوین کے سلسلہ میں کئی دوسرے نام بھی جنسی ذکر ہیں۔ علامہ یوسف اسماعیل التہامی نے "الولات الواضحات" میں اسمائے رسول کی ایک طویل فہرست دی ہے۔ انہوں نے اس موضوع پر ایک جداگانہ کتاب "صاحبہ العرف فی لقدمات العرب" میں آپ کے دو سو معروف ناموں کو بیان کیا ہے۔ سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد (محمد بن یوسف الصالحی الثانی) اس سلسلے میں ایک عمدہ کتاب ہے۔ یہ کتاب ۱۳ جلدوں میں ایک ہزار ابواب پر مشتمل ہے۔ قاہرہ میں وکٹور مصطفیٰ عبدالواحد نے ۱۹۷۲ء میں چھپوائی ہے۔ اس ضخیم کتاب کی پہلی جلد کے آخر میں ایک باب حضور کے اسماء و القاب کے بارے میں ہے۔ ان اسماء کو حروفِ حجتی کے اعتبار سے مرتب کر کے تشریح کی گئی ہے اور اس سے قبل ایک فصل میں پانچ خاص اسمائے مبارکہ (محمد، احمد، مامی، حاشر، عاقب) کا تذکرہ اور تشریح ہے۔ فارسی میں "کامن دعوات مقبول مع اسماء اللہ و اسماء الرسول" (مولوی ابوالحسن) نے اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنہ کے ساتھ ساتھ حضور کے اسمائے مبارکہ بھی جمع کئے ہیں۔ عقل مدار (سلطان باہو) منتخب و دل پذیر اسلامی نام (خلیل الرحمن مظاہری) اسمائے نبوی (سید آل احمد رضوی) اسمائے رسول (ابراہیم سیالکوٹی) میں حضور کے معروف ناموں کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس موضوع کی مناسبت سے اس دور کی سب سے وسیع اور اہم کتاب اسماء النبی الکریم صوفی محمد برکت علی (۲۷- اپریل ۱۹۱۱ء - ۲۶- جنوری ۱۹۹۷ء) نے مرتب کی ہے۔ اس کتاب کی بڑے سائز کی پانچ جلدیں ہیں جو ۲۱۳۳ صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان میں حروفِ حجتی کے اعتبار سے (۱۳۳۸) اسمائے نبوی کریم بیان کئے گئے ہیں۔ مرتب نے اس ضخیم اور مبسوط کتاب میں قرآن و حدیث اور کتب سیر و مغازی کے حوالے نقل کر کے اسے مستند بنا دیا ہے۔ حضور کے اسماء میں سیدنا خیر مولود کے بارے میں لکھتے ہیں: آمنہ و خروہب حضور اقدس کی والدہ کا بیان ہے۔ وہ بیان کرتی تھیں کہ جب حضور اقدس میرے پیٹ میں تھے تو مجھے خواب میں آواز آئی کہ تو نے جہان کے سردار کو حمل میں اٹھایا ہے۔ جب آپ پیدا ہوئے تو یہ کہنا کہ میں تجھے ایک اللہ کی پناہ میں دیتی ہوں، ہر حد کرنے والے کے حسد سے، پھر آپ کا نام محمد رکھنا اور جب وہ حاملہ تھیں تو ان سے ایک روشنی نکلی جس سے اس نے بھری کے محل دیکھے جو شام کے علاقے میں تھے۔ (الروض الانف للمصلیٰ ج ۱ ص ۱۸۰) (۲۷۳) اسی طرح طاب طاب کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ اسم حضور اقدس کا تورات میں موجود ہے۔ اس کا معنی ہے پاک اور کہا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کا ذکر پاک لوگوں کے ورد زبان ہو، (سبل الہدیٰ ج ۱ ص ۵۹۸) (۲۷۵) حضور کے درج ذیل اسمائے صفات میلاد ناموں اور دیگر کتب شمائل و خصائل وغیرہ میں اکثر ملتے ہیں۔ (۲۷۶) محمد، احمد، حامد، محمود، قاسم، عاقب، فاتح، خاتم، مانع، داع، سراج، رشید، منیر، بشیر، نذیر، بادی، رسول، نبی، طہ، یسین، منزل، مدبر، شفیع، خلیل، کلیم، حبیب، مصطفیٰ، مرتضیٰ، مجتبیٰ، مختار، ناصر، قائم، منصور، حافظ، شہید، عادل، حکیم، نور، امین، صادق، مصدق، باطن، واعظ، صاحب، مومن، برہان، کنی، مدنی، عربی، ہاشمی، قریشی، شکور

قریب "نیب" طیب" مبین" حق" اول" آخر" ظاہر" باطن" رحمت" مبلغ" مقصد" رؤف" رحیم" غنی" جبار" قارح" ظاہر" مطہر" خطیب" فصیح" متقی" اور امام۔ ان ناموں کے علاوہ چند القاب مبارکہ بھی ملتے ہیں: اہل جنت کے نزدیک آپ کا اسم گرامی عبدالکریم ہے اور اہل دوزخ کے نزدیک عبدالجبار، اہل عرش کے نزدیک عبدالجید، تمام فرشتوں کے نزدیک عبدالحمید، انبیاء کے نزدیک عبد الوہاب، شیاطین کے لئے عبدالقمار، جنات کے نزدیک عبدالرحیم، پھاڑوں میں عبدالخالق، صحراؤں میں عبدالقادر، سمندروں میں عبداللمحین، زندوں کے نزدیک عبدالقدوس، حشرات الارض کے نزدیک عبدالغیاث، جنگلی جانوروں میں عبدالرزاق، درندوں میں عبدالسلام، چوپایوں میں عبدالمومن، پرندوں میں عبدالغفار، تورات میں مؤذموذ، انجیل میں طاب طاب، زیور میں قاروق، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ط و یسین، مومنین کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کنیت ابو قاسم ہے۔ (۲۷۷)

نبی کریم کے معروف القابات درج ذیل ہیں: سید ابرار، احمد مختار، عدنی، تاجدار، حبیب غفار، محبوب ستار، خاصہ کدوگار، شافع یوم قرار، صدر انجمن لیل و نهار، آفتاب نوہار، سرور عالم، مونس آدم، قبلہ عالم، کعبہ اعظم، جان مجسم، نور مجسم، فخر دو عالم، مرسل خاتم، خیر مجسم، صدر مکرم، نور مقدم، نیر اعظم، مرکز عالم، وارث زمزم، مہدیا کائنات، مخزن کائنات، فحشاء کائنات، مقصود کائنات، سید کائنات، سرور کائنات، مقصد حیات، منبع فیوضات، افضل الصلوات، خلاصہ موجودات، صاحب آیات، صاحب معجزات، باعث تخلیق کائنات، جامع صفات، اصل کائنات، فخر موجودات، ارفع الدرجات، اکمل البرکات، واصل ذات، صاحب التاج، صاحب المعراج، صاحب المعثر، سید البشر، صاحب الرزق والعلم، صاحب لوح و قلم، سید عرب و عجم، صاحب ہود و کرم، وجہ باران کرم، شمس الضحیٰ، عشق نور خدا، بدر الدینی، آفتاب ہدیٰ، صدر العلیٰ، نور الہدیٰ، کشف الوریٰ، صاحب ہودو سخا، خیر الوریٰ، خواجہ دوسرا، بحر ہودو سخا، ابر لطف و عطاء، اعتماد شفاء، پیکر تسلیم و رضا، محرم اسرار حرا، سید و آقا، کعبہ اصفیاء، قبلہ انبیاء، مجسم روح افزاء، سرور انبیاء، حسن صبر و رضا، ضیا خوش اوا، شمع فار حرا، راس عدل و قضاء، دست عطاء، نیسان سخا، بے غرض بے ریا، یامضاء، پارسا مصطفیٰ، سرفراز رضا، تاجدار عفا، سدہ المنتہیٰ، صاحب رشد ہدیٰ، منظر رب نور العلیٰ، وجہ تحقیق ارض و سماء، جلوہ حق نما، سید الانبیاء، نور راہ ہدیٰ، مطلع دل کشا، مقطع جاں فزا، جان صبح مساء، سرور انبیاء، راہبر اولیاء، روح ارض و سماء، شارح لالہ، خاتم الانبیاء، چشم امواج بقاء، رونق منبر نبوت، چشمہ علم و حکمت، نازش سند امانت، غنچہ راز وحدت، جوہر فرد عزت، ختم دور رسالت، محبوب رب العزت، مالک گوثر و جنت، سلطان دین و ملت، شمع بزم ہدایت، مخزن اسرار ربانی، مرکز انوار رحمانی، مصدر فیوض یزدانی، قاسم برکات حمدانی، دانش برہانی، صابر و شاکر، مدثر و منزل، منزل و مرسل، انتہائے کمال، مستہائے جمال، منبع خوبی و کمال، بے نظیر و بے مثال، فخر جہاں، عرش مکاں، شاہ شہاں، نیر رخشاں، انجم نایاں، ماہ فروزاں، صبح درخشاں، نور بد اماں، جلوہ سماں، مونس دل شکست گان، راحت قلوب عاشقان، نور دیدہ مشتاقان، صورت صبح درخشاں، پشت پناہ فتنگان، موجب ناز عارفان، باعث فخر صادقان، رحیم بے کسماں، حب غریباں، شاہ جہاں، جان جاناں، قبلہ زہراں، کعبہ قدسیاں، ہدم نوح، رہبر خضر، رہبر موسیٰ، ہادی عیسیٰ، شان کریمی، خلق ظلیلی، لطف کلیسی، زہد

سبحا، مفت مریم، حسن مجذو، دولت سرمد، ساقی کوثر، شافع محشر، نور مقطر، بدر منور، حامی مظفر، روح مصور،
مرسل داور، زلف معنبر، اشرف و اکمل، احسن و اجمل، احمد مرسل، مظفر اول، قلب مجلی، مہربوت، مہر
رسالت، مہرجلات، عین عدالت، خضر و دلالت، نسیم و نسیم، روف و رحیم، مہر صداقت، ظلیل
و حکیم، حامل قرآن، باطن قرآن، مظہر رحمت، مصدر راحت، مخزن شفقت، عین عنایت، مظہر انوار حق،
مصدر اسرار حق، ہادی روشن ضمیر، خواجہ یکس نواز، بشری القوی، خیر الوری، محب الوری، صادق البیان،
آخر الزماں، جمیل الشیم، شفیع الامم، منبر جود و الکریم، شہوار حرم، صاحب کرم، مہر کرم، تنج نعم، شاہ امم،
سید الطہیق، خطیب النین، امام المستن، امام العالمین، اول المسلمین، محبوب رب العالمین، سید المرسلین،
خاتم النبیین، نور مبین، طہ و نبین، رحمتہ للعالمین، مظہر اولین، حجت آخرین، آبدوئے زمین، اکرم الکریمین،
مراد المشتاقین، شمس العارفین، سید العارفین، سراج السالکین، مصباح المقربین، محب الفقراء و الغریاء
و المساکین، امام المستن، وارث غلام اولین و آخرین، مورث کمالات آخرین، صادق و امین، مفسر قرآن
مبین، روشن جمیں، سلطان دین، سید العقلمین، نبی الحرمین، و سید فی الدارین، صاحب قلب قوسین،
سید الکوین، سرور کونین، نور رب رحمن، حبیب رب المشرقین و المغربین، محبوب رب دو جہاں، قاسم علم و
عرفاں، راحت قلوب عاشقان، سرور کشوراں، راحت عاصیاں، فخر کون مکان، شفقت پیکراں، چارہ گر چارہ
گراں، رہبر افس و جاں، تاب جاں، ہادی گمراہاں، شافع عاصیاں، حامی بے کساں، راحت قلب و جسم و جاں،
شاہ دوراں، ہادی جہاں، قرار بے قراراں، تمکسار دل فکاراں، انیس بے کساں، چارہ گر آزر دگاں، سکون درد
منداں، راحت دل خشکاں، پناہ بے پناہاں، نگاہ بے نگاہاں، دمساز غرباں، خیر الناس، بشیر و نذیر، سراج المنیر،
روح بزم سخن، مبارکشن صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم۔ (۲۷۸)

درد و سلام کی منظومات میں بھی حضورؐ کے اسمائے صفات کو بیان کیا گیا ہے۔ اسمائے رسول مقبولؐ ہر
دور کے میلاد ناموں میں موجود ہیں۔

خاص	محبوب	خدا	ختم	رسالت	پہ	سلام
عین	رحمت	شافع	روز	قیامت	پہ	سلام
(۲۷۹)						
السلام	اے	رحمتہ	للعالمین			
السلام	اے	سرور	دنیا و	دین		
السلام	اے	مظہر	ذات	خدا		
السلام	اے	ہادی	راہ	خدا		
السلام	اے	واقف	اسرار	کل		
السلام	اے	سرور	شاہ	رسل		
(۲۸۰)						
تولد	ہوئے	بحر	فیض	عمیم		

شفیع مطاع نبی کریم

(۲۸۱)

یا الہی حشر میں خیر الورا کا ساتھ ہو

رحمت عالم جناب مصطفیٰ کا ساتھ ہو

یا الہی ہے یہی دن رات میری التجا

روز محشر شافع روز جزا کا ساتھ ہو

یا الہی آئے جس دن گرمیوں پر آفتاب

اس سزا وار خطاب والضحیٰ کا ساتھ ہو

(۲۸۲)

جو پردہ ہے تو اتنا ہے نہیں اس کے سوا

احد میں اور احمد میں فقط ہے نیم کا پردہ

(۲۸۳)

عامیو شافع امت ہے رسول عربی

مومنو آؤ کہ رحمت ہے رسول عربی

(۲۸۴)

الہامی صحائف اور مذہبی کتب میں حضور کی بشارات اور مدحیہ انداز میں ذکر

قرآن مجید اور کتب احادیث کے علاوہ میلاد ناموں کے بنیادی اور ذیلی موضوعات ولادت مبارکہ، بشارات اور شمائل و خصائل وغیرہ کے بیان کے سلسلہ میں الہامی صحائف تورات، زبور، انانجیل اور دیگر مذاہب کی کتب مقدسہ ایک اہم ماخذ ہیں۔ ان کے علاوہ مختلف کانہوں کی روایات بھی ہیں۔ ان میں آپ کی تشریف آوری کی بشارات اور آپ کے شمائل و خصائل کو مدحیہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ان میں آپ کی بحیثیت پیغمبر آخر الزمان بعثت کی پیش گوئیاں کی گئی ہیں۔ ان میں آپ کو ایسے مدحیہ انداز میں سراہا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی اور پیغمبر کے لئے یہ اسلوب اختیار نہیں کیا گیا۔ ان میں آپ کو ایسے توصیفی اسماء سے بھی یاد کیا گیا ہے جو آپ سے پہلے کسی دوسرے پیغمبر کے لئے بیان نہیں کئے گئے۔ ان تمام بشارات کی وضاحت و صراحت سے ایسی جامع شہادتیں ملتی ہیں کہ جن کے مصداق نبی کریم ہی قرار پاتے ہیں۔ قرآن و حدیث سے بھی ان بشارات کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔

میرا براہیم الہامی صحائف میں آپ کے بشارات کی علامات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”کتب سابقہ میں آپ کا مولد، آپ کا وطن و مملکت، آپ کا لہجہ، آپ کے جنگلی

اور اسلامی کارنامے، آپ کے معجزات و برکات، آپ کے صحابہ کی نمایاں علامات و

نشانات غرض سب کچھ نہایت وضاحت سے مکتوب، مذکور ہے اور باوجود عہد بہ عہد کی

تحریفات لفظیہ و معنویہ کے ان جواہر ریزوں پر پردہ نہ پڑ سکا اور آپ کے معجزات ظہور قدسی نے ان تحریفات کی عظمتوں کو دور کر دیا۔ (۲۸۵) اس کے علاوہ اگر ان دعویوں کے انکار ہی یسود و نصاریٰ کے لئے کوئی گنجائش ہوتی تو بغیر ایک لمحہ کے توقف کے سبھی یسود و نصاریٰ نبی عربیٰ کے پاس دوڑ کر آتے اور چہنچہ دیتے کہ یہ ہے تورات و انجیل دکھاؤ کہاں تمہارا ذکر ہے۔ اور اہل اسلام کو لاجواب کرنے کا سنہری موقعہ ہاتھ آ جاتا لیکن علماء و فضلاء اور تورات و انجیل کے مدرس و مفسر اس نبی امی کے دعویٰ کو جھٹلا نہ سکے بلکہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ اور حضرت کعب احبارؓ وغیرہ خوش بخت لوگوں کی شہادت سے حضورؐ کی حقانیت و صداقت کو واضح کر دیا۔ (۲۸۶)

قرآن مجید میں بڑے واضح الفاظ میں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ حضورؐ کی بعثت کی بشارات تورات اور انجیل میں موجود ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: **الرَّسُولَ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ يُجَادِلُونَهُ مُكْتَوِبًا عَلَيْهِمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ**۔ وہ رسول نبی امی جس کو اہل کتاب تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں (الاعراف: ۱۵۷)

حضرت عیسیٰؑ نے اپنی امت کو نبی کریمؐ کی بشارت دی۔ قرآن میں ہے: **وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُبْتَلًى لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ** اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں (اور) جو (کتاب) مجھ سے پہلے آچکی ہے (یعنی) تورات اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہو گا ان کی بشارت سناتا ہوں (الصافات: ۶) کئی اور مقامات پر بھی قرآن نے آپؐ کی تشریف آوری کی تورات اور انجیل کے حوالے سے نشان دہی کی ہے مثلاً سورۃ البقرہ آیات ۵۵، ۵۶، ۶۳، ۸۹، المائدہ ۶۲، ۶۸ اور الاعراف ۱۷۱ وغیرہ۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ لیا کہ قسم ہے تمہیں اس کی جو دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے۔ پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہیں تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اٹھا لیا تم نے اس پر میرا بھاری زندہ۔ سب نے عرض کی۔ ہم نے اقرار کیا (اللہ نے) فرمایا۔ تو گواہ رہنا اور تمہارے ساتھ میں گواہوں میں سے ہوں (آل عمران: ۸) ابن ابی حاتم نے سدی سے اس آیت کے بارے میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کے بعد جو بھی نبی بھیجا اس سے یہ میثاق لیا کہ وہ محمدؐ پر ایمان لائے اور ان کی مدد کرے۔ (۲۸۷) حضرت علی المرتضیٰؑ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے پختہ وعدہ لیا کہ اگر اس کی موجودگی میں حضورؐ خاتم الانبیاء تشریف لائیں تو اس نبی پر لازم ہے کہ وہ حضورؐ کی رسالت پر ایمان لا کر آپؐ کی امت میں شمولیت کا شرف حاصل کرے اور ہر طرح سے حضورؐ کے دین کی نصرت و تائید کرے اور اسی طرح تمام انبیاء نے یہی عہد اپنی اپنی امتوں سے لیا۔ (۲۸۸) اس میثاق کے مطابق یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہر پیغمبر نے اپنے

اپنے عہد میں حضورؐ کی آمد کی خبر اپنی امت کو دی اور انہیں حضورؐ کی تشریف آوری پر ایمان لانے کی تاکید کی۔ قدیم صحائف تحریف اور رد و بدل کی بھیئت چڑھ چکے ہیں۔ تورات، زبور اور انجیل میں آپؐ کے مبعوث ہونے کی بشارات موجود ہیں۔

احادیث نبویؐ میں بھی الہامی صحائف میں مذکور بشارات کا ذکر ملتا ہے۔ آپؐ کی بڑی مشہور حدیث ہے۔ یہ روایت خالد بن معدان الکفالی کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا اور عیسیٰؑ کی بشارت ہوں۔ (۲۸۹) حدیث میں ہے، ابن سعد جویر سے اور وہ ضحاک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: میری آمد کی میرے باپ ابراہیمؑ نے اس وقت دعا مانگی جب وہ بیت اللہ کی بنیادیں رکھ رہے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی۔ ایک اور جگہ حدیث میں مذکور ہے۔ ابن عساکر عبادہ بن صامت سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ سے کہا گیا کہ آپؐ اپنے بارے میں بتلائیے، فرمایا ہاں، میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا ہوں اور میری آمد کی بشارت سب سے آخر میں عیسیٰؑ بن مریم نے دی ہے۔ (۲۹۰) ابو نعیم نے (حلیہ) میں حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو وحی فرمائی جو مھض محمدؐ کا منکر ہو گا میں اسے جہنم میں ڈالوں گا حضرت موسیٰؑ نے استفسار فرمایا: محمدؐ کون ہیں؟ فرمایا محمدؐ وہ ہیں، مخلوقات میں جن سے بہتر کوئی نہیں ہے۔ جن کا نام زمین و آسمان کی پیدائش سے قبل ہی میں نے عرش پر لکھ دیا اور جنت میں کوئی اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خود اور ان کی ساری امت داخل نہ ہو جائے۔ حضرت موسیٰؑ نے پوچھا۔ ان کے امتی کیسے لوگ ہیں؟ فرمایا۔ یہ لوگ خدا کی بہت حمد کرنے والے ہیں۔ ہر بلندی اور پستی پر خدا کی تعریف کرتے ہیں۔ درمیان میں تمہ باندھتے ہیں۔ وضو کرتے ہیں۔ دن کو روزے رکھتے ہیں، رات کو عبادتیں کرتے ہیں۔ میں ان کے کم سے کم درجے کے اعمال بھی قبول کر لوں گا اور انہیں صرف لا الہ الا اللہ کی گواہی پر جنت میں داخل کروں گا۔ حضرت موسیٰؑ بولے، مجھے ان لوگوں کا نبی بنا دیجئے۔ ارشاد ہوا، ان لوگوں کا نبی انہیں میں سے ہو گا۔ حضرت موسیٰؑ بولے تو پھر مجھے اس نبی کا امتی بنا دیجئے، فرمایا! وہ نبی بعد میں آئیں گے البتہ تم جنت میں ان کے ساتھ رہو گے۔ (۲۹۱)

بشارات آنحضرتؐ کے سلسلہ میں صحائف آسمانی اور دیگر مذہبی کتب مقدسہ میں سے پییدہ پییدہ بشارات کی ہر صحیفہ کے نام کے عنوان کے تحت نشاندہی درج ذیل ہے:

تورات

تورات حضرت موسیٰؑ علیہ السلام پر ۱۳۵۰ ق م کے لگ بھگ نازل ہوئی۔ تورات۔ زبور اور انجیل ان تینوں کتابوں کا ذکر قرآن مجید میں جا بجا ملتا ہے اور ان کے ماننے والوں کو اہل کتاب کا خطاب دیا گیا ہے۔ تورات آج کل بائبل میں شامل ہے۔ تورات کے پانچ حصے ہیں جن کو پانچ کتابیں کہا جاتا ہے۔ ان میں سے پانچویں کتاب استثناء میں ہے: جَاءَ الرَّبُّ مِنْ سِينَاءَ لَشَرْقِ لَنَا مِنْ مِصْرَوا سْتَعْلَنَ مِنْ جَبَلِ كَلْوَا۔ (۲۹۲) (آیا رب پہاڑ سینا سے اور روشن ہوا سامیر سے اور ظاہر ہوا فاران کے پہاڑ سے) اس آیت میں تین جلیل القدر پیغمبروں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ پر کوہ سینا میں تورات اتری، سامیر پہاڑ پر حضرت

عیسیٰ کو انجیل ملی اور فاران کے پہاڑ پر حضور پر نزول قرآن ہوا۔ یہ پہاڑ مکہ معظمہ کے قریب ہے جس میں عار حرا واقع ہے۔ فاران یا پاران۔ (۲۹۳) اس پہاڑی کا نام ہے جو مکہ کے نزدیک ہے۔ (پیدائش ۲۱: ۱۹ تا

(۲۱)

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا: ”میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا اور ایسا ہو گا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو اس کا حساب اس سے لوں گا۔“ (۲۹۳) یہ بشارت بالکل واضح ہے بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسماعیل کے سوا اور کون ہو سکتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بنی اسماعیل میں ہو گا اور تجھ سا ایک نبی سوائے نبی کریم اور کسی پر صادق ہی نہیں آ سکتا کیونکہ تورات خود اس کی گواہی دے رہی ہے کہ بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کے مانند ہوا ہی نہیں۔ ”پھر قائم نہ ہوا کوئی نبی بنی اسرائیل میں موسیٰ کے مانند جس نے پہچانا ہو اللہ کو دو بدو۔“ (۲۹۵) نبی کریم اور حضرت موسیٰ کئی لحاظ سے ایک جیسے تھے۔ حضرت موسیٰ کی کتاب میں ہے کہ خدا نے حضرت موسیٰ سے باتیں کیں۔ قرآن میں حضور کے متعلق ہے۔ ”نہ ہی محمد اپنی مرضی کے مطابق کچھ بولتے ہیں وہ کوئی اور بات نہیں کرتے مگر سوائے اس وحی کے جو انہیں پہنچائی جاتی ہے۔“ (النجم: ۵۴) فرعون نے حضرت موسیٰ کا حکم نہ مانا لہذا اسے اس کی فوج کے ساتھ دریا میں غرق کر دیا گیا جبکہ حضور کے دشمن لڑائیوں میں تباہ و برباد ہو گئے اس لئے اس سے مراد سوائے نبی کریم کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

تورات میں ایک اور جگہ مذکور ہے: ”اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو یہ کہہ کر بلوایا کہ تم سب ایک جگہ جمع ہو جاؤ تاکہ میں تم کو بتاؤں کہ آخری دنوں میں تم پر کیا گذرے گی۔ اے یعقوب کے بیٹو! جمع ہو کر سنا اور اپنے باپ اسرائیل کی طرف کان لگاؤ۔ یوداہ کی سلطنت نہیں چھوٹے گی اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہو گا۔ جب تک شلوا نہ آئے پھر لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو جائیں گے۔“ (۲۹۶) شلوا یا شلواہ کے معنی میں لوگ اختلاف کرتے ہیں۔ اس آیت کی وضاحت سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی بادشاہت کے بعد حضرت محمد تشریف لائیں گے اور ان دونوں پیغمبروں کے بعد جو اس دنیا میں کتاب و قانون لائے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اشیاء کی صحیح تورات باب ۴۱ میں مذکور ہے: ”۳۷ بزرے والو! خاموش ہو جاؤ اور سب قبیلے اپنی اپنی قوت کی ازسرنو تنظیم کر لیں اور باہم مل جائیں پھر اس بارے میں مشورہ کریں کہ ہم سب مل کر فیصلہ کے لئے اس ہستی کے سامنے پیش ہو جائیں جو مشرق سے نمودار ہوگی اور فتح و نصرت اس کے قدم چومے گی۔ اس کے سامنے دوسری قومیں ہیچ ہو جائیں گی۔ دنیا کے بادشاہوں پر اس کا غلبہ ہو جائے گا۔ وہ انہیں اپنی تلوار سے کاٹ کر مٹی میں ملا دے گا اور اپنے تیر و کمان سے شکست دے کر خشک گھاس کی طرح کر دے گا۔ وہ انہیں اپنی راہ سے ہٹا دے گا اور خود اس راستے سے صحیح و سالم گذر جائے گا جس پر کوئی دوسرا نہ چلا ہو گا۔ وہ ابتدائی انسانی نسلوں کے سامنے اس کا مدعی ہو گا کہ میں ہی پہلا رب ہوں اور بعد کو آنے والی نسلوں سے کہے گا کہ میں وہی پہلے آنے والا ہوں۔“ اس میں قبائل سے مراد عرب کے قبائل ہیں اور

کھوار و کمان والے حضرت محمدؐ ہیں اس لئے کہ حضرت عیسیٰؑ نے کبھی کسی سے جنگ ہی نہیں کی۔ (۲۹۷)

حضرت عبداللہ بن سلامؓ راوی ہیں کہ تورات میں آپؐ کا وصف اس طرح مذکور ہے: اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ آپ نہ ترش رو ہیں اور نہ سخت مزاج ہیں اور نہ بازاروں میں پھرنے والے ہیں۔ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ درگزر فرما دیتے ہیں اور معاف کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس وقت تک نہیں اٹھائے گا، یہاں تک کہ آپؐ کی تعلیم سے امت درست نہ ہو جائے اور وہ سب لا الہ الا اللہ نہ کہہ لیں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کے ذریعے سے اندھی آنکھوں کو بینا بناتا، ہرے کانوں کو سننے کے قابل بناتا اور تالے پڑے ہوئے دلوں کو کھولتا ہے۔ (۲۹۸) اس روایت کو اسی طرح بخاری، عطا بن یسار اور وہ عمرو بن العاص سے بھی بیان کرتے ہیں۔ (۲۹۹)

تورات میں حضورؐ کے وصف کے بارے میں داری، ابن سبط اور ابن عساکر نے ابو قروہ سے اور کعب احبار سے حضرت ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے کہ اس طرح مذکور ہے: محمدؐ بن عبداللہ مکہ میں پیدا ہوں گے اور مدینے کی جانب ہجرت کریں گے، آپؐ کی مملکت شام تک ہوگی۔ آپؐ بازاروں میں پھرنے والے نہیں ہوں گے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے بلکہ معاف کر دیں گے اور درگزر فرما دیں گے۔ آپؐ کی امت اللہ کی بہت تعریف کرنے والی ہوگی اور ہر مسرت کے موقع پر خدا کی حمد کرے گی اور اس کی بڑائی بیان کرے گی۔ یہ لوگ اپنے ہاتھ پاؤں دھوئیں گے اور اپنی کمر پر تمہ باندھیں گے۔ نمازوں کے لئے ایسے صف بنائیں جیسے جنگ کے لئے بنائی جاتی ہے۔ مساجد میں ان کی دعاؤں اور تلاوت کی آوازیں اس طرح گونجتی ہیں جیسی شد کی کھیلوں کی گونج ہوتی ہے۔ ان کی دعائیں آسمانوں میں سنی جائیں گی۔ (۳۰۰)

تورات نے حضرت جبرئیلؑ کے اس بیان کی تصدیق کی ہے کہ پروردگار فاران کی پہاڑیوں سے قوت کے ساتھ آیا تو نام احمدؑ کی تسبیح سے آسمان معمور ہو گئے اور اس کی امت کا سمندروں پر تصرف ایسا ہی ہو گا جیسا خشکی پر۔ وہ ایک ایسی نئی کتاب لے کر آئے گا جس کا تعارف بیت المقدس کی تقریب کے بعد ہو گا۔ (۳۰۱) اور حضرت سلیمانؑ نے تورات میں حضورؐ کی آمد کی پیش گوئی ان الفاظ میں فرمائی: اثر سلفہ طمرۃ و اسمہ احمد یعنی مرنیوت ان کی پشت پر ہوگی اور ان کا نام احمدؑ ہو گا۔ (۳۰۲)

تورات میں آپؐ کے دارالہجرت کا ذکر موجود ہے اور اس کے آثار وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں: جب حضرت موسیٰؑ ارکان حج ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو اس سفر میں بنی اسرائیل کی کثیر جماعت آپؐ کے ہمراہ تھی۔ حج سے لوٹنے وقت ان لوگوں کا گذر مدینہ طیبہ کی زمین پر ہوا اور اس مقام میں وہ تمام آثار و اوصاف موجود دیکھے جو نبی آخری الزماں کے وطن میں تورت کی پیش گوئی کے مطابق ہونا چاہئے تھے تو ان میں سے ایک گروہ نے حضرت موسیٰؑ کی ہمراہی ترک کرنے کے متعلق مشورہ کیا اور جدا ہو کر اسی مقام پر مقیم ہو گئے۔ (۳۰۳)

حج نے جب مدینہ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو اس وقت یہود کے بعض علماء اس کے سامنے آئے اور

کما کہ یہ شرفِ حفاظتِ الہی میں محفوظ ہے اس کو کوئی شخص برباد نہیں کر سکتا۔ ہم نے اپنی کتاب میں اس کے اوصاف پڑھے ہیں اور اس کا نام طیبہ ہے۔ یہ تغیرِ آخر الزماں کا دارِ الجنت ہے جو حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سے ہوں گے۔ آپ اس کی ویرانی کے ارادہ سے باز رہیں۔ علماءِ یہود کی باتوں سے اس نے صیحت پکڑی اور چار سو علماءِ توریت نے اسے چھوڑ کر مدینہ منورہ میں نبیِ آخر الزماںؐ کی صحبت کے لئے اقامت اختیار کی۔ حج نے ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک مکان تعمیر کرا دیا اور مالِ کثیر دے دیا اور ایک کتاب لکھی جس میں اپنے اسلام لانے کی شہادت کا اظہار کیا۔ یہ کتاب مرکز کے اس جماعت کے سب سے بڑے عالم کو سپرد کر کے وصیت کر دی کہ اگر وہ نبیِ آخر الزماںؐ کا زمانہ پائے تو وہ یا پھران کی اولاد اسی طرح آگے نکل کرتی رہے۔ اس کتاب میں دیگر اشعار کے علاوہ یہ شعر بھی ہے:

شَهِدْتُ عَلَىٰ عَلِيٍّ
رَسُولًا مِنَ اللَّهِ
أَحْمَدُ الْبَلَدِ
أَكْبَرُ

(ترجمہ) گواہی دیتا ہوں میں اوپر احمد کے کہ بے شک۔ وہ رسول ہیں اللہ کی جانب سے وہ اللہ جو پیدا کرنے والا ہے رُوحوں کا۔ یہ بھی روایت ہے کہ اس نے حضورؐ کے لئے بھی ایک مکان تعمیر کرایا تاکہ تشریف آوری کے وقت اس میں نزول فرمائیں۔ علمائے یہود میں سے ایک کو اس کا متولی بنا دیا۔ حضورؐ جب مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان میں قدم رنجہ فرمایا اور یہ ابو ایوب انصاریؓ اسی عالم کی اولاد میں سے ہیں۔ اہل مدینہ میں سے جن لوگوں نے حضورؐ کی مدد کی وہ انہی علماء کی اولاد میں سے تھے۔ (۳۰۴)

زبور

زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر ۱۰۰۰ ق م کے قریب نازل ہوئی۔ زبور کا باب ۳۵ آپؐ کی توصیف سے عبارت ہے۔ اس میں آپؐ کی شان بیان کرنے کے ساتھ ساتھ آپؐ کے بارے میں کثرت سے پیش گوئیاں کی گئی ہیں۔ ”تو بنی آدم میں سب سے حسین ہے۔ تیرے ہونٹوں میں لطافت بھری ہے۔ اس لئے خدا نے ہمیشہ تجھے مبارک کیا۔ اے زبورست تو اپنی تلوار کو جو تیری شہمت و شوکت ہے۔ اپنی کمر سے جھائل کر اور سچائی اور حلم اور صداقت کی خاطر اپنی شان و شوکت میں اقبالِ مندی سے سوار ہو اور تیرا داہنا ہاتھ تو تجھے سیب کام دکھائے گا۔ تیرے تیر تیز ہیں۔ وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگے ہیں۔ ایشیں تیرے سامنے زیر ہوتی ہیں۔ اے خدا! تیرا تخت ابد الابد ہے۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے۔ تو نے صداقت سے محبت رکھی اور بدکاری سے نفرت۔ اسی لئے تیرے خدا نے شادمانی کے تیل سے تجھ کو تیرے ہمسروں سے زیادہ مسح کیا ہے۔ تیرے ہر لباس سے مروا، عود اور تاج کی خوشبو آتی ہے۔ تیری معزز خواتین میں شاہزادیاں ہیں۔ تیرے بیٹے تیرے باپ واداکے جانشین ہوں گے۔ جن کو تو تمام روئے زمین پر سردار مقرر کرے گا۔ میں تیرے نام کی یاد کو نسل در نسل قائم رکھوں گا۔ اس لئے ایشیں ابد الابد تیری شکر

گذاری کریں گی۔ (۳۰۵) اس پیش گوئی میں حضورؐ کے جو اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے :
 آپؐ کا حسین و جمیل ہونا، قوی اور طاقتور ہونا، تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہونا، مجاہد اور غازی ہونا، مخلوق
 کا آپؐ کے تابع اور فرمانبردار ہونا، کپڑوں سے منگ و عنبر سے بڑھ کر خوشبو آنا، بادشاہوں کی بیٹیاں ان کے
 گھرانہ میں ہونا، اولاد کا سردار ہونا، تمام لوگوں کا انہیں یاد کرنا، ان کا ذکر ہمیشہ جاری و ساری رہنا۔ یہ تمام
 اوصاف آپؐ کے سوا کسی اور پیغمبر میں موجود نہ تھے۔ اس لئے یہ بشارت آپؐ کے علاوہ کسی اور کے متعلق
 ہرگز نہیں ہو سکتی۔

حضرت داؤدؑ نے آپؐ کے نزول کی خبر دی اور وحی الہی کے تحت اس شہر کا بھی تعین کر دیا، جہاں
 حضورؐ مبعوث ہونے والے تھے۔ زبور میں حضرت داؤدؑ فرماتے ہیں : مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر میں بستے
 ہیں، وہ سدا تمہری حمد کریں گے۔ وہ بکہ کی وادی سے گذرتے ہوئے ایک کنواں بناتے ہوئے۔ (۳۰۶) یہاں
 بکہ سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ مارگولیوٹھ (MARGOLIUTH) نے بھی گواہی دی کہ زبور کا بکہ عرب
 کے مکہ مکرمہ کے سوا اور کوئی جگہ نہیں۔ (۳۰۷) گھر سے مراد خانہ کعبہ ہے۔ اس میں ایک کنواں ہے جو
 چاہ زم زم کے نام سے مشہور ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے حضرت وہب بن منبہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو خوش
 خبری دی۔ ”اے داؤدؑ تمہارے بعد ایک نبی آئے گا۔ جس کا نام احمدؑ اور محمدؑ ہو گا۔ جس سے میں کبھی
 ناراض نہیں ہوں گا۔ اور وہ کبھی میری نافرمانی نہیں کرے گا۔ میں نے محمدؑ اور ان کی امت کو تمام امتوں پر
 فضیلت دی ہے۔“ (۳۰۸)

ابن ابی حاتم نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداءؓ نے کہا کہ میں نے زبور کے ایک نسخے میں ایک سو
 پچاسی سورتیں دیکھیں جن کی چوتھی سورت میں یہ الفاظ تھے۔ اے داؤدؑ سنو! اور سلیمان سے کہہ دو کہ
 لوگوں کو بتا دیں کہ زمین میری ہے میں اس کا وارث محمدؑ اور ان کی امت کو بناؤں گا۔ (۳۰۹)

زبور کے حوالے سے حضرت مسیحؑ اسرائیلیوں کو فرما رہے ہیں۔ ”کیا تم نے کتاب مقدس میں نہیں
 پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رو کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور
 ہماری نظر میں عجیب ہے، اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور اس
 قوم کو جو اس کے پھل لائے، دے دی جائے گی اور جو اس پتھر پر گرے گا اس کے ٹکڑے ہو جائیں گے،
 مگر جس پر گرے گا، اسے پس ڈالے گا۔ (۳۱۰) معماروں یعنی اسرائیلیوں نے جس پتھر کو رو کیا تھا وہ
 اسمعیل ہی تھے، کونے کے سرے کا جو پتھر ہوا یعنی نبوت جس کو سب سے آخر زمانہ میں ملی وہ بنی اسماعیل ہی
 کا ایک فرد تھا اور یہود و نصرائی جو بھی اس سے ٹکرائے، وہ پاش پاش ہو کر رہ گئے یا پس کر رہ گئے۔“

انجیل

انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ۵۷۱ سال پہلے
 نازل ہوئی۔ انجیل مقدس پانچ انجیلوں کی صورت میں ملتی ہے :

(۱) متی کی انجیل (۲) لوقا کی انجیل (۳) مرقس کی انجیل (۴) یوحنا کی انجیل (۵) برناباس کی انجیل۔
 مسیحی برادری اپنی چار انجیلوں کو مانتی ہے مگر وہ برناباس کی انجیل کو تسلیم نہیں کرتی بلکہ اسے جعلی اور وضعی
 خیال کرتی ہے۔ (۳۱۱) آج کل قدیم ترین انجیل چوتھی پانچویں صدی کی ملتی ہے وہ بھی یونانی زبان میں ہے
 جبکہ حضرت عیسیٰ اور ان کے حواریوں کی زبان آرامی تھی۔ (۳۱۲)

انجیل متی

انجیل متی میں حضرت یوحنا (یحییٰ) کی زبانی اس طرح مرقوم ہے:
 (الف) ”میں تو تم کو توبہ کے لئے پانی سے بہتسم دیتا ہوں (۳۱۳) لیکن جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ
 سے زور آور ہے میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں وہ تم کو روح القدس اور آگ سے بہتسم دے
 گا۔ (۳۱۴) (ب) ”حضرت مسیح نے ان بارہ (رسولوں) کو بھیجا اور ان کو حکم دے کر کہا۔ غیر قوموں کی
 طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھینڑوں کے
 پاس جانا اور چلتے چلتے یہ متادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔“ (۳۱۵) یہ آسمان کی بادشاہی سے
 مراد نبی کریمؐ کی بعثت تھی یعنی ”یہ لوگ اندھیرے میں بیٹھے تھے انہوں نے بڑی روشنی دیکھی اور جو موت
 کے ملک میں بیٹھے تھے ان پر روشنی چمکی۔“ (۳۱۶) یہی وجہ ہے کہ آج حضورؐ کا ابدی پیغام بنی نوع انسان
 کے لئے مشعل راہ سے بڑھ کر ہے۔

انجیل لوقا

”انجیل لوقا میں انجیل متی کی پہلی بشارت حرف بحرف موجود ہے۔“ (۳۱۷) اس کے علاوہ بھی انجیل
 لوقا نبی کریمؐ کی آمد کی گواہی دے رہی ہے: ”اور دیکھو جس کا میرے باپ نے وعدہ کیا ہے میں اس کو تم پر
 نازل کروں گا۔“ (۳۱۸)

انجیل مرقس

مرقس کی انجیل میں بھی نبی کریمؐ کی عظمت کا اقرار انجیل متی اور انجیل لوقا کی متذکرہ بالا پہلی بشارت
 کے حوالے سے پہلے ہی باب میں موجود ہے۔ ”اور یوحنا اونٹ کے بالوں کا لباس پہنے اور چمڑے کا پٹکا
 اپنی کمر سے باندھے رہتا۔ ٹڈیاں اور جنگلی شہد کھاتا تھا اور متادی کرتا تھا کہ میرے بعد وہ شخص آنے والا
 ہے جو مجھ سے زور آور ہے۔ میں اس لائق نہیں کہ جبک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں میں نے تم کو
 پانی سے بہتسم دیا مگر وہ تم کو روح القدس سے بہتسم دے گا۔“ (۳۱۹)

انجیل یوحنا

یوحنا کی انجیل حضورؐ کے مبعوث ہونے کا اعلان کر رہی ہے۔ درج ذیل پیش گوئیاں حضرت عیسیٰؑ نے
 نبی کریمؐ کی بابت کی ہیں:

۱۔ ”اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ جہاں کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں۔“ (۳۲۰)

۲۔ ”مجھے تم سے اور بھی بہت سے باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ (محمد) یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی مرضی سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔“ (۳۲۱)

۳۔ ”لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار (تسل دینے والا) تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ اگر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا۔“ (۳۲۲)

۴۔ ”تمام مخلوق مسیح کے بعد حضور نبی کریمؐ کی منتظر تھی چنانچہ یوحنا کی گواہی یہ تھی جبکہ یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور کاہیوں کو بھیجا کہ اس سے پوچھیں کہ ”تو کون ہے اور اس نے اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں۔“ (۳۲۳) تب انہوں نے اس سے پوچھا تو اور کون ہے؟ کیا تو الیاس ہے؟ اس نے کہا: میں نہیں ہوں۔ پس آیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ (۳۲۴) انہوں نے اس سے سوال کیا اور کہا کہ اگر تو نہ مسیح ہے، نہ الیاس اور نہ وہ نبی۔ پس ہتھمہ کیوں دیتا ہے؟ (۳۲۵) ”وہ نبی سوائے نبی موعود رسول منتظر خیرا بشر کے سوا اور کون مراد ہو سکتا ہے؟“

خدا کی مخلوق منتظر تھی دلوں میں تھا اشتیاق پیدا
ازل سے آنکھیں ترس رہی تھیں وہ کنز مخفی دکھائی دیتا

۵۔ ”تمہارے درمیان میں ایک شخص کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے یعنی میرے بعد آنے والا۔ میں جس کی جوتی کا تمہہ کھولنے کے لائق نہیں۔“ (۳۲۶)

۶۔ ”لیکن جب وہ مددگار آئے گا۔ جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی سچائی کا روح جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا اور تم بھی گواہ ہو کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو۔“ (۳۲۷)

۷۔ حضرت یوحنا فرماتے ہیں: ”پھر میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید گھوڑا ہے اور اس پر ایک سوار ہے جو سچا اور برحق کہلاتا ہے اور وہ راشی کے ساتھ انصاف اور لڑائی کرتا ہے اور اس کی آنکھیں آگ کے شعلے ہیں اور اس کے سر پر بہت سے تاج ہیں اور اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔“ (۳۲۸)

۸۔ ”اگر مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔“ (۳۲۹)

۹۔ یوحنا لاموتی کی کتاب الریوا ص ۱۹ ف ۱۵ میں مذکور ہے: ”اور اس کے منہ سے تیز کائنات والی تلوار نکلے گی تاکہ وہ اس سے دوسری قوموں کو تہ تیغ کر سکے۔ وہ لوہے کے ڈنڈے سے ان پر حکومت کرے

گا۔ وہ نچوڑی ہوئی شراب کو جو خدائے قادر کے غضب و ناراضی کا باعث ہو گی اپنے پیروں تلے روند ڈالے گا۔" اس قول سے مراد کہ اس کے منہ سے تگوار نکلے گی قرآن کریم مراد ہے اور آنحضرتؐ کا نچوڑی ہوئی شراب کو پاؤں تلے روندنے سے یہ مراد ہے کہ آپؐ نے اسے قطعی حرام قرار دے دیا۔ (۳۳۰)

یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ بنی اسرائیل کی زبان آرمی کی ایک شاخ عبرانی (HEBREW) تھی۔ حضرت مسیحؑ کی پیدائش سے دو ڈھائی سو برس پہلے سلتوقی اقتدار کے زمانے میں اس علاقے سے عبرانی رخصت ہو چکی تھی اور سریانی (SYRIAC) نے اس کی جگہ لے لی تھی۔ یہی سریانی اہل فلسطین کی عام آدمی کی بولی تھی۔ سلطنت روما کی سرکاری زبان یونانی تھی۔ اہل فلسطین یونانیوں سے مغلوب ہوئے تو سرکاری زبان یونانی کے مقابلہ میں سریانی زبان بھی مغلوب ہو گئی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ موجودہ انانجیل سریانی کی بجائے یونانی زبان میں لکھی گئی ہیں۔ ان کے مترجم اور مولف بھی یونانی بولنے والے تھے جو حضرت عیسیٰؑ کے براہ راست شاگرد نہ تھے انہوں نے ناموں کا بھی ترجمہ کر دیا۔ حضرت عیسیٰؑ کے الفاظ انجیل یوحنا میں ملاحظہ ہوں:

"He that hateth me hateth my father also 23 if I had not done among them the works which none other did they had not had sin: but now have they both seen and hated both me and my father 25, But this cometh to pass that the word may be fulfilled that is written in their law, they hated me without a cause 26 But when the comforter (Paracelete) is come whom I will send unto you from the Father, even the sprit of truth, which proceedeth from the Father, he shall bear witness, because ye also bear witness because ye have been with me from the begining. These things I have spoken unto you, that ye should not be caused to stumble". (331)

اس عبارت کا حوالہ سیرت ابن ہشام میں بھی موجود ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے مورخ محمد بن اسحاق کا ایک بیان نقل کیا ہے جو اس انگریزی اقتباس کا عربی میں لفظی ترجمہ ہے۔ اور اس عبارت کا انہوں نے عنوان "صفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الانجیل" بنایا ہے۔ (۳۳۲)

ابن ہشام نے ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ انجیل میں حضورؑ کے بارے میں حضرت عیسیٰؑ کا اہل انجیل نے یہ عہد لکھا ہے: جس نے مجھ سے دشمنی کی، اس نے پروردگار سے دشمنی کی اور اگر میں ان کے سامنے ایسے کام نہ کرتا، جو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں کئے تو ان کی کچھ خطا نہ ہوتی، لیکن وہ آج سے

اڑانے لگے ہیں اور انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ وہ مجھ پر اور پروردگار پر بھی غلبہ حاصل کر لیں گے مگر جو بات ناموس میں ہے اس کا پورا ہونا ضروری ہے۔ انہوں نے مجھ سے ناحق بغض کیا۔ پس کاش منمننا آگئے ہوتے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ تمہاری طرف پاک روح کے ساتھ بھیجے گا۔ یہ وہ ہو گا جو رب کے پاس سے نکلا اور میرا گواہ ہے اور تم بھی میرے گواہ ہو کیونکہ تم قدیم سے میرے ساتھ رہے رہو۔ میں نے تم سے یہ بات کہہ دی ہے تاکہ تم شک میں نہ رہو (تمہیں عدم تبلیغ کی شکایت نہ رہے) اور منمننا سریانی زبان میں محمد کا ہم معنی ہے اور رومی زبان میں بر قلیطس (فار قلیط) کا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (۳۳۳)

انگریزی اقتباس میں جہاں لفظ (PARACLETE) یعنی (COMFORTER) ہے۔ اس کے مقابلے میں محمد بن اسحاق نے وہ لفظ المنمننا استعمال کیا ہے اور منمننا بالکل لفظ محمد یا احمد کا مترادف ہے یعنی تعریف کیا گیا جبکہ (PARACLETE) یا (PARACLETUS) کا معنی معاون وکیل۔ استاد۔ شفیع یا تسلی دینے والا کیا گیا ہے لیکن اصل لفظ (PERICLYTOS) تھا۔ جس کا معنی ہے تعریف کیا گیا اور محمد کا بھی یہی معنی ہے۔ (۳۳۴) اور محمد بن اسحاق کے عہد میں بھی یہی لفظ تھا اور یہی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تحقیق ہے۔ (۳۳۵) بعض عبرانی نسخوں میں اب تک نام مبارک "احمد" موجود ہے۔ اس لفظ کے بارے میں سر سید احمد خان نے بھی طویل بحث کی ہے اور ان کے نزدیک یونانی میں پیر۔ کلو طاس (PERICLYTOS) یعنی احمد ہی درست ترجمہ ہے۔ (۳۳۶)

انجیل یوحنا کی آیات پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور کی نشانیاں اس میں بڑے واضح الفاظ میں بیان ہوئی ہیں۔ مثلاً سفید گھوڑا سے مراد دلدل (براق) ہے۔ لوہے کے ڈنڈے سے مراد آپ کی قوت مدافعت اور جذبہ جہاد ہے۔ سر پر بہت سے تاج سے مراد آپ کے القابات ہیں۔ مثلاً سید المرسلین، خاتم النبیین، امام الانبیاء، شفیع المذنبین اور اس طرح کے بے شمار القابات ہیں۔ اس کا ایک نام لکھا ہے جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا سے مراد آپ کا اسم گرامی احمد ہے۔ جس کی خبر حضرت عیسیٰ نے دی ورنہ عرب میں یہ نام کوئی نہ جانتا تھا۔ حضور نے بتایا کہ میرا ایک نام احمد بھی ہے۔ سچائی کا روح سے مراد آپ کے مشہور القابات امین اور صادق ہیں۔ صداقت اور عدالت آپ کے اوصاف ہیں۔

انجیل برناباس

انجیل برناباس ۳۲۵ء تک مستند انجیل تسلیم کی جاتی رہی۔ ۳۹۹ء میں بابائے گلاکس اول نے اور بہت سی کتابوں کی طرح برناباس کو گمراہ کن قرار دے کر عیسائیوں کے لئے اس کو اپنے پاس رکھنا جرم ٹھہرایا۔ رفتہ رفتہ یہ کتاب غائب ہو گئی۔ (۳۳۷) ۳۸۳ء میں پوپ نے اس کا ایک نسخہ حاصل کر کے اپنی لائبریری میں محفوظ کر لیا۔ اطالوی زبان میں لکھا ہوا نسخہ ۱۷۱۳ء میں شتراوے یوگین نے جے۔ ایف کمر سے حاصل کیا جو وی آنا کے شاہی کتب خانے میں ۱۷۳۸ء میں نخل ہوا اور یہ مسودہ اب بھی وہاں محفوظ ہے۔ ۱۹۰۷ء میں اس کا انگریزی ترجمہ آکسفورڈ کے کلیئرٹن پریس سے چھپا۔ اس کا عربی ترجمہ مصری عیسائی عالم ڈاکٹر غلیل سعادت نے ۱۹۰۸ء میں کیا۔ عربی ترجمہ کو محمد حلیم انصاری نے اردو میں نخل کر کے ۱۹۱۰ء میں لاہور

سے شائع کیا۔ ۱۹۷۳ء میں انگریزی ترجمہ قرآن کو نسل آف پاکستان کراچی سے دوبارہ شائع ہوا۔ (۳۳۸) یہ انجیل برناباس بڑی حد تک تحریف سے محفوظ ہے۔ (۳۳۹) اس میں حضرت عیسیٰ کی زبانی حضور کے بارے میں کئی بشارات درج ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ مبارک ہو خدا کا پاک نام جس نے تمام قدوسیوں اور نبیوں کے سر تاج یعنی خدا کے آخری رسول کو تمام مخلوقات سے پہلے پیدا فرمایا تاکہ اسے دنیا کی نجات کے لئے بھیجے جیسا کہ اس نے اپنے بندے داؤد کی زبانی فرمایا کہ ستارہ صبح سے پہلے قدوسیوں کی تابانی میں میں نے تجھے پیدا کیا۔ مبارک ہو خدا کا نام جس نے فرشتے پیدا کئے تاکہ وہ اس کی خدمت کریں۔ (۳۴۰)

ADAM, having sprung up upon his feet, saw in air a writing that shone like the sun, which: there is only one God, and Muhammad is the messenger of God, where upon Adam opened his mouth and said: I thank thee O,LORD my God, that thou hast designed to create me but tell me I pray thee what meanth the message of those words. Muhammad is messenger of God. Have there been other men before me. (341)

(ترجمہ): جب آدم اپنے پاؤں پر کھڑا ہوا تو اس نے آسمان میں ایک تحریر سورج کی طرح چمکتی دیکھی جس کی عبارت تھی۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تب آدم نے اپنا منہ کھولا اور کہا میں تمرا شکر ادا کرتا ہوں۔ اے میرے پروردگار! اے میرے خدا میں تمرا شکر گزار ہوں کہ تو نے میری تخلیق فرمائی لیکن میں تیری منت کرتا ہوں کہ تو مجھے خبر دے کہ ان الفاظ کا کیا مطلب ہے، (محمد رسول اللہ) کیا مجھ سے پہلے اور بھی انسان ہوئے ہیں۔

۳۔ خدا نے کہا۔ مرحبا اے میرے بندے آدم میں تجھے بتاتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جسے میں نے پیدا کیا اور وہ جسے تو نے دیکھا ہے۔ تمرا بیٹا ہے۔ جو دنیا میں اب سے بت سال بعد آئے گا اور میرا رسول ہو گا جس کے لئے میں نے تمام چیزیں پیدا کی ہیں۔ جب آئے گا تو دنیا کو نور بخشنے گا جس کی روح ہر شے پیدا کرنے سے ساٹھ ہزار سال پہلے ملکوئی شان میں رکھی گئی تھی۔ (۳۴۲)

۴۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تحقیق چاند اس کو اس کے بچپن میں سلانے کے لئے لوریاں دے گا اور جب وہ رسول بنا ہو گا تو اس چاند کو اپنی دونوں ہتھیلیوں سے پکڑے گا۔ (۳۴۳) یہ عبارت معجزہ شق القمر کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

۵۔ اور آدمی رات کی نماز کے بعد شاگرد یسوع کے قریب آگئے تب یسوع نے ان سے کہا یہی رات میرا رسول اللہ کے زمانے میں سالانہ جو ملی ہو گی جو کہ اس وقت ہر سو برس پر آتی ہے اس لئے میں نہیں

چاہتا ہوں کہ ہم سو رہیں بلکہ یہ کہ ہم سو مرتبہ اپنے سر کو جھکاتے ہوئے نماز پڑھیں۔ اپنے قدیر رحیم محبوب کے لئے سجدہ کریں جو کہ ابد تک مبارک ہے۔ (۳۳۳)

۶۔ ہمیں اللہ کا شکر کرنا چاہئے کہ اس نے ہم کو اس رات میں ایک بڑی رحمت عطا کی ہے کیونکہ وہ اس زمانہ کو پھر واپس لایا جس کا اس رات میں گذرنا لازم ہے۔ اس لئے کہ تحقیق ہم نے بیعتی کے ساتھ رسول اللہ کے ہمراہ دعا مانگی اور تحقیق میں نے اس کی آواز سنی۔ (۳۳۵)

ان دونوں عبارات سے حضرت مسیح کے نزدیک شب میلاد رسول کی رفعت اور عظمت نمایاں ہے اور وہ اس رات نیند کو نامناسب سمجھتے ہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ عبادت کر کے برکات و فیوض حاصل کرنے کے در پے ہیں اور اپنے حواریوں کو بھی اسی امر کی تلقین فرماتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ اس رات اور اس دن کو بطور عید میلاد رسول منانے کا علم رکھتے تھے۔ اس سے جہاں آپ کا مستقبل میں وقوع پذیر امور غیب پر مطلع ہونا ثابت ہے وہاں اس رات اور دن کو مسرت و شادمانی اور فرحت و خوشی کے اظہار کا پسندیدہ امر ہونا بھی واضح ہوتا ہے۔ نواب صدیق حسن نے بھی وضاحت فرمائی ہے: سو جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں۔ (۳۳۶)

۷۔ حضرت عیسیٰ حضور کی آمد کی واضح بشارت دے رہے ہیں: میں وہ مسیح نہیں ہوں جس کا انتظار دنیا کی تمام قوموں کو ہے، جیسا کہ خدا نے ہمارے باپ ابرہام سے وعدہ کیا تھا کہ تیری نسل میں زمین کی تمام قوموں کو برکت دوں گا پھر جب خدا مجھے دنیا سے اٹھائے گا تو اٹلیس ٹاپرہیز گاروں کو یہ یقین دلا کر کہ میں خدا اور خدا کا بیٹا ہوں پھر یہ ملعون فتنہ اٹھائے گا جس سے میرا کلام اور میری تعلیم ناپاک ہو جائے گی یہاں تک کہ تمیں صاحب ایمان رہ جائیں گے جس پر خدا دنیا پر رحم فرمائے گا۔ اور اپنا رسول بھیجے گا۔ جس کے لئے اس نے سب چیزیں بنائی ہیں جو جنوب سے طاقت کے ساتھ آئے گا اور جنوں کو بت پرستوں سمیت برباد کر دے گا۔ اٹلیس سے وہ غلبہ چھین لے گا جو اسے انسانوں پر ہے۔ وہ اپنے ساتھ خدا کی رحمت ان کی نجات کے لئے لائے گا جو اس پر ایمان لائیں گے اور مبارک ہے وہ جو اس کے کلام پر ایمان لائے گا۔ (۳۳۷)

۸۔ اور جب میں نے اسے دیکھا تو میری روح تسکین سے بھر گئی یہ کہہ کر کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا تمہارے ساتھ ہو اور وہ مجھے اس لائق بنائے کہ میں تیری جوتی کا تمہارے کھول سکوں کیونکہ یہ پاکر میں ایک برائی اور خدا کا قدوس ہو جاؤں گا اور یہ کہہ کر یسوع نے خدا کا شکر ادا کیا۔ (۳۳۸)

The name of Messiah is admirable, for God himself gave him the name when he has created his soul and placed it in acelestical splendour. God said, "Wait Muhammad, for thy sake, I will to create the paradise, the worlds, and a great multitude of

creatures, I shall send thee into the world. I shall send thee as my messenger of salvation and thy word shall be true, in so much that heaven and earth shall fail, but thy faith shall never fail,
"Muhammad is his blessed name. (349)

اس عبارت میں حضرت عیسیٰ نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کس قدر واضح انداز میں حضور کی آمد کی بشارت دی ہے: مسیحا کا نام "قابل تعریف" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان کی روح مبارک کو پیدا کیا اور آسمانی آب و تاب میں رکھا تو خود ان کا نام رکھا۔ اللہ نے فرمایا۔ "اے محمد! انتظار کرو۔ میں نے تیری خاطر جنت کو پیدا کیا ہے۔ ساری دنیا کو پیدا کیا ہے اور بے شمار مخلوقات کو پیدا کیا ہے؛ جب میں تجھے دنیا میں بھیجوں گا تو تمہیں نجات دہندہ رسول بنا کر بھیجوں گا۔ تیری بات سچی ہوگی۔ آسمان اور زمین فنا ہو سکتے ہیں لیکن تیرا دین کبھی فنا نہیں ہو سکتا۔" آپ نے کہا کہ "محمد" اس کا پابند نام ہے۔ اس پر تمام سامعین نے فریاد کرنی شروع کی۔ اے خدا! "اپنے رسول کو ہماری طرف بھیج یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا کی نجات کے لئے جلد تشریف لے آئیں۔"

صرف برناباس کی انجیل میں ہی حضور اکرم کے بارے میں بشارات کا سراغ لگایا جائے تو آپ کی سیرت پاک اور خصائل و شمائل کے بارے میں بہت سی دقیق معلومات ملتی ہیں مثلاً آپ کو نبیوں کا سر تاج (باب ۳: ص ۱۰) خدا کا رسول (باب ۳۹ ص ۳۵-۳۶) باعث تخلیق کائنات (باب ۳۹ ص ۳۶) مالک و مختار (باب ۳۱ ص ۳۹) آپ کا فضائل میں سے جملہ انبیاء کی نسبت سے چند حصہ وصول فرمانا (باب ۳۳ آیت ۲۸ تا ۳۲ ص ۷۰) رحمتہ للعالمین (باب ۳۳ آیت ۱۳ تا ۱۵ ص ۶۸۔ باب ۳۶ آیت ۱۵-۱۶ ص ۲۰۳ اور باب ۲۳ آیت ۳ تا ۱۰ ص ۳۳۳) قیامت کے دن حضور کا ہزار سورج کی طرح چمکنا اور انبیاء و فرشتوں کا ان کے گرد جھرمٹ ہونا (باب ۵۳ آیت ۲ تا ۱۱ ص ۸۳-۸۵) خاتم النبیین کا نسل اسماعیل سے ہونا (باب ۲۰۸ ص ۲۸۹۔ باب ۳۳ ص ۶۹۔ باب ۱۹۱ ص ۲۷) حضرت عیسیٰ کا اعتراف کہ میں وہ نبی نہیں ہوں (باب ۹۳ ص ۹۳۔ باب ۸۲ ص ۱۳۳) آدم کے ناخنوں پر اسم محمد کا لکھا جانا (باب ۳۹ آیت ۱۳ تا ۲۸ ص ۶۰) اور حضور کا دنیا کی سب چیزوں سے پہلے پیدا کیا جانا (باب ۳۵ ص ۵۳-۵۴)۔

عرفان غازی نے انجیل برناباس کے حوالے سے حضور کی بشارات کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور آپ کا وعدہ ابراہیم تصدیق عیسیٰ تحویل قبلہ کی بشارت، میثاق انبیاء، شرح صدر، سراج منیر، رسول مبین، شافع محشر، خاتم النبیین، رحمت عالم اور جامع جمیع صفات ہونا ثابت کیا ہے۔ (۳۵۰)

حضور کے اسم مبارک میں سے "محمد" ایسا نام نامی ہے جسے آپ کے بتانے سے پہلے اہل عرب میں کوئی نہ جانتا تھا۔ اس نام کے بارے میں انجیل میں یہ اشارہ موجود ہے۔ "آپ کا ایک نام جسے آپ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔" (مکا شدہ یوحنا باب ۱۹ آیت ۱۱-۱۲) یہ نام نامی حضرت عیسیٰ کو بتایا گیا۔ اس کی تصدیق مسند احمد بن حنبل سے ہوتی ہے جب حضرت جعفر طیار اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نجاشی شاہ حبشہ کے دربار

میں تشریف لائے تو نجاشی نے کہا۔ ”غوش آمدید ہو آپ کو اور اس کو (نبی کریم) جس کے پاس سے آپ آئے ہیں۔ میں (نجاشی) گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ وہ ہیں جن کا نام ہم انجیل میں پاتے ہیں اور جن کی بشارت حضرت عیسیٰ ابن مریم نے دی۔“ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ نجاشی جو مذہبی اعتبار سے عیسائی تھا۔ اسے آپ کا نام نامی معلوم تھا۔ (۳۵۱) مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ نے حضور کے اسم گرامی اور دیگر اوصاف کے بارے میں جو انجیل میں موجود ہیں۔ مشنری میں ارشاد فرمایا ہے:

بود در انجیل نام مصطفیٰ

آل سر پیغمبران بحر صفا

بود ذکر حلیہ با و شکل او

بود ذکر غز و صوم و اکل او

طائفہ نصرانیاں بہر ثواب

چوں رسیدندے بدای نام و خطاب

بوسہ دادندے بر آل نام شریف

رو نمودندے بدای وصف لطیف

(۳۵۲)

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام انجیل میں تھا جو پیغمبروں کے سردار اور صفا کے سمندر ہیں۔ ان کے حلیہ اور شکل کا ذکر تھا، ان کے جماد اور روزے اور کھانے کا ذکر تھا۔ عیسائیوں کی ایک جماعت ثواب کے لئے جب اس نام اور خطاب پر پہنچتے اس حبرک نام کو بوسہ دیتے، اس پاک تعریف پر منہ رکھ دیتے۔

رسولوں کے اعمال

حضرت عیسیٰ کے بعد ان کے حواری پطرس نے یوں متادی کی۔ ”ضرور ہے آسمان میں اس وقت تک رہے جب تک کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں۔ جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے۔ جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سنتا اور یوں ہو گا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا، وہ امت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔“ (۳۵۳)

غزل الغزلات (نشد الانشاد)

یہ حضرت سلیمان کے مقدس صحیفہ کا نام ہے۔ یہ آج کل بائبل عہد نامہ عتیق اور جدید کے مجموعہ میں شامل ہے۔ اصل صحیفہ عبرانی زبان میں تھا۔ اس میں حضرت سلیمان نے حضور کی آمد کی بشارت میں اشاروں کنایوں سے کام لینے کی بجائے صاف طور پر حضور کا اسم گرامی بتایا ہے: خلو محمد زہ رودی زہ رع (۳۵۴) (وہ ٹھیک محمد ہیں۔ وہ میرے محبوب ہیں میری جان)۔ اسی صحیفہ میں آپ کا اسم گرامی مع حلیہ

مبارک یوں بیان کیا گیا ہے: ”میرا محبوب نورانی، گندم گوں، ہزاروں میں سردار ہے۔ اس کا سر میرے کا سا چمکدار ہے اس کی زلفیں مثل کوئے کی کالی ہیں۔ اس کا چہرہ مثل ماہتاب کے، جو ان مانند صنوبر کے، اس کا گلاب نایت شیریں اور وہ بالکل محمد یعنی تشریف کیا گیا ہے۔ یہ ہے میرا دوست اور میرا محبوب، اے بیٹیو بروٹلم کی۔“ (۳۵۵) اس کلام میں بین السطور صرف ایک ہی شخصیت ہے اور وہ ہیں سرور کشور رسالت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ اس میں بعض الفاظ صراحت کے ساتھ آپ ہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

دیگر پیغمبروں نے بھی آپ کی تشریف آوری کی واضح الفاظ میں بشارات دی ہیں:

حضرت ادریسؑ نے آپ کے بارے میں درج ذیل الفاظ میں پیش گوئی کی: دیکھو ہمارا آقا اپنے دس ہزار ہمراہیوں (صحابہ کرام) کے ساتھ آ رہا ہے تاکہ سب لوگوں کا انصاف کرے۔ (کتاب یسودہ ۱: ۱۳-۱۵) (۳۵۶)

حضرت نوحؑ نے فرمایا: ”اب میں اپنی کمان کو بادلوں میں رکھ دیتا ہوں ایک زمانہ ایسا آئے گا جب میں زمین کے اوپر ایک بادل کو لاؤں گا جس سے وہ کمان بادلوں میں دکھائی دینے لگ جائے گی۔“ (کتاب پیدائش ۹: ۱۳ تا ۱۷)۔ (۳۵۷)

حضرت شعیبؑ کے کلام میں ہے: ”میں نے دو سوار دیکھے جن کے نور سے زمین روشن ہو گئی۔ ان میں سے ایک نجر سوار تھا اور دوسرا شتر سوار۔“ (نجر سوار سے مراد حضرت یحییٰؑ اور شتر سوار ہمارے پیغمبر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) اسی طرح انہوں نے فرمایا۔ ”اے قوم میں نے ایک صورت انور اونٹ پر دیکھی ہے جو اپنی صوف نشانی میں چاند سے مشابہ تھی۔“ (۳۵۸)

حضرت سلیمانؑ نے سلطنت مصطفیٰ کے متعلق یوں بشارت دی۔ ”اس کی سلطنت سمندر سے سمندر تک اور دریائے فرات سے زمین کی اتنا تک ہو گی۔ بیابان کے رہنے والے اس کے آگے جھکیں گے اور اس کے دشمن خاک چائیں گے۔ اس کا نام ہمیشہ قائم رہے گا۔ جب تک سورج ہے اس کا نام رہے گا اور لوگ اس کے وسیلہ سے برکت پائیں گے، سب قومیں اس کو خوش نصیب کہیں گی۔“ (فرمودہ ۷۲)۔ (۳۵۹)

حضرت ابراہیمؑ کے صحیفہ میں مذکور ہے۔ ابن سعد نے شعبی سے روایت کیا ہے: ابراہیمؑ کی کثیر اولاد ہو گی۔ یہاں تک کہ ان کی اولاد میں نبی امی اور خاتم النبیینؑ آئیں گے۔ (۳۶۰) حضرت ابراہیمؑ نے رسول اکرمؐ کی بعثت سے کم و بیش تین ہزار سال قبل عالم انسانی کو یہ نوید سنائی۔ ”وہ عربی ہو گا“ اس کا ہاتھ سب کے خلاف ہو گا۔ وہ اپنے سب بھائیوں کے درمیان بود و باش کرے گا۔“ (۳۶۱)

حضرت سلیمانؑ کے جانشین انبیاء میں سے حضرت یسعیاہؑ نے اپنے صحیفے میں جو الہامی الفاظ فرمائے ہیں اور حیرت انگیز پیش گوئی کی جو نہایت عظیم الشان طریقے سے حضورؐ کی ذات اقدس میں پوری ہوئی۔ ”ان پڑھ کو کتاب دی گئی کہ اسے پڑھ، وہ کہتا ہے کہ میں ان پڑھ ہوں، پڑھ نہیں سکتا۔“ (۳۶۲)

زر شستی مذہب (پارسیوں کا مذہب)

اسلام کے ظہور سے پیشتر اہل ایران کا مذہب آگ کی پوجا تھا۔ اسے زر شستی مذہب یا پارسیوں کا

مذہب بھی کہا جاتا ہے۔ ایران قدیم میں ایک زبردست دینی شخصیت حضرت زر تشت (ZORO ASTOR) نے تقریباً ۱۰۰۰ ق۔م میں جنم لیا۔ اہل میڈیا نے انہیں پیغمبر تسلیم کیا جن پر بقول ان کے "اوستا" نامی الہامی کتاب نازل ہوئی۔ ان کی روایت کے مطابق اوستا اکیس نسلوں پر مشتمل تھی مگر اس کتاب کا ۱/۱۰ حصہ ہی بچ سکا اور باقی ۹/۱۰ حصہ وقت کے بحر ظلمات میں غرق ہو کر ناپید ہو چکا ہے۔ زر تشت کی تعلیمات سے یہ گمان حقیقت کا روپ دھار لیتا ہے کہ شاید وہ پیغمبر ہی ہوں کیونکہ ان کی تعلیمات تعمیری اور جاندار ہیں۔ خود زر تشت نے ایک خدا یعنی "آھورا مزدا" کی پرستش لازمی قرار دی اور نیکی و بدی یا خیر و شر کا تصور بھی دیا۔ پارسیوں نے مرور زمانہ کے ساتھ نیکی و بدی کو دو مستقل خداؤں کا درجہ دے دیا۔ نیکی کے خدا کو یزداں اور بدی کے خدا کو اہرمن (شیطان) کے نام دے دیئے۔ بہر حال زر تشت نے اوستا میں اور باتوں کے علاوہ ایک بیان یہ بھی دیا ہے جسے علامہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنے خطبات بہاولپور میں نقل کیا ہے۔ "میں نے دین کو مکمل نہیں کیا میرے بعد ایک نبی اور آئے گا جو اس کی تکمیل کرے گا اور اس کا نام رحمتہ اللعالمین یعنی تمام جہانوں کے لئے باعث رحمت ہو گا۔" (۳۶۳) اس اقتباس سے صاف واضح ہے کہ حضرت زر تشت آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دے رہے ہیں۔

حضور کی آمد کی بشارت ژند اوستا کے دستاویز ۳۳ میں یوں بیان کی گئی ہے۔ "جب اہل فارس اخلاقی طور پر زوال پذیر ہو جائیں گے۔ ایک فحش عرب میں پیدا ہو گا۔ اس کے پیروکار ان کے مذہب اور تخت و تاج کو ویران کر دیں گے اور ایران کے طاقتور اور مغرور حکمران مغلوب ہو جائیں گے۔ جو گھر بنایا گیا تھا اور جس میں بہت سارے بت رکھے گئے تھے۔ ان بتوں سے پاک ہو جائے گا اور لوگ اس کی طرف اپنا چہرہ کر کے اپنی نمازیں پڑھیں گے۔ اس کے پیروکار پارسیوں کے شیطوس (TUS) اور بلخ اور ان کے اردگرد کے بڑے شہروں پر قابض ہو جائیں گے اور دیگر علاقوں کے دانا لوگ اس کے پیروکاروں سے مل جائیں گے۔" (۳۶۴)

یہ کتاب پارسیوں کے پاس ہمیشہ رہی ہے۔ اس میں حضور کا میلاد، کعبہ سے بتوں کا اخراج، آتش فارس کا بجھنا، کعبہ کی طرف منہ کر کے عبادت کرنا، مسلمانوں کا ایران فتح کرنا، اس قدر واضح پیش گوئی ہے جو حضور کے علاوہ کسی اور کے لئے نہیں ہو سکتی۔

گوتم بدھ

ہندوستان کی مقدس کتابوں کے علاوہ مذہبی شخصیات نے بھی بلیغ اشارات میں نبی کریم کی آمد کی بشارت دی ہے۔ گوتم بدھ (۵۶۸ ق۔م۔ ۴۸۸ ق۔م) نے برہمنوں کے سامراجی فلسفے میں دم توڑتی ہوئی انسانیت کو نجات دلانے کی بھرپور کوشش کی۔ جب وہ اپنا مقدس مشن پورا کر کے دنیا سے رخصت ہونے لگے۔ تو انہوں نے اپنی زندگی کے جو آخری الفاظ کہے وہ حضور کی بعثت کے متعلق گواہی پر مشتمل تھے۔ عین اس وقت جب گوتم بدھ کی سانس اکھڑ رہی تھی اور نبضیں ڈوبنے والی تھیں، ان کے ایک شاگرد مندا نے بے قرار ہو کر پوچھا: "آقا آپ کے جانے کے بعد دنیا کو کون تعلیم دے گا۔" اس کے جواب میں گوتم

بدھ نے جو الہامی الفاظ کے، وہ تاریخ نے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لئے۔ اس عظیم مفکر اور اپنے عہد کے نامور نے جواب دیا۔ ”نندا میں پہلا بدھ نہیں ہوں جو زمین پر آیا۔ نہ میں آخری بدھ ہوں۔ اپنے وقت پر ایک اور بدھ آئے گا۔“ عظیم بدھ کے اس ارشاد پر اس کے شاگرد نندا نے سوال کیا۔ ”ہم اسے کس طرح پہچانیں گے۔“ بدھ نے جواب دیا۔ ”وہ تیریا کے نام سے موسوم ہو گا۔“

تیریا کیا ہے؟ الہ آباد کے مشہور انگریزی اخبار ”لیڈر“ کی ۲۱۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء کی اشاعت میں ایک بدھ عالم کا مضمون شائع ہوا تھا۔ جس میں اس نے ”تیریا“ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا تھا۔ وہ جس کا نام ”رحمت“ ہے۔ (۳۶۵) تیریا سنسکرت کا لفظ ہے۔ اس کے لغوی معنی دوستی، خیر خواہی، رحم والا، محبت والا، شفقت والا، مخلوق کی خیر خواہی کرنے والا اور رحمت والا ہیں اور یہ سب صفات حضورؐ میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ (۳۶۶)

گوتم بدھ کی ایک پیش گوئی ملتی ہے: ”بھائیو! اس وقت دنیا میں ایک اعلیٰ ہستی مبعوث ہو گی اس کا نام برگزیدہ ”تیریا“ ہو گا۔ کامل معرفت والا، حکمت نیک اور سرور مطلق والا، تمام عالمین کا عالم بے نظیر ہدایت کے حتمی لوگوں کا ہادی، فرشتوں اور انسانوں کا معلم۔ ایک بدھ اعظم جیسا میں اس وقت ہوں وہ کامل طور پر جانے گا اور دیکھے گا۔ اعلیٰ زندگی کی معرفت مع اپنے کمال و صفائی اصلی روح اور الفاظ دونوں کی وساطت سے ظاہر کی جائے گی جیسا کہ میں اب ظاہر کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہزاروں صحابہ کی جماعت ہو گی جیسا کہ میرے ساتھ چند سو کی جماعت ہے۔ (۳۶۷) (چکاوتی سنگھ ناو۔ ستنا ڈی ۳: ۷۶)

اس پیش گوئی میں آپؐ کی آمد کے علاوہ صحابہ کبارؓ کی کثیر تعداد کے بارے میں بھی واضح اشارہ موجود ہے۔ فتح مکہ کے وقت آپؐ کے ساتھ دس ہزار اصحاب اور آخری خطبہ حجۃ الوداع کے وقت آپؐ کے سامنے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرامؓ کا جم غفیر تھا۔

وید اور پران

ہندوؤں کی دینی تعلیمات کا دار و مدار جن کتابوں پر ہے۔ ان میں چاروں وید (رگ وید، سام وید، یجر وید، اتھروید) ایشد۔ گیتا اور دس پران شامل ہیں۔ ان میں رگ وید کی زبان کو عہد حقیق کی وہ زبان کہا جا سکتا ہے جس کی شستہ و رفتہ اور قواعد دانوں کے بنائے ہوئے اصولوں کے مطابق معیاری شکل کا نام سنسکرت ہے۔ (۳۶۸)

پران اور بشارات مصطفیٰ

پران کا لفظ اردو میں ”پرانا“ کا ہی مترادف ہے۔ اس کی طرف قرآن مجید میں ایک عجیب و غریب اشارہ ملتا ہے۔ قرآن مجید کی ایک آیت ہے: **وَاللہ لعی زبور الاولین (۲۶: ۹۳)** اس چیز کا پرانی کتابوں میں ذکر ہے۔ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس آیت کا تعلق پرانوں سے ہے یا نہیں مگر ان دس پرانوں میں سے ایک پران میں یہ ذکر آیا ہے: ”آخری زمانے میں ایک شخص ریگستان کے علاقے میں پیدا ہو گا اس کی ماں کا نام ”قابل احمد“ (آمنہ) اور باپ کا نام اللہ کا غلام (عبداللہ) ہو گا۔ وہ اپنے وطن سے شمال کی طرف

جا کر نینے پر مجبور ہو گا اور پھر وہ اپنے وطن کو دس ہزار آدمیوں کی مدد سے فتح کرے گا۔ جنگ میں اس کی رتھ کو اونٹ کھینچیں گے اور وہ اونٹ اس قدر تیز رفتار ہوں گے کہ آسمان تک پہنچ جائیں گے۔“ (۳۶۹)

یہ الفاظ اتنی صراحت سے بیان ہوئے ہیں کہ ان سے حضورؐ کی ذات پاک کے سوا اور کوئی دوسرا نبی یا رسول مراد ہو ہی نہیں سکتا۔

بھوشن پران میں ہے: ”اے دیوتاؤ! سنیل گرام میں یہ کتب پیدا ہو گا۔ وہ وشنو ایشیاء کے نام سے مشہور ہو گا۔ وشنو کیرتی اس کی چیتنی بیوی ہو گی۔“ (بھوشن پران حصہ ۳ پر تی سرگ بر باب ۲۵ صفحہ ۱۵۹۷ شلوک ۸ تا ۱۰) اس سے مراد ہے کہ عرب میں وہ پیغمبر پیدا ہوں گے اور رسول اللہ کے نام سے مشہور ہوں گے۔ ان کی چیتنی بیوی کا نام خدیجہ الکبریٰ (دشنو کیرتی) ہو گا۔

کلنگی پران ہندوؤں کی محترم کتاب ہے۔ اس میں دس پیغمبروں کے آنے اور مبعوث ہونے کا ذکر آیا ہے۔ اس میں حضورؐ کی آمد کی بھی پیش گوئی کی گئی ہے۔ چنانچہ اس کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ ”کلنگی اوتار ایک پہاڑی میں عبادت کرے گا وہاں خدا اس کو سبق دے گا پھر اس کو اپنے گھر والوں سے تکلیف ہو گی اور یہ مجبوراً جدا ہو کر شمالی پہاڑوں میں چلا جائے گا۔ اس اوتار کے چار بھائی ہوں گے جو اس کے دھرم کو سارے جہان میں پھیلائیں گے۔ اس اوتار کی ایک بیوی بڑی خوبصورت سرخ رنگت کی ہو گی۔ اے لوگو! جب اس اوتار کا ظہور ہو تو تم اس کے قدموں میں اپنے سر رکھ دینا کیونکہ نجات اور ہدایت اسی کے پاس سے ملے گی۔“ (۳۷۰) آپؐ نے کوہ حرا میں عبادت کی اور وہیں پر وحی نازل ہوئی۔ چار بھائیوں سے مراد خلفائے راشدین ہیں جنہوں نے اسلام کی اشاعت کی۔ شمالی پہاڑوں میں جانا ہجرت ہے جو مکہ سے مدینہ کو ہوئی۔ سرخ رنگت والی بیوی حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ خواجہ حسن نظامی نے بھی اپنے میلاد نامہ میں کلنگی پران کے حوالے سے حضور اکرمؐ کی آمد کی بشارت کا ذکر کیا ہے۔ (۳۷۱)

بھاوشہ پران شکرمت میں ہے۔ اس میں حضورؐ کا اسم گرامی محمد صاف لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔ ”ایک ملیچھا (کسی غیر ملک کا باشندہ جو اجنبی زبان بولتا ہو) روحانی استاد اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ظاہر ہو گا۔ اس کا نام محمد ہو گا۔ راجہ (بھوج) نے اس مہادیو عرب کو (یعنی فرشتہ خصلت عرب کو) گنگا کا پانی اور بیج گادیا میں غسل دینے کے بعد (یعنی اسے تمام گناہوں سے پوتر کرنے کے بعد) اپنی مخلص خدمات کا تحفہ پیش کیا تو پھر ہر طرح کا احترام کرتے ہوئے کہا۔ اے فخرینی نوع انساں! عرب کے رہنے والے میں تیرے حضور میں جھک کر سلام کرتا ہوں۔ تو نے شیطان کو ہلاک کرنے کے لئے بہت بڑی طاقت کو اکٹھا کیا ہے اور آپؐ نے اپنی حفاظت کے لئے عربی مخالفین سے بچاؤ کی خاطر حفاظت کر لی ہے اور تو! جو اس بہت ہی پاکیزہ خدا کی تشبیہ ہے اور وہ خدا سب سے بڑا ہے میں تیرا غلام ہوں۔ مجھے جو تیرے پاؤں کے اوپر پڑا ہوا ہے قبول کر لے۔ (پراتی سرگ پر نمبر ۳ فقرہ ۳، ۵، ۸) (۳۷۲) اس کے علاوہ شلوک نمبر ۱۰ تا ۲۷ میں بھی صاف لفظوں میں پیش گوئی موجود ہے۔ ”ان دشمنوں کو رہنمائی کرنے کے لئے بہت ہی مشہور محامد (محمد) جس کو میں نے برہما کا لقب دیا ہے۔ ان پشاپا لوگوں کو راہ راست پر لانے میں مصروف ہے۔“ (۳۷۳)

پوتھک اوترا ن یا پوتھک سگرام ہندوؤں کی مقدس کتاب ہے۔ بیاس جی کی اس مقدس کتاب میں آپ کی پیش گوئی واضح الفاظ میں موجود ہے۔ ”آنے والے زمانہ میں ”مہامت“ پیدا ہو گا۔ اس کی نشانی یہ ہو گی کہ اس کے سر پر پادل سایہ کرتا ہو گا اور اس کے جسم کا کوئی حصہ سیاہ نہ ہو گا وہ دنیا کے لئے کوئی تلاش نہیں کرے گا اس کی تلاش سراسر دین کے لئے ہو گی جو کچھ بھی اس کے ہاتھ آئے گا اسے خدا کی راہ میں دے دیا کرے گا۔ اپنی زندگی میں اس کا طریقہ کم کھانے کا ہو گا۔ عرب کے سرداران اس کے دشمن ہوں گے لیکن وہ خود خداوند تعالیٰ کا محبوب ہو گا۔ قادر اور توانا خداوند تعالیٰ اس کی طرف تمیں کتابیں بھیج دے گا۔“ (۳۷۴) برج بھاشا زبان میں اس پوتھک اوترا ن کا ترجمہ تسمی داس نے کیا۔ اس کے منظوم ترجمہ کے کاغذ ۲۱ سکٹھ ۲۳ میں ہے: بنا محمد نیا پار نہ ہوئے اور یہ پورا شعر یوں ہے:

تب لگ سندرم چھم کوئی
بنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پار نہ ہوئی
(۳۷۵)

دھرم اوترا کھنڈ

دھرم اوترا کھنڈ مہا یو جی (۱۵۲۰ ق م - ۱۳۵۳ ق م) کے خطبات اور تقاریر پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں لکھا ہوا ہے: وہ مخلوقات سے ڈرتا نہیں ہو گا۔ بہت ہی دلاور اور سمجھدار ہو گا۔ اس کا نام مہامت ہو گا۔ اس مہامت کی اوضاع دیکھنے سے لوگ حیران ہوں گے۔ اس کی قوم اور قبیلہ کے لوگ جس طریقہ سے عبادت کیا کرتے ہیں وہ اس طرح کی عبادت نہیں کرے گا اور اپنی قوم سے کہے گا کہ مجھے اس قادر ذات کی طرف سے جو واحد ہے اور کوئی شریک نہیں رکھتا، یہ حکم ہے کہ اس قسم کی بے معنی عبادت مت کیا کر اور میں سوائے ایک اللہ کی ذات کے دوسرے کسی کی طرف بھی رجوع کرنے والا نہیں ہوں۔ آپ لوگ میری تابعداری کریں۔ اس کی تبلیغ اور دعوت کی وجہ سے اس کی قوم کے سب لوگ اس سے الگ ہو جائیں گے۔ (۳۷۶) مہامت سے مراد حضورؐ کی ذات اقدس ہے۔

سام وید

سام وید چار ویدوں میں سے ایک ہے۔ برہمنوں کے نزدیک اس وید کو باقی ویدوں پر خاص فوقیت حاصل ہے۔ اس میں حضورؐ کے متعلق بہت سی پیش گوئیاں موجود ہیں۔ حتیٰ کہ آپؐ کا اسم مبارک ”احمد“ بھی موجود ہے۔ احمدؐ ہے پتوہ میدھام رشیہ پری جگہ۔ (۳۷۷) (ترجمہ) احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب سے پر حکمت شریعت کو حاصل کیا۔ ایک منتر میں حضورؐ کی بخت کا اظہار یوں ہے:

”احمدؐ نے اپنے پرہاتما سے سندھ آدرش اور پرکار سیکھا۔ میں سورج کی طرح روشن ہو رہا ہوں۔“ (۳۷۸) اس اشلوک میں آپؐ کا نام احمدؐ واضح طور پر لکھا گیا۔ آپؐ کی حکمت سے لہریز شریعت کا

تذکرہ اور آپ کو سورج کی مانند روشن سراجا " منیرا کے متبادل لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی صفات اس طرح بیان کی گئی ہیں۔ (۳۷۹) وہ ہر مقدس اسم کا مہیٰ رعد والا، نہایت تعریف کیا گیا۔ قلعوں کو توڑنے والا جو ان 'عقل' بے انداز قوت پیدا کیا گیا، انہوں نے دعا کے مجنوں کے ساتھ اس اندر کی شان بیان کی جو اپنی قوت سے حکومت کرتا ہے جس کے ہزاروں بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ عطیہ آتے ہیں۔

اتھروید

اتھروید تینوں ویدوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ اس میں رگ وید کے مخلص، سام وید کے گانے اور یجروید کی عبادت کا ذکر ہے۔ اتھروید صحیفہ ابراہیم کی بڑی حد تک نقل ہے۔ اتھروید میں حضور کی آمد کی بشارت اس طرح دی گئی ہے: اوم جنہ اپ اشرت نرا شہ اسوشتے کورم یسم سسرچہ نویم رشمیشوا دو ہے۔ (۳۸۰)

(ترجمہ): اے لوگو یہ (بشارت) احرام سے سنو۔ محمد تعریف کیا جائے گا۔ ساٹھ ہزار اور نوے دہشتوں میں اس ہجرت کرنے والے (امن پھیلانے والے کو) ہم (حفاظت میں) لیتے ہیں۔ نرا شہ کے معنی ہیں لوگوں میں تعریف کیا گیا۔ ہجرت کے وقت مکہ مکرمہ کی آبادی ساٹھ ستر ہزار تھی جیسا کہ ابن اثیر کامل وغیرہ نے لکھا ہے۔ (۳۸۱)

حضور کے متعلق اتھروید میں چند اشارات اس طرح ملتے ہیں: اے لوگو! بڑے زور و شور سے سنو! مہامت لوگوں میں ظاہر ہو گا۔ ہم ہجرت کرنے والے کو ساٹھ ہزار اور نوے دہشتوں سے پناہ دیں گے۔ اس نے مارج رشی کو سینکڑوں سونے کے سکے، دس حلقے، تین سو عربی گھوڑے اور گائیں دیں۔ (اتھروید کاند ۲۰ سواگت ۱۲ مترا تا ۳)۔ اس میں مہامت اور مارج رشی سے مراد حضور کی ذات اقدس ہے۔ ماہ یعنی ماہ معنی بہت زیادہ مع یعنی تعریف کیا گیا۔ زبان اور لہجے کے اختلاف کی وجہ سے لفظ محمد کو مہامت بنا دیا گیا ہے۔ معنوں اور مضموم کے اعتبار سے اس کا اطلاق حضور کی ذات پاک پر ہوتا ہے۔ ان سنتوں سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مہامت رشی (حضرت محمد) پہلے ہجرت کریں گے۔ اور پھر ان کو فتح حاصل ہو گی۔ سینکڑوں سونے کے سکے سے مراد وہ اصحاب کہاڑ ہیں جو مکہ مکرمہ میں آپ کو میسر آئے اور وہ اہل مکہ کی ہر قسم کی سختیاں برداشت کر کے خالص سونے کی طرح قیمتی بن گئے۔ دس حلقے سے مراد عشرہ مبشرہ، تین سو عربی گھوڑوں سے مراد اصحاب بدر اور دس ہزار گائیں سے مراد وہ دس ہزار صحابہ کرام ہیں، جو فتح مکہ کے روز حضور کے ساتھ تھے۔ یہی بات حضرت موسیٰ نے فرمائی تھی: وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آئے گا۔ (کتاب استثناء باب ۳۳ آیت ۱) اور حضرت سلیمان نے فرمایا: دس ہزار آدمیوں کے درمیان جھنڈے کی مانند کھڑا ہو گا۔ (غزل الغزلات: باب ۵) (۳۸۲)

اتھروید کے ایک اور منتر میں جنگ احزاب کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے: اے صلواتوں کے رب! تجھے ان سرور دینے والوں نے اپنے ہمدردانہ کارناموں اور مستند ترانوں سے دشمن کی جنگ میں مسرور کیا

کہ جب حمد کرنے والے نیز عبادت کرنے والے کے لئے تو نے دس ہزار دشمنوں کو بغیر مقابلہ شکست خوردہ کر دیا۔ (۳۸۳)

اتھروید میں حضورؐ کے معراج کے بارے میں بھی واضح اشارہ موجود ہے:

”تجھ کی چوٹی نیچے جھک جاتی ہے کہ وہ مبادا آسمان کے ساتھ چھو جائے۔“ (۳۸۴)

یہ ساری خوبیاں اور نشانات دنیا کی تاریخی روشنی میں صرف آنحضرتؐ کی سوانح حیات میں ملتی ہیں۔ ان کی تطبیق بجز آپؐ کے کسی دوسرے رشی یا پیغمبر پر نہیں کی جاسکتی۔

مہابھارت

ہندوؤں کی اس مقدس کتاب میں بھی سرورِ دو عالمؐ کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس میں ایک جگہ درج ہے: کل جگ کے آخر میں کلگی اوتار پیدا ہونے والا ہے (مہابھارت شانتی پرا و دہائیہ: ۳۴۰) کلگی سے مراد رہنئی، قتل و غارتگری، بتوں کی خوشبودی کی خاطر انسانوں کو بھیمنت چڑھانا، لڑکیوں کو زندہ درگور کر دینا، معاشرتی انتشار اور پر آشوب دور مراد ہے اور کلگی اوتار سے مراد آپؐ کی ہی ذات اقدس ہے۔ بھگوت گیتا مہابھارت کا اہم ترین حصہ ہے۔ اس میں سری کرشن کی تعلیمات میں بھی حضورؐ کے متعلق واضح اشارات موجود ہیں: جب دھرم کی بانی ہوتی ہے اور ادھرم بڑھ جاتا ہے، تب خدا ایسے شخص کو کھڑا کرتا ہے جو نیک لوگوں کی رکشا کرتا ہے اور پاپوں کا ناس کر کے دھرم کو قائم کر دیتا ہے (گیتا باب چہارم)۔ ان حالات سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ بین السطور اس سے مراد آپؐ کی ذات گرامی ہے۔

حضرت کعب کا ایک خطبہ

درج ذیل بشارت ان الہامی اور اکات میں سے ہے جن کو عقلیں تصور میں لاتی ہیں اور وہ صحیح ثابت ہوتے ہیں۔ کعب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتویں واوا ہوتے ہیں۔ کعب قریش کو خطبہ دیتے اور بعث حضورؐ کا ذکر کیا کرتے تھے کہ وہ نبی ان کی اولاد میں سے ہو گا چنانچہ انہیں اس نبی کی تابعداری کا حکم دیتے اور فرماتے: اپنے حرم کو آراستہ کرو، اس کی تعظیم کرو، عنقریب اس کی بڑی شان ہو گی اور یہاں سے ایک نبی کریم نکلے گا پھر چند اشعار پڑھتے۔ ان میں یہ شعر بھی ہے:

عَلَىٰ عَقْلِهِ نَاتِي النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ

لَمُخْبِرٍ أَخْبَلُوا صُلُوقًا خَبِيرَهَا

(نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اچانک آجائیں گے اور وہ خبریں بتلائیں گے جن کا جاننے والا سچا ہو گا) (۳۸۵) اس کا ذکر سیرت و حلائیہ میں بھی موجود ہے۔ (۳۸۶)

حضرت کنانہ کی پیش گوئی

حضرت کنانہ بن خزیمہ کے پاس اہل عرب حصول علم و فضل کے لئے آتے تو آپؐ فرماتے ”مکہ مکرمہ سے ایک نبی نکلیں گے انہیں احمدؐ کے نام سے پکارا جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں گے۔ وہ نیکی

اور احسان کا درس دیں گے یس ان کی تابع داری کرنا، تمہارے شرف میں اضافہ کا موجب ہو گا۔“ (۳۸۷)

حضرت عبدالمطلب کا خواب

ابو علی فیروانی نے اپنی کتاب ابستان میں روایت کی ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا کہ ان کی پشت سے چاندی کی زنجیر نکلی جس کا ایک سرا آسمان میں، ایک زمین میں، ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں تھا۔ پھر اس میں سے ایک درخت ظاہر ہوا، جس کا ہر پتہ نور کا تھا اور مشرق و مغرب کے رہنے والے جیسے اس کے ساتھ لٹکے ہوئے ہوں۔ آپ کا یہ خواب کاہنہ نے سن کر اس کی یہ تعبیر بتائی کہ آپ کی نسل میں سے ایک ایسی ہستی پیدا ہوگی جس کی مشرق اور مغرب کے رہنے والے اطاعت کریں گے اور آسمان و زمین والے اس کی تعریف بیان کریں گے۔ (۳۸۸) آپ کو سنے کے قریب دو حیرت اور مقدس شخصیتیں نظر آئیں۔ آپ نے ان سے تعارف چاہا تو ایک نے فرمایا میں نوح نبی اللہ ہوں اور دوسرے نے فرمایا میں ابراہیم غلیل اللہ ہوں۔ جناب ابراہیم نے فرمایا کہ یہ وہ درخت ہے جو تمہارے آباء و اجداد سے تمہیں پہنچا ہے جو ایک قرن (زمانہ) سے دوسرے قرن اور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا آیا ہے اور اب تمہارے صلب سے ظاہر ہوا ہے۔ (۳۸۹)

سیف بن ذی یزن کی مبارکباد اور خوش خبری بسلسلہ بعثت نبوی

سیف بن ذی یزن حمیری نے جبشہ کو فتح کر لیا اور یہ فتح حضور کی ولادت کے بعد حاصل ہوئی تھی تو عرب کے وفود اور معززین قوم اس کی خدمت میں مبارکباد دینے کی غرض سے گئے۔ قریش کے وفد میں آنحضرت کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم بھی تھے۔ بادشاہ نے بڑی راز داری سے حضرت عبدالمطلب کو تحلیل میں بتایا یہ بات آپ کے سینہ میں محفوظ اور راز رہنی چاہئے جب تک خود حق تعالیٰ ہی اس کا افشا کا حکم نہ دے دے۔ میں اس مخفی علم اور پوشیدہ کتاب میں جسے ہم نے اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے اور اپنے سوا دوسروں سے پوشیدہ رکھا ہے، ایک عظیم الشان خبر اور بہت بڑی بلندی و مرتبہ کا ظہور پاتا ہوں جس میں تمام بنی نوع انسان کو حیات میں عظمت و شرف اور موت کے بعد فضیلت و برتری حاصل ہوگی اور آپ کی قوم کو عام طور سے اور آپ کو خاص طور پر یہ شرف حاصل ہو گا۔ وہ راز اور خوشخبری یہ ہے کہ جب تمام (شدت گرما اور ہوا کے جس کی وجہ سے جس کی حدیں شمال میں حجاز اور جنوب میں یمن سے جا ملتی ہیں) اس علاقے کا نام تمام رکھا گیا تھا) میں ایسا پتہ پیدا ہو گا جس کے شانوں کے درمیان ابھرے ہوئے گوشت کی مرہو ہوگی تو اسے قیامت تک عالم کی سرداری حاصل رہے گی۔ حق تعالیٰ اسے علانیہ مبعوث فرمائے گا۔ خدا نے رحمان کی عبادت کرے گا، بتوں کو توڑ ڈالے گا، وہ تمام ادیان کو باطل قرار دے گا۔ برائیوں سے منع کرے گا اور خود بھی رکے گا۔ اس کے والدین وفات پا جائیں گے اس کے دادا اور چچا اس کی پرورش کریں گے۔ حضرت عبدالمطلب نے حضور کی ولادت کے جملہ احوال سنائے تو ابن ذی یزن نے کہا کہ اے عبدالمطلب! آپ ہی اس نومولود ہستی کے دادا ہیں۔ اس فرزند کی حفاظت کیجئے خاص طور پر اسے یہودیوں

سے بچائے رکھیے، کیونکہ وہ لوگ اس کے سخت دشمن ہیں لیکن حق تعالیٰ انہیں ہرگز اس پر غالب نہ آنے دے گا۔ تاریخ اسد الغابہ میں بھی مذکور ہے کہ آنحضرتؐ کے دادا نے سیف بن ذی یزن کو آپؐ کے اوصاف کے بارے میں مطلع کیا تھا۔ (۳۹۰)

مولانا عبدالرحمن جامی نے حضورؐ کی ولادت سے پہلے وقوع پذیر ہونے والے تیس شواہد بیان کئے ہیں۔ ان میں قدیم صحائف کے حوالے بھی بیان کئے گئے ہیں۔ ان شواہد میں انہوں نے حضورؐ کی تصویر یودی علماء کے پاس ہونا، شاہ ہرقل کے پاس کئی انبیاء کی تصاویر ہونا، کانہوں کی زبان پر حضورؐ کا ذکر ہونا، یودیوں کے ہاں ذکر میلاد النبیؐ، بخت نصر کے خواب کی تعبیر، سطح کی پیش گوئی، حضرت عبدالمطلب سے یودی علماء کی گفتگو، حضرت عبداللہ کی پیشانی میں نور مصطفیٰ اور قاطمہ شامیہ کا قصہ، اور واقعہ اصحاب قبل کو بیان کیا ہے۔ (۳۹۱)

قرینہ، تفسیر، فدک اور خیر کے یودی آپؐ کی بعثت سے قبل آپؐ کی صفات بتایا کرتے تھے جب آپؐ کی ولادت ہوئی۔ یودیوں کے عالم کہتے تھے۔ اس رات احمد پیدا ہوئے ہیں اور یہ سرخ ستارہ طلوع ہو گیا ہے۔ جب آپؐ کو نبوت عطا ہوئی تو اس کی بھی انہوں نے تصدیق کی۔ یودی آپؐ کا اقرار کرتے اور صفات بیان کیا کرتے تھے اور آپؐ کی مدینہ ہجرت کے بارے میں بھی بتایا کرتے تھے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہمارے پاس ثابت بن ضحاک نامی ایک نوجوان آیا اور سنانے لگا کہ بنو قرینہ کا ایک یودی مجھ سے جھگڑ رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ ایک نبی کی آمد کا زمانہ قریب ہے وہ ایسی ہی کتب لائے گا جیسی ہمارے پاس ہے وہ تم سب کو عدا کی طرح تباہ کر دے گا۔ ایک یودی مدینہ کی بلندیوں پر چڑھا ہوا تھا۔ اس کے پاس آگ روشن تھی جب لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے، تو کہنے لگا: ستارہ احمد طلوع ہو چکا ہے۔ یہ ستارہ اسی وقت طلوع ہوتا ہے جب کسی نبی کی آمد آتی ہوتی ہے۔ اور احمد کے سوا اب کوئی نبی باقی نہیں رہا۔ (۳۹۲)

حضرت حلیمہ سعدیہؓ آپؐ کو یودیوں اور کانہوں کے پاس لے جاتیں اور ان سے آپؐ کے حالات بیان کرتیں تو وہ آپؐ کے احوال و اوصاف سے آپؐ کو پہچان جاتے تھے۔ نیز حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل نے جو ایک معمر عیسائی عالم تھے، آپؐ کی وحی کی کیفیت سن کر آپؐ کی رسالت کی خبر دے دی تھی۔ (۳۹۳)

کعبہ کے گرد قریش کی کئی ایک مجالس تھیں جن میں ان کا اجتماع ہوا کرتا جیسا کہ سیرت ہشامیہ میں لکھا ہے۔ ان مجالس میں وہ اپنے خاص معاملات کے متعلق مذاکرات کیا کرتے تھے۔ عبدالمطلب کعبہ کے سائے میں بیٹھا کرتے تھے۔ وہاں ان کے لئے خاص فرش بچھا دیا جاتا تھا۔ جس پر ان کے احرام اور تعظیم کی وجہ سے کوئی دوسرا نہ بیٹھ سکتا تھا۔ حضورؐ اپنے بچپن میں اپنے دادا کے پلو میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔ عبدالمطلب کسی شخص کو انہیں روکنے کی اجازت نہ دیتے تھے بلکہ فرمایا کرتے تھے: میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا بلکہ ان کے تصور اور ان کی امید سے کہیں بڑھ کر ہوا۔ (۳۹۴)

بھیرا پادری علوم عیسائیت کے مہر عالم تھے۔ انہوں نے نبی کریمؐ کو دیکھتے ہی پہچان لیا تھا اور کتب

مدرسہ کی معلومات کی بناء پر آپ کو آپ کے رسول ہونے کی اطلاع دے دی تھی کیونکہ سابقہ کتب میں آپ کے اوصاف و علامات اور آپ کے بعض ارباصات و معجزات مذکور تھے۔ (۳۹۵) جب حضورؐ بصری کے قریب گھٹائی پر چڑھ رہے تھے تو اس وقت کوئی درخت و پتھر ایسا نہ تھا جس نے آپ کو سجدہ نہ کیا ہو تو اس وقت بھرا پادری نے آپ کے چچا ابو طالب کو آپ کو وہیں سے واپس لے جانے کی تاکید کی تھی۔ (۳۹۶)

شام کے یہودیوں میں سے ابو الیمان نے مکہ میں آکر رہائش اختیار کر لی۔ وہ حضورؐ کی بعثت کے بارے میں یہودیوں کو بتایا کرتا تھا کہ ایک نبی کی بعثت متوقع ہے جس کا زمانہ قریب آچکا ہے پس اے گروہ یہود! مبادا کوئی دیگر گروہ آنحضرتؐ کے ظہور پر ایمان لانے میں تم پر سبقت لے جائے۔ آنحضرتؐ کو اس حال میں مبعوث کیا جائے گا کہ آپ کو مجبوراً خون ریزی کرنا پڑے گی اور مخالفین کی عورتیں اور ان کی اولادیں آپ کے پاس قیدی بن کر آئیں گی اور یہ چیزیں تمہیں آپ پر ایمان لانے سے نہ روکیں۔ (۳۹۷)

راہبوں کی پیش گوئی کے بارے میں حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جب میں دین کی تلاش میں نکلا تو راہب یہ کہا کرتے تھے کہ اس زمانے میں سرزمین عرب سے ایک نبی ظاہر ہو گا۔ آپ کے شانے پر مہربوت ہو گی چنانچہ راہبوں کی ساری باتیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ (۳۹۸) علامہ جلال الدین سیوطی نے آپ کے بارے میں کاہنوں کی خبریں، عیسائی اور یہودی علماء کے جملہ واقعات جو آپ کی بعثت سے قبل پیش آئے، تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ (۳۹۹)

آپ کی بعثت مبارکہ کے خفی یا جلی اشارات و بشارات کو ہر دور میں میلاد ناموں، مبشرات ناموں اور کتب سیرت میں بیان کیا گیا ہے۔ ان مبشرات کے بیان کے سلسلہ میں مختلف الہامی صحائف اور مذہبی کتابوں سے حوالے دیئے گئے ہیں۔ میلاد ناموں اور مبشرات ناموں میں ان بشارات کو نظم و نثر میں بیان کیا گیا ہے۔ ہر دور کے سیرت نگاروں مثلاً ابن اسحاق، ابن ہشام، تہطانی، ابو نعیم، سیوطی، جنیدی، نہسانی، ملا علی قاری، جوزی، شبلی، سلیمان منصور پوری اور مولانا مودودی نے ان مبشرات کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔ مکتوم کتب سیرت میں بھی ان کے حوالے موجود ہیں۔

محمد باقر آگاہ نے ہشت بہشت میں من عرن کے عنوان سے آپ کی بشارات کو نظم کیا ہے۔ مولود شریف حالی میں بھی ان بشارات کے حوالے موجود ہیں۔ حسن کاکوروی نے مثنوی صبح تجلی میں بھی ان مبشرات کو بیان کیا ہے۔

مولود سعیدی میں ان بشارات کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

تری مدح داؤد گالتے تھے اکثر

زبوروں کے ڈنگے بجا کیے کیے

ترا ذکر موسیٰ کی توریت میں ہے

پتے دے رہا ہے خدا کیسے کیے

بشارت تری ابن مریم نے دی ہے

نشاں دے گئے انبیاء کیسے کیے

حفیظ جالندھری نے ان بشارات کا حوالہ دیا ہے:

خلیل اللہ نے جس کے لئے حق سے دعائیں کیں
 ذبح اللہ نے وقت ذبح جس کی التجائیں کیں
 وہ جس کے نام سے داؤد نے نغمہ سرائی کی
 وہ جس کی یاد میں شاہ سلیمان نے گدائی کی
 دل بچگی میں ارماں رہ گئے جس کی زیارت کے
 لب عیسیٰ پہ آئے وعظ جس کی شان رحمت کے
 وہ دن آیا کہ پورے ہو گئے تورات کے وعدے
 خدا نے آج ایفا کر دیئے ہر بات کے وعدے
 مرادیں بھر کے دامن میں مناجات زبور آئی
 امیدوں کی سحر پڑھتی ہوئی آیات نور آئی
 نظر آئی بالآخر معنی انجیل کی صورت
 ودیعت ہو گئی انسان کو تکمیل کی صورت
 (۳۰۱)

اسی طرح شفیق جونپوری کے لفظوں میں:

بشارت انبیاء دیتے رہے آدم سے عیسیٰ تک
 نبوت ناز فرماتی ہے جس پر وہ نبی آیا
 (۳۰۲)

ماہر القادری:

سلام اس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں
 سلام اس پر ہوا مجروح جو بازار طائف میں
 (۳۰۳)

ان بشارات کے حوالے عصر جدید کے منقوم تراجم میں بھی ہیں:

زمین نے اس دن ایک نیا نام سنا

محمدؐ

ایک نئے چہرے کو دیکھ کر سب ششدر رہ گئے
 یہودیوں اور عیسائیوں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں

میلاد ناموں کا عربی، فارسی پس منظر

عرب شعراء کا فوق مدح، بعثت سے قبل آپؐ کی مدحت و ستائش کے نمونے، حضورؐ نے اپنا میلاد خود بیان فرمایا، حضرت آمنہؓ کا میلاد یہ قصیدہ، حلیمہ سعدیہؓ کے میلاد یہ اشعار، ربی بی شیماء کے میلاد یہ اشعار، دربار نبویؐ کے شعرا کا آپؐ کے مناقب بیان کرنا، جناب ابو طالبؓ، حضرت عباسؓ، حضرت کعب بن زہیرؓ، حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت عباس بن مرداسؓ، ام معبد، عمد ماجد صحابہ کی مدحت خیر الانام، علامہ ابو میریؓ، شیخ عبدالرحیم البرہمیؒ، ابن نباتہؒ، عبدالرحمن بن خلدونؒ، احمد شوقیؒ، میلاد ناموں اور مجالس میلاد کے باقاعدہ آغاز کا یقین، عربی موالید کا سرسری جائزہ۔

عربی میں میلاد کی روایت

عرب شعراء کا ذوق مدح

عربوں کے نزدیک ایام جاہلیت میں بھی سب سے بڑا علم شعر و شاعری تھا۔ اس لحاظ سے عربوں کو شاعری سے گہری وابستگی رہی ہے۔ ابن رشتی نے لکھا ہے:

”پہلے ان کا سارا کلام نثر میں تھا پھر عربوں کو اپنے مکارم اخلاق، خاندان کی پاکیزگی، اچھے دنوں کے ذکر، دور دراز گئے وطن کے بہادر گھوڑ سواروں اور عیبوں کے گیت گانے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ ان کے نفس بھی کار کربانہ کے لئے حرکت میں آجائیں اور وہ اپنے بیٹوں کی اچھے اخلاق کی طرف رہنمائی کر سکیں لہذا انہوں نے چند عروصوں کو اپنے ذہن میں رکھ کر انہیں کلام کے لئے وزن بنا لیا اور جب وزن مکمل ہو گیا تو اس کا نام شعر رکھ دیا کیونکہ انہوں نے اس کا شعور حاصل کر لیا تھا کہ اس فن پر انہیں پورا عبور حاصل ہے۔ ان کی زبان میں مفوم ادا کرنے کے لئے بہت زیادہ وسعت، خیال آفرینی کے لئے مناسب و موزوں ماحول، ان کی طبیعتوں میں پاکیزگی اور قدرت و جذبہ آزادی بدرجہ اتم موجود ہے۔ نیز ان کا جزیرہ ان موانع سے خالی ہے جو ذہن کو غور و فکر کی راہ سے روکیں۔“ (۳۰۵)

عربوں کے اس قسم کے معاشرتی ماحول میں شاعری کی بڑی عزت و توقیر تھی۔ ان کے نزدیک شاعران کی عروتوں کا محافظ اور ان کے کارناموں کو شہرت سے ہمکنار کرتا تھا۔ ”جاہلی شعرا کسی باہمیثیت آدمی یا کسی بادشاہ، وزیر یا سپہ سالار کے اخلاق فائدہ کی دل کھول کر تعریف کرتے تھے۔ یہ اخلاق حمیدہ ان شعراء کے نزدیک سخاوت و کرم، شجاعت و بہادری، پاکدامنی و پاکبازی، عدل و انصاف، وفائے عہد، میمان نوازی اور صلح و صفائی تھے۔“ (۳۰۶) جن لوگوں میں یہ صفات پائی جاتی تھیں، اس زمانے میں ان کی تشبیر شعر و شاعری سے کی جاتی تھی اس طرح شاعری ذرائع ابلاغ عامہ کا کام بھی دیتی تھی۔

بعثت سے قبل آپ کی مدحت و ستائش کے نمونے

آپ کی مدحت و ستائش کے اولین نمونے آپ کے عہد ولادت سے پہلے کی روایات اور الہامی صحائف میں مذکور ہمشرات کی صورت میں ملتے ہیں۔ ان کتب سماوی میں متذکرہ بشارات کی وجہ سے رہبان و اجبار، نجم و کمان اور موحدین و متکلمین اس نبی موعود کے متظر تھے۔ ان اشعار میں آپ کا زمانہ پانے کی

آرزو اور دیدار کی تمنا کا اظہار ہے۔

حضرت کعب بن لوی (جو حضورؐ کے جد امجد تھے) نے اپنی قوم کو جمع کر کے کئی بار آپؐ کی عظمت و شان بیان کی (۳۰۷) وہ آپ کے میلاد کے بارے میں یوں کہتے تھے:

نَهَلُوا مِنَّا وَنَلْنَا كُلُّ أَوْبٍ تَجَازَبَ
سَوَاءٌ عَلَيْنَا لَيْلُهَا وَ نَهَارُهَا

(دن اور رات کا ہر بار لوٹنا ایک قسم کی کھینچا جاتی ہے۔ ہمارے لئے رات کیا اور دن کیا دونوں یکساں ہیں)

يُؤَيِّنُ بِالْأَحَادِيثِ حُسَيْنٌ تَأْوِيًا
وَيَالْتَمِمْ الصَّالِحِيْنَ عَلَيْنَا سَوْرَهَا

(یہ دن اور رات جب دونوں لوٹتے ہیں تو حوادث کے ساتھ لوٹتے ہیں اور ان کے پردوں میں ہمارے لئے کثرت سے نعمتیں آتی ہیں)

صُرُوفٌ وَ أَنْبَاءُ تَقْلُبُ أَهْلَهَا
لَهَا عَقْدًا مَا بَسْتَعْلُ مَرْوَهَا

(یہ دن رات) گردشیں اور خبریں ہوتی ہیں جو دنیا کے لوگوں کو الٹی پٹی رہتی ہیں۔ ان گردشوں کی گریہوں کو کوئی کھول نہیں سکتا)

عَلِيٌّ غَفْلَتَهُ يَأْتِي النَّبِيَّ مُحَمَّدٌ
لِيُخْبِرَهُ أَخْبَارًا صَدُوقًا خَيْرُهَا (۳۰۸)

(نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اچانک آجائیں گے اور وہ خبریں بتلائیں گے جن کا جاننے والا سچا ہو گا) حضرت کنانہ نے آپ کے بارے میں پیش گوئی میں فرمایا: ”محمدؐ نبی بن کر آئیں گے اور اپنے خیر کی سچی خبریں دیں گے۔“ (۳۰۹)

یمن و حضرموت کے بادشاہ ابا کرب (تبع ثانی) نے یرب پر حملہ کیا تھا۔ اہل یرب دن کو لڑتے تھے اور رات کو تیج کی سمائی کرتے تھے۔ اس من سلوک سے متاثر ہو کر اس نے صلح کا ہاتھ بڑھایا، صلح نامہ لکھتے وقت ایک یہودی بنیامین قرطی نے تیج سے کہا کہ تو یرب فتح نہیں کر سکتا کہ یہ ديار ایک قریشی نبی کی فرود گاہ بننے والا ہے۔ یہ سن کر تیج نے بے ساختہ یہ اشعار کہے تھے۔

أَلْقَى إِلَيَّ نَصِيحَتَهُ كَيْ أَرَى نَجْرَ

شَهَدَتْ عَلِيٌّ أَحْمَدُ عَنْ قَرِيْبِهِ مَحْجُوْرَةٍ بِمُحَمَّدِ

رَسُولُ مَنْ أَلَدُ جَارِي السُّنَّةِ

قَلُّوْا مَدَّ عُمْرِي اِلٰى عُمُرِهِ لَكُنْتُ وَاِنْ اَللّٰهُ وَاِنْ عَمَدًا

اس نے مجھے نصیحت کی کہ میں اس آبادی سے ہٹ جاؤں جو محمدؐ کی وجہ سے محفوظ رکھی گئی ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اللہ کے رسول ہیں جو جان آفریں ہے۔ اگر میری عمر اس کی عمر تک لمبی ہو تو میں ضرور اس کا وزیر اور ابن عم بنوں گا (۳۱۰)

قس بن ساعدہ نے حضور کی شان میں عکاظ کے میلے میں شعر کہے تھے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ وہاں موجود تھے۔ اس کے کلام میں تھا۔ ”مجھے تمہارے اس دین سے جس پر تم ہو اللہ کا دین پسند ہے اور یہ نبیؐ کے ظہور کا وقت ہے اور تمہارا زمانہ اس کے قریب ہے جو ان پر ایمان لائے گا“ اسے ہدایت نصیب ہو گی اور جو ان کی مخالفت اور نافرمانی کرے گا اس کے لئے ہلاکت ہے۔“ (۳۱۱)

آپؐ کی ولادت مبارکہ کے بعد آپؐ کو حضرت عبدالمطلب کعبہ کے اندر لے گئے تھے اور اللہ کی اس عطا پر اس کا شکر یہ ادا کرتے رہے اور آپؐ کی ولادت مقدسہ کے بارے میں اشعار پڑھتے رہے۔ یہ اشعار ”میلاد اول“ کے عنوان کے تحت لکھے جاسکتے ہیں۔

نبی کریمؐ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہؓ نے جب آپؐ کو حلیمہ سعدیہ کے سپرد کیا تو آپؐ یتیم تھے۔ اس لئے حلیمہؓ نے تامل کیا تو حضرت آمنہؓ نے فرمایا: يَا ظَهْرَ سَلِيٍّ عَنِ اَنْبِكِ لَنْتَ سَبْكُونُ لَهُ شَانٌ (اے دایہ! اس بچے سے مطمئن رہو، اس کی بڑی شان ہونے والی ہے۔)

جب حلیمہؓ آپؐ کو لے کر چلیں تو سیدہ آمنہؓ نے یہ شعر پڑھے:

اَعِيْذُ بِاللّٰهِ ذِي الْجَلَالِ
مِنْ شَرِّ مَا مَرَّ عَلٰى اَجْبَلِ
حَتّٰى اَوَاهُ حَمَلِ الْجَلَالِ
وَيَفْعَلُ الْعَرَفِ اِلٰى اَمْوَالِ

وَ غَمْدُ هُمْ مِنْ حَشْوَةِ الرِّجَالِ

(میں اپنے بچے کو خدا کی پناہ میں دیتی ہوں۔ اس شر سے جو پھاڑوں پر چلتا ہے یہاں تک کہ میں اسے شتر سوار دیکھوں اور دیکھ لوں کہ وہ غلاموں اور درمندانہ لوگوں کے ساتھ نیک سلوک اور احسان کرنے والا ہے) (۳۱۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا میلاد خود بیان فرمایا

ایک بار آپؐ نے فرمایا:

اَنَا دَعْوَةُ اَبِي اِبْرٰهِيْمَ عِنْدَ رَبِّهِ عِنْدَ اَبِي اِبْرٰهِيْمَ (۳۱۳)

ایک اور مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا النَّبِيُّ لَا كُفْبَ اَنَا ابْنُ عَبْدِالمطلب (۳۱۴)

(میں نبی ہوں، اس میں کوئی دروغ گوئی نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں)

مشہور حدیث مبارکہ ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نکاح سے ظاہر ہوا ہوں۔ میں ناجائز طریقہ سے ظاہر نہیں ہوا۔ آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک جبکہ میرے والد اور والدہ نے مجھے جنا مجھے زمانہ جاہلیت کی کسی غلط چیز نے نہیں چھوا۔ (۳۱۵)

امام مسلم اور امام ترمذی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ یہ روایت صحیح ہے:

”واحد بن اسحق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم سے اسماعیل کو چنا۔ اولاد اسماعیل سے کنانہ کو چنا اور بنی کنانہ سے قریش کو چنا اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم سے مجھے چنا۔“ (۳۱۶)

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا میلاد یہ قصیدہ

ابو نعیم نے زہری کے طریق پر دلائل نبوت میں روایت بیان کی ہے کہ حضرت اسماء بنت رہم نے اپنی والدہ سے روایت کی ہے کہ میں حضور رسالت مآب کی والدہ ماجدہ کی رحلت کے وقت ان کے پاس موجود تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پانچ سال کی عمر مبارک میں ان کے سرہانے کھڑے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کے چہرہ اقدس کی طرف دیکھا اور پھر فرمایا:

بَلَّوْكَ اللَّهُ فَبِكَ مِنَ الْعَالَمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِي مِنْ حَوْبَتِهِ مِنَ الْعَالَمِ

نَجَا بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْعَلَامِ

لَوَدَى غَدَاهُ الضَّرْبُ بِالسَّهْمِ

بِعَانَتِهِ مِنْ أَيْلِ سَوَامِ

إِنْ صَحَّ مَا لَبَّصْتُ فِي أُنْمَامِ

لَلَّتْ مَبْجُوتٌ رَأَى الْإِنَامِ

تَبَعْتُ لِي أَحِلَّ وَلِي الْحَرَامِ

تَبَعْتُ فِي التَّحْقِيقِ وَالْإِسْلَامِ

بَنِي أَيْكَ إِبْرَاهِيمَ بَرَاهِمِ

لَللَّهِ أَتَهَاكَ عَنِ الْأَصْنَامِ

أَنْ لَا تَوَالِمَهَا مَعَ الْأَقْوَامِ

”اے بیٹے! اللہ آپ کو برکت عطا فرمائے۔ آپ اس عظیم باپ کے فرزند ارجمند ہیں جو قوم کے سردار اور شریف تھے۔ جنہوں نے بلند شان کے مالک، اللہ تعالیٰ کی نصرت سے نجات حاصل کی اور جن کی زندگی بچانے کے لئے صبح کے وقت تیروں سے قرعہ اندازی ہوئی۔ ان کے بدلہ میں اچھی نسل کے ایک سو اونٹوں

میں نے جو خواب میں دیکھا ہے اگر وہ درست ہے تو آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام طرف مبعوث ہوں گے۔ آپ حلت و حرمت کے لئے اسی دین کے ساتھ مبعوث ہوں گے جو دین کے پاپ ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ اللہ تعالیٰ بتوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا اور آپ کی دوستی سے نہیں ہوگی جو بتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا! ہر زندہ کے لئے موت ہے۔ ہر مومن کے لئے جہنم ہے اور ہر بی بی عمر والے کے لئے فنا ہے۔ میں مر جاؤں گی، مگر میرا ذکر باقی رہے گا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ اور طاہر کو جہنم دیا ہے اور اپنی یاد کے لئے خیر کو چھوڑا ہے۔“ (۳۱۷)

عبدالرحمن بن سعید کے میلادیہ اشعار

ابن جراح کا بیان ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ محمد بن مصلیٰ ازدی کی کتاب الترقیص میں یہ شعر دیکھا ہے، جس سے وہ آپ کا میلاد بیان کر کے لوری دیتی تھیں:

يَا رَبِّ اِنَّا اَعْطَيْتَهُ نَبَاتَهُ

وَاَعْلَمَهُ اِلَى الْعُلَى وَارْتَدَّ
وَادَّ حَضِي اَهْلِيْلُ الْعَرَى بِحَقِّهِ

۳۱۷ اللہ جب تو نے آپ کو دیا ہے تو آپ کو باقی رکھ، آپ کو بلند درجے دے اور ترقیاں عنایت کر اور آپ کی برکتوں سے باطل پرست دشمنوں کو ذلیل کر دے۔“ (۳۱۸)

بی بی شیماء کے میلادیہ اشعار

آپ کی رضاعی بہن بی بی شیماء آپ کو گود میں لے کر درج ذیل میلادیہ اشعار پڑھا کرتی تھیں:

هَذَا اَخِي لَمْ تَلِدْهُ اُمِّي

وَلَيْسَ مِنْ نَسْلِ اُمِّي وَ هَمِّي

لَدَ زَيْنَتِ مِنْ عَوْلِ مَعْتَمِي

فَاتِمَةُ اللّٰهُمَّ فِيمَا وَ تَقَمِّي

(۳۱۹)

(یہ میرے وہ بھائی ہیں جو میرے ماں جائے نہیں اور میرے والد و چچا کی نسل سے بھی نہیں لیکن میں آپ پر اپنے بزرگ ماموں و چچا کو قربان کرتی ہوں اور اے اللہ جیسی کہ تو نشوونما کیا کرتا ہے اس سے زیادہ اچھی آپ کی نشوونما کر) (۳۲۰)

علاوہ ازیں آپ کی رضاعی بہن شیماء کی لوری ہے:

يَا رُبَّنَا اَبْنِي لَنَا مُحَمَّدًا

حَتَّى اُرَاهُ يَا لَعَلُّوْ مَرَا

ثُمَّ اُرَاهُ سَيِّدًا اسْوَدًا

وَأَكْبَتُ أَعْلَادِي مَعَانَا لِحُسْنَا

وَأَعْطِيهِ عِزًّا يُدُّ وَمُؤْنًا

(اے ہمارے پروردگار ہمارے لئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو باقی رکھ۔ یہاں تک کہ آپ نوخیز جوان پھر یہ اپنی سرداری اور حکومت دیکھیں اور ان کے دشمنوں کو معاد حسد پکڑے اور انہیں داعی اور عزت عطا فرما) (۳۲۱)

ورقہ بن نوفل نے بھی آپ کی شان میں مدحہ اشعار کے ہیں جو الہیات کے نامور عالم اور عیسائی تھے۔ ابن ہشام نے ان کے قصیدہ کے تیرہ اشعار نقل کئے ہیں۔ (۳۲۲)

دربار نبوی کے شعراء کا آپ کے مناقب بیان کرنا

حضرت ابو طالب کے میلادیہ اشعار

نبی کریم کے شفیق چچا حضرت ابو طالب نے آپ کے اعلان نبوت کے بعد چند پر جوش اشعار آپ مرح میں کہے ہیں۔ ابن ہشام نے اس قصیدہ کے سات شعر سیرۃ النبی میں نقل کئے ہیں اس قصیدہ کے ابتدائی تین شعر یہ ہیں:

إِنَّا اجْتَمَعْتُ بَوْمَا قُرَيْشٍ لِمَفْتَحِرٍ
 لَعِبْدٍ سُنَابٍ سِرْهَا وَ صَمِيمِهَا
 وَإِنْ حَصَلَتْ أَشْرَافُ عَيْدٍ مَنَالِهَا
 وَ فِي هَاشِمٍ أَشْرَافِهَا وَ قَلِيمِهَا
 وَإِنْ فَخْرَتْ بَوْمَا فَلَانَ مُحَمَّدَا
 هُوَ الْمُصْطَفَى مِنْ سِرْهَا وَ كَرِيمِهَا
 (۳۲۳)

(ان اشعار کا مضمون یہ ہے کہ اگر قبیلہ قریش کے افراد کبھی یہ طے کرنے کے لئے جمع ہوں کہ ان کا سبب افتخار کیا ہے؟ تو ان کو معلوم ہو گا، ان کے اندر جو عید مناف کی شاخ ہے، وہی اس پورے قبیلے کی عزت رواں اور اصل ہے اور عید مناف کے سردار اکٹھا ہو کر جیتجو کریں کہ ان کی عظمت کا راز کیا ہے تو ہاشم میں اپنی سر بلندی اور اصلیت کا سراغ پائیں گے اور بنو ہاشم کسی بات پر فخر کرنا چاہیں تو ان کو معلوم ہو گا کہ محمد ان سب میں منتخب ترین، پسندیدہ ترین اور باعث عظمت و سر بلندی ہیں) ان کے علاوہ جناب ابو طالب کا ۵۵ اشعار پر مشتمل ایک اور قصیدہ ملتا ہے جس کے اشعار ابن ہشام نے اپنی کتاب میں لکھے ہیں۔ (۳۲۴)

حضرت عباس کے میلادیہ اشعار

حضورؐ کے دوسرے غم بزرگوار، حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب (م ۳۳ھ) نے بھی آپؐ کی شان میں اشعار کہے ہیں۔ نبی کریمؐ غزوہ تبوک سے مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو حضرت عباسؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ مجھ کو اجازت دیجئے کہ کچھ آپؐ کی مدح کروں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کہو، اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سالم رکھے چنانچہ حضرت عباسؓ نے آپؐ کے سامنے جو اشعار پڑھے۔ ان میں سے دو شعر یہاں دیئے جاتے ہیں:

وَأَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ أَشْرَقَتْ
الْأَرْضُ وَضَلَّتْ بُيُوتُكَ
الْأَلْفُ لَنْحَنٍ فِي فَلِكِ الْبَضَاءِ
وِ فِي النُّورِ نَحْتَرِي
سَبَلِ الرَّشَادِ
(۳۲۵)

(اور جب آپؐ پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی اور آپؐ کے نور سے آفاق منور ہو گئے۔ پس ہم اس ضیاء اور اس نور میں ہدایت کے راستوں کو قطع کر رہے ہیں)

حضرت کعب بن زہیر

دربار رسالت کے معروف شاعر کعب بن زہیر اپنے قصیدہ ”بانت سعادت“ کے سبب خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ آنحضرتؐ کی فتح مکہ کے بعد مدینہ واپسی پر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لے آئے اور پھر انہوں نے اپنا یہ قصیدہ نبی کریمؐ کے روبرو پیش کیا، حضرت کعبؓ جب اس شعر پر پہنچے تو نبی کریمؐ نے خوش ہو کر اپنی چادر مبارک شاعر کو عطا کر دی:

إِنَّ الرَّسُولَ لَنُورٌ بَسْتَضَاءُ بِهِ
وَصَلَامٌ مِّنْ سِوْفِ الْهِنْدِ مَسْلُوكٌ

(بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں جن سے روشنی اس طرح آنکھوں کے سامنے پھیل جاتی ہے جس طرح نیام سے جب تلواریں نکلتی ہے تو ایک چمک سی آنکھوں کے سامنے پھیل جاتی ہے۔ (۳۲۶))
ابن احنن نے اس قصیدہ کے ۵۱ شعر نقل کئے تھے۔ ابن ہشام نے تلاش کر کے ان میں سات اشعار کا اضافہ کر دیا۔ ان ۵۸ اشعار کے اس قصیدہ کی شروح مختلف شارحین نے بے شمار لکھی ہیں۔ شاعر کے طالب کی ارجمندی اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضورؐ نے اس قصیدہ کے ایک شعر کو پسند فرما کر اپنا بیڑہ مبارک عطا فرمایا۔

حضرت حسان بن ثابت

حضرت حسان بن ثابتؓ (م ۵۳ھ) نے نعت نبویؐ کے ذریعہ اسلام کی پیش بام خدمت کی ہے۔ ان کا

کلام شوکت الفاظ، بلندی فکر، معنی آفرینی اور جوش و روانی کی خوبیوں سے مزین تھا۔ ان کے لئے سب سے بڑی سرفرازی کی بات یہ ہے کہ نبی کریمؐ نے انہیں یہ اعزاز بخشا کہ مسجد نبویؐ میں ان کے لئے منبر رکھوایا جس پر بیٹھ کر وہ شعر سناتے تھے۔ کفار کی ہجویات کے جواب میں حضرت حسانؓ کے اشعار کو خود نبی کریمؐ پسند فرماتے تھے۔ حضورؐ نے ایک مرتبہ اشعار سن کر دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ اِيْدهِ بَرُوْحِ الْقَدَسِ (اے اللہ! جبرئیل کے ذریعے سے حسان کی مدد فرما) حضرت حسانؓ صحیح معنوں میں شاعر دربار رسالت تھے۔ ان کے دیوان میں نبی کریمؐ کی تعریف و توصیف کے علاوہ اسلام کی تائید و حمایت میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ حضرت حسانؓ کے درج ذیل دو میلاد یہ شعر بہت مشہور ہیں:

وَالْجَمَلُ	سُنْكَ	لَمْ	تَرَوْ	قَطُّ	عَيْنِي
وَالْكَمَلُ	سُنْكَ	لَمْ	تَلِدْ	النَّسَاءُ	
خُلِقْتُ	مُبْرًا	مِنْ	كُلِّ	عَيْبٍ	
كَذَلِكَ	قَدْ	خُلِقْتُ	كَمَا	تُصَلِّئُ	

(۳۲۷)

(بیارے آقا، میری ان آنکھوں نے آپؐ سے زیادہ حسین و جمیل کسی کو نہیں دیکھا اور آپؐ سے زیادہ حسین وجود کو کسی عورت نے جنم نہیں دیا۔ آپؐ ہر نقص اور عیب سے پاک پیدا فرمائے گئے گویا آپؐ جیسا چاہتے تھے ویسے ہی پیدا کئے گئے)

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے کتب سیر و مغازی میں حضرت حسانؓ کے بعد سب سے زیادہ اشعار ملتے ہیں۔ وہ قادر الکلام شاعر ہی نہیں بلکہ تلوار کے دھنی بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی تھے۔ نبی کریمؐ کے ہمراہ غزوات بدر، احد، خندق، حدیبیہ، خیبر اور دوسرے معرکوں میں شریک رہے۔ سنہ ۸ ہجری غزوہ موتہ میں شہید ہوئے۔ کفار اور مشرکین کی بدگوئی اور ہجو کا اپنے اشعار میں ترکی بہ ترکی جواب دیتے۔ کفر اور بت پرستی پر شرم و غیرت دلاتے تھے۔ ان کے درج ذیل اشعار بہت مشہور اور مقبول ہیں:

رُوْحِي	الْفَنَاءُ	لِمَنْ	أَخْلَقَهُ	شَهَدْتُ
بَلَدًا	خَيْرًا	مَوْلُودٍ	مِنْ	الْبَشَرِ

(میری روح فنا ہو اس پر جس کے اخلاق گواہی دیتے ہیں کہ وہ بنی نوع انسان میں سب سے بہتر فرد ہیں)

عَمَّتْ	لُضَائِلُهُ	كُلَّ	الْعِبَادِ	كَمَا
عَمَّ	الْبَرِيَّةُ	ضَوْءُ	الشَّمْسِ	وَالْقَمَرِ

”آپؐ کے احسانات تمام لوگوں کے لئے عام ہیں جس طرح آفتاب و ماہتاب کی روشنی تمام مخلوقات کے لئے

حضرت کعب بن مالکؓ

حضرت کعب بن مالکؓ مدینہ منورہ کے ان پانچ نامور شعراء میں سے ایک ہیں جن کا "جمہر اشعار العرب" کے مولف نے بطور خاص ذکر کیا ہے۔ غزوہ تبوک میں جو تین صحابہؓ پیچھے رہ گئے تھے ان میں ایک حضرت کعبؓ بھی تھے۔ ان کی سچائی کی بنا پر توبہ قبول ہوئی اور سورہ توبہ کی آیت وَعَلَى الثَّلَاثَةِ النَّبِيُّ خَلِقُوا الخ ان ہی تین حضرات کی شان میں نازل ہوئی۔ ابن سیرین کا بیان ہے کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ حضرت کعب بن مالکؓ کے ان اشعار سے خوفزدہ ہو کر دوسری قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

قَضَيْنَا مِنْ تَهْلِهِ كُلُّ رَيْبٍ
وَ خَيْرٌ لَمْ أَجْمَعْنَا السُّوْلَا
نَخَيْرَهَا وُلُو نَطَقْتُ نَقَلْتُ
لَوْأ طَعْنُنْ : دُوسَا أَوْ تُقَيْفَا

"رب تمامہ کی طرف سے ہم فارغ ہو چکے، اب دشمنوں کا وہاں کھٹکا نہیں رہا اور خیر سے بھی فارغ ہو چکے، پھر ہم نے اپنی تلواروں کو اکٹھا کیا۔ ہم اپنی تلواروں کو اختیار دیئے ہوئے ہیں، اگر یہ تلواریں بول سکتیں تو کہیں، کہ اب ان کا نشانہ دوس ہوں گے یا قیف۔" (۳۲۹)

حضرت عباسؓ بن مرداس

عباسؓ بن مرداس، عرب کی مشہور شاعرہ خضاء کے صاحبزادے ہیں۔ فتح مکہ سے تھوڑا عرصہ پہلے اسلام لائے اور فتح مکہ کے بعد ان کے اسلام میں پختگی پیدا ہو گئی۔ ان کے اشعار میں شراب کی مذمت ملتی ہے۔ زمانہ جاہلیت ہی سے وہ اس سے نفور تھے۔ حضورؐ کی مدح میں ان کے چند قصائد ملتے ہیں۔ ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی نے ان کے چار مدحیہ اشعار نقل کر کے لکھا ہے کہ "ان اشعار میں توحید کی وہ روح جھلکتی ہے، جس کی دعوت دینے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تھے۔ کسی پیغمبر کی سب سے بڑی مدح یہی ہے کہ اس کی تعلیمات کو سراہا جائے، اور اس کی حقیقت کو بیان کیا جائے۔" (۳۳۰)

ام معبد

سفر ہجرت میں غار ثور سے نکلنے کے بعد پہلے ہی دن آپؐ کا گذر قبیلہ خزاعہ کی ایک سیمان نواز خاتون ام معبد کے خیمہ کی طرف ہوا۔ آپؐ کچھ دیر کے لئے وہاں رکے۔ وہ کمزور اور نڈھال بکری جس کے تھن دودھ سے خالی تھے، آپؐ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا تو دودھ کے دھارے اس تیزی اور کثرت سے اہل پڑے کہ آپؐ نے دودھ خود نوش فرمایا اور دیگر اصحابؓ نے بھی سیر ہو کر پیا۔ آپؐ نے دوبارہ اس بکری کو دوبا اور وہ پیالہ ام معبد کے حوالے کر کے روانہ ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ام معبد کا شوہر آیا تو اس نے

دریافت کیا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے۔ اس پر ام معبد نے سارا ماجرا سنایا اور ام معبد نے اپنے خاوند سے جن الفاظ میں آپ کی تعریف بیان کی اور آپ کا حلیہ مبارک پیش کیا وہ اگرچہ نثر میں ہے مگر اس کی جامعیت کے سبب اس کا حوالہ اکثر و بیشتر آپ کے شامل و سراپا میں دیا جاتا ہے۔ (۳۳۱)

عہد مابعد صحابہ کی مدحت خیر الانام

علامہ بو صیریؒ

علامہ بو صیریؒ کا پورا نام شیخ شرف الدین ابو عبداللہ محمد بن سعید ہے، ساتویں صدی ہجری کے ایک مصری شاعر اور طریقہ شاذلیہ کے صاحب نسبت و اجازت صوفی بزرگ تھے۔ ان کی ولادت دلاص میں ۶۰۸ھ اور وفات اسکندریہ میں ۶۹۷ھ میں ہوئی۔ قصیدہ بردہ کے علاوہ بھی ان کی متعدد نعتیں ہیں۔ بو صیری مداحین رسولؐ میں نمایاں بلکہ شہرہ آفاق حیثیت کے حامل ہیں۔

بو صیریؒ کے قصیدہ بردہ کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اسے نہایت کثرت سے پڑھا جاتا ہے۔ اس کی خاص مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ میلاد شریف کی محفلوں اور سیرت کے جلسوں میں اس قصیدے کے بعض ٹکڑے آج بھی پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔ یہ قصیدہ فقراء اور درویشوں کے اوراد و وظائف اور دم درود میں شامل ہے۔

بردہ ۱۸۲۔ ابیات کا قصیدہ ہے۔ شاعر نے تشبیب کے بعد مدح نبیؐ کا مضمون باندھا ہے۔ اس کے بعد آپ کی ولادت، معجزات، اعجاز القرآن اور معراج کا ذکر کیا ہے۔ آخر میں نبی کریمؐ کی شفاعت کی تمنا اور بارگاہ خداوندی میں مناجات ہے۔ بے پایاں خلوص و عقیدت کے باوجود شاعر نے وصف نبیؐ میں حدود سے کہیں تجاوز نہیں کیا۔ مولد النبیؐ کے باب میں فرماتے ہیں:

أَبَانَ مَوْلَانَهُ عَنِ طَيْبِ عُنْصُرِهِ
بِأَنَّ طَيْبٌ مُّبْتَلَأٌ مِنْهُ وَ مُخْتَمٌ

”آپ کے زمان ولادت نے آپ کے عنصر کی پاکیزگی اور خوبی کو ظاہر کر دیا۔ سبحان اللہ کیا پاکیزگی ہے اول بھی اور آخر بھی۔“ (۳۳۲)

”قصیدہ بردہ کو مدح خوانان رسالت کے تقریباً تمام حلقوں میں بے پناہ شہرت و وقعت حاصل ہوئی۔ یہ قصیدہ اپنی زبان و بیان، حسن اسلوب، الفاظ کی شہرت و شوکت، جذبات کی فراوانی، جوش محبت و عقیدت اور سوز دروں کی تاثیر کا مرقع ہونے کی بناء پر خود ہی کچھ کم نہ تھا پھر سونے پر ساگہ نبی کریمؐ کے دربار میں اس کی مقبولیت اور شاعر کی فالج ایسے خوفناک مرض میں معجزانہ شفا یابی نے اسے مقبول انام اور مشہور خاص و عام کر دیا۔ دنیا بھر میں اس کی شرحیں مختلف زبانوں میں لکھی گئی ہیں۔ اور شاعروں نے اس پر بیسیوں تحمیں لکھ ڈالی ہیں۔“ (۳۳۳)

نکسن نے قصیدہ بردہ کی فصاحت و بلاغت، شعری خصوصیات اور فنی محاسن کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

"The Borda may be read with pleasure on account of its Smooth and elegant style." (۳۳۳)

شیخ عبدالرحیم البرعی

شیخ عبدالرحیم البرعی (م ۸۰۳ھ) یمن کے ایک صوفی عالم تھے۔ صاحب درس تھے۔ شاگردوں اور مریدوں کا بڑا حلقہ رکھتے تھے۔ شیخ اسماعیل الوثقی نے علاقے یمن کی تاریخ "نشر الشہاد الحسن علی بعض ارباب الفضل والکمال ومن اهل الیمن" کے نام سے لکھی ہے، جس میں شیخ برعی کے علمی کمالات اور کرامتوں کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اہل یمن ان کے اشعار کو وظیفہ کی طرح پڑھا کرتے ہیں۔ ان کے اشعار میں عقیدت و محبت اور فدویت و سرشاری کے جذبات موجزن ہیں، درج ذیل دو اشعار ملاحظہ فرمائیے:

وَفَلْکَ خَبْرٌ مِّنْ حَمَلَتِہٖ اُمٌّ
وَمِنْ اَسْنِ الْعَمَلَتِہٖ وَالرَّءِیَہٗ

(وہ ذات گرامی جن سے بہتر شخص کو کسی ماں نے جنم نہیں دیا، اور عیاد و عمامہ میں ان سے بہتر انسان کو نہیں دیکھا گیا)

اِنَّ مَدْحَ الْمَدْحِ اَرْبَابُ عَصْرِہُمْ
مَدَحْتُ الَّذِیْ مِنْ نُورِہٖ اَتَّکُونُ بِہِجِہِمْ
(۳۳۵)

(جب ثنا خوانی کرنے والے اپنے اہل زمانہ کی ثنا خوانی کرتے ہیں، تو اس ذات کی مدح کرتا ہوں جس کے نور سے کائنات روشن ہے)

ابن نباتہ

ابن نباتہ مصری کا پورا نام جمال الدین محمد بن محمد ہے۔ ۶۸۶ھ سال پیدائش اور ۷۶۸ھ سال وفات ہے۔ اپنے وقت کے مشہور عالم، صوفی اور ادیب تھے۔ مدحت خیر الانام ان کی شاعری کا موضوع تھا۔ مدحت سرور کونین کا مضمون شروع کرتے ہیں تو دفعتاً "قلم میں سنجیدگی، وقار اور ایک طرح کا توازن آ جاتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

اَعْلٰی ہٰی اَعْلٰی ہٰی
ہٰی ہٰی ہٰی ہٰی
ہٰی ہٰی ہٰی ہٰی
ہٰی ہٰی ہٰی ہٰی

(اے امید! پھر ایک بار آپ کے روضہ پاک کی حاضری کی آس دلا دے، اور حضوری کا زمانہ قریب کر

عبدالرحمن بن خلدون

عبدالرحمن بن خلدون عربی ادب کی تاریخ میں ایک مجدد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نفع الطیب کے مطالعہ - چٹا پنا ہے کہ فن تاریخ کا یہ موجد اور عربی نثر کا مجدد اندر سے خالی نہیں تھا بلکہ حسب نبویؐ میں اس کا دل سرشار تھا۔ ابن خلدون کے قصیدہ میں ادبیت زیادہ ہے، الفاظ منتخب، ترکیبیں چست اور فالجے بے تکلف اور رواں ہیں۔ نعت کا انداز بھی دل نشین ہے۔

قَصْرَتْ فِي مَلْعَى لَأَنَّ بَكَ طَيْبًا
فِيمَا لِدِكْرِي مِنْ أَرْبَعِ الطَّيْبِ
(۳۳۶)

(میں نے آپ کی مدح کا حق ادا نہیں کیا اگر کچھ اچھا کہہ گیا ہوں تو وہ صدقہ ہے، آپ کی عطر تیز یاد کا)

احمد شوقی

احمد شوقی (م ۱۳۵۵ھ) کی شاعری پر ہوشِ بیعت، احساس صادق ذوقِ سلیم اور قوی روح سے پھوٹ کر نکلتی ہے لہذا اس میں روانی کا زور اور بندش کی پختگی پائی جاتی ہے اور وہ ہر قسم کی لغو و حشو اور اضطراب سے پاک صاف ہوتی ہے۔ نادر شعر، ضرب المثل اور حکمت عالیہ نظم کرنے میں وہ مستثنیٰ سے مشابہ ہے۔ شوقی اپنے دین کا پابند اور اپنی زبان و فن کا محافظ ہے۔ اپنے کلام میں جا بجا وہ انبیاء و خلفاء، الہامی کتب نیز مقالات مقدسہ کا تذکرہ کرتا رہتا ہے۔ وہ اپنی شاعری کے لئے طویل بحرین منتخب کرتا ہے وہ نومولود اوزان پر بہت کم شعر کہتا ہے۔ (۳۳۷) چار جلدوں پر مشتمل ان کی کلیات کا نام "الشوقیات" ہے۔ اسلامی جذبہ پوری قوت سے ان کے کلام میں موجود ہے۔ نبی کریمؐ کی محبت اور قرآنی تعلیمات و ارشادات ان کی شاعری میں جا بجا ملتے ہیں۔ ان کے تین میلادیہ قصیدے مشہور ہیں۔ (۱) العزیزۃ النبویۃ (۲) ذکر المولد اور (۳) نبج البرود۔ مصر میں میلاد النبیؐ کا جشن بڑے دھوم دھام سے منایا جاتا ہے، میلے لگتے ہیں، دوکانیں جیتی ہیں، اور چھوٹے پیمانے پر جگہ جگہ میلاد کی مجلسیں ہوتی ہیں اور ہر طبقہ کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ شعراء و ادباء اپنے اپنے طرز پر خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ شوقی نے یہ تینوں قصائد دراصل انہی مواقع کے لئے کہے تھے۔ قصیدہ ذکر المولد کے چند شعر یہ ہیں:

۱۔ تَجَلَّى مَوْلِدِ الْهَادِي وَ عُمَّتِ
بَشَائِرِهِ الْبَوَادِي وَالْقَصَابَا
۲۔ وَأَسَلْتُ لِلْبُرَيْتَةِ بِنْتُ وَهْبٍ
بِنَا نَيْضَاءَ طَوْقِ الرِّقَابَا
۳۔ لَقَدْ وَضَعْتَهُ وَهَاجًا مَبْرًا

كَمَا تَلدُ السَّمَاوَاتِ السَّبْهَابَا
 ۳۔ لَقَلَّمْ عَلٰی سَمَاءِ الْبَيْتِ نُورًا
 بَضِيئِي جِبَالُ مَكَّةَ وَالنَّبَابَا
 (۳۳۸)

(۱) ہادی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کا دن آگیا اور اس کی خوشیاں شر شر قریہ قریہ ہر جگہ پھیل گئیں (۲) بنت وہب (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب نے سارے عالم پر عظیم احسان کیا اور احسان کا فائدہ ہر ایک کی گردن میں ڈال دیا اس شعر میں حضرت آمنہ کی طرف اشارہ "بنت وہب" سے کیا گیا ہے۔ وہب کے لفظی معنی عطا کرنے کے ہیں اور یہ (ہاتھ) سے مقصود احسان و عطا بخشش ہوتا ہے، وہب کا اسم یہ اچھا ادنی استعمال ہے۔ اس شعر میں الفاظ کی حسن رعایت ہے (۳) انہوں نے (بنت وہب) حضور کو ایک روشنی بخشے والے آفتاب کی صورت میں جنم دیا جس طرح آسمانوں سے چمکتے ستارے پیدا ہوتے ہیں (۴) بیت اللہ کی چھت پر ایک نور چمکا جس نے مکہ اس کی پہاڑیوں اور بیابان راستوں کو روشن کر دیا۔

میلاد ناموں اور مجالس میلاد کے باقاعدہ آغاز کا تعین

عالم اسلام میں اولین میلاد نامہ کس نے لکھا اور مجالس میلاد کا آغاز کب ہوا؟ اس سلسلہ میں مختلف روایات موجود ہیں۔ میلاد کی اولین کتاب کے بارے میں سید سلیمان ندوی کی رائے ہے کہ "ابن وحید (م ۳۳۳ھ) نے تصویر فی مولد سراج المنیر ۶۰۳ھ میں تصنیف کی۔" (۳۳۹) حالانکہ اس سے بہت پہلے ابو عبد اللہ محمد بن واقدی (سن پیدائش ۱۳۰ھ بمطابق ۷۷۷ء اور سن وفات ۲۰۷ھ ر ۸۲۳ء) کی میلاد النبی کے موضوع پر کتاب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ملتی ہے۔ (۳۴۰) اس لحاظ سے کتب میلاد کی تصنیف و تالیف کی باقاعدہ روایت دوسری صدی ہجری سے ملتی ہے۔

میلاد النبی کے بیان اور مجالس میلاد کے انعقاد کے بارے میں مولوی محمد اعظم لکھتے ہیں:

"زمانہ صحابہ و خیر القرون میں ذکر میلاد النبی اس انداز سے تھا کہ کوئی عالم جب اس کا جی چاہتا یا لوگ اس سے پوچھتے تو کسی مقام یا مجلس میں حسب مناسبت وقت آنحضرت کا تولد فرمانا اور ان ایام کے عجائبات و ظہور غرائب و دیگر حالات و معجزات سرور کائنات از ابتدا تا انتہا مجملًا یا مفصلًا حسب مصلحت وقت کہہ سنا تا اور سامعین بتوجہ خاطر سنا کرتے اور اپنا ایمان تازہ کرتے۔" (۳۴۱)

مولوی عبدالسیح نے بھی اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"یہ میلاد النبی کا تذکرہ رواں آسا تو قدیم سے یعنی وقت صحابہ سے چلا آتا تھا بلکہ اصل تذکرہ مولود شریف تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے چلا آتا تھا۔ (۳۴۲) اس ضمن میں "تصویر فی مولد سراج المنیر" میں ہے کہ "حضرت عبداللہ ابن عباس ایک دن ایک قوم کے سامنے اپنے گھر میں حضور کے

واقعات ولادت بیان فرما رہے تھے اور اظہار مسرت کر کے اللہ کا شکر بجایا رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیج رہے تھے۔ ناگاہ آنحضرت تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا، تمہارے واسطے میری شفاعت حلال ہو گئی۔ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا آنحضرت کے ہمراہ حضرت عامر انصاریؓ کے مکان کی طرف گذر ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت عامر اپنے کنبے والوں اور بیٹوں کو نبی کریمؐ کے واقعات ولادت سکھا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہی دن تھا، یہی دن تھا (یعنی یہی دن جس میں حضورؐ اس عالم دنیا میں جلوہ افروز ہوئے) آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ بے شک اللہ نے تمہارے واسطے رحمت کے دروازے کھول دیئے اور سب فرشتے تمہارے واسطے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور جو شخص بھی تمہارے جیسا کام کرے گا، نجات پائے گا۔ (۴۴۳)

حضرت ابو بکر صدیقؓ روز میلاد کھجوریں تقسیم فرماتے۔ (۴۴۴)

عمد صحابہ کبارہ کے بعد مکہ مکرمہ میں خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ محترمہ خزران نے ولادت گاہ خیر الانام پر مسجد تعمیر کرا دی۔ حج کے لئے آنے والے حجاج کرام ولادت مقدسہ کے مقام کی زیارت کے لئے جاتے اور بھد احترام و عقیدت درود و سلام پڑھتے۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر این۔ میری۔ شمل (Schimmel Anne Marie) لکھتی ہیں :-

"In the late eighth century the house in Mecca in which Muhammad had been born was transformed into an oratory by the mother of the caliph Harun ar-Rashid, and pilgrims who came to Mecca to perform the hajj visited it in pious awe. It seems that the tendency to celebrate the memory of Muhammad's birthday on a larger and more festive scale emerged first in Egypt during the Fatimid era (969-1171). This is logical, for the Fatimids claimed to be the Prophet's descendants through his daughter Fatima. The Egyptian historian Maqrizi (d.1442) describes one such celebration held in 1122, basing his account on Fatimid sources. It was apparently an occasion in which mainly scholars and the religious establishment participated. They listened to sermons, and sweets, particularly honey, the Prophet's favorite, were distributed; the poor received alms." (445)

ڈاکٹر این۔ میری۔ شمل نے مجالس میلاد کے انعقاد اور میلاد کی ابتداء اور فروغ کے بارے میں جو رائے دی ہے اس لحاظ سے یہ سلسلہ چوتھی صدی ہجری سے شروع ہوا ہے۔ امام سخاوی فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کا رواج تین صدی بعد ہوا ہے اور اس کے بعد سے تمام ممالک میں مسلمان عید میلاد النبیؐ مناتے چلے آ رہے ہیں۔ (۳۳۶) مروج مجالس میلاد کے انعقاد کے سلسلہ میں سید سلیمان ندوی اپنی رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں: جس نے اس مہینے کو ولادت نبویؐ کی یادگار اور محفل میلاد کا زمانہ بنایا۔ ملک معظم مظفر الدین ابن زین العابدین پہلا شخص ہے، جس نے مجلس میلاد قائم کی۔ ابن عثمان نے ملک مظفر شاہ اربل (۵۳۹ھ تا ۶۳۰ھ) کے حال میں لکھا ہے، مولود شریف بڑی دھوم دھام اور ترک و احتشام سے منایا کرتا تھا، یہ جنگ صلیبی کا دور تھا۔ اس کے لئے ابن وجیہ (۶۳۳ھ) نے ۶۰۳ ہجری میں کتاب (التصویر فی مولد السراج المنیر) لکھی تھی اور بادشاہ نے اسے انعام و اکرام سے نوازا تھا۔ وہ مشاہیر فضلاء میں سے تھا۔ (۳۳۷) اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے مولوی عبد السمیع بیدل رامپوری لکھتے ہیں کہ مجالس مولود کی باقاعدہ ابتداء چھٹی صدی ہجری کے آخر میں ہوئی۔ (۳۳۸) علامہ جلال الدین سیوطی کے شاگرد، علامہ محمد بن علی یوسف دمشقی شامی نے ”سیرت شامی“ (سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد) میں لکھا ہے کہ: سب سے پہلے مولود عمر بن محمد موصلی نے کیا تھا جو ایک نیک آدمی مشہور تھے اور ان کی بیروی سلطان اربل نے کی۔ (۳۳۹)

سلطان اربل سے بھی پہلے سرکاری مجلس میلاد سب سے پہلے ملک شاہ سلجوقی نے منائی۔ حسن ثقفی ندوی لکھتے ہیں: سلطان ملک شاہ سلجوقی نے ۳۸۵ھ میں ایک مجلس مولود دھوم دھام سے بغداد میں منعقد کی۔ اس کا بڑا چرچا ہوا۔ یہ ایک سرکاری اہتمام کی مجلس تھی اس لئے تاریخ کے صفحات میں اس کو جگہ ملی۔ اس سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ مجلس مولود اور تذکار رسول مقبولؐ کا آغاز یہیں سے ہوا، یہ بڑی غلطی ہے جبکہ مسلمان شروع سے ہی تذکار رسولؐ ہی کے دامن کا سارا لیتے تھے۔ (۳۵۰) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجالس میلاد کا رواج عمر بن موصلی اور شاہ اربل سے بہت پہلے موجود تھا۔ اور سلاطین میں اسے سب سے پہلے رواج دینے کا شرف ملک شاہ سلجوقی کو حاصل ہے البتہ ملک مظفر الدین شاہ اربل (م ۴۰۰ رمضان ۶۳۰ھ) ہر سال ربیع الاول میں جس محبت و عقیدت کے ساتھ مجالس میلاد کا اہتمام کرتا تھا۔ اس کے زیر اثر دیگر سلاطین بھی جشن عید میلاد النبیؐ منایا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ سلطان اربل ابتداً مجالس مولود کو مروج و مقبول بنانے والے ہیں کیونکہ سلطان کو مجالس مولود سے عشق تھا اور تین لاکھ اشرفیاں اس محفل کے خرچ میں صرف کیا کرتا تھا۔ (۳۵۱)

وہ اخلاق کریمانہ کا مالک، ظاہر و باطن ایک رکھنے والا عالم اور عادل تھا اس کی سیرت اور حکومت قابل تعریف ہے۔ (۳۵۲) اس کے بعد یہ سلسلہ فروغ پذیر ہوا چنانچہ عربی، فارسی، ترکی، اردو اور علاقائی زبانوں میں سینکڑوں کی تعداد میں مولود شریف پر کتابیں لکھی گئیں، جن میں طویل و مختصر ہر طرح کی تصانیف شامل ہیں۔ ان رساں مولود کی ترتیب و تدوین کے بارے میں مولوی عبد السمیع لکھتے ہیں:

”پس اسی طرح وہ روایتیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیہ

شریف اور وقائع میلاد و بیان رضاعت وغیرہ کی بابت صحابہؓ میں متفرق منسخر تھیں، ایک وقت آیا کہ دوسری صدی ہجری کے بعد محدثین نے ان کو ایک جگہ جمع کر دیا، وہ رسالے بن گئے۔ پھر سینکڑوں رسائل میلاد تصنیف ہو گئے۔ علامہ سخاوی اور ابن حجر وغیرہ محدثین پر کسی نے شریک ہونا اس خیر میں اور جمع کر دینا اس قسم کی روایات کا الفاظ پاکیزہ اور ترکیب نفیس میں نظم اور نثر کے لحاظ سے اپنے لئے مایہ سعادت سمجھا اور پڑھے جانے لگے وہ رسائل محافل میں، پھر فارسی زبان میں اور بلاد رومیہ میں ترکی زبان میں اور ہندوستان میں ہندی زبان میں ترجمہ ہو کر پڑھے جانے لگے۔ (۳۵۳)

چھٹی صدی ہجری میں مجلس میلاد کی مقبولیت کے بارے میں ڈاکٹر شمل لکھتی ہیں:

It seems, that approximately from the twelfth century onwards a new side of Muhammad - veneration became more and more popular at least we do not yet know how long it was already in use to celebrate the maulud, the birthday of the Prophet, for which poets and mystics composed heartfelt hymns and which was, in some periods, a real popular festival with illuminations of the towns etc. The mauluds which were composed for these occasions, are still existent 122) — it is sufficient to mention the most famous example of this kind of poetry in Turkey, Suleyman Celebi's (d. 1429) maulud-i-sharif which is still living in the hearts of almost all Turks, and which is recited not only on the birthday of the Prophet on 12. Rabi I but also as a kind of Soul's Mass at the 40th day after death and at the anniversary of death. There are mauluds all over the Islamic world, and in their simple verses, their loving devotion they belong to the most touching expressions of Islamic religious life.

The maulid-i-sharif by Suleyman Celebi, written in 1409/10, has been translated into English by L. McCallum. (454)

ڈاکٹر شمل کے نزدیک شعراء و صوفیا مجالس میلاد کے لئے مولود نامے موزوں کرنے لگے تھے اور یہ

روایت بارہویں صدی عیسوی میں اسلامی مذہبی زندگی میں قوت و تاثر کے اعتبار سے دل کی گہرائیوں میں اتر رہی تھی۔ انہوں نے ترکی کے سلیمان شلمی کے مولود شریف کا بطور خاص ذکر کیا ہے جو آج تک ترکوں کے دلوں پر راج کرتا ہے اور اسے عید میلاد النبی کے علاوہ چالیسویں اور سالانہ برسی کے عام مواقع پر پڑھا جاتا ہے۔

جے۔ پنسر ٹری منگھم (J. Spencer Trimingham) نے اپنی تصنیف *orders in Islam* میں لکھا ہے کہ میلاد ناموں کے خدوخال سیوطی کے عہد تک واضح ہو گئے اور ان کی خصوصیات متعین ہو گئیں:

Mawlid recitations in the Arab world has taken thier characteristic form in the time of as-Suyuti (1445-1503) and the first, Arabic mawlid (apart from the earlier type of memorial to the Prophet like al-Busiri's Burda and Hamziyya) was Mawlid Sharaf an-Anam by Abd ar-Rahman Ibn ad-Daiba az-Zabidi (1461-1537). The popularization of these recitals is comparatively late, not becoming universal until the end of the eighteenth century, and is especially characteristic of the nineteenth-century orders with their stress upon the presence of the Prophet. Many of these order-founders wrote a mawlid, but the first to achieve renown was that of al-Barzanji (d.1766). It was adopted by the older orders, the Qadiri in particular, and was a feature in their renewed popularity at the end of the eighteenth century. This has ever since been the most universally performed mawlid, most of the others being practised only within a particular order circle. Nativity recitals of this kind never became universal in the Muslim world or even the Arabic-speaking world. In the Maghrib mawlid celebrations rather take the form of qasida' recitals sung in honour of the Prophet by a special class of qasa' idin.

On the occasion of the Prophet's nocturnal ascension (on the eve of 27 Rajab) and sometimes on other occasions the mi'raj story is recited in place of the mawlid. This is the legend according to which the Prophet on the night of his miraculous flight to Jerusalem (which has for its point of departure sura xvii. 1) on a celestial steed called Buraq, ascended through the seven heavens within a two-bows-length distance from the divine throne. The legend plays an important part in the symbolism by which Sufis describe the ascent of the soul, as, for example, in Ibn al-Arabi's *Kitab al-Isra ila' l-maqam al-asra*. Some mawlid poems, like that of Sulaiman Chelebi, also include the mi'raj. The most popular recitals are on composed by al-Barzanji and *Qissat al-mi'raj al-kubra* by Najm ad-din al-Ghaiti (d. 1576), with the *hashiya* (marginalia) of ad-Dardir (d. 1786)." (455)

یہی مصنف آگے چل کر میلاد ناموں کی متعین بیت اور مشترک موضوع کے بارے میں درج ذیل اظہار خیال کرتا ہے۔ اور مجلسی تقاضوں کو بھی بیان کرتا ہے:

The mawlid follows a standard form. After introductory praises to God and an invocation, the poem begins with a description of an-Nur al-Muhammadi, the eternal principle of creation and prophetic succession, in which the Light manifested itself from Adam, through the Prophets, to the birth of Mubammad. The point in the recital when the Prophet descends is the most solemn part of the recital. At the words 'Our Prophet was born' (*wulida nabiiyuna*) or equivalent phrase, all stand to welcome him with the words, *Marhabah, ya Mustafa* (Hail to thee, thou Chosen One), or *Ya Nabi sallim' alaik* (O Prophet, God's blessings be on thee). The poem then goes on the trace certain

aspects of the Prophet's life, with the stress on the miraculous and his virtues (manaqib). The songs which are inter-spersed between the various sections follow a liturgical pattern, invocation and response.

In Sulaiman Chelebi's meulid the solemn moment occurs at this point in Amina's recital:

Came a White Bird borne upon his wings straightway,

And with virtue stroked my back as there I lay. Then was born the Sultan of the Faith that stound, Earth and heaven shone in rarious glory drowned.

Translated by E. J. W. Gibb (op.cit.i.246), who remarks, It is when this couplet has been reached at the Mevlid meetings that the sherbet and sweets are brought in and handed round; these are presented first to the chanter, then to the assembled guests. (456)

مجالس مولود اور مجلسی میلاد ناموں کا عام رواج ہو گیا اور کم و بیش تمام اسلامی ممالک میں میلاد ناموں کو فروغ حاصل ہوا اور ساتویں آٹھویں صدی ہجری میں اسلامی ممالک کے بادشاہ بڑے ترک و احتشام سے مجالس میلاد منعقد کرنے لگے۔ اس طرح یہ موضوع صوفیاء کے حلقوں تک محدود نہ رہا اور اس کی مقبولیت عالمگیر حیثیت اختیار کر گئی۔

ابتدائی عربی کتب سیرت سے لے کر دور حاضر تک کی کتب میں آپ کی سیرت و سوانح، معجزات و تصرفات اور محامد و فضائل کا بیان موجود ہے۔ میلاد ناموں میں بھی مجلسی تقاضوں کو مد نظر رکھ کر آپ کی سیرت مبارکہ کے چند مخصوص پہلوؤں نور محمدی، ولادت مقدسہ، رضاعت، بچپن کے واقعات، معجزات اور فضائل و خصائل کے بیان میں پاکیزہ و متین لب و لہجہ اختیار کیا گیا نیز شفاعت طلبی، حاجت روائی اور استدعا طلبی کے مضامین کا اضافہ ہوا۔

عربی موالید کا سرسری جائزہ

عربی موالید کے اس انتہائی وسیع موضوع پر منظوم، مشور، مختصر، اوسط اور طویل بے شمار تصانیف و تالیفات ہیں۔ محافل میلاد النبی کا انعقاد عالم اسلام میں قرون اولیٰ سے چلا آ رہا ہے۔ اس جائزہ میں ان

موالید کا ذکر کیا جائے گا جن کا تعلق بحث و دلائل سے نہیں بلکہ جو تصانیف علمی دنیا میں مشہور ہیں اور محافل میلاد کا عملی ثبوت ہیں:

مولد النبیؐ

یہ عبدالرحیم بن احمد برقی یمنی کی تصنیف ہے۔ موصوف پانچویں صدی ہجری کے بزرگ تھے۔ یہ کتاب ۳۹۸ھ میں مصر سے شائع ہوئی۔ (۳۵۷)

مولد العروس

یہ عبدالرحمن بن ابی الحسن لقب بہ علامہ ابن جوزی (م ۵۹۷ھ) کی تصنیف ہے۔ موصوف فقہ حنبلی کے بہت بڑے امام، محدث، فقیہ، واعظ، مورخ، مفسر اور صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ یہ کتاب بیروت کے دارالکتب المعیہ نے شائع کی ہے۔ ”ذکر میلاد رسول“ کے نام سے اس کا ترجمہ دوست محمد شاکر نے کیا ہے۔ اصل کتاب بھی اوارہ نے ساتھ شائع کر دی ہے۔ (۳۵۸) اس سے پہلے یہ کتاب ۳۰۰ھ میں مصر سے شائع ہوئی۔ (۳۵۹) محدث ابن جوزی کی اس موضوع پر دوسری کتاب ”بیان المیلاد النبوی“ ہے۔ اس کا ترجمہ علامہ غلام معین الدین نعیمی نے کیا ہے۔ (۳۶۰)

التنویر فی مولود السراج المنیر

ابوالخٹاب عمر بن حسن وجیہ کلبی اندلسی بلنسی (م ۶۳۲ھ) نے ”التنویر فی مولود السراج المنیر“ مولود شریف کی کتاب لکھی۔ کئی مصنفین نے اس کا نام التنویر فی مولود البشیر والنذیر لکھا ہے۔ ابن وجیہ نے پہلے ”مستوفی“ نامی کتاب میں اسماء النبیؐ تحریر کئے اور پھر مولود شریف کی کتاب لکھی جو خراسان جاتے ہوئے اربل پہنچ کر ۶۰۳ھ میں سلطان مظفر شاہ کو پیش کی۔ سلطان نے خوش ہو کر مصنف کو ایک ہزار اشرفی یا دینار انعام دیا۔ علامہ سیوطی نے ”حسن المقصد فی عمل المولد“ میں اس کی پوری تفصیل دی ہے اور مصنف کے حالات مولوی عبدالسمیع نے ”انوار ساطعہ“ میں وضاحت سے بیان کئے ہیں۔ (۳۶۱)

انوار و مفتاح السور والافکار فی مولد النبی المختار

اس کے مصنف ابوالحسن احمد بن عبداللہ ابیکری (م ۶۹۳ھ) ہیں۔ یہ کتاب اور ناموں سے بھی معروف ہے۔ بروکلن نے مصنف کے بارے میں مفصل بحث کی ہے۔ (۳۶۲)

المستوفی فی مولد المصطفیؐ

سعد الدین محمد بن مسعود گازرونی (م ۷۵۸ھ) نے یہ کتاب عربی میں لکھی تھی۔ فارسی میں اس کا ترجمہ ان کے فرزند عقیف الدین گازرونی (م تقریباً ۷۶۰ھ) نے کیا۔ پھر اسی فارسی ترجمہ سے دو بار ترکی میں ترجمہ ہوا۔ حاجی خلیفہ نے اس کے برعکس یہ لکھا ہے کہ اصل کتاب فارسی میں ہے اور فارسی سے اس

کا ترجمہ عربی میں ہوا جو صحیح نہیں ہے۔ (۳۶۳) بروکلن کے ذکر کردہ نسخوں میں اس کتاب کا ایک نسخہ ایسا صوفیا میں محفوظ ہے جو ۱۸۵ اوراق پر مشتمل ہے۔ (۳۶۳)

الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حافظ امام عماد الدین اسماعیل بن عربین کثیر (م ۷۷۷ھ) کی اس کتاب کا ایک مخطوطہ جامعہ استنبول کے کتب خانہ (عربی نمبر ۳۰۷۹) محفوظ ہے۔ یہ نسخہ ۶۷ اوراق میں ہے۔ اس کی ابتداء ذکر مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہے۔ (۳۶۵) علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ آپ بے شمار علوم کے حامل بہترین محدث ہوئے ہیں۔ آپ کی اس میلادیہ کتاب کا تازہ ایڈیشن ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کی تحقیق کے بعد بیروت سے شائع ہوا اور اس کا اردو ترجمہ افتخار احمد قادری نے کیا ہے۔ (۳۶۶) میلاد رسول کا یہ مخطوطہ جامعہ مظفری دمشق کے ایک موزن کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ابن کثیر میلاد پڑھنا جائز سمجھتے تھے۔ ابن کثیر روایتوں کے بیان میں بڑے محتاط ہیں۔ انہوں نے میلاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق انہی احادیث و آثار پر اکتفا کیا ہے جو معتبر اور مقبول ہیں۔ (۳۶۷) اس میلاد نامہ میں نبی کریم کا شجرہ مبارکہ، بیرزم زم کی دریافت اور کھدائی، عبدالمطلب کی اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر، حضرت عبداللہ کی حضرت آمنہ سے شادی، حضرت آمنہ کو خواب میں بشارت، حضور کا ظہور اور ولادت سے متعلق جملہ واقعات، ایوان کسریٰ میں زلزلہ، ذکر رضاعت، حلیمہ سعدیہ، شق صدر، بنو سعد جنگ خندق میں، حلیمہ مبارکہ، عادات کریمہ اور اخلاق فاضلہ کو بیان کیا گیا ہے۔ آخر میں حضرت ابو طالب کے میلادیہ اشعار ہیں۔

مولود النبی

سلیمان برسوی (م ۸۰۰ھ) کی تالیف ہے۔ یہ ترکی زبان میں منظوم میلاد نامہ ہے جو روم کے علاقہ کی مجالس میں پڑھا جاتا ہے۔ سلیمان برسوی، سلطان یلدرم بایزید کا امام مسجد تھا۔ جتنی شہرت اس مولود نامہ کو حاصل ہوئی ہے اور کسی کو نہیں ملی۔ بلاد رومیہ کے تمام شہروں کی مجالس و اجتماعات میلاد میں مدلوں سے مقبول ہے۔ (۳۶۸)

المورد النبی فی المولد النبی

حافظ عبدالرحیم بن الحسن بن عبدالرحمن المصری المعروف بالخافظ عراقی (م ۸۰۸ھ) اپنے زمانے میں اپنے فن میں اپنے ہم عصر آئمہ اور علما کرام سے سبقت و فوقیت لے گئے۔ آپ کی مولفات کے ضمن میں ابن مند اور سیوطی نے آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ تذکرہ بالا آپ کی میلاد کے موضوع پر بے مثال کتاب ہے۔ (۳۶۹)

جامع الآثار فی مولد النبی المختار

حافظ محمد بن ابوبکر بن عبداللہ القیس الشافعی المعروف ابن ناصر الدین الدمشقی (م ۸۳۲ھ) آپ دمشق

کی جامع اشرفیہ کے دارالحکومت کے شیخ الحدیث مقرر و متعین ہوئے۔ شیخ ابن تیمیہ آپ کا ازحد احترام اور آپ سے انتہائی محبت رکھتا تھا۔ حامی خلیفہ نے آپ کی چار میلاویہ کتابوں کی نشان دہی کی ہے۔ ان کی پہلی کتاب متذکرہ بالا جامع الآثار فی "مولد النبی الحجازی" تین جلدوں میں ہے۔ یہ مفصل و ضخیم کتاب ہے۔ دوسری کتاب المورد الصادی فی مولد المادی ہے۔ تیسری کتاب 'الفظ الرائق فی مولد خیر المخلوق ہے۔ یہ کتاب پہلی کی نسبت مختصر ہے اور چوتھی کتاب "تعریف بالمولد الشریف" ہے۔

الدوا المنظم فی المولد المعظم

شیخ محمد بن عثمان کی دو میلاویہ کتب ہیں۔ پہلی کتاب "الدوا المنظم فی المولد المعظم" دو جلدوں میں ہے اور دوسری کتاب "لفظ جمیل" ہے۔ ان دونوں کتابوں کی ترتیب و تدوین شیخ سید عقیف الدین محمد بن محمد عبداللہ (م ۸۵۵ھ) نے کی ہے۔ (۳۷۰) ان کے مصنف ابوالقاسم عباس بن محمد بن احمد ہیں جو ساتویں صدی کے رجال سے ہیں۔

مولود النبی

حافظ محمد بن عبدالرحمن بن محمد القاہری المعروف حافظ السخاوی ۸۳۱ھ میں پیدا ہوئے اور مدینہ منورہ میں ۹۰۲ھ میں وصال فرمایا۔ ابن فہد کہتے ہیں کہ میں نے حافظ السخاوی کی مثل متاخرین حفاظ میں کسی شخص کو نہیں دیکھا، اسما الرجال کی معرفت راویوں کے احوال، جرح و تعدیل میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ قاضی شوکانی نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر بالفرض الضوا لامع کے علاوہ آپ کی کوئی اور کتاب نہ ہوتی تو آپ کی امامت کے لئے یہی کافی تھی۔ صاحب کشف الظنون نے میلاذ النبی کے موضوع پر آپ کی تالیف کا ذکر فرمایا ہے۔ "حافظ سخاوی نے اپنی کتاب الضوا لامع میں ایک پورے گروہ کا ذکر کیا ہے جنہوں نے عربی زبان میں مولود النبی لکھے ہیں۔ (۳۷۱)

مولود النبی منظوم

یہ تصنیف عائشہ بنت یوسف ہامونیہ دمشقیہ کی ہے جو شافعی العقیدہ بہت بڑی عالمہ اور صوفیہ تھیں۔ ۹۳۲ھ میں قاہرہ میں فوت ہوئیں۔ یہ کتاب ۱۳۰۱ھ میں دمشق سے شائع ہوئی۔ (۳۷۲)

مولود وینعی

حافظ وجیہ الدین عبدالرحمن بن علی الیمینی الزبیدی الشافعی معروف بہ ابن دبیح، جو محرم ۸۶۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۰ رجب ۹۳۳ھ جمعہ کے دن وصال فرمایا۔ حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ ان کی کتاب بہت سے علاقوں میں معروف ہے۔ (۳۷۳) موتوں ایسی خوبصورت عبارات پر مشتمل یہ فصاحت و بلاغت کا مرقع جب پڑھا جائے تو سامع اس کے ترنم سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ مولود "مختصر فی السیرۃ النبویہ" کے نام سے ۱۳۰۲ھ میں طبع ہو کر جدہ سے شائع ہوا ہے۔ غالباً سعودی عرب کے مخصوص حالات

کے پیش نظر یہ عنوان اختیار کیا گیا ہے۔ تاہم دیباچے میں مولد کا ہی نام استعمال کیا گیا ہے۔ یہ نسخہ بڑے سائز کے ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے جس پر تخریج کا کام ممتاز عالم دین محمد علوی بن عباس مالکی مکی نے کیا ہے۔ مقدمہ میں مولف کے احوال کے علاوہ ۲۱- دلائل سے محفل میلاد شریف کی شرعی حیثیت پر مختلف جہتوں سے مفصل بحث کی گئی ہے۔ (۳۷۴)

مولد الغرب

یہ منظوم مولود نامہ ۳۸- اشعار پر مشتمل ہے۔ اس قصیدہ کے مصنف محمد بن محمد الدمیاطی ہیں جو شیخ غرب کے نام سے مشہور تھے۔ تحفہ الامین بالصلوة والسلام علی سید المرسلین اور ”منظومہ فی التوسل“ بھی آپ کی تصانیف ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے:

وہمکہ قد کان مولدہ الذی
احیا القلوب فب هذا مولدا
ویشان عشر من ربیع الاول
فی یوم الاثنین المنفخم ذی الجدا
ولذکر مولدہ یسن قیامنا
اد بالذی احل العلوم تاکدا
وباکمل الاوصاف جاء نبینا
ویدا، بحل ساجدا متعبدا
(۳۷۵)

النعمة الکبریٰ علی العالم بمولد سید آدم

یہ کتاب امام کبیر احمد بن حنبلہ (م ۲۴۱ھ) کی تصنیف ہے جو بقول مصنف حفظ و اتقان سے مصنف آئمہ سنن و حدیث کی صحیح ترین مستند روایات کا مجموعہ ہے۔ ابن حجر موصوف نے ایک مختصر مگر جامع اور صحیح ترین روایات پر مبنی مولود نامہ مرتب کیا جسے علامہ نیشاپوری نے جواہر البحار میں بحسنہ نقل کر دیا۔ (۳۷۶) اس کا نام ”تحفۃ الاخبار فی مولد الختار“ ہے۔ اول الذکر کا ”نعمت کبریٰ“ کے نام سے سالک فضلی نے ۸۷ صفحات پر مشتمل ترجمہ کیا ہے اور وہ ۳۹۸ھ میں سیالکوٹ سے شائع ہوا ہے۔ ثانی الذکر کی ۳۸۳ھ میں دمشق میں طباعت ہوئی۔

مورد الصفافی مولد المصطفیٰ

یہ ابن علان محمد علی الصدیقی المکی مصنف الاجتاج کی تصنیف ہے۔ ان کا سن وصال ۱۰۵۷ھ

ہے۔ (۳۷۷)

المولد النبوی للنابلسی

اس مولود نامہ کے مولف عارف باللہ امام شیخ عبدالغنی نابلسی (م ۱۱۳۳ھ) ہیں۔ یہ کتاب بڑی مختصر بلغ اور جامع ہے۔ علامہ نہانی نے اسے اپنی کتاب جواہر البحار میں اس کی اہمیت کے پیش نظر نقل کر دیا ہے۔ (۳۷۸)

مولد البرزنجی نثر

مولود برزنجی کے نام سے معروف یہ شہرہ آفاق مجموعہ سید جعفر بن حسن بن عبدالکریم بن سید محمد مدنی بن عبدالرسول برزنجی شافعی کی تصنیف ہے۔ موصوف فاضل عالم اور مفتی تھے۔ مسجد نبوی شریف میں امام خطیب اور مدرس رہے۔ ۷۷۵ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔

مولود برزنجی پر شروح اور حواشی بھی لکھے گئے "لکواکب الانوار علی عقد الجواہر فی مولد النبی الاطہر" نام سے شرح جعفر بن اسماعیل بن زین العابدین بن محمد المداوی کی تالیف ہے۔ مولود برزنجی میں ہر نئے واقعے کی ابتداء میں باب کے عنوان کے طور پر یہ شعر درج ہے:

عطر اللہم قبرہ الکریم
بحرف شنی من صلاۃ و تسلیم

اس مولود میں نبی کریمؐ کا نسب نامہ، طہارت نسب، نور مصطفویٰ کی سیدہ آمنہؓ کے پاس منتقلی پر جانوروں اور جنوں کی بشارت، سیدہ آمنہؓ کا خواب، شب ولادت، حضرت آسیہؓ و مریمؓ کی آمد ایسے کئی واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

مندرجہ بالا عنوانات کے بعد ان خوارق و ارحاصات کا مفصل بیان ہے جن کا وقت ولادت ظہور ہوا۔ پھر رضاعت، بیچپن، شق صدر، تجارت، شادی، بعثت، دور مصائب و آلام، معراج، ہجرت، مدینہ منورہ میں تشریف آوری، حسن سیرت و حسن صورت، شرم و حیا، تواضع و انکساری اور فقر اختیار ہی جیسے امور کا جامع مدلل اور مختصر بیان ہے۔ آخری تین صفحات میں اختتام مولود کی دعا ہے۔ (۳۷۹)

مولد شرف الانام

یہ مولود نامہ نظم و نثر کا حسین مرقع ہے۔ اس میں چوبیس نظمیں ہیں۔ موالید و ادعیہ میں ۷۷ (ستر) صفحات پر مشتمل ہے۔ ابتدائی سات صفحات پر سلام ہے۔ پھر خطبہ اور واقعات ولادت ہیں۔ آخر میں لمبی دعا ہے۔ مصنف کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ سلام کے چند شعر ملاحظہ ہوں:

مَا نَبِيٌّ سَلَامٌ عَلَيْكَ
مَا رَسُولٌ سَلَامٌ عَلَيْكَ
مَا حَبِيبٌ سَلَامٌ عَلَيْكَ

صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْكَ
 أَشْرَقَ الْبَلَدُ
 لَأَخْتَبِكَ
 حُسْنِكَ
 قَطُّ مَوْلَانَا
 أَنْتَ شَسْنُ وَ
 أَنْتَ أَنْتَ بَلَدُ
 أَنْتَ أَنْتَ غَلِي
 أَنْتَ أَنْتَ مَحَمَّدُ
 نَا حَبِيبِي
 نَا نَا
 نَا مَوْلِدِي
 نَا نَا
 نَا نَا

عَلَيْنَا
 بِنْدُ
 وَجْهَهُ
 لَوْقُ نَوْرُ
 الصُّورِ
 الْعَاقِلِينَ
 الْقِبْلَتَيْنِ
 (۳۸۰)

مولد الدر دیر

یہ مولود نامہ الشیخ احمد الدر دیر مالکی مصری (م ۱۳۰۱ھ) کی تصنیف ہے۔ آپ کے علمی کمالات اور جلال قدر کے پیش نظر جامع ازہر کے علماء و مدرسین آپ کے اس مولود نامہ کی تدریس کرتے تھے۔ اس میں نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت اور آپ کے نسب کی طہارت کو جامعیت سے بیان کیا گیا ہے۔ نیز حدیث جاہلہ بھی تفصیل سے مذکور ہے جس میں آپؐ نے فرمایا: یا جابر ان اللہ خلق قبل الاشہاء نور نبیک من نوره (۳۸۱)

بلوغ المرام لبیان الفاظ مولد سید الانام

یہ مولود نامہ سید احمد المرزوقی نے ۱۳۱۸ھ میں مرتب کیا۔ (۳۸۲)

المولد النبوی للشیخ المغربي

یہ مولود نامہ الشیخ محمد المغربي (م ۱۳۳۰ھ) کی تصنیف ہے۔ شیخ مغربی بہت بڑے محقق، عظیم صوفی اور اکابر اولیاء میں سے تھے۔ بلاد مغرب کے مشہور قبیلے بنی ناصر سے ان کا تعلق تھا۔ ازوق نامی بستی میں ان کا مزار مرجع خواص و عام ہے۔ علامہ نہائی فرماتے ہیں کہ شیخ مغربی کا مولود نامہ سب سے افضل، اکمل اور بیخ ترین ہے۔ محدثین کی روایات اور صوفیاء کی عبارات سے مزین ہے۔ یہ مولود نامہ تین اجزاء پر مشتمل ہے۔ غالباً اس کا مقصد یہ ہے کہ مختلف رشتوں میں قسط دار پڑھنے میں آسانی رہے۔ علامہ مغربی فرماتے

ہیں: حضورؐ مرکز ہیں، حبیبِ اعظمؐ ہیں، قلبِ مدار ہیں، سرکنون ہیں۔ آپؐ کی حقیقت کو سمجھنا کسی کے بس میں نہیں۔“ (۲۸۳)

النظم البدیع فی مولد الشفیع منظوم

یہ منظوم مولود نامہ علامہ سید یوسف بن اسماعیل نسائیؒ نے ۱۳۱۲ھ میں لکھا۔ آپ کتب کثیرہ کے مصنف تھے جن میں جواہر البحار، حجتہ اللہ علی العالمین، الانوار المحمدیہ اور جامع کرامات اولیاء شہرہ آفاق ہیں۔ نظم کے آغاز میں لفظ جاء کم رسول تارب العرش العظیم دو آیات لکھی گئی ہیں۔ یہ نظم ۱۳۰ بندوں پر مشتمل ہے۔ میں آیات کے بعد ان اللہ و ملکوتہ، ملون علی النبی اور اللهم صل علی سیدنا محمد و علی آلہ و صحبہ وسلم درج ہے۔ (۲۸۴)

مولود البرزنجی منظوم

یہ مولود دراصل مولود برزنجی مشہور بنی کی منظوم تخصیص ہے۔ اس کے مصنف زین العابدین بن محمد ہادی ۱۲۷۹ھ میں پیدا ہوئے۔ مولود برزنجی مشہور کے شارح الکوکب الانوار کے مصنف جعفر بن اسماعیل کے نسب نامہ پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ ان کے جد امجد ہیں جبکہ صاحب مولود برزنجی جعفر بن حسن ان کے جد اعلیٰ ہیں۔ محکم کی عبارت یہ ہے۔ ”جعفر بن اسماعیل بن زین العابدین بن محمد ہادی بن زین بن السید جعفر مولف مولد النبی“ (۲۸۵) صلوة و سلام کے مخصوص اشعار کے علاوہ بھی تقریباً ۲۰۶ اشعار ہیں۔

مولد النبیؐ

احمد بن قاسم مالکی بخاری حریریؒ کی تصنیف ہے۔ ۱۲۹۹ھ کو مصر سے شائع ہوئی۔ (۲۸۶) اس کے علاوہ مولد النبیؐ تصنیف عبداللہ محسنی شاذلی (۲۸۷) تالیف شیخ خالد بن والدی ۱۳۰۱ھ میں چھپی۔ (۲۸۸) المولد الجلیل حسن الشکل الجلیل تصنیف شیخ عبداللہ بن محمد مناوی شاذلی ۱۳۰۷ھ میں مصر سے شائع ہوئی۔ (۲۸۹) مولد النبیؐ تصنیف شیخ محمد وفا صیادی (۲۹۰) مولد النبیؐ تصنیف شیخ محمود محفوظ دمشقی شافعی (۲۹۱) مولد البشیر النذیر السراج المنیر تصنیف ابوالوقا حسینی مطبوعہ مصر ۱۳۰۷ھ (۲۹۲) مولد المصطفیٰ الحدثنی (منظوم) تصنیف عطیہ بن ابراہیم شیبانی ۱۳۱۱ھ میں چھپا (۲۹۳) نغمت العنبریہ فی مولد خیر البریہ تصنیف مجدد الدین ”صاحب قاموس“ ہے۔ ابن شیخ شمس الدین حمد اللہ نے منظوم مولود النبیؐ کے علاوہ المولد الجسمانی والمورد الروحانی بھی تصنیف کیا۔ مولانا حسن بحری (م ۱۹۹۳ھ) شیخ محمد بن حمزہ عربی الواحظ شیخ شمس الدین احمد بن محمد السیواسی نے بھی مولود لکھے ہیں۔ یحییٰ شیرازی اور ابوبکر نعلی نے کئی مولود نامے لکھے ہیں۔ بہان محمد نامی نے بھی مولود لکھا ہے۔ بہان ابوالصفاء کا مولود نامہ فتح اللہ حسینی و کفافی المولد المصطفیٰ ہے۔ شمس دمیاطی جو ابن سنیاطی کے نام سے مشہور ہے، انہوں نے منظوم میلاد نامہ لکھا ہے۔ بہان ابن یوسف ناقوسی نے میلاد النبیؐ کے موضوع پر ایک طویل نظم لکھی ہے جو چار سو سے زیادہ اشعار پر

مشتمل ہے۔ (۳۹۳) قطب قسطلانی کا احواف الرواہ بذکر المولد والوفاء الفخر عثمان بن محمد عثمان التوزری کا المولد، عمر بن ایوب بن عمر بن طغرل کا الدر المنظم فی مولد النبی الکریم، ابوبکر خراغی کا ہوا توف الجبان و عجیب ما یحکی من الکسان، ابن درستیہ عبداللہ بن جعفر (م ۳۳۷ھ) کا حدیث قس بن ساعدہ، ابن ابی الدنیا ابوبکر عبداللہ بن محمد (م ۳۹۷ھ) کا الحوائف اور محمد بن طلحہ بن الحسن النصبی کا بیان الرسول فی جنان الرسول مشہور موالید ہیں۔ محمد بن اسحاق مسیحی (م ۲۳۶ھ) ابوالخطاب ابن دبیہ، اور الصلاح العلانی بھی مشہور مولود نگار ہیں۔ نثر الدر علی مولد ابن حجر، علامہ سید احمد بن عبدالغنی دمشقی (م ۵۳۰ھ) نے علامہ ابن حجر عسقلانی کے مولود نامہ کی شرح لکھی ہے۔

نبی کریمؐ کی اس دنیا میں تشریف آوری کے وقت عربوں کی زندگی میں قبائلی عصبیت اور جاہلانہ ذہنیت مستحکم ہو چکی تھی اور شاعری ان جذبات کو ابھارنے کا ذریعہ بنی ہوئی تھی۔ آپؐ نے ان قبائل میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کے لئے یہ محسوس کیا کہ ان شاعروں کی حوصلہ شکنی کرنی چاہئے جو عصبیت کا زہر پھیلاتے ہیں۔

اسلام کی دعوت عام ہونے پر آپؐ کی مخالفت میں زبانوں اور نیزوں کو استعمال کیا جانے لگا۔ سب سے پہلے اسلام کے خلاف عبداللہ بن الزبیری، عمرو بن العاص اور ابو سفیان نے دل خراش جھو سے سخت اذیت پہنچائی مسلمانوں میں بھی جذبہ شاعری بھڑک اٹھا اور انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ نبی کریمؐ انہیں مخالف شاعروں کے جواب میں شاعری کی اجازت دے دیں اور کچھ مدت بھی نہ گزری کہ آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا: ”جن لوگوں نے اللہ و رسولؐ کی اپنے ہتھیاروں سے مدد کی ہے ان کو کیا چیز روکے ہوئے ہے کہ وہ اپنی زبانوں سے ان کی مدد نہیں کرتے۔“ (۳۹۵) آپؐ کی اجازت پا کر صحابہ کبارؓ کی ایک جماعت کفار کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گئی۔ ان شعراء میں حسان بن ثابتؓ، کعب بن مالکؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ قابل ذکر ہیں۔

دربار رسالت کے شعراء کفار شاعروں کی جھو کا جواب دیتے اور اس کے ساتھ ہی نبی کریمؐ کے حسب نسب اور خاندان کی مدح بیان کرتے۔ عرب شعراء میں مدح کی ایک پختہ روایت پہلے سے موجود تھی۔ صحابہ کبارؓ نے آپؐ کے جمال ظاہری، سراپا مبارک اور معنوی اوصاف، اخلاق حسنة، امانت و دیانت، عدل و انصاف، سخاوت و میمان نوازی، وقائے عمد، شجاعت و دلیری اور دیگر محامد و محاسن نمایاں طور پر بیان کرنے لگے۔ ”صحابہ کبارؓ نے جمال محمدیؐ کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا تھا اس لئے انہوں نے تعظیم کی رنگ آمیزی سے کام نہیں لیا اور آپؐ کے اوصاف کے بیان میں خلاف واقعہ مبالغہ آرائی نہیں کی بلکہ آپؐ کے جو اوصاف و محاسن انہیں واضح اور حقیقی طور پر نظر آئے، انہیں سادگی سے الفاظ کا جامہ پہنا دیا۔ اس لئے ان کے مدحیہ اشعار کی سب سے نمایاں خصوصیات سادگی، حقیقت نگاری اور بے تکلفی ہے۔“ (۳۹۶)

اس لحاظ سے صحابہ کبارؓ نے اپنے قصائد میں آپؐ کی تمام ترویضی صفات بیان کیں جو قرآن نے بیان کی ہیں۔ صحابہ کبارؓ کے دور کے بعد تمام آئمہ دین اور محدثین اپنی زندگیوں میں زبانی و قلمی طور پر حضور اقدسؐ کے مبارک ذکر کو ولادت سے وصال تک نظم و نثر میں بیان کرتے رہے۔ صحابہ کبارؓ کے دور کے

بعد موضوعات و اسالیب میں عصری تقاضوں کے تحت واضح تبدیلی آتی رہی۔ میلادیہ منظومات اور میلاد ناموں میں عجمی اثرات سے عربی زبان میں بھی ریمینن، نازک خیالی، لفظی مغلقات، آداب و الفاظ کی کثرت اور صنائع بدائع کا استعمال داخل ہو گیا۔

بزرگان خیر القرون کو بوجہ قرب زمان نبوت احوال آنحضرتؐ سے بخوبی آگاہی تھی۔ مجلسی تقاضوں کے تحت لکھے گئے ان موالید میں سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا جاتا رہا۔ جس سے سیرت طیبہ کی اشاعت و ترویج ہوتی رہی۔ اس لحاظ سے مجالس میلاد کے تقدس و انعقاد کے بارے میں کسی اختلاف کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ میلاد کی تاریخ کے آغاز سے آج تک اس کے حق میں اور رد میں بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں اور فتوے جاری ہوئے ہیں۔ بعض علماء نے اس کو چند شرائط سے مشروط کیا ہے۔ میلاد کی شرعی اور فقہی حیثیت سے قطع نظر سماجی حلقوں میں میلاد خوانی شروع سے مقبول چلی آ رہی ہے۔ تہذیب و تمدن اور ثقافت کے اثرات نے ہر علاقے میں مختلف انداز اختیار کر لئے۔ گرم علاقوں کی مناسبت سے شربت و شربنی مجلسی ضروریات ہیں۔ ان کو باعث نزاع بنانا حقائق سے روگردانی کے مترادف ہے۔

—

فارسی میں میلاد کی روایت

ایران میں عربوں کی آمد، دور عباسی، سلطانیہ، غزنویہ اور سلجوقیہ دور، حکیم کسائی مروزی، حکیم سنائی، شیخ شہاب الدین یحییٰ سرودی، خاقانی شروانی، نظامی گنجوی، خواجہ فرید الدین عطار، مولانا جلال الدین رومی، سعدی شیرازی، اوسدی مراغی، مرزا حبیب اللہ قآنی، سروش اصفہانی، بہار خراسانی، فارسی میں چند میلادیہ کتب کے مخطوطات کا جائزہ، برصغیر میں فارسی میلاد ناموں کی روایت۔

نبی کریمؐ کی ہجرت سے اکیس سال بعد ایرانیوں اور عربوں میں نمائندہ کے مقام پر جنگ ہوئی۔ اس میں ساسانی بادشاہ یزدگرد سوم کی شکست کے بعد ایران کی سلطنت عربوں کے تابع ہو گئی اور دو سو سال تک عرب ایران پر حکمرانی کرتے رہے۔ اس طویل عرصہ میں عربوں کے علمی و ادبی اور مذہبی و ثقافتی اثرات ایرانیوں کی روح کی گہرائیوں تک سرایت کر گئے۔ اور اس دور میں عربی زبان و ادب نے ایران میں ایسا فروغ پایا کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر شاید ہی کہیں ملے۔ ایرانی علماء نے عربی زبان میں اشعار کے اور دور اول میں تو عربی شعروں کا لفظی ترجمہ بھی فارسی میں کرنے لگے۔ ان دور رس اثرات کے بارے میں علامہ شبلی نعمانی یہ توجیہ بیان کرتے ہیں کہ ”دراصل مسلمانوں نے تھوڑے عرصہ میں ہی اپنے خاص علوم و فنون اور ادب و انشاء کا سرمایہ اس قدر وسیع کر لیا تھا اور ہر شاخ میں جدت و اختراع کر کے ایسی بلندی حاصل کر لی تھی کہ اس کے سامنے تمام قوموں کو اپنا قدم لڑنے پڑھنے اور بے وقعت نظر آتا تھا۔“ (۳۹۷) اس لحاظ سے ایران میں عربی تمدن اور زبان و بیان کی ترویج بلا جبر و آکراہ ہوئی۔ اسلام کی سچائی، اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت ان لوگوں کے دلوں میں راسخ ہو گئی۔ اور بقول ڈاکٹر رضا زاہد شفق ”ادبیات ایران کی پوری تاریخ میں صرف عربی زبان ہی دینی و علمی زبان رہی ہے اور ایران میں اسلام کی ابتدا سے لے کر آج تک علماء و فضلاء نے حکمت، علوم، نجوم، طب، ریاضی، طبیعیات وغیرہ پر اپنی اہم تصانیف عربی میں لکھی ہیں اور فارسی کی طرف کم توجہ دی ہے۔“ (۳۹۸) عربوں کے زبان و ادب اور عقائد و اعمال کے متبع میں ایرانی بھی حمد و مناجات نعت و میلاد اور پند و نصیحت کی تبلیغ و تشریح پر مائل ہوئے۔

عباسی دور فارسی نظم و نثر کے لئے حیات نو کا پیامبر ثابت ہوا۔ سلطانی دور حکومت (۲۷۹-۳۸۹ھ) میں بخارا کو مشہور و معروف ادباء و شعراء نے علمی و ادبی مرکز بنایا۔ اس تمدنی احیاء سے فارسی شاعری اور نثر کا آغاز ہوا۔ عربی سے فارسی قصیدے میں جو شعری روایات داخل ہوئیں۔ ان میں میلاد و نعت اور درود و سلام کی روایت بھی تھی۔ اس طرح سے عجمی لہجے میں حجازی لہجے شامل ہوئی تو درود و سلام کا ایک منفرد اسلوب سامنے آیا۔ اس استخراج سے مذہبی روایات کے دور رس اور گہرے نقوش و اثرات مرتب ہوئے۔ فارسی زبان میں عربی زبان کے متبع میں نثری موالید مرتب کئے گئے اور برگزیدہ شعراء نے نعت رسول مقبولؐ

لکھ کر ایسے گلمائے عقیدت نچھاور کئے ہیں جنہیں پڑھ کر ہماری روح وجد کرنے لگتی ہے۔
 سلامیہ، فزنویہ اور سلجوقیہ دور کے فارسی شعراء میں رود کی، کسائی مروزی، دقتی، اسدی طوسی،
 عنصری، فرخی، فردوسی، منوچہری، ابو سعید ابوالخیر، خیام، ناصر خسرو، فخر الدین گرجانی، حکیم سنائی، خاقانی، جمال
 الدین اصفہانی اور نظامی گنجوی زیادہ مشہور ہیں۔ ان ادوار کے شعراء کی فارسی نظم و نثر کی بڑی خصوصیت
 سادگی اور روانی ہے۔ حکیمانہ، صوفیانہ اور دینی موضوعات پر قطعات لکھے جانے لگے۔ ان ادوار کے شعراء کا
 کلام ایک ہی طرز کا تھا۔ شعراء کے کلیات و دوادین میں حمد و مدح رسول کے اشعار کا التزام نظر آتا ہے۔
 برکت طلبی اور خیر جوئی کے جذبہ کے تحت نور محمدی، میلاد النبی، معراج نبوی، نبی کریم کے حامد و محاسن
 جیلہ کے بارے میں نعتیہ اشعار میں اشارات ملتے ہیں۔ ان کے ہاں باقاعدہ میلادیہ شاعری کی روایت نہیں
 ملتی۔ دراصل دربار سے وابستگی اور دنیا سے بت زیادہ تعلق نے انہیں اس طرف آنے کی مہلت ہی نہیں
 دی۔ سونے چاندی کے سکوں کی جھٹکار اس راستے میں ان کی راہ کا کٹھنا بنی رہی۔

حکیم کسائی مروزی چوتھی صدی ہجری کا مشہور شاعر ہے، اس نے دینی قصائد اور حکیمانہ اشعار لکھے۔
 اس کی شاعری سے متاثر ہو کر ناصر خسرو (م ۳۸۱ھ) اور فخر الدین گرجانی (م بحودہ ۳۵۰ھ) نے دینی
 موضوعات پر اشعار لکھے۔ فردوسی (م ۴۱۱ھ) کے شاہنامہ میں ”مدح رسول و اصحاب او“ کے عنوان سے
 صرف چند اشعار ملتے ہیں اور شاہنامہ میں چند دیگر مقامات پر بھی مدح رسالت ماب کے اشعار موجود ہیں۔
 فخر الدین گرجانی نے نبی کریم کے زمانہ ولادت اور بچپن کے احوال اور تمدنی و معاشرتی ماحول کو بیان کیا
 ہے۔ اس نے اپنی مشہور دیس و رامین میں فضائل نبوی، منصب نبوت اور بعثت رسالت کے فیضان کو
 بڑے موثر انداز میں بیان کیا ہے۔ اس ابتدائی دور کی سب سے بڑی خوبی سادگی و بے تکلفی ہے جس میں
 ناقابل فہم استعارات اور غیر مانوس تشبیہات کے استعمال سے گریز کیا گیا۔ ابو سعید ابوالخیر (م ۳۴۰ھ) کی
 رباعی دیکھئے اس میں سادگی سے مدح رسول بیان کی گئی ہے۔

خداوند! بگردانی بلارا

ازیں آفت گمگداری تو مارا
 بجی آں دو گیسوئے محمدؐ
 زبوں گردواں زبردستان مارا
 (۳۹۹)

حکیم سنائی (م ۵۳۵ھ) نے اپنی مشہوریں میں عرفان و حکمت اور پیغام رسالت کے موضوع بنایا ہے۔
 ان کی مشہوریں حدیقہ الحقیقت، طریق تحقیق اور سیر العباد میں اندر بدایت کمال نبوت، اندر کرامت نبوت،
 در صفت معرا بش، ذکر تفضیل پیغمبر علیہ السلام بر سائر انبیاء، در تفسیر ما ارسلناک الا رحمتہ للعالمین، اندر
 درود دادن براو آل او صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ میں مستقل عنوانات کے تحت آپ کی سیرت مقدسہ کو بیان
 کیا ہے۔ نبی کریم کی شان میں سنائی کے قصائد فنی و معنوی محاسن کے علاوہ جوش و اخلاص کے حامل ہیں۔
 ان کے کلام کی صوفیانہ گہرائی اور حکیمانہ انداز و المانہ احساسات کی راہ سے جلوہ گر ہو کر کیف و مستی کی

کیفیت پیدا کرتا ہے۔

آمد اندر جہاں جاں ہر کس
جان جانا، محمد آمد و بس
شرع او را فلک مسلم کرد
خانہ بریام چرخ اعظم کرد
سنائی کے معراج نامہ ”در صفت معراجش“ کی ابتداء اس شعر سے ہوتی ہے۔

بر تملوہ زہر تاج قدم
پائے بر فرق عالم و آدم

شیخ شہاب الدین یحییٰ سروردی (م ۵۸۹ھ)

شیخ شہاب الدین یحییٰ سروردی نے مونس العشاق میں ۲۱۔ اشعار پر مشتمل معراج نامہ بعنوان ”نبی
معراج النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام“ لکھا ہے۔
اس معراج نامہ سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

چوں طرف کلاہ اوشکستی

بریزین براق بونفستی
بر سمت سما روانہ حشمتی

وز جن بشر یگانہ حشمتی

وز پایہ اولین معراج

تطین تو گشت عرش را تاج

مانند سپاہ آسمانا

یک یک ز تو باز در مکانما

تاہم تو طاق شد ز کونین

وا بروی تو بخت تاب تو سین

ہفتاد ہزار سالہ رہ پیش

از روح امیں شدی فراپیش

در خلوت خاص قدس اعظم

از وحدت سردی زوی دم

(۵۰۰)

خاقانی شروانی (م ۵۹۵ھ)

خاقانی کو فارسی قصیدہ گوئی کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ خاقانی نے عربی زبان، اسلامی تاریخ اور علم الہیات کا

گہرا مطالعہ کیا تھا، جس کی بدولت وہ مختلف علوم کی اصطلاحیں اور تلمیحات بے تکلفی سے لاتا ہے۔ تخیل کی بلند پروازی نے خاقانی کے کلام کو نہایت دشوار اور عمیر القلم بنا دیا ہے۔ ان کے نعتیہ قصائد میں زور بیاں، رفعت، تخیل، جوش عقیدت اور رنگ ممانت نے مل کر نعت کے اسالیب میں ایک خوشگوار اضافہ کیا ہے۔ روضہ اقدس کے مواجہہ میں شاعر کھڑا ہے۔ حسان عجم کے ذوق و شوق اور وابستگی و شینگی کی اس وقت کیا کیفیت ہو گی۔

در بزمِ وصال تو بہ ہنگام تماشا
نظارہ ز جنیبین مرگان گلہ دارو
غیرت از خود بہ بزمِ روئے تو دیدن عدم
گوش را نیز حدیث تو شنیدن عدم
مصطفیٰ پیش خلاق گھنڈ خون کرم
کہ مگر ران وے از شہر عتقا نبینند
مصطفیٰ حاضر و حسان عجم مدح سرا
پیش یسرخ نمش طوطی گویا نبینند
(۵۰۱)

خاقانی کے بچپانے انہیں حسان عجم کا لقب دیا تھا اور خود خاقانی اپنے لئے یہی لقب استعمال کرتا ہے۔ خاقانی کے قصائد حضور کی مدح میں طویل اور موثر ہیں۔ ان کے ایک قصیدے کا میلاد یہ شعر ہے:

تاریخ شرف آسمان راست
از روز ولادت تو برخواست

نظای مجنوی (م ۵۹۹ھ)

شیخ تصنیف یا شمسہ نظای کے نام سے معروف پانچ مثنویاں فارسی ادب میں ان کی غیر فانی شہرت کا باعث ہیں۔ معراج نامہ لکھنے میں انہیں امتیازی خصوصیت حاصل ہے۔ مثنوی لیلیٰ مجنوی میں معراج پیغمبر کے عنوان سے معراج نامہ کی درج ذیل شعر سے ابتداء ہوتی ہے:

ای نقش تو معراج معانی
معراج تو نقل آسمانی
(۵۰۲)

معراج النبی کا بیان نظای سے شروع ہوا اور بعد کے شعراء نے انہی کی تقلید میں معراج نامے لکھنے شروع کئے۔ نظای ایسے الفاظ، تراکیب اور تشبیہات استعمال کرتے ہیں، جن سے بیان با عظمت اور پر شکوہ ہو

جاتا ہے۔ حضور کی مدح میں جذب و کیف کی خوبی اور نمایاں ہو جاتی ہے۔

محمد کافریش ہست خاش

ہزاراں آفریں بر جان پاش
چراغ افروز چشم اہل نیش

طراز کارگاہ آفریش

سر و سرہنگ میدان وفا را

سپہ سالار و سرخیل انبیاء را

تیمارا نوازش در نیش

از آنجا نام شد در تیش

(۵۰۳)

بڑی دلسوزی سے رسالتناہ کے حضور استاد کی درخواست کرتے ہیں :

بخدمت کردہ ام بسیار تقصیر

چہ تدبیر اے نبی اللہ چہ تدبیر

کنم درخواستے زان روضہ پاک

کہ یک خواہش کنی درکار این خاک

بر آری دست ازاں برد یمانی

نمائنی دست برد آنگہ کہ دانی

کافی بر نقای کار بکشائے

ز نفس کافرش زناں بکشائے

اگرچہ جرم او کوہ گراں است

ترا دریائے رحمت بیکراں است

(۵۰۴)

عربی کے الفاظ و ترکیب اور علمی و مذہبی اصطلاحیں نظم و نثر میں سلجوقی دور کے آخر سے بار پانے لگیں۔ فارسی شاعری کے سبک میں واضح تبدیلی شروع ہو گئی اور انوری و خاقانی کے اشعار میں اس کے آثار نمودار ہونے لگے۔

دور مغول چنگیز خان کے تسلط سے تیمور کی تخت نشینی (۱۳۸۱-۱۳۹۹ء) تک پھیلا ہوا ہے۔ اس دور میں عطار، رومی، سعدی، اوحید الدین کمانی، اوحیدی، مراغی، سلمان ساوجی، خواجو کمانی، حافظ شیرازی اور مولانا عبدالرحمن جامی جیسے نامی گرامی شاعر ظہور پذیر ہوئے۔ ان شعراء کی بدولت اس دور کو لازوال شہرت نصیب ہوئی۔ اس دور میں فارسی زبان ہندوستان میں مغل سلاطین کے زیر اثر رائج ہو گئی۔ اسی عہد کے بعد ہندوستان میں فارسی زبان کے مشہور شعراء خسرو، فیضی، ظہوری اور عربی شیرازی نے شہرت حاصل کی۔

اس دور کے شعراء نے تصوف کے عدیم المثال نمونے پیدا کئے۔ اس مسلک کی ترویج میں مظلوم کا قلم و ستم اور لوٹ مار و عار نگری بھی شامل ہے کہ جس سے ایران کے دانشور دنیائے خارج سے دل شکست ہو کر عالم داخلی کی طرف متوجہ ہوئے۔ طویل جملے، مغلط ترکیبیں، ٹھنڈے استعارے اور عربی جملے کثرت سے استعمال کئے جانے لگے اور اس دور میں تصنیف اور تکلف زیادہ ہونے لگا۔ صوفیانہ شاعری نے زور پکڑا۔ عطار - روی - سہی - اور جانی نے عشق و محبت رسالتہ کے مضامین کو زیادہ نازک، زیادہ پر شوکت اور زیادہ شیریں انداز میں بیان کیا۔ خواجہ فرید الدین عطار (م ۷۳۳ھ) نے متعدد مثنویاں لکھیں۔ ان میں منطق الطیر بہت زیادہ مشہور ہے۔ عطار کی طبیعت میں روانی اور فکر میں جولانی تھی۔ ان کی شاعری تمام تر وحدۃ الوجود کی سرمستی سے لبریز ہے۔ مثنویات و قصائد میں نبی کریمؐ کی سیرت و فضائل کو و پذیر انداز میں بیان کیا ہے۔ منطق الطیر میں نور محمدیؐ کو نہایت شرح و بسط سے صوفیانہ انداز میں واضح کیا ہے۔

خواجہ دنیا و دین سخن وفا

صدر و بدر ہر دو عالم مصطفیٰ

صاحب معراج و صدر کائنات

سایہ حق خواجہ خورشید ذات

خواجہ کز ہر چہ گویم بیش بود

در ہمہ چیز از ہمہ در پیش بود

بچو شبنم آمدند از بحر بود

خلق عالم را فیض در وجود

نور او مقصود مخلوقات بود

اصل معدومات و موجودات بود

آفرینش را جز او مقصود نیست

پاک دامن تر از او موجود نیست

آنچه اول شد پدید از جیب غیب

بود نور پاک او بے بیج ریب

چوں طفیل نور او آمد ام

سوئے کل مبعوث ازاں شد لاجرم

(۵۰۵)

شفاعت طلبی کے بیان میں صداقت و خلوص، تڑپ اور گداز کی کیفیت نمایاں ہے۔

ام

پاؤں پر کف، خاک بر سر ماندہ ام

بیکساں راکس توئی در ہر نفس

من ندرم در دو عالم بجز تو کس
یک نظر سوئے من خوارہ کن

چارہ کار من بچارہ کن

(۵۰۶)

پندرہ نامہ کے اشعار سہل ممتنع کا عمدہ نمونہ ہیں۔ سادہ انداز میں جذبے کا بھرپور اظہار ہے۔ صداقت، خلوص اور حضور سے بے پناہ محبت و عقیدت بھی موجود ہے۔

سید الکونین ختم المرسلین

آخر آمد بود نذر الاولین

آنکہ آمد نہ فلک معراج او

انبیاء و اولیاء محتاج او

(۵۰۷)

مولانا جلال الدین رومیؒ (م ۶۷۲ھ)

ان کی مثنوی معنوی صوفیانہ افکار کا گراں بہا خزانہ ہے۔ اس میں چھ دفتر ہیں اور اشعار کی تعداد چھبیس ہزار ہے۔ اس شہو آفاق مثنوی کو ”ہست قرآن در زبان پملوی“ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ رومیؒ نے عظمت و حقیقت محمدیؐ کو حکیمانہ و عارفانہ تمثیلات سے واضح کیا ہے۔ مثنوی میں جا بجا آپؐ کی سیرت کو بیان کیا گیا ہے۔ اس بیان میں قرآن و حدیث کے حوالے وضاحت کے لئے استعمال کئے ہیں۔

سید و سرور محمدؐ نور جاں

بمتر و متر شفع مجراں

آں چنان گشتہ پر از اجلال حق

کہ در ویم رہ نیابد آل حق

زاں محمدؐ شافع ہر داغ بود

کہ ز سرمہ چشم او ما زاغ بود

از الم شرح دو چشمش سرمہ یافت

دید آنچه جبرئیل آں بر نہ یافت

(۵۰۸)

نور محمدیؐ کے بیان میں ایسی والمانہ شینگی کا اظہار ہے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے شاعر عالم وجد میں رقص کر رہا ہو:

نور احمد باعث آفاق شد

نور احمد شورش عشاق شد

گر نبوے نور احمد در جہاں
 کے شدے پیدا زمین و آسماں
 اوست ایچلو جہاں را واسطہ
 در میان خلق و خالق واسطہ
 صد کتاب و صد ورق در تار کن
 روئے دل را جانب آں یار کن

سعدی شیرازی (م ۶۹۰ھ)

سعدی شیرازی کی تصانیف میں مشہور بوستان اور گلستان (نثر) قصائد اور غزلیات ہیں۔ انہوں نے مدحت خیرالانام میں جو کچھ لکھا ہے وہ بھی ان کے دوسرے کلام کی طرح لطافت و ملاحظت سے بھرپور ہے۔ سعدی کے درج ذیل چار مصرعے فارسی میں نہیں بلکہ عربی میں ہیں لیکن اردو خواں طبقہ میں درود شریف کی طرح زبان زدِ خلایق ہو گئے ہیں۔ فصاحت و بلاغت کے ساتھ ان میں ایسی سادگی ہے کہ عربی، فارسی اور اردو خواں سبھی ان کو سمجھ لیتے ہیں۔

بلاغ	العلیٰ	بجلاہ
حسنت	جمع	کشف
	صلو	الذبی
	علیہ	بجلاہ
	وآلہ	
	(۵۰۹)	

بوستان کے اشعار حسن بیاں اور حسن عقیدت میں بے مثال ہیں۔

کریم	الہجایا	جمیل	اشیم
امام	رسل	پیشوائے	نبی
	امین	خدا	البرایا
	شفیق	الوری	شفیع
	بہشت	و نشر	الام
	امام	الہدی	صدر
	دیوان	حشر	
	(۵۱۰)		

اودھی مراغی (م ۷۳۸ھ)

اودھی مراغی کے نعت و میلاد کے اشعار آنحضرتؐ سے وابستگی و شیعہ کے ترجمان ہیں۔ معراج کے بارے میں بھی انہوں نے اشعار لکھے ہیں۔ یہ شعر دیکھئے:

برسر او ز نیک نامی تاج

ہم شب ہائے او شب معراج

مولانا عبدالرحمن جامی (م ۷۹۸ھ)

مولانا عبدالرحمن جامی کی شاعری میں جذب و کیف، قدوسیت و جاں سپاری اور والہانہ عشق و محبت حسب رسول کا آئینہ دار ہے۔ شوق دیدار اور روضہ رسول کی زیارت کی خواہش جذبات میں شدت کا انداز اختیار کرتی ہے۔

نہما جانب بٹھا گذر کن

ز احوالم محمد را خبر کن

مشہور تہذیب الاحرار میں معراج نامہ شامل ہے۔ اس کی ابتداء اس شعر سے ہوتی ہے۔

کے شبے از صبح دل افروز تر

وز شب و روز ہمہ فیروز تر

امام یوسفی کے قصیدہ بردہ کا منظوم ترجمہ بھی ان کی عقیدت و وابستگی کا مظہر ہے۔ حضور سے عقیدت و تعلق نے ان کے کلام میں گداز کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ ان کے یہ اشعار ہر کہ و مہ کی زبان پر ہیں۔

یا شفیع المذنبین بار گنہ آورده ام

بردرت این بار با پشت دو تہ آورده ام

چشم رحمت بکشا موی سفید من مگر

گرچہ از شرمندگی روئے سیاہ آورده ام

جامی کے کلام میں حاضری روضہ رسول کی شدید تڑپ اور مدینہ سے دوری شدت اختیار کر کے باقاعدہ ایک موضوع بن جاتی ہے۔

ماہیم کہ چوں لالہ صحرائے مدینہ

داریم بدل داغ تمنائی مدینہ

(۵۱۱)

کے بود یارب کہ رو در بیژب و بٹھا کنم

کہ یہ مکہ منزل و گہ در مدینہ جاکنم

(۵۱۲)

دور صغویہ و افشاریہ میں فغانی شیرازی، محتشم کاشانی، فیضی، عینی، نظیری، طالب اہلی، صائب تبریزی، ابو طالب کلیم، فتح علی صبا، مرزا قاسمی، سروش اصفہانی اور یغمانے میلادیہ و معراجیہ اشعار لکھ کر اس روایت کو

آگے بڑھایا ہے۔ اس دور کے شعراء نے صنائع لفظی و معنی کا استعمال تمثیل نگاری اور باریک بینی کی امتیازی شان شعر و سخن میں پیدا کی۔ مثنویوں کے دور میں مرثیہ، مناقب، آئمہ اور شیعہ عقائد کو فروغ ہوا۔ زندگیوں کی حکومت کی ابتداء کے بعد سے ایک نئی ادبی تحریک شروع ہوئی۔ قآآنی اور سرودش جیسے شعراء نے قدام کی طرز کو پھر زندہ کیا۔

مرزا حبیب اللہ قآآنی (م ۱۲۷۰ھ)

مرزا حبیب اللہ قآآنی واقعات کی تصویر کشی، حراوقات کی کثرت، تشبیہات و استعارات کی جدت، کلام کی روانی، الفاظ پر قدرت، زور بیاں اور موسیقیت میں اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ ایک قصیدے میں معراج کی تفصیل بیان کی ہے۔ حضرت جبرئیلؑ کا آنا، حضورؐ کو ہمراہ لے جانا، سدہ پر جبرئیلؑ کا رک جانا، استفسار پر کہنا کہ اگر میں ایک قدم بڑھاؤں تو جل کر خاک ہو جاؤں اس کے بعد آپؐ کا قرب الہی کے اعلیٰ درجات پر فائز ہونا، نہایت صفائی اور روانی سے بیان کیا ہے۔ اس کا مطلع یہ ہے:

شے بوشنی از آفتاب روشن تر

سہل و پرویں تابدہ اندریں منظر

آپؐ کے محاسن کو کس خوبی سے بیان کیا ہے:

نفس	بسیط	عقل	مجزو	روان	صرف
مصباح	فیض	راح	رواں	روع	التیبا
مصدق	لوح	معنی	نون	منظر	قلم
نور	ازل	چراغ	ابد	مشعل	بقا

سرودش اصفہانی (م ۱۲۸۵ھ)

سرودش اصفہانی کے میلادیہ کلام میں عقیدت و محبت کی فضا ان کے سارے کلام پر محیط ہے۔ ”شخص المناقب“ ان کا مجموعہ قصائد ہے۔ اس میں نبی کریمؐ اور خاندان نبوت کے بارے میں میلادیہ و مدیحہ قصائد ہیں۔ ان کے میلادیہ قصائد میں ”در تہنیت ولادت باسعادت حضرت خلیفۃ المسیحؑ“ (۵۱۳) اور ”در تہنیت عید مولود جناب مختی مرتبت مآبؑ“ (۵۱۳) اور ”در تہنیت عید مولود خلیفۃ المسیحؑ“ (۵۱۵) اور ”در تہنیت عید مولود مسعود حضرت خاتم المسننؑ“ (۵۱۲) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ پہلے میلادیہ قصیدہ کا آخری شعر ہے:

خواندند بنام آل ہمہ را قصر ولادت

بازینت و بازور و پیرائیہ بسیار

چوتھے قصیدہ کا ایک شعر ہے:

خلاصہ ہمہ امکان، محمد مختار

کہ ہست جب وی و آل عروۃ الوتقی

سروش اصفہانی پہلا شاعر ہے جس نے رسالتنامہ کی ولادت باسعادت کے موضوع پر چار قصائد لکھے ہیں۔

بہار خراسانی

بہار خراسانی کا میلاد یہ قصیدہ بہت مشہور ہوا جو انہوں نے میلاد النبیؐ سال ۱۳۸۲ شمسی کے موقع پر حشد میں آستانہ قدس پر پڑھا۔ (۵۱۷) محمد صادق اویس فرہانی (م ۱۳۳۶ھ) کا میلاد یہ قصیدہ ”در تہنیت ولادت حضرت خاتم الانبیاءؐ“ میں خلوص و عقیدت کی شدت نمایاں ہے۔
دور حاضر میں میلاد و سیرت پر چند اہم فارسی کتب درج ذیل ہیں :

بازرگانی محمد (علی رضا رحمان) پیامبر (آقائے زین العابدین) حیات فخر کائنات (سید علی رضا زادہ) زندگانی محمد (ابو قاسم پایندہ) زندگانی پیشوایے اسلام (عماد الدین اصفہانی) کتاب الہادی (مرزا ہادی نوری ماژندرانی)۔

فارسی شعر و ادب میں آپ کی سیرت و معجزات اور خصائل و فضائل کا بیان ہر دور کے شعراء کے پیش نظر رہا اور اکثر و بیشتر مثنویوں میں ”معراج“ کا ایک علیحدہ اور مستقل باب موجود ہے۔ مدینہ منورہ سے دوری کے سبب زیارتِ روضہ رسولؐ کی خواہش اور تڑپ کا اظہار اکثر شعراء کے کلام میں موجود ہے۔
فارسی میں چند میلاد یہ کتب کے مخطوطات کا جائزہ۔

فارسی میں میلاد ناموں اور مظلوم سیرتوں کے علاوہ دیگر مثنویاں بھی لکھی گئی ہیں۔ جن میں میلاد کے علاوہ دیگر اجزائے سیرت کا بیان ہوتا ہے۔ میلاد ناموں کی اسی قبیل کی منظومات سے متعلق ان مخطوطات کے تذکرہ سے قدیم روایت کی نشان دہی ہوتی ہے۔

رسالہ در بیان معراج میں معراج النبیؐ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے مصنف شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی (۷۳۰-۸۳۳ھ) ہیں۔ (۵۱۸)

شق القمر اس رسالہ میں محدثین و دیگر علماء محققین، صوفیاء و اہل شہود کے دلائل کے مطابق آپ کے معجزہ شق القمر کو بیان کیا گیا ہے۔ اسے صابن الدین ترکہ نجندی اصفہانی، علی بن محمد (م ۸۳۵ھ) نے لکھا۔ (۵۱۹)

صلوات بر رسولؐ ر تحفہ الصلوات میں نبی کریمؐ پر درود و سلام بھیجنے کی فضیلت، درود بھیجنے کے مواقع اور درود و سلام کے فضائل پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب بقول مصنف مستند احادیث و روایات سے استفادہ کر کے مرتب کی گئی ہے اس کے مصنف کمال الدین حسین بن علی سبزواری کاشفی بیستی (م ۹۱۰ھ) ہیں۔ (۵۲۰)

روئے الاحباب فی سیرۃ النبیؐ والذکر والاصحاب (جمال الدین عطا اللہ بن فضل اللہ شیرازی (م ۹۳۶ھ)

نے لکھی ہے۔ اس کا مخطوطہ قوی عجائب گھر کراچی میں موجود ہے۔ (۵۲۱)
 معراج نامہ مولفہ ابو علی سینا (۹۸۱ء-۱۰۳۷ء) مطبوعہ ملتا ہے۔ (۵۲۲)
 صحیفۃ المستنیرین و منہاج الیقین، نسب و احوال والدین نبی کریمؐ کے بارے میں محمد رضی بن ملا نصر بن محمد
 تقی مجلسی (۱۲۹۳-۱۳۶۳ء) نے لکھی ہے۔ اس کا مخطوطہ کراچی عجائب گھر میں موجود ہے۔ (۵۲۳)
 وصیت نامہ پیغمبرؐ (وصایای اخلاقی بہ حضرت علیؑ) میں بطور وصیت جو ارشادات نبی کریمؐ نے حضرت علی
 المرتضیٰؑ کو فرمائے۔ ان کی تفصیل دی گئی ہے۔ یہ کتاب محمد ظلیل بن عبد رسول اندجانی (م ۱۳۳۸ھ) نے
 مرتب کی ہے۔ (۵۲۴) شرح قصیدہ بانت سعادت متن عربی از کعب بن زہیر (م ۱۳۶۱ھ) اور شرح قصیدہ بردہ از
 ابو عبد اللہ محمد بن سعید بن حماد ابو میری (م ۱۶۹۷ھ) کے مخطوطات بھی ملتے ہیں۔ (۵۲۵)
 سیرت النبیؐ میر عبد العاقل بن علی بن الحسن الحسینی نے ۱۳۳۰ھ میں لکھی تھی۔ اس زمانے میں
 خراسان اور دہلی کے لشکروں نے گجرات کی طرف رجوع کیا تھا۔ اس کا گیارہویں صدی ہجری کا مخطوطہ
 پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ (۵۲۶)

برصغیر پاک و ہند میں فارسی میلاد نگاری کا سرسری جائزہ

مغول اور تیموری سلاطین کے اثر سے ہندوستان میں فارسی زبان رائج ہو گئی فارسی زبان میں لکھنے
 والے، مصنف اور شاعر پیدا ہوئے۔ تیموری النسل بادشاہ کے جانشینوں کے عہد میں ہندوستان فارسی ترجموں
 اور تالیفوں کا مرکز بن گیا۔ اسی دور سے میلاد و معراج نبویؐ اور سیرت و شمائل کے موضوع پر شعری و نثری
 نمونے ملنا شروع ہو جاتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کے شعراء میں مسعود سعد سلمان، بوعلی قلندر، امیر خسرو،
 حسن دہلوی، بیرم خان، محمد جمال الدین عرفی شیرازی، فیضی فیاضی، نظیری نیشاپوری، نور الدین ظہوری، طالب
 آملی، قدسی مشہدی، ابو طالب کلیم، سرد، غنی کاشمیری، غنیمت کجیابی، ناصر علی سرہندی، مرزا عبدالقادر بیدل،
 نور العین واقف پٹالوی، اسد اللہ خان غالب، مولانا غلام قادر گرامی، علامہ محمد اقبال، میر قمر الدین منت، مرزا
 جان جاناں مظہر، سودا، درد، قنبل، انشاء، مومن، بہادر شاہ ظفر، میر غلام علی آزاد بگلرانی، اور شاہ ولی اللہ
 وغیرہ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (۵۲۷) مختلف روحانی سلاسل کے صوفیاء و فقراء ان کے علاوہ ہیں۔
 جنہوں نے دینی خدمات کی وجہ سے مقبولیت اور شہرت حاصل کی۔

خواجہ معین الدین چشتی اجسیری (م ۱۶۷۷ھ)

خواجہ معین الدین چشتی ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے بانی ہیں۔ خواجہ ہند الہلی نے ہندوستان کے
 خلعت کردہ میں نور محمدی سے چراغاں کا آغاز کیا اور لاکھوں نفوس ان کے دست حق پرست پر مشرف بہ
 اسلام ہوئے۔ آپ کے ہند و مواضع کے علاوہ شعری تخلیقات کے بیش بہا جواہر بھی آپ کی یادگار ہیں:

درجاں چوکو منزل جانان ما محمدؐ
 صد در کشاہ در دل از جان ما محمدؐ

مستغرق گناہیم ہر چند عذر خواہیم
 پرشورہ چوں گیاہیم باران ما محمدؐ
 از آب و گل سرو دے، واز جان و دل درودے
 تابشود بہ یثرب افغان ما محمدؐ

قطب الدین بختیار کاکیؒ (م ۶۳۳ھ)

قطب الدین بختیار کاکیؒ کا تعلق سلسلہ چشتیہ کے اولیائے کرام کے اس طائفہ سے ہے، جنہوں نے ان گنت سینے شیخ ایمان سے منور کئے۔ آپ کے کلام میں حضورؐ کی عظمت اور دوسرے انبیاء پر برتری کے علاوہ حضورؐ کے معجزات کی طرف اشارات ہیں:

گرچہ بصورت آمدی بعد از ہمہ پیغیراں
 امام بہ معنی بودہ ای سرخیل جملہ انبیاء
 ہرگز نہ خواندی یک ورق نفلے گرفت از توسیق
 انگشت مہ را کرد شق اے خواجہ معجزنا

امیر خسروؒ (م ۷۲۵ھ)

خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ ان کے کلام میں دیگر فنی محاسن کے ساتھ سرتپا کیف و غنائیت موجزن ہے۔ خسروؒ کے کلام کی مقبولیت اور اثر انگیزی کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

”یہ نعتیہ غزلیں جب کوئی معنی مستانہ وار پڑھتا ہے تو سننے والوں کے دل سینے سے باہر آنے لگتے ہیں۔ وجدان کیف و نشاط کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ روح تڑپ اٹھتی ہے۔“ (۵۲۸)

اے چہرہ زیبائے تورشمک بتان آذری
 ہرچند وصفت می کنم در حسن ازاں زیبارتی

مشہوری ”مطلع انوار“ میں میلاد و معراج کے بیان میں خسروؒ نے جدت پسندی سے نئے نئے مضامین پیدا کئے ہیں۔

جمال الدین محمد عینیؒ (م ۹۹۹ھ)

عینیؒ کی میلادیہ منظومات میں بلندی مضامین، شوکت الفاظ، نادر تشبیہات اور جدید استعارات کی زینت ان کی خداواہ صلاحیت کا بین ثبوت ہے۔ ان اوصاف نے جوش عقیدت اور حسن طبیعت کے ساتھ مل کر

عجب سماں پیدا کر دیا ہے۔ عنی اس فن کی نزاکت کا ذکر کرتے ہوئے مدح رسالتاب کو ایک ایسا راستہ قرار دیتا ہے۔ جو کھوار کی دھار کی طرح تیز ہے۔

عنی مشاب این رہ نعت است نہ صحرا است
آہستہ کہ رہ ہوم تیج است قدم را
بشار کہ نواں بیک آہنگ سرودن
نعت شہ کونین و مدح کے وجم را
(۵۲۹)

شاہ عبدالعزیز دہلویؒ

شاہ عبدالعزیز دہلوی کے درج ذیل چار مصرعے اس درجہ مقبول ہوئے کہ آج تک زبان زد خلائق ہیں۔

یا صاحب الجمال یا سید البشر
من و جبک المنیر لقد نور القمر
لا یمنن الشا کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ تو کی قصہ مختصر

مرزا غالب (م ۱۲۸۵ھ)

غالب کو اپنی فارسی شاعری پر ناز ہے۔ غالب نے حمد میں ایک قصیدہ اور نعت میں دو قصائد لکھے ہیں۔ مدح و تحسین میں اپنے عجز کا اعتراف انوکھے انداز میں کیا ہے۔

حق جلوہ گر ز طرز بیان محمدؐ است
آرے کلام حق بہ زبان محمدؐ است
آئینہ دار پر تو مر است ماہتاب
شان حق آشکار ز شان محمدؐ است
تیر قضا ہر آئینہ در ترکش حق است
اما کشاد آں ز کمان محمدؐ است
غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گدا شمیم
کآن ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است
(۵۳۰)

غالب کی مثنوی ”ابر گمر بار“ میں معراج کا بیان ۳۳۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس معراج نامہ میں

عالم نے حکیمانہ متانت و سنجیدگی کا انداز اختیار کیا ہے۔ (۵۳۱)

علامہ محمد اقبالؒ (م ۱۳۵۷ھ)

علامہ اقبالؒ کے کلام پر رومیؒ اور جامیؒ کے رنگ شاعری کا اثر نمایاں ہے۔ اقبال کی شاعری کا انداز حکیمانہ اور جذب و مستی میں والہانہ پن ہے۔ ان کی ایک نظم بعنوان ”در حضور رسالت“ (مثنوی چہ باید کہ اے اقوام مشرق) میں خلوص و عاجزی اور درد مندی انتہائی پر تاثیر ہے۔ ارمغان حجاز میں ”حضور رسالت“ (۵۳۲) کے عنوان سے ان کی رباعیات و قطعات میں روضہ رسولؐ کی زیارت کی شدید تڑپ موجود ہے۔

یہ ہیں بیری رہ میثرب گر قلم

نوا خواں از سرور عاشقانہ

چوں آں مرغی کہ در صحرا سرشام

کشاند پر بہ فکر آشیانہ

(۵۳۳)

بر صغیر میں فارسی موالید کی روایت

بر صغیر کے قریباً تمام فارسی شعراء نے میلادیہ منکومات لکھیں۔ ان کے علاوہ فارسی میں باقاعدہ میلاد نامے اور منظوم سیرتیں بھی لکھی گئیں۔ بر صغیر میں فارسی میلاد ناموں کی روایت کی نشان دہی کے طور پر ان کتب کا مختصر جائزہ درج ذیل ہے:

مغازی النبیؐ سیرت و زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل مثنوی ہے۔ یہ مثنوی سال ۱۰۰۰ ہجری بمطابق ۱۵۹۲ء میں یعقوب صنی (م ۱۰۰۳ھ / ۱۵۹۳ء) نے لکھی۔ اس کی پہلی بار طباعت ۱۸۲۳ء میں لاہور میں ہوئی۔ اس کا مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ نیز اس مثنوی کا حوالہ اور نیشنل کالج میگزین اشاعت مئی ۱۹۶۱ء میں بھی موجود ہے۔ (۵۳۴)

وقات نامہ اور تولد نامہ رسالت پناہ فارسی زبان میں محمد عالمگیر نے سن ۳ جلوس اکبر شاہ ثانی میں لکھا۔ ان دونوں سیرتی مثنویوں کے مخطوطات بھی پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہیں۔ (۵۳۵) معراج نامہ (معین) کا سن کتابت ۳۰ جلوس عالمگیری ہے۔ یہ ۲۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور لاہور پنجاب پبلک لائبریری میں موجود ہے۔ اس کی کتابت سیالکوٹ میں ہوئی تھی۔

معراج نامہ حمید الدین ناگوری کا مخطوطہ دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری میں موجود ہے۔ (۵۳۶) حکایت رسولؐ منظوم فارسی سیرت ہے۔ علاوہ خان نے ۷۱- ستمبر ۱۹۷۲ء میں لکھی۔ یہ مثنوی ”مخطوطات شیرانی فارسی“ کے ذخیرہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ (۵۳۷) نظم اشمال، شمائل نبویؐ کے موضوع پر منظوم مخطوطہ ہے۔ اور قومی عجائب گھر کراچی کی ملکیت ہے۔

یہ مثنوی اکبر بادشاہ کے زمانہ (۹۶۳-۱۰۱۳ھ) میں محمد حسین حافظ بن باقر ہروی نے لکھی۔ (۵۳۸) ایک اور شامک نبوی کی شرح کا مخطوطہ بھی عجائب گھر کراچی میں موجود ہے۔ اس کا عنوان ”شرح شامک النبوی“ ہے جو عبدالهادی بن مصوم (۱۰۶۸-۱۱۱۸ھ) نے لکھی ہے۔ (۵۳۹)

حضور کے معجزات پر مشتمل شیخ احمد وزیر آبادی نے اپنی کتاب بعنوان ”معجزات خاص رسول اللہ“ ۱۷۵۶ء میں لکھی۔ اس کا مخطوطہ بھی پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ (۵۴۰)

محمد ہاشم بن عبدالغفور (۱۱۰۳-۱۱۷۳ھ) نے ”فتح القوی فی نسب آباء النبوی“ کے عنوان سے نبی کریمؐ کا حسب نسب بیان کیا ہے۔ اس کا مخطوطہ موزہ ملی کراچی کی ملکیت ہے۔ (۵۴۱)

حیدر حضرت سید المرسلینؐ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیف ہے۔ یہ مخطوطہ ۱۱۳۱ھ کا لکھا ہوا کراچی کے قومی عجائب گھر میں موجود ہے۔ (۵۴۲)

مولود شریف اور نور نامہ، شاہ رفیع الدین محدث دہلوی نے ۱۲۲۹ھ میں لکھے۔ ان دونوں رسالوں کے مخطوطات قومی عجائب گھر کراچی میں موجود ہیں۔ (۵۴۳) مولود شریف، شاہ رفیع الدین کا ایک اور مخطوطہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری کے ذاتی کتب خانے میں بھی موجود تھا۔ اس نسخے کی ۲۶-۲۷۔ ۱۲۲۹ھ کو سید فتح علی نے کتابت کی تھی۔ (۵۴۴)

معراج نامہ، ۱۲۳۰ھ میں مبارک بخاری نے لکھا۔ شاہ نعمت اللہ کہانی نے ۱۲۳۳ھ میں معراج نامہ لکھا۔ قصہ المعراج کے عنوان سے غلام محی الدین بن قطب الدین بن محمد عاقل لاہوری نے ۱۲۵۶ھ میں معراج نامہ لکھا۔ اسی دور کا ایک اور معراج نامہ ولی المتخلص بہ معین کا ملتا ہے۔ (۵۴۵) معراج نامہ، مولوی جان محمد کا تحریر کردہ کتاب خانہ اللہ بخش اسد ملتان میں موجود ہے۔ اس مخطوطہ پر تاریخ یا سال تصنیف موجود نہیں (۵۴۶) البتہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور کے نسخہ پر ۱۲۸۲ھ تحریر ہے۔

تحفہ رسولیہ، نبی کریمؐ کی منظوم سیرت ہے۔ اس میں معجزات و فضائل رسالتاب کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ غلام محی الدین قصوری (م ۱۲۷۰ھ ر ۱۸۵۳ء) نے ۱۲۳۳ھ بمطابق ۱۸۱۹ء میں لکھی۔ اس کا مادہ تاریخ درج ذیل شعر سے نکلا ہے۔

گشت پدید این گھر آبدار
در سن یک الف دو صد سی چار

اس مثنوی کا مخطوطہ رحمت اللہ کا تحریر کردہ ۲- دسمبر ۱۸۵۹ء پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ (۵۴۷)

آداب لباس حضرت سید البشر مولفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ مکتوبہ محمد حسن علی ہاشمی سکنہ شاہ جہان پور یکم اکتوبر ۱۸۶۵ء اور دوسرا مخطوطہ مکتوبہ مرزا محمد علی بتاريخ ۲۳۔ جنوری ۱۸۳۱ء ہے یہ دونوں مخطوطات پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہیں۔ (۵۴۸)

خیر انفضال کے عنوان سے امام ابو یسعی ترمذی کی شامک النبوی کی شرح ابو الوفا مفتی، مکتوبہ محمد سلطان

۱۸۳۶ء ہے۔ (۵۳۹)

غلام محی الدین قصوری نے ”حلیہ رسول“ نثر میں لکھی ہے اور اس کا مخطوطہ مکتوبہ رحمت اللہ در حدود ۱۸۵۹ء ہے جبکہ دوسرا مخطوطہ بعنوان ”حلیہ محبوب خدا“ منظوم ہے اور اس کا سال تالیف ۱۸۸۰ء بتا ہے۔ (۵۵۰)

راحت القلوب فی مولد المحبوب (عبدالسیح بیدل) کا مطبوعہ میلاد نامہ لکھنؤ ۱۳۰۲ھ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔

حلیہ نبوی منظوم محمد فضل نے لکھا ہے۔ ان کی اس مثنوی کی اساس احادیث نبوی پر ہے، اس کا مخطوطہ بھی قومی عجائب گھر کراچی میں موجود ہے۔ (۵۵۱)

سیرت النبی مثنوی کے انداز میں سیرت رسول اکرم ہے۔ اس کا دیباچہ نثر میں ہے۔ حافظ محمد شجاع نے والئی ریاست بہاولپور محمد بہاول خان کی فرمائش پر لکھی۔ اس کا مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ (۵۵۲)

قصیدہ سید المرسلین منظوم کا قلمی نسخہ احمد حسین قریشی قلعہ داری کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔ یہ ان کی اپنی تصنیف ہے۔

ان کے علاوہ صوفیاء و اولیاء کرام کے ملفوظات میں میلاد و معراج کے اشعار ملتے ہیں۔ غیر مسلم شاعروں کے کلام میں بھی حضور کے میلاد و معراج کے کچھ شعر نظر آ جاتے ہیں۔

جنوبی ہند میں میلا ناموں کا آغاز و ارتقاء

تیسرا باب

جنوبی ہند میں میلا ناموں کا آغاز و ارتقاء

جنوبی ہند میں میلاد ناموں کا آغاز و ارتقاء

- دکنی دور کا پس منظر
- میلاد نامے اور لفظ نامہ سے ترکیب پانے والی دیگر اصناف کا اجمالی جائزہ
- شاہ علی محمد جیوگام دہنی ، شاہ برہان الدین جانم ، غلام مصطفیٰ احمد آبادی ، محمد قلی قطب شاہ ، عبدالملک بھروچی ، ملک خوشنود ، عبدالرسول ، سید بلاقی حیدر آبادی ، ملا اسد اللہ وجہی ، سید شاہ حسین ذوقی ، عبداللطیف ، محمد مختار ، نصرتی ، شاہ امین الدین اعلیٰ ، عالم گجراتی ، پیر مشائخ ، شیخ احمد گجراتی ، محی الدین قاسمی ، جنونی گجراتی ، محمد امین گجراتی ، امامی دکنی ، علی ، کتر ، سید میراں شاہ ہاشمی بیجا پوری ، صاحبان عثمان ، شاکر ، علی بخش دریا ، محمد حسین معظم قادری بیجا پوری ، شریف ، عبدالحمید ترین ، میر (ایک غیر معروف شاعر) ، اعظم دکنی ، مخدوم حسینی ، سیدی ، عنایت شاہ قادری ، میرولی فیاض ویلوری ، بکریم الدین سرمست ، غریب اللہ ، محمد بن مجتبیٰ ممدوی ، شاہ ابوالحسن قربی ، سوز ، راحت ، انصاری ، نوازش علی شیدا ، شاہ کمال الدین ، غلام اعجاز الدین ثانی ، مولانا محمد باقر آگاہ ، غلام محمود حسرت ، جان محمد عاجز ، سید امیر الدین حسین ، محمد خاں ، فضل رسول ، نامور ، طالب دکنی ، برہان الدین -
- جنوبی ہند کے میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ۔

دکنی دور کا پس منظر

سیاسی طور پر محمد بن قاسم کی فتوحات (۶۹۳ء ، ۷۱۳ء) کے بعد مسلمان برصغیر کے ایک بڑے حصہ پر قابض ہو گئے اور اس طرح شدہ میں پہلی اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ آئندہ سالوں میں اس کی حدود شمال کی طرف پھیلنے لگیں اور غزنوی دور میں سرحد اور پنجاب کے بہت سے علاقے مسلمانوں کے زیر نگیں آ گئے۔ خوری و ایک نے اسلامی سلطنت کی حدود کو گوالیار ، بدایوں ، بہار و بنگال اور قنوج و بنارس تک وسعت دی۔ شہاب الدین خوری (م ۱۲۰۶ء) کے زمانے تک برصغیر کے کئی علاقوں پر مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ قطب الدین ایک نے ۱۲۰۶ء کو دہلی میں مسلمانوں کی پہلی خود مختار حکومت تشکیل دی۔ علاؤ الدین خلجی نے ۱۲۹۸ء میں گجرات فتح کیا اور ۱۳۱۰ء میں دکن کے بہت سے علاقوں پر اس کا تسلط قائم ہو گیا۔ ۱۳۳۶ء میں تغلق سے دولت آباد کو دارالحکومت بنانے کا فیصلہ کیا تو دہلی سے مسلمانوں کی کثیر تعداد دکن منتقل ہو گئی۔

۱۳۳۷ء میں دکن میں جمنی سلطنت کی بنیاد پڑی۔ اس سلطنت کا قیام ۱۳۳۷ء سے ۱۵۲۶ء تک رہا۔ اس کے بعد یہ پانچ خود مختار ریاستوں کو لکنڈہ ، بیجا پور ، احمد نگر ، برار اور بیدر میں بٹ گئی۔ یہاں بعد میں نظام

شاہی، عادل شاہی اور قطب شاہی کے نام سے تین حکومتیں باقی رہ گئیں۔ مغلوں نے ان سلطنتوں پر قبضہ کر لیا اور ۱۶۸۷ء میں پورا دکن مغلوں کی سلطنت میں ضم ہو گیا۔ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد دکن پر آصف جاہ کا قبضہ ہو گیا اور یہ سلطنت ۱۷۲۳ء سے ۱۹۳۰ء تک قائم رہی اور دکن پر سلاطین آصفیہ کا قبضہ رہا۔ اسی دوران انگریزوں نے ۱۸۵۷ء میں دہلی پر قبضہ کر کے اسے تاج برطانیہ کی عملداری میں شامل کر لیا۔

تہذیبی و لسانی لحاظ سے برصغیر میں اسلام کے اثر و نفوذ نے یہاں کی سماجی زندگی پر اسلامی تہذیب و تمدن، علوم و فنون اور نظریات و افکار کے گہرے اثرات مرتب کئے۔ اور ایک نئے لسانی پیرائے کو جنم دیا۔ مسلمانوں کے دور اقتدار میں صوفیاء و مشائخ نے عربی، فارسی اور ہندوستانی پراکرتوں، علاقائی بولیوں کو ساتھ ملا کر تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے استعمال کیا۔ مولوی عبدالحق ان بزرگان دین کی مساعی جمیلہ کو سراہتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”صوفیاء نے ملک کے حالات سے بعض ظاہری تہود کو توڑ کر اہل ملک سے ارتباط اور میل جول بڑھانے اور ان کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی، اسی نظر سے انہوں نے ان کی اور اپنی زبانوں کو بھی ملانا شروع کیا۔ ان کی نظموں کی بحریں (اکثر و بیشتر) ہندی ہیں۔ طرز بھی نظموں کا ہندی ہے۔ یہاں تک کہ کبھی کبھی ہندی دیو مالاک کی جگہیں اور استعارے بھی استعمال کر جاتے ہیں اور اس کے ساتھ وہ اپنی چیزوں کو بھی ملاتے جاتے ہیں۔ ہوتے ہوتے اس میل اور ارتباط سے خود بخود ایک نئی زبان بن گئی جو نہ ہندی تھی نہ فارسی، بلکہ ایک نئی مخلوط زبان تھی جسے اب ہم اردو یا ہندوستانی کہتے ہیں۔ اہل علم اس نومولود زبان میں لکھنا اپنے لئے باعث عار سمجھتے تھے۔ یہ صوفی ہی تھے، جنہوں نے پہلے جرات کی اور اس کفر کو توڑا۔ ان کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگوں نے بھی شعر و سخن، مذہب و تعلیم اور علم و حکمت کے اغراض کے لئے اس زبان میں لکھنا شروع کر دیا۔“ (۱)

اردو زبان کی ابتداء اور نشوونما میں مذہب نے خاصا اہم کردار ادا کیا۔ مسلمانوں کی برصغیر میں آمد کے وقت سے ہی دکن اور ہجرات میں اسلام کی تبلیغ کا کام شروع ہو گیا تھا۔ یہ بزرگ اشاعت و تبلیغ کا کام ہندوستان کی ہی زبان میں کر رہے تھے۔ انہوں نے برہمنوں کی طرح نہ تو عربی اور فارسی کو عوامی سطح سے دور اور بلند رکھا اور نہ ہی مقامی بولی کو اپنی علمی و دینی شان کے منافی سمجھا۔ انہوں نے عام انسانی سطح پر رہ کر لوگوں سے رابطہ و تعلق استوار کیا۔ پند و وعظ اور اپنے مافی الضمیر کے بیان و اظہار کے لئے مقامی زبان کو ترجیح دی اور اپنی فکری توانائی اور عمل پیہم سے دکن کے تہذیبی و سماجی ڈھانچے میں نئی روح پھونکی۔ ان صوفیاء نے اپنے کردار و عمل سے برصغیر کے اطراف و آکناف میں مظلوم و مغمور، ذات پات کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے انسانوں کو اخوت، بھائی چارہ، مساوات اور عظمت انسانی کا درس دیا۔ انہوں نے لوگوں کو سماجی ناہمواریوں سے نجات دلائی۔ ان کی اس مساعی جمیلہ سے، جو ان کے پاس آیا وہ ان کا گرویدہ

کرنے لگیں۔ یعنی عہد اور بعد میں اس کی جانشین سلطنتوں کے زمانے میں اردو شعر و ادب اور تصنیف و تالیف کے قابل بن گئی جبکہ شمالی ہند میں مغلوں کے شاہی درباروں میں فارسی راج رہی۔ اردو دہلی، آگرہ اور اس کے نواحی علاقوں میں بول چال کی زبان کے طور پر پھیلی پھولتی رہی۔ اورنگ زیب عالمگیر نے ۱۶۸۶ء میں دکن کی عادل شاہی اور قطب شاہی حکومتوں کو ختم کر کے دہلی اور اورنگ آباد میں رابطہ و ضبط پیدا کیا تو دکنی اردو اور شمالی ہند کے لسانی اختلافات کا اندازہ ہوا۔ دکن میں شعری و ادبی روایت کے موضوع ہمہ گیر بن چکے تھے۔ دکنی مشنویوں میں تصوف و عرفان اپنی جلوہ گری دکھا رہا تھا۔ اور نثری کتابیں مختلف موضوعات سیرت، ترجمہ قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف کے ساتھ ساتھ ادب پر بھی دستیاب تھیں جبکہ شمال میں یہ زبان ابتدائی مراحل سے آگے نہ بڑھ سکی تھی۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ کے عہد حکومت میں ہر سال جشن عید میلاد النبیؐ کا اہتمام بڑی عقیدت مندی سے ہوتا رہا اور دور محبوبی و عثمانی میں بھی جلسہ ہائے میلاد نہ صرف حیدر آباد یا اضلاع میں ہوتے تھے بلکہ تمام وقفات کے مشترک چندے سے امور مذہبی کے زیر اہتمام ان مجالس کا سلسلہ چلتا رہا۔ بیجا پور میں عادل شاہی حکومت کے زمانے میں سنی اور شیعہ دونوں فرقوں کو برابر کی سولتیں میا کی جاتیں مثلاً جس قدر روپیہ عشرہ محرم منانے پر صرف کیا جاتا اسی قدر عید میلاد النبیؐ پر بھی کیا جاتا۔ (۲) اس دور میں سیاسی انتشار نے ایسے حالات پیدا کر دیئے تھے کہ سارا معاشرہ مذہب میں سکون تلاش کر رہا تھا۔ اس دور میں مذہبی منظومات اور مشنویاں کثرت سے لکھی گئیں۔

”نامہ“ قدیم اردو میں فارسی سے منتقل ہوا ہے۔ فارسی میں نامہ کے لفظ کے ساتھ ترکیب پانے والے رسائل و منظومات پند نامہ، شاہ نامہ وغیرہ تھیں صوفیاء نے ان کی ترکیبی ہیئت کو مخصوص معنوی انداز میں رواج دیا اور مذہبی نوعیت کی صورت پیدا کر کے نور نامہ، میلاد نامہ، شامک نامہ، معراج نامہ اور وفات نامہ جیسی تصانیف میں نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کو نظم و نثر میں لکھنا شروع کیا۔ میلاد ناموں کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ مجالس میلاد میں نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ اور بالخصوص آپؐ کی ولادت، رضاعت، بچپن کے احوال، معراج، معجزات، اخلاق و شمائل کے مختلف پہلوؤں کو دلکش انداز میں عوام کے سامنے پیش کیا جائے اور ان مجلسی نوعیت کی تصانیف سے تبلیغی کام لیا جائے۔ اس لحاظ سے یہ مذہبی مشنویاں اور نثری تصانیف اشاعت اسلام اور حسب رسول مقبولؐ کے مقصدی پہلو کو اجاگر کرتی ہیں۔ موضوع کی پاکیزگی کی مناسبت سے ان میں تفرزل نام کو نہیں پایا جاتا۔ (۳) ان میں اکثر قدیم دینی کتابیں خواتین کو مذہبی مسائل سمجھانے کے لئے لکھی گئی ہیں۔ ان میں مختلف چکی ٹائٹل، لوریاں اور پسیلیاں وغیرہ شامل ہیں۔ (۳)

دکن اور گجرات کی طبع زاد مشنویوں میں مبالغہ کی کثرت ہے۔ اس کی وجہ مقصدیت کا غلبہ ہے۔ ان میں واقعات کی حقیقت کو مد نظر رکھنے کی بجائے اثر و تاثر کا خیال رکھا جاتا تھا جو اشاعت و ترویج مذہب میں مدد و معاون ثابت ہو سکے۔ ہندی تہذیب و زبان کے اثرات بھی نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ اس کے باوجود دکنی شعراء اور مصنفین نے ہر قسم کے موضوعات کو بڑی نفاست اور فنکارانہ مہارت سے نبھایا ہے۔ اس لحاظ سے ان تحریروں میں مسلمانوں نے اپنے کچھ کے جو آثار چھوڑے ہیں، وہ تباہک اور درخششاں

میلاد نامے اور لفظ نامہ سے ترکیب پانے والی دیگر اصناف کا اجمالی جائزہ

میلاد نامے بنیادی طور پر نبی کریمؐ کی پیدائش کے احوال کے بیان کے لئے مختص اور وقف ہیں لیکن بیشتر میلاد نامے آپؐ کی ولادت مبارکہ، بعثت، حقیقت نور، معراج، معجزات، معجزات، شمائل و فضائل اور انسانی صفات و ماورائی خصوصیات سے لے کر وفات تک کے حالات پر مشتمل ہیں۔ اسی طرح نامہ کے لفظ کے ساتھ ترکیب پا کر نام حاصل کرنے والی دیگر اصناف نور نامے، معراج نامے، وفات نامے، مبشرات نامے اور معجزات نامے وغیرہ میں نبی کریمؐ کی حیات مقدسہ کے مخصوص پہلوؤں کا بیان ہوتا ہے۔ ان تصانیف میں میلاد نگار سیرت نبویؐ کے طے جملے اجزا کو اس انداز سے ترتیب و تکمیل دیتے ہیں جو مجالس میلاد کے سامعین کے جذبات عشق و محبت اور دلی عقیدت کو اپیل کرنے کے لئے ضروری تصور کئے جاتے ہیں۔

میلاد نامے اور ان کی جملہ اصناف نظم میں اور یا پھر نظم و نثر کے مخلوط انداز میں ہوتے ہیں۔ کچھ سراسر نثر میں ہیں۔ نظم و نثر کے مخلوط اور طے جملے انداز کے میلاد ناموں کی بعض عبارات اور منظوم کلام کبھی مصنف کا اپنا ہوتا ہے۔ اور کبھی دیگر مصنفین یا شعراء کے کلام سے بھی خوشہ چینی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر جام کوثر یا آئینہ مغفرت مولود نامے مختلف شعراء کے کلام پر مبنی ہیں۔ محمد عبدالحمید شرر کے مولود شریف اور حافظ محمد شفیع علی خان کے میلاد نامہ ”نور القلوب فی ذکر المحبوب“ میں نثر زیادہ اور نظم کم ہے۔ غلام محمد عباس کا مولود نامہ ”ذکر میلاد“ نظم و نثر میں ہے لیکن منظوم زیادہ ہے۔ دلی ویلوری، نوازش علی شیدا اور محمد باقر آگاہ کی منظوم سیرتی مثنویاں ہیں۔ اس لحاظ سے ان سب تصانیف کا مقصد مجلسی انداز میں سامعین کو نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ سے روشناس کرانا ہے۔ محافل میلاد میں اس سالار انبیاء کی آمد اور ولادت کی یادگار منائی جاتی رہی ہے اور منائی جاتی رہے گی۔ میلاد کی مجالس کا انعقاد ربیع الاول میں خصوصیت سے اور سال بھر بالعموم ہوتا ہے۔ مختلف مواقع اور تقریبات میں آپؐ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو تفصیل اور وضاحت سے بیان کیا جاتا ہے۔ کبھی معراج و معجزات، کبھی شمائل و فضائل اور کبھی مبشرات و دیگر جملہ و محاسن جمیلہ کے ذکر کی تقریب ہوتی ہے۔

ان میلاد ناموں کے آخر میں درود و سلام اور نبی کریمؐ کے حضور استعاذہ و استمداد طلبی اور مشکل کشائی کے لئے عرضداشتیں پیش کی گئی ہیں۔ ہر مسلمان چودہ سو سال سے نبی کریمؐ پر درود و سلام بھیجتا چلا آ رہا ہے اور اسے اپنے لئے سعادت و نجات اور فلاح دارین کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ اس کے علاوہ محفل میلاد میں نبی کریمؐ کی موجودگی اور حاضری کے احساس و شعور کی وجہ سے سامعین بڑے احترام سے کھڑے ہو کر میلاد خوانی کرتے اور درود و سلام پڑھتے ہیں۔ میلاد ناموں کے آغاز سے ہی نبی کریمؐ کے حضور فریاد اور حاجت روائی کے لئے سوال ان کے مضامین میں شامل رہا ہے۔

پورے مقالہ میں لفظ نامہ سے ترکیب پانے والی ان تمام مجلسی تصانیف کا ذکر ان کے شعراء و مصنفین کے اسماء کے حوالے سے کیا گیا ہے کیونکہ کئی مصنفین و شعراء کی دو دو اور تین تین تصانیف موجود ہیں۔

مثلاً امین گجراتی کا مولود نامہ، معراج نامہ، وفات نامہ، مختار کا نور نامہ، مولود نامہ، معراج نامہ اور کفایت علی کافی کا مولود نامہ، وفات نامہ اور درد نامہ وغیرہ موجود ہیں۔ اس طرح ہر مصنف کی جملہ تصانیف کا تذکرہ ہر مصنف کے نام یا احوال کے ساتھ قلمبند کیا گیا ہے۔

ان مشنویوں یا نثری رسالوں میں آپؐ کی حیات مقدسہ، سیرت اور اسوہ حسنہ پر محدثانہ اور محققانہ تبصرہ نہیں ہے اور نہ ہی ان کے چھوٹے بڑے واقعات کو نقد و روایات پر پرکھنے کی ضرورت ہے۔ ان میں تحقیق و تاریخی چھان بین سے زیادہ عقیدت اور محبت کو دخل ہے۔ یہ رائے ہر واقع کے بارے میں بھی نہیں ہے بلکہ صرف بعض جزئیات کے متعلق ہے۔ بنیادی حالات و واقعات کی صداقت و سچائی سے انکار نہیں لیکن شاعروں نے مجلسی تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھ کر جو اضافے کئے ہیں۔ ان میں کسی حد تک چلک نظر آتی ہے۔ بہت سارے نثری رسالوں اور منظوم نثری کتب کی زندگی کے علیحدہ علیحدہ واقعات اور حالات پر مشتمل ہیں۔ ان کے علاوہ مستقل سیرتی مشنویاں اور دیگر تصانیف بھی بہر صورت موجود ہیں۔

شاہ علی محمد جیو گام دہنی (م ۱۵۶۵ء، ۹۷۳ھ)

شاہ علی محمد جیو نام اور گام دہنی لقب ہے جس کے معنی گاؤں کے مالک کے ہیں۔ میر علی شیر قانع کے بقول شاہ علی محمد، شیخ احمد کبیر رفاعی (م ۱۱۳۳ھ) کی اولاد میں سے تھے۔ (۳) ان کا دیوان ”جوہر اسرار اللہ“ کے نام سے ملتا ہے۔ اس کے قلمی نسخے پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور (۵) اور حیدر آباد دکن کے عجائب گھر میں موجود ہیں۔ یہ مجموعہ بمبئی سے طبع ہو چکا ہے۔ (۶) اس مجموعہ کلام میں ایک نظم ”معراج نبوی“ کے موضوع پر ملتی ہے۔ جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

آدم آدمی ہو جن سارے، اے نور نبیؐ تھے کہتے
 بھیس بھرا کر آپؐ دکھایا ہم تم اوپر بول سو دیتے
 ڈونگر جیواں ہو نہ باتاں اے سب نور نبیؐ کا جانوں
 احمد محمدؐ نالوں احد کے دو جامن منہ کوئی نہ آتوں
 تورت ماں خدا میں کیا ممتز موسیٰؑ بات
 محمدؐ رسول حبیب خدا کا ساروں کہہ یہ بات
 احمدؐ بھی ہے تورت ما نہیں محمدؐ کیرا نالوں
 انجیل میں بھی احمدؐ کیا کے تھیں تس مولد تانوں
 (۷)

”جوہر اسرار اللہ“ میں ایک نظم میلاد النبیؐ پر بھی ہے۔ (۸)

شاہ علی محمد کی زبان و بیان پر ہندی روایت کے ساتھ الجراغ کے سنے وسیلوں کی تلاش میں فارسی مصرعوں کی گونج بھی سنائی دیتی ہے۔ اور فارسی بحرؤں کو بھی استعمال کرنے کی کوشش ملتی ہے۔ اس لحاظ سے

کجرات کی ادبی روایت میں یہ عمل پہلی بار دکھائی دیتا ہے۔

شاہ برہان الدین جانم (م ۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء)

شاہ برہان الدین، حضرت شاہ میراں جی شمس العشاق کے فرزند اور خلیفہ ہیں۔ ان کی عارفانہ تصانیف وصیت الہادی، منفعت الایمان اور ارشاد نامہ وغیرہ کے علاوہ ایک تصنیف ہشت مسائل کا تذکرہ مولوی عبدالحق نے خواجہ بندہ نوازؒ کی تصانیف کے سلسلہ میں کیا ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ آغا حیدر حسن کے کتب خانے میں ہے۔

ہشت مسائل میں کائنات کی ابتداء اور ذات خداوندی کے بارے میں تشریح و تفسیر ہے اور اس میں نبی کریمؐ کے معراج کا حال بھی سوال و جواب کے انداز میں بیان کیا گیا ہے جیسا کہ اس اقتباس سے ظاہر ہو گا:

”پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کون معراج ہوا تب محمد رسول اللہ علیہ السلام نے سوال کئے، سات طبق آسمان اور سات طبق زمین کیا قدیم ہے یا جدید۔“

جواب: خدا کیسے اے حبیب من این ہمہ جدید آفریدہ شد۔

سوال: تو کچھ نہ تھا تو کیا تھا۔

جواب: تجھ سون میں تھا۔“ (۹)

یہ پورا رسالہ اس طرح سوال و جواب کے انداز میں لکھا گیا ہے۔ شاہ برہان کی زبان قدیم مصنفین کی نسبت زیادہ صاف اور سلیس ہے۔

غلام مصطفیٰ احمد آبادی

غلام مصطفیٰ احمد آبادی کا نور نامہ سنہ ۱۰۰۲ھ / ۱۵۹۳ء کی تصنیف ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ مخطوطہ خط نستعلیق میں لکھا ہوا ہے۔ حاشیہ کی جدولیں دوہری سرخ ہیں۔ کوئی عنوان نہیں ہے۔ نور نامہ کی ابتداء جس بحر میں ہے وہ صفحہ ۹ تک برقرار رہی لیکن اس کے بعد مصنف نے وزن تبدیل کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ وزن شروع ہوتا ہے جس میں شاہ اشرف کی نو سرہار، شاہ شمس العشاق اور شاہ برہان الدین جانم کی اکثر تصنیفات ہیں۔ نور نامہ کو فارسی سے دکنی میں ترجمہ کرنے اور شیخ نور قطب عالم کی اولاد ہونے کے بارے میں درج ذیل اشعار سے نشان دہی ہوتی ہے:

شیخ نور قطب عالم کی اولاد

نور نامہ کا میں کیا بنیاد

فارسی تھا سو دکنی بات

لکھا مصطفیٰ حب سنگات

مصطفیٰؐ ہجرت احمد آباد کے باشندے تھے۔ اس کے تفصیلی حالات معلوم نہ ہو سکے نور نامہ کا تصنیف اس بیت میں ہے:

یک ہزار دو اگلے ان سال جان

نور تھا قدرت کا یوں نشان (۱۱)

ابتدائی اشعار ملاحظہ ہوں:

سنو یاراں بولوں تمنا قدرت کی میں ساچی بات
نور نامہ کیوں ظاہر کیتا سنو عزیزاں دل سنگات
یک دن حضرت پیغمبر مل بیٹھے تھے شیخ تن پاک
تو لگ جبرئیل خوشی حال سوں آئے اپنے کن بیگی تھاک
(۱۲)

محمد قلی قطب شاہ (۱۷۷۳ء - ۱۸۲۰ء)

محمد قلی قطب شاہ اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر ہیں۔ ان کی چھ نظمنیں ”عید میلاد النبیؐ“ کے موضوع پر ہیں۔ یہ نظمنیں نبی کریمؐ کی ولادت پاک کے تذکار مبارک کی تقریبات پر پڑھنے کی غرض سے لکھی گئی تھیں۔ قطب شاہی عہد میں ربیع الاول میں عید میلاد النبیؐ کو بڑے تزک و احتشام سے منانے کی روایت ملتی ہے۔

”قطب شاہی دور میں عید میلاد“ کے عنوان سے نصیر الدین ہاشمی نے ”دکنی کلچر“ میں سلطان محمد قلی قطب شاہ اور اس کے نواسے سلطان عبداللہ کے دور کی عید میلاد النبیؐ کی تقریبات کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے:

”عید میلاد کا جشن قصر داد محل کے کشادہ اور وسیع میدان میں منعقد ہوتا تھا۔ یہ میدان شاہی محل کے جنوب میں واقع تھا۔ اس میدان کے تین طرف جوہریوں کی دوکانیں تھیں۔ عید میلاد میں نہ صرف چالیس ستون اور چار سو طابوں کا ایک خیمہ استادہ کیا جاتا تھا اور اس خیمہ کو آراستہ کیا جاتا تھا بلکہ اس کے اطراف کی دوکانوں کو بھی سجایا جاتا تھا۔ خیمے کا وسطی حصہ محل و اطلس اور اطراف زر دوزی نقش و نگار سے مزین ہوتا۔ عید میلاد النبیؐ کی آمد سے بہت قبل صنایع، ہنرمند اور استادان، صنعت و حرفت شاہی عمارتوں کو آراستہ کرتے، ربیع الاول کی سترہ تاریخ کو نقاروں، دماموں، نفیریوں اور قرناؤں کی آواز سے داد محل گونج اٹھتا۔ تمام شہر اور اطراف کے لوگ میدان میں جمع ہو کر صنعت و حرفت کے ہنرمندوں کا معائنہ کرتے۔“ (۱۳) اور حدیقتہ السلاطین میں آگے مزید وضاحت ہے۔ ”مولود النبیؐ کے آخری دن میدان داد محل ایک طعام خانہ عام کی صورت میں تبدیل کر دیا جاتا اور تمام لوگ خاص و عام ان دسترخوانوں پر کھانا کھاتے تھے۔ اس وقت میدان میں چاروں طرف روشنی کی جاتی تمام میدان روشنی سے جگمگا اٹھتا۔ دولت خانہ شاہی کے اندر اور باہر آتش بازی چلائی جاتی۔ غرض میلاد النبیؐ کی خوشی کا یہ جشن بارہ روز تک دن

رات جاری رہتا تھا اور اس میں تیس ہزار ہون خرچ ہوتے۔“ (۱۳)
 قلی قطب شاہ کے دیوان میں عید میلاد اور شب معراج وغیرہ کے عنوانات پر متعدد نظمیں ایسی
 تقریبات کے مواقع پر پڑھنے کی غرض سے لکھی گئی محسوس ہوتی ہیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

قطب بندہ ہے تیرا دو جگ میں یا محمدؐ
 دائم نظر رکھ اس پر اپنا اوک دیا کا
 نبیؐ کا غلام ہے محمدؐ قطب شہ
 خبر لاکھ سالان لیا یا برس گانٹھ
 (۱۵)

محمدؐ قلی قطب شاہ کے کلام میں نبی کریمؐ سے دلی وابستگی کا اظہار ملتا ہے۔ بعثت نبیؐ اور معراج النبیؐ کے
 موضوعات پر منظومات بھی حضورؐ سے عقیدت کی مظہر ہیں۔

عبدالمالک بھروچی

عبدالمالک بھروچی گیارہویں صدی ہجری کے صوفی شاعر تھے۔ بھروچ احمد آباد (گجرات، ہند) سے جنوب
 میں کچھ فاصلے پر دریائے نریدا کے کنارے ایک شہر ہے۔ عبدالمالک وہاں کے باشندے تھے اس لئے بھروچی
 کہلاتے ہیں، لیکن وطن میں ان کا قیام بہت کم رہا ہے۔ زندگی کا زیادہ عرصہ سیر و سیاحت میں گزارا۔
 درویشوں کی سیر و سیاحت کا فضا و مقصود تحصیل علوم ظاہری و باطنی اور فیضان ذہنی و قلبی ہوتا ہے۔
 عبدالمالک کی سیر و سیاحت کا مقصد بھی اسی قبیل سے ہے۔

ان کے تین رسالے مولود نامہ، وفات نامہ، نامہ سلطان یا وصیت نامہ ملتے ہیں۔ مولود نامہ ڈھائی سو
 اشعار کی ایک مثنوی ہے۔ اس کا سنہ تصنیف ۶۰۹ھ / ۱۲۰۰ء ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کی ولادت کے حالات
 تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ مصنف کے بیان کے مطابق اس کا ماخذ احادیث نبویؐ ہیں چنانچہ وہ کہتا ہے:

مولود حضرت کے لکھے ہیں میں حدیثوں سوں آثار
 سن کر اسے کچھ خیر کر جو تجھ دیا پروردگار

(۱۶)

عبدالمالک کے مولود نامہ پر گجراتی زبان کے اثرات نمایاں ہیں۔ اس مولود نامہ کا مخطوطہ کتب خانہ
 ادارہ ادبیات حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔ عبدالمالک شعروں میں خود کو عبدالمالک بھی کہتے ہیں اور اپنے
 نام کے ساتھ عاجز، غریب اور بندہ کے الفاظ عاجزی اور انکساری کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ نبی کریمؐ کی
 ولادت کا مضمون اس طرح بیان کیا گیا ہے:

منے برس سب پہلے لے کر ربیع الاول منی

احمد نئی پیدا ہوئے جیوں چاند چودھویں رات نہیں
تب ہوا یہ حکم رضواں کو کہ بھٹاں کو سنوار
سب بھشوں سوں اوشا پردا انہیں خوراں سنگار
ہور دکھاؤ سب فرشتوں کوں نئی کا نور آج
جس نئی کوں میں دیا جو دین دنیا کا سو راجہ
(۱۷)

اے مومنو غافل نہ ہو مولود سن کر سب تمہیں
بھیجو محمدؐ پر درود اور دیو خدا کی راہ میں
ایسے نبی کے نام پر قربان ہوویں آج سوں
جس دوستے بخشے خدا فردا نئی کی لاج سوں
(۱۸)

شاعر نے مولود نامہ سے سماجی اصلاحی کام بھی لیا ہے اور اس میں مندرجہ بالا اشعار میں ”دیو خدا کی
راہ میں“ وغیرہ کے پیغام دے کر صدقات و خیرات دینے اور حضور پر درود و سلام بھیجنے کی تلقین کی ہے۔
شاعر نے اپنا نام ”وطن“ کتاب کا نام اور سنہ تصنیف کی بھی آخری اشعار میں صراحت کی ہے:

عاجز غریب عبدالملک لیا محمدؐ سوں پناہ
بخشے الہی توں اسے تیرے کرم سوں سب گناہ
میرا بھروج ہے یا وطن جس جاگہ احمد کاٹ ہیں
بھولوں کے تیں جنگل میں اکٹہ میں وے باٹ ہیں
نواسے ہزار اوپر لکھی تاریخ ہجرت کی جدھاں
اس سال اے مولود میں لکھ کر سنائے جگ مہاں
(۱۹)

عبدالملک نے اپنے وطن کے تذکرے میں خصوصیت سے شیخ احمد کاٹ کی طرف اشارہ کیا ہے جس
سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کے سلسلہ مریدین یا متقدبین میں سے تھا۔ اسی لئے ان کی یہ کرامت لکھتا ہے
کہ وہ بھولے بھگلوں کو جنگل میں مل کر راستہ دکھا دیتے ہیں۔

عبدالملک کی دوسری کتاب ”وفات نامہ“ ہے۔ یہ منظوم رسالہ بھی نبی کریمؐ کی سیرت سے متعلق میلاد
نامہ کی طرح اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس میں انہوں نے نبی کریمؐ کی وفات کے حالات لکھے ہیں۔ یہ
حالات ان کی بیماری، وفات سے پہلے اور قدرے بعد کے واقعات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس صنف میں
جہاں نبی کریمؐ کے مخلص و محاسن کا ذکر ہوتا ہے۔ ان کی دنیا سے ظاہری پوشیدگی کا احساس بھی دلایا جاتا ہے۔
شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے مجموعہ مکتوبات کے اٹھارویں مکتوب میں لکھا ہے کہ میرے زمانے تک (یہ

شاہ جہان کا زمانہ ہے) مسلمانوں میں کئی فرقوں اور مذاہب اور ان میں اختلاف کے باوجود اس ایک مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے کہ حضور نبی کریمؐ (ظاہری وفات واقع ہونے پر بھی) باحقیقت حیات، جسم و جسمانیات کے ساتھ، بے ثباتیہ، مجاز و تاویل، دائم اور باقی ہیں اور احوال امت پر حاضر و ناظر ہیں اور اپنے متوجیان کے مربی و مفیض ہیں۔ عبدالملک بہروچی کی مثنوی "وفات نامہ" بھی یہی احساس دلاتی ہے۔ یہ تقریباً ۳۳۸- ایات پر مشتمل ہے۔ (۲۰)

عبدالملک کی تیسری مثنوی حضرت سلطان کے نام سے ہے۔ اس کا دوسرا نام وصیت نامہ سلطان محی الدین بھی ہے۔ (۲۱) یہ پچاس شعروں کی مختصر مثنوی ہے۔ جس میں شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادیؒ کی مدح اور وصیت ہے۔ (۲۲)

ملک خوشنود

ملک خوشنود گوکنڈہ کا شاہی غلام تھا جو محمد قطب شاہ کی شہزادی خدیجہ سلطان کے ساتھ بیجاپور آیا تھا۔ خوشنود اپنی خدا داد ذہانت اور قابلیت کی وجہ سے ترقی کرتے ہوئے اعلیٰ مدارج پر فائز ہوا۔ یہاں تک کہ ۱۶۳۵ء میں بیجاپور کے سفیر کی حیثیت سے گوکنڈہ گیا، جہاں اس کی بڑی آؤ بھگت ہوئی اور سلطان عبداللہ قطب شاہ نے انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔

ملک خوشنود فارسی اور اردو کا زبردست شاعر تھا۔ اس نے کئی قصیدے لکھے تھے، اب نایاب ہیں۔ ہشت ہشت اور یوسف زلیخا دو مثنویوں کا پتا چلتا ہے۔ ہشت ہشت میں یوسف زلیخا کا ذکر ملتا ہے۔ مثنوی ہشت ہشت سلطان محمد عادل شاہ کے ایام پر ۱۶۳۰ء میں لکھی گئی تھی جو امیر خسرو کی ہشت ہشت کا ترجمہ ہے۔ مثنوی میں حمد و نعت کے بعد معراج کا بیان ہے۔ پھر بادشاہ کی مدح ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔

معراج النبیؐ کے بارے میں اشعار کا نمونہ دیکھئے:

محمدؐ سب نیماں کے سبب کا تاج
محمدؐ باج بھی کس نہیں ہی معراج
مبارک رات او جس رات میں شاہ
گئی میں عرش پر جون کبھی اپر پاہ
(۲۳)

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔ (۲۴) ڈاکٹر محی الدین زور نے ملک خوشنود کے نور نامہ کو گیارہویں صدی ہجری سے بھی پہلے کی تصنیف قرار دیا ہے۔ (۲۵) اس مثنوی نور نامہ میں مصنف نے دو جگہ حسب ذیل ایات میں اپنا تخلص استعمال کیا ہے۔

نہ دھرتا ہے او خوش قرابت شریک

گدا شہ برابر ہے اس کے نزدیک

(ورق ۲)

سنو کان دھر تم رہ کر باوہ
کہوں نور کا خوش بیاں یو عجب

(ورق ۷)

اس کے بعد سب تالیف اس طرح لکھا ہے:

بیاں یوں کہوں جوں موتی رولنا
کہ یا دودھ میں بھر شکر گھولنا
کیا قاری کوں سو دکھنی غزل
کہ سب خاص ہو عام سمجھو بالکل

اس مثنوی نور نامہ میں حمد و نعت کے مضامین کے بعد مصنف نے حضرت محبوب سبحانی محی الدین جیلانیؒ کی مدح لکھی ہے۔ اس کے بعد شاعری کے بارے میں دکن کے دوسرے بڑے شعرا و جمعی اور نصرتی کی طرح اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اس مثنوی کا ایک مخطوط جو ناقص الآخر ہے۔ بحالت موجودہ ۲۹۰ آیات پر مشتمل ہے۔ کاتب بست بد خط ہے۔ خط ٹٹ نکھنے کی کوشش کی ہے مگر اکثر لفظ غلط لکھے ہیں اور املا بھی درست نہیں ہے۔ ہر صفحہ پر سولہ سطور ہیں۔ کاغذ قدیم ہے۔ اس نور نامہ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

کہوں نام اللہ کا میں ابتداء

منور سو او نوری نور اللہ (خدا)

کہ اوس نور کے نور سوں سور کر

کہ جس کا اجالا پڑے جگ اوپر

کہ او نور کرتار کا بے بدل

سو کس بھانت تو دیکھ آیا نکل

(۳۶)

ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن کے کتب خانے کی قلمی بیاض میں ملک خوشنود کے چند مرقعے بھی ملے ہیں۔ ان مرقعوں کو بطور مستزاد لکھا ہے۔ ان میں سے ایک وقت نامے کا مطلع یہ ہے:

آ ہے فلک کیا کیا آہ آہ ہے فلک کیا کیا اللہ

فاطمہ کوں غم دیا آہ آہ ہے فلک کیا کیا اللہ

(۳۷)

ملک خوشنود کے کلام سے اس کے فنی شعور کا احساس ہوتا ہے۔ اس نے فارسی روایت و اسالیب کو قدیم اردو زبان میں پیوست کر کے زبان و بیان کے دھارے کا رخ متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس دور کے تمدنی رجحان کے بارے میں ڈاکٹر جمیل جاہلی لکھتے ہیں:

”اردو ادب کا یہ دور فارسی اسلوب و آہنگ کے پھیلنے اور جذب ہونے کا دور ہے۔ اس دور میں اظہار کے سانچے اور خیالات و اشارات بھی اردو کا جامہ پہن رہے ہیں۔ معاشرے کا طرز احساس، پسند و ناپسند کا معیار اور اس کا باطن اندر سے بدل رہا ہے۔ رفتہ رفتہ اردو زبان فارسی کی جگہ لے رہی ہے۔ اور فارسی زبان کی تمدنی و تخلیقی روح کو، اس کے تمام اصناف، علامات، رمزیات، تمبیحات اور اسالیب کو اپنی زبان میں جذب کرنے کی پوری کوشش کر رہا ہے تاکہ اردو زبان بھی فارسی زبان کی سطح پر آجائے۔ اس دور میں اس رجحان کو واضح شکل دینے میں ملک خوشنود نے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔“ (۲۸)

عبدالرسول

عبدالرسول کے وفات نامہ کا مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ مخطوطہ ہذا کا کوئی اور نسخہ کسی کتب خانے کی فہرست میں شامل نہیں ہے۔ اس لحاظ سے اسے نایاب اور اہم کہلانے کا حق حاصل ہے۔ وفات نامہ ہذا کے آخری صفحات شکستہ و کرم خوردہ ہو چکے ہیں۔ مخطوطہ ہے نہ جدولیں ہیں، نہ عنوانیات۔ کسی بیت میں مصنف نے نہ سنہ تصنیف کی بابت کوئی اشارہ کیا ہے۔ زبان اور طرز بیان کے اعتبار سے یہ مثنوی گیارہویں صدی ہجری کی معلوم ہوتی ہے۔ مثنوی کے آخر میں ایک شعر میں شاعر نے اپنا نام عبدالرسول نظم کیا ہے۔ اس مخطوطہ کا کاتب کم علم اور غلط نویس ہے۔ اس نے عام طور پر عربی الفاظ کی صورت خطی میں غلطی کی ہے جس کی ایک مثال ”حادس“ ہے جسے ”حادث“ کی جگہ لکھا ہے۔ کوئی ترقیمہ موجود نہیں ہے۔ ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

قائم	ذات	خدا	کوں	جان
دنیا	حادس	جانے	توں	اللہ
جو	بچینا	سو	مرنے	کوں
			چو	چڑیا
			سو	پڑنے
			کوں	

(۲۹)

اختیاری اشعار بھی ملاحظہ ہوں:

ایسے بڑے نبی ہمارے

ان اوپر سب جاویں وارے
دروو نیما پر پڑھو اے بھاپو

وقت نامہ پڑھ دل پر لایو
جو کوئی اس کوں جھرت نے

دین دنیا کا کام کیا اے
یا الہی شعر من ازہر احمد کن قبول

انت ربی انت حسبی قائل عبدالرسول

(۳۰)

سید بلاتی حیدر آبادی

سید بلاتی نام اور بلاتی تخلص، قطب شاہی دور کا شاعر ہے مگر شاہی دربار سے منسلک نہیں تھا۔ بلاتی نے کوئی عشقیہ مثنوی اپنے زمانے کے دستور کے مطابق نہیں لکھی بلکہ معراج نامہ اور نور نامہ تصنیف کئے۔ بلاتی کا معراج نامہ ۱۵۲۵ء آیات پر مشتمل ہے جو ۱۰۵۶ھ، ۱۶۴۶ء میں تصنیف ہوا۔ مختلف کتب خانوں میں اس کے متعدد نسخے موجود ہیں۔ معراج نامے کے مخطوطات کتب خانہ آصفیہ، کتب خانہ جامعہ عثمانیہ، کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو، کتب خانہ سالار جنگ کے علاوہ تین مخطوطے شاہان اودھ کے کتب خانوں میں بھی ہیں۔ (۳۱) ڈاکٹر جمیل جالبی نے بھی اس معراج نامہ کے آٹھ اور قلمی نسخوں کا ذکر کیا ہے جو انجمن ترقی اردو پاکستان کے علاوہ ان کی نظروں سے گزرے ہیں اور جن میں سنہ تصنیف ۱۰۵۶ھ دیا گیا ہے۔ (۳۲) تین مخطوطات پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں موجود ہیں۔ (۳۳) دو مخطوطات نیشنل میوزیم کراچی میں ہیں۔ ان مخطوطات کی کثرت سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ معراج نامہ اپنے دور میں بہت مشہور تھا اور محفل میلاد کی مذہبی و مجلسی ضرورت کو مد نظر رکھ کر لکھا گیا تھا۔

اگر کوئی پڑے گا تو اوسکوں ثواب

نہ کہنے میں آتا ہے اوسکا حساب

اس معراج نامہ میں آنحضرتؐ کی معراج کے واقعات داستان کے پیرائے میں تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ متن سے معلوم ہوتا ہے کہ بلاتی نے کسی فارسی ”معراج نامہ“ کا ترجمہ کیا ہے۔

کہ معراج نامہ کے سینو خبر

حکایت جو بولا ہوں میں مختصر

کیا فارسی کو سو دکھنی غزل

کہ ہر عام ہور خاص سمجھیں سگ

حسب روایت مثنوی کا آغاز حمد سے ہوتا ہے:

اول نام اللہ سو بولوں احمد
ثنا و صفت اس کی ہے بے عدد
ثنا اس پر نت سزا وار ہے
کرنار قدرت میں کرتار ہے

بلاقی کے معراج نامہ میں فیرمائوس مقامی الفاظ کا استعمال نسبتاً کم ہے۔ اس کی بحر زواں ہے جسے ترنم میں لے کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔ اس کے زبان و بیان کی خوبیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے خواجہ حمید الدین شاہد لکھتے ہیں۔ ”زبان اتنی صاف اور رواں ہے کہ ترجمہ کا بہت کم احساس ہوتا ہے بلکہ شاعر کی ذاتی شعری واردات معلوم ہوتی ہے۔ زبان کے استعمال پر قدرت کے باعث خوبصورت آہنگ پیدا ہوا ہے۔“ (۳۴)

سید بلاقی نے اپنے معراج نامہ میں سلاطین گوکنڈا کے عقائد کے برخلاف ”خلفائے راشدین“ کی منقبت بھی لکھی ہے کیونکہ اس کی کسی دربار سے وابستگی نہیں تھی۔ ڈاکٹر جمیل جاہلی لکھتے ہیں کہ ”بلاقی نے عوامی رنگ پیدا کرنے کے لئے ایسی ضعیف روایات کو بھی شعر کا جامہ پہنایا ہے جو عوام میں مقبول و مروج تھیں۔“ (۳۵) اس کے باوجود یہ معراج نامہ ایک صدی سے زیادہ عرصہ اتنا مشہور رہا کہ باقر آگاہ (م ۱۳۴۰ھ) نے ہشت بہشت میں اور شاہ کمال (م ۱۸۷۸ھ) نے اپنے معراج نامہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

معراج نامہ میں نبی کریمؐ معراج کے کم و بیش سبھی معروف واقعات اور روایات کو بلاقی نے بیان کیا ہے مثلاً آپؐ کا آسمانوں میں نہ کرنا، انبیاء کرام علیہ السلام سے ملاقات کرنا اور بہشت و دوزخ کا مشاہدہ وغیرہ۔ ان تفصیلات کے بعد حضورؐ کے عرش پر تشریف لے جانے کا بیان ہے اور پھر معراج سے واپسی کا ذکر ہے۔ شاہ کمال نے اپنے معراج نامہ میں بلاقی کے ہاں ملنے والی غلط روایات کی نشاندہی بھی کی ہے۔ اور اس سلسلہ میں نصیر الدین ہاشمی لکھتے ہیں کہ ”اس میں معراج کے واقعہ کو ایک افسانہ کی صورت میں لکھا گیا ہے جو افسانہ کی طرح صدق و کذب کا مرقع ہے۔“ (۳۶)

ساتویں آسمان پر حضورؐ کے تشریف لے جانے کے بارے میں سید بلاقی لکھتے ہیں:

کہ ہنتم سا کی سو درواکوں
کما کبول در حال دروازہ کون
کہ دروان بولا کہ تو کون ہی
کہ اس وقت آیا سو کیا کام ہی
کما میں ہوں جبرائیل گیا تما زمین
کہ لایا محمدؐ کو روح الامین
کہ یو نام سن کر تھی سو کبولا باب
پہ انور کا وہاں اجالا شتاب
فرشتہ چیتی سپہ درود بول کر
نکھی سپہ سلماں کول چھ جوڑ کر

جو دیکھا نبی وہاں سو مجھس کون
 کہ دیکھا تھا اوس تہار پر آئی کون
 کہ جبرائیل کون پے پوچھا اوسکا نام
 کہ ابراہیم تیرا جد علیہ السلام
 اگی ہو محمدؐ نبی کیتا سلام
 ظلیل اللہ بولی علیہ السلام
 ظلیل اللہ بولی مرحبا تجھ آو پر
 ہزار آفریں ہی سو تجھ ذات پر
 (۳۷)

پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے تینوں مخطوطات میں سے یہ سب سے بہتر ہے اور صاف لکھا ہوا ہے۔ (۳۸)

بلاقی نبی کریمؐ کے معراج سے مشرف ہونے کی کیفیت کا اظہار یوں کرتے ہیں:

کہ معراج تم کو خدا نت کرے
 فرشتیا نے سن کر بھی کلمہ پرے
 خوش سوں کھڑا وہ مبارک بدن
 دی خوب رونق کہ گل در چمن
 پگی توں محمدؐ تیرا ناؤں ہے
 دو عالم کے سر پر تیرا چھاؤں ہے
 توں ہی بادشاہی تجھ راج ہے
 دو عالم کی شہانمیں سر تاج ہے
 (۳۹)

سید بلاقی نے خاتمہ میں اپنی مثنوی کے بعض خواص بھی بیان کئے ہیں۔

جو سید بلاقی نے پایا رتن
 کیا سو رتن دل میں جیو سوں چمن
 اگر کوئی پڑے گا تو اس کا ثواب
 نہ کہنے میں آتا ہے اس کا جواب
 اگر جانتا ہے پھڑنا مدام
 ترے کام جگ میں تو ہوویں تمام
 کہ جس پاس معراج نامہ اچھے
 بلا بھوت اس کن کدھوں نا اچھے

صدق سوں اسے کوئی گھر میں رکھے
 کدھیں آگ اس کے نہ گھر کوں لگے
 نہ جاوے ہووے اس اپر کار گار
 نہ آفت پڑے کدھیں اس ٹھار پر
 کہ جیتے بلایا سوں آمان توں
 الہی دنیاں میں تمہبان توں
 (۳۰)

معراج نامہ کے اختتام پر سید بلاتی نبی کریمؐ سے اپنی نسبت غلامی کا اظہار کرتا ہے:

جو سید بلاتی نبیؐ کا غلام
 قصہ پوکھیا تجھ لطف سوں تمام
 ہزاروں درود و ہزاروں سلام
 تجی محمد علیہ السلام
 (۳۱)

سید بلاتی کے دوسرے شعر کو ضرب المثل کی سی مقبولیت حاصل ہوئی ہے اور کئی میلاد ناموں اور
 مشنویوں کے اختتام پر یہ شعر نظر آتا ہے۔
 معراج نامہ کے علاوہ سید بلاتی کی دوسری تصنیف نور نامہ ہے۔ بلاتی کا نور نامہ چھ سو اشعار پر مشتمل
 ہے جو ۱۶۶۳ھ میں لکھا گیا۔

ز ہجرت ہزار یک چوست اوپر
 نبی بعد زان یوں میرے کھٹ اوپر
 کہ آیا جگت میں گنہ کچھ کھیا
 کھیا ہوور کیا کچھ نشانی کر گیا
 اس کا ایک مخطوطہ کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے۔ (۳۲) اس کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے

کوں تاؤں اللہ کا ابتدا
 منور وہ نور نور علا
 کہ اس کا اوچلا سوں جو نور ہے
 اس کا محمدؐ نبی نور ہے
 سو اس نور کے نور سوں نور کر
 کہ جس کا اجالا پڑے جگ اوپر
 (۳۳)

اس رسالہ میں نور محمدی کے تذکرہ کے ساتھ سید بلاقی نے تصوف کے بعض مسائل کو بھی بیان کیا ہے۔

ملا اسد اللہ وجہی (م ۱۰۷۰ھ، ۱۶۵۹ء)

وجہی، قطب شاہی عہد کے دوسرے بڑے شاعر ہیں۔ مشہور "قطب مشتری" میں معراج النبی کے عنوان کے تحت ۳۴ اشعار ملتے ہیں۔ معراج کے بارے میں ان کے اشعار عام معراج ناموں کی طرح ہیں۔ ان میں معراج کی رات کا نورانی سماں، آسمانوں پر نبی کریم کے استقبال کی تیاری، براق کی تیز رفتاری اور آپ کی خدا سے ملاقات وغیرہ کا بیان ہے۔ وجہی نے معراج کا ذکر مشہور میں ذیلی موضوع کے تحت اختصار سے کیا ہے۔ "ذکر معراج" سے متعلقہ اشعار دیکھئے:

صفت کرتوں معراج کی رات کا

کہ جاگیا ہے بخت تیج بات کا

اتھا اس رین کو عجب کچھ نور

کہ لاکھوں تی چاندوں کا ڈوڑاں تی سور

نبی تھے اچھوں اپنے گھر سے

جو غوغا کئے قدسی انبر سے

نبی آج ہمارے یہاں آئیں گے

ہمیں سب انو کا درس پائیں گے

ملائک اچھلنے لگے شوق سوں

سو حضرت کے دیدار کے شوق سوں

فرشتے سورج چاند تارے تمام

لو آسمان کے رہنما رہے تمام

قدوسی کے شوق تی دھالے کر

رہے پہلے آسمان میں آئے کر

... براق آج خوش گرم جیوں برق ہے

کہ سرپا نو لگ نور میں غرق ہے

چڑیا بیٹھ پر اس کی دو ماہتاب

گیا اڑنے آسمان پر جیوں شہاب

ندا غیب تی آئے حضرت کئے

بلا لے گیا واں تی خلوت سے

ان اشعار کی اہم خوبی روانی اور ربط ہے۔ تشبیہات بلیغ اور عام فہم ہیں۔ آج قریباً چار سو سال گذرنے کے بعد بھی قاری پر جذب و کیف کا خاص اثر چھوڑتے ہیں۔

سید شاہ حسین ذوقی

سید شاہ حسین ذوقی بیجاپور کے رہنے والے اور عالمگیر کے ہم عصر تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

ہے اس وقت اور نگ زیب عالی

نئی کی شرح کے گلشن کا مال

شعر و شاعری میں انہیں کافی دستگاہ حاصل تھی۔ اپنی شاعری پر بڑا فخر و ناز کرتے تھے اور خود کو نصرتی سے بلند پایہ اور اپنی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے حسان ہند تصور کرتے تھے۔

نصیر الدین ہاشمی نے ان کے ایک وقت نامہ کا ذکر کیا ہے۔ (۴۵) لیکن ان کے وفات نامہ کے اشعار میں مل سکے جس سے ان کی قادر الکلامی کا پوری طرح اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے مرشد شاہ خان محمد نے ان کو بحر العرفان کا خطاب دیا تھا۔ بقول ہاشمی ”ذوقی کی زبان نسبتاً نکھری ہوئی ہے۔ ہندی کے الفاظ جن کی وجہ سے کلام میں ثقالت آ جاتی ہے، برائے نام ہیں۔ ان کے عصری ماحول کے لحاظ سے زبان و بیان کا انداز قابل ستائش ہے۔“ (۴۶) وہ ایک کلمہ مشق شاعر تھے اور ان کو اپنے فن میں استادانہ مہارت حاصل تھی۔

عبداللطیف

عبداللطیف نے مولود نامہ اور وفات نامہ ۱۷۳۳ء میں لکھے۔ وفات نامہ کا ایک نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی میں موجود ہے۔ مولود نامہ نہیں مل سکا۔ عبداللطیف نے اپنے اشعار میں عاجز کا لفظ استعمال کیا ہے جو لغوی معنی میں اسی طرح استعمال ہوا ہے جس طرح ’احقر‘ خاکسار اور خادم کے الفاظ نام کے ساتھ لکھے جاتے ہیں۔ عبداللطیف کا تخلص عاجز نہیں ہے بلکہ عبداللطیف نے اپنا پورا نام کئی جگہ بطور تخلص استعمال کیا ہے۔

عبداللطیف کے وفات نامے میں نبی کریمؐ کی وفات کے حالات تفصیل سے نظم کئے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ غسل میت اور جمینرو تکفین اور صحابہ کرامؓ کے تاثرات بھی دل نشین انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ وفات نامے لکھنے والوں کے پیش نظر حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت کعب بن مالکؓ، عائشہ بنت عبدالمطلبؓ، صفیہؓ، ہند بنت الحارثؓ، عائشہ بنت زید بن عمروؓ، ہند بنت امیہؓ اور ام ایمن رضوانہ اللہ علیہم کے مرثیہ کے اشعار رہے ہیں۔

عبداللطیف نے فارسی سے دکنی میں وفات نامے کا ترجمہ کیا ہے۔ آخری شعر میں عاجز کا لفظ لغوی معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔

کیا ترجمہ اسکوں دکنی زباں

وے ہر کے زیب ہونے عیاں

اتنے سال معصوم کہ ہجرت کیرا
 ہوا اوس وقت دکنی یو ترہما
 کہ دس اوپر شصت ہور چارورہ
 اتھا چاند اول ربیع نیک ماہ
 کہ ہوں بندہ عاجز بدرگاہ اللہ
 کہ عبداللطیف دین عسکر اللہ

ڈاکٹر جمیل جالبی عبداللطیف کے وفات نامہ کی زبان و بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
 ”عبداللطیف کے وفات نامے میں زبان و بیان کے لحاظ سے زور، قوت اور روانی
 کا احساس تو ہوتا ہے لیکن بحیثیت مجموعی وہ ادبیت و شعریت، جس سے روایت آگے
 بڑھتی ہے، عبداللطیف کے وفات نامے میں نظر نہیں آتی۔ یہاں زبان صاف ہونے
 کے باوجود ادبی سطح پر بے مزہ تکرار کا احساس ہوتا ہے۔“ (۳۷)
 عبداللطیف نے اپنی کوتاہی فن کا خود اقرار کیا ہے اور غلطیوں کی معافی چاہی ہے۔
 اگر کیس خطا ہووے اصلاح کرو

یہی سوگند خدا کا جو عیب نا دھرو
 (۳۸)

محمد مختار

محمد مختار، سکندر عادل شاہ کے دور کا شاعر ہے۔ شاہی دربار سے اسے کوئی تعلق نہیں تھا۔ کسی قدیم یا
 جدید تذکرہ نویس نے مختار کا ذکر نہیں کیا ہے۔ غالباً یہ ایک مذہبی شخص تھا جو بجا ”شہرت و ناموری سے
 نفور تھا۔ مختار کے مرشد عبدالصمد تھے جو حضرت سید محمد گیسو دراز کی اولاد میں سے تھے شاہ عبدالصمد کا
 انتقال ۱۰۶۱ھ میں ہوا۔

قصہ مولود نامہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (تاریخ تصنیف ۱۰۸۳ھ، ۶۱۷۷۲) معراج نامہ (۱۰۹۳ھ،
 ۶۱۸۸۳) اور نور نامہ (تصنیف اوائل ۱۱۰۰ھ، ۶۱۸۸۹) ان کی مشہور سیرتی مشوئیاں ہیں۔ مختار کے وفات نامہ
 کا مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔

قصہ مولود نامہ میں نبی کریم کی پیدائش کے حالات و واقعات کو نظم کیا گیا ہے اور ساتھ ساتھ درود کی
 فضیلت، نور محمدی، امت محمدی، خلق و فضیلت عرب، معجزات اور شمائل وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ (۳۹)
 آپ کا سرپا صورت مبارک کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے۔ اور آخر میں یہ صراحت ہے کہ ربیع الاول
 میں ولادت نبوی کی وجہ سے خوشی منانی چاہئے۔ یہ مولود نامہ قریباً ۳۳۰ ابیات پر مشتمل ہے۔ اس کے دو
 مخطوطات کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہیں۔ (۵۰) اور اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو
 پاکستان، کراچی میں بھی موجود ہے۔ اور اس پر اس کا نام ”مولود سرور عالم“ لکھا ہوا ہے۔ (۵۱)

مولود نامہ کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

اول سب سرانا ہے معبود کوں
شرف جن دیا سب میں مولود کوں
بزرگی ربیع الاول کوں دیا
شہ انبیا اس میں پیدا کیا
(۵۲)

ایک شعر میں مختار نے اپنے تخلص کی صراحت یوں کی ہے:

خدایا تو اپنے کرم پیار سوں
شفاعت محمدؐ کی مختار سوں
(۵۳)

ان دو اشعار میں میلاد نامہ کے اختتام کا ذکر کیا گیا ہے:

محمدؐ پہ صلوٰۃ یاراں کو
ہزاراں ہزاراں ہزاراں کو
ہوا ختم مولود خیر الانام
علیہ السلوٰۃ علیہ السلام
(۵۴)

مولود نامہ کے اختتام پر کاتب نے اپنا نام بعد عجز و نیاز، فقیر حقیر بلکہ گردِ عظیم فقیر شاہ کمال محمد قادری لکھا ہے اور اس کے بعد آخری صفحہ پر شادی کی بعض جائز اور ناجائز رسمات کا ذکر ہے۔ مختار کا معراج نامہ واقعہ معراج پر لکھی گئی مثنویوں میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے قریباً دو ہزار سات سو پچاس ابیات ہیں اور یہ مثنوی کی ہیئت میں ہے۔ اس کی بحر بھی معظم اور بلاق وغیرہ کی مثنویوں جیسی ہے۔

مختار نے اس کے سن تصنیف ۱۰۹۳ھ کی وضاحت ان اشعار میں کی ہے:

یو معراج نامہ ہوا ہے تمام
سلام علی روح خیر الانام
یو تھا سنہ ہجرت کا اس دن قرار
تھے گذرے نود چار پر یک ہزار
(۵۵)

معراج نامہ کے دو مخطوطات کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں موجود ہیں۔ ایک مخطوطہ ۲۵۱ صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ پر گیارہ سطریں ہیں۔ یہ ۱۲۱۱ھ کا تحریر کردہ ہے۔ اور دو سرا شکستہ اور ناقص الاول ہے۔ اس کا سنہ تحریر واضح نہیں ہے۔ صرف اس قدر نشان دہی ہوتی ہے کہ حسب فرمائش علی خان ظلیل

لکھا گیا ہے۔ (۵۶) کتب خانہ سالار جنگ اور آغا حیدر حسن کے پاس بھی اس کے مخطوطات موجود ہیں۔ (۵۷)

اس مثنوی میں مختار نے معراج کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آسمانوں کی سیر، جنت و دوزخ، خدا و پیغمبروں سے گفتگو کا تذکرہ اور عالم ملکوت کے مشاہدے کا حال بیان کیا ہے۔ حمد و نعت کے بعد خلفائے راشدین کی مدح میں اشعار ہیں اور نبی کریمؐ سے صحابہ کبارؓ کی عقیدت و شیخگی کا بیان ہے۔ اس کے بعد سید محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ، سید محمد حسینی گیسو درازؒ (م ۱۸۲۵ھ) اور اپنے مرشد عبدالصمد کے مناقب بھی لکھے ہیں۔ حمد سے مناقب تک کے اشعار نہایت قرینے سے مربوط نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد معراج کا بیان ہے۔ یہ پہلی تفصیلی مثنوی ہے جس میں صحت روایات کا اہتمام کیا گیا ہے۔ معراج کے بیان میں مختلف روایات جمع کر کے ان مضامین کے بیان کے لئے مختلف عنوانات قائم کئے ہیں۔ مثنوی کے پہلے شعر سے ہی معراج کا ذکر کر کے قاری پر واضح کر دیا ہے کہ یہ مثنوی معراج النبیؐ کے بیان میں ہے:

کہوں حمد اول اوسی راج کا
نبی کون دیا تاج معراج کا
(۵۸)

اس مثنوی کی سب سے بڑی خوبی اس کے بیان کا تسلسل اور روانی کے ساتھ ساتھ صدق و خلوص کی فراوانی ہے۔

معراج نامہ میں آپؐ کے سفر کے مشاہدات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

عجب و یک محبوب ہے بے بدل
محمدؐ شہ انبیاء از ازل
اس چار خرموں کا ہے تاؤں آج
رکھے اس کوں لولاک کا سر پہ تاج
سو ہر حرف کا میں کہوں یوں بیان
کہ ہے مہم محبوبیت کا نشان
(۵۹)

ڈاکٹر جمیل جاہلی نے مختار کے معراج نامہ کے فنی محاسن اور زبان و بیان کی خوبیوں کو اس کے معاصر شعراء کے قاطر میں جانچتے اور سراہتے ہوئے لکھا ہے:

”اس دور کی دوسری مثنویوں کی طرح اس کے زبان و بیان بھی صاف اور بحیثیت مجموعی ریختہ کے رنگ روپ سے قریب تر ہیں۔ لسانی نقطہ نظر سے اس مثنوی کی اہمیت یہ ہے کہ اس سے زبان اور ذوق الفاظ کی تبدیلیوں کو دریافت کیا جا سکتا ہے، اس کی زبان بہت زیادہ صاف اور نکھری ستھری ہے مثلاً یہ چند شعر دیکھئے:

چھٹے آسمان پر نبی جب چڑے
 دیکھے واں عجب تماشے پرے
 نبی جب چڑے ہیں اس آسمان پر
 اتھا پردہ وار اسپہ کھتے نظر
 اوعائل ہے نانوں اس کا مدام
 کھتے تھے اسے پردہ وار اس مقام
 پیبر کے ہیں تو اوس کوں سلام
 ادب سوں ملکی دیا ہے تمام
 (۶۰)

حضرت جبرائیل کی تشریف آوری کو اس طرح بیان کیا ہے:

کے جبرئیل آ کے قم یا صیب
 بڑا ہے خدا کے کئے تجھ نصیب
 سو جبرئیل نے حق سے ان پر سلام
 تجھیں ان سے یوں کئے ہیں کلام
 کیا حق تعالیٰ نے حق تھے سو کام
 بھی صلوت بولیا درود و سلام
 کیا حق تعالیٰ نے یوں تم کوں سب
 جو پیدا کیا تمکوں میں اس سبب
 شفاعت منگے سب گناہ گار کی
 جو بخشا دے سب اوکو یکبارگی
 چلو بیگی کے کے جنگل سے
 سب امت کے اعمال تو دیکھنے
 تو عبرت ہوئے گی تمہن دل اپر
 کہ یہ وقت نہیں نیند کا سرپر
 پکڑ ہاتھ جبرئیل کا ہوشیار
 تب آئے ہیں سرور کے کے ہمار
 (۶۱)

مختار کے نور نامہ کا مخطوطہ کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے۔ (۶۳) ڈاکٹر محی الدین زور نے لکھا ہے
 کہ یہ گیارہویں صدی ہجری کی تصنیف ہے۔ (۶۳) نصیر الدین ہاشمی کی رائے ہے کہ اس نور نامہ کے بارے
 میں یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ نور نامہ اسی مختار کا ہے جس نے معراج نامہ لکھا ہے۔ (۶۳) اس

رسالہ میں نور الہی کا بیان ہے اور کتاب کے ابواب کو شرف نام دیا گیا ہے۔ ابتدائی اشعار دیکھئے:

ترے نور کی کوئی صفت کیا کرے

ازل سے ابد کے تلک نان برے

ترا نور نور علی نور ہے

تیرے نور سے جب یو معمور ہے

(۶۵)

مختار کا وفات نامہ قریباً ۹۳۷ء اشعار پر مشتمل ہے۔ وفات نامہ خط مثلث میں ہے۔ متعدد ابیات حاشیے میں ہیں۔ عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے ہوئے ہیں۔ مخطوطہ میں جگہ جگہ مصرعوں کی تراش خراش سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خود مختار کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔ اور یہ عمل مصنف کے سوا کسی دوسرے کا نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ایک بیت تھی:

سارے صحابہ وہاں تے لیائے ہیں

عائشہ کے حجرے میں پس آئے ہیں

اس بیت کے پہلے مصرع کو اس شکل میں بدلا گیا ہے۔ حذف و اضافہ بھی ہے۔

واں تے صحابہ نبی کول لائے ہیں (۶۶)

مختار کے مولود نامہ، معراج نامہ اور وفات نامہ نے سیرتی مشنوں کی روایت کو آگے بڑھایا اور اسلامی عقائد کی تبلیغ و فروغ میں مجلسی ضروریات کے سبب رواں بحر اور آسمان زبان میں گرفتار اضافے کئے۔

نصرتی (م ۱۰۸۵ء، ۶۱۷ء)

علی عادل شاہ کے دربار کا ملک الشعراء ملا نصرتی اردو کا ایک بہت بڑا شاعر تھا۔ شخص کی مناسبت سے محمد نصرت نام ہونا قرین قیاس تو ہے مگر یقینی نہیں۔ گارساں دتاسی نے گلشن عشق کے قلمی نسخے کی بناء پر اسے برہمن بتایا ہے مگر اس مشنوی میں کہیں اشارتاً بھی اس کا ذکر نہیں ہے البتہ خود نصرتی نے ”گلشن عشق“ میں حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کی مدح لکھتے ہوئے ایک ایسا شعر لکھا ہے جس سے اس کے خاندان پر روشنی پڑتی ہے:

بجھ اللہ کرسی یہ کرسی مری

چلی آئی ہے بندگی میں تری

جو ہوں میں بھی بندہ اسیر ہوا

جو آیا ہوں تج بندگی میں سدا

(۶۷)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نصرتی کے آباء و اجداد مسلمان تھے۔ نصرتی نے بیجا پور کے تین بادشاہوں

سچے محمد عادل شاہ، علی عادل شاہ اور سکندر عادل شاہ کا زمانہ دیکھا۔ بیجا پور کے دربار میں اسے وہ مرتبہ اور جت حاصل تھی جو اور کسی دکنی شاعر کو کسی جگہ حاصل نہیں ہوئی۔ (۶۸) نعتی طبعی موت نہیں مرے بلکہ مہموں نے اسے سازش کر کے قتل کرا دیا تھا۔ غزل کے ایک مصرع سے بھی اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے جو کسی مجسم نے اسے بتایا تھا:

کہتے ہیں مجھ مجسم اب تجھ خطر ہے جیو کا

نصیر الدین ہاشمی نے مخطوطہ ”گلشن عشق“ (کتب خانہ سالار جنگ) میں ایک قطعہ ڈھونڈ نکالا ہے۔ جس میں نعتی کا سن وفات ۱۰۸۵ھ، ۶۷۷۵ھ نکلا ہے۔ (۶۹)

نعتی کی تصانیف میں مثنوی ”گلشن عشق“ (۱۰۶۸ھ)، مثنوی ”علی نامہ“ (۱۰۷۶ھ)، مثنوی تاریخ سکندری اور اس کے مجموعہ غزلیات ”گلستان عشق“ کا بھی ذکر ملتا ہے۔

نعتی نے ”گلشن عشق“ میں حضورؐ کی خلقت اور نور محمدی کی آفرینش، نبی کریمؐ کے معجزات اور معراج کو بھی بیان کیا ہے۔ آپؐ کے معجزات کے بیان میں نعتی کہتے ہیں کہ آپؐ کے ناخن مبارک کے خیال میں ہلال پورا چاند بنتا ہے۔ آپؐ کی انگلیوں سے امرت کے دریا رواں ہوتے ہیں۔ جملوات کو آپؐ کے وسیلہ سے زبان ملی۔ اور سوکھے شجر آپؐ کی نظر کے فیض سے ثمر آور ہوئے۔ حیوانات نے آپؐ کی رسالت کی گواہی دی۔ سورج آپؐ کے نور کا ایک شعلہ ہے اور جہاں افلاک کی حدیں ختم ہوتی ہیں وہاں آپؐ کا مقام ہے۔ آپؐ کو خدا شرف ملاقات سے نوازتا ہے۔

نعتی کے بیان معجزات و معراج میں جوش اور طوالت ہے۔ ان اشعار کی دوسری خوبی روایتی، بہاؤ اور تسلسل ہے۔ دکنی دور کے شعراء میں تشبیہ و استعارات اور دوسرے شعری محاسن کے لحاظ سے نعتی کے اشعار کا منفرد مقام ہے۔

ترا خاتم اے خاتم الانبیاء

رسالت کے فرماں پہ سکھ کیا

ہوا جلوہ گر تب نبوت کا تخت

چڑیا تہس پہ جب توں شہ نیک بخت

ترا معجزہ معجزوں کے اوپر

کہ کیتا مٹگن پر توں شق القمر

(۷۰)

نعتی کے اشعار آپؐ کی فضیلت کے بیان سے معمور ہیں:

قدم تہی تیرے نامور فرش ہے

شرف ناک تجھ گرد تی عرش ہے

ہمیں حق سوں نت ہم زباں ہم کلام

تجے قاب تو سین ادنیٰ مقام

جتنے مرسلان میں تو اپروپ ہے

او طالب ہیں تو حق کا مطلوب ہے

(۷۱)

نصرتی نے ذکر معراج کے بارے میں معراج کی رات، نبی کریمؐ کی سواری، آسمانوں پر فرشتوں کی تیاری، براق کی تیز رفتاری، نزول رحمت حق، قطع افلاک کا بیان اور دوسرے مراحل کی منظر نگاری اور فضا بندی کا نقشہ یوں کھینچا ہے کہ ان ابیات کو ایک ”معراج نامہ“ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ عرش بریں پر نبی کریمؐ کی آمد کے درج ذیل شعر دیکھئے:

کرم تے کیا تخت رفرف سوار

گذرتے مقامات سوں کئی ہزار

گیا جس اگلے آسمان بروج

منازل آتی جس چڑکے کھتی عروج

جب آیا دیکھے عرش عالی اتنے

چلن جس پہ عظیم آمارن منگے

کیا عرش در حال یوں التماس

کہ ہے اے حبیب خدا مجھ یو آس

جھلک گرد تجھ پگ کے عظیم کی

کہ ہوئے روشنی دل کی مجھ نین کی

رکھے تب نبی عرش عالی پہ پاؤں

چلے چھوڑ دے جس کے آنکے کی ٹھاؤں

سند ہوا رہ نور جہاں

دیکھایا لجا منزل لامکاں

(۷۲)

”علی نامہ“ نصرتی کی دوسری طویل مثنوی ہے۔ اس میں تقریباً ۵۲۷۸۔ ابیات ہیں جن میں ۴۳۔ عنوانات، ۱۷۱ قطعات تاریخ اور ۶۹۹ قصائد کے ہیں۔ اس طرح اصل مثنوی کی ابیات ۴۵۱۹ رہ جاتی ہیں۔ اس مثنوی میں ہر باب کا عنوان شعر میں ہے۔ عنوان کے تمام اشعار ایک ہی بحر اور قافیے میں ہیں۔ ان اشعار کو یکجا کرنے سے قصیدہ لامیہ بن جاتا ہے جس میں پوری مثنوی کا خلاصہ آ جاتا ہے۔ علی نامہ کی ابتداء حمد و نعت سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد ذکر معراج کے ۳۰۔ اشعار ہیں۔ یہ بنیادی طور پر ایک طویل رزمیہ مثنوی ہے مگر اس میں معراج التبیٰ کو بھی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ معراج کے بیان میں ان اشعار کا آہنگ اور لب و لہجہ بھی رزمیہ ہے۔ ان ابیات میں روانی، تیزی اور جوش کا انداز نمایاں ہے۔ چند شعر درج ذیل ہیں:

تھیں اے شمشادہ دنیا و دین
شجاعت کی ہے صف کا کرسی تھیں
شرف کوں دلیری کی تیج سینہ صدر
دیا بت پکڑ تیج کوں تو تیج قدر
ترے کالج جس حق نے پیدا کیا
غزا کا شرف توں ہویدا کیا
ترا دیدہ سن کے خوش دھات کا
زمین پر نہ تھارے قدم لات کا
(۷۳)

نصرتی کی قادر انکلائی اور کمال کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ اس کا معراج نامہ جسے ”چرخیات نصرتی“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۸۳ھ / ۶۹۷ء میں نقل ہو کر اکبر آباد پہنچ گیا تھا۔ (۷۴)
نصرتی قدیم اردو کے عظیم ترین شعراء میں سے ایک ہے جس نے طویل مثنویاں لکھ کر اپنی شاعرانہ عظمت و بزرگی کا لوبا منوایا ہے۔ قاضی سید کریم اللہ، شاہ ابوالحالی اور شاہ نور اللہ وغیرہ اس کے معاصر تھے۔ اس لحاظ سے نصرتی کا زمانہ آج سے قریباً تین سو برس پہلے کا ہے لیکن اس کی زبان خاص صاف ہے ایات کی برجستگی سے موجودہ دور کے شعراء کے کلام کا گمان ہوتا ہے اور جن ایات میں دکنی الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ بھی معمولی ترمیم کے بعد موجودہ زبان کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نصرتی کی شاعری کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”نصرتی میں بڑے کیوس پر ساری جزئیات کے ساتھ تصویر بنانے کی کمال صلاحیت ہے۔ اس کی شاعری کے جوہر وہاں کھلتے ہیں جہاں وہ مناظر، جذبات و کیفیات، مقامات کے نقشے یا رسومات وغیرہ کی تصویر اُتارتا ہے۔“ (۷۵)

علی نامہ کے مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی کے علاوہ کتب خانہ سر سالار جنگ، سنٹرل ریکارڈ آفس حیدر آباد دکن، برٹش میوزیم، انڈیا آفس لائبریری، لندن میں بھی موجود ہیں۔ پروفیسر عبدالحمید صدیقی نے ”علی نامہ“ کو اپنے مقدمہ کے ساتھ ۱۹۵۹ء میں مجلس اشاعت دکنی مخطوطات حیدر آباد دکن سے شائع کیا ہے۔

نصرتی نے نبی کریمؐ کے معجزات اور نور محمدی کے بیان میں اپنی قلبی وابستگی سے آپ کے اوصاف کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اردو زبان و ادب کے حوائے سے نصرتی کی مثنویاں تدریجی ترقی کی قابل قدر مثالیں اور دکنی شاعری کا شاہکار ہیں۔

شاہ امین الدین اعلیٰ (م ۱۶۷۵ء)

شاہ امین الدین اعلیٰ، شاہ بہان الدین جاتم بن شاہ میراں جی شمس العشاق کے صاحب زادے ہیں۔ وہ

اپنے دادا کی طرح علمائے عظام اور اولیائے کرام میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ شہر بیجا پور میں اپنے اجداد کے روضہ کے قریب علیحدہ گنبد میں مدفون ہیں۔ (۷۶)

شاہ امین الدین نے دکنی نظم و نثر میں کچھ یادگار رسائل چھوڑے ہیں۔ افسر صدیقی نے ان کے دو رسائل کلمتہ الاسرار اور کلمتہ التوحید کا ذکر کیا ہے۔ (۷۷) عبدالقادر سروری نے ان کے ایک مجموعہ رسائل کا ذکر کیا ہے۔ ان کی نظموں میں محبت نامہ قصیدہ کی طرز پر ہے۔ اور دو ”وجود نامہ“ اور ”رموز السالکین“ کے نام سے بھی ہیں۔ نامہ کی ترکیب سے انہوں نے اپنی کئی نظموں اور رسالوں کے نام تخلیق کئے ہیں۔ نور نامہ، ذکر نامہ، وصیت نامہ، وصل نامہ، محبت نامہ، وجود نامہ، وغیرہ میں اسی تخلیقی عمل کا اظہار ہے۔ (۷۸) ان رسائل سے ان کے مضامین کی وسعت اور تنوع کا پتہ چلتا ہے۔ ان کی مثنوی نور نامہ کے بارے میں پوری تفصیلات میسر نہیں آسکیں۔ اور نہ ہی اس کے مخطوطہ کا کسی جگہ سراغ ملا ہے۔ ان کا نمونہ کلام مل جاتا ہے جو دو ہروں کے انداز میں ہے ایک نمونہ دیکھئے :

ورود نبی پر شب معراج ہے

ساری امتیوں نیت جم کالج ہے

سبوں پر شاہد ذات رحمن ہے

آکھیں علی امین الدین سخن لسان ہے

(۷۹)

امین الدین اعلیٰ جیسے بزرگوں کی مساعی سے باقاعدہ مذہبی مثنویاں نور نامے، تولد نامے اور وفات نامے وغیرہ بکثرت لکھے جانے لگے۔ نبی کریم کی سیرت مقدسہ کے بعض واقعات منظوم ہونے لگے، جن کا انداز ادبی سے زیادہ مذہبی تھا۔

عالم گجراتی

علی عادل شاہ ثانی کے عہد کے شاعر ہیں۔ عالم نے ۱۰۸۷ھ / ۱۶۷۶ء میں وفات نامہ لکھا جو اپنی قدامت کی وجہ سے اردو کے اولین وفات ناموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ عالم گجراتی نے اس کی تاریخ تصنیف خود بیان کی ہے اور اپنے تخلص کی بھی صراحت کی ہے۔

یا رسول اللہ تم پکسین سلام

عالم بیچے مدام

خواجہ عالم ہو کے تم

عالم اوپر کو رحم

ہزار برس پر اسی اور سات

سنہ ہجرت ترتب عالم ہات

(۱۰۸۷ھ)

اس وفات نامے کا ایک ناقص الاولاد و آخر نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانے میں موجود ہے۔ اس وفات نامے پر ڈاکٹر جمیل جالبی نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”اس وفات نامے پر بھی ہندوی روایت غالب ہے۔ وزن بھی وہی ہے جو خوب محمد چشتی کی ”خوب ترنگ“ میں ملتا ہے یا اشرف کی ”نوسرہار“ میں استعمال کیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہندوی بحر آٹھویں صدی ہجری سے گیارہویں صدی ہجری تک عام و مقبول رہی۔ یہی بحر میراں جی، جانم اور شاہ داؤد نے بھی استعمال کی ہے۔ اسی بحر میں بہت سی مذہبی نوعیت کی نظمیں سارے بر عظیم کے طول و عرض میں ملتی ہیں۔ اس کی مقبولیت کا ایک سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بحر چھوٹی تھی اور اسے محفلوں میں ترنم کے ساتھ نہ صرف پڑھا جاسکتا تھا بلکہ اشعار بھی آسانی سے یاد ہو جاتے تھے اسی لئے قدیم دور کی نصابی کتابیں جیسے حم باری وغیرہ بھی اسی بحر میں لکھی گئی ہیں۔

یہ وفات نامہ اپنی قدامت کی وجہ سے اہم ہونے کے باوجود زبان و بیان کی سطح پر ایک تھمک کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں ادبیت اتنی بھی نہیں ہے جتنی اس دور کی دوسری تحریروں میں ملتی ہے۔ عالم نے لفظوں کو وزن میں لانے کے لئے بے وجہ بگاڑا ہے۔ ساتھ ساتھ غیر مستند روایات کو بھی موضوع سخن بنایا ہے۔ عالم گجراتی کے ”مکافہ دی پن“ کا شدت سے احساس ہوتا ہے۔ مثلاً ذکر صعوبت مرض آنحضرت علیہ السلام کے یہ چند اشعار دیکھئے:

میونہ کیاں تھے نبی
اس دن ان کی باری تھی
او تھاں نبی کول نا سکھ آئے
عائشہ کے گھر جایا جائے
پوچھاں اس تھی پھر پھر کر
کال میں رہو گا کس کے گھر
تب بیبیوں نے پائی بات
سب راضی ہو ہاتیں ہات
بی بی کے گھر لیائے در حال
نبی ہمارے ہوئے خوشحال
نبی کا دکھتا ہو روڑ
پھر پھر سوتے پاسے موڑ
ایسی آئی تاپ پر تاپ
پاس بیٹھے نہ لاوے تاپ
ابو سعید نے پوچھا جائے
بوت تھی ہے نبی خدائے

چارہ جو تم ابوڑی ہے
 جانے آگ پر چھوڑی ہے
 تم جو ہے گے رسول خدا
 تم کوں ایسا دکھانا ہے کیا
 فرمایا کہ بہت بلا
 انبیاءوں پر آئی سدا
 (۸۰)

عالم گجراتی کے میلاد نامہ کی نوعیت اس قسم کی معلوم ہوتی ہے جیسے آج کل اس زمانے میں میلاد کی ہے کہ اس کی محافل کا انعقاد حصول ثواب کے لئے ہوتا ہے۔ اور سیرۃ النبی کے بیان میں آپ کی ولادت سے وفات تک سیرت کے کم و بیش سبھی پہلوؤں کا ذکر ہوتا ہے۔ افسر صدیقی امرہوی نے بھی اردوئے قدیم اور نعت گوئی کے مضمون میں تذکرہ بالا اشعار کے علاوہ وفات نامہ کے تین شعر نمونہ کلام میں درج کئے ہیں۔ (۸۱)

معجزات نبوی پر عالم کی ایک ناقص اللہ رفین مثنوی ”جامع المعجزات“ ہے۔ اس میں اس نے ہر عنوان نصرتی کی طرح ایک علیحدہ شعر میں لکھا ہے۔ عنوانات کے اشعار سرخ روشنائی میں لکھے گئے ہیں۔ کانفذ کرم خوردہ ہو گیا ہے۔ آخری صفحہ پر ۳۸ ویں مجزے کا بیان ہے۔ اس لئے اندازہ نہ ہو سکا کہ اور کتنے مجزے نظم کئے تھے۔ درمیان سے بھی کچھ اوراق غائب ہیں۔ موجودہ حالت میں اس مخطوطہ میں ۳۵۰ اشعار محفوظ ہیں۔ شاعر نے اپنا نام ہر عنوان کے خاتمہ پر آیات میں لکھا ہے۔ (۸۲)

الہی توں عالم پویوں کر کہ پار
 درخت امید اس کا کر بار دار
 شفاعت کا ترے نبی نام دار
 ہے کئی دن تے عالم بی امیدوار
 الہی تو عالم کو یوں کر کہ پیار
 طفیل محمد کے ایماں تے مار

یہ مثنوی ابھی تک کسی دوسرے کتب خانے میں دریافت نہیں ہوئی ہے۔ یہ مخطوطہ ادارہ ادبیات حیدر آباد دکن کو مولوی احمد اللہ خان کا عطیہ ہے۔ (۸۳) اس مثنوی کا نام بقاہر ”جامع المعجزات“ ہے لیکن معجزات کے علاوہ اس میں نبی کریم کے حالات زندگی بھی بیان کئے گئے ہیں اور یہ سب حالات عربی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔

مثنوی کے اس نسخہ کا آغاز ملاحظہ ہو:

شکم بیچ آدم کے تجھ نور ڈال
 بزرگی دیا تب اسے زوالجلال

بچے حکم سارے ملائک اوپر
کیا اس کو سجدہ کرو سب مگر
(۸۴)

اختیاری اشعار درج ذیل ہیں:

ہوا عشق نے جس کے لئے بیقرار
گلیا جھونے مست ہاتھی کے سار
کے رام آرام گاہ مانڈوام
جو فرمائے سو او کرے تب یو کام
(۸۵)

بیر مشائخ

بیر مشائخ نے نور نامہ میں نبی کریمؐ کے نور ولادت سے پہلے اس کی مختلف حالتوں اور آخر کار حضرت
آمنہؓ میں ظہور کرنے کی کیفیت کا حال قلبند کیا ہے۔ معراج نامہ میں معراج کے واقعہ کو نظم کا لباس پہنایا
ہے۔
بیر مشائخ اور دیگر سبھی شاعروں نے نبی کریمؐ کے میلاد و سیرت کے بعض اہم واقعات کو نظم کیا
ہے۔ (۸۶)

شیخ احمد گجراتی

محمد قلی قطب شاہ کے دربار کا شاعر ہے۔ احمد کی پیدائش اور وفات کے سنین نامعلوم ہیں۔ اس دور
کے ایک مشہور شاعر ابن نشاطی نے اس کے کلام کی تعریف کی ہے اور وہ احمد کو استاد سخن کہتا ہے۔ (۸۷)
محمد قلی قطب شاہ کے حکم سے احمد نے مثنوی ”لیلیٰ مجنوں“ تصنیف کی۔ حافظ محمود شیرانی کو پروفیسر عبدالقادر
کی وساطت سے اس مثنوی کے چند اجزاء ملے جن میں ۳۹ منتشر اور اوراق تھے اور باقی کتاب کا اکثر حصہ غائب
تھا۔ (۸۸)

احمد کے نور نامہ میں ۵۳۰ آیات ہیں۔ یہ نور نامہ ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء کی تصنیف ہے۔ اس کے ابتدائی
اشعار ہیں:

الہی ترنجن، ترنکار توں
زرا دھار، آدھار کرتار توں
توں قدرت سوں پیدا کیا سب جہاں
کہ ان ہور پانی، زمین آسماں
زمیں کو دیا زیب زینت بہوت

برہا اس میں کئی بہانت نعت بہوت

(۸۹)

ڈاکٹر محی الدین قادری زور کی رائے ہے کہ شاہ عنایت کے نور نامہ میں احمد نے ۱۱۳۶ھ میں کئی سو ایات کا اضافہ کیا ہے۔ اور شاہ عنایت کے نور نامہ کے اختتامی حصہ میں کئی تبدیلی ہو گئی ہے۔ اس میں وہ ایات نہیں ہیں جن میں شاہ عنایت نے اپنا اور اپنے مرشد کا نام اور سنہ تالیف لکھا ہے۔ ان کی بجائے ایک طویل حصہ یعنی کئی سو ایات ”در بیان اربعہ عناصر“ کے عنوان سے اضافہ ہے۔ اور ان کے آخر میں احمد نے اپنا نام اور سنہ تاریخ وغیرہ اس طرح لکھا ہے:

الہی یو نصیحت کی برکت سے

بلا اور آفت گناہاں سے

گناہگار احمد کوں مغفور کر

کرم لطف سوں اپنے بھی پیار کر

جو مومن مسلمان ویندار ہیں

شفاعت کوں تیرے امیدوار ہیں

انو کوں بھی کر مغفرت یا اللہ

کرم ہو نور نعت سے یا اللہ

مرتب ہوا نور نامہ تمام

نہی ہزاراں درود و سلام

کہ تاریخ اس کا کما یو نقل

کیا مشتر نامہ یو بے بدل

عدد بیت کے پانچ سو ہو ہیں

مرتب کیا نور یوم الخميس

۱۱۳۶ھ

کتب خانہ سلار جنگ میں جو نسخے موجود ہیں۔ ان میں یہ اضافہ نہیں ہے۔ (۹۰) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ احمد کا نور نامہ ۵۲۰۔ ایات پر ہی مشتمل ہے اور اس کا عنایت شاہ کے نور نامہ سے کوئی تعلق نہیں البتہ ڈاکٹر زور کے متذکرہ مخطوطات میں احمد کا نور نامہ شاہ عنایت کے نور نامہ کے ساتھ کسی حد تک ملا ہوا ہے جس کی وجہ سے اس کے کل ایات ۵۲۰ کی بجائے ۹۲۰ ہو گئے ہیں۔ (۹۱)

محی الدین قفاتی

محی الدین قفاتی قطب شاہی دور کا ایک شاعر ہے۔ نصیر الدین ہاشمی نے کتب خانہ سلار جنگ کی فرست میں اس کی دو کتابوں اور کتب خانہ آصفیہ کی فرست میں ایک کتاب کا ذکر کیا ہے۔ اس کے صحیح نام

کی بھی تحقیق نہیں ہو سکی ایک جگہ محمد ولہعی اور ایک جگہ محی الدین لکھا ہے۔ اس کی مشوایا مذہبی موضوعات پر ہیں۔ پہلی مشوی مفید الیقین (مولود نامہ) کا ایک مخطوطہ نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہے جو ۱۹۷۳ء، ۱۹۹۵ء میں تصنیف ہوئی۔ سنہ تصنیف کی صراحت ان اشعار میں کی گئی ہے:

سو فتاحی میں بھوت گنہ گار ہوں

جو امت میں تری بھوت خوار ہوں

سو ہجرت کے بعد از برس یک ہزار

نود ہوا تھا پانچ کا بھی شمار

کیا خوش بیان معجزا ہو تمام

فتاحی محمد نبی کا غلام

(۹۳)

ڈاکٹر جمیل جالبی نے اس مولود نامہ کا سال تصنیف ۱۹۸۳ء بیان کیا ہے۔ (۹۳) جو اشعار بالا کی روشنی میں درست نہیں ہے۔ دوسری مشوی معراج نامہ کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے اور اس کا ایک نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی کے کتب خانہ خاص میں بھی ہے۔ مشوی ”خاص اللقہ“ حنفی فقہ کا منظوم رسالہ ہے۔ (۹۴)

فتاحی کی یہ مشوایا دکن کے صوفیا کی تبلیغی روایت کا حصہ ہیں۔ انہیں صوفیانہ عقائد کے فروغ کے لئے عوامی لب و لہجہ کے مطابق لکھا گیا ہے۔ اس قسم کی روایت کی حامل مشویوں میں شعری محاسن بہت کم ہیں لیکن لسانی اعتبار سے اردو زبان کے تدریسی ارتقاء کا جائزہ لینے میں بہت مدد و معاون ثابت ہوتی ہیں۔ اس دور کے مسلم معاشرے کے دینی رجحانات کا بھی ان سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

مولود نامہ مفید الیقین میں حضور کی عظمت و فضیلت کو مختلف عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ اس میں معجزات کو زیادہ نمایاں طور پر بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے مثلاً در بیان دیباچہ کتاب مفید الیقین کہ ”معجزات و تولد نور و ذات حضرت خیر الانام محمد مصطفیٰ اور دیگر کئی عنوانات ہیں۔ مثلاً در بیان آنکہ حق سبحانہ و تعالیٰ آدم را بر صورت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ساخت۔ در بیان اول وحی و نزول جبرئیل علیہ السلام وغیرہ۔ در بیان آنکہ ابو جہل ملعون و یاران او معجزات دیگر طلب نمودند برائے آزمودن معجزات۔ در بیان معجزات کہ ابو جہل ملعون پادشا ہے را برائے طلب معجزہ شق قر در مکہ مکرمہ آوردہ بود۔ شق قر را جا ملیلو دیدہ نجومیازا حاضر کردہ پرسید۔ نجومیاں در علم فلکی ندیدہ حیران شدند و از فیض ملاقات علیہ الصلوٰۃ والسلام سامر را بشارت دادند۔“

فتاحی کے مولود نامہ میں قریباً ۲۷۰۰ اشعار ہیں۔ بحر اور ترتیب واقعات کا انداز بھی مختار جیسا ہے۔ کیونکہ یہ مولود نامہ مختار کے مولود نامہ کے ایک سال بعد لکھا گیا ہے۔ اسے آسانی سے یاد کیا جا سکتا تھا تاکہ مجلسی ضروریات کے تحت محافل میلاد میں ترنم کے ساتھ پڑھا جاسکے۔ فتاحی نے اس موضوع کے بیان میں قرآن و حدیث سے مشہور و مقبول روایات سے مدد لی ہے۔ لیکن کبھی کبھی اپنے بیان کو دلچسپ بنانے

کے لئے ضعیف روایات کا بھی سارا لیا ہے۔ اسی وجہ سے مولانا باقر آگاہ نے ہشت بہشت کی وجہ تصنیف میں جہاں دیگر شعرا کی بے احتیاطی کی شکایت کی ہے وہاں قحطی کا خاص طور پر ذکر کیا ہے کہ اس نے معجزات کے بیان میں غلط روایات شامل کر دی ہیں۔ صحت مضامین کے لحاظ سے اس مولود نامہ کو معتبر نہیں گردانا گیا۔

جیسا قحطی لکھا ہے معجزات

اکثر اوس میں ہے غلط اور جھوٹ بات

(۹۵)

ان ضعیف روایات کے بیان کی وجہ سے قحطی کے مولود نامہ کی حیثیت قہے سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ روزمرہ کی زبان اور لہجے میں بات چیت کے انداز سے داستان گوئی کا احساس غالب آگیا ہے۔ چند شعر درج ذیل ہیں:

یہ مولود ہے سرور انبیاء

چوٹی کئی ہیں عالم تھے ہور اصقیا

یو سن کان دھر ابتدا سوں بیان

کہ دکھتی زبان سوں ہوا ہے عیال

خدا نے جو یک جھاڑ پیدا کیا

اس جھاڑ شاخاں ہویدا کیا

بڑا خالق ہے اور سورت التین

رکھیا جھاڑ کا نانہ شجر التین

(۹۶)

افر صدیقی امرہوی لکھتے ہیں کہ قحطی غالباً پہلا شاعر ہے جس نے اپنی کتاب کا نام "مولود نامہ" رکھا جو بعد کے شاعروں میں کافی مقبول ہوا۔ (۹۷)

قحطی کے معراج نامہ کا سنہ تصنیف بھی ۱۹۰۵ء ہے۔ اس مثنوی میں نبی کریم کے معراج کا بیان ہے۔ اس معراج نامہ کے آغاز کے دو شعر ملاحظہ ہوں:

آ جبرئیل لب سوں ان کو ہلا

سو قم قم صیب یو تجھے ابلا

جولیاے تھے براق جیون برق سار

تو سلطان چڑا سپہ ہے شہسوار

(۹۸)

اسلامی عقائد کی ترویج و تبلیغ کے لحاظ سے ان منظومات کی افادیت مسلمہ ہے اگرچہ ان میں ادبی محاسن کی کمی ہے۔

جنونی گجراتی

جنونی گجراتی نے قصیدہ معجزہ ۲۳۔ ربیع الاول ۱۱۰۲ھ کو ۷۲۔ اشعار پر مشتمل لکھا ہے۔ اس میں شاعر نے مولانا رومؒ کے اس فارسی کلام کا ترجمہ کیا جس میں ابو جہل اور نبی کریمؐ کے مکالمے کے ذریعے سے آنحضرتؐ کے معجزے بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں شاعر نے اپنے نام وطن اور سن تصنیف کی وضاحت کر دی ہے۔ اور سب تالیف کتاب یوں لکھا ہے:

سب عاقلوں کے سدھ گئے ان کی صفت کتے سنیں
پس میں جنونیں (جنونی) کیا کہوں کیا آسرا ہے اس اندر
اندر زبان فارسی یہ معجزہ ملائے روم
ہے گا جو کیا خو بو نگو تم نے سنا ہے بیشتر
میں اس کوں درہندی زباناں اس واسطے کہنے لگا
جو فارسی سمجھے نہیں سمجھے اسے خوش دل ہو کر
(۹۹)

اس آخری شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنونی بھی دیگر قدیم اردو شعراء کی طرح اپنی زبان کو ہندی کہتا ہے۔ اسی سلسلہ میں تاریخ تصنیف اور وطن کا ہی حال بیان کر دیا ہے:

ماہ ربیع الاولیں تاریخ تھی چوبیسویں
منگل کے دن گنتیم من از فضل رب وارگر
سنہ ایک ہزار اور ایک سو دو برس اوپر در حساب
بودت کرد این ختم در شہر گجرات اسے پر
(۱۰۰)

اس قسم کے معجزات نامے دکن میں دسویں اور گیارہویں صدی ہجری میں لکھے گئے تھے۔ جو قصیدہ اور مثنوی کی ہیئت میں ہیں۔ یہ قصے مقامی اثرات کی وجہ سے اپنا ایک مخصوص پس منظر رکھتے ہیں۔ نبی کریمؐ کی سیرت و سوانح اور میلادِ مبارک میں ایسے عناصر داخل ہو گئے جن کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ یہ سراسر ہندو معاشرت اور تہذیب کے اثرات ہیں۔ ان میں حقیقت کے فقدان یا ضعیف روایات کے باوجود نبی کریمؐ سے والہانہ عشق و محبت اور عقیدت کے اثر انگیز نمونے ملتے ہیں۔

محمد امین گجراتی

شیخ محمد امین گودہرا کے رہنے والے تھے۔ یہ گجرات کا مشہور مقام ہے جو احمد آباد سے جنوب مشرق کی جانب ۶۸ میل کے فاصلے پر ہے۔ (۱۰۱) بعض قدیم تذکرہ نگاروں اور جدید مورخین ادب نے امین کے گجراتی

الاصل نہ ہونے کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، اس کی تردید حافظ محمود شیرانی اور ڈاکٹر محمد عبدالحمید فاروقی نے نہایت مدلل انداز سے کی ہے اور امین کی تصنیف یوسف زلیخا کے اندرونی شواہد سے ثابت کیا ہے کہ وہ گجرات کا رہنے والا ہے اور اس نے اپنی مثنوی میں متعدد مقامات پر اپنی زبان کو گجری یا گوجری کہا ہے مثلاً گودہرے کا ذکر اس شعر میں ملتا ہے۔

بتیاں چالیس سو چودہ اور سو

ہے لکھیاں گودہرے کے بیچ سن لیو

(۱۰۲)

۳۴ میں کی طویل نظمیں تولد نامہ، معراج نامہ اور وفات نامہ ہیں۔ ان میں نبی کریمؐ کی زندگی کو موضوعِ سخن بتایا گیا ہے۔ یہ گجری زبان کی قابلِ قدر تصانیف ہیں۔ امین کے اشعار میں جو گجری زبان ملتی ہے وہ باجن گامِ دہنی، محمود دریائی اور خوب محمد چشتی کی زبان سے مختلف ہے اور زبان و بیان کے اس معیار کی طرف بڑھ رہی ہے جس طرف سارے برصغیر میں اردو زبان جا رہی ہے۔ فنی اعتبار سے فارسی مثنویوں کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اس لحاظ سے انہوں نے فارسی روح کو ہندی روح سے ملا کر ایک نئے تہذیبی سانچے میں ڈھال دیا ہے۔ اس کی مثنوی یوسف زلیخا زبان و بیان کی پختگی کے اعتبار سے قدیم اردو میں ایک کارنامے کی حیثیت رکھتی ہے۔

تولد نامہ، معراج نامہ اور وفات نامہ تینوں کتابیں ۱۶۹۴ء ر ۱۱۰۳ھ کی تصنیف ہیں۔ تولد نامہ اور وفات نامہ کے نسخے انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانہ خاص میں ہیں، لیکن معراج نامہ دستیاب نہیں ہوا۔ میلاد نامہ کا ایک مخطوطہ جامعہ سندھ میں بھی موجود ہے۔ (۱۰۳) ان تینوں تصانیف کا ذکر خود امین نے وفات نامہ کے شروع میں کیا ہے اور بتایا ہے کہ تولد نامہ اور معراج نامہ کے بعد اس نے وفات نامہ لکھنا شروع کیا ان تینوں مثنویوں کے اشعار کی تعداد بھی اس نے خود ہی بتا دی ہے جو تین ہزار چار سو چھ ہے۔ ان میں سے ۱۳۸۲ شعر تولد نامہ میں ہیں۔ ۳۴۷ وفات نامہ میں ہیں اور بقیہ ۱۹۰ اشعار معراج نامہ میں ہوں گے، جو نایاب ہے۔ تولد نامہ اور وفات نامہ یوسف زلیخا سے پانچ سال قبل تصنیف ہوئے تھے لیکن ان کی زبان یوسف زلیخا کی طرح صاف نہیں ہے۔ شاعرانہ خوبیاں بھی ایسی نہیں ہیں کہ انہیں متذکرہ مثنوی کے برابر رکھا جاسکے۔ (۱۰۴)

امین اپنے عہد کے بیشتر شعرا کے برعکس سنی العقیدہ تھے۔ مثنوی میں اس نے چاروں اولین اسلامی خلفائے کبار کی تعریف کی ہے۔ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کی مدح میں اشعار لکھے ہیں اور ولی عقیدت کا اظہار کیا ہے وہ ضعیفی، وجدی، گجری، اشرف، ولی و بیوری، عشق، ذوق اور فتح جیسے شعراء کا ہم عصر تھا۔ امین نے ”مجزہ نامہ بی بی فاطمہؑ“ فارسی سے ۱۶۸۷ء ر ۱۰۹۹ھ میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کا مخطوطہ کتب خانہ سالار جنگ حیدر آباد دکن میں موجود ہے جو ۱۸۰۰ء اشعار پر مشتمل ہے۔

گجری ادب کی روایت موضوع کے اعتبار سے مذہبی ہے۔ امین میں اس قسم کی طویل نظم لکھنے کی

پوری صلاحیت موجود ہے۔ ڈاکٹر جمیل جاہلی لکھتے ہیں۔ ”امین کی شعری کلاوشوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسے موضوع کو اظہار کے ہار میں گوندھنے کا اچھا سلیقہ ہے۔ تولد نامہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسے محفلوں میں ہلکے ترنم کے ساتھ پڑھ کر سنائے جانے کے لئے لکھا گیا ہے۔ بحر لہجی اور رواں ہے۔ اور الفاظ کو اس طور پر جمایا گیا ہے کہ شعر میں روانی و ترنم کو موثر طریقے سے ابھارا جاسکے:

یک دن محمد مصطفیٰ اندر مدینہ کے شر
 سگے صحابوں ساتھ جا بیٹھے تھے مسجد کے بھیت
 تب حق گیری درگاہ سوں جبرئیل آئے اس گھڑی
 آیت سو یک قرآن کے انہوں بنی اگل پڑی
 کھیا کہ قرآن کے بھیت آیت یہ پاتی تھی رہی
 اب حق تعالیٰ نے قرآن تم کوں دیا پورا سچی
 اور بھی خدا نے تم اوپر بھیجے دروداں اور سلام
 نبیوں کے سب تم سر دھنی ہو کے محمد نیک نام

پوری مثنوی اسی بیان سے انداز میں چلتی ہے۔ یہاں مصنف کی ساری کوشش یہ ہے کہ وہ روایت کو لفظ بہ لفظ منظوم کر دے اس لئے اس میں جذبات کے وہ تیور نہیں ملتے جو ان کی مثنوی یوسف زلیخا میں نظر آتے ہیں۔“ (۱۰۵)

امین کے وفات نامہ کا ایک مخطوط انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی کے کتب خانہ خاص میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ کسی دوسرے کتب خانہ میں نہیں ہے۔ اس لحاظ سے یہ نایاب اور نادر تصنیف ہے۔ امین نے مولود نامہ، معراج نامہ اور وفات نامہ تینوں مثنویوں کی ابیات کی تعداد ایک بیت میں ۳۴۰۶ بتائی ہے۔

تینوں قصوں کامل کے سب بیٹوں کا تلاؤں حساب
 چونتیس سو اور چھ اوپر واللہ اعلم بالصواب
 (۱۰۶)

وفات نامہ رواں خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ ابتدائی اشعار درج ذیل ہیں:

اب ہاں امین کے دل میں آتی ہے ایک اور بات
 مولود معراج کہہ چکا کہنا ہے اب نامہ وفات
 حضرت محمدؐ کی عمر تھی ساٹھ برس اوپر سو تین
 ڈھونڈھا کتابوں کے بھیت اتنی عمر نکلی یقین
 اتنی عمر بھیت جو کچھ حضرت نے کہتے کام سب
 ان کا بیان جو میں کروں گذرے عمر ساری سو تب

(۱۰۷)

امین کی مثنویاں اس دور کے گجری ادب میں شاہکار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس زمانے میں اردو زبان میں فارسی اثرات جذب ہو رہے ہیں۔ اور اردو زبان انہی اصنافِ سخن، اوزان و بحر اور اسالیبِ فارسی زبان و ادب سے حاصل کر رہی ہے۔ فارسی اور اردو کے اس ملاپ کے ساتھ اردو زبان ریختہ کے نام سے علاقائی سطح سے بلند ہو کر سارے برعظیم کو نیا معیار و اسلوب عطا کر رہی ہے۔

گجرات میں مذہب اور تصوف کا زیادہ زور رہا اس لئے زیادہ تر مذہبی اور صوفیانہ مثنویاں لکھی جاتی رہی ہیں اگر کوئی عشقیہ مثنوی لکھی بھی گئی تو اس کا مقصد بھی بالواسطہ مذہب کی تبلیغ کرنا تھا۔ امین کی مثنویاں لسانی نقطہ نظر سے خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ البتہ واقعات کے بیان میں تحقیق سے کام نہیں لیا گیا۔

امامی دکنی

امامی دکنی گیارہویں صدی کا شاعر ہے۔ اس نے بھی وفات نامہ سرور کائنات کے عنوان سے ایک مثنوی لکھی ہے جو ۲۱۔ اوراق اور ۵۱۵ ابیات پر مشتمل ہے۔ حمد اور نعت میں ایک ایک شعر لکھنے کے بعد وفات نامہ کو ساقی نامہ سے شروع کیا گیا ہے اور اس ساقی نامہ میں اپنے مرشد (شاہ عبداللہ، ہمشیر زادہ میر سید جلال) اور اپنے وطن دکن اور اپنے تخلص امامی کی وضاحت کر دی ہے۔ اس کو اپنے مرشد کے وطن دہلی اور اس کے علاوہ لاہور اور کابل کی سیاحت کا شوق دامن گیر تھا چنانچہ وہ ساقی سے کہتا ہے:

بیا ساقیا ملک دلی کجا
فقرا پریم کا دکھن میں بجا
بیا ساقیا شر لاہور کا
دیکھانا گھر مچ کون ماہور کا
بیا ساقیا محل کابل دیکھا
ظہورا پریم شر پابل بجا

(۱۰۸)

اسی سلسلہ میں آگے چل کر اپنے مرشد اور ان کے ماموں کی مدح کرتا ہے جو پرانی دلی میں رہتے تھے:

حقیقت کے میدان سنے شوہار
محل معرفت راز کے تاجدار
کہ ہیں دو ہمینے سلیمان کے
مہر ہیں محمد کے فرمان کے
دو مالک رسالت ولایت کے ہیں
دو ہادی حقیقت ہدایت کے ہیں

(۱۰۹)

مشنوی کی آخری بیت میں مصنف نے اپنا تخلص استعمال کیا ہے:

ختم کر امای تو خیر الکلام

وصال محمد علیہ السلام

وفات کے بیان میں شاعر لکھتا ہے:

محمد کئے کوچ جنت طرف

قیامت جہاں میں پری ہر طرف

جہاں کی عمارت کوں برباد کر

جنت کی عمارت کوں آباد کر

(۱۱۰)

امای وکنی کا وفات نامہ اپنی منفرد خصوصیات زبان و بیان کی بناء پر خاصا مشہور رہا ہے۔

علی

قصیدہ ہرنی ۴۳۔ اشعار کی ایک نظم ہے۔ اس کے مصنف علی کے حالات نہیں ملتے اس کا سنہ تصنیف قبل از ۱۱۰۰ء ہے۔

قصہ ہرنی میں نبی کریمؐ کے ایک معجزہ کا ذکر کیا گیا ہے، اس معجزہ کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریمؐ ایک دن کہیں جا رہے تھے، راستہ میں ایک بدوی کو سوتے ہوئے دیکھا جس کے سرہانے ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی۔ جوں ہی نبی کریمؐ کی نظر اس ہرنی پر پڑی۔ وہ نہایت طلبگار نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگی جیسے وہ کہہ رہی ہو میرے بیچے بھوک سے تڑپ رہے ہیں۔ خدا کے لئے مجھے اپنی ضمانت پر رہا کیجئے۔ میں اپنے بچوں کو دودھ پلا کر فوراً واپس آ جاؤں گی۔ رسول اللہؐ اس سے بہت متاثر ہوئے اور اپنی ضمانت پر اسے رہا کرا دیا، تھوڑی دیر بھی نہیں گزری کہ ہرنی اپنے بچوں کو دودھ پلا کر چلے والیں آگئی۔ اس واقعہ کا بدوی کے دل پر گہرا اثر ہوا فوراً مسلمان ہو گیا اور ہرنی کو بھی رہائی دے دی۔ آخری شعر ہے:

عالی حکایت کیا ہے احمد نبی کے شرف پر

جن نے سنا او یوں کہا میں معجزہ گفتہ علی

اس کے ایک نسخہ کا ذکر ”تذکرہ اردو مخلوطات“ میں بھی ہے۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ پروفیسر حامد اللہ ندوی کے کتب خانے میں موجود ہے جس کو مکتبہ سلطان حسین، بمبئی نے شائع کیا ہے۔ (۱۱)

کتر

کتر تخلص کے دو تین شاعر دکن میں ہوئے ہیں۔ پورے وثوق کے ساتھ مشنوی ”معراج نامہ“ کو کسی ایک کے ساتھ مختص نہیں کیا جا سکتا۔ یہ معراج نامہ قریباً سات سو ابیات پر محیط ہے۔ اس میں معراج

شریف آنحضرتؐ کے واقعات کو دکنی زبان میں نظم کیا گیا ہے۔ ایک شعر جو ذیل میں درج ہے۔ کتر تخلص کا شہ ہوتا ہے۔

محمد جو صاحب کریں گے نگاہ
تو کتر ہوئے دور مارا گناہ
(۱۱۳)

یہ مخطوطہ خوش خط نستعلیق میں لکھا ہوا ہے۔ لوح و جدول مٹا ہے۔ اختتامی اشعار درج ذیل ہیں:

خدا کا پیارا محمد نبی
خدا کا اوتار او روح الامین
حق رسول کہ دستم بگیر
کہ در ماندگاں را توی و بگیری
(۱۱۴)

فارسی کے اثرات اور دکنی زبان و بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس معراج نامہ کی تاریخ تصنیف قریب ۱۱۰۰ھ ہے۔

سید میراں شاہ ہاشمی بیجا پوری (م ۱۱۰۹ھ)

سید میراں نام اور ہاشمی تخلص تھا۔ سلطان علی عادل شاہ ثانی کا درباری شاعر تھا۔ ایک روایت کے مطابق بلوغت کے بعد چمپک کی بیماری سے اس کی بیٹائی جاتی رہی تھی۔ ہاشمی نے ۱۱۸۷ھ، ۱۱۹۹ھ میں ایک مثنوی یوسف زلیخا کا اردو میں منظوم ترجمہ کیا تھا۔ اس مثنوی کے ابیات کی تعداد ۵۲۰۰ ہے۔ اس میں حمد، مناجات اور نعت کے بعد ذکر معراج شریف و وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ معراج شریف کے بیان کے بعد حضرت سید محمد جونپوری اور اپنے پیر و مرشد شاہ ہاشم کی مدح لکھی ہے۔ جس کے دو شعر ملاحظہ ہوں:

سزاوار ہاشم سو ہے اس کا تاؤں
زمانے پکڑیا اتھا جس کا پاؤں
کت کان ہے اتنی بیاں داو میں
کروں وصف ہاشم کے اظہار میں
(۱۱۵)

اس مثنوی کے مخطوطے کتب خانہ آصفیہ اور بعض خانگی کتب خانوں میں ملتے ہیں۔ ریختی میں ایک دیوان ۱۰۸۰ھ میں مرتب کیا تھا جسے ڈاکٹر حفیظ قلی نے اپنے مقدمہ کے ساتھ اوارہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن کی طرف سے ۱۹۶۱ء میں شائع کر دیا ہے۔ (۱۱۵)

تکمیل میں معراج نامے کی ایک طویل روایت ملتی ہے۔ مذہبی مثنویوں میں شاعر حمد و نعت کے معراج کے واقعے کو الگ نظم کا موضوع بناتا تھا۔ مذہبی مجلس میں ان معراج ناموں کو پڑھا جاتا تھا۔ بعض مثنوی مجلسی و تمدنی رویے کو مد نظر رکھ کر اپنے معراج نامہ کی بحر ایسی رواں رکھی ہے جسے آسانی سے قصوں سخن کے ساتھ ترنم سے پڑھ کر محفل کو گرمایا جاسکے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی اس معراج نامہ پر فنی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ہاشمی کے معراج نامہ میں لفظوں کی ترتیب میں ڈھولک کی سی موسیقی کا احساس ہوتا ہے۔ معراج نامہ میں ہاشمی نے اس واقعے کی جزئیات کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور قدم قدم پر سفر کی ساری تفصیلات اس انداز سے بیان کی ہیں کہ معراج کا واقعہ نظروں کے سامنے آ جاتا ہے۔ بیان کی پراسراریت سے سننے والوں کے دل و دماغ پر جلال و جمال کا ہلکا سا پردہ پڑا رہتا ہے اور محفل میں مخصوص لحن کے ساتھ پڑھنے سے اس کے اثر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ ایک عوامی مثنوی ہے جو اپنی ترتیب، مواد و ہیئت کو ایک کرنے کی فنی کوشش اور مجموعی ساخت کے اعتبار سے آج بھی قابل قدر ہے۔ یہاں وہی فنی توازن ملتا ہے جو نعتی کے کلام کی بنیادی خصوصیت ہے۔“ (۱۱۶)

ذہان و بیان اور فنی اعتبار سے ہاشمی بیجا پوری اسلوب کے نئے عبوری دور کا شاعر ہے۔ جس کا تعلق اسلوب بیان کی قدیم روایت اور روش سے بھی قائم ہے اور جدید اسلوب کے واضح اشارات و امکانات بھی اسے ہمارے جہاں دکھا رہے ہیں۔ ہاشمی نے اپنے کلام میں صنائع و بدائع اور تشبیہ و استعارہ سے بھی کام لیا ہے۔ اس لحاظ سے ہاشمی کا کلام اپنے دور کی سلیبی و تمدنی زندگی کی عکاسی کر رہا ہے۔ معراج نامہ سے خطاب دیکھئے:

نبیوں میں جسے سب نے افضل کیا

تو ہے ائے محمد رسول انبیاء

اول کر محمد کوں پروردگار

بزاں سب خدائی کیا آشکار

ازل نور ذاتی کوں پیدا کیا

بزاں سب پو عالم ہویدا کیا

دیکھو کیا ہے قدرت خدا کی نول

تو داداے تے کریو تیرے کوں اول

نبیوں کا توں دادا ہے آدم صفی

کہ روحاں کا دادا ہے خاتم نبی

(۱۱۷)

(بزاں = بعد ازاں، پو = پر، نول = عجیب، خوب، صفی = صاف، پاک)

صاحبان عثمان

عثمان دکن کا ایک غیر معروف شاعر ہے۔ نبی کریمؐ کے شاکل پر دکھتی زبان میں ایک مختصر سی مثنوی "شاکل نبویؐ" کے عنوان سے عثمان کی لکھی ہوئی مثنیٰ ہے۔ یہ اوائل ۱۹۰۰ء ہجری کی تصنیف ہے۔ شاکل ناموں میں عثمان اور ترین کے دو نام سامنے آتے ہیں۔ ان میں عثمان، ترین سے مقدم معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ترین کی زبان عثمان کے مقابلے میں زیادہ شستہ نظر آتی ہے۔

عثمان کے شاکل نامہ میں اس کے آخر میں شاکل پاک کو لکھ کر اپنے پاس رکھنے اور پڑھنے کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ آخر میں درود شریف تحریر ہے۔ اس کے ابیات کی تعداد ایک سو چالیس ہے۔ ابتداء ان ابیات سے ہوتی ہے:

الہی گلشن دیدار میں توں
نبی کے نور سوں کر دو جہاں کوں
محمد کے شاکل کو سراپا
کیا تو گلبن اسرار زبیا

(۱۱۸)

اس کے آغاز میں شاکل کی اہمیت کا بیان ہے اور اس کے بعد شاکل کا تذکرہ ہے۔ خاتمے پر وہ یہ لکھتے ہیں:

لکھا عثمان عاشق ہو شاکل
بیشہ کر رکھوں گل میں شاکل
محبت ہے رسول اللہ سوں بچکوں
اور ان کی آل پاک باصفا سوں

(۱۱۹)

عنوانات اور عربی احادیث وغیرہ بہ خط نسخ سرخ روشنائی میں ہیں۔ اس کا ایک مخطوطہ ادارہ ادبیات اردو، ایک جامعہ عثمانیہ (۱۳۰) اور تین کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں موجود ہیں۔ (۱۳۱) ایک مخطوطہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو، کراچی میں بھی موجود ہے۔

شاکر

شاکر دکن کے قدیم اور غیر معروف شاعر ہیں۔ "مولود نامہ نبویؐ" میں انہوں نے اپنے حالات نہیں لکھے۔ "سبب لقم" کے عنوان کے تحت جو اشعار لکھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے احباب نے دکنی زبان میں مولود نامہ لکھنے پر انہیں مجبور کیا۔ اس حصے سے چند ابیات یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ تاکہ شاکر کے اسلوب اور زبان کے بارے میں اندازہ ہو سکے:

محبت کی مجلس اتھی ایک شاعر

تھے مجلس نے یار عالی وقار

کہتے خوب صاحب، طرفاں اتھے

خجن آوری میں حرفاں اتھے

توں کر ترجمہ فارسی کا اے یار

ہوے گا ترے بات سوں یو نگار

کہ یاراں کے اس پہ شاکر ہوا

مناجات مگنے کوں ذاکر ہوا

(۳۲)

اس کے بعد مناجات لکھنی شروع کی ہے۔ اس مناجات کے ان چند اشعار میں شاعر نے مثنوی شروع کرنے کا ذکر بڑے طمطراق کے ساتھ کیا ہے:

انہی کرم سوں توں کرنا عطا

تجی محمد بخش مجھ عطا

یہ ایک مجھ الہام ہوا غیب تے

عطا مجھ ہو آیا یو لاریب تے

سو ہاتف نے رنج کوں دیا یو خبر

تو دکھنی سو مولود کر سرسبر

سو اس بات پر طبع جو تیز ہو

مرا قام زیرک جو گلریز ہو

چلیا پوتا ہوں وزن سنج سوں

ٹے کر آتیا میں اتم سنج سوں

(۳۳)

شاکر نے اپنا تخلص بھی ہر عنوان کے خاتمہ میں بڑے التزام کے ساتھ لکھا ہے:

نبی کے شعر یو سچے خاص و عام

سو شاکر ہو رہیں گے مجال تمام

تیس ہوں کے شاکر رہو رات دن

پناہ حق کئے سنگ سلیا کھشن

بہر حال شاکر ہو رہتا بھلا

یہ کے نہ غم میں ایس کوں جلا

توں شاکر ہو اس ناؤں پر فدا

حقیقت تولد کا کر ابتدا

(۳۳)

یہ مخطوطہ ناقص الآخر ہے مگر مضمون کے ربط و تسلسل سے اندازہ ہوتا ہے کہ چند شعر باقی رہ گئے ہوں گے۔ موجودہ حالت میں بھی اس میں دو ہزار پانچ سو سے زیادہ اشعار ہیں۔ یہ صرف ولادت نامہ نہیں ہے بلکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات مقدسہ کو بیان کیا گیا ہے۔ (۳۵) سب نظم کے بعد دیگر عنوانات میں سے چند درج ذیل ہیں:

مناجات از درگاہ الہی، بیان آغاز مولود شریف، در بیان نور نبی، بیان دخترشہ روم، بیان فاطمہؑ اور بیان عبداللہ وفات یافتہ وغیرو۔

اس مثنوی کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے:-

کوں ابتدا میں بنام خدا
کہ او قسم ہو کر ہے وحدت سدا
سرا صفت حمد او بیباک کوں
جنے جیو دیا اس مٹھی خاک کوں
ولے جیو کیا سو کے نیس ہے خام
ہو حیران ڈھونڈتے ہیں سب خاص و عام
کہ جیو کوں سمجھتا ہے لئی مجال
سمجھنے وہ جیو کوں ہے کس کی مجال
تو قادر ہے قدرت میں پورا حکیم
توں دانندہ ہر راز کا ہے مقیم
(۱۲۶)

زیر نظر مولود نامہ قریباً ۱۷۸۸ء سے قبل کی تصنیف ہے۔ کتب خانہ آصفیہ کا مخطوطہ مکمل ہے۔
آنحضرتؐ کی پیدائش کے بیان کے چند شعر ملاحظہ ہوں:

تولد ہوئے پانچویں پاس میں
اتھا سجدے میں سر سو اقصا نے
تولد ہوئے وقت پر کوئی نہ تھے
آمنہ کے نزدیک حوراں اتھے
بہشت تھے حوراں ہزاراں ہزار
بھرے آگے حجرے نے بے شمار
تولد ہوئے اشرف الانبیاء
یو صلوات بیحد خدا بھیجا

بشمے یو حوراں سو مل کر تمام

طبق نور کے لائے ہر صبح و شام

(۳۷)

ان مولود ناموں کا انداز اگرچہ ادبی سے زیادہ تبلیغی تھا مگر اس عوامی سنج نے زبان کی ترویج و اشاعت میں بھی بھرپور کردار ادا کیا۔ تعداد و تاثر کے لحاظ سے شاکر کے اشعار میں معاصر شعراء کی نسبت کہیں زیادہ شاعرانہ خصوصیات، روانی اور فنی اہتمام کا احساس ہوتا ہے۔

علی بخش دریا

دریا کے مفصل حالات کسی تذکرے میں نہیں ملتے۔ ان کی مثنوی وفات نامہ سے بھی صرف ان کے نام علی بخش کا پتہ چلتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دکن کے شاعر تھے اور مظاہر دور میں موجود تھے۔ مثنوی وفات نامہ میں نبی کریمؐ کی رحلت کا حال قلمبند کیا ہے اور اس مثنوی کو آپ کی علالت سے شروع کر کے تدفین پر ختم کیا ہے۔

ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد میں اس کے تین نسخے اور جامعہ عثمانیہ میں ایک نسخہ کی نشاندہی کی ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانہ خاص میں بھی موجود ہے۔ اس کے ابیات کی تعداد ۲۳۲ مخطوطے میں بتائی گئی ہے:

کیا دریا رسالہ نظم سویو

یو بیتاں ہیں دو صد دو دست پر دو

(۳۸)

دریا نے اس کی وجہ تصنیف بیان کی ہے کہ عربی اور فارسی میں تو اس موضوع پر کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن ضرورت ہے کہ دکن میں بھی لکھا جائے تاکہ لوگ خود پڑھ کر سمجھ سکیں:

ہر یک دکنی زبان سوں پڑ کر بوجے

نہ رہے محتاج کس سوں آپ سوچے

(۳۹)

جامعہ عثمانیہ کے نسخہ میں کتابت کی بے حد غلطیاں ہیں جس کو ہملول خان نے ۱۳۲۳ھ میں نقل کیا ہے۔ ادارے کے نسخے میں آخری ورق محفوظ نہیں رہا۔ سنہ تصنیف ۱۳۱۱ھ، ۱۳۱۹ھ جامعہ کے نسخہ میں موجود ہے:

ہوا نسخہ یو ہجرت بعد سارا

ہوئے تھے برس گیارا سو گیارا

(۳۰)

یہ مخطوطہ ولی دکنی کے معاصر اور بارہویں صدی ہجری کے عشرہ دوم کی تصنیف ہونے کی وجہ سے قابل قدر ہے۔ انجمن ترقی اردو پاکستان کے مخطوطہ پر کاتب اور سنہ کتابت بھی تحریر نہیں کیا گیا۔ عنوانات سرخ روشنائی سے اس دور کی دیگر کتابوں کی طرح فارسی زبان میں ہیں۔

مصنف نے اپنی تالیف کے پڑھنے اور سننے کے بارے میں اپنا عقیدہ بیان کیا ہے:

پڑے گا یا سینگا جو بشر زاد

گناہاں سوں ہوگا اپنے آزاد

پڑے گا جو سینگا اس جہاں میں

اسے سب خیریت ہے اس جہاں میں

(۳۱)

آخر میں شاعر آپ پر اور آپ کے آل و اصحاب پر درود بھیج کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتا ہے:

دیا توفیق اپنے فیض تے رب

کیا اس بیت پر آ کر مرتب

کوڑوں سوں دروداں ہوں نئی پر

علیٰ ہور قاطرہ یاراں سبھی پر

(۳۲)

دریا دکن کے دو بزرگوں کا لقب تھا (۱) شاہ عمر قادری نور دریا اور (۲) بحر الدین قاضی دریا زیر نظر نسخے کے مصنف کا تخلص دریا ہے۔ شاہ عمر قادری دریا، شاہ امین الدین اعلیٰ کے خلیفہ تھے اور ۱۰۸۵ھ میں فوت ہوئے۔ تاریخ تصنیف کے حوالے سے یہ ان کی تصنیف نہیں ہو سکتا۔ دوسرے بحر الدین گوگی کے قاضی اور محمود بحری مصنف من گن کے والد تھے۔ ان کا لقب قاضی دریا تھا۔ یہ وفات نامہ ان کی بھی تصنیف نہیں ہے کیونکہ وہ بھی ۱۱۱۱ھ سے قبل فوت ہو چکے تھے۔ (۳۳) اس لئے اس وفات نامہ کا مصنف علی بخش دریا ہے۔

علی بخش دریا کے اس وفات نامے کو سید احمد علی زیدی نے فیض نامی شاعر سے منسوب کیا ہے۔ (۳۴) اور اس کے لئے انہوں نے اختتامی شعر کو اس ترتیب سے لکھا ہے:

دیا تو فیض کو توفیق یارب

کیا اس کے سب امر مرتب

(۳۵)

اور اس شعر سے نتیجہ اخذ کر کے اس کے مصنف کا نام فیض لکھ دیا ہے جبکہ ڈاکٹر نصیر الدین ہاشمی اور ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور نے اس شعر کو متذکرہ بالا ترتیب سے لکھا ہے۔ انہی دونوں محققین کی

رائے درست ہے اور اس کا مصنف علی بخش دریا ہے۔ (۱۳۶) سید احمد علی زیدی کے زیر نظر منظر میں
مصرف کے الفاظ کی ترتیب کا رد و بدل کتابت کی غلطی ہے۔

محمد حسین معظم قادری بیجاپوری (م. بحدود ۱۷۷۱ء)

علی عادل شاہ ثانی اور سکندر عادل شاہ کے عہد کے ایک صوفی اور مذہبی شاعر تھے۔ حضرت امین الدین
اعلیٰ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ معظم نے اپنے پورے سرمایہ سخن میں امین الدین اعلیٰ کے ساتھ قادر کا ذکر
بھی بڑے اعتقاد کے ساتھ کیا ہے لیکن یہ نام کہیں حضرت علیؑ کے لئے، کہیں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے لئے
اور کہیں اس طرح کہ قادر اور حیدر ایک ہی شخص کے دو اسم ہیں اور کہیں امین الدین اعلیٰ کے خلیفہ
عبدالقادر لنگا کے لئے استعمال کیا ہے۔ اگر موخر الذکر حقیقت تسلیم کر لیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ معظم کے
مرشد بیعت تو امین الدین اعلیٰ ہی تھے اور قادر مرشد تربیت، جنہوں نے امین الدین کے حکم پر معظم کے
مراتب سلوک و مدارج معرفت اپنی نگرانی میں طے کرائے اور یہ بیعت و ارشاد کی تاریخ میں ہرگز کوئی نئی
بات نہیں ہے۔ (۱۳۷)

منظوم معراج نامہ کے علاوہ معظم نے متعدد صوفیانہ مثنویاں لکھی ہیں اور غزلیات پر مشتمل ایک
دیوان بھی ان کی یادگار ہے۔ ان کی بعض کتابیں کتب خانہ سالار جنگ، کتب خانہ آصفیہ اور کتب خانہ ادارہ
ادبیات حیدر آباد دکن میں موجود ہیں۔

ان کی مثنوی معراج نامہ میں واقعہ معراج کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ابتدائی پانچ
ابواب حمد، نعت، منقبت چار یار اور مدح اہل بیعت پر مشتمل ہیں، پھر معراج کا مضمون شروع ہوتا ہے۔ ہر
باب کی سرخی منظوم ہے، جن کی کل تعداد دس ہے، جب ان کو مثنوی سے الگ کر کے پڑھا جائے تو ایک
مستقل قصیدہ بن جاتا ہے۔ قصیدہ اور مثنوی کی بحرین مختلف ہیں۔ اس قصیدہ کا پہلا اور آخری شعر حسب
ذیل ہے:

اول توحید کہتا ہوں سو اس قدرت کے قادر کا

کہ مالک ہے دو عالم کا و رازق بحر اور بر کا

الہی پاس منتگاہوں امین بولو مجھان سو

معظم عرض کرتا ہے پریشان حال اہتر کا

(۱۳۸)

معظم نے یہ معراج نامہ ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۰ء میں لکھا تھا۔ وہ معراج نامہ میں لکھتے ہیں:

یونامہ جہاں میں ہوا جب ختم

ایک گیارہ صدی میں اچھے دست کم

رجب کی ستائیس ہوا یہ تمام

نئی پر ہزاراں درود و سلام
معراج نامہ کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے۔

انہی توں قادر ہے سنسار کا
توں آوار ہے سب تر آوار کا

رہما توں حاکم ہے صاحب سچا
سوکن لیکن کھیچے سب جگ رچا

کیا سات اسماں یک پل نئے
ہوا ذوق جس ساعت تجھ دل نئے

یہ معراج نامہ سید بلاتی کے معراج نامہ کی بحر میں ہے۔ اس کے زبان و بیان کی سادگی و روانی کے بارے میں ڈاکٹر جمیل جاہلی لکھتے ہیں کہ ”معظم نے جب معراج نامہ لکھا تو اسی زمانے میں قلندر نامہ کے نام سے بھی ایک نظم تحریر کی۔ اس دور میں زبان و بیان کا عام کینڈا اتنا بدل جاتا ہے کہ یہ تیزی کے ساتھ بچھلے پختیس سال کی زبان سے مختلف ہو جاتی ہے۔ اسی لئے معظم کے معراج نامہ اور قلندر نامہ کی زبان واضح اور صاف معلوم ہوتی ہے۔“ (۳۹)

معظم نے اپنی مثنوی ”نگزار چشت“ میں مختلف بزرگان دین کا مختصر حال نظم کیا ہے۔ مثنوی ”سچ مخفی“ ۱۲۶۹ء، ۱۰۸۰ھ سے قبل کی تصنیف ہے اس میں درویشوں اور صوفیوں کے اسرار و اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ مثنوی ”شجرۃ الاتقیاء“ میں تصوف کے مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ مثنوی ”گفتار عشق و عقل“ میں یہ بتایا گیا ہے کہ عشق و عقل انسان کے پیدائشی ساتھی ہیں اور مثنوی ”وجود العارفین“ میں وجود اور واجب الوجود کی تشریح آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے کی گئی ہے۔ (۱۳۰) معظم کا دیوان ناقص العرفین کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے۔ (۱۳۱) اور انجمن ترقی اردو علی گڑھ کے کتب خانے میں بھی اس دیوان کا ایک مخطوطہ موجود ہے۔ معظم نے اپنی غزلوں میں بڑی کثرت سے تصوف کے مضامین باندھے ہیں یا اپنے سلسلے کے بزرگوں کی کرامات بیان کی ہیں۔ ”سچ مخفی“ کے مخطوطات کتب خانہ سالار جنگ اور ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن میں موجود ہیں۔ ڈاکٹر ابوالنصر خالدی نے یہ مثنوی اپنے مقدمہ کے ساتھ قدیم اردو جلد اول شعبہ اردو جامعہ عثمانیہ مطبوعہ ۱۹۶۵ء میں شائع کر دی ہے۔ مثنوی ”گفتار عشق و عقل“ کا ایک ناقص مخطوطہ ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن کے کتب خانہ میں اور دو سرا مخطوطہ ڈاکٹر ابوالنصر خالدی کے پاس ہے۔ (۱۳۲) معراج نامہ اور قلندر نامہ کے مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہیں۔ کتب خانہ جامع مسجد بمبئی میں بھی معراج نامہ کے دو مخطوطات موجود ہیں۔ پہلا نسخہ یوسف علی کا ۲۰ جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۰ھ کا لکھا ہوا موجود ہے جبکہ دو سرا نسخہ بھی موجود ہے مگر وہ مکمل نہیں صرف ابتدائی دو چار ورق ہیں اور معراج نامہ سید بلاتی کے ساتھ جلد ہے۔ (۱۳۳)

معظم کے کلام کی اندرونی شادیں اور قدیم تواریخ و تذکرے ان کے عارف کامل ہونے کا پتا دیتے ہیں اور شاید اسی وجہ سے ان کے کلام میں ایک وجدانی سوز و گداز جاری و ساری ملتا ہے۔ اسلوب بیان

سادہ اور پراثر ہے البتہ زبان اور لہجہ وہ نہیں جو ولی کے یہاں ملتا ہے لیکن زبان اور رنگ آبادی اردو سے قریب ضرور کسی جا سکتی ہے اور اس میں ہندی و سنسکرت الفاظ کی بھی ایسی بھرمار نہیں جو لطافت کو کثافت میں بدل دے۔ (۳۳) صوفیانہ مضامین کو نظم کرتے وقت تصوف کی مشکل اصطلاحوں سے پرہیز کر کے معیاری انداز پیدا کرنے کی خاصی کامیاب کوشش ملتی ہے۔

شریف

شریف کے نور نامہ کا مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔ مخطوطہ تیس صفحات پر محیط ہے اور عام خط نستعلیق میں ہے۔ اس کی تاریخ تصنیف ۱۱۱۰ھ ہے۔ آخر میں کاتب نے اپنا نام کامل علی شاہ اور اس کی تاریخ کتابت رجب ۱۲۷۰ھ لکھی ہے۔ یہ مختصر مثنوی نور محمدی کی خلقت وغیرہ کے متعلق ہے۔ مصنف کے متعلق کوئی معلومات میسر نہیں آسکیں۔ نور نامہ کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

اول حمد لله رب الیر
 وهو علی کل شیء قدیر
 بس ذات او نور کر آشکار
 کیا پھر اوی نور سو بگ بہار
 کرنا شرفا اوپر کر کرم
 کرم سوں بخش تجھ دھرم تجھ دھرم
 (۳۵)

درج ذیل اشعار میں شاعر نے تاریخ تصنیف لکھی ہے اور اس مثنوی کے اشعار کی تعداد کے بارے میں بھی وضاحت کی ہے کہ ۳۳۰ ہیں۔ چوتھے شعر کے دوسرے مصرعہ میں قاف، شین اور میم لکھا ہے۔ حروف ابجد میں ق: ۱۰۰، ش: ۳۰۰، اور م: ۳۰، اس طرح کل تعداد: ۳۳۰ بنتی ہے، جو مثنوی کے اشعار کی کل تعداد ہے:

پرہو اور کو دل کتیں شاد سوں
 شرفا کو کرنا دعا یاد سوں
 ز ہجرت نبی کے ہزار ایک سال
 بھی یک صد اوپر دس اتھے بے مثل
 و شعبان معظم کے خوش ساعت میں
 مراتب ہوا رات شب برات میں
 محاسب دیکھو کریو بیتاں سلیم
 ہے یک قاف یک شین اور یک میم
 (۳۶)

اس دور کے دیگر شعراء کی طرح شریف نے بھی اپنی مثنوی کا اختتام دعائیہ اشعار پر کیا ہے:

الہی بخش توں لکھن ہار کوں
پندرہار کوں اور سنن ہار کوں
ہزاراں دروداں ہزاراں سلام
تجی محمد علیہ السلام

(۱۳۷)

شریف کے نور نامہ کی زبان صاف اور رواں ہے۔ اس قسم کی دینی موضوعات پر مشتمل دکنی مثنویوں کے اثرات ہمیں دکن کے تمدن اور کچھ پر بھی نظر آتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ مثنویاں بہت وقیع ہیں۔

عبدالحمید ترین

عبدالحمید ترین ان شعراء میں شامل ہیں جو زوال عادل شاہی و قطب شاہی کے بعد سامنے آئے۔ غالباً کوئی افغانی الاصل دکنی شاعر تھا۔ جس نے اس دور میں پشتو زبان کی ایک کتاب ”شماکل النبی“ مصنفہ اخوند اویزائی کو دکنی میں منتقل کیا تھا۔ (۱۳۸) ترین کے شماکل نامہ کا سنہ تصنیف صحیح طور پر تحقیق نہیں کیا جاسکتا لیکن ۱۸۵۰ء سے پہلے کی تصنیف ضرور ہے۔

اس شماکل نامہ میں نبی کریمؐ کے سراپا اور خلق کا بیان ہے۔ اس کے آیات کی تعداد قریباً ایک سو پچاس ہے۔ اس مثنوی کے پانچ مخطوطات کتب خانہ آصفیہ چار مخطوطات کتب خانہ سالار جنگ اور دو ادارہ ادویات اردو حیدر آباد دکن میں موجود ہیں۔ کتاب کے نام اور اپنے تخلص کے بارے میں مصنف نے اس طرح صراحت کی ہے:

شماکل نبی کا کوں بولنے
کرے کرم کر زبان کھولنے
کیا قصد عبدالحمید ترین
شماکل نبی کا کوں بہترین
(۱۳۹)

شماکل ناموں میں نبی کریمؐ کے جسم منظر کی ظاہری صفات اور خوبیاں بیان کی جاتی ہیں۔ صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں شماکل نبوی یا علیہ مبارک کے جو عنوانات ملتے ہیں، اردو میں شماکل ناموں کے مضامین ان سے لی ہوئی حدیثوں پر مبنی ہیں۔ حافظ محمد بن عیسیٰ ترمذی نے ”شماکل ترمذی“ کے نام سے جو کتاب لکھی ہے، وہ شماکل ناموں کا سب سے بڑا ماخذ ہے۔ عبدالحمید ترین کا شماکل نامہ بھی انہیں مضامین سے عبارت ہے:

الہی سچا توں ہے پروردگار
دونوں جگ میں قدرت ترا آشکار

سچا توں ہے صانع سچا توں رحیم
 سچا توں ہے قادر سچا توں حکیم
 سزاؤں تجھے میں سدا یاد کر
 محمد کے گلے سے دشاؤں کر
 محمد پہ پیغمبری کر ختم
 کیا ان پہ مہر نبوت کرم
 (۱۵۰)

شمال کے بیان میں اندازیاں ملاحظہ فرمائیے:
 محمد کے اس سر مبارک اوپر
 اتنے بال کتنے رکھو یاد کر
 اتنے لاک بارہ او تیرہ ہزار
 دیکر تین سو تین اندر شمار
 و خوش شکل مرغوب ہو۔ سبز تر
 رکھی تھی نبی کے سر کے اوپر
 (۱۵۱)

شمال نامہ کے ان اشعار کو شاعر دعا و مناجات پر ختم کرتا ہے۔
 شمال نبی کا معجز ترین
 کیا لطم دکھنی میں عہد ترین
 اگر کوئی پڑے یاد کر کوئی نے
 دعا نیک سوں یاد کرنا اونے
 خدایا گنہ بخش ہو رنج خطا
 دے کر توں ایمان کی معجز عطا
 حق محمدؐ ہے تیرا رسول
 مناجات کر معجز بندے کی قبول
 (۱۵۲)

عبدالمحمد ترین کی زبان عثمان کے مقابلے میں شستہ ہے۔
 ترین کے ایک نور نامہ کی بھی نصیر الدین ہاشمی نے نشان دہی کی ہے جو قریباً شمال نامہ کی طرح ڈیزہ
 سو ابیات پر مشتمل مشہور ہے۔ جیسا کہ نام سے واضح ہے اس میں نور محمدیؐ کا تذکرہ ہے۔ یہ بھی اداسل
 ۱۰۰۰ ہجری کی تصنیف ہے۔ خط ٹکٹ میں دہلی کانڈ پر کرم خوردہ مخلوط کتب خانہ سلار جنگ میں موجود ہے۔
 اس کی ابتدائی ابیات یہ ہیں:

الہی کرنامہ کرتار توں
ستوارا ہے قدرت سے سنار کوں
تو قدرت سے پیدا کیا دو جہاں
پون اور پانی زمین آسمان
(۱۵۳)

میر، ایک غیر معروف شاعر

میر، ایک غیر معروف شاعر کے نام سے "وقات نامہ پیغمبر" کے عنوان سے اس مثنوی کا ایک نسخہ آفس لائبریری لندن میں ہے۔ مخطوطہ پر تاریخ کتابت وغیرہ بھی درج نہیں ہے۔ اور نہ ہی مصنف کے بارے میں کوئی معلومات ہیں۔
اس مثنوی میں نبی کریمؐ کی وفات کے حالات درج ہیں۔ اس مثنوی کے اشعار کی تعداد قریباً ڈیڑھ ہفتی ہے۔
کلام کا نمونہ درج ذیل ہے:

یو دنیا تو فانی عجب باغ ہے
کہ جس تھے سدا دل اوپر داغ ہے
یو دنیا ہے یاران عجب بے وفا
کہ اسکوں گئے چھوڑ کر مصطفیٰ
یو دنیا نہیں نا کوئی اقامت کری
تو عمر ککون نہایت کری (۱۵۴)
اگرچہ بیوی کوئی آپ حیات
دلی پیچہ مرک تھی نہیں نجات
غرض عمر کی تم قوت میں نیا
کہ ہی کل شئی ہالک آخر فنا
کون داستان میں وفات رسول
چو شکر کریں رات دن سب قبول
چو تاریخ فرخندہ قال تھا
سو ہجرت تھی تب اووہر سال تھا
اوی سال میں دین کا غل ہوا
کہ الیوم اکملت لکم دینکم
اس آیت کہ تمیں سک اصحاب سب

ہوئی غم تی ہوش بی تاب سب

کیا میر یو مدح اسد حات سون
رکھا ختم آخر سو صلوات سون

کیا میں ثنا و صفات رسول
سو کر ختم آخر وفات رسول

(۱۵۵)

عبارت کی عبارت میں اس وفات نامہ کو دکھنی زبان میں لکھنے کے بارے میں بھی صراحت کی گئی ہے۔
وکی الفاظ کے استعمال کے علاوہ بیان کی چستی ان اشعار میں موجود ہے۔

اعظم دکنی

اعظم دکن کے قدیم شعراء میں سے ہے۔ اس کے حالات معلوم نہیں۔ معلوم ہوتا ہے اس کو کسی
صحن دربار سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ کسی تذکرہ نویس نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔
اعظم نے ۱۱۲۰ھ میں معراج نامہ لکھا۔ اس معراج نامہ کے مخطوطہ کے آخر میں تین فارسی غزلیں بھی
صحت ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فارسی میں بھی شعر کہتا تھا۔ سید محمد حسینی کا مرید تھا۔ معراج نامہ
کے آغاز میں لکھتا ہے:

نمایاں مرسلان بیج نامی ہے یو
دو عالم کوں محشر میں حائی ہے او

چھتر جس کے سر ہوئے روز حشر
رسولان میں ہے شاہ خیر ابشر

مگ اعظم توں ایسے سوں جس ہوں اس
دیا جن طبیعت کے فارس کو جس

(۱۵۶)

انتہائی دو شعر ملاحظہ ہوں:

کو یار اعظم تے سن یو کلام

محمد نبی پر درود و سلام
کہ افضل ز ہر ذکر صلوات ہے

ہو مدح نبی اصل طاعات ہے

(۱۵۷)

اس معراج نامہ میں الفاظ کا انتخاب زبان کی صفائی اور نبی کریم سے والہانہ عقیدت و شیعگی کا عنصر
بھر پور اور موثر ہے۔

مخدوم حسینی

مخدوم حسینی نے اپنی مثنوی ”معجزات رسالت“ میں حمد و نعت کے بعد نبی کریمؐ کے چند معجزے بیان کئے ہیں جو خاص طور پر اہل بیت سے متعلق ہیں۔ یہ قریباً تین سو اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ مثنوی بھی انڈیا آفس لائبریری اینڈ ریکارڈز لندن میں موجود ہے۔ اس کے مخطوطہ کی نشان دہی نصیر الدین ہاشمی نے کی ہے۔ (۱۵۸)

اس مثنوی ”معجزات رسالت“ کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

دیا ہے خدا جس قناعت کا سنج

نہ ہوے حکموں معلوم دنیاں کا رنج

قناعت سون ہے دیک دید کیوں نور

قناعت سون افلاک پر ہے عبور

(۱۵۹)

ایک معجزہ کے بیان میں زبان و بیان ملاحظہ فرمائیے:

چلے دیکھنے انکوں خیر البشر

احی سات ابو بکرؓ تو ہور عمرؓ

دیکھے جا کو تو او دو نیک بخت

بیری ہیں جو آزار تے بہوت سخت

ابو بکرؓ عمرؓ نے علیؓ کے سنکات

اپس دل میں ائے سو کے یو بات

کہ اب تم خدا کے کو کچھ نظر

جو حسنین کون ہوئے شفا زود تر

(۱۶۰)

اس کے اختتامی اشعار میں زبان اور لب و لہجہ خاصا قدیم ہے:

یو مخدوم حسینی مرقم کیا

بھے قصہ کون بیر کر صلاح کج دیا

لکن آوی تو خوب چھمان کر

نوشتہ مدد حق سون لے دعات دھر (۱۶۱)

جو عالم خدا کا سنے پر کھین

سدا آفرین آفرین تج کسین

بی نقصان استاد کون نا کھیجا

بے نامی سون استادہ نوبت بجا

(۱۴)

زبان و بیان کے اعتبار سے مخدوم حسینی کی مثنوی معجزات رسالت قدیم دکنی شاعری کے عام میلان کے مطابق سادگی اور حقیقت پسندی کی حامل ہے۔

معراج نامہ حسینی کا ایک مخطوط شاہان اودھ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس کے واقعات زیادہ تر معراج النبوت اور راحت الارواح سے ماخوذ ہیں۔ (۱۴)

حسینی کے نور نامہ کا ایک مخطوط قوی عجائب گھر، کراچی میں موجود ہے۔ یہ خط نسخ میں لکھا ہوا ہے اور اس اوراق پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ پر ۳۳ سطر ہیں۔ کلمہ زردی مائل دبیز ہے۔ متن سیاہ اور عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ مخطوط ہذا ناقص الاول ہے اور کرم خوردہ ہے۔ کاتب سید مصطفیٰ نے اس کے آخری ورق پر سال کتابت ۱۳۲۵ھ لکھا ہے۔ اختتامی اشعار ملاحظہ ہو:

حسینی جو یو نور نامہ ختم

کیا سو رکھو حرز جاں سوں جتن

محمد اوپر بھیجو ہور درود

جو آتا ہے مطلب سو آوے او زود

جو دل نور نامہ سوں بھر پور رہے

او حق کے کرم سے پر نور رہے

(۱۴)

حسینی شیعہ مسلک سے تعلق رکھتا تھا اور اس کا اظہار اس کے کئی عنوانات کے اختتام یا ابتداء میں کلمہ طیبہ کے ساتھ "واشد ان علیا ولیہ" کے اضافہ سے ہوتا ہے۔ جانجا آیات قرآنی کو بطور عنوانات درج کیا گیا ہے۔ آخر میں اس نور نامہ کو پڑھنے کے فوائد کا بیان ہے۔ نیز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صفات بھی نظم کی گئی ہیں۔

سیدی

سیدی کے نور نامہ کے مخطوط کے بارے میں نصیر الدین ہاشمی نے لکھا ہے کہ شکستہ خط میں لکھا ہوا ہے اور میں صفحات پر مشتمل ہے۔ ناقص الآخر ہے۔ اس کی تاریخ تصنیف بمحدود ۱۷۵۰ء سے ۱۷۷۳ء ہے اور مصنف کے متعلق کوئی حالات معلوم نہیں ہوئے۔ (۱۵) اس کے اشعار کی تعداد قریباً دو سو بنتی ہے۔ اور اس مثنوی میں نور محمدی کا ذکر ہے۔

ابتدائی شعر ہے:

الہی کرنامہ کرنامہ رتوں

سنوارہ ہے قدرت کو سایہ ساروں

(۱۴۱)

۱۰۰۰ء ذیل اشعار میں سیدی نے اپنا تخلص لکھا ہے:

سیدی لیوں کی بندش مقدس ہوا

دو جی بند میانے سو کعبہ ہوا

سیدی بازو کے بندشوں بوکڑہ یار

کہ میرے نبی کے اتھے یار غار

سیدی آنک سوں آنے دو بند ٹل

کہ جبرائیل ہوا بھی وہ جا میکائل

(۱۴۲)

اختتامی اشعار میں سے ایک شعر ہے:

کے جبرائیل مجھے سنوارے رسول

خدا تم کیا دو جہاں میں مقبول

(۱۴۸)

زبان و بیان کے لحاظ سے سیدی نے نور نبوی کے موضوع کو سیدھے سادے انداز میں نظم کیا ہے۔ اس کا سنہ تصنیف صحیح طور پر تحقیق نہیں کیا جا سکتا البتہ زبان و بیان کے نمونے اور دوسری ثانوی شہادتوں کی روشنی میں یہ گیارہویں صدی ہجری کے آخر کی تصنیف لگتا ہے۔

عنایت شاہ قادری (م ۱۱۵۵ھ)

عنایت شاہ دکن کے شاعر ہیں۔ آصف جاہ اول کے زمانے میں دکن آئے ٹاٹ کا جبہ پہنتے تھے اس لئے ٹاٹ شاہ کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ شاہ کلیم اللہ مدنی کے مرید تھے۔ علاقہ دکنوی سے کوسوں دور تھے۔ اپنی آمدنی غربا اور مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے تھے۔ تذکرہ اولیائے دکن میں ان کا حال ملتا ہے۔ ۱۱۵۵ھ میں حیدر آباد میں انتقال ہوا۔ (۱۴۹)

نور نامہ فارسی نثر میں تھا جس کو انہوں نے دکن میں ۱۱۱۱ھ ر ۱۴۹۹ء میں لکھا۔ وہ کوئی بڑے شاعر نہ تھے تاہم انہوں نے یہ مشہور بطور یادگار لکھی ہے۔ یہ باتیں آخری پندرہ ابیات سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اس نور نامہ کے دکن میں کئی مخطوطات ملتے ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ میں اس کے دو مخطوطات ہیں۔ پہلا ۱۲۶۷ھ میں سید وزیر علی نے لکھا ہے اور دوسرا خان محمد نے ۱۲۵۸ھ میں لکھا۔ اس کا ابتدائی ورق ناقص ہے۔ یہ نسخہ بد خط ہے۔ اور اس کے شروع کے دو ورق ناقص ہیں۔ نسخہ اول الذکر مکتوبہ وزیر علی کے مقابلہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس میں اکثر ابیات کم ہیں اور تلفظ بھی مختلف ہے۔ (۱۷۰) اس کا ایک نسخہ ادارہ ادبیات اردو میں موجود ہے۔ دو مخطوطات کتب خانہ سالار جنگ میں ہیں جن میں ایک کرم خوردہ ہے۔ اور دوسرا ۱۲۷۸ھ

کا لکھا ہوا ہے۔ اس کا جو نسخہ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانے میں ہے وہ اصل نور نامہ کے ترجمہ سے شروع ہوتا ہے۔ ادارہ ادبیات اردو کے نسخہ میں ۱۷۵ ابیات ابتداء میں زائد ہیں جن میں شاعر نے سبب تالیف اور نور نامہ کے فضائل تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ اسی طرح آخری ابیات بھی اس نسخے میں بہت زیادہ ہیں۔ ان امور سے پتا چلتا ہے کہ یہ نسخہ مکمل ہے اور جامعہ کا نسخہ ناقص ہے۔ (۱۷۱) اس نور نامہ کے پانچ مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی (۱۷۲) اور دو مخطوطات قومی عجائب گھر، کراچی میں موجود ہیں۔

سبب تالیف میں شاعر حمد کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ ”اے خدا میں نور نامے کو دکھنی میں لکھنا چاہتا ہوں۔ اس لئے تو مجھے اس کام کی سکت دے تاکہ میں ایسا لکھوں تاکہ عام لوگ اس کے معنی کو سمجھ سکیں کیونکہ ان کی سمجھ بھی میری ہی طرح معمولی ہے۔ پہلے میں نور نامہ کے فضائل بیان کرتا ہوں۔“ (۱۷۳) اس کے بعد علیحدہ علیحدہ عنوانوں کے تحت اس رسالے کے سات شرف بیان کئے ہیں۔ اور آخر میں امام غزالی کے متعلق ایک روایت لکھی ہے۔ سبب تالیف کی چند ابیات یہ ہیں:

ترے نور کے نامے کوں میں
انہی سنگوں لکھنے دکھنی سوں میں
سکت دے مجھے اے سکت کار توں
جو دکھنی سوں میں اسکو سارا لکھوں
کہ مجھ سار کے ہیں سو سب عام لوگ
کریں اس کے معنی کوں سب عام لوگ
میں عاصی طفیل ان کے پاؤں ثواب

کرم ہوئے ترا مجھ پہ روز حساب

(۱۷۴)

اس نور نامہ میں نبی کریمؐ کی فضیلت اور سراپا کے محاسن پوربی تشریح اور وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں۔ شاعر کے اکثر اشعار معمولی ہیں اور موضوع کے شایان شان نہیں ہیں۔ آخر میں شاعر نے خود بھی اپنی خامی طبع اور کلام کی روانی وغیرہ کا ذکر ان ابیات میں کیا ہے:

شکتہ یو چیتاں کیا ہوں کیتک
جواہر رولیا ہوں زباں سوں کیتک
طبع دیکھتا ہوں تولے خام ہے
نہ اس بات کا کچھ سرانجام ہے
پڑے کچھ دنیا میں مری یادگار
رہے کر کیا ہوں ز امیدوار

اتھا نور نامہ نثر
یا حضرت رسول اللہؐ سوں سو دکھنی کیا شعر میں سر بر

طبیعت نہ تھا کچھ مجھے شعر کا
شعر کر کو بولوں وزن نظم کا
(۱۷۵)

تخلص کی صراحت اور تاریخ تصنیف کے اشعار:
تخلص میرا ہے عنایت شاہ
میرا جد ہے جگمگوں محمد پناہ
مرتب کیا نور نامہ تمام
حق محمد علیہ السلام
کہ ہجرت میں تھے ہزار یکصد
بھی آئیہ اتھے سال ہوا ہے یوں
(۱۷۶)

اس نور نامہ میں ۵۴۰ ابیات ہیں۔ اس مثنوی میں ایک قصہ بھی نظم کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریمؐ کے پاس جبرائیلؑ آئے اس وقت نبی کریمؐ بی بی فاطمہؑ کے حجرہ میں تھے۔ بی بی فاطمہؑ نے جبرائیلؑ کو پہچان لیا۔ جبرائیلؑ نے حضرت عمرؓ کی فضیلت اور ان کا رتبہ بیان کیا اور بھشت میں ان کے لئے جو نعمتیں ہیں ان کا ذکر کیا۔ اس کے بعد نیک لوگوں اور بد لوگوں کے متعلق جزا و سزا کا ذکر ہے۔ (۱۷۷)

نور نامہ شاہ عنایت میں آپؐ کے نور کی پیدائش، اس کی ارتقائی منزلوں اور فضائل و برکات کی تفصیل ہے۔ شاہ عنایت کا خیال ہے کہ نور محمدی نور خدا سے کوئی الگ چیز نہیں بلکہ وہی نور ہے جو روز ازل سے ذات رسالتؐ میں جلوہ گر ہونے کے لئے بے تاب تھا۔ وہ کبھی آدمؑ و نوحؑ میں دمکا اور کبھی موسیٰؑ و عیسیٰؑ میں ظہور کیا۔ غرض کہ آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریمؐ کی ولادت تک اس نے مختلف رنگ اختیار کر لئے۔ اور آخر جسم مطہر محمدیؐ میں اپنی پوری شان رعنائی سے جلوہ گر ہوا۔ جس طرح خدا کا نور و ظہور ہر جگہ ہے اسی طرح نور محمدیؐ بھی شجر کائنات کے ہر پتے، ہر نشی اور ہر گل میں موجود ہے بلکہ کائنات کی پیدائش کی علت غائی ہی نور ہی ہے۔

میرولی فیاض ویلوری

میرولی فیاض ویلوری کا پیشہ شاعری نہیں تھا اول حراست خان صوبہ دار سات گڈھ کی ملازمت اختیار کی بعد میں قلعہ داران سدھوت کی ملازمت کے لئے کڑپہ گئے جہاں اس وقت نواب عبدالجید خان قلعہ دار تھا۔ آخری زمانہ میں اپنی جاگیر علاقہ مدراس میں آگئے۔

ولی ویلوری کی تصنیف ”رونت الانوار“ قابل ذکر ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۱۵۹ھ / ۱۷۴۵ء ہے۔ ان کی دیگر تصانیف میں ”رونت اشدا“ ”رونت العقیقی“ اور ”دعائے فاطمہ“ ہیں۔ اس کا ایک قادری لکھتے ہیں کہ ولی ویلوری نے ایک رسالہ تصنیف کیا تھا جو مناجات پر مشتمل تھا۔ ایک کرم خوردہ ہے۔ ۱۱۷۱ھ / ۱۷۵۷ء میں

لکھی گئی تھی۔ یہ ملا حسین واعظ کاشفی کی فارسی مثنوی کا ترجمہ ہے۔ یہ ”وہ مجلس“ بھی کہلاتی ہے۔ اس کو دس ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان کی تقسیم یہ ہے (۱) وفات آنحضرتؐ (۲) وفات بی بی فاطمہ زہرہؑ (۳) شہادت حضرت علیؑ (۴) وفات امام حسنؑ (۵) ذکر امام حسینؑ و شہادت مسلمؑ (۶) شہادت فرزندان مسلمؑ (۷) امام حسینؑ کی روانگی کربلا (۸) احباب امام حسینؑ کی شہادت (۹) شہادت فرزندان امام حسینؑ (۱۰) واقعات مابعد شہادت۔

روشنہ اشہد کے متعدد قلمی نسخے ملتے ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ میں (۶) نسخے ہیں اور کتب خانہ سلار جنگ میں (۹) نسخے ہیں۔ اس کے علاوہ کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو اور یورپ میں اس کے کئی قلمی نسخے موجود ہیں۔ (۱۷۹) اس کا قلمی نسخہ نیشنل پبلیک آف پاکستان ہیڈ آفس لائبریری، کراچی میں بھی موجود ہے۔ پہلی مجلس میں نبی کریمؐ کی وفات کا ذکر ہے۔ اس لحاظ سے اس حصہ کو وفات نامہ سے موسوم کیا جاتا ہے اور اسی طرح اس کے ایک دوسرے حصے کو جنگ نامہ قاسم کہا جاتا ہے۔ اس میں امام قاسمؑ کی شہادت کا حال درج ہے۔ وفات نامہ کی ابتدا یوں ہے:

یقین سمجھو جسے یو غم بچے گا
حقیقت میں بنی آدم بچے گا
کوں میں مجلسی اول میں تحریر
وفات سید عالم کی تقریر

مثنوی روشنہ الانوار کا موضوع سیرت نبویؐ ہے۔ اس مثنوی کے ۲۲۳۰ اشعار ہیں اور ان اشعار میں حضور نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے چند نمونیاں عنوانات درج ذیل ہیں:

ذکر نور نبیؐ واقعات در مدت حمل، ذکر ولادت، شیر خوردن، سفر شام، خواستگاری خدیجہؑ، ابتدا وحی، ہجرت، وفات بی بی خدیجہؑ، معراج، ذکر معجزات، جنگ بدر، جنگ احد، جنگ تبوک، فتح خیبر، فتح مکہ، فتح طائف، حج الوداع وغیرہم۔

باقرہ گاہ نے ہشت ہشت میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ولی ولوری نے معجزات رسول کریمؐ کے سلسلہ میں غیر معتبر روایات کو بھی بیان کیا ہے۔ اس کی بڑی وجہ اس دور کی مجلسی زندگی، مقامی اثرات اور ماحول تھا۔ اس زمانے میں قہے کہانیوں کو لوگ بڑی دلچسپی سے سنتے اور پسند کرتے تھے۔ ولی کے تمام موضوعات مذہبی ہیں لیکن اس کے باوجود ان کے کلام میں شاعرانہ لطافت موجود ہے۔ مذہبی رنگ برقرار رکھتے ہوئے، شاعرانہ خصوصیات اور نکات کو برقرار رکھنا بجائے خود ایک فن ہے۔ روشنہ الانوار کے درج ذیل اشعار معراج سے متعلق ہیں:

کئے یو نقل حضرت عمر خطابؓ
ہوا معراج کا جس دن خوشی، باب

کیا حضرت رسول اللہؐ سوں میں سوال

نہانی راز با کا کچھ کرو قال
 سو فرمائے کہ امت کا شکایت
 کیا منجانب یوں دو رب عزت
 کہ عصیاں ور رہیں سب مل بہ خلوت
 کریں دو انجمن میانی اطاعت
 وے میں پردہ پوشی میں ہوں ستار
 ہوں دائم بخشش رحمت سوں غفار

(۱۸۰)

روضۃ الانوار کا ایک مخلوطہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے پاس موجود ہے۔ اس کے بارے میں وہ رقم طراز ہیں:

”روضۃ الانوار کے متعلق میں نے مولانا عبدالحق اور علامہ سید سلیمان ندوی سے بھی معلوم کیا کہ شاید ہندوستان میں اس کا کوئی دو سرا قلمی نسخہ مل سکے لیکن معلوم ہوا کہ کہیں نہیں ہے۔ میرے پاس جو نسخہ ہے اس میں شروع کے چند اوراق نہیں ہیں۔ روضۃ اشدا کے مقابلے میں (جس کے اشعار تقریباً ساڑھے سات ہزار ہیں) یہ مثنوی تقریباً ایک تہائی ہے آخر میں کل اشعار کی تعداد دی گئی ہے جو ۲۲۳۰ (دو ہزار دو سو چالیس) ہے۔ ہر صفحے پر عموماً ۱۶ شعر ہیں اور ہر ورق میں سلسلے کے ساتھ اشعار کی تعداد بھی دی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع کے ۷۶ شعر اس مثنوی میں نہیں ہیں۔“ (۱۸۱)

اس مثنوی کے اختتامی اشعار سے اس بات کی بھی بخوبی وضاحت ہوتی ہے کہ روضۃ اشدا پہلے تصنیف ہوئی ہے اور روضۃ الانوار بعد میں، اور یہ دونوں ایک ہی مصنف کی کتابیں ہیں۔ نیز روضۃ الانوار کے سال تصنیف ۱۱۵۹ھ کی بھی صراحت موجود ہے اور پھر لکھا ہے: چار شنبہ بتاریخ ۱۹۔ ربیع الآخر ۱۱۵۹ھ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تصنیف کے ساتھ ہی اس کی کتابت بھی ہوئی:

حجر اسود سوں دل لیے۔ آب زم زم
 کیسے سب حکیم و قانون حکم
 وداع کر ایک ایک خوشاں وہاں کے
 دینے پھر چلے مرسل جہاں کے
 کے جانے میں ہوا آزاد آغاز
 کے کوچ آخریں کے تمس سرافراز
 بیان دو روضۃ اشدا میں ارقام
 ہوا یاں روضۃ الانوار اتمام

ہو تصنیف اس کا جو سن سن
و نبی کے بلغ دیں میں بوج لے توں
(۱۸۲) ۱۱۵۹ھ

”روستہ الانوار“ میں نبی کریمؐ کے چالیس معجزات کا ذکر ہے۔ اس میں غیر مستند واقعات کے بیان کے باوجود اس کا شمار اردو کی اولین منظوم سیرتوں میں ہوتا ہے۔ اور اسی حوالے سے اس کا تذکرہ خاص اہمیت کا حامل ہے۔

کریم الدین سرمست

کریم الدین نام سرمست تخلص وکن کے شعراء میں شامل ہیں مگر شہرت حاصل نہیں کی۔ مذہبی شخصیت تھے۔ کوئی عشقیہ مثنوی لکھنے کی بجائے مثنوی مولود النبیؐ اپنی یادگار چھوڑی ہے۔ یہ مولود نامہ قریباً گیارہ سو ابیات پر مشتمل ہے۔ اس کی تاریخ تصنیف ۱۱۶۹ھ / ۱۷۵۶ء ہے۔ حمد سے اس مولود نامہ کی ابتدا ہوتی ہے:

لکھوں لے کلک بسم اللہ کوں اول
بائے مطلع انوار افضل

پچھے دباچے حمد خداوند
کوں اس کا جسے میں مثل و مانند

اس میلاد نامہ میں نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کے احوال کے بیان کے علاوہ آپؐ کی سیرت کا بھی مختصر تذکرہ کیا گیا ہے اور اس میں بعثت تک کے حالات مذکور ہیں۔ درج ذیل اشعار سے اس مثنوی کی تاریخ تصنیف کا اندازہ ہوتا ہے:

سٹیا تاریخ پر جب اس کی میں دست
کما ”جلوہ کریم الدین سرمست“

مصنف ہور قاری ہور یشار
کرم سے بخش اس تینوں کو غفار

۱۱۶۹ھ

اختتامی ابیات درج ذیل ہیں:

پڑے مولود کوں جو صاحب ہوش
کرو مت فاتحہ پڑے فراموش

کیا نعت نبیؐ میں ختم نامہ
رکھیا صلوات پڑ کر سوں نامہ

اس کا ۱۲۱۷ھ کا لکھا ہوا مخطوط کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔ (۱۸۳)

غریب اللہ

غریب اللہ کے حالات تفصیلی طور پر معلوم نہیں ہو سکے، اپنی مثنوی وقات نامہ میں اس نے صرف اپنا نام غریب اللہ کئی جگہ استعمال کیا ہے۔ سنہ تصنیف ۱۷۳۷ھ کے بارے میں اختتامیہ اشعار سے وضاحت ہوتی ہے اور انہی میں تعداد اشعار کی تصریح بھی کی گئی ہے۔

بخیلوں میں تو بے شک وہ بڑا ہے

جو کوئی سن کر دروداں نا پڑھا ہے

سنہ ایکبارہ سو تھے اور تھوڑے

کھیا ہے تب غریب اللہ نے بہتر

ہیں ساڑے سات سو پیناں یہ پر غم

نہی کے غم سے دو اکھیاں کرو نم

اس وقات نامہ کا مخطوطہ کتب خانہ جامع مسجد بمبئی میں موجود ہے۔ یہ مثنوی ۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ پر خط نسخ میں پندرہ شعر لکھے گئے ہیں۔ اور ضروری علامات کی وضاحت سرخ روشنائی سے کی گئی ہے۔ اس میں مختصر طور پر نبوت سے لے کر وقات تک کے تاریخی حالات بیان کئے گئے ہیں۔ یہ مثنوی تیرہ فصلوں پر مشتمل ہے۔ فصل اول حمد میں اور دوم نعت میں ہے۔ باقی فصلوں میں نبوت سے وقات تک کے حالات کا بیان ہے۔ وقات نامہ کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

اے صاحب ہے اسم رحمان تیرا

یہ عالم ہے سبھی مہمان تیرا

عجب درگاہ تیری لا ابالی

پہرا نہیں کوئی تیرے در سے خالی

کز وڑاں عاصیاں ہیں اور گنہ گار

وے سب پر تری رحمت ہے بسیار

ایک جگہ اپنی نسبت شاہ جیلاں سے اس طرح ظاہر کی ہے:

بیان کر اب شروع دل سے ہو غم ناک

عفی الدین کے ہوں عطین کا خاک

خاتمہ میں زندگی اور موت کی نفسیاتی کشمکش سے بحث کرتے ہوئے اپنے کو محمد کے لفظ سے خطاب کیا

ہے، اور باپ کا نام شاہ محمد بتلایا ہے:

غریب اللہ توں ہے تحقیق ناپاک

ارے کر فکر اب کیوں سو رہا جاگ

دلوں سے یاد کر نس دن محمد

گیا کہاں باپ تیرا، شاہ محمد
ارے کر فکر مجھے وہ یار کہاں بھاگ
خا ہو مجھے خا ہو مجھے ہوئے خاک
(۱۸۴)

محمد بن مجتبیٰ مہدوی

شاعر کے حالات کا کچھ پتا نہ چل سکا۔ اس کے معراج نامہ کا نام "بحر المعانی" ہے جو ۱۱۸۱ھ، ۱۷۶۷ء میں تصنیف ہوا۔ مصنف اپنی زبان کو ہندوستانی کا نام دیتا ہے۔ درج ذیل اشعار سے شاعر کی قادر الکلامی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے:

محمد جو کہ ابن المعجی ہے
جو سارے مہدیوں کا خاک پا ہے
انے معراج حضرت کا یو سار
نظم دکھی میں بولا ہے اشارا
بزرگان نے لکھے ہیں جو رسالے
دقائق اور حقائق ان میں ڈالے
سو عاجز نے نپٹ آسان بولا
بچارے کن جو گھڑی تھی سو کھولا
کسی ہندوستانی میں عبارت
سو بیٹھے بول دکھی میں عبارت
(۱۸۵)

شاہ ابوالحسن قربی (م ۱۱۸۲ھ، ۱۷۶۸ء)

شاہ ابوالحسن قربی کی ولادت ۱۱۸۲ھ میں بیجا پور میں ہوئی۔ چار سال کی عمر میں ویلور (علاقہ مدراس) آئے۔ یہیں تعلیم و تربیت ہوئی۔ علوم ظاہری کے ساتھ باطنی علوم کا بھی اکتساب کیا۔ رشد اور ہدایت کے طبا و مواد بنے۔ بے شمار لوگ آپ کے علم اور سلوک کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ مولانا محمد باقر آگاہ آپ کے ہی شاگرد تھے۔ قربی نے معراج کے حالات صحیح احادیث کے حوالے سے نظم کئے ہیں۔ یہ معراج نامہ قریباً ساڑھے چدرہ سو آیات پر مشتمل ہے اس کی تاریخ تصنیف مابعد ۱۱۳۰ھ ہے۔ اس مثنوی کی ابتداء اس بیت سے ہوتی ہے:

سرا نا خدا کو سزاوار ہے
کہ ہر ذرہ اس کا نمودار ہے

اس کے آخری ایات یہ ہیں:

کیا ختم میں ذکر معراج کا

کیا ختم میں لے محمد کا نام
بنام محمد نبی مصطفیٰ

علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام

(۱۸۶)

شاہ ابوالحسن کے کلام میں شعری پختگی اور مدحت نبی کریمؐ کی تائش بھی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے خلوص و عقیدت کے جذبات کو بڑے لطیف اور دل پذیر انداز میں بیان کر دیا ہے۔ اس لئے اس میں شاعر کا عنصر نمایاں ہے۔

سوز

سوز کا تعلق دکن سے ہے۔ ان کا ایک وفات نامہ رسالہ "مآب" ملتا ہے اور اس کی تاریخ تصنیف اوائل ۱۳۰۰ھ (۱۷۸۵ء) ہے۔ سید میر سوز (م ۱۳۱۳ھ) سے اس مثنوی کو منسوب کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ گل رعنا میں ان کی جن کتابوں کا تذکرہ ہے۔ ان میں یہ وفات نامہ شامل نہیں ہے۔ یہ وفات نامہ قریباً ساڑھے آٹھ سو ایات پر مشتمل ہے۔ اس کی ابتداء ان ایات سے ہوتی ہے:

وے کھلی رہبر ہے وہ عشاق کا

راحت دل ہے دل مشاق کا

جی کہنی اسکوں ہے حیات ابد

یہی کہنی یارب نہیں ہے باہم

اس مثنوی میں نبی کریمؐ کے انتقال کا پورا حال مرقوم ہے۔ مثنوی کے عنوانات سرخ لکھے گئے ہیں۔ حمد کے عنوان میں نعت اور غوث اعظمؒ کی مدح بھی آگئی ہے۔ اس کے بعد بیان عمر حضرت سرور عالمؐ بیان نبوت، سبب انتقال، شفاعت سرور کائنات، شدت مرض، اور اسی طرح دیگر عنوانات سے متعدد روایات کا ذکر کیا گیا ہے۔ آخری ایات میں درود و سلام پر مثنوی کا اختتام ہوتا ہے:

جبکہ ہوا ختم وفات نامہ تمام

کرتوں مقصود سو محتاج کا
بھیجو محمد پہ درود ہو سلام

اسکو نصیب کر توں دیدار کا

(۱۸۷)

اس قسم کے مولود ناموں کا تعلق تبلیغی روایت اور اسلامی عقائد کا فروغ ہے۔ ان میں اگرچہ ادبی محاسن بہت کم ہیں مگر اردو زبان و ادب کے قدیم نمونوں کے حوالے سے ان کا جائزہ بہت ضروری ہے۔ سوز

نے بہت آسان زبان میں وفات نامہ لکھا ہے۔

راحت

راحت کی مثنوی وفات نامہ سے اس کا دکن سے تعلق رکھنا ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اس نے اپنے کلام کو دکنی سے موسوم کیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ مثنوی بھی راحت کے حالات کے بارے میں کوئی رہبری نہیں کرتی۔

یو دنیا ہے فانی عجب باغ ہے
کہ جس تے سدا دل اپر داغ ہے

یو دنیا ہے یاراں عجب بے وفا
کہ اس کوں وے چھوڑ کر مصطفیٰ

اس مثنوی میں حمد و نعت اور منقبت خلفائے راشدین کے بعد نبی کریمؐ کی وفات کا ذکر ہے۔ ابتداء اس بیان سے ہوتی ہے کہ نبی کریمؐ نے لوگوں کو نصیحت فرمائی کہ میری آل کی پیروی کرو تو نجات ہوگی اور آخر میں یہ بتایا ہے کہ نبی کریمؐ کی رحلت پر انسان تو انسان پھول پتے شجر وغیرہ بھی آزرہ و غمگین ہو گئے۔ مصنف نے ان آیات میں اپنے تخلص کی وضاحت کی ہے:

سو غم ناک توں غم قیامت تلک

بغایت ہے راحت نہایت تلک

دو عالم میں راحت ہے حق منجھے

سو وہ جاننے کا شفاعت منجھے

درد و سلام اور نظم دکنی کے بیان پر شاعر مثنوی ختم کرتا ہے:

بیسیر پر تسلیم و صلوات ہے

سو صلوات ہے اور برکات ہے

وفات بیسیر علیہ السلام

ہوا نظم دکنی سوں یاراں تمام

(۱۸۸)

اس مثنوی کا مخطوطہ کتب خانہ سرسار جنگ مرحوم میں موجود ہے۔

انصھی

انصھی کے متعلق کسی قدیم یا جدید تذکرہ میں کوئی معلومات نہیں ملتیں انصھی نے اپنی مثنوی ”وفات نامہ“ میں اپنے مرشد ہاشم شاہ کا ذکر کیا ہے۔ تذکرہ اولیاء دکن میں ایک شاہ ہاشم کا ذکر ہے جن کا انتقال ۱۱۳۶ھ میں ہوا اور ان کا مزار پنجپولی میں مرجع خلافت ہے۔ ممکن ہے یہی شاہ ہاشم انصھی کے مرشد ہوں۔

یہ وفات نامہ قریباً چھ سو ابیات پر مشتمل ہے۔ اس مثنوی میں نبی کریمؐ کے انتقال کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اس کی تاریخ تصنیف اوائل ۱۳۰۰ھ ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے۔ (۱۸۹) اس وفات نامہ کی ابتداء بھی اس دور کے دیگر وفات ناموں کی طرح حمد سے ہوتی ہے:

کوں میں حمد اول اس خدا کا
بیان آوے نہ جس کی گبریا کا

کیا جن کاف و نون نابود موجود
کرے گا پل میں پھر سب بود نابود
(۱۹۰)

اختتامی اشعار میں شاعر نے خدا تعالیٰ سے شہید کی موت کی تمنا کی ہے:

الہی خاتمہ کر خیر میرا
کرا خوبی سوں تاتے سر میرا
ایچھے لک زندگی رکھ در عبادت
نصیب آخر کوں کر موت شہادت
(۱۹۱)

افسی نے اختصار کے ساتھ مجلسی روایت کو مد نظر رکھ کر وفات نامہ لکھا ہے۔ ان کا انداز بیان صاف اور واضح ہے۔ ان کے اشعار میں سوز اور تبلیغ دین کا جذبہ کارفرما ہے۔

نوازش علی شیدا

سید نوازش علی شیدا حیدر آباد کے مشہور شاعر آصف جاہ ثانی (نظام علی خاں) کے دور میں میر سلمان کی خدمت پر مامور تھا۔ اور شاہی عاشور خانہ کا مہتمم بھی تھا۔ شیدا کے انتقال کا صحیح سنہ معلوم نہیں ہوا البتہ ۱۳۰۳ھ تک بقید حیات رہنے کا ثبوت ملتا ہے۔ (۱۹۲) شیدا کی کئی ضخیم مثنویاں ہیں۔ جن میں سے ایک اعجاز احمدی اور دوسری روضۃ الاطمار ہے۔ تیسری مثنوی گلشن ایمان کے نام سے موسوم ہے۔

اعجاز احمدی کا موضوع نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ ہے۔ یہ مثنوی ۱۱۸۶ھ کی تصنیف ہے اور دوسری مثنویوں کی نسبت ضخیم ہے۔ چار جلدوں پر مشتمل "اعجاز احمدی" کے اشعار کی تعداد کے بارے میں ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق لکھتے ہیں:

"پہلی تین جلدوں کے جملہ صفحات ۳۶۶ ہیں۔ پہلی جلد صفحہ ۳۷ پر ختم ہوتی ہے۔ دوسری ۱۰۵ پر اور تیسری صفحہ ۳۶۶ پر۔ اس کے بعد چوتھی جلد شروع ہوتی ہے۔ اس کے صفحات درج نہیں ہیں جو تقریباً ۱۰ ہیں۔ فی صفحہ ۳۲ اشعار کے حساب سے پہلی تین جلدوں میں کم و بیش ۱۵۳۷۲ ابیات ہیں۔ جلد چہارم میں فی صفحہ ۳۲ ابیات ہیں۔ اس لحاظ سے اس جلد میں جملہ ابیات ۳۶۳۸ ہیں۔ اس طرح کل مثنوی کے ابیات کی تعداد انیس ہزار ہیں ہوئی۔ سرخیوں کا لحاظ کیا جائے تو تعداد کو کچھ گھٹانا ہو گا۔ (۱۹۳)

شیدائے بھی ولی ولوری کی طرح اعجاز احمدی میں مختلف عنوانات کے تحت آپ کی سیرت پاک کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا ہے۔ مثلاً آغاز داستان در کیفیت ظہور نور محمدی — در بیان معجزات کہ در ایام حمل بوقوع آمدہ و کلفت بر رحلت عبد اللہ — در بیان طلوع خورشید رسالت — احوال رضاعت حضرت خیرا بشر — در بیان شوق صدر آل والا قدر — در بیان احوال سال ششم تا دواز دہم — وغیرہ عنوانات سیرت کا یہ سلسلہ اسی طرح آخر تک چلتا ہے۔ جلد چہارم میں وفات کے بعد کے حالات درج ہیں اور معجزات کا بیان ہے۔

شیدائے مثنوی اعجاز احمدی میں روایات صحیحہ کو نظم کرنے کا ذکر کیا ہے اور طبع میں روانی کی دعا مانگی ہے:

الہی میں تیرے نبیؐ کا بیان
 نظم سچ چتا ہوں کرنے عیاں
 میری طبع کو چست و چالاک کر
 رموز معانی کا ادراک کر
 فصاحت عطا کر سخن کوں میری
 حلاوت ستی بھر دہن کوں میری
 یہ اعجاز نامے کو مشہور رکھ
 ہر اک بزم میں اس کا مذکور رکھ
 (۹۳)

”اعجاز احمدی“ میں نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ کو شیدائے بڑے قرینے اور حسن ترتیب سے بیان کیا ہے۔ حصہ اول نور محمدیؐ سے ابتدا کر کے چالیس سال کی عمر تک کے حالات یعنی وحی اولیٰ تک کے تمام اہم واقعات کے بیان پر مشتمل ہے۔ دوسری جلد میں بعثت سے ہجرت تک کے حالات ہیں۔ تیسری جلد میں ہجرت سے رحلت تک کے کوائف ہیں اور چوتھی جلد میں معجزات اور فضائل صلوٰۃ کا ذکر ہے۔ ان چاروں جلدوں کی ایات آغاز یہ ہیں:

پہلی جلد:

اول حمد مولا میں کھولوں زبیاں
 کہ تا ہونے سر سبز میرا بیاں

دوسری جلد:

الہی مرے دل کو پر نور کر
 محبت ستی اپنی معمور کر

تیسری جلد:

الہی تو کر فضل کا فتح باب

مجھے میرے مطلب سے کر کامیاب

چوتھی جلد:

الہی تیرا نام بیگا مجیب
محبت نئی کی مرے کر نصیب
(۱۹۵)

شیدائے آپ کی سیرت مقدسہ کے اہم واقعات کو بیان کرتے وقت تواریخ کے ذکر کا اہتمام بھی کیا ہے اور اس کی تاریخی حیثیت کو شعریت میں بھی برقرار رکھا ہے:

ہوا سال چالیس پر ایک جب
سو اس کا کتا ہوں احوال سب
ستروں تھی تاریخ رمضان کی
دلیل اس پہ آیت ہے قرآن کی
لکھے کئی محدث ہیں ارباب دین
ربیع الاول کی اتھی بارویں
رسول خدا سید کائنات
امام دو عالم شہ ممکنات
اتھے غار حرا میں بیٹھے ہوئے

ردا کے اوپر اپنے تکبہ کے

(۱۹۶)

”اعجاز احمدی“ سادہ صاف اور رواں زبان ہونے کی وجہ سے گرفتار تصنیف ہے۔ نبی کریم کی سیرت کے بیان میں تخیل کی رنگ آمیزی کی بجائے واقعیت کو طوطا رکھا ہے۔ اس مثنوی کی ”بحر“ اس کے مخصوص آہنگ رنگا رنگ اسالیب بیاں اور متنوع موضوع نے اسے وقیع اور دکھی مثنویوں میں یادگار بنا دیا ہے۔ اعجاز احمدی کا نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔ ان اشعار میں معراج النبی کا ذکر ہے:

وہ پہنچی ہیں ایسی مکاگی اوپر
کہ دشوار تھا وہاں نظر کا گذر
پترا اوس پر پرواتا زرِ نفث کا
نہ آمد کا تھا راہ نا رفت کا
بلایا ہے جبرئیل جا کر شباب
فرشتی نے پوچھا ہی کر یوں خطاب
تو ہی کون آیا ہے اس جالی کیوں
جواب اوسکون بولا ہی جبرئیل یوں

میں بیک انہی ہوں روح الامین
 بی آیا ہوں۔ جا سید المرسلین
 فرشتی نے پردا اوتلایا شباب
 نجمایا جمال رسالت مآب
 کا بجنی کون درود و سلام
 کا لطف کے ساتھ کرنے کلام
 کترا ہو وہ پردیکی جبریل پاس
 کا کرنے یوں عجز سین التماس
 کہ تیری قدم کی برکت ہیں سب
 میں پہنچا ہوں یہاں تک اے عالی نسب
 نہیں مجھ میں اب تاب آئی چلوں
 اگر یکقدم جاؤں تو میں جلوں
 نبی کے یہ شرط رفاقت نہ تنا
 مجھی چھوڑ جانا ہی توں اب کلا
 کیا عرض اے شرف العالمین
 مجھی پیش قدمی کی طاقت نہیں
 (۱۹۷)

شیدا کی منظوم سیرت نگاری میں زبان و بیان، تشبیہات و استعارات کی تخلیقی اور جذبات نگاری کے
 عملی نمونوں نے منظوم سیرتی مثنویوں میں گرانقدر اضافہ کیا ہے۔
 شیدا کی دوسری طویل مثنوی روئے الاظہار ہے۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۷۷۳ھ ہے۔ اس میں تقریباً ۸۰
 ہزار اشعار ہیں۔ اسے بارہ مجالس میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی مجلس میں وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ
 وسلم کا بیان ہے۔ دوسری مجلس میں ولادت و وفات حضرت فاطمہؑ کا ذکر ہے۔ تیسری مجلس میں حضرت علیؑ
 اور چوتھی میں امام حسنؑ کے بارے میں تفصیل ہے۔ پانچویں مجلس سے بارہویں مجلس تک حضرت امام
 حسینؑ کی مدینہ سے روانگی سے شہادت تک کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ عنوانات تمام سرخ روشنائی کے
 ہیں۔ ایک شعر میں اپنے نام کا اظہار یوں کیا ہے:

نوازش سین علی کی ہوں میں ممتاز
 اول مجلس کستیں کرنا ہوں آغاز

کتاب کے آغاز میں یہ ابیات ہیں:

اول حمد خدا سین ہو سرفراز

کوں میں روضۃ الاطہار آغاز
 دو عالم نام پر اس کے ہے شیدا
 شادیت کا کیا عالم وہ پیدا
 (۱۹۸)

اور اس کے آخر میں ہے:
 قیامت ہوئے گی جس روز قائم
 یہی امید ہے مجھ دل میں دائم
 تصدق سے تو اپنی صاحبی کے
 غلاموں میں اوٹھا آل نبی کے
 ہزاروں سے دروواں اور تحیت
 نبی پر اون کے جو ہیں آل عترت
 (۱۹۹)

شیدا نے روضۃ الاطہار کے بارے میں بھی اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ اس نے تاریخی کتب کو منگوا کر اس میں سے تمام احوال کو بے کم و کاست تحریر کیا ہے اور روایت کی صحت کا التزام رکھا ہے:

کتاب یک توں بنا ہندی زباں سوں
 انکھیاں عالم کی کر انجھواں سین جیوں
 کمر میں اس سعادت پر بندھا تب
 کتابوں کوں منگا تاریخ کی سب
 لکھا احوال سارا بے کم و کاست
 مدد حسین سیتی کر کے درخواست
 رکھا ہوں روضۃ الاطہار کر نام
 کہ پڑ کر اسکوں روئیں خاص و عام

اعجاز احمدی اور روضۃ الاطہار دکن میں بہت مقبول رہی ہیں۔ ان کے متعدد قلمی نسخے ہمدست ہوئے ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ، کتب خانہ سالار جنگ، ادارہ ادبیات اردو اور جامعہ عثمانیہ میں ان کے کئی قلمی نسخے ہیں۔ اعجاز احمدی کا ایک مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور زیر نمبر ۵۲۱۳ موجود ہے۔ روضۃ الاطہار کا ایک مخطوطہ سنٹرل اسٹیٹ لائبریری اور انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔ اعجاز احمدی مطبع کربئی بمبئی سے ۱۳۳۳ھ میں خاص اہتمام کے ساتھ (۸۳ صفحات میں) چھپی تھی۔ اور اس کا مطبوعہ نسخہ بھی ادارہ ادبیات اردو میں موجود ہے۔

شواہد سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ شیدا نے ولی ویلوری کی روضۃ الشہدا کو مد نظر رکھ کر اس کا نام روضۃ الاطہار رکھا اور اس کے مقابلے کی کوشش کی ہے۔ روضۃ الاطہار کی پہلی مجلس ایک مکمل وقت

سور کائنات ہے۔ اعجاز احمدی کی نسبت رومنہ الاطمار کی زبان زیادہ صاف ہے اور اسلوب میں بھی

صبر الدین ہاشمی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”رومنہ الاطمار دکنی مثنویوں کی آخری یادگار ہے۔ اس کے بعد جو مثنویاں دکن

میں لکھی گئی ہیں وہ شمالی ہند کی فصیح اردو میں لکھی گئی ہیں۔“ (۲۰۰)

شیرا کی مثنوی ”گفتن ایمان“ نایاب ہے اور اب تک کسی کتب خانے میں ہمدست نہیں ہوئی۔ (۲۰۱)
شیرا نے اپنی عقیدت و محبت کے والمانہ اطمار میں موقع و محل کی مناسبت سے نبی کریمؐ کے شاکل و
صفا کے بیان میں پرفیک میلاویہ نمونے پیش کئے ہیں۔ اس لحاظ سے ان کی دونوں مثنویاں قدیم مذہبی
شعر و تاثر کی یادگار ہیں۔

شاہ کمال الدین (م ۱۲۰۵ھ)

شاہ کمال الدین کا مولد کڑپ تھا۔ حیدر علی کے زمانے میں سرنگا پٹم آگئے تھے۔ آپ کے ساتھ آپ
کے بھائی شاہ جمال الدین بھی آکر بس گئے۔ دونوں بھائی ہمیشہ گوشہ نشین رہے۔ دونوں بھائی شاعر بھی تھے
اور صاحب باطن بھی۔ ان کے دیوان طبع ہو چکے ہیں۔ شاہ کمال الدین کے مریدوں کا سلسلہ ایک زمانہ تک
چلی رہا۔ آپ کی اولاد بھی باطنی علوم میں حصہ دار بنتی رہی چنانچہ ان کے پوتے شاہ مقبول بھی مشہور صوفی
تھے۔ شاہ کمال کے معراج نامہ کے علاوہ خطبے اور دوسری کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں۔ شاہ کمال شاہ میر
راہچوری کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ان کے معراج نامہ کا مخطوطہ کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے جو قریباً
۱۱۹۹ھ پر مشتمل ہے۔ ان کا سال تصنیف ۱۱۹۹ھ ہے۔ ابتداء ان ابیات سے ہوتی ہے جو حمد باری
صلیٰ میں لکھے گئے ہیں:

جس کو ہے اللہ اکبر اسم ذات

اوسکو لائق ہے کمالات و صفات

ہے او مطلق واحد و کامل احد

جس کی کثرت کے مراتب بے عدد

لا یزال ولم یزل ہے لا شریک

ملک استغنا کا ہے مولا و نیک

(۲۰۲)

شاہ کمال نے شاہ بلاقی کے معراج نامہ کو رطب و یابس روایات سے مملو سمجھ کر صحیح واقعات قلبند
کرنے کے بارے میں تذکرہ کیا ہے۔

حضرت شاہ میر میر دیکھیر

جس کے درگاہ کا کمال اپنی فقیر

نامہ معراج در ہندی زبان
 جو بلاتی نے کیا تالیف اس
 تھے روایت اوسمیں شاید مختلف
 ہم صحیح و ہم ضعیف و ہم غلط
 لا جرم در طبع موزوں بلند
 نامہ مذکور تئیں آیا پسند
 بعدہ معراج نامہ یک صحیح
 جو عبارت سے عرب کے تھا صحیح
 خواجہ نے منگوا کے بیت اللہ سے
 یوں کے اس بندہ درگاہ سے
 تم کو ہندی سے اس کا ترجمہ
 تاکہ سن کر نفع ہوئے ہر لمحہ
 (۲۰۲)

انتقام مع تاریخ تصنیف کے ایات یہ ہیں:

قصہ کوتاہ اے رسول پیشوا
 کر ہماری جملہ گی حاجت روا
 یک ہزار و یکصد و نوہ پر ایک
 سال میں پایا رقم یہ نامہ نیک
 حق سے ہے واقع تحیات و سلام
 بر نبی و آل اصحابش تمام

یہ معراج نامہ میسور میں طبع ہوا ہے۔ اس کے اول و آخر ایک ایک مرثبت ہے مگر صاف نہیں
 پڑھی جاتی محمد سعد اللہ پڑھا جا سکتا ہے۔

شاہ کمال الدین کی زبان صاف ہے۔ ان کے اشعار عربی و فارسی کے الفاظ سے مزین ہیں۔ تراکیب و
 تشبیہات پر بھی فارسی اثرات نمایاں ہیں۔ معراج کے بیان میں احرام و عقیدت کے جذبات کے ساتھ
 پاکیزگی کی کیف آور فضا نظر آتی ہے۔

غلام اعزاز الدین نامی (م ۱۸۲۳ء)

غلام اعزاز الدین نامی ارکات (جنوبی ہند) میں پیدا ہوئے۔ عربی فارسی کی تعلیم حافظ محمد حسین سے پائی
 پھر مولانا باقر آگاہ سے اکتساب علم کیا اور شاعری میں بھی آگاہ کی شاگردی اختیار کی۔ بعد ازاں انہیں رکن
 ارکات نے اپنے دربار کا شاعر مقرر کیا تھا۔

تعدد مشویاں ان کی تصانیف ہیں۔ مشوی وقت نامہ کو ”ملیہتہ الانوار“ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس میں حمد و مناجات اور نعت کے بعد اپنے استاد مولوی محمد باقر آگاہ کی مدح کی ہے۔ اس کے بعد اس ضمن شروع ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ کے انتقال کے وقت کے واقعات بیان کئے ہیں۔ آپؐ کا آخری حج کا بیان ہوتا ہے۔ نبی کریمؐ کی علالت اور انتقال کا حال نہایت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس میں اس بات کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ اس مشوی کو مولانا شاہ عبدالحق کی ”مدارج النبوت“ سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۳۲۲ھ، ۱۹۰۷ء کتب خانہ آصفیہ کے مخطوطہ میں دیا گیا ہے۔ اس کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

لائی حمد ہے اوی کی ذات
جس کے قبضے میں سب کی موت و حیات

وہی بخشا ہے دو جہاں کو وجود
وہی کرتا ہے سب کیتس تابود

ذات کو او سکی ہے قیام مدام
نہیں عالم کیتس مدام قیام

(۲۰۴)

اشعار کا درج ذیل نمونہ ملاحظہ ہو ان میں مصنف کا نام اور کتاب کا نام واضح طور پر ملتا ہے:

صرف نامی ہی کو نہیں ہے ہر اس

ہیں نباتات اس الم سے او اس

فضل سے حق کے اب بحسن تمام

ہو گیا یہ وقت نامہ تمام

اس رسالے کو میں نے کر تیار

نام رکھا ملیہتہ الانوار

ختم کر جب وقت کا احوال

اس کی تاریخ کا کیا میں خیال

سن کے ہاتف نے یہ کہا رو رو

صلوٰۃ خدا نبی پر ہو

(۲۰۵)

کتب خانہ سلار جنگ میں اس مشوی ”ملیہتہ الانوار“ کے دو مخطوطات (۲۰۶) اور ایک کتب خانہ

آصفیہ میں موجود ہے۔ (۲۰۷)

شاعر اپنے لئے بخشش و شفاعت کے دعائیہ اشعار پر مشوی ختم کرتا ہے:

اور شفاعت دے او سکی روز قیام

مجھ کو یا ذوالجلال والاکرام
 نئی اب تو وقت ٹامے کو
 ختم کر دو مرثیوں کو ہی

(۲۰۸)

”سلیتہ الانوار“ میں زور کلام اور لطف زبان موجود ہے۔ خلوص و عقیدت اور حضور اکرمؐ سے وابستگی و شیئگی نے غم و حزن کے بیان میں اثر و تاثیر کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ اس لحاظ سے اسے وفات ناموں میں ایک امتیازی درجہ حاصل ہے۔

مولانا محمد باقر آگاہ (۱۱۵۸ھ، ۱۷۴۵ء -- ۱۲۲۰ھ، ۱۸۰۵ء)

مولانا محمد باقر آگاہ نے سید ابوالحسن قربی بیجا پوری (۱۱۱۷ھ - ۱۱۸۲ھ) سے تحصیل علم کیا اور انہی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ عربی، فارسی اور اردو کے صاحب دیوان شاعر تھے۔ انہیں اردو نظم و نثر پر یکساں قدرت حاصل تھی۔ ان کی تصانیف کی تعداد ۳۰۳ بیان کی جاتی ہے، جن میں سے ۱۲ کتابیں اردو میں ہیں۔

اردو کی سیرتی مشنویوں میں سب سے زیادہ وقیع اور مستند روایات و واقعات کی حامل ان کی مشنوی ہشت بہشت ہے۔ ہشت بہشت کے مخطوطات ہندوستان کے اکثر کتب خانوں میں موجود ہیں۔ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی کے کتب خانہ خاص میں بھی اس کا ایک مخطوطہ موجود ہے۔ اس کی طباعت ۱۹۳۲ء میں سید احمد نبیوہ مولانا باقر مرحوم کے اہتمام سے مطبع کشن راج مدراس میں ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ ۱۸۶۱ء میں مطبع عربیہ اور مطبع مخزن الاخبار نے مشترکہ طور پر بھی اسے شائع کیا تھا۔

باقر آگاہ نے آٹھ مختلف منظوم رسالے لکھے تھے۔ اور انہی رسالوں کے مجموعہ کا نام ہشت بہشت ہے۔ اس میں سیرت پاک کے مختلف مباحث ہیں۔ پہلے رسالہ من ویک (۱۱۸۳ھ) میں نور محمدی کا تذکرہ ہے۔ دوسرے رسالہ من ہرن (۱۱۸۵ھ) میں نبوت کی بشارتوں کا بیان ہے۔ تیسرے رسالہ من موہن (۱۱۸۶ھ) میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کا تذکرہ ہے۔ چوتھے رسالہ جگ موہن (۱۱۸۵ھ) میں آٹھ سال کی عمر سے وفات تک کے حالات درج ہیں۔ پانچویں رسالہ آرام جاں (۱۱۸۵ھ) میں اخلاق و شاکل نبویؐ کا تذکرہ ہے۔ چھٹے رسالہ راحت جاں (۱۱۸۶ھ) میں آنحضرتؐ کے خصائص کا حال درج ہے۔ ساتویں رسالہ من درین (۱۲۰۶ھ) میں معجزات نبویؐ کا بیان ہے۔ آٹھویں رسالہ من جیون (۱۲۰۶ھ) میں آنحضرتؐ کے آداب اور آپ سے محبت رکھنے کا تذکرہ ہے۔ نصیر الدین ہاشمی نے اس کا سال تصنیف ۱۱۸۳ھ اور ۱۲۰۶ھ کا درمیانی عرصہ لکھا ہے اور اس کے اشعار کی تعداد تخمیناً ”آٹھ ہزار چھ سو بتائی ہے۔“ (۲۰۹) ہشت بہشت کے ویبائچ کے مطابق پہلے چھ رسالے ۱۱۸۵ھ اور ۱۱۸۶ھ میں لکھے گئے اور بعد کے دو رسالے ۱۲۰۶ھ میں لکھے گئے تھے۔ (۲۱۰)

محمد باقر آگاہ نے نہ صرف اپنے ماخذ کی تفصیل ویبائچ میں دی ہے بلکہ ترتیب، بیعت اور ابواب کی بھی صراحت کی ہے۔ اور لکھتے ہیں:

”ان سب رسالوں میں شاعری نہیں کیا ہوں بلکہ صاف و سادہ کہا ہوں اور اردو کے بھانپے میں نہیں کہا، کیا واسطے کہ رہنے والے یہاں کے اس بھانپے سے واقف نہیں ہیں۔ اے بھائی یہ رسالے دکھنی زبان میں ہیں۔“ (۲۱۱)

آگاہ نے اس مثنوی کے مختلف حصوں کو مجالس میلاد میں پڑھنے اور اپنی تحقیق و تدقیق کے بارے میں بہت بہت کے دیباچے میں اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کی ہے:

”اے بھائی اگر تجھے ان رسالوں میں کہیں شبہ ہوئے تو اپنے وہم و گمان سے اعراض نہ کر بلکہ ان سب کتابوں میں کہ ان رسالوں کے اصل اور ماخذ ہیں نظر کر۔ کیا واسطے کہ میں بہت تحقیق کر کر لکھا ہوں۔ ان کتابوں سے بھی مقلد ان کی مانند نہیں لیا ہوں بلکہ ان میں جو اصح تھا سو اخذ کیا ہوں اور ان سب رسالوں کے باراھے کرنے کا یہ سبب ہے کہ تاہر صاحب توفیق تھا یا لوگوں کو جمع کر کے ربیع الاول کے ماہ مبارک میں بارہ دن تک تک پڑھے اور سناوے اگر پڑھتا نہیں آتا تو پڑھنے والے سے سنے۔“ (۲۱۲)

بہت بہت کے دیباچے میں آگاہ نے ان معتبر و مستند کتابوں کے نام بھی گنوائے ہیں، جن سے اپنے حاکمین اخذ کئے ہیں۔ ان میں فتح الباری، کتاب شفا، عیون الاثر، شمائل ترمذی مع شرح ملا عصام و شیخ ابن حجر، رسالے مولود شریف، تصنیف حافظ جلال الدین سیوطی، اسباب، وفا الوفاء، حسن التوسل، تحفۃ الاخیار، مدد الاحباب، معارج النبوت، شواہد النبوت اور جذب القلوب وغیرہ شامل ہیں۔ ان سے باقر کے نزدیک بہت روایات کی اہمیت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔

اس مثنوی کے ہر رسالہ کے آغاز میں نثر میں زیر بحث موضوع کی تشریح کی گئی ہے۔ اسی طرح تیسرے رسالہ ”من موبین“ کی ابتداء میں وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

”اس رسالہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا بیان ہے۔ یعنی جو معجزات کہ مدت حمل اور ولادت اور دودھ چھڑائی اور خرد سال میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوئے۔ اس حد تک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آٹھ برس کی عمر ہوئی ہے۔“ (۲۱۳)

آپ کی ولادت باسعادت پر حضرت عبدالمطلب کی خوشی کا اظہار یوں بیان کیا ہے:

گھر میں میرے ہے وہ نہ تاہاں
جس سے روشن ہوا ہے سرو عیاں

گھر میں میرے ہے وہ طرب افروز
جس سے ہووے گی رات غم کی روز

گھر میں میرے ہوا ہے وہ سرور
جس کے در پہ تمھیں گئے عالم سر

گھر میں میرے ہوا ہے وہ مرسل
جس سے جاویگا کفر سارا جل

(۲۱۳)

من موہن کے آخر میں ایک مناجات بطور غزل ہے اس کا مطلع و مقطع ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔
جلس میلاد میں یہ مضمون عام نظر آتا ہے:

یا رسول خدا تمہارا ہوں

جان و دل سے فدا تمہارا ہوں

عفو باقر کی اب کرو تقصیر

از برائے خدا تمہارا ہوں!!

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق نے اردو میں نعتیہ شاعری میں ہشت ہشت کے ان آٹھ رسالوں کا تفصیلی طور پر تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ ان کی رائے ہے کہ باقر آگاہ نے سیرت النبیؐ کے مضامین نظم کرنے میں صحت روایت کا کماحقہ خیال رکھا ہے۔ جذبات کے اظہار میں بھی موقع و محل کی نزاکت کو ملحوظ رکھا ہے اور نبی کریمؐ کی ولادت و معراج کے صحیح حالات کو منظوم کر کے اصلاحی و تبلیغی خدمت انجام دی ہے۔ (۲۱۵)

مولانا آگاہ کی شاعری میں الطاف حسین حالی کی قومی شاعری کی خصوصیت پائی جاتی ہے۔ وہ امت محمدی کی مشکلات کو بارگاہ رسالتؐ میں مشکل کشائی اور حاجت روائی کے لئے پیش کرتے ہیں:

کدھر جائیں کہ یہ لشکر ہیں تیرے

اگر ہیں نیک و بد چاکر ہیں تیرے

شفیع المذنبین من ان کی زاری

کر اپنے لطف سے طب ان کی یاری

تو اپنے دین کا ہے آپ حامی

ہے میری عرض یہ ازرا غامی

(۲۱۶)

ہشت ہشت میں بحروں کا تنوع اور رنگا رنگی موجود ہے۔ آٹھوں رسالوں کی بحر اترپ ہے۔ اول کے چار رسالے چار خرب ہیں اور آرام دل میں دو خرب ہیں اور راحت جاں ایک خرب ہے اور من درپن

چار خرب ہیں اور من جیون ایک خرب ہے۔ (۲۱۷)

محمد باقر آگاہ کے اسلوب کے بارے میں ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

”آگاہ کے زمانے میں دکنی اردو کا رواج ادبی سطح پر کم و بیش ختم ہو گیا تھا اور اس کی جگہ نئے معیار ریختہ یعنی نئے اردو نے لی لی تھی۔ آگاہ نے قدیم دکنی شعراء کی تصنیفات کو اس لئے بلند مرتبہ اور نصرتی کو اس لئے سب شاعروں سے بڑا درجہ دیتے ہیں کہ شمال کے شعراء میں سے ”کوئی بھی مشوی معتدبہ نہیں کما“ فقط غزلیات و

قصائد و قطعات پر اکتفا کیا۔ شعرائے دکن نے اکثر مثنویات کہی ہیں۔ بالاتفاق غزل

بولنا آسان اور مثنوی کہنا دشوار و گراں ہے۔ (۲۱۸)

فن شاعری پر باقر آگاہ کی نظر گہری تھی۔ وہ عربی و فارسی کے فن شعر کے علاوہ فن ریختے سے بھی پوری طرح واقف تھے۔ جس سے ان کے تنقیدی شعور، اصول فن اور نقطہ نظر کی وضاحت ہوتی ہے۔ ان کی زبان دکنی ہونے کے باوجود اردو زبان کے جدید محاورے کے رنگ میں رنگ گئی ہے اور سوائے چند مخصوص دکنی الفاظ و روزمرہ یہ ریختے سے مختلف نہیں ہے۔ (۲۱۹)

بہت بہت تمام دکنی منظومات میں اپنے متنوع موضوعات، مختلف بجز اور رنگا رنگ اسالیب کی بناء پر سیلاب ناموں کے ارتقاء میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

بہت بہت کے علاوہ نثر میں بھی انہوں نے ایک مولود نامہ لکھا ہے اس کے دو نام حقیقت نور محمدی اور ریاض السیر بھی ہیں۔ اس کے تین قلمی نسخے کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں موجود ہیں۔ (۲۲۰) اس مولود نامے کی ابتداء میں نور محمدی کا بیان ہے۔ پھر اس کے بعد نبی کریمؐ کی ولادت کا حال لکھا گیا ہے۔ مجموعی طور پر اس کتاب میں ولادت مبارکہ سے وصال تک کا حال قلمبند کیا گیا ہے۔ اس کا سن تصنیف ۱۷۵۵ء سے قبل کا ہے۔ عربی کی معروف کتب سیرت اس کا ماخذ ہیں۔ اس وجہ سے اس کتاب کے جملوں کی ساخت پر عربی کا اثر غالب ہے۔ (۲۲۱) اور اس طرح محسوس ہوتا ہے جیسے عربی عبارت کا براہ راست ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ ولادت کے بعد کا بیان اس طرح ہے:

”آپ نے جب یہاں قدم رنجہ کیا، اپنے چہرے سے طلوع یک مہ کیا، دفع کی ظلمت کدورت یہ کہ واہ سب کا سب پچھلائی دفتر تمہ کیا۔ تخت فلک الافلاک سے نقطہ مرکز خاک تک اور سطح عرش بریں سے تخت فرش تک نام تاریکی کا باقی نہ رہا کیونکہ وہ ماہ میں کب یہ نور ہے اور ہے کچھ یہ شان، جتنے جن اور شیاطین تھے آسمان پر جانے سے باز آئے، اور ستارے زمین سے ان سے نزدیک دکھائی دیتے تھے، آتش کدے اہل فارس کے ہزار برس سے جلتے تھے اور اہل فارس منکف و غبر اس میں ڈال ڈال پوختے تھے، بجھ گئے، نور فزا شمع عرب کیا ہوئی آتش فارس وہیں مرہ ہوئے، جس گزلی حضرت نے اس گلزار گلشن برائے عالم ارواح سے اس چار بازار اشیاخ میں قدم رکھا پہلے سجدہ کیا، بعد اس کے انکشت شادت آسمان کی طرف اٹھائی۔ اور سر مبارک کو اٹھا کر فرمایا ”لا الہ الا اللہ انی رسول اللہ۔“ عبدالمطلب اور ابو لیب نے اس مرثوہ جان بخش کو سن کر بہت شادی کئے۔ ابو لیب نے اس مرثوہ پر لونڈی کو آزاد کیا اوسی خوشی کا یہ سبب ہے کہ ابی لیب کو ہر دو شنبہ کو تخفیف عذاب کے ہوتی ہے۔“ (۲۲۲)

آنحضرتؐ کے قلبہ مرض اور وصال سے پہلے کے واقعات کو اس طرح بیان کیا ہے:

”چار شنبہ کو حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ پر نکیہ لگا کر مسجد میں تشریف لا کر بعد حمد و ثناء کے فرمایا: اے لوگو! عنقریب میں یہاں سے عالم بقا کو کوچ کرتا ہوں، جس کسی کا حق میرے ذمے ہو تو بتا دو کہ ادا کروں۔ ایک نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ نے تین اوقیہ دینے کا مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔ آپ نے تین اوقیہ فضل بن عباسؓ سے اس شخص کو دلوا دیئے۔ جمعہ کے دن پھر مسجد میں رونق افروز ہو کر خطبہ پڑھا اور

بت سے تبلیغ احکام کی تعلیم فرمائے۔ بعد فراغ نماز کے میمونہ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں زیادہ تر طلبہ مرض کا ہوا۔ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ابتداء مرض کی میمونہ کے گھر میں ہوئی تھی وہاں سے میرے حجرے میں قدم رنجہ فرمایا۔“ (۲۲۳)

ان اقتباسات مولود نامہ سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۸۸۶ء سے قبل لکھے جانے کے باوجود اس کی زبان سادہ اور عام فہم ہے۔ دراصل آگاہ کا مقصد نیم خواندہ لوگوں کو دینی تعلیمات سے روشناس کرانا تھا۔ ان کے اس دلی خلوص کی بناء پر محققین نے بھی انہیں بھرپور خراج تحسین پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر محی الدین قادری زور لکھتے ہیں:

”آگاہ اردو کے بڑے محسنوں میں سے ہیں۔ انہیں نظم و نثر دونوں پر قابو تھا۔ غزل، قصیدہ، مثنوی ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی۔ واقعہ یہ ہے کہ دکھنی علم و فضل اور شعر و سخن ان پر ختم ہو گیا۔ ان کے بعد جنوبی ہند میں اتنا بڑا ادیب و شاعر پیدا نہ ہو سکا۔“ (۲۲۴)

غلام محمود حسرت

غلام محمود نام اور حسرت تخلص تھا۔ ویلور کے متوطن اور حضرت شاہ ابوالحسن کے پوتے شاہ ابوالحسن ثانی کے مرید تھے۔ شاعری میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ ریاض السیر منظوم سیرت کی کتاب ہے۔ حسرت نے سیرت النبیؐ کی ایک فارسی منظوم کتاب موسوم معجز مصطفیٰ مصنفہ ذوق کو ہندی زبان میں نظم کر کے اس کا نام ریاض السیر اور تاریخی نام معجز خاتم الانبیاء (۱۳۳۷ھ) رکھا۔ یہ سیرت النبیؐ پر ایک مربوط اور مبسوط کتاب ہے۔ اس کے ابیات کی تعداد قریباً ساڑھے آٹھ ہزار ہے۔

اس کتاب میں حمد و نعت، حالات معراج، حضرت عبدالقادر جیلانی کی مدح، اپنے مرشد شاہ ابوالحسن قادری کی مدح اور سبب تالیف کے بعد واضح کیا ہے کہ ذوق کی فارسی کتاب کا یہ دکھنی ترجمہ ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کے مفصل حالات و شمائل اور اسوہ حسنہ کو بیان کیا گیا ہے۔ نور محمدی سے آغاز کیا ہے۔ تولد، نبوت، ہجرت، مابعد واقعات ہجرت یعنی جنگوں وغیرہ کے بعد انتقال پھر معجزات، آخر میں اخلاق اور عبادات کا تذکرہ ہے۔ تالیف کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ نام باقی رہنے کے لئے یہ تصنیف کی گئی ہے۔ ذوق کی کتاب سے ترجمہ کرنے کی صراحت اس طرح کی ہے:

یہ ملک سخن خسرو نام و
تخلص ہے ذوقی جسے شہر

منازت میں جیسے نکلی شہر

حلاوت میں سعدی صفت بے نظیر (۲۲۵)

ہے نظم اس کا اعجاز سے پر تمام

یہی ہے معجز مصطفیٰ اور کا نام

تو ہندی میں کر ترجمہ اس کیتس

بشرطیکہ انعام سے ہو قرین

(۲۲۷)

انتہائی اشعار میں مصنف نے اپنا تخلص 'کتاب' کا نام اور تاریخ تصنیف کی وضاحت کی ہے:

پذیر ہو حسرت کی یہ التجا
تجلی محمد شفیع الورا

بفضل خدا خالق ذوالمنن
ہوا جبکہ آراستہ یہ چین

وہیں بلبل طبع تجویز کر
رکھی نام اس کا ریاض سیر

پھر آیا جو تاریخ کا کچھ خیال
کے تا کوئی خوب سے حسب حال

یہی ہے وہ تاریخ بس جاں فزا
زہے معجز خاتم الانبیاء

۱۳۳۷ھ (۲۲۷)

اس منظوم سیرت کے مخطوطات کتب خانہ آصفیہ، اور کتب خانہ سالار جنگ مرحوم میں موجود ہیں۔ اس قسم کی منظوم سیرتیں اسلامی عقائد کی تبلیغ و ترویج کے نقطہ نظر سے لکھی گئی ہیں۔ اسی لئے یہ عوامی لب و لہجہ اور رنگ و ڈھنگ کے مطابق ہیں۔ ان کے لکھنے والوں کا مقصد سیدھے سادے انداز میں ان واقعات و روایات کا بیان تھا جس سے نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کے مختلف پہلوؤں سے عامۃ الناس روشناس ہو جائے اس لئے ان میں صحت واقعات کی تلاش بیکار ہے۔ مجلسی تقاضوں، ماحول اور مقامی اثرات کی وجہ سے کئی غیر مستند واقعات بھی ملتے ہیں۔

زبان و بیان کے لحاظ سے غلام محمود حسرت کی مثنوی میں روانی کے ساتھ ساتھ اس کی بحر میں خاص آہنگ و موسیقیت نے اس کے لطف کو دوہرا کر دیا ہے۔

جان محمد عاجز (م مابعد ۱۸۳۰ء)

جان محمد عاجز نے اپنی مثنوی معجزات النبیؐ میں نبی کریمؐ کے سات معجزات مختلف بحروں میں نظم کئے ہیں۔ یہ مثنوی قریباً ساڑھے سترہ سو ابیات پر مشتمل ہے اور اس کا سن تصنیف قبل از ۱۳۳۷ھ، ۱۸۳۱ء ہے۔ اس مثنوی کا ایک مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔

مخطوطہ ہذا کے سات معجزات کی تفصیل درج ذیل ہے:

معجزہ اول میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریمؐ نے خواب میں ایک سرسبز و شاداب باغ ملاحظہ فرمایا تھا اس باغ میں چار حوض تھے جو خلفائے اربعہ کے لئے تھے۔ اس معجزے کا آغاز و اختتام یہ ہے:

آغاز

اول تعریف خالق کی عیاں کر
 سمجھ اور بوجھ کر دل سے عیاں کر
 وہی مالک کہ جس نے سب بنایا
 زمین پر آسمان کیسا بیٹھایا
 (۲۲۸)

اختتام

گناہوں سے ہوا ہوں بہت بھاری
 دے امید رکھتا ہوں تمہاری
 شفیع المذنبین ہے نام تیرا
 رسول اللہ خبر لےو سو میرا
 (۲۲۹)

معجزہ دوم میں اس روایت کو بیان کیا گیا ہے کہ ایک کانفذ کے تمام حروف کیڑوں نے کھالئے تھے مگر خدا اور رسول کا نام باقی رہ گیا تھا۔ اس کانفذ کو دیکھ کر ابو جہل اور اس کے ساتھی حیران رہ گئے۔ یہ معجزہ پائیوں اور دوہروں کی صورت میں ہے۔ دس پائیوں کے بعد ایک دوہرہ ہے۔ آغاز پائی کے حصے سے کیا ہے اور اختتام دوہرے پر ہے۔

آغاز

اول نام چہ کرتارا
 تم چاہو نستارا
 جس چہا خالق کیتا
 دو جگ میں اوضوں جس لینا
 (۲۳۰)

اختتام

تو ہے کریم غفار ستارا
 ایسے نام کاں کوں سارا
 دوہرہ
 یازب پنجتن پاک کا دل سے ہوں گا غلام

بخش میری کر خدا بر حسین امام

(۲۳۱)

مجربہ سوم میں بیان کیا گیا ہے کہ ابو جہل اور اس کے ساتھی نبی کریمؐ کے سامنے آئے اور کہا کہ اگر تم نے پیغمبر ہو تو سامنے پڑے پتھر سے ایک ایسا درخت اپنے مجربہ سے پیدا کرو کہ اس کے ہر پتے اور پھول میں پر اللہ اور رسول کا نام لکھا ہو اور اس درخت پر جو جانور بیٹھا ہو وہ تمہارا ذکر کرتا ہو۔ آپؐ نے کہا کہ پتھر کہاں ہے؟ کفار حضورؐ کو پتھر کے پاس لے گئے اور حضورؐ نے مصیم قلب سے بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائی۔ فوراً پتھر شق ہوا اور ایسا ہی درخت برآمد ہوا جیسا کافروں نے چاہا تھا۔ اس مجربہ کا آغاز دوسرے سے ہے۔ اس کو بھی پانی اور دوسروں سے ترتیب دیا گیا ہے۔

یہی مجربہ دوسرا کسوں زبانوں کو کھول
مدت خداوند پاک سے رو ہو کفر کا بول

اول نام اللہ کا میں بولوں بیانی
وہی ایک خالق ہے ہر دو جہاں

وہی مالک ملک ارض و سماں
گیت ہے وہی اور وہی ہے عیاں

(۲۳۲)

کیا مجربہ لکھ کے سارا تمام

ہزاروں درود اور ہزاروں سلام

اور جو اس میں کھوت ہو تو خالق غفار

بخش گناہ اور ٹانگ دے عیب نہ کر اظہار

(۲۳۳)

مجربہ چہارم میں ایک یہودی کی داستان ہے جس نے معراج شریف کو خلاف عقل کہا تھا۔ قصہ اسی طرح ہے کہ ایک یہودی چھلی لے کر گھر آیا اور اپنی بیوی کو دھونے کے لئے وہی اس کے بعد گھڑا اعلیٰ کر پانی لینے چلا گیا۔ پانی بھر کر وہ نہانے لگا لیکن جیسے ہی غوطہ لگا کر سریانی سے باہر نکلا تو عورت کی صورت میں تھا۔ ایک شخص اس عورت کو گھر لے گیا جہاں بارہ برس اس کا قیام رہا اور سات بچے پیدا ہوئے۔ آخر کار ایک دن پھر وہی صورت پیش آئی۔ غوطہ لگایا اور اپنی پرانی صورت پر واپس آ گیا۔ گھڑا بدستور پڑا تھا۔ وہ گھڑا لے کر گھر آیا تو اس کی بیوی ابھی تک چھلی نہ دھو چکی تھی۔ یہودی اس واقعہ سے بہت ناام ہو گیا اور

انتہام

آغاز

اگر پانچ سو برس پہلے
مے بیک یا تن بڑھا ہو گئے
اتنی دور وہ راہ کیونکر اوڑھے
نہ پتھری میں قدرت وہاں تک اڑے
(۲۳۳)

اختتام

پڑھے جو کوئی اس کو دل دیکے تئیں
سناوے ہر اک مومنوں کے تئیں
خدا اوس کو بخشے بلطف و کرم
پڑھے یا سنے یا کرے چشم نم
(۲۳۵)

معجزہ پنجم میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا بیان ہے۔ یہ ایک مشہور واقعہ ہے۔ اس کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

حمد شا خدا کی کرے جس نے خلق بنائی
چوہہ طبق آسمان زمین و قدرت سے رچائی
باز درود محمد اوپر بے حساب شماراں
جس کارن رب پیدا کئے خلقت لاکھ ہزاراں
(۲۳۶)

معجزہ ششم میں اس یہودی کی داستان بیان کی گئی ہے جو ایک تھیلی میں سانپ لے کر نبی کریم کے پاس آیا تھا اور کہا تھا کہ پہلے آپ میرا نام بتائیے اور پھر بتائیے کہ اس تھیلی میں کیا چیز ہے۔ سانپ نے آدمی کا روپ دھار کر حضور کی نبوت کی تصدیق کی۔ اس کا آغاز ملاحظہ ہو:

اول یاد کر اوس خالق پاک کوں
کہ جن جیو دیا اس تن خاک کوں
خداوند کی دل سے کہہ معرفت
کہ سو ہے اسی کوں شاہور صفت
(۲۳۷)

انتقائی اشعار درج ذیل ہیں:

بحرمت نبی آل اصحاب کے
اسے نور ایمان کی پوشاک دے
پڑھوں میں درود اور تحفہ دیگر
محمد پر اور آل اصحاب پر
(۲۳۸)

جمہو ہنم میں نبی کریمؐ کے یمن تشریف لے جانے کا ذکر ہے۔ اس میں ایک مرثیہ کے زندہ ہونے اور
یہ ولی کے باغ میں آکر نبی کریمؐ کی رسالت کی گواہی دینے کے بعد بادشاہ یمن کے ایمان لانے اور
سلطنت ہونے کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

اول تشریف میں بولوں خدا کی
دیگر کہتا دو جگہ کی دعا کی
پڑھو صلوات احمد مصطفیٰ کوں
کہ جس کے وصف میں پایا خدا کوں
(۲۳۹)

اور انتقائی اشعار درج ذیل ہیں:

ہوے مقبول ہر پنج تن کے
دعا میری بحرمت شد یمن کے
پڑھو صلوات اور راکھو غلامی
کو قصہ کو اب آخر تہائی
(۲۴۰)

ان معجزات کے بیان میں ادنیٰ محاسن موجود ہیں۔ جن ابیات میں دکنی الفاظ استعمال ہوئے ہیں، معمولی
کی تبدیلی سے انہیں موجودہ زبان کے سانچے میں ڈھالا جاسکتا ہے۔ جان محمد عاجز کی مشہور معجزات النبیؐ اس
لہجہ سے مشہور ہیں میں تدریجی ترقی کی ایک قابل قدر مثال ہے۔

سید امیر الدین حسین

سید امیر الدین حسین بڑے صاحب علم بزرگ اور واعظ تھے۔ دکنی نثر میں سیرت النبیؐ کی جن تین
کتابوں کا ذکر نصیر الدین ہاشمی نے کیا ہے۔ ان میں سے ایک سید امیر الدین حسین کی ”ممتاز التفسیر“ ہے۔
اگرچہ اس کتاب کا نام ”ممتاز التفسیر“ ہے مگر اس میں نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کا تذکرہ ہے۔ (۲۴۱) یہ

کتاب ۱۳۵۰ھ میں لکھی گئی تھی جو ۵۲۶ صفحات پر محیط ہے۔ (۲۳۲) اس کے ابواب کی تقسیم درج ذیل ہے

- (۱) بیان درود شریف (۲) نور محمدی (۳) مولود شریف (۴) رضاعت (۵) مناقب (۶) شامل (۷) علامت محبت رسول (۸) اخبار رسول (۹) نزول وحی (۱۰) معراج (۱۱) تفسیر آیت اول (۱۲) بیان وحی آخر (۱۳) ہجرت (۱۴) شرائط محبت (۱۵) وقات آنحضرت۔

ممتاز القاسم کا نمونہ عبارت دیکھئے :

”مختبہ آپ کی مجلس سے اٹھا اور اپنی قوم میں گیا اور کہا ”واللہ! میں نے ایسا کلام نہیں سنا تھا، مصلحت یہ ہے کہ ان کی ایذا رسانی میں مبالغہ مت کرو“ قوم نے کہا: ”تجھ پر محمدؐ کے سحر نے اثر کیا۔ جب کفار بہت ایذا دینے لگے۔ آپ نے بعض صحابہ کے حق میں مصلحت جان کر ملک حبش کو حکم ہجرت فرمائے۔ گیارہ مرد اور چار عورتیں ملک حبش کو گئیں۔“

چھپنے سال ہجرت سے حضرت حمزہؓ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس وقت عدد مسلمانوں کا اسیالیس کو پہنچا۔ بعد ان کے حضرت نے دعا فرمائے کہ ”اے بار خد! تو عزت دے اسلام کو“ سات عمر ابن خطاب کے یا ابی جہل بن ہشام سے حضرت عمر کے حق میں دعا حضرت کی قبول ہوئی۔ ابو جہل نے اشتہار دیا کہ جو شخص محمدؐ کو قتل کرے گا میں سو اونٹ سرخ اور چالیس ہزار درہم دوں گا۔“ (۲۳۳)

نصیر الدین ہاشمی سیرت النبیؐ کے میلادِ علمی و ادبی ذخیرے کی حیثیت متعین کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ دکنی (قدیم اردو) شعراء اور نثر نگاروں کا ماحول اور فضا ایسی تھی کہ اس میں صرف داستان و افسانہ کی صورت ہی عام طور پر مقبول تھی اس لئے صحیح حد۔ شوں کے ساتھ غیر مستبر واقعات بھی لکھے گئے ہیں۔ مگر اس امر کو فراموش نہ کرنا چاہئے کہ اس زمانے میں روایت کی جانچ کے لئے درایت کا طریقہ رائج نہیں تھا۔ (۲۳۴)

سید امیر الدین حسین کے میلاد نامہ ”ممتاز الارشاد“ کا مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی کے کتب خانہ خاص میں موجود ہے۔ اس کا سال تصنیف ممتاز القاسم سے ۲۶ سال بعد ۱۳۷۶ھ ہے۔ مصنف نے اس میلاد نامے کا نام اپنے فارسی دیباچے میں بھی لکھا ہے۔ اس مولود کے دو تاریخی قطعہ حافظ شمس الدین فیض نے لکھے ہیں۔ اور دیباچے میں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک درج ذیل ہے :

دیکھ کر تحریر مولانا امیر الدین حسین
مگر مولود ہیں حرد و مقمور و ذلیل
قابل صل علی میں نے کسی تاریخ فیض
ذکر مولود نبی جائز ہے باللہ الجلیل

ممتاز الارشاد کا خط نہایت پاکیزہ نستعلیق ہے۔ اس کے ابتدائی اوراق میں فارسی کے اشعار، ختم سلسلہ
خطیبہ، خطبہ جمعہ، درود کے اسناد اور سلام ہے۔ اس کے بعد محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی کی منقبت،
مثنوی اور مناجات ہے۔

ترکی بڑھتے تحریروں اور صاف و شستہ میلاویہ منظومات کا یہ مجموعہ ۸۹ صفحات میں ہے۔ مناجات کی
تحریری آیات یہ ہیں:

ترکھ مجھ کو ہستی کی تمہید میں
فتا مجھ کو کر اپنی توحید میں
تو دیکھوں ترے نور کو جلوہ گر
درخشاں ہے ہر شے میں ہم بنیگر
مری تجھ سے بیگی کی آرزو
نہو مجھ میں یک ذرہ ہستی کی بو
(۲۳۶)

محمد خاں

محمد خاں، یوسف زئی پشمان تھے۔ ان کے اجداد قندہار سے تلاش معاش کے سلسلہ میں وطن سے چل
کر صوبہ کرناٹک میں آ رہے تھے۔ وہاں سے پلایا گھاٹ چلے آئے۔ محمد خاں معظی کے پیشے سے وابستہ
ہے۔ انہیں شکارپور کے قلعہ دار سے ”مطلع الانوار“ کا ایک نسخہ مل گیا۔ اس کا انہوں نے ”سرار
حمیری“ کے نام سے ۱۳۵۰ھ، ۱۸۳۳ء میں دکنی نثر میں ترجمہ کیا۔
اس کا ایک مخطوطہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔ اس کا پہلا ورق (الف) منقش ہے اور
(ب) لوح دار ہے۔ آغاز کا حمیریہ شعر ملاحظہ ہو:

تو بسم اللہ سے کر عنوان سخن کی
کہ ہے مفتح وہ ستر کن کی
(۲۳۷)

فضل رسول

فضل رسول کی مثنوی رسالہ ”مولود النبی“ میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کا حال قلمبند کیا گیا ہے۔ اس
کی تصنیف کا زمانہ قریباً ۱۳۵۰ھ، ۱۸۳۳ء ہے۔ اس کا مخطوطہ کتب خانہ سرسلاار جنگ مرحوم میں موجود
ہے۔ اس کے کل اشعار کی تعداد قریباً چار سو کے لگ بھگ ہے۔ اس کے ابتدائی اشعار درج ذیل ہیں:

محمد کے لائق وہی معبود ہے

جو کہ ہر حاند کا وہ محمود ہے
آوی یا جن یا حور و ملک
یا زینن یا عرش و کرسی یا فلک

(۲۳۸)

انتقائی اشعار بھی ملاحظہ ہوں:

اب تمنا کچھ سوا اوس کے نہیں
استجب لی یا مجیب السائلین
مرتے دم ہو یا احمد حرز جاں
اور اوصی کا نام ہو ورد زباں

(۲۳۹)

اس میلاد نامے میں ہندی کے نقل اور غیر مانوس الفاظ بہت کم ہیں۔ عربی، فارسی کے الفاظ اور ترکیب و انکسار کے موثر انداز نے اسے اپنے دیگر عصری میلاد ناموں میں وضع بنا دیا ہے۔ جذبات و عقیدت نگاری کا انداز بڑا واضح اور موثر ہے۔

نامور

نامور کوئی معمولی درجے کے شاعر ہیں۔ ”مولود نبی“ کے عنوان سے ۶۳۔ ایات کی اردو مثنوی کا مخطوطہ ان کی یادگار ہے۔ اس مثنوی میں مولود پر جانے کے فائدے بیان کئے گئے ہیں اور اس سلسلہ میں بغداد کے ایک تاجر اور اس کی بیوی کا قصہ بھی لکھا گیا ہے۔ شہر حیدر آباد میں مولود کی جماعتیں میلاد شریف کی محفلوں میں جو قصیدے، نظمیں اور مثنویاں پڑھتے ہیں، ان میں سے یہ ایک ہے۔ اس کی ابتدائی اور آخری ایات یہ ہیں:

پڑھو مومنو تم درود و سلام
بروح محمد علیہ السلام
سنو اب فضیلت یہ مولود کی
رکھو حق سے امید بہبود کی
(۲۵۰)

آخری ایات:

تو واللہ حاصل ہو اس کی مراد
برکت سے مولود کے ہوئے شاد
برکت سے مولود کے ہوئے شاد
ہو دنیا میں، ہو حشر میں شادشاو

طالب دکنی

طالب دکنی کا "فائنٹ نامہ" اوائل تیرہویں صدی ہجری کا کثرت شدہ مخطوطہ نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہے۔ اس کا کاغذ میالا اور دہیز ہے۔ سیاہ روشنائی سے نستعلیق شکستہ آمیز خط میں لکھا گیا ہے۔ اس نظم میں طالب نے نبی کریمؐ کے ایک فائنٹ کے ساتھ مہربانی کرنے کے واقعہ کو بیان کیا ہے۔

یہ مخطوطہ کرم خوردہ، آب رسیدہ اور دریدہ ہے۔ محب الاتقیاء کے مخطوطہ کے ساتھ ورق ۳۹، الف سے ۴۰ تک شامل ہے۔

فائنٹ کی عرضداشت کے چند شعر بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:

نہ دیو باز کوں اے رسول خدا

جو دیویں گے تو بند بند کرے گا جدا

بھوکا ہو گیا ہے میرے پیچھے باز

میرا جیو بچا لیو غریب نواز

میرا جیو قربان تجھ نام پے

تو ماں باپ سوں ہیں مہربان تر

(۲۵۲)

اس منظوم قصہ میں اصلاحی و تبلیغی جذبہ کار فرما ہے۔ طالب دکنی کے ایک اور منظوم رسالہ میں ایک مچھلی کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، جسے پکایا جاتا ہے لیکن آگ اس پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ جب اس سے پوچھا جاتا ہے تو وہ مچھلی درود سننے اور پڑھنے کو اس کی وجہ قرار دیتی ہے۔ اس کا مخطوطہ بھی زیر نمبر ۳۰، ۳۱۰۔ N.M. ۶۹۵۸ نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہے۔ نمونہ کے طور پر چند شعر درج ذیل ہیں:

پوچھی تب محمدؐ نے مچھلی کیتنی

یو کیا ہے سب کو سنجہ بول تخی

خدا کے حکم سوں او باتاں منی آ

کے یا محمدؐ رسول خدا

تلک شخص کوئی یک آتا اتھا

درود یک حضرت کا کتا اتھا

(۲۵۳)

فائنٹ نامہ کا انداز بیان صاف اور واضح ہے لیکن مچھلی کا واقعہ قدیم دکنی زبان میں نظم کیا گیا ہے۔ اس کے آخر میں درود مای پڑھنے کی متقیں کی گئی ہے۔

برہان الدین کے میلاد نامہ بعنوان "مجلس مولود النبی" کا ایک مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔ اس نثری میلاد نامہ میں آپ کی ولادت مقدسہ اور دیگر احوال کو اختصار سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ غالباً ۱۲۵۰ھ کی تصنیف ہے۔ مخطوطہ ہذا کی کتب خانہ خواجہ امین الدین نے ۱۳۷۸ھ / ۱۸۶۱ء میں کی۔ ابتدا اس عبارت سے ہوتی ہے:

"مجمع حمد و ثنا سزاوار ہے وہ ذات بے نیاز کتیں۔" (۲۵۳)

اور اختتام درج ذیل عبارت پر ہوتا ہے:

"حق سبحانہ و جل شانہ، شکوک واروہ درمیان سے امت مرحومہ کے دور کر کر

سب کو یک دل مستقیم پر قائم و دائم رکھے۔" (۲۵۵)

مجلس میلاد کے انعقاد کے فضائل کو اقوال علمائے کرام اور مستند کتابوں کے حوالوں سے بیان کیا گیا

ہے۔

جنوبی ہند کے میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ

جنوبی ہند کے میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ لینے سے پہلے ان کا مختصر ذکر ضروری ہے۔ یہ موالید محافل میلاد میں پڑھنے کی غرض سے لکھے گئے تھے اور ان کا سیرت کے مختلف اجزاء سے تعلق ہے۔

عبدالملک بھروچی پہلا میلاد نگار ہے۔ اور اس کا مولود نامہ ڈھائی سو اشعار کی ایک مثنوی ہے جس کا سن تصنیف ۱۰۰۹ھ / ۱۶۰۰ء ہے۔ نیز محمد قلی قطب شاہ کے دیوان میں عید میلاد النبی اور شب معراج کے عنوانات پر متعدد نظمیں ملتی ہیں۔ ان میں آپ کی تشریف آوری کی برکات اور اثرات پر زور دیا گیا ہے۔ شاہ علی محمد جیوگام دھنی کی نظم "معراج نبوی" میں فارسی کے مصرعوں کی گونج سنائی دیتی ہے۔ شاہ برہان الدین جامن نے معراج کا حال و جواب کے انداز میں بیان کیا ہے۔

نور ناموں میں ملک خوشنود کا نور نامہ گیارہویں صدی ہجری سے بھی پہلے کی تصنیف ہے۔ اس میں انہوں نے فارسی روایت کو قدیم اردو زبان میں بیان کر کے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ احمد کے نور نامہ کی زبان تین سو سال پرانی ہے۔ شریف کے نور نامہ کی زبان قدامت کے باوصف صاف اور رواں ہے شاہ امین الدین اعلیٰ کا نور نامہ مذہبی تبلیغ کے انداز میں لکھا ہوا ہے۔ سیدی نے نور نبوی کو سیدھے سادے انداز میں بیان کیا ہے۔ عبدالحمید ترین کے منظوم نور نامہ میں روانی کا جوہر موجود ہے۔ حنایت شاہ قادری نے فارسی نثر کے ایک نور نامہ کو دکنی نظم میں منتقل کیا ہے۔

میلاد ناموں میں عبداللطیف کا مولود نامہ اور وفات نامہ زبان و بیان کے لحاظ سے زور، قوت اور روانی سے متصف ہیں۔ مختار کے مولود نامہ، معراج نامہ اور نور نامہ کی زبان آسان، صاف اور نکھری ستھری ہے۔ قاجی کا مولود نامہ "مفید الیقین" عوامی لب و لہجہ کے مطابق ہے۔ اس سے اس دور کے مسلم معاشرے کے دینی رجحانات کی بھی عکاسی ہوتی ہے۔ شاکر کے "مولود نامہ نبوی" میں معاصر شعراء کی نسبت کہیں زیادہ شاعرانہ خصوصیات اور فنی اہتمام کا احساس ہوتا ہے۔ محمد امین گجراتی کے تولد نامہ، معراج نامہ اور وفات

نامہ کو اس دور کے گجری ادب میں شاہکار کی حیثیت حاصل ہے۔ عبدالملک بھروچی کے مولود اور وقت نامہ پر بھی گجراتی زبان کے اثرات نمایاں ہیں۔ کریم الدین سرمست کے مولود نامہ کی زبان بہت صاف ہے۔ نامور نے اپنی مثنوی میں مولود پڑھانے کے فضائل بیان کئے ہیں۔

معراج ناموں میں سید بلاتی کے معراج نامہ میں غیر مانوس الفاظ اور مقامی اثرات نسبتاً کم ہیں۔ برصغیر میں اس کے بے شمار مخطوطات کی دستیابی اس کی شہرت کی روشن دلیل ہے۔ وجہی نے معراج کا ذکر مثنوی میں ذیلی موضوع کے تحت اختصار سے کیا ہے۔ نصرتی نے معراج و معجزات اور نور نبوی کے بیان میں نبی کریمؐ کی دوسرے انبیاء پر فضیلت و برتری اور آپؐ کے اس مقام تک ہو آنے کا ذکر کیا ہے، جہاں جبرئیلؑ کے پر بھی جل جاتے ہیں۔ نصرتی کی مثنویاں تدریجی ترقی کی قابل قدر مثالیں ہیں۔ کتر کے معراج نامہ پر فارسی اثرات اور دکنی زبان و بیان سے اس کی قدامت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ سید میراں شاہ ہاشمی بیجا پوری کے معراج نامہ کی مترجم بحر سے محفل کو گرمایا جا سکتا ہے۔ ان کے اسلوب کا تعلق قدم و جدید دونوں روایات سے قائم ہے۔ اعظم دکنی کے معراج نامہ میں زبان کی صفائی اور الفاظ کا انتخاب خاصا موثر ہے۔ معظم بیجا پوری نے معراج نامہ میں واقعہ معراج کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان کے کلام میں وجدانی سوز و گداز کی کیفیت جاری و ساری ملتی ہے۔ محمد بن یحییٰ مہدوی اور شاہ ابوالحسن قربی بیجا پوری کے معراج ناموں سے ان کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ شاہ کمال الدین کے معراج نامہ کی ترکیب و تشبیہات پر فارسی اثرات نمایاں ہیں۔ ان کا بیان معراج قوت تخیل اور جذبات نگاری کے لحاظ سے اپنے معاصر شعراء میں ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔

معجزات ناموں میں جنونی گجراتی اور علی کے معجزات نامے مقامی تدریجی و سماجی اثرات کی وجہ سے اپنا ایک مخصوص پس منظر رکھتے ہیں۔ مخدوم حسینی نے معجزات کے بیان میں سادگی اور حقیقت پسندی کو مد نظر رکھا ہے۔

شائکل ناموں میں عثمان گیارہویں صدی ہجری کے کامیاب شعراء میں سے ہے۔ عبدالمدد ترین کے شائکل نامہ کی زبان عثمان کے مقابلہ میں شستہ و رفتہ ہے۔

وفات ناموں میں عالم کا وفات نامہ اپنی قدامت کی وجہ سے اولین وفات ناموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس وفات نامے پر بھی ہندوی روایت غالب ہے۔ امای دکنی کا وفات نامہ زبان و بیان کی مفرد خصوصیات کی وجہ سے خاصا مقبول رہا ہے۔ علی بخش دریا کا وفات نامہ ولی دکنی کے معاصر اور بارہویں صدی ہجری کے عشرہ دوم کی تصنیف ہونے کی وجہ سے قابل قدر ہے۔ میر (ایک غیر معروف شاعر) کے وفات نامہ پیغمبر میں پرانے دکنی الفاظ کے استعمال کے باوصف بیان کی چستی موجود ہے۔ غریب اللہ کے وفات نامہ میں نبوت سے لے کر وفات تک کے حالات کو تاریخی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ سوز اور راحت نے بہت آسان زبان میں وفات نامے لکھے ہیں۔ انصہی کے وفات نامہ کے اشعار میں سوز و گداز اور تبلیغی جذبہ کار فرما ہے۔ غلام اعزاز الدین کے وفات نامہ میں زور کلام موجود ہے۔

منظوم سیرتوں میں فیاض ویلوری کی روشنی الانوار کا شمار اولین منظوم سیرتوں میں ہوتا ہے۔ قاسم کی

عروس المجلس میں الفاظ کا انتخاب اور مصرعوں کی برجستگی دیکھنے کے لائق ہے۔ نوازش علی شیدا کی اعجاز احمدی میں مختلف حیوانات کے تحت سیرت نبویؐ کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ تصنیف زبان و بیان کی روانی اور صحیح روایات کو نظم کرنے کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔ مولانا محمد باقر آگاہ کی مثنوی بہشت بہشت مشہور روایات و واقعات کے بیان کی وجہ سے سب سے زیادہ وقیع ہے۔ غلام محمود حسرت کی ریاض السیر کی بحر میں خاص آہنگ و موسیقیت نے اس کے لطف کو دوپلا کر دیا ہے۔ سید امیر الدین کی ممتاز التفاسیر میں سیرت نبویؐ کو کئی ابواب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کی زبان بھی شستہ و رفتہ ہے۔

اس دور کے میلاد ناموں کے ذریعے نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ اور فضائل و شمائل کو بیان کرنے کا واحد مقصد دین و معرفت کی بنیادی اور اصولی باتیں عامتہ الناس تک پہنچانا تھا، یہی وجہ ہے کہ ان صوفیائے کرام نے نثر و نظم میں احساس و جذبہ کی صداقت کی بناء پر موضوع اور اسلوب میں سادگی کو برقرار رکھا۔ بے مقصد آرائش لفظی اور بے موقع لفاظی سے گریز کیا۔ اس وجہ سے زبان و ادب میں اسلوبی اور موضوعاتی لحاظ سے تبلیغی، اصلاحی اور مقصدی سرمایہ زیادہ سے زیادہ جمع ہو گیا۔

میلاد نگاروں نے سیرت رسول اکرمؐ قرآن، حدیث، تصوف، معرفت اور اخلاق وغیرہ کے موضوعات کو بیان کر کے لسانی اونچ نیچ کو بھی دور کر دیا کیونکہ ان کا خطاب ان ہزار ہا نفوس سے تھا جو اولیٰ نفاستوں اور لطافتوں سے بیکرنا آشنا تھے۔ مذہبی موضوعات کے مباحث و مسائل کے بیان نے برصغیر کے لوگوں کو سماجی ناانصافی سے نجات کا راستہ دکھایا۔ اس سے ادبی و لسانی دنیا میں علمیت و شعور اور آگہی کی روشن مثال قائم ہوئی۔ اور اس کے دور رس اثرات و ثمرات نے مسلمانوں کے ذہن و فکر اور طرز احساس و عمل کو بھی متاثر کیا۔ اس کا عملی فائدہ یہ ہوا کہ عام مسلمان کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا مذہب بن گیا۔

مذہب کی اس مضبوط گرفت کے اثرات اس دور کے ادب پر بھی محسوس کئے جاسکتے ہیں۔ نظم انسان کو فطری طور پر مرغوب ہے اور اس صورت میں ہر بات بخوبی دل نشین ہو جاتی ہے۔ عبدالقادر سہروردی نے بھی اس بات کی افادیت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے: ”ابتدائی اردو کارنامے زیادہ تر مذہبی نوعیت رکھتے ہیں اور ابتدائی اہل قلم عموماً مذہبی علماء اور صوفی ہیں۔“ (۲۵۶) مثنوی، طویل بیان کے لئے موثر ذریعہ اظہار ہے اس لئے مثنوی اس دور کی مقبول صنف سخن تھی۔ مذہب کی ترویج و تبلیغ اور سیرت کے جملہ مضامین کے بیان کے لئے مثنوی نگاری کو فروغ حاصل ہوا۔ اس مذہبی نوعیت کی مثنوی نگاری کے پس منظر میں شفاعت و برکت طلبی کا جذبہ میلاد نگاری کا محرک بنا۔

دکنی میلاد ناموں کا اسلوب سراسر مجلسی ہے۔ صوفیاء کرام نے عوامی زبان کو میلاد ناموں، معراج ناموں، نور ناموں، شمائل ناموں، مبشرات ناموں اور ہفتات ناموں میں سب سے پہلے اختیار کیا جس کا عوام سے براہ راست تعلق تھا۔ ان مشائخ اور بزرگان دین نے جنوبی ہند میں سیرت مبارکہ اور اسلامی تعلیمات کو فروغ دینے کا عزم کر رکھا تھا۔ ان کی تقلید سلاطین و امراء اور شعراء نے کی۔ اس روش کی وجہ سے یہ زبان ایک اعلیٰ درجے کی فصیح و بلیغ ذریعہ اظہار ثابت ہوئی۔ اس میں دینی ادب تخلیق ہوا۔ اس لحاظ سے میلاد نامے دکن کی تبلیغی مہم کا عظیم کارنامہ ہیں۔

اس دینی ادب پر مقامی تہذیب و تمدن، سماجی و معاشرتی ماحول، اور ہندی دیو مالا و اسنام پرستی کے اثرات پڑے۔ نبی کریمؐ کے معجزات و معراج کے بیان میں غیر مستند روایات اور واقعات بیان کرنے کا سلسلہ چل نکلا۔ مثال کے طور پر معراج النبیؐ کے حوالے سے براق کا سراپا، اس کی رفتار، فرشتوں کا استقبال، حوروں کا شہنشاہی رہنا اور عین حضور میں پہنچ کر راز و نیاز کی باتیں ہونا، ایسے عنوانات میں فرضی روایات کو بیان کیا گیا ہے۔ اور نبی کریمؐ اور خدا تعالیٰ کی ملاقات اور گفتگو کے متعلق تو بہت زیادہ تخیلاتی فضا قائم کی گئی ہے۔ اسی زمرے میں جنوبی ہند کی شاعری اور اس پر علاقائی اثرات کے اثر و نفوذ کو بیان کرتے ہوئے، ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق لکھتے ہیں:

”ان شعراء کے نزدیک رسالت کا سارا کمال بس وہی معجزے ہیں جن میں خوارق عادت قصے حقل کو حیران کر دیتے ہیں اور یہی حیرانی سننے والوں سے ان کے معجز کا اعتراف کرا کے رسول کریمؐ کی برتری کو تسلیم کرنے پر انہیں مجبور کر دیتی ہے۔ چنانچہ مولود ثامے سے بھی سیرت کے اس پہلو کو پیش کرنے میں سارا زور صرف کر دیتے ہیں۔ دراصل ہندوستانی مذہب کی صنم پرستی انسان پر دیوتاؤں کی عظمت طاری کرنے کے لئے ان کے مہیرا العقول فوق العادت قوت کے قصے سنا کر ان کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیتے تھے۔ نبی کریمؐ کی عظمت کو ہندوستانی فہم کے سامنے پیش کرنے کے لئے یہی راستہ اختیار کیا گیا۔ جس میں نیک نیتی کو دخل ہو سکتا ہے اس لئے کہ ہندوستان کی روایات اور اس کے قائم کردہ ماحول اور ذہنیت کے لئے یہی ایک طریقہ کار گر ہو سکتا تھا۔ اس لحاظ سے معجزوں کو نظم کرنے میں مصلحت اور ماحول کا تقاضا دونوں کام کر رہے تھے۔ معجزات پر پوری توجہ مرکوز کرنے سے اکثر غلط روایات نے اس میں جگہ پائی اور تواتر کے ساتھ پہنچ کر عقیدے کا جزو بن گئے۔ دوسرے اصل سیرت رسول سے توجہ ہٹ گئی اور عقائد کی کمزوری نے زندگی کو صحیح عمل سے الپاچ بنا دیا۔“ (۲۵۷)

ابتدائی دور کے کئی شعراء نے مقامی معاشرتی و تہذیبی ڈھانچے میں پھیلے ہوئے ہندی راگ، راگنیوں اور گیتوں کو مد نظر رکھ کر ہندی گیتوں کے اوزان و بحر اور اسلوب و انداز میں جکریاں، دوہرے اور گیت لکھے۔ مجلسی تقاضوں کے تحت ان جکریوں اور دوہروں نے بھی دینی جذبات کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ ان میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

مذہبی تقریبات اور دیگر نجی تقریبات میں بار بار پڑھے جانے کی وجہ سے میلاد نگاروں نے زبان کی سلاست و روانی اور ترنم و موسیقیت کو مد نظر رکھا۔ دراصل عربی زبان و ادب کے اصناف، موضوعات، اسالیب، اوزان و بحر اور نظام عروض کی فارسی شاعری نے تقلید کی ہے۔ فارسی واحد علمی و ادبی زبان تھی جو تہذیبی و سماجی سطح پر برصغیر کے تہذیبی مزاج کا حصہ بن چکی تھی اور سلاطین دہلی سے لے کر اٹھارویں صدی تک درباری و سرکاری زبان تھی۔ فارسی زبان و ادب کے اثرات اردو پر بھی پڑے۔ ان اثرات کو

اردو نے جذب کر کے اس جیسے اثرات بھی مرتب کئے اور ساتھ ساتھ اس سے الگ اور ممتاز بھی نظر آتے گئے اور بقول ڈاکٹر جمیل جالبی "فارسی زبان و ادب کے اثرات قبول کرنے کے نتیجہ میں اردو زبان و ادب نے بہت کم عرصے میں خود کو دریافت کر لیا اور اس کا دریا فارسی کے سرچشمے سے فیض یاب ہو کر پات و پاؤں ہو گیا۔" (۲۵۸) فارسی سے میلاد نامے، معراج نامے، وفات نامے وغیرہ اردو میں منتقل ہونے لگے۔ شاعروں کی نظریں فارسی کی اس قسم کی تصانیف پر پڑنے لگیں۔ ان تراجم کے ذریعے دکنی تہذیب و ادب کو نیا نیا اور تخلیقی و روحانی عطا ہوئی۔

دکنی میلاد نگاروں نے فارسی تراکیب و محاورات کو اردو میں منتقل کر کے خیالات کے اظہار کے لئے وسعت کا سامان پیدا کیا۔ صوفیاء نے خالص ہندی اور مقامی رنگ میں فارسی کا رنگ بشامل کر کے ہندی شاعری اور موسیقی کی ترقی کے نئے امکانات روشن کر دیئے۔ نثری اور منظوم رسائل میں عربی، فارسی الفاظ و نئی اصطلاحات اور آیات و احادیث، فارسی کے فقرات، اشعار کے مصرعے، شعر اور ان کے تراجم و شروح نے قدیم اردو زبان کو آگے بڑھنے میں مدد دی۔ اس لحاظ سے اس کو میلاد نگاروں کا دینی و لسانی کارنامہ کہا جا سکتا ہے۔

مثنوی کی ہیئت کے علاوہ اس دور میں شاعری کی اپنی ایک اہمیت و حیثیت قائم ہو گئی اور اس میں دوسری اصناف خن کو بھی میلاد یہ منظومات کے بیان کے لئے استعمال کیا گیا۔ قطعات، رباعیات، مخمس اور سدس وغیرہ کے بھی نمونے ملتے ہیں۔ موضوعاتی اصناف کے لحاظ سے نبی کریمؐ کی رضاعت کے ایام میں لوریاں اور معراج پر تشریف لے جانے سے پہلے سرے بھی لکھے گئے ہیں۔ اس دور کی شاعری میں احساس و جذبہ، تخیل و بلند پروازی، اور محاکات و شعریت کی اہمیت مسلم ہو گئی تھی۔ اس طرح دکنی دور اردو زبان و ادب کے ارتقاء کا سامان پیدا نہ کرنا تو نظم و نثر میں فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ درجات تک رسائی دشوار ہو جاتی۔

دکنی دور کی ان مثنویوں کی زبان میں مقامی الفاظ و تراکیب کی بھی بھرمار ہے جس کی وجہ سے بعض اوقات ان کی زبان دقیق اور ناقابل فہم ہو جاتی ہے۔ یہ زبان کا عبوری دور تھا۔ اس دور کی زبان کی ان مشکلات پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر سید محمد عبداللہ لکھتے ہیں:

"دکنی شاعری میں عموماً قافیہ روئی کا نظام بہت ڈھیلا ہے۔ وزن کی مراعات اور آہنگ کا صحیح احساس و کسن کی مثنوی میں کچھ زیادہ نہیں۔ قافیہ بندی میں بڑی کھینچ تان پائی جاتی ہے۔ اشعار میں ناتراشیدہ الفاظ بے تکلف کھپا دیئے جاتے ہیں البتہ واقعہ نگاری کی طرف دکنی شاعروں کا خاص میلان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بیانیہ نگاری کی اکثر اصناف نظم میں طبع آزمائی کی ہے اور یہ شعفت اس بات کا ثبوت ہے کہ یہاں کا شاعر اپنے گرد و پیش سے بیزار نہ تھا۔" (۲۵۹)

میلاد ناموں کی زبان و بیان پر دور عالمگیری میں سیاسی غلبے کے ساتھ دکن کی ادبی روایت شمال کی ادبی روایت بننے لگی۔ اس غیر معمولی استخراج سے اور ان دو روایات کے مدغم ہونے سے اردو زبان نے ایک

معیاری روپ اور مشترک روایت کو جنم دیا۔ ان علاقوں کے اثرات ایک جگہ سے دوسری جگہ پر تیزی سے اثر انداز ہونے لگے۔ پنجاب، سندھ، یو۔ پی، گجرات، دکن، وسطی ہند، بنگال، بہار، دہلی اور برہمنیہ کے دیگر علاقوں میں بھی اسے ادنیٰ سطح پر معیار کی یکسانیت کے ساتھ استعمال کیا جانے لگا۔ مذہبی نظم و نثر کے دور رس اثرات کا یہی وہ لہجہ و آہنگ ہے جس نے زبان کی ترویج و تکمیل میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔

اورنگ زیب کے فوراً بعد معاشرہ انتشار کا شکار تھا۔ اس پر آشوب دور میں سکون کی تلاش میں عامۃ الناس نے تصوف کی چھتری کے نیچے آکھڑا ہونے میں عافیت جانی اور مذہبی رسومات نذر، نیاز اور دیگر مجالس و تقاریب نے حقیقی مذہب کی جگہ لے لی۔ اس دور کی منظومات میں عام طور پر کوئی گہرا روحانی تجربہ شامل نہیں، ان روایات کے بیان سے سننے والوں کو قلبی طمانیت اور آسودگی سے بہرہ ور کرنا تھا۔ گیارہویں صدی ہجری کے اختتام تک اردو زبان اتنی صاف ہو جاتی ہے اور اس کا نیا معیار اسلوب ریختہ کے نام سے سارے برہمنیہ کے لئے جدید معیار سخن بن جاتا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

”گیارہویں صدی ہجری کا محاورہ مقامی زبان اور رنگ و اثر کا حامل تھا لیکن بارہویں صدی ہجری کا وسط قدیم اردو ادب کی حد فاصل ہے۔ اب قدیم محاورے کی جگہ وہ جدید محاورہ زبان لے لیتا ہے۔“ جو ریختہ کے نام سے علاقائی سطحوں سے اٹھ کر ہمہ گیر سطح پر سارے برہمنیہ کے لئے قابل قبول بن جاتا ہے۔“ (۲۶۰)

مولود ناموں کو پڑھنے کے لئے مجالس و محافل کا انعقاد ہوتا۔ ان میں حسب توفیق اور بلحاظ موسم شرویات، شیرینی اور دعوت طعام کا انتظام کیا جاتا تھا۔ کوئی دیرینہ آرزویا منت پوری ہونے پر میلاد اور بیان معراج کی محفلیں مانی جاتیں۔ دکنی کلچر کے حوالے سے نصیر الدین ہاشمی لکھتے ہیں کہ ”شادی بیاہ کے دنوں میں بعض گھرانوں میں مولود شریف پڑھایا جاتا اور پھر اس سے شادی کی تقریب کا آغاز ہوتا۔“ (۲۶۱) اس کے علاوہ بھی خوشی و مسرت کے مواقع پر مولود شریف پڑھایا جاتا ان دینی مشٹیوں کے اثرات تمدن اور کلچر پر بھی پڑے اور انہی معاشرتی و سماجی اقدار کی وجہ سے میلاد نگاروں کے ذوق و شوق اور اظہار عقیدت میں بھی پختگی آئی اور میلاد ناموں کا باقاعدہ ایک جداگانہ صنف کی حیثیت سے جنوبی ہند سے آغاز ہوا۔ ان میں ولادت، معراج اور وفات رسول کے مضامین کے بیان پر زور دیا جانے لگا۔ اس لحاظ سے اس دور کی نظم و نثر میں مذہبی روایات اور موضوعات کی تکرار ملتی ہے۔ جدت طرازی کا حوصلہ مفقود ہے۔ مذہبی رنگ کا کلیتہً غلبہ ہے۔

مذہب اردو زبان کے ابتدائی دور میں نظم و نثر کے کارناموں کا سارا بن گیا جس سے بالواسطہ طور پر زبان و ادب کو فروغ حاصل ہوا، اس سے ابتدائی سرمایہ بھی محفوظ ہو گیا اور زبان کے ارتقائی دور میں اسے دوسری ہندی زبانوں اور ان کے ادب سے ممتاز کر کے عروج کی طرف لے گیا۔

شمالی ہند میں میلاد ناموں کی روایت کا جائزہ / ارتقاء

○ سیاسی اور تہذیبی پس منظر۔
○ اسلعلیل امرہوی ، فقیر ، مراد نابینا ، محمد کریم اللہ ، محبوب عالم ، محمد حلد ، محمد عبدالجلیل ، حافظ عزیز احمد ، قاسم مہری ، کبیر خان افغان ، امام بخش عاصی ، مکرم علی ، مولوی منصور علی ، فشی محمد عبدالرحمن ، محمد غوث ، نواب علی محمد خاں فاروقی ، عبدالمجید قادری ، معصوم علی بیدار ، شاہ رفیع الدین دہلوی ، میر قدرت اللہ خاں قاسم ، مولوی حکیم فیاض الحق صدیقی ، قاضی عبدالغفور ، مولوی احمد یار خاں رامپوری ، الطاف ، کرامت علی شہیدی ، شاہ روف احمد رافضہ مرزا حسن علی ، مولوی محمد عباس ، سید منیر الدین نقشبندی ، محمد فاضل ، امام بخش ناسخ ، سید ہدایت علی ، حافظ شاہ غلام علی شاہ جمانپوری ، مولوی نیر الدین گوپاموی ، سر سید احمد خاں ، غلام امام شہید ، میر مظفر حسین ضمیر ، مولوی محمد حیات ، محمد کفایت علی کافی ، مراد آبادی ، سید فضل علی ، محمد علی خاں لطف بریلوی ، سید اسماعیل حسین منیر ، مولوی سید احمد مشتاق ، محمد علی ، محمد حسین ، شاہ احمد سعید بھمدی ، حافظ عظمت علی ، قلندر علی حسن بخش کاکوروی ، مولانا آل حسن موبانی ، امیر مٹائی ، سید محمد حسن کاکوروی۔

○ شمالی ہند کے میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ

سیاسی اور تہذیبی پس منظر

شمالی ہند میں اردو زبان و ادب کی ترویج اور فروغ کے جائزہ سے پہلے اس دور کے مخصوص سیاسی اور تہذیبی و تمدنی اثرات کو جاننا ضروری ہے۔ کیونکہ ان کی جھلک میلاد ناموں میں نظر آتی ہے۔ سلطنت مغلیہ کا اقتدار برصغیر ہند و پاکستان میں مسلمانوں کی حکومت کا نقطہ عروج تھا۔ اس کے بعد زوال اور انحطاط کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ اٹھارہویں صدی میں عالمگیر کی وفات ۱۷۰۷ء کے بعد مغلیہ سلطنت کا شیرازہ بکھرنا شروع ہوا۔ اورنگ زیب عالم گیر کی اپنی زندگی سیاسی بغاوتوں اور خاندانی مسائل کو سلجھانے میں گذری۔ بد قسمتی سے انیس تاج و تخت کے مدد و زیرک وارث میسر نہ آئے اور ان کی وفات کے بعد تخت نشینی کی خون ریز جنگوں ، بغاوتوں ، شورشوں اور بیرونی حملوں کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اسی عہد سے سیاسی اور تہذیبی زوال کی ابتداء ہوئی۔

محمد شاہ کے دور حکومت ۱۷۱۹ء تا ۱۷۴۸ء میں نادر شاہ ۱۷۰۷ء میں محمد شاہ کی فوج کو شکست دے کر دہلی میں داخل ہوا۔ اس کی فوج نے جو قتل و غارتگری کا بازار گرم کیا ، اس کی مثال دہلی کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ نادر حملے سے ۱۷۵۷ء تک قریباً ایک سو بیس سال تک کی داستان دہلی کے اجڑنے کی داستان ہے۔

مغلیہ سلطنت کا شیرازہ بکھرنے کے ساتھ اس عظیم سلطنت کے بڑے بڑے صوبے خود مختار ہو گئے۔ ان صوبوں میں اہم ترین اودھ تھا۔ اودھ میں پانچ سرکاریں یعنی اودھ، گورکھپور، بہرائچ، لکھنؤ اور خیر آباد شامل تھیں۔ اودھ کی حکومت قریباً سو سا سو سال قائم رہی۔ نوابان اودھ میں سعادت خاں (۱۷۲۰ء تا ۱۷۳۹ء)، ابوالمنصور خاں (۱۷۳۹ء تا ۱۷۵۳ء)، شجاع الدولہ (۱۷۵۳ء تا ۱۷۷۵ء)، وزیر علی (۱۷۹۸ء میں چار ماہ)، سعادت علی خاں (۱۷۹۸ء تا ۱۸۱۳ء)، غازی الدین حیدر (۱۸۱۳ء تا ۱۸۱۷ء)، نصیر الدین حیدر (۱۸۱۷ء تا ۱۸۳۷ء)، محمد علی شاہ (۱۸۳۷ء تا ۱۸۳۸ء)، امجد علی شاہ (۱۸۳۲ء تا ۱۸۳۷ء) اور واجد علی شاہ (۱۸۳۷ء تا ۱۸۵۶ء) حکمران رہے۔ ۱۸۵۶ء میں واجد علی شاہ کی معزولی کے بعد اودھ کو سلطنت برطانیہ کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔

آصف الدولہ کے عہد حکومت میں دارالسلطنت فیض آباد سے لکھنؤ منتقل ہوا۔ آصف الدولہ عیش و طرب میں مشغول تھا اور اس نے اپنے خزانوں کا منہ کھول رکھا تھا۔ چنانچہ دہلی کے انتشار، درانیوں اور ابدالیوں کے خونریز حملوں، جاٹوں، روہیلوں اور مرہٹوں کی ریشہ دوانیوں سے خستہ حال عوام اور پریشان خواص لکھنؤ کا رخ کرتے گئے۔

شمالی ہند (دہلی، صوبہ جات متحدہ، آگرہ و اودھ) میں مغل سلطنت کے زوال کے بعد اردو ادب کی طرف میلان کا آغاز ہوا۔ اس سے پہلے جب پنجاب اور دہلی میں مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہوئیں تو اس زمانے سے اردو زبان کا ابتدائی خاکہ تیار ہو چکا تھا۔

مغلوں کے زوال کے ساتھ ہی معاشرے میں فارسی کی گرفت کمزور پڑنے لگی۔ جس زمانے میں شاہی، دفتری اور کتابی زبان فارسی تھی، اس وقت بھی رعایا کی زبان عام طور پر اردو تھی۔ اب محمد شاہی دور میں فارسی زبان و ادب کے خلاف رد عمل فروغ پانے لگا۔ مرکزی حکومت کمزور ہوتی چلی گئی۔ مغلوں کی اس کمزوری کا سیاسی مفاد انگریزوں نے اٹھایا لیکن فارسی کی جگہ اردو پروان چڑھنے لگی۔ ۱۸۳۵ء میں عدالتوں سے فارسی زبان خارج کر دی گئی۔ اب اردو زبان میں تصنیف و تالیف کا کام روز افزوں ترقی کی منازل طے کرنے لگا اور کچھ ہی عرصے میں اردو نظم و نثر میں ایک قابل قدر ذخیرہ جمع ہو گیا۔

علماء اور صوفیاء نے مذہب کی ترویج و تبلیغ کو مد نظر رکھ کر بے شمار تراجم کئے اور بہت سی مستقل تصانیف بھی معرض وجود میں آئیں، اس دور تالیف میں تراجم کی کثرت اور ان پر تراجم کی چھاپ محسوس ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ تصانیف میں سلاست و روانی اور گفتگوئی دل آویزی و دیگر محاسن نظر آنے لگے۔

انھارویں صدی کے ہندوستان گیر سیاسی انتشار اور اقتصادی عدم استحکام کے اثرات اودھ پر بھی پڑے۔ اس دور کی خانہ جنگی، بد نظمی اور شافی انہماؤ کی فضا پر افسردگی کی گہری چھاپ تھی۔ اس منہج ثقافت میں زندگی کا حرکی (Dynamic) تصور ختم ہو گیا تھا اور ساری توجہات ایسی سرگرمیوں پر مرکوز ہو گئی تھیں جو انسانی شہنائیوں میں لبو کو بخ بستہ کر دینے والی تھیں۔ نمود و نمائش اور آرائش و زیبائش کا شوق جنوں کی حد تک پہنچ گیا تھا۔ جلال کو جمال پر اور استحکام و پائیداری کو نزاکت و نفاست پر قربان کر دیا گیا تھا۔ لباس نرم و نازک اور ہلکے ہلکے، وضع قطع دلبرانہ، زبان و لہجہ نرم و شیریں اور خورد و نوش میں لطافت و چمکارہ

غرض اس تمدن میں تصنع ہر طرح غالب آچکا تھا۔ طاقت و غلبہ کا تصور اس معاشرہ سے رخصت ہو چکا تھا۔ تصوف میں کم سواد صوفیوں نے لوگوں کو غلط راستوں پر گامزن کر دیا جس کے اثرات سے تمدن و تہذیب میں مذموم افعال کی بنیاد پڑ گئی۔

نورالحسن ہاشمی رقمطراز ہیں:

”کم سواد صوفیوں کو حقیقت کی تلاش میں مجاز ملا۔ یہ لوگ مجاز میں الجھ کر اس کو حقیقت سمجھتے رہے۔ اس طور پر ظاہریا منظر پر زیادہ زور دیا جانے لگا اور حقیقت یا حق

معدوم ہو گیا۔ اس ظاہر پرستی نے ہر چیز پر ظاہر پرستی کا رنگ چڑھا دیا۔ عقائد ’ رسوم ’ مذہب ’ معاشرت اور معیشت سب پر مصنوعی و رکی جذبیات کا رنگ غالب آ گیا“ (۱)

اس حقیقت کو بھی مد نظر رکھنا چاہئے کہ دربار کے حلقہ اثر سے دور خدا رسیدہ لوگوں ’ علماء اور صوفیا کا

ایک ایسا گروہ بھی موجود تھا جو حق و راستی پر قائم تھا۔ اس قسم کے صوفیاء کے بارے میں ڈاکٹر سید عبدالباری لکھتے ہیں:

”لکھنؤ، خیر آباد، کاکوری، اردولی، بہرائچ، سندیلہ، دیوبہ، سلون، کچھو پچھ میں ایسے

فقراء اور صوفیا بھی موجود تھے جو مکرو و ریا کا دام توڑ بچھانے کے بجائے شریعت کے

اوامر و نواہی کی تبلیغ میں مصروف تھے۔ اور ان کے طفیل عوام کا ایک بڑا طبقہ اودھ

کے امراء و سربراہ اودھ طبقہ کی ساری عیاشیوں اور رنگینیوں کے باوجود حق و راستی پر

قائم تھا۔“ (۲)

شیعہ علماء نوابین و بادشاہان اودھ کے عہد میں عوام سے شریعت پر عمل کرانے اور امراء و حکمرانوں کو

اس کا پابند بنانے میں اپنی بے بسی محسوس کرتے ہوئے اس ذمہ داری سے کنارہ کش ہو گئے اور تبلیغ و

تلقین کی کوئی مہم نہ چلا سکے۔

اودھ کے سنی عوام کو مزارات سے بڑی عقیدت تھی۔ نذر نیاز، اور تعویذ، گندے، گھر گھر میں رواج یا

چکے تھے۔ شیعوں نے پورے مذہب اور اس کے تقاضوں کو عداوتی کے مراسم کے دائرہ میں محدود کر دیا

تھا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ یہ مراسم اس عہد میں فروغ مذہب سے زیادہ تہذیب و تمدن میں شامل ہو گئے تھے۔

اودھ کے اس معاشرے میں ہزار خرابیوں کے باوجود ہر شخص خدا پرست تھا۔ وہ عملاً عیش پسند ضرور

تھا اور زندگی کی رنگینیوں سے زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ ثواب کمانے کے آسان

نئے بھی تلاش کرتا تھا۔

اس مخصوص تہذیبی و تمدنی صورت حال میں امت مسلمہ کی زبوں حالی اور معاشرتی و سیاسی زوال کی

بھلک اس دور کے ادب میں بہ آسانی دیکھی جاسکتی ہے۔ اس دور کے صوفیاء اور علماء نے طالبان حق کو

مذہب کے بنیادی اصول بتا کر خدا کی طرف راغب کرنا تھا۔ ان کی کوششوں کا مقصد نظم و نثر کی ترویج کی

بجائے تبلیغ دین تھا۔ اس وقت ان اکابرین ملت نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا جبکہ اس زبان کے

قواعد و ضوابط بھی مرتب نہ ہوئے تھے۔ عربی فارسی جیسی ترقی یافتہ زبانوں میں مرقوم مذہبی موضوعات کو اس

نئی زبان میں منتقل کرنا بڑا دشوار مرحلہ تھا مگر ان صوفیاء اور بزرگان دین نے اپنی فکری استعداد سے اسے نئے محاورات، نئے اسالیب اور الفاظ کے نئے ذخیرے سے مالا مال کر دیا۔ اس لحاظ سے صوفیاء اور علمائے کرام کی جماعت اردو زبان کی سب سے بڑی محسن ہے۔ اور انہی لوگوں نے مذہبی اور دینی موضوعات بیان کر کے اسے نئے اسلوب سے روشناس کیا۔ ان کے نزدیک ادبیت یا شاعری مقصود بالذات نہیں بلکہ ان یستی اور لسانی رویوں کی ثانوی حیثیت ہے۔ صوفیاء اور بزرگان دین کی ان مذہبی مثنویوں میں غزل، دوہے اور گیت بھی موجود ہیں اور اسلوب کے لحاظ سے بھی متنوع ہیں۔

دکنی دور میں بیشتر میلاد نامے منظوم ہیں۔ اب اس دور میں نظم و نثر میں طے جملے انداز سے لکھنے کا رواج ہو گیا گو نثری میلاد ناموں میں بھی مجلسی تقاضوں کے باعث جا بجا شعری ٹکڑے ملتے ہیں۔

اسلمعیل امروہوی (بحدود ۶۱۲۳ء - ۶۱۷۱ء)

اسلمعیل امروہوی کی مثنویوں کے موضوعات مذہب سے متعلق ہیں۔ اور ان کی غرض و نیت مجلسی انداز میں معاشرے کو دین اسلام اور شخصیات سے روشناس کرانا ہے۔ ان کی ایک مثنوی معجزہ انار کا نجیب اشرف ندوی نے سراخ لگایا ہے۔ اس کا سال تصنیف ۶۱۷۰ء ہے۔ اس مثنوی میں مذہب اسلام اور نبی کریمؐ کی فضیلت ایک واقعہ کے ذریعہ بیان کی گئی ہے۔ مثنوی کا آغاز حمد سے ہوتا ہے:

الہی تو داتا ہے ہر کالج کا
 سر انجام دتا ہے محتاج کا
 ہر ایک آرزو کی پورانا ہے آس
 کیراں، صغیراں، فقیراں، ہر اس
 تو تمار، غفار، ہر ایک اوپر
 تری صنعتاں کا کسے کیا خبر
 (۳)

اس مثنوی کے کل ۱۳۸ ابیات ہیں۔ اس مختصری مثنوی سے مصنف کے عقائد پر بھی روشنی پڑتی ہے:

اول کچھ نہ تھا جد نہی جو کئے
 نبوت کا چھتر او نو سر دیئے
 چاروں یاران کے جو ہیں ہم کلام
 خدا نے بڑائی دیا ہے مدام
 ابوبکرؓ صاحب عمرؓ خاص نام
 و عثمانؓ علیؓ یار دوہے تمام
 (۴)

شمالی ہند کی مثنویوں کے اختصار کی وجہ ان کا طبع زاد ہونا ہے اور ان کی زبان کی صفائی سلاست اور روانی سب سے بڑی خوبی ہے۔ دکنی مثنویوں کی زبان صاف نہیں۔ شمالی ہند میں موضوع پر اسلوب کی نسبت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ دراصل شمالی ہند کی تہذیب اور کلچر پر مغل حکمرانوں کے اثرات پڑے جس سے شمالی ہند کے عوام مغلوں کی ایرانی تہذیب میں رنگ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ دکنی اور شمال کی زبان دور عالمگیر میں سیاسی غلبے کی وجہ سے ایک ہی زبان کے دو روپ نظر آتے ہیں۔ اس ادبی روایت اور استخراج کے بارے میں ڈاکٹر جمیل جالبی رقمطراز ہیں:

”زبان و ادب کی ان دو روایات کے ملنے سے سارے بر عظیم میں اردو زبان کا ایک معیاری روپ اور مشترک روایت وجود میں آگئی جسے پنجاب، سندھ، یو۔ پی، مہاراشٹر، دکن، وسطی ہند، بنگال، بہار، دہلی اور بر عظیم کے دوسرے علاقوں میں ’ادبی سطح پر یکساں معیار کے ساتھ استعمال کیا جانے لگا۔ شمال اور دکن کے ایک ہو جانے کا دوسرا اثر یہ ہوا کہ ان دونوں خطوں میں آرجار بڑھ گئی۔“ (۵)

اس لحاظ سے اسماعیل کی مثنوی سے ان مشترک روایات کے تیزی سے پھیلنے کی بھرپور نشان دہی ہوتی ہے۔ جہاں تک اس مثنوی معجزہ انار کی صداقت کا تعلق ہے، اس میں جس، معجزہ کو بیان کیا گیا ہے، اس کا ذکر سیرت و احادیث نبویؐ میں کہیں نہیں ملتا۔

فقیر

فقیر کا نور نامہ ۱۲۵۳ھ / ۱۶۴۳ء کی تصنیف ہے۔ (۶) اس کی قدامت کی بنا پر اسے اردو کے ابتدائی نور ناموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ نور ناموں میں نور محمدی کا بیان ہوتا ہے۔ اس میں بھی تخلیق نور محمدی سے لے کر آپؐ کی ولادت مقدسہ تک کے احوال کا بیان ہے۔

مراد نایینا

مراد نایینا کا نور نامہ اردو کے ابتدائی دور کے نور ناموں میں شامل ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۲۵۳ھ / ۱۶۴۳ء ہے۔ اس کے مصنف کا نام حافظ محمود شیرانی نے فقیر بتایا ہے۔ دراصل حافظ محمود شیرانی کے مد نظر وہ نور نامہ ہے جو پنجاب میں مختلف ناشرین کی طرف سے بار بار پچھتا رہا ہے اور اس کے بیسویں شعر میں شاعر نے اپنے آپ کو فقیر کہہ کر خطاب کیا ہے۔ (۷) لیکن حقیقت میں یہ نور نامہ مراد نایینا کا لکھا ہوا ہے۔ اس نور نامہ میں شاعر نے تخلص یا نام دو جگہ استعمال کیا ہے۔ (۸) اس میں نور محمدی اور نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کا بیان ہے اور یہ مثنوی کی ہیئت میں ہے۔

محمد کریم اللہ

محمد کریم اللہ کے میلاد نامے کا مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہے۔ اس میں ولادت نبویؐ اور معجزات کو بیان کیا گیا ہے۔ میلاد نامہ نثر میں ہے اور خط نستعلیق میں ہر صفحہ پر ۱۷ سے ۱۹ سطریں ہیں۔ اس

کے آخر میں عربی مناجات ہے۔

”اس کی ابتداء: ”سب تعریفیں اوس جناب کو لائق ہیں کہ جس نے پیدا کیا

آسمان و زمین۔“ (۹)

اور اختتام: ”اس مولف کی کہ نام اوس کا محمد کریم اللہ ہے اور کسی کو کہ جو

مجلس مولود کرے اور اس کے تئیں کہ جو عاشق نام رسول کے ہوئے۔“ (۱۰) کی

عبارت پر ہوتا ہے۔

محبوب عالم

محبوب عالم عرف شیخ جیون، سید میراں بھیک چشتی (م ۱۷۱۸ء) کے مرید تھے۔ (۱۱) قصبہ جمبھڑ کے باشندے تھے، جو علاقہ ہریانہ کا ایک قدیم اور مشہور قصبہ ہے۔ محبوب عالم ایک مذہبی عالم تھے۔ ان کی مذہبی تصانیف درد نامہ، محشر نامہ اور مسائل ہندی کے مخطوطات افسر امرہوی کے پاس تھے۔ درد نامہ کے مخطوطات برصغیر کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ (۱۲) عبدالقادر سروری نے تفصیلی فرست (۱۳) اردو مخطوطات حیدر آباد دکن اور نصیر الدین ہاشمی نے فرست اردو مخطوطات کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد (دکن) میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے اپنے ایک مضمون بہ عنوان ”ہریانوی اردو کا ایک اور نمونہ“ میں درد نامہ اور محشر نامہ کا تعارف کرایا ہے۔ اور ان میں سے اقتباسات بھی نمونے کے طور پر دیئے ہیں۔ (۱۴)

محبوب عالم کے تمام رسائل کا موضوع مذہبیات ہے۔ ان میں سے درد نامہ کی حیثیت اس لئے منفرد ہے کہ اس میں نبی کریمؐ کی رحلت پر حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کبارؓ کی زبان سے مونیے کئے گئے ہیں جو اردو میں اپنی نوعیت کا پہلا تجربہ ہے۔ اس میں حضورؐ کی حیات طیبہ کے متعلق کئی عنوانات ہیں۔ اور خاص طور پر بعثت سے وفات تک کے حالات نظم کئے گئے ہیں۔ وفات کا عنوان آخری ہے۔ اردو نظم و نثر میں کئی مستقل وفات نامے لکھے گئے ہیں۔ لیکن یہ درد نامہ الگ معنوی اور صوری حیثیت کا حامل ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کی وفات پر حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے غم کا اظہار کرنے کی نوعیت پہلے انفرادی اور محض مرثیوں کی سی ہے، جو حضرت امام حسینؑ اور ان کے رفقہ کے مصائب کے بیان میں لکھے گئے۔ یہاں غم ناموں، شہادت ناموں اور مرثیوں سے منفرد حیثیت ہے اور ان کی ہیئت غزل کی ہے لیکن قافیہ بندی معمول کے مطابق نہیں۔

سکھ چین کے گھر سوئی لاگا کلیجے تیر اب

دکھ نین بھر بھر روئی بھاری پڑی ہے بڑ اب

یہ شعر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے دھن مبارک سے ادا کئے ہوئے سات شعری مرثیہ میں سے ہے، اس میں اصلاحی مرثیوں کا سا اثر اور سوز موجود ہے۔ اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ کی زبان مبارک سے نکلے

ہوئے مرہیہ کے بھی سات شعر ہیں۔ درد نامہ کے متن کے اشعار اس قسم کے ہیں:

عہد کا میں درد نامہ لکھا
اس درد ماں جیو جا ما دیا
ہوئے دو دکھ نبی پر قریشیوں کے ہاتھ
دو دوکھ لکھے ہیں نہیں اور بات

درد نامہ ایک بڑی کتاب ہے جس میں بقول حافظ محمود خان شیرانی پونے تین ہزار کے قریب اشعار ہیں (۱۵) جبکہ نصیر الدین ہاشمی نے درد نامہ کے اشعار کی تعداد ساڑھے پانچ ہزار لکھی ہے۔ (۱۶)
درد نامہ میں روانی اور قوت کا اظہار موجود ہے۔ جس کا اندازہ ان تین اشعار سے کیا جا سکتا ہے۔

الہی تکبیر خودی کھینچ لے
مسلمانی محبوب عالم کوں دے
کے عشق سوں نعت احمد رسول
دو عالم ہو جائے مقبول پھول
پیل بات حضرت کے دکھ کی لکھے
پر فوت نامہ نبی کا لکھے
(۱۷)

ان کی دیگر تصانیف میں محشر نامہ کی زبان قدیم ہے۔ مسائل ہندی کی زبان قدرے صاف ہے اور درد نامہ کی زبان اس سے بھی زیادہ صاف ہے۔ اور اب یہ ہندی بولی مسلمانوں کو راہ یقین دکھا رہی ہے۔ درد نامہ کا انتظام ان اشعار پر ہوا ہے:

کہاں تانو محبوب عالم مجھے
اسی تانو کی اب شرم ہے مجھے
رکھ اب دین اپنی ماں ثابت قدم
کروں یاد تیری پڑا دم بہ دم
تیرے نام اوپر کروں میں تمام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام
(۱۸)

اس درد نامہ کا سال تصنیف ۱۲۵۱ھ / ۱۸۳۵ء ہے۔ (۱۹) اس وجہ سے زبان رائج الوقت اردو سے بہت مختلف نظر آتی ہے لیکن جب یہ درد نامہ لکھا گیا اس وقت اس کی اور دہلی کی زبان میں بہت کم فرق ہو گا۔ اور مختلف لسانی اثرات قبول کر کے فارسی کی جگہ لینے کی کوشش کر رہی ہے۔ اظہار و بیان کا وہ معیار ابھی اردو کو نصیب نہیں ہوا جو فارسی کو حاصل ہے۔

محمد حامد (م ۱۸۰۲ء)

محمد حامد کے نور نامہ کا ایک مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۱۹۰ھ اور ۱۲۰۰ھ کا درمیانی عرصہ ہے۔ اس مخطوطہ کا سنہ کتابت ۱۲۸۲ھ درج ہے۔ مصنف نے آخری بیت میں اپنا نام نظم کیا ہے:

اے حامد توں کر نور نامہ ختم
بحرمت محمد شفیع الامم
(۲۰)

نور نامہ خط ٹٹ میں لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ ان میں فعل کو قائل کے ساتھ جمع لکھا گیا ہے۔ مثلاً

کما تب نبی یوں علیہ السلام
وہ کیا تھیاں نشانیاں کو سب تمام (۲۱)

ہوئے عالماں عابداں عارفاں
فقیراں انے صالحاں حافظاں
(۲۲)

انے یہ معنی اور استعمال کیا گیا ہے۔ کتابت میں بعض غلطیاں بھی ہیں۔ ایک موقع پر ارض و سما کا املا عرض و سما کیا گیا ہے۔ اور واسطے کو واسطے لکھا گیا ہے۔

محمد نبی سرور انبیاء
اسی واسطے جملہ عالم کیا
(۲۳)

اختتامی اشعار ملاحظہ ہوں:

قبر یا الہی مری نور کر
جتنے ہیں غذاہاں سے دور کر
سبھی مومن مسلمان جتنے ہیں تمام
گنہ بخش ان کے سبھی خاص و عام
اے حامد توں کر نور نامہ ختم

بحرمت محمد شفیع الامم
(۲۴)

ترقیمہ نہیں ہے۔ نور نامہ کے اختتام پر کاتب نے ایک اور مشنوی شروع کی تھی جس کے صرف ۸۔

ایات لکھے ہوئے ہیں اور یہ حمد سے متعلق ہیں۔

محمد عبدالجلیل

محمد عبدالجلیل بن عبدالعجیب موضع بچلا پر گنہ لمبا کے رہنے والے تھے۔ ان کا میلاد نامہ ”احیا القلوب فی سولد الحبوب“ اس دور کی یادگار تالیف ہے، جب اردو زبان ہندی کسلاقی تھی۔ انہوں نے تالیف کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”اکثر مسلمان بھائی دیندار کما کرتے تھے کہ احوال تولد اور معجزات اور معراج اور وفات آنحضرتؐ زبان ہندی سلیس میں بیان ہوئے تو مسلمان کو حالات آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت ہونے سے ذوق و شوق دل میں پیدا ہوا اور بخوبی پیروی سنت رسول کی کیا کریں اور بدعتوں سے باز رہیں۔“ (۲۵)

چنانچہ اس میلاد نامے میں سمحوں، ہوئے، ہو جیو، ہووے وغیرہ زبان استعمال ہوئی ہے۔ بیانات مفصل اور طویل ہیں۔ معجزات کے واقعات حضورؐ کی ولادت سے وفات کے درمیانی عرصے پر محیط ہیں۔ روایات عام قسم کی بیان کی گئی ہیں۔ اس میں نسب نامہ آنحضرتؐ، نسب نامہ والدہ آنحضرتؐ، اسماء النبی کریمؐ، فضیلت رسالتؐ، ذکر ولادت نبی کریمؐ، ذکر شوق صدر، ذکر نفاست لباس و عادات، سفر آنحضرتؐ، ازواج آنحضرتؐ، ذکر اولاد امجاد، ذکر نزول وحی، ذکر ایمان حضرت عمرؓ، ذکر معراج النبیؐ، صفت براق آنحضرتؐ، ذکر معجزات آنحضرتؐ، ہجرت، غزوات، فضائل حضرت عائشہؓ، حجت الوداع اور ذکر وفات شریف کے عنوانات ہیں۔ مطبع قیومی کانیپور کے مطبوعہ نسخہ کے ۱۲۹ صفحات ہیں، سال تصنیف یا اشاعت درج نہیں ہے۔ اس کا دوسرا نسخہ ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے اور یہ مدراس سے ۱۳۱۷ھ میں چھپا۔ (۲۶) اس کا ایک اور نسخہ مطبع محمدی بمبئی سے ۱۳۶۷ھ / ۱۸۵۱ء میں چھپا۔ یہ نسخہ کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی میں موجود ہے۔

حافظ عزیز احمد

حافظ عزیز احمد کے وفات نامہ کا مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور میں زیر نمبر ۱۳۵۷-P.U.L. دیگر مخطوطات کے ساتھ ایک جلد میں ورق نمبر ۱۳ تا ۱۳۳ موجود ہے۔ اس کے کل ایات کی تعداد ۱۵۵ ہے۔ اپنے نام کے بارے میں شاعر نے درج ذیل اشعار میں صراحت کی ہے:

الہی تو رکھتا مجھسی باتمیز
دعا مانگی تجھ سے یہ حافظ عزیز
ہماری نبی ہیں شفیع الام
یہ وقت نامہ کیا ہی ختم
جو کوئی پڑی گا سنے گا مدام
اوسی آچھے دوزخ کی مطلق حرام

(۲۷)

آپ کی بیماری کی حقیقت، حضرت صدیق اکبرؓ کی امامت اور پھر نبی کریمؐ کی مسجد میں تشریف آوری کو درج ذیل اشعار میں بیان کیا گیا ہے:

کو یاران سے یہ حقیقت تمام
جو صدیق کوں اب کہو تم امام
اوا کر نماز ان آو مجھ کین
کو تم اذان جا کی مسجد نشین
بلاول نین مسجد میں آوی خبر
تمای حقیقت کسی سربر
ساری یا آ کر گلگی روئی
وی آنسون سین سب کھ گلگی دھوئے
جو صدیق روئے ہوئے بے قرار
اوشا کر نبی کوں لیا در کنار
ہوئی تپ کی جب نبی کی وہاں
چلی آئی مسجد میں وہ بے گمان

(۲۸)

حافظ عزیز کے وفات نامہ کا مخطوطہ کہیں اور نہیں ملتا۔ اس لحاظ سے اور قدامت کی وجہ سے اسے نادر و نایاب کہا جا سکتا ہے۔

قاسم مری

قاسم مری کے معروف ”مہری“ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے قاضی یوسف مرگھے سے دوستانہ مراسم تھے۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ ”بیاض قاسم“ کے نام سے ان کا شعری مجموعہ ہے، جس کا مخطوطہ کتب خانہ محمدیہ، بمبئی میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ ان کی یادگار تصنیف منظوم میلاد نامہ ”عروس المجالس“ ہے۔ اس میں بارہ مجالس ہیں۔ انہیں ربیع الاول کی پہلی تاریخ سے بارہ تاریخ تک پڑھا جاتا تھا۔ ان کا یہ میلاد نامہ اس قدر مقبول ہوا کہ آج بھی بمبئی کے کئی گھرانوں میں پڑھا جاتا ہے۔ (۲۹)

قاسم کی اس مثنوی میں اول حمد ہے، پھر نعت، اس کے بعد سبب تالیف بیان کیا گیا ہے کہ شعرہ سخن ہی یادگار زمانہ رہتا ہے۔ اس لئے ایک کتاب مولود النبیؐ لکھنے کا ارادہ کیا گیا۔ اس میں نبی کریمؐ کی ولادت سے وفات تک کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اس کی بارہ مجالس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلی مجلس میں ولادت مقدسہ کا بیان، دوسری مجلس میں آنحضرتؐ کے بچپن کے زمانے اور ایام طفولیت

کا ذکر ہے۔ یہ مجلس عمد شباب اور حضرت خدیجہ الکبریٰ کے نکاح پر ختم ہوتی ہے۔ تیسری مجلس میں بعثت اور نبوت کا تذکرہ ہے۔ چوتھی مجلس میں معراج کا بیان ہے۔ پانچویں مجلس میں ہجرت سے پہلے کا ذکر ہے۔ چھٹی مجلس میں ہجرت کا بیان ہے۔ ساتویں مجلس میں مدینہ کے واقعات اور جنگ بدر وغیرہ کا ذکر ہے مگر جنگ کے واقعات کو بڑے اختصار سے بیان کیا گیا ہے۔ آٹھویں مجلس میں جنگ احد اور جنگ خندق وغیرہ کو موضوع بنایا گیا ہے۔ نویں مجلس میں اس کے بعد کے واقعات، خیبر کی جنگ وغیرہ کا ذکر ہے۔ دسویں مجلس اس مخطوطہ میں نہیں ہے۔ گیارہویں مجلس میں فتح مکہ کا ذکر ہے۔ بارہویں مجلس میں آنحضرتؐ کی رحلت کا ذکر ہے۔

عروس المجالس کا ایک مخطوطہ نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہے۔ اس کے کل ۱۸۸۔ اوراق ہیں اور ہر ورق پر پندرہ سطور ہیں۔ اس کا متن سیاہ اور عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ اس کا کافہ دبیر آسمانی رنگ کا ہے اور چمڑے کی جلد عمدہ اور خوبصورت ہے۔ معمولی آب رسیدہ و کرم خوردہ ہے۔ آخری آٹھ اوراق کی چٹ بندی اور حوضہ بندی کی گئی ہے۔ تحریر خط نسخ میں ہے۔ کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۳۰۹ھ، ۱۹۹۳ء ہے۔ سنہ کتابت اوائل تیرہویں صدی ہجری کا معلوم ہوتا ہے۔ اس کے اشعار کی تعداد پانچ ہزار چھ سو ستائیس ہے۔ قاسم نے یہ مثنوی پندرہ دن میں مکمل کر لی تھی۔ اس سے شاعر کی پرگوئی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے:

کیا آواز تھا ماہِ محرم
گئے تھے روز پندرہ کچھ نہیں کم
(۳۰)

شاعر کا تعلق شیخو سلطان کے دربار سے تھا۔ اس نے متعدد اشعار میں سلطان کو درازنی عمر کی دعا دی ہے۔ عروس المجالس کئی مرتبہ زیور طباعت سے آراستہ ہوئی ہے (۳۱) لیکن اس کا کوئی مطبوعہ نسخہ مجھے نہیں مل سکا۔ میرے مد نظر نیشنل میوزیم، کراچی کا مخطوطہ رہا ہے۔ اس میلاد نامہ کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

شروع نامہ کروں نام خدا سوں
اپھوں ممتاز تا حنج ہدا سوں
سراؤں کیا اسے جن یک سخن سوں
کیا پیدا دو عالم امر کن سوں
زمن اور آسمان کے سب طبق نور
اٹھایا اپنی صفت کا سبھی شور
دیا جنیش فلک کوں رات اور دن
زمن کوں کر دکھا سندن سوں ساکن

(۳۲)

مجلس اول کی ابتداء درج ذیل اشعار سے ہوتی ہے:

بچپن کھولوں یہاں درج دھن سوں
 در افشانی کروں رتلیں سخن سوں
 فصاحت کا قلم اب ہات لیکر
 کھوں میں مجلس اول سراسر
 کہ ہے مولود کا جس میں بیاں سب
 شرف پایا ہے اس سوں انس و جاں سب
 ولادت شاہ ختم المرسلین کا
 رسول الحق شفیع المذنبین کا
 کموں اول سو تا وقت ولادت
 سخن ہاریوں کو بھی اس میں سعادت
 جو راوی معتبر سوں ہے روایت
 کموں سب اس روایت کا حکایت

(۳۳)

اس کی مجلس چہارم بیان معراج پر مشتمل ہے۔ معراج کے سلسلہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریمؐ کے پاس تشریف لاتے ہیں اور نبی کریمؐ کے حضور جو گزارش کرتے ہیں، اس کا بیان ملاحظہ ہو:

کما بھیجا ہے مجھ رب السموات
 سو ساری کھول کر تم سوں کموں بات
 سلام اور امن کا تحفہ دیا ہے
 بچپن پیغام تم کوں یوں کیا ہے
 مجھے بھیجا ہے تا تم کوں لے جاؤں
 فلک اور عرش کرسی سب دکھاؤں
 لہجاؤں وہاں تجھے جو کوئی گیا نہیں
 خیر جس تمہار کی کسی نے دیا نہیں
 اٹھو بھی آجکی بس رات میمون
 سعادت ہے یو شب میں روز افزوں
 منور اور روشن سوں ہے یو رات
 خزاں یانی چلنا میرے ساتھ

(۳۴)

قاسم نے عروس المجالس میں جگہ جگہ اپنی والہانہ عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے اور آپ کے فضائل و کمالات کے بیان میں پرکیرف نمونے پیش کئے ہیں۔ اس میں الفاظ کے انتخاب، مصرعوں کی برہنہنگی اور زبان کی صفائی نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس کا آہنگ ایسا ہے کہ اس کے اشعار کو میلاد کی تقریبات میں پڑھا جا سکتا ہے اور انہیں بہ آسانی یاد بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کی تصنیف بھی مجلسی ضروریات کے تحت ہوئی۔

قاسم کی منظومات میں دکنی زبان کا عنصر غالب ہے۔ دراصل اس کی غالب وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں مذہبی مثنویاں عوام میں مذہب کی تبلیغ کے نقطہ نظر سے اس زبان میں لکھی جاتی تھیں جو عامۃ الناس بول چال کے لئے استعمال کرتے تھے۔ قاسم کی مثنوی میں خیالات کی بندش اور موزونیت کی وجہ سے دکنی زبان لب و لہجہ کے لحاظ سے اپنی ارتقائی صورت میں نظر آتی ہے۔

قاسم کا معراج نامہ منظوم ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء میں مطبع حیدری، بمبئی سے چھپا۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ اس میں حمد و نعت، تعریف عرب، تعریف مسجد اور مدح حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیاء کے بعد توصیف شب معراج، توصیف براق، عمد خواستن براق، واقعہ اول تابست و اول، سیر حضرت یوسف، سیر حضرت داؤد و سلیمان، تمام آسمانوں کا حال، مقام جبرئیل، چشمہ سلیمان، درخت ہائے طازان اور خیام و قصور بہشت وغیرہ کے عنوانات نثر میں ہیں۔ اس کی ضخامت ۲۲ صفحات ہے۔ شاعر غریب کریم کی معراج سے واپسی کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

قصہ کوتاہ وہ امام انبیاء
پھر جناب قدس سے رخصت ہوا
عود کر کر عرش تک پہنچا شتاب
واں ملائکہ اس نے دیکھے بے حساب
دیکھ انہیں بولے امام المرسلین
یہ فرشتے کون ہیں روح الامیں
کی گزارش اس نے کہ اے شاہ جہان
ہے خطاب ان کا یہاں کرو بیان
چھوڑ رستہ میں مقام جبرئیل
رواق سدرہ ہوا بے قال و قمل
میں ہزار اس کو ملے اس جا نبی
تہنیت گویان بعد لطف و خوشی
اور فرشتے بھی ملے ستر ہزار
مرحبا گویا ہزار عز و وقار
پھر لگا ملے کرنے وہ آگاہ حق

ایک ایک ان آسمانوں کے طبق

(۳۵)

میلاد ناموں کا سرمایہ فنی محاسن سے زیادہ تبلیغی اور مقصدی نوعیت کا حامل ہے۔ معراج ناموں اور میلاد ناموں میں معراج النبی کے اعجاز کو سیدھے سادے انداز میں نظم و نثر میں بیان کیا گیا ہے۔ ان سے ہزاروں عوام علوم دینی سے بہرہ ور ہوئے۔ ان کی اخلاقی تربیت ہوئی اور نبی کریم کے واقعہ معراج سے پوری طرح روشناس ہوئے۔

کبیر خان افغان

کبیر خان افغان کے وفات نامہ کا مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ کبیر خان نے اپنا وطن سوان اور عماد عالم شاہ غازی بیان کیا ہے۔ اس کا کاتب شیخ خلیفہ عظمت اللہ ساکن پٹیالہ ہے۔ اس کے عنوانات منظوم ہیں اور سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ اس کے ابیات کی کل تعداد قریباً ۷۰۰ بنتی ہے۔ شاعر نے اپنے نام کا اظہار کچھ اس طرح کیا ہے:

نام	کبیرا	جاٹ	پٹھانا
برہمی	کبیر	مانہ	بکھانا

(۳۶)

اختصاصی ابیات ملاحظہ ہوں:

جو	دیکھا	آپ	تب	جبرئیل
آسیو	لی	پانی	کو	کوثر
نھواویں		ہاتھ	کے	آبا بکر
وین	پھرا	کفن	علی	آویں
پڑھے		نماز	انبیا	آسی
کھری	دی	رو	فاطمہ	دیکھ
دھری	یا	حجرین	کے	عائشہ
پھری	کے	بکت	نمین	انسوا
رونی	وین	نمین	کے	برہمی
ہوئی	رہے	گئے	پتھر	پتھر
			پاری	پتھر

(۳۷)

امام بخش عاصی

امام بخش عاصی کے ”عجزہ رسول مقبول“ کا مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔

مخطوط کسی اور جگہ نہیں ہے، اس لحاظ سے اسے نوادرات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اس کے ابیات کی تعداد قریباً ڈھائی سو ہے۔

اس کا پہلا شعر درج ذیل ہے:

اول تعریف سو ہے مصطفیٰ کون
کہ جس کی شان میں پایا خدا کون
(۳۸)

انتخابی اشعار ملاحظہ ہوں:

یہ ہے مانگو دعا وقت حضوری
قیامت کو مراد ہو میری پوری

گنگاروں میں کامل گنگار
نبی مجھ کوں اوتاروگی تمہیں پار

یہ بی چاہتا امام بخش عاصی
قیامت کو ہو جا مری خلاصی

(۳۹)

مخطوطہ کرم خوردہ ہے۔ سرخ پتیل سے اوراق کے نمبر بعد میں لگائے گئے ہیں۔ اس میں نبی کریمؐ کے معجزات بیان کئے گئے ہیں۔

مکرم علی

میاں مکرم علی کے وفات نامہ کا مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ یہ قریباً ۲۰۰۰ ابیات پر مشتمل ہے۔ بارہ ماہ صفر ۱۲۵۸ھ، ۱۸۴۲ء کا مکتوبہ ہے۔ کاتب کا نام محمد مسلم ہے۔ زبان بہت قدیمی ہے۔ نمونہ کے طور پر چند شعر درج ذیل ہیں:

خدا کا حکم یوں ہوا مجھ اوپر
میرا دین کامل کیا تم اوپر

کری آج نعت یہ تم پر تمام
رہو راضی اسلام سے خاص و عام

سنو تم اجل آئیں میری قریب
ختم ہوئی عمر جو لکھی تھی نصیب

کوئی نہ بچا موت کے ہاتھ سے
کہ غافل نہ ہو تم ایسے بات سے

مجھے اس سفرِ حج جانا پڑا
وہ کیونگر رہے جس کو ہونا تھا
(۳۰)

مولوی منصور علی

مولوی منصور علی نے "ذکر میلاد شریف" کے نام سے میلاد نامہ لکھا۔ اس کا ایک مخطوطہ رضا لاہوری، رامپور میں موجود ہے۔ یہ مخطوطہ معمولی خط نستعلیق میں لکھا ہوا ہے۔ کافہہ بانس کا دستی ہے۔ اوراق کرم خوردہ اور پیوند کار ہیں۔ نثر کے ۵۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ زبان کہیں کہیں دکنی محاورے کے مطابق بھی معلوم ہوتی ہے۔ اس کا آغاز درج ذیل عبارت سے ہوتا ہے:

"بعد توحید حضرت الوجود اور تصدیق عالم موجود احسن اعمال و اکمل افعال کہ جس کا نتیجہ ہدایت منزل مقصود اور شہرہ حصول سعادت ممدود ہووے، تحیات متوالیہ تار کرتا ہے بر روح پر فتوح جناب مستطاب۔" (۳۱)

منشی محمد عبدالرحمن

منشی محمد عبدالرحمن المتخلص بہ عبد دھام پوری کا میلاد نامہ "تختہ جنت الموسوم بہ ذکر ہشتی" علی گڑھ برقی پریس کا مطبوعہ ہے۔ سال تصنیف و طباعت کا اس میں کہیں اندراج نہیں ہے۔ میلاد نامہ چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ کافہہ نہایت بوسیدہ و خراب ہے۔ عبارت کو پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولف نے متغنی و مسجع عبارت آرائی کو زیادہ پسند کیا ہے۔ اس میں جا بجا میلادیہ منظومات ہیں۔ محض روایات کا سارا لے کر میلاد نامے کو پورا کیا گیا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"مکیان دلدوز و ناقلان جگر اندوز اس طرح روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت کی وفات کے بعد ایک سوداگر امیر کبیر مستغنی الحال رہا کرتا تھا اور اسباب تجارت بے اختیار رکھتا تھا۔" (۳۲)

عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ میلاد نامہ بھی فورٹ ولیم کالج کے عمومی انداز میں تصنیف کیا گیا ہے۔

محمد غوث

محمد غوث کے والد کا نام محی الدین خان تھا اور وہ سرولی کا رہنے والا تھا۔ اس کا منظوم میلاد نامہ ۲۴۴- اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہے۔ یہ ۱۲۲۷ھ / ۱۸۱۱ء کی تصنیف ہے۔ متن سیاہ اور عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ کافہہ دبیز نیالا اور اس کی جلد چرمی ہے۔ مخطوطہ کرم خوردہ ہے۔ متعدد اوراق پر حوضہ ہندی و چٹ ہندی کی گئی ہے۔ اس کے اشعار کی تعداد قریباً تین ہزار ہے۔ مشوی کے سنہ تصنیف کے بارے میں مصنف نے خود صراحت کی ہے:

ہوتی مجھ سے یہ مشنوی سب تمام
 رکھا میں نے تالیف غوث اس کا نام
 سنہ ہجرت ان مہ پاکمال
 تھی بارہ سو اور بیس اور سات سال
 (۳۳) (۱۲۲۷ھ)

مثنوی کو تین ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور ان کے مضامین کی بھی وضاحت درج ذیل اشعار سے
 ہوتی ہے:

یہی اس کے ناظم نے رکھا حساب
 لکھا خاتمہ ایک اور تین باب
 جو ہے باب اول تو اس میں رقم
 سب احوال آنحضرتؐ پاکرم
 زمانہ ولادت سے ہے تا وفات
 مگر ظاہری حال و ظاہر صفات
 ہے باب دوم اور حالات میں
 فضائل میں ہے اور کمالات میں
 ہے باب سوم ذکر اولاد میں
 اور ازواج و اعمام اعیان میں
 (۳۳)

نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کے دن 'تاریخ اور ماہ و سال کے بارے میں چند اشعار ملاحظہ ہوں:
 جو ہیں خاص حق ختم پیغمبراں

حبیب خدا سید دو جہاں
 صحیح اور ثابت ہے اے دین فردوز
 ولادت ہے ان کی دو شنبہ کے روز
 وہ تاریخ فرخ سعادت قرین
 ربیعِ عظیمین کے تھی بارہویں
 دوم اور ہشتم بھی اس ماہ کے
 کہیں بعضی اعلام دین نے لکھی
 یہی ثابت ہوا ہے بلا قال و قیل
 کہ اس سال کا نام تھا عام فیل
 جو مکہ میں ہے مولد مصطفیٰ

وہ مشہور ہے اب تک جا بجا
جو آیات ہیں واللہ شہر
کرامات مولود مسعود پر

کہاں تک کرے کوئی ان کو رقم
ہی ترقیم سے اون کی قاصر قلم
دو شنبہ کے روز اور بوقت سحر
جو وہ مہر آیاں ہوا جلوہ گر

تو یہ نور افشائیاں اس نے کیں
کہ بریاد کی ظلمت کفر و کیں
وہ نور قدیم و ظہور اخیر
وہ مہر منور وہ ماہ منیر

جب ہی بلطن مادر سے پیدا ہوا
تو فی الفور خالق کو سجدہ کیا
کی سجدہ میں امت کے حق میں دعا
قبول اوس دعا کو خدا نے کیا

(۳۵)

معراج النبیؐ کے اعجاز کو جس خوبصورت پیرائے میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، اس بیان میں شاعر
نے فنی مہارت سے مروج و مقبول روایات کو بھی قلمبند کیا ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

عجب دن ہے اس دن کی کیا بات ہے
کہ محبوب کی وصل کے رات ہے

اب آیا ہے وہ وقت فرخ قریب
کہ عاشق کو حاصل ہو وصل حبیب

سر راہ عرش اور کرسی تک
ہے جاروب کش کشکشاں فلک

مکان لامکاں کی تیاری ہے آج
کہ ختم الرسل کی سواری ہے آج

ہیں مصروف تزئین عدن و فلک
قصور اور غلمان اور حور و ملک

غلامی کو تیار ہے خلق سب
کہ آتا ہے مطلوب خلاق اب

پہنچتا ہے آج آدمی زاو واں
 کسی نے گذارا نہ پلا جہاں
 مقرب ملک اور مرسل نبی
 نہ جا سکتے ہیں اوس مکاں تک کبھی
 ہے خالی مکاں یار و اغیار سے
 کہ غلوت ہو سردار اختیار سے
 نہ دو شبہ خاطر کو ایک اس میں راہ
 فاوجی الی عبده ہے گواہ
 تھی معراج بیداری میں باجد
 اسی واسطے مشرکین پر حسد
 ہوئے منکر اس کے اور انکار کر
 ہوئے داخل کفر اہل ستر
 (۳۶)

آپ کی وفات مبارکہ کی تاریخ ۱۲- ربیع الاول بیان کی ہے اور اس کے ساتھ ہی نماز قضا نہ کرنے کی تلقین کی ہے:

ربیع نخستین کی جب بارویں
 ہوئے تب وہ سلطان دنیا و دین
 دو شعبہ کے دن بعد وقت سحر
 ہوئے جنت العدن میں جلوہ گر
 چمن زار دنیا کو دے کر قرآن
 کیا جا کے سرسبز باغ جنان
 مرض موت کی میں وصیت مدام
 یہی تھی نبی کی تطیہ السلام
 کہ ہرگز قضا کیجو مت نماز
 کرے گی قیامت کو یہ سرفراز
 (۳۷)

محمد غوث کی علمی و فکری ہنرمندی، ان کے زور بیان، فنی چمکتی اور قادر الکلامی کا ثبوت ہے۔ زور بلاغت کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں شاعر کے داخلی احساسات کی جھلکیاں بھی ملتی ہیں۔

نواب علی محمد خاں فاروقی (م ۱۸۳۶ء)

مولوی نواب علی محمد خاں فاروقی ابن رحیم الدین خاں، مراد آباد کے عمائد و روساء میں سے تھے۔

انہوں نے علمائے مراد آباد، رامپور اور دہلی سے علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ شعر و ادب کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ انہوں نے تصنیف و تالیف کے سلسلہ میں اردو زبان کو ذریعہ اظہار بنایا۔ ان کا خاندان مراد آباد میں ریاست و امارت اور علم و فضل کے اعتبار سے ہر دور میں خاصا ممتاز رہا ہے۔ مولوی علی محمد کا انتقال ۳۰ محرم ۱۲۳۳ھ (۱۸۳۶ء) کو مراد آباد میں ہوا۔

نواب علی محمد خان کے استاد اور اپنے زمانے کے نامور عالم دین حاجی رفیع الدین قادری زبان میں مولانا شریف لکھ چکے تھے۔ نواب علی محمد خان نے اردو زبان میں مولود شریف لکھا۔ اس مولود شریف کو ۱۲۳۳ھ (۱۸۲۸ء) میں محمد فضل امام نے مراد آباد میں کتابت کیا اور ان کا مکتوبہ نسخہ رضا لائبریری رامپور میں محفوظ موجود ہے۔ نمونہ عبارت کے لئے درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

”وقت تولد آنجناب‘ عجائب و غرائب‘ معجزات ظاہر ہوئے تاکہ اہل دنیا اون کو دلائل صدق نبوت جانیں اور جناب الہی میں عالی شان اور بلند مرتبگی اوس تخت نشین عصر رسالت کی پہچانیں۔ پھر محافظت آسمان زیادہ کی گئی اور اجنبی و شیاطین کہ پیش از تولد شریف اخبار عالم غیب زبان فرشتوں سے بالائے آسمان سن کر گوش گذار کا ہنہن عرب کرتے تھے‘ صعود فلکی سے ممنوع اور حدت آتھیں سے جسے شہاب ثاقب کہتے ہیں‘ راندہ ہوئے۔ جس پر ضرب حقہ ناری کامل پہنچی‘ جل گیا‘ والا صحرا و دشت میں گر کر وہ نوردان وادی مسافرت کو گمراہ کرنے لگا۔ غول بیابانی اشارت اوس سے نیم سوختہ نار عذاب کی طرف ہے۔ اور کواکب چرخ بریں اس قدر قریب آئے لگے کہ تمام زمین حرم روشن ہو گئی بلکہ دیکھنے والوں کو گمان ہوا کہ زمین پر گر پڑیں گے اور ایسا نور جسم مبارک سے ظاہر ہوا کہ اوس کی روشنی میں تمام عمارات روم و شام نظر آنے لگیں‘ شہزادان میں کوشک نوشیرواں شق ہو گیا اور اوس سے چودہ کتکے سمار ہوئے۔ آتش بت خانہ ہائے فارس ہزار سال سے روشن اور مجبور اہل فارس تھی بجھ گئی۔“ (۳۸)

ذکورہ بالا اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میلاد ثانی کی زبان و بیان میں فارسی و عربی لغات و تراکیب کا غلبہ ہے اور بعض جگہ فسانہ عجائب کا سا انداز پیدا ہو گیا ہے۔ علی محمد خاں نثر کے ساتھ نظم پر بھی قدرت رکھتے تھے اور علی تخلص کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے ”مولود شریف“ کے شروع میں ۳۵۔ اشعار کا قصیدہ نعتیہ اس امر کا شاہد ہے:

ہو سکے بندے سے کیوں کر نعت اوس شہ کی بیاں

جس کی ذات پاک ہو ممدوح خلاق جہاں

(۳۹)

ان کے مولود شریف کا خطی نسخہ ۵۲۔ اور اراق پر مشتمل ہے۔ خط عمدہ نستعلیق، کالی اور سرخ روشنائی

سے دستی کٹھن پر لکھا گیا ہے۔

مصنف نے روایات کے بیان کے سلسلہ میں اپنا ماخذ عربی کی مستند کتب سیرت اور احادیث کو بنایا ہے۔ اسی وجہ سے عربی، فارسی کی تراکیب اور مشکل و دقیق الفاظ کے استعمال کی بھرمار ہے۔

عبدالمجید قادری (م ۱۸۳۶ء)

مولوی عبدالمجید قادری ابن شیخ عبدالحمید عثمانی ۲۹۔ رمضان ۱۷۷۷ھ / (۱۷۶۳ء) کو بدایوں میں پیدا ہوئے۔ ظہور اللہ تاریخی نام ہے۔ علوم متد اولہ کی تعلیم مولوی محمد علی عثمانی بدایونی اور مولوی ذوالفقار علی ساکن دیوبہ (تمیزد ملا نظام الدین فرنگی علی) سے حاصل کی۔ ۱۲۰۵ھ / ۱۷۹۰ء میں آل احمد عرف اچھے میاں مارہروی سے بیعت کی بعد ازاں اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ بدایوں میں سجادہ قائم کیا۔ فارسی اور اردو میں کئی کتابیں تصنیف کیں۔ ”مخاض انوار فی احوال سید الابرار“ کے نام سے ۱۸۱۵ء میں اپنے پیر و مرشد کی فرمائش پر میلاد نامہ لکھا۔ ۷۔ محرم ۱۲۴۳ھ / ۱۸۳۶ء کو انتقال ہوا۔ (۵۰)

مولوی عبدالمجید قادری بدایوں کے عثمانی خاندان کے پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اردو زبان میں تصنیف و تالیف کا آغاز کیا اور تبلیغ کے فرائض انجام دیئے۔ نجات المؤمنین (رسالہ مسائل ہندی) ہدایت الاسلام اور مخاض انوار فی احوال سید الابرار“ تین کتابیں اردو میں لکھی ہیں۔

میلاد نامہ ”مخاض انوار فی احوال سید الابرار“ کو مندرجہ ذیل بارہ محفلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

محفل اول: در ذکر پیدائش نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

محفل دوم: در ذکر ولادت باسعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

محفل سوم: در ذکر شروان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

محفل چہارم: در ذکر بشارت نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

محفل پنجم: در ذکر شروع وحی و ظہور دعوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و بیان ایسے کفار ناہنجار۔

محفل ششم: در بیان معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

محفل ہفتم: در ذکر ہجرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از مکہ مکرمہ مدینہ منورہ و واقعات آن۔

محفل ہشتم: در ذکر وقائع سال دوم ہجرت تا سال دہم اجملاً و ذکر بعضے غزوات باندک تفصیل۔

محفل نہم: در ذکر بعض معجزات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

محفل دہم: در ذکر خصائص و فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

محفل یازدہم: در ذکر فضیلت و درود شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

محفل دوازدہم: در ذکر وفات شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۵۱)

اس میلاد نامہ کا آغاز درج ذیل حمد باری تعالیٰ سے کیا گیا ہے:

”جو اہر حمد بے شمار اور لالی ٹا و پاس بے قیاس شمار اس پروردگار غفار کے کہ بساط محیط زمین فراخ کو فراش قدرت ان کے نے بچھایا اور میدان اس گلزار عالم

اسرار یعنی فلک دوار میں ہزار برگ اور شاخ انوار کے مندس مشیت اوس کے نے لگئے اور سو ہزار ستارے روشن مانند گل سرخ کے، ہر پتی اور ڈالی اوس گلستان انخضر سے موس حکمت اوس کے نے لٹکائے۔ ماہ با جاہ صحرائے آسمان میں خیمہ نور و خرگاہ سرور بموجب فرمان واجب الازعان اوس کے استادہ کرتا ہے، اور عطارد مانند عطار کے عطر حکمت اور بخور نعت آسمان کی دوکان میں اس کی تلقین سے ملاتا ہے، زہرہ کہ جمال میں شمرہ ہے اور بسات خوشی کے ظہور اشتیاق پر وہ عشاق میں بجاتا ہے اور گل سرخ رخسار خورشید انور کا کہ ہر صبح سبب چلنے نسیم سحری کے مانند ورو ناز پرور و آفتاب چکر اس گلزار خضر و طارم زردی منظر پر شکفتہ ہوتا ہے اور الماس نور سے کارگاہ ظہور میں جواہر روش امدان بھر کو ساتھ تصرف نظر کے پڑتا ہے، اقتباس انوار جہوت حضرت پروردگار پر کمال کے کرتا ہے۔" (۵۲)

عبدالحمید قادری نے ۱۳۳۱ھ میں اپنے پیر و مرشد سید آل احمد کے کہنے پر یہ میلاد نامہ تالیف کیا۔ اس سبب تالیف کے بارے میں فاضل مصنف رقم طراز ہیں:

"پیر و مرشد نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کچھ احوال سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان ہندی میں بیان کرے، خاص و عام، مرد و زن، عالم و جاہل سب فیضیاب ہوویں، اس عاجز نے باوجودیکہ عربی فارسی ہندی میں کچھ استعداد نہ رکھتا، اس سے کہ شاید خوشی دل فیض منزل مرشد کامل کی ہووے، اور اس سبب سے نجات دارین حاصل ہووے، قصد کیا۔ ہر چند دل منع کرتا تھا کہ تجھ کو لیاقت ہے کہ ایسا امر عظیم اختیار کرتا ہے لیکن موافق قصد پیر زال کے تھوڑا سا سوت لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں شامل ہوتی تھی، خواہ ناخواہ اقدام کیا۔ اور تھوڑا تھوڑا احوال برکت اولیٰ محبوب ذوالجلال کا ابتدائے پیدائش نور، وقت وصال شریف تک مدارج النبوة و معارج النبوة وغیرہ کتابوں فارسی سے ہندی میں ترجمہ کیا۔" (۵۳)

مولف نے مقدمے کے اختتام پر لکھا ہے:

"اگر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے طفیل سے اس گنہگار کو اس سبب سے کہ ذکر اوس کے حبیب کا کرتا ہے، نعت ایمان کا عطا کرے اور گروہ مداحین جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں دن قیامت کے اٹھاوے، اوس کے کرم سے یہ کچھ عجب نہیں۔ امید پڑھنے والوں اور دیکھنے والوں اس کتاب سے یہ ہے کہ اس گنہگار کے حق میں دعائے مغفرت فرماویں اور اوس کے سراسر نقصان پر کہ خود معترف تصور ہے، زبان اعتراض نہ کھولیں۔" (۵۴)

مخالف انوار فی احوال سید الابرار، میلاد نامہ طبع نہیں ہوا۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ مدرسہ قادریہ بدایوں میں موجود و محفوظ ہے اور چھوٹے سائز کے ۳۶۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ ۱۳، ۱۳ سطروں

پر مشتمل ہے۔ اس کا دوسرا نسخہ ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد کی طرف سے مرتبہ کتابیات کے مرتب کے سامنے رہا ہے۔ (۵۵) اس کا تیسرا نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ مولوی عبدالحمید قادری کا میلاد نامہ ۱۹۰۲ء کی تالیف ہے۔ اس کا مقدمہ، مکتب اور مرصع عبارت میں لکھا گیا ہے۔ اصل کتاب میں خاصی روانی و سلاست ہے اور کافی بیانیگی و عبارت آرائی نہیں کی گئی۔ کتاب میں اکثر آیات و احادیث بھی نقل کی گئی ہیں اور جا بجا فارسی کے اشعار بھی ملتے ہیں جن میں اکثر مصنف کے اپنے اشعار ہیں۔ مولف نے اس میلاد نامے کے ماخذ میں معارج النبوة اور مدارج النبوة کا نام لیا ہے لیکن ان دونوں کتابوں کے علاوہ دیگر کتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

معصوم علی بیدار

معصوم علی نام بیدار تخلص تھا۔ محبوب اللہ شاہ کے مرید تھے۔ ان کے تفصیلی حالات معلوم نہیں ہوئے۔ انہوں نے اپنے دوست سید مرزا خان کی فرمائش پر مشوی ”سرمایہ نجات“ ۱۳۳۳ھ، ۱۹۱۷ء میں لکھی۔ اس کی ابتدا میں تین صفحات کا نثر میں دیا ہے، اس کے بعد نفس مضمون نظم میں ہے۔ نثر کا نمونہ درج ذیل اقتباس سے ملاحظہ فرمائیں:

”مہ بے حد اوس قادر احد کو اور شکر بے عدد اوس صانع صمد کو کہ جب بحر
عشق اور دریائے شوق اوس بیچون و بی چگون اور بے شہ و بے تمون کا واسطے ظاہر
کرنے قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ اپنے جوش مارا تب اوس نے اپنے نور سے محمد علیہ
السلام کو پیدا کیا۔“ (۵۶)

سرمایہ نجات کے نفس مضمون کا آغاز اس بیت سے ہوتا ہے:

شکر اوس خالق خلائق کو
مجھے بخشا ہے روح ناطق جو
(۵۷)

اس کتاب کو کئی ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کے معجزات اور حضرت علیؑ کی کرامات نظم کی گئی ہیں۔ بیدار نے اپنا ماخذ جامیؒ کی کتاب شواہد النبوة بیان کیا ہے۔ اور اسے اردو میں ترجمہ کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے ہر ایک باب کو تسمیہ اور حمد کے ساتھ شروع کیا گیا ہے۔ تاریخ تعریف کے بارے میں اس بیت سے وضاحت ہوتی ہے:

تاریخ جو پوچھا عقل سے اپنی اوس نے کہی ہے جان تو پشنگ بارہ سو تینتیسواں سال (۵۸) تمام مضامین کو
مشوی کے قالب میں بیان کیا ہے مگر آخر میں ایک بیان مخمس میں ہے۔

یکی عرض میری یا شاہ سن لو
مفضل سے مجھ پر نگہ بھر کے دیکھو

کو دور غفلت سے بیدار رکھو
مجھے حشر میں جام کوثر کا بھر دو
تمہارا ہے بیگا یہ بیدار کتر
(۵۹)

بیدار کی مثنوی اپنی خوبیوں کی وجہ سے اپنا ایک خاص تاثر رکھتی ہے۔ اور ان کی شاعرانہ فنی مہارت ہمیں بہت متاثر کرتی ہے۔

شاہ رفیع الدین دہلوی (م ۱۸۸۸ء)

شاہ رفیع الدین دہلوی کا میلاد نامہ ۱۷۵۷ء صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میلاد نامہ کا ایک مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ اس میلاد نامہ کو ابتداء میں نہایت دیدہ زیب خط نستعلیق میں شروع کیا گیا تھا لیکن یہ انداز آگے چل کر قائم نہ رہ سکا۔ صفحات میں سطروں کی تعداد بھی کھنتی چلی گئی اور خط میں بھی روانی کا اضافہ ہوتا گیا اور اتنا یہ ہے کہ آخری صفحات میں ۱۹ء میں سے صرف گیارہ سطرس رہ گئیں اور تحریر شکستہ بن گئی۔

اس میلاد نامہ میں جا بجا مثنوی نما نظمیں بھی ہیں اور میلاد نامہ کی تمہید میں جرات کی ایک نعتیہ غزل ہے جس کا مطلع درج ذیل ہے :

محمد ہے نبی ممدوح ذات کبریائی کا
کے بندہ گر اس کی مدح، دعا ہے خدائی کا
(۶۰)

میلاد نامہ کا آغاز ملاحظہ فرمائیے :

”محمد وافر خدائے راکہ یا قوت قوت ناطقہ بے بہادر عقد ثنائے اور بے بہا است
و نعت متاثرہ سرورے راکہ خطبہ لولاک لما خلقت الافلاک حرفے از کتاب کرامت
اوست، حمد اور شکر اوس ذات واجب الوجود کے لائق ہے کہ جس نے سب سے پہلے
نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور احدیت سے ہویدا کیا۔“ (۶۱)

زبان و بیان کے اعتبار سے وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ مخطوطہ شاہ رفیع الدین دہلوی کے میلاد نامہ کا ہے۔ اس سے مولوی رفیع الدین قدہاری کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

ان کا ایک قصیدہ عربی زبان میں معراج کے بارے میں ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کے خصائل و فضائل اور معراج کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۶۲)

میر قدرت اللہ خاں قاسم (م ۱۸۳۰ء)

میر قدرت اللہ خاں حکیم اور شاعر تھے۔ انہوں نے معراج نامہ الموسوم بہ ”زبدۃ الاخبار“ ۱۳۰۳ھ میں

قاسم کا سال وفات ۱۲۳۶ھ / ۱۸۳۰ء ہے۔ حافظ محمود شیرانی کے خیال کے مطابق وفات کے وقت قاسم کی عمر تقریباً اسی برس تھی۔ (۶۳)

زبدۃ الاخبار کے تین مخطوطات نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہیں۔ ایک مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں شیخ حفیظ اللہ امام مسجد فرید آباد کا ۱۳۵۸ھ کا لکھا ہوا موجود ہے۔ (۶۳) اس کا ایک اور مخطوطہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو، کراچی میں موجود ہے۔ یہ نسخہ مولوی عبدالحق کو اپنے وطن ہاپوڑ سے ملا تھا۔ یہ نسخہ اچھی حالت میں ہے۔ کانڈ دہیز اور نیلا ہے۔ متن ورق الف ب سے شروع ہوتا ہے۔ ورق الف پر مثنوی کا نام لکھنے کے لئے سرخ روشنائی سے لکیریں کھینچ کر جگہ مخصوص کی گئی ہے لیکن لکھا کچھ نہیں گیا۔ اسی ورق کے ایک کونے پر یہ تحریر ملتی ہے:

”نمبر ۱۲۳ کتاب معراج نامہ نظم اردو قلمی۔ مظفر علی ہاپوڑی۔“ اس سے پتا چلتا ہے کہ مظفر علی مولوی عبدالحق کے عزیزوں میں سے تھے کیونکہ ان کے اکثر نضیالی رشتہ داروں کے نام نیاز علی، امراؤ علی اور امتیاز علی جیسے ہیں۔

اس مخطوطہ کے چند اوراق کے حاشیوں پر سرخ، نیلے اور پہلے رنگوں کی نیلیں ہیں اور آرائشی نقش و نگار ملتے ہیں۔ مخطوطے کے نصف اول میں سرخ اور نیلی جدولیں ہیں۔ آٹھ سائے لکھے ہوئے مصرعوں کے درمیان اوپر سے نیچے کی طرف سرخ لکیریں ہیں۔ عنوانات کے اطراف میں بھی سرخ لکیریں ہیں۔ اس قسم کا اہتمام نسخے کے نصف اول تک ملتا ہے۔ بعد کے اوراق میں جدولیں اور عنوانات وغیرہ نہیں ہیں۔ عنوانات کے لئے جگہیں سادہ رکھی گئی ہیں۔ مطالب مثنوی سے متعلق آیات حواشی پر درج کی گئی ہیں۔

اسے معراج نامہ قاسم کے عنوان سے ۱۳۸۱ھ / ۱۸۶۳ء میں مطبع ہاشمی میرٹھ نے شائع کیا۔ یہ مطبوعہ ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

معراج نامے کا آغاز درج ذیل آیت و حمد باری تعالیٰ سے کیا گیا ہے:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبحن الذی اسرئى بعبده لیلًا“ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی برآکنا حولہ“ لئری من ایقانہ
بواسع البصر:

کتاب اور سنت کا اقتدا

لکھی میں نے پہلے یہ حمد خدا

حمد ہے سب موجد افلاک کو

اوج بخش صاحب لولاک کو

پاک ہے وہ خالق جن و ملک

نور سے اوس کے منور ہے فلک

پاک ہے وہ بادشاہ بے زوال

تو نے احمد کو کیا والا کمال

پاک ہے وہ قادر رب الجلیل

ہے محمد اوس کی قدرت کی دلیل

(۶۵)

اس مثنوی کے اشعار کی تعداد قریباً تین ہزار دو سو ساٹھ بنتی ہے۔ تاریخ تصنیف، تعداد ابیات اور کتاب کے اسم تاریخی کے متعلق اشعار ذیل میں ذکر موجود ہے:

میں نے بیٹوں کا کیا اوس کے شمار

پائیاں بتیں سو اور ساٹھ یار

پھر طبیعت نے کہا اے نیک خو

نام اس کا زبدا الاخبار ہو

اور وہ دن تھا روز عیدالمومنین

وقت تھا وقت حج اے صاحب یقین

آخر ایام تشریق اے جوان

ماہ ذی الحجہ سے وہ دن تھا عیاں

سال ہجری تھا بھد عز و تمیز

یک ہزار و دو صد و چار اے عزیز

(۶۶)

اس معراج نامہ میں پہلے حمد اور پھر عشق کی تعریف ہے۔ اس کے بعد نعت، مناقب اہل بیت و اصحاب نبی کریمؐ مدح غوث الاعظمؒ، سب تالیف، مسجد اقصیٰ کی تعریف اور مدح نظام الدین محبوب الہیؒ کے بعد معراج کے واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اس واقعہ کے بیان میں شب معراج کی توصیف، براق کی تعریف اور براق کا حضورؐ سے عہد لینا، معراج کے واقعات اول تابست و کیم و دیگر آسمان اول تا ہفتم کا مشاہدہ، ذکر مقام جبرئیلؑ، ذکر چشمہ سلجیل، ذکر جوئے شیر، ذکر نہر الرحمت، حلقہ باب الجنان و ملاقات سرور بارضواں، قصر صدیق اکبر، قصر عرقاروق، خیام و قصور بہشت اور دیگر روایات وغیرہ کے عنوانات شامل ہیں۔

قاسم نے اس کی تالیف کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دو ستوں کی محفل میں بیٹھے ہوئے معراج کی شب کا ذکر آگیا اور مصنف نے اس شب مبارکہ کے فضائل بیان کرنے شروع کر دیئے جو اس مثنوی کی صورت اختیار کر گئے۔

نبی کریمؐ کے براق پر سوار ہونے اور بیت المقدس کی طرف تشریف لے جانے کے بارے میں چند شعر ملاحظہ ہوں:

قصہ کوتاہ جب وہ شاہ نامدار

ہو براق تیز رو اوپر سوار

عازم بیت المقدس تھا وہاں

کیا کروں میں اوس کی شوکت کا بیان
 ایک رکاب اوس کی لئے جبرئیل تھا
 دوسری کو تھامے نبی میکائیل تھا
 غاشیہ بردوش اسرائیل تھا
 آگے آگے تھا رواں مثل ہوا
 وہ ملائیک تھے جو اون کے ساتھ کے
 کون پوچھے یہ پچارے کون تھے
 تھے فرشتے یہ جو سب چندین ہزار
 ان پچاروں کا وہاں کیا تھا شمار
 مصطفیٰ کی جانب دست یمن
 ساکنان عرش رب العالمین
 ہاتھ میں لے شیخ نور عرش وہاں
 بادب استادہ تھے سب صف زناں
 (۶۷)

اس مثنوی کے اختتامی اشعار درج ذیل ہیں :

سن کے یہ قصہ باریں آب و صفا
 قطعہ کہہ لائے وہ یہ تاریخ کا
 قاسم شریں سخن تا نظم کرو
 قصہ معراج شاہ دوسرا
 (۶۸)

قاسم کے معراج نامہ کا بغور جائزہ لینے سے اس میں ہمیں شمالی ہند کے معاصر مذہبی و ادبی میلانات کی جھلک نظر آتی ہے۔ اس میں مناقب اہل بیت کا بیان شیعیت کے زیر اثر موجود ہے۔ اس دور کے سنی عقائد رکھنے والے میلاد نگاروں نے مدح اہل بیت کے ساتھ خلفائے راشدین کے مناقب بھی بیان کئے ہیں۔ قاسم نے بھی اسی مخصوص فضا کے تحت مناقب اہل بیت لکھے ہیں۔ زبان و بیان کے اعتبار سے اس میں لکھنؤی داستان کالب و لہجہ اور آہنگ اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

مولوی حکیم فیاض الحق صدیقی (م ۱۸۵۳ء)

مولوی حکیم فیاض الحق صدیقی ولد حفیظ الدین کا تعلق قصبہ مم ضلع رہنک کے قدیم صدیقی خاندان سے ہے۔ حفیظ الدین اودھ کی فوج میں ملازم تھے اور اس تعلق کی بناء پر قصبہ محمدی ضلع کھیری سیم پور میں سکونت اختیار کر لی۔ ان کا ۲۲۔ اکتوبر ۱۸۳۳ء کو لکھنؤ میں انتقال ہوا۔ ان کے چھوٹے بھائی حکیم عزیز

الحق لکھنؤ کے دارالشفاء کے مستم تھے۔ فیاض الحق نے علوم مروجہ کی تحصیل لکھنؤ کے نامور علماء سے کی۔ علم طب میں بھی خصوصی مہارت حاصل کی۔ ان کے اساتذہ میں مولانا محمد معین فرنگی علی کا نام بھی خاص طور سے ملتا ہے۔ حج بیت اللہ سے شرف ہو کر واپسی میں ۲۱۔ جون ۱۸۵۳ء کو جہاز سے اتر رہے تھے کہ

سمندر کی موج بہا کر لے گئی۔ اس طرح وہ غریق و شہید ہوئے۔ (۶۹)

فیاض الحق کے خاندان میں علم و فضل کی روایات ہر دور میں زندہ رہی ہیں۔ مولود نامہ 'قیامت نامہ اور ہشت نامہ تین رسائل انہوں نے اردو زبان میں یادگار چھوڑے ہیں۔ مولود نامہ ۱۸۳۹ء میں لکھا گیا تھا جو نثر و نظم دونوں اصناف پر مشتمل ہے۔ میلاد نامے کا آغاز و اختتام نظم پر ہوا ہے۔ آغاز کا شعر درج ذیل ہے۔

جمع حمد ثابت ہے حق کے لئے
کہ جس نے جن و انس پیدا کئے

نثر کے حصے کا آغاز فضائل درود شریف سے ہوتا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

”تحقیق اللہ اور فرشتے اوس کے درود بھیجتے ہیں اوپر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اے لوگو! جو تم ایمان لائے ہو تم بھی درود بھیجو اوپر اوس کے اور سلام کرو از روئے سلام کرنے کے۔ جس وقت یہ آیت شریف نازل ہوئی اور صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم کیونکر درود بھیجیں آپ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ“ (۷۰)

مولوی فیاض الحق نے اس رسالہ مولود شریف کی تالیف کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے دیندار دوست عبدالکریم کی فرمائش پر لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں:

میرے ایک مشفق ہیں عبدالکریم
شریعت کے اوپر ہیں وہ مستقیم
جو قصبہ محمدی کا مشہور ہے
اوسی میں مکان اون کا معمور ہے
کما ایک دن مجھ سے اے یار من
کے تو نے اکثر ہیں شعر و سخن
نہیں کوئی مولود نامہ لکھا
اسی کا یہ ارمان مجھ کو رہا
سو اب میری خاطر سے اے پابن
رسالہ تولد کا تو نظم کر
بت سہل ہوئے وہ ہندی زبیاں

اوسے پڑھ کے خوش ہوئیں خورد و کلاں
(۷۱)

نثر کا ایک اقتباس بطور نمونہ دیکھئے :

”کتاب شرف النبوت میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رمضان شریف میں سحری کے وقت اپنا سینا سستی تھیں کہ اون کے ہاتھ سے سوئی گر پڑی اور اسی وقت چراغ بھی گل ہو گیا۔ ہر چند اندھیرے میں سوئی تلاش کی نہ ملی۔ اوس وقت باہر سے وہ آفتاب فلک جلالت اور ماہتاب باغ رسالت حضرت عائشہ کے حجرے میں تشریف لائے، پوچھا کہ اے حمیرہ! تو کیا ڈھونڈتی ہے۔ عرض کیا میری سوئی گر پڑی ہے، اوس کو تلاش کر رہی ہوں۔ یہ بات سن کر خیرا بشر مسکرانے لگے۔ آپ کے دندان مبارک سے اوس وقت اس قدر روشنی ظاہر ہوئی کہ سارا حجرہ روشن ہو گیا۔ اوس روشنی میں وہ سوئی گم ہوئی پائی۔ پھر حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ کیا اچھی روشنی ہے آپ کے دندان مبارک کی۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ خرابی ہے اوس کے واسطے کہ جو شخص قیامت کے دن مجھ کو نہ دیکھے کما کہ یارسول اللہ بھلا ایسا شخص دن قیامت کے کون ہو گا کہ جو آپ کے دیدار سے مشرف نہ ہو گا۔ فرمایا بخیل، مجھ کو قیامت میں نہ دیکھے گا۔ عرض کیا بخیل کون ہے۔ اوس سے زیادہ کون ہے کہ میرا نام اس کے روہرو ذکر کیا جاوے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔“ (۷۲)

اس مولود نامہ کی زبان نہایت سادہ اور سلیس ہے البتہ کہیں کہیں قافیہ آرائی کا التزام ہے جیسے آفتاب فلک جلالت، ماہتاب باغ رسالت (ص ۱۳)، مسلمان محمدی، کافر یہودی (ص ۳۳)، یارعار، طالب دیدار (ص ۴۵)، توتیش ربانی، تائید سبحانی (ص ۵۴)۔

قاضی عبدالغفور (م ۱۸۳۹ء)

قاضی عبدالغفور ۱۷۹۲ء میں بنگلور سے بیسور آ گئے۔ یہاں انہیں میر محبوب علی خان کی علمی مجالس میں شریک ہونے کا موقع ملا۔ عبدالغفور قاضی کے مرشد سید اسماعیل حسینی عرف حضرت بادشاہ قادری الملتانی تھے۔

قاضی عبدالغفور نے ۱۲۷۰ صفحات پر مشتمل میلاد نامہ بعنوان تجلیات الانوار لکھا۔ اس کا سال تصنیف بحمدود ۱۸۲۶ء ہے کیونکہ سید اسماعیل حسینی کے ایک مرید مستعان علی نے ”یاغ ارم“ ۱۸۲۶ء میں لکھی ہے اس لئے گمان غالب یہی ہے کہ اس کا سال تصنیف بھی کم و بیش یہی ہو گا۔ (۷۳)

تجلیات انوار کے عنوانات و ترتیب کے بارے میں افسر امر ہوئی لکھتے ہیں :

”تجلیات الانوار“ کو پانچ تجلیوں میں ختم کیا گیا ہے اور ہر تجلی کا نام مجلس رکھا ہے۔ پہلی مجلس نور نبوت کی تجلی کے بیان کی ہے۔ دوسری تجلی میں نور ولادت، تیسری

مجلس نور عصمت کی تجلی کے بیان کی ہے۔ چوتھی تجلی میں نور عقد باکرامت اور پانچویں مجلس میں نورین رسالت کی تجلیاں بیان کی گئی ہیں۔ پانچویں مجلس کی تجلی کے دو جلوے ہیں۔ پہلے جلوے میں حضرت طاہرہ کی محبت کی فرضیت اور دوسرے جلوے میں محبت کی حقیقت کا اظہار ہے اور خاتمہ میں حضرت علیؑ کی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔“ (۷۳)

تجلیات انوار میں زیادہ حصہ نبی کریمؐ کی ولادت اور دیگر ذکر مبارک پر مشتمل ہے لیکن حمد و نعت کے علاوہ اس میں مناقب اہل بیت اور خلفائے راشدین بھی شامل ہیں۔ نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

”حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ روشن کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا۔ مثال اس کا یہ کہ ایک محل یا ایک خراب میں قدیل، اوس میں ایک چراغ ہے۔ وہ چراغ سچ قدیل کے یوں نظر آتا ہے کہ گویا ستارہ چمکتا ہے۔ وہ چاروں جہت کو نور سے اپنے پر نور کرتا ہے۔“ (۷۵)

تجلیات الانوار کے مصنف نے نور نبوت، نور ولادت، نور عصمت اور نور عقد کے بیان میں ایسی زبان استعمال کی ہے جو سادہ اور عام فہم ہے۔ عبارت قدیم ہونے کے باوجود بہت سہل اور رواں ہے۔ میلاد ناموں میں مناقب اہل بیت کے بیان کا رجحان ہم عصر مرثیہ نگاروں اور سماجی و تمدنی اثرات کی بدولت اثر و نفوذ کرنے لگا۔ اور انہی وجوہ کی بناء پر میلاد یہ اسلوب میں فرق واضح طور پر نظر آتا ہے۔

مولوی احمد یار خاں رامپوری

مولوی احمد یار خاں رامپور کے محلہ چیلو کی مسجد میں رہتے تھے۔ فارسی زبان و ادب کے معروف ادیب تھے۔ ان کے مزید حالات نہیں ملتے۔ (۷۶) مشفق خواجہ نے اتنی نشاندہی مزید کی ہے کہ مولوی احمد یار خاں ۱۸۱۹ء میں بھوپال کے نواب نظر محمد خاں کے انتقال کے بعد ان کی بیگم قدسیہ بیگم کی سرکار میں ملازم تھے۔ (۷۷)

مولوی احمد یار خاں کا میلاد نامہ ”مولود مسعود“ کے نام سے موسوم ہے۔ اس کا زمانہ تصنیف ۱۲۳۵ھ (۱۸۱۰ء) اور ۱۲۳۶ھ (۱۸۳۰ء) کا درمیانی عرصہ ہے۔ ڈاکٹر سلیم حامد رضوی نے اس کا سال تصنیف ۱۲۵۰ھ بتایا ہے۔ ان کے پیش نظر سنٹرل لائبریری بھوپال کا نسخہ تھا، اس نسخے کا سنہ کتابت ۱۲۵۰ھ ہو گا۔ رامپور کا نسخہ ۱۲۳۶ھ کا لکھا ہوا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا زمانہ تصنیف ۱۲۳۶ھ سے قبل ہو گا۔ مشفق خواجہ کو اس کا قلمی نسخہ ڈاکٹر قاضی فضل عظیم، ناظم آباد کراچی کی ذاتی لائبریری سے ملا ہے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ رضا لائبریری رامپور میں اس میلاد نامہ کے تین نسخے ہیں۔ مولانا امتیاز علی عرشی نے اس کا نام ”رسالہ احمدی در بیان مناقب محمدی“ تحریر کیا ہے۔ (۷۸)

”مشفق خواجہ کی تحقیق کے مطابق احمد یار خاں نے یہ میلاد نامہ نواب فوجدار محمد خان کی فرمائش پر لکھا تھا۔ اور ان کے زیر نظر مخطوطہ میں اسے ”مولود مسعود نبی

کریم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ رضا لاہوری رامپور کے تین مخطوطات کے علاوہ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ جامع مسجد بہمنی میں بھی موجود ہے جو ۱۲۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کا نام فہرست کتب میں ”سیرت النبی“ لکھا ہوا ہے۔ ”مولود محمد“ کے نام سے اس کا ایک خطی نسخہ مولانا آزاد سنٹرل لاہوری بھوپال میں موجود ہے۔ یہ ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔“ (۷۹)

مشفق خواجہ نے اس کے مطبوعہ نسخہ کی نشان دہی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ کتاب ”مولود شریف جدید“ کے نام سے ۱۲۹۶ھ ر ۱۸۶۹ء میں کانپور سے چھپ چکی ہے۔ ان کی معلومات کا ذریعہ برٹش میوزیم کی ہندوستانی مطبوعات کی فہرست کا صفحہ نمبر ۲۳ ہے۔

میلاد نامہ کا آغاز درج ذیل عبارت سے ہوتا ہے:

”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ حمد اور شکر اس ذات واجب الوجود کو لائق ہے جس نے سب سے پہلے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو نور احدیت سے پیدا کیا اور ذات مطلق کو اس نور سے ہویدا اور اسی نور سے تمام عالم کو عالم ظہور میں لایا۔“ (۸۰)

مولود مسعود سے بطور نمونہ نبی کریم کے غار ثور تشریف لے جانے کا واقعہ نقل کیا جاتا ہے:

”جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اہل عرب کو ہمیشہ دعوت اسلام کی فرماتے تھے۔ جو لوگ نیک بخت تھے، اسلام لاتے تھے اور جو بد تھے، حضرت کے کلام پر کچھ خیال نہ کرتے تھے، بلکہ فتنہ اور فساد پر مستعد ہوتے تھے۔ آخر ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ تک پہنچا۔ اکثر انصار مسلمان ہوئے اور حضرت کو حکم ہجرت کا مدینہ کی طرف صادر ہوا۔ شب کے وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیرالمومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو اپنے مقام پر سلایا اور چادر مبارک اپنی اون کو اوڑھائی۔ بذات خود حضرت ابوبکر صدیق کے گھر تشریف لائے۔ ستائیسویں تاریخ صفر کی، شب دو شنبہ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کاندھے پر سوار ہو کر غار ثور تک پہنچے، ابوبکر صدیق نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! رات اندھیری ہے اور غار پہاڑ کے اکثر حشرات سے خالی نہیں ہوتے۔ آپ تھوڑا توقف فرمائیے تو میں اول اوس غار میں جاؤں اور آپ کے واسطے مکان صاف کروں جو تکلیف اور اذیت ہوتی ہو مجھی پر ہو اور بدن مبارک پر کچھ آسیب نہ آوے الغرض ابوبکر صدیق غار میں گئے۔ غار کو نہایت تنگ اور تاریک پایا۔ اسے خوب جھاڑ کر صاف کیا اور جو سوراخ کہ نظر آئے۔ انہیں اپنی چادر کے ٹکڑوں سے بند کیا، مگر ایک سوراخ باقی رہا اور چادر کے ٹکڑوں نے وفانہ کی۔ اوس کو اپنے پاؤں کے انگوٹھے سے بند کیا۔ بعد اس کے حضرت سرور عالم کو بلایا۔ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے اور سر مبارک اپنا ابوبکر صدیق کے زانو پر رکھ کر آرام کیا۔“ (۸۱)

اس میلاد نامے کی اختتامی طور درج ذیل ہیں:

”اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو توفیق خیر کی دے، خصوصاً اس رسالے کو جمع کرنے والے احمد یار خاں گنہ گار کو اور سب لوگوں کو جو اس مجلس متبرک میں بسبب تعظیم و تکریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر ہوئے ہیں، محبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کی اور ان کی آل اور اصحاب کی اور اہل بیت کی دیوے اور مرادیں دینی و دنیوی حاصل کرے۔ آمین۔ یا رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلق محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔“ (۸۲)

یہ رسالہ میلاد شریف کی محفلوں میں بڑا مقبول رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مختلف لائبریریوں میں مولود مسعود، رسالہ احمد در بیان مناقب محمدی، مولود شریف، سیرت النبی، مولود محمد اور مولود شریف جدیدہ ناموں سے خطی اور مطبوعہ نسخوں کی صورت میں موجود ہے۔ اس کا انداز تبلیغی نوعیت کا ہے اور زبان بیان کے لحاظ سے سلیس اور عام فہم ہے تاکہ ہر شخص آسانی سے سمجھ سکے البتہ اس میں اکثر مضافات مضاف الیہ سے پہلے آیا ہے مثلاً دعوت اسلام کی۔ ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ حکم ہجرت کا۔ چہ مبارک اپنی۔ غار پہاڑ کے (ورق ۳۲۔ ب) (۸۳)

الطاف

الطاف کے رسالہ ”معجزات حضرت سرور کائنات“ کا مخطوطہ نیشنل میوزیم لائبریری، کراچی میں موجود ہے۔ اس میں نبی کریم کے چار معجزات کو منظوم کیا گیا ہے۔ مخطوطہ بڑا کاسنہ کتابت ۱۳۶۵ھ، ۱۸۴۹ء ہے۔ کاتب نے اپنا نام سید عابد حسین لکھا ہے۔ زردی مائل باریک کالغذ ہے جو اب کرم خوردہ ہو چکا ہے۔ اس کا متن سیاہ اور عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ اس کے اوراق کے چاروں طرف نیلی باریک اور دو سرخ جدولیں ہیں۔ نستعلیق عمدہ خط میں لکھا گیا ہے۔ یہ مخطوطہ چند دیگر مخطوطات کے ساتھ جلد کیا گیا ہے اور اس میں ورق ۱۳۔ الف سے ۱۱۔ ب تک شامل ہے۔

اس میں پہلا معجزہ ہرنی، دو سرا دختر مرہ کو زندہ کرنا، تیسرا انصاری کا ناتھ کی سرکشی بیان کرنا اور چوتھا بچہ کرنا اور چوتھا بیودی اور سومار کا قصہ ہے۔ پہلے معجزہ کے بیان سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ساتھ لے کر چند اصحاب کرام
جانب صحرا گئے خیر الانام

جب ہوئے رونق فرا خیر ابشر
ہو گیا صحرا منور سر بسر

واہ کیا جلوہ تھا وہ کیا نور تھا
نور سے سارا جہاں معمور تھا

ماہ آہو نے ناگہ دی صدا
اے نبی اے خلق کے مشکل کشا

(۸۴)

تیرے معجزہ سے چند اشعار درج ذیل ہیں:

نام نامی پر جو نائقہ تھا نثار

دوڑ کر حاضر ہوا بے اختیار

جب زیارت سے شرف وہ ہوا

سر جھکا کر آپ کو سجدہ کیا

عرض اصحابوں نے کی اے شاہ دین

ہم مگر اس کام کے قابل نہیں

جانور تک آپ کو سجدہ کریں

حیف کی جاہے کہ ہم دیکھا کریں

کیوں نہیں ہم سجدہ کرتے آپ کو

اب ہمارے واسطے بھی حکم ہو

تب یہ فرمایا کہ ہم کو دو خبر

کیا بشر کو سجدہ کرتا ہے بشر

چاہئے سجدہ خدا کے واسطے

خالق ارض و سما کے واسطے

مگر ہمارے واسطے ہوتا روا

تو نہیں یہ امر پھر دشوار تھا

(۸۵)

اس مثنوی کے اشعار کی خوبی روانی اور تسلسل ہے۔ اس سے الطاف کے زور سخن اور مہارت

اندازہ ہوتا ہے۔

کرامت علی شہیدی (۱۲۵۶ھ / ۱۸۴۰ء)

مولوی کرامت علی شہیدی عبدالرسول خاں کے بیٹے اور بانس بریلی کے رہنے والے تھے۔ مصحفی

شاہ نصیر کے شاگرد تھے۔ کچھ عرصہ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کی صحبت میں بھی رہے۔ سنہ ۱۲۵۵ھ میں حج

دوران حج ایک قصیدہ لکھا جس کا درج ذیل شعر مشہور خلافت ہے:

تمنا ہے درختوں پہ ترے روئے کے جا بیٹھے

نفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

حج کر کے مدینہ منورہ جا رہے تھے تو راستے میں بیمار پڑے اور چار صفر سنہ ۱۲۵۶ھ کو جب ایسے مقام پر پہنچے کہ وہاں سے روضہ اقدس نظر آ رہا تھا تو انہوں نے حسرت سے نظر ڈالی اور ان کی وہ تمنا پوری ہوئی کہ

کھڑکھڑا کر تمنا ہے درختوں پہ ترے روضے کے جا بیٹھے
اور وہیں جاں جاں آفریں کے سپرد کر دی

شہیدی کے دیوان میں میلاد و معراج اور وفات النبیؐ کے اشعار میں عقیدت و شہینگی اپنی نظیر آپ ہے۔ ایک میلاد یہ قصیدے کے چند شعر درج ذیل ہیں:

رقم پیدا کیا کیا طرفہ بسم اللہ کی مد کا
سر دیواں لکھا ہے میں نے مطلع نعت احمد کا
دستان ازل میں وہ مطم عقل کل کا تھا
نہ تھا نام و نشان جن روزوں اس لوح زبرد کا
عجم میں زلزلہ نوشیرواں کے قصر میں آیا
عرب میں شور اٹھا جس وقت اس کی آمد آمد کا
شرف حاصل ہوا آدمؑ اور ابراہیمؑ کو اس سے
نہ تھا فخر عالم، فخر تھا اپنے آب و جد کا
(۸۶)

لکھنؤی شاعری کے اثرات کے تحت جمالی ظاہری کے خصوصی پہلوؤں میں آپ کے خدوخال اور اہم و گیسو کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ رعایت لفظی اور صنعت گری فکری و فنی ماحول پر غالب ہے:

ہے سورہ والشمس اگر روئے محمدؐ
واللیل کی تفسیر ہوئی موئے محمدؐ
جب روئے محمدؐ کی نظر آئی تجلی
سمجھا میں شب قدر ہے گیسوئے محمدؐ
کم ساتھ ہوا روئے ککو خوئے ککو کا
ہے نیک مگر روئے صفت خوئے محمدؐ
ماہ نو شوال سے عاشق کو نہیں عید
جب تک نظر آ جائے نہ ابروئے محمدؐ
(۸۷)

کرامت علی کے شعروں میں سوز، اخلاص اور والمانہ پن کے جذبات و احساسات نے ایک کیف آور لے پیدا کر دی ہے۔ شہیدی کی انہی خوبیوں کی بدولت ان کا نام اہم شاعروں کے ساتھ عزت سے لیا جاتا

ہے۔ زبان و بیان کی صفات کے لحاظ سے ان کی شاعری لکھنؤی رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ (۸۸)

شاہ رؤف احمد رافت (م ۱۲۳۹ھ، ۱۸۳۳ء)

شاہ رؤف احمد رافت کا اصلی وطن سرہند تھا اور وہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد میں سے تھے۔ ان کے والد شاہ شعور احمد سرہند سے رامپور آگئے تھے۔ ہمیں رافت ۱۳ محرم ۱۳۰۱ھ (۶ نومبر ۱۸۸۶ء) کو پیدا ہوئے۔ ان کا تاریخی نام رحمان بخش ہے۔ علوم مروجہ کی تحصیل کے بعد شاہ درگاہی رامپوری سے اکتساب فیض کیا اور ان کے انتقال کے بعد حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلوی سے فرقہ خلافت حاصل کیا۔ اسی نسبت سے رافت کی عمر کا بڑا حصہ دہلی میں گزرا۔ ۱۸۲۳ء میں رافت بھوپال چلے آئے اور بقیہ زندگی یہیں بسر کی۔ ۲۵۔ ذیقعد ۱۳۳۹ھ (۱۵۔ اپریل ۱۸۳۳ء) کو راہ حرمین شریفین میں وفات پائی۔

رافت متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کے فارسی کے ایک اور اردو کے چھ دیوانوں کا ذکر ملتا ہے۔ ان کے علاوہ کئی مثنویاں، تفسیر رونق (نثر)، ارکان اسلام اور فقہ ہندی (منظوم) وغیرہ نثری و شعری کتابیں انہوں نے یادگار چھوڑی ہیں۔ ان کا ایک قلمی منظوم رسالہ مولود شریف پر بھی ہے اور اس کا ایک نسخہ سنٹرل لائبریری بھوپال میں موجود ہے۔ یہ رسالہ تقریباً ڈیڑھ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ ان کا میلاد نامہ ”مولود محمدیہ“ کے نام سے ۱۳۶۲ھ میں محمدیہ پریس بمبئی سے شائع ہوا جو ۲۳ صفحات پر مشتمل ہے، جو ان دنوں نایاب ہے۔ اردو نثر کی تین کتابیں مرغوب القلوب فی معراج المحبوب، (معراج نامہ)، ارکان اسلام اور تفسیر مجددی المعروف بہ تفسیر رونق طبع ہو چکی ہیں۔

مرغوب القلوب فی معراج المحبوب کا سال تصنیف ۱۳۳۹ھ، ۱۸۳۳ء ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ اور مطبوعہ نسخہ (مطبع اعظم الاخبار، رائے ویلور، تاریخ طباعت ۳۔ جمادی الاخر ۱۳۴۲ھ) ۲۳۰۔ صفحات پر مشتمل ہے اور کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی میں موجود ہے۔ خطی نسخہ کے ۱۲۳۔ اور اراق ہیں۔ اور اس پر کاتب محمد غالب نے تاریخ کتابت ۲۲۔ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ (۲۳۔ اگست ۱۸۵۶ء) لکھی ہے۔ اس معراج نامہ کا ۲۳۳۔ صفحات پر مشتمل ایک نسخہ مولانا آزاد سنٹرل لائبریری بھوپال میں موجود ہے اور دوسرا نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں محفوظ ہے۔ مشفق خواجہ نے لکھا ہے کہ یہ کتاب ۱۳۴۲ ہجری سے پہلے ۱۳۳۳ھ میں طبع ہو چکی تھی۔ (۸۹)

اس کتاب میں معراج النبیؐ کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ رافت نے معراج کی تفصیلات کو سادہ اور عام فہم زبان میں قلمبند کیا ہے۔ معراج نامہ کی ابتداء قرآن مجید کے واقعہ معراج سے متعلق آیات اور ان کی تفسیر سے ہوتی ہے۔ نمونہ عبارت کے لئے کتاب کے نقطہ آغاز کی درج ذیل طور ملاحظہ ہوں:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سبحن الذی اسرى بعبده لیلًا“ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی ہو کما حوله لئلا یمن لئلا ینہ، هو السمع البصیر۔

ترجمہ: یاکی اور بے یحییٰ ہے اس کو کہ واسطے کرامت کے لے گیا بندے اپنے کو کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ایک آن میں رات کی مسجد حرام سے طرف مسجد اقصیٰ کے، وہ مسجد کہ برکت دی ہم نے

گرداگرد اس کے دین کی کہ مبسط وحی اور معبد انبیاء کیا اور دنیا کی کہ اشجار و انہار سے گھیر لیا اور لے کے ہم اس بندہ محبوب مقبول اپنے کو اس واسطے تاکھا دیں اس کو دلائل قدرت اپنی سے کہ آن واحد میں کے سے لا کر بیت المقدس میں امام انبیاء فرمایا۔ (۹۰)

کتاب کا خاتمہ منظوم مناجات پر ہوا ہے۔ جس کے چند آخری اشعار درج ذیل ہیں:

رہوں گور میں بھی دیوانہ ترا
نہ موقوف ہو منہ دکھانا ترا

اشخوں تو ترے دھیان میں پھر اشخوں
غرض عشق میں ہی جیوں اور مروں

میں رافت ہوں بندہ ترا اے خدا
مرا اور سب اہل اسلام کا

کر ایمان اسلام پیکر خاتمہ
طفیل نبی و نبی قاطبہ

الہی ہزاروں درود اور سلام
تیرے پیچھے نازل تو فرما مدام

پھر آل اور اصحاب پر آپ کے
پھر ازواج و احباب پر آپ کے

(۹۱)

معراج نامہ سے ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

”پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ

حساب امت کا دن قیامت کے میرے سپرد ہو۔ ارشاد ہوا کہ

اے محمد! عرض تیری قبول کی ہے۔ پھر عرض کیا میں نے کہ الہی امت میری کی

فضیلت نہ ہو۔ فرمایا اے محمد! میں حساب ان کا ایسا کروں گا کہ تو بھی قبائح اعمال سے

ان کے مطلع نہ ہو گا۔ جب میں گناہ ان کے تجھ سے کہ پیغمبر شفیق ہیں۔ چھپاؤں،

بیگانوں پر کس طرح ظاہر کروں گا۔ اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم تو اگر ان پر شفقت

رسالت رکھتا ہے تو میں رحمت ربوبیت رکھتا ہوں تو اگر پیغمبر اور رہنما ان کا ہے تو

میں معبود اور خدا ان کا ہوں، تو آج بنگاہ الطاف ان کو دیکھتا ہے، میری نظر عنایت ازل

سے ان کے حال پر ہے۔ (۹۲)

زبان و بیان کے اعتبار سے اس معراج نامہ میں قافیہ آرائی کا التزام کیا گیا ہے۔ ہندی الفاظ، متروک

الفاظ اور بعض مضامین کو بھی استعمال کیا گیا ہے۔ قافیہ آرائی کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

شمع جلالت، چراغ رسالت (ص ۷)، شافع قیامت، دافع عداامت (ص ۷)، آفتاب ہدی ماہتاب عطا

(ص ۷) 'گوہر درج صفا اختر برج وفا (ص ۸) عند لب گلستان احدیت بلبل بوستان صورت (ص ۸) جب تک کہ میں اس شرافت سے خالی ہوں، لاکھ طرح سے بلند اور عالی ہوں لیکن زمین کی بھتی میری بلندی پر ہستی ہے، سچ ہے کہ یہ درج ہے (ص ۳۸) ہندی الفاظ کا استعمال:

دھرتا (خشیا کاندھے پر دھرا ص ۸۸) 'تھان (جہاں مراکب انبیاء کا تھان تھا ص ۹۹) پات (ہر ایک دریا کا پات ستر ہزار درجے آسمان اور زمین سے زیادہ تھا ص ۱۷۷) 'دھننا (تاف سے تاف دھپ جائے ص ۳۷۵) گنگا جمنی (دیواریں بہشت کی گنگا جمنی بہتی ہوئی تھیں ص ۲۱۸) متروک الفاظ میں نپٹ (نپٹ پھولے ہوئے زرد رنگ ص ۱۱۳) اور تلک (کب تلک چاہے گا امت کو اپنی ص ۲۷۳) استعمال ہوئے ہیں۔ اور بعض مصادر جیسے فضیحت ہونا (الہی! امت میری فضیحت نہ ہو ص ۲۱۵) وغیرہ کو استعمال کیا گیا ہے۔ (۹۳)

مرزا حسن علی (م ۱۸۳۹ء)

مرزا حسن علی لکھنؤ کے باشندے تھے۔ مولوی حیدر علی سے تحصیل علم کر کے دہلی چلے گئے۔ وہاں شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین سے تکمیل علوم کی۔ ان کے میلاد نامہ بعنوان "سرور المؤمنین فی بیان مولد سید المرسلین" کا ایک مخطوطہ رضا لائبریری رامپور میں موجود ہے۔ یہ میلاد نامہ اکتوبر ۱۸۲۵ء میں لکھا گیا تھا۔ اس کا آغاز درج ذیل عبارت سے ہوتا ہے:

"الہی تیرا ہزار ہزار شکر اور احسان کہ تو نے یقین اول نور محمدیٰ کا کیا اور سب مخلوقات اوس سے پیدا کئے، پھر اوس کا ظہور مرتبہ میں ٹھہرایا، تو سب چیز اوس کے پر تو سے جلوہ گر کی۔" (۹۳)

اس مخطوطہ میں ترمیم و اضافہ اور تصحیح کی گئی ہے، جس سے یہ یقین ہوتا ہے کہ خود مصنف کا تحریر کردہ ہے۔ کرم خوردگی بے حد ہے جس سے کتاہب کے بعض حصے ناقص ہو گئے ہیں۔ یہ مخطوطہ ۲۲۔ اور آق پر مشتمل ہے۔ خط معمولی نستعلیق، روشنائی کالی اور کاند کشمیری ہے۔ اس کا ایک ایڈیشن ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء میں مطبع علوی لکھنؤ سے طبع ہو چکا ہے۔ جس کا ایک نسخہ محمد علی بخش خاں، کٹرہ محمد علی خاں لکھنؤ کے پاس موجود ہے۔

مولوی محمد عباس

مولوی محمد عباس ابن ناصر علی جاموی نے ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۳ء میں میلاد نامہ بعنوان "صبح کا ستارہ" مرتب کیا۔ یہ نثر کے ۶۳۔ صفحات پر مبنی ہے۔ مولوی محمد عباس اور سید منیر الدین کے میلاد ناموں کے عنوانات اور اندراجات بیحد ایک دوسرے ملتے ہیں۔ اس یکسانیت کا سبب یہ ہے کہ دونوں کا ماخذ ابو حامد محمد بن محمد الغزالی کی کتاب وقائع الاخبار عربی ہے۔ مولوی محمد عباس کا میلاد نامہ مطبع مصطفائی، دہلی سے پہلی بار ۱۸۵۰ء میں شائع ہوا۔ اس کے بعد اس کے کئی ایڈیشن چھپے۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ سال ۱۹۳۳ء

پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے، جو ملک دین محمد، تاجران کتب، لاہور نے شائع کیا تھا۔ اس میلاد نامہ کو ۳۵ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس میں عذاب اور ثواب کی روایات پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ نور محمدی کے بیان سے نثر کا ایک اقتباس نمونہ کے طور پر درج ذیل ہے:

”حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک درخت پیدا کیا۔ جس میں چار شاخیں تھیں اور شجرۃ البقیع اس کا نام رکھا۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو سفید موتی کے پردے میں طاؤس بنا کر اس درخت پر بٹھایا۔ اس نے ستر ہزار برس اس پر تسبیح کی بعد ازاں حیا کا آئینہ پیدا کر کے اس کے آگے رکھا۔ جب طاؤس نے اس میں اپنی صورت دیکھی نہایت حسین و جمیل اور زیبا و کھلیل پایا تب حق تعالیٰ سے حیا کی اور پانچ دفعہ حق تبارک و تعالیٰ کو سجدے کئے، یہی سجدے اس پر فرض ہو گئے کہ حق تعالیٰ نے آپ کی امت کو پنج وقتہ نماز کا حکم کیا۔“ (۹۵)

میلاد نامہ انتہائی سادہ و سلیس زبان میں لکھا گیا تھا، یہی اس کا کمال ہے۔ اس میں بیان کردہ روایات کی صحت اور تحقیق و تنقید کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا۔ اور اس میں ہر قسم کی روایات بیان کی گئی ہیں۔ دراصل مصنف نے امام غزالی کی کتاب وقائع الاخبار کے ترجمہ میں اپنی طرف سے حسب ضرورت اور جانچا اضافہ کیا ہے۔ آخر میں زیارت قبور کے مسائل شامل کئے ہیں۔

اس میں بعض مصادر اور ہندی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ مصادر میں جیسے جو کھنا (جس نے بائیں ہتھیلی کو دیکھا ناپنے جو کھنے والا ہو، ص ۳) زاری کرنا (بت روتے ہیں اور زاری کرتے ہیں، ص ۶) بدنا (انسان وہیں مرتا ہے جہاں کی موت بدی ہے، ص ۹) اور ہندی الفاظ میں کپا (میرے واسطے کپا تیار کیا ہے، ص ۱۳) چکوٹی (اضاف) (جب چکوٹی کرنے لگو، لوگوں میں، تو چکوٹی کرو انصاف سے، ص ۳۲) وغیرہ استعمال ہوئے ہیں۔

سید منیر الدین نقشبندی

سید منیر الدین نقشبندی مجددی دہلوی نے میلاد نامہ بعنوان ”شمع ہدایت الموسوم بہ صبح کا ستارہ“ لکھ لیل انداز میں مرتب کیا ہے۔ اس کی ضخامت ۶۳ صفحات ہے۔ اس میں بیان کی گئی روایات کا ماخذ ”وقائع الاخبار عربی“ (مصنف ابو حامد محمد بن محمد الغزالی) ہے۔ اس میں عذاب و ثواب کی روایات کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

محمد فاضل

محمد فاضل کے تفصیلی حالات معلوم نہ ہو سکے البتہ محمد الدین فوق نے اس قدر لکھا ہے کہ فاضل ۶۰ نامور عالم گذرے ہیں۔ (۹۶) فاضل کا نور نامہ، میلاد نامہ، اور مشوی قصہ شاہ یمن بہت مشہور ہیں۔ محمد فاضل کے نور نامہ کا ایک مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ اس پر اس کا

سال تصنیف ۱۳۵۸ھ، ۱۹۳۲ء درج ہے۔ یہ نور نامہ ۳۱۲ ابیات پر مشتمل ہے اور ایک جلد میں چند دیگر مخطوطات کے ساتھ ورق ۹۷ تا ۱۰۷ کے تحت مجلد ہے۔ اس کی ابتداء درج ذیل اشعار سے ہوتی ہے:

کوں حمد میں پاک رب غفور
 کہ ظاہر کیا جس نے احمد کا نور
 یہ نور محمد ہے نور اللہ
 کہ جس کا ہے دیکھو یہ قرآن گواہ
 خدا آپ قادر ہے ہر چیز پر
 یہ نور محمد ہے جدھر مدھر
 (۹۷)

شاعر نے نور نامہ میں اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ روایات خلاف شریعت بیان نہ ہوں اور ایک شعر میں اپنے نام فاضل کا بھی اشارہ کیا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

روایت ہے یاں اس طرح ایک اور
 یہ ہے جائے نازک ذرا کیجو غور
 نہ کیو خلاف شریعت سخن
 کہ راہ طریقت ہے فاضل سخن
 (۹۸)

نور نامہ سے چند اشعار نمونہ کے طور پر درج ذیل ہیں:

کیا پیک رب سے نبی نے سخن
 تمہیں یاد ہیں عمر کے اپنے سن
 کیا سن کے جبرائیل نے یوں بیان
 کہ تم کو کیا رب نے فخر زمان
 خدا نے تمہیں پہلے پیدا کیا
 پھر اوس بعد بسکو ہویدا کیا
 کوں عمر کا میں بیاں کیا بھلا
 وے عرض کرنا ہے مجھ کو روا
 ستارا بس ایک جانب قطب تھا
 نکلا تھا سو وہ بگم خدا
 گذرتے تھے جب برس ستر ہزار
 تو ہوتا تھا وہ بس طلوع ایکبار
 بیش اس طرح تھا اس کا طور

تھا تھا مدت میں وہ اگلے طور
 کیا اس ستارہ کا میں نے شمار
 تو کتنی ہوئی دفع ستر ہزار
 تحیم کیا بولے حضرت رسول
 کہا تم نے جو مجھ کو ہے وہ قبول
 طے وہ ستارہ مگر اب پیک رب
 تو کیا پھر بھی پہچان لو گے تم اب
 کہا کیوں نہ پہچان لوں اس کو واہ
 کہ دیکھا کئی مرتبہ میں نے شاہ
 اشا سر مبارک سے دستار کو
 دکھایا وہ اس مرد ہوشیار کو
 جو دیکھا کہ پیشانی احمد اوپر
 چمکتا ستارہ ہے وہ سرسبز
 اوب سے اسے آکے بوسہ دیا
 خدا کی وہ قدرت پہ شاکر ہوا

(۹۹)

محمد فاضل کے نور نامہ کا آہنگ ایسا ہے کہ اسے ترجمہ کے ساتھ محفل میلاد میں پڑھا جا سکتا ہے۔ اس میں غیر معتبر روایات کے بیان کی بجائے نور نبوی سے متعلق مشہور و مقبول روایات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں اگرچہ ادنیٰ محاسن کی کمی نظر آتی ہے مگر یہ عوامی لب و لہجہ کے مطابق ہے۔ فاضل کا نور نامہ، محمد اسعیل پبلشرز، بمبئی اور انوار محمدی لکھنؤ سے طبع ہو چکا ہے۔ اول الذکر کا ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ یہ ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں دعائے واقعہ حرم و بلا، عہد نامہ مترجم مع اسناد شامل کیا گیا ہے۔ فاضل نے قصہ شاہ یمن میں ایک مقام پر اپنی ریختہ گوئی کے بارے میں لکھا ہے:

سخن کو دی ہے رب نے کیا ہی وسعت

زبان شاعراں میں ہے فصاحت

خصوصاً ریختہ گوئی میں اسے یار

نہایت ہے مزا اور لطف بسیار

(۱۰۰)

فاضل نے قصہ شاہ یمن کسی اور کتاب سے اخذ کیا ہے اور اسے احساس ہے کہ وہ خلاف محاورہ اور غلط زبان و بیان پر مبنی ہے۔ جس زبان کے بے محاورہ و غلط ہونے پر تنقید کی گئی ہے وہ یقیناً دکھنی زبان ہو

کی کیونکہ شمالی ہند کے شعراء اور مصنفین اپنی ریختہ کے مقابلہ میں اسے غیر فصیح اور نامانوس سمجھتے تھے۔ اس کا اظہار درج ذیل اشعار میں ملاحظہ ہو:

یہ قصہ معجزے کا جو لکھا تھا
 زبان زشت میں یعنی کہا تھا
 ہر یک کی فکر موافق قدر کے ہے
 سخن فصیح بھی ہے اے دوستو شنے
 نہایت لفظ اس میں بے مہارت
 لکھے تھے اس نے اے صاحب فرست
 سخن داں کے نہ تھا پڑھنے کے قابل
 نہ مطلب اس سے کچھ ہوتا تھا حاصل
 ہوا معلوم جب مجھ کو زبوں یہ
 مرے دل نے کہا اب میں کموں یہ
 (۱۰۱)

اس مثنوی کا موضوع نبی کریمؐ کا ایک معجزہ بیان کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے شاہ یمن کے بارغ کے پتہ پتہ نے اللہ تعالیٰ اور نبی کریمؐ کے ایک رسول ہونے کی گواہی دی تھی۔ اور جس کو دیکھ کر بارغ کا مالی مسلمان ہو گیا تھا اور خود شاہ یمن بھی بعد از خرابی بسیار اسلام لے آیا تھا۔ مثنوی کا آغاز حمد و نعت سے اور انتقام درود و سلام پر ہوتا ہے۔ اس مثنوی کا ایک ۱۸۹۳ء کا مطبوعہ نسخہ کریبی لائبریری، بمبئی میں موجود ہے۔ یہ مطبوعہ نسخہ متذکرہ بالا مخطوطہ کی نقل نہیں ہے بلکہ کسی دکنی شاعر کا لکھا ہوا ہے۔ زبان و بیان کی خصوصیات اس کے گہرائی ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ اس مثنوی میں کہیں مصنف و سنہ تصنیف کا ذکر نہیں ملتا۔ اس کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

اول تعریف اس شاہ جہاں کو
 پیدا کیا وہی ارض و سما کو
 دگر تعریف سو ہے مصطفیٰ کو
 کہ جس کی صفت میں پایا خدا کو
 عجب خداوند کہ جس کا یہ عبد ہے
 کہ اس کے فہم میں سب عقل رو ہے
 (۱۰۲)

لسانی خصوصیات کو مد نظر رکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ مذکورہ بالا مثنوی سے کئی سال بعد لکھی گئی

امام بخش نابخ فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے عربی اور فارسی کے علوم مولوی وارث علی اور دیگر علمائے فرنگی محل سے سیکھے۔ نابخ کے قدر دانوں کی بدولت ان کی زندگی نہایت آرام و سکون سے گذری۔ ان کا لکھنؤ میں ۱۲۳۸ھ / ۱۸۳۸ء میں انتقال ہوا۔

نابخ طرز لکھنؤ کے موجد تھے۔ انہوں نے اردو زبان کی تہذیبی روایات کے تحفظ کے لئے سنسکرت الفاظ کے اخراج کی تحریک چلائی اور اپنے شاگردوں کے توسل سے اسے کامیاب بنایا۔ ان کا لکھنؤ کے حلقہ شعرا میں بہت اثر و رسوخ تھا۔

ان کے تین دیوان ہیں اور پانچ مثنویاں ہیں۔ ان میں (۱) نظم سراج، (۲) مثنوی در حال ولادت حضرت علیؑ، (۳) شہادت نامہ آل نبیؐ، (۴) معراج نامہ اور (۵) مولد شریف شامل ہیں۔ معراج نامہ نابخ کا ایک مخطوطہ نامور محقق مشفق خواجہ کی ذاتی لائبریری ناظم آباد، کراچی میں موجود ہے۔ یہ قلمی نسخہ ۱۲۵۹ھ میں عبدالجبار نے لکھا۔ یہی مخطوطہ میرے پیش نظر ہے۔ اس کے ترقیمہ کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

”تمام شد رسالہ معراج نامہ من تصنیف شیخ امام بخش نابخ لکھنوی از دست فقیر محمد عبدالجبار عفی اللہ عنہ، ساکن فرنگی محل من محلات بیت السلطنت لکھنؤ در عمد با شوکت و حشمت حضرت امجد علی شاہ خلد اللہ ملکہ، بتاريخ بست و ہفتم ذی قعدہ یوم چہار شنبہ ۱۲۵۹ ہجری قدسی قریب یک پاس روز برآمدہ ہر کہ دعویٰ کند باطل گردد۔“ (۱۰۳)

ممکن ہے، اسی مخطوطہ کا رشید حسن خان نے ذکر کیا ہو کیونکہ اسی کے اقتباسات انہوں نے ایک مضمون میں شائع کئے تھے۔ نمونہ کے طور پر چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

سب ہوئے پیدا برائے مصطفیٰ

جان و دل سے ہیں فدائے مصطفیٰ

شافع روز قیامت ہے وہی

صاحب تاج شفاعت ہے وہی

(۱۰۳)

مدح صحابہ کرام کے بارے میں اشعار:

ہیں جو اصحاب جناب مصطفیٰ

باخدا و با وفا و با صفا۔۔۔

خاص ان اصحاب میں چار یار

خاص ان اصحاب میں ہیں چار یار

غور سے دیکھو تو چاروں ایک ہیں

غور سے دیکھو تو چاروں نیک ہیں

(۱۰۵)

ذکر معراج شریف سے چند شعر:

نظم کرتا ہوں روایات صحیح
 عرض کرتا ہوں روایات صحیح
 ام ہانی کے محل میں ایک شب
 تھے محلے پر شہنشاہ عرب
 سقف خانہ ہو گئی شق ناگماں
 جبرئیل آئے نظر باعزوشاں
 یوں کہا جبرئیل نے میکائل سے
 آب زم زم طشت میں لادے مجھے
 ماکوں خیرابشر کے دل کو پاک میں
 سینے سے لے تا حکم کر دوں چاک میں
 (۱۰۶)

نبی کریم کے عرش پر تشریف لے جانے کے بارے میں اشعار ذیل ملاحظہ ہوں:

صاحب معراج پہنچے پائے عرش
 دولت پابوس کو تا پائے عرش
 عرش پر جا کر ہوئے مسند نشیں
 خسرو ہر آسمان و ہر زمیں
 اذن فرمایا خدا نے کتنی بار
 یعنی ہو نزدیک اے عالی وقار
 اس سے ہوتی تھی محلی آپ کی
 اس سے ہوتی تھی ترقی آپ کی

(۱۰۷)

متذکرہ بالا اشعار میں ”مدح اصحابہ کبار“ کے اشعار اور جبرئیل کا آنحضرت کے دل کو حکم چاک کر کے پاک کرنا ایسی روایات ہیں جو شیعہ عقائد کے مطابق نہیں ہیں۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ یہ مشہور اس دور سے تعلق رکھتی ہے جب ناسخ نے اپنا عقیدہ تبدیل نہیں کیا تھا۔ اس کی دوسری شہادت اس مخطوطہ کے کاتب محمد عبدالجامع ساکن فرنگی محل سے میسر آتی ہے۔ ناسخ کا ابتدائی رابطہ علمائے فرنگی محل سے تھا۔ شاید اسی سبب سے معراج نامہ کا کوئی نسخہ وہاں رہ گیا ہو گا اور حالات و قرائن کو اگر مد نظر رکھا جائے تو ممکن ہے یہ اسی دور کی تصنیف ہو۔ کلام کی بناوٹ اور نوعیت کے اعتبار سے اسے ناسخ کی تصنیف مان لینے میں کوئی امر مانع نہیں معلوم ہوتا۔ زمانی اعتبار سے بھی معراج نامہ اور مولد شریف کا زمانہ تصنیف دوسری مشہوروں سے یقیناً مقدم ہے۔ مشہور کے زمانہ تصنیف کے متعلق مکمل صحت کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

مشوی کا مطالعہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ مشوی اس دور کی تصنیف یقیناً نہیں ہے جب وہ بھرپور استاد ہو چکے تھے کیونکہ اس میں چند حروکات اور اسقام تالیف موجود ہیں۔ بائیں ہمد، ثقیل اور غیر مانوس الفاظ کا تناسب حد اعتدال کے اندر ہے۔ اور مشوی میں اثر و تاثیر کا عنصر بھی نمایاں ہے۔

تاریخ کا میلاد نامہ منظوم بعنوان "مولد شریف" ۱۳۸۳ھ ر ۱۹۶۶ء میں مطبع کارنامہ، لکھنؤ سے طبع ہوا۔ یہ ۱۸- صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ تلاش بسیار کے بعد ہیڈ آفس لائبریری، نیشنل بینک آف پاکستان، کراچی سے دستیاب ہوا۔ غالباً یہ واحد مطبوعہ نسخہ ہے جو پاکستان کی کسی لائبریری میں موجود ہے۔ اس کی ایک عکسی نقل مشفق خواجہ کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے۔

تاریخ کے مولد شریف میں تمہید ولادت میلاد شریف حضرت سرور انبیاء اور حمد و نعت کے بعد درج ذیل عنوانات ہیں۔

بیان ظہور نور رسالت " بیان صدور معجزات قرب زمان ولادت ختم الرسالت " بیان رضاعت و اصدار خرق عاوات آنحضرت " بیان شفقت عبدالمطلب نسبت آنحضرت " بیان محبت و تربیت ابو طالب بہ آنحضرت " بیان تشریف فرما ہونا آنحضرت رسالت پناہ کا بہ عزم تجارت جانب شام خدیجہ الکبریٰ کا مال لے کر " بیان مناکحت آنحضرت با خدیجہ الکبریٰ " بیان آغاز زمان نبوت آنحضرت " بیان تفصیل اولاد آنحضرت " بیان حال بعثت نبی کریم " بیان معراج آنحضرت " کیفیت ایمان لانے بعض اہل مدینہ کے " بیان ہجرت آنحضرت مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف " بیان سال اول ہجرت نبی تا سال ششم " بیان غزوہ خیبر " بیان حجتہ الوداع " بیان مباہلہ " بیان حلیہ آنحضرت " بیان عظمت آنحضرت " اور مناجات۔

تاریخ کے میلاد نامہ کی ایک خصوصیت اس کا علمی انداز ہے۔ انہوں نے نبی کریم کی ولادت و رضاعت، بچپن، سفر شام، حضرت خدیجہ الکبریٰ سے شادی، بعثت و نبوت، معراج و معجزات، ہجرت، غزوات، حجتہ الوداع، حلیہ شریف اور اوصاف و مقام محمدی کے بیان میں کہیں ضعیف روایات کا سہارا نہیں لیا۔ اور نہ ہی شاعرانہ انداز میں حدود شریعت سے کہیں آگے بڑھے ہیں۔ ان کے بیان میلاد میں محبت و شفقتی کا والمانہ پن ٹپکتا محسوس ہوتا ہے:

جب سپرد آدم کو نور اوس کا ہوا

سب ملائک نے اوسے سجدہ کیا

بعد ازیں کرتا رہا نور انتقال

آیا تا عبد اللہ وہ نیکو خصال

حضرت آدم سے عبد اللہ تک

پاک تھی صلب و رحم لاریب و شک

آمنہ پر جب ہوا فضل خدا

نور عبد اللہ سے اوس کو ملا

زوج زوجہ دونوں تھے وہ نیک ذات

ہے خبر المیون للطیبات
 بت ہوئے سب بگدوں میں سرنگوں
 ہو گئے تخت سلاطین واثرگوں
 جتنے شیطان تھے ہوئے ناچار وہ
 شیطنت سے ہو گئے بیکار وہ
 حکم خالق کا فرشتوں کو ہوا
 پھینک دو دریا میں تخت ابلیس کا
 پھر کیا چالیس دن اوس پر عذاب
 چنگے بھاگا بعد ازیں بااضراب
 ہے جو کوہ بوقیس ایک اوس جگہ
 اوس کے اوپر جا کے باحال تہ
 وہ نہیں شدت سے چلانے لگا
 سن کے غل واں ہر کوئی آنے لگا
 ہو گیا ایک دم میں واں اجماع خلق
 خلق سے کہنے لگا وہ اہل زرق
 وائے تم پر اے گروہ بے نصیب
 ہے محمدؐ کا تولد اب قریب
 لات و عزیزی کی پرستش ہو چکی
 ہو یگا لاریب وہ تم پر نبی
 ہیں صنم جتنے اونیس تر وایگا
 جانب توحید تم کو لائے گا
 اے زہے تاشیر ختم المرسلین
 ہو گئے کاہن تمام اندوہ گین
 کاہن و جن ہوئے حایل حجاب
 سب کمات کے ہوئے مسدود باب
 چرخ سے آئی اوسی شب یہ ندا
 ہے قرین عمد ظہور مصطفیٰ
 جلائے قلم تھے سارے قریش
 اس بلا میں تھا منقض اون کا عیش
 نور احمد نے جو کی اون کی مدد

ہو گئیں ساری بلائیں اون سے رو
 ہو گئے سارے مزارع بارور
 جتنے نخل خشک تھے لائے ثمر

(۱۰۸)

نبی کریمؐ کے اعجاز معراج کا بیان کم و بیش ہر میلاد نامے میں موجود ہے۔ معراج نامے علیحدہ بھی لکھے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے بلا خوف تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ برصغیر میں آپؐ کے اس اعجاز کی ترویج و تبلیغ کے سلسلہ میں میلاد ناموں نے منفرد اور مثالی کردار ادا کیا ہے۔ ناخ نے بھی واقعہ معراج کے سلسلہ میں عوام اور خاص میں مقبول مختلف روایات کو نظم کیا ہے۔ چند شعر نمونہ کے طور پر درج ذیل ہیں:

یہاں سے ہے اب ماجرا معراج کا

بارہواں جب سال بخت کا ہوا

عرش سے روح الامین لائے براق

تا چلیں حضرت سوئے عالی رواق

یوں کیا جبریل نے آ کر بیان

حق نے ہے تجھ کو بلایا مسمان

چل کے کر نظارہ انوار حق

دل کو کر سمجھینہ اسرار حق

شکر سب انبیاء ہیں باندھے صف

تا طے تیری زیارت سے شرف

دست بستہ سب ملک استادہ ہیں

تیری خدمت کے لئے آمادہ ہیں

عازم گرووں ہو مثل آفتاب

عالم علوی کو بھی کر فیض یاب

خوریں تیرے نور سے پاویں جمال

ہوئے جنت تیرے قدموں سے نمال

کی ہے مگر خالق نے اعلیٰ قدر عرش

اور بھی اب ہو دوبالا قدر عرش

یہ براق گرم رو ہے رشک برق

غرب سے ایک دم میں پہنچے تائبہ شرق

ہے خطا کئے اگر برق و ہوا

راہ طے کرنے میں ہے تیر قضا

جب ہوئے ختم الرسل اوس پر سوار
بیت مقدس کو گیا وہ راہوار
ہو سکے کب اوس کی سرعت کا بیان

ہے حال ایزد کی قدرت کا بیان
کی ادا واں ہادی دیں نے نماز
مقتدی سب انبیاء تھے با نیاز
جبکہ سجدے میں گیا وہ ارجمند

بیت مقدس کا ہوا رتبہ دوچند
پھر کیا اوس جا سے عزم لامکان
تھا براق برق بیکر زیر ران
تیز جاتا تھا نگہ سے بھی براق

مازیانہ تھا وفور اشتیاق
(۱۰۹)

میلا ناموں کی موج روایت کے مطابق تاریخ نے بھی نبی کریمؐ کے حلیہ مبارک کو بیان کیا ہے۔ انہیں
اکھار پر اتنی قدرت حاصل ہے کہ انہوں نے ہر مقام پر جب رسولؐ کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ الفاظ
لب و لہجہ اور اسلوب پر فدائیت و والمانہ پن کے جذبات و احساسات نمایاں طور پر جھلکتے نظر آتے ہیں۔
حلیہ نگاری کا ایک مختصر سا نمونہ بھی ملاحظہ کیجئے جو نبی کریمؐ کے سراپوں میں منفرد حیثیت رکھتا ہے:

کیا کون اوس کے سراپا کا بیان

ہر زبان آور کی ہے قاصر زبان
ہے میرے اس قول پر شاہد خدا

دوسرا ایسا نہیں پیدا ہوا
کیوں نہ ہو لاریب ہے محبوب رب

مثل رب بے عیب ہے محبوب رب
ہیں طفیلی جس کے یہ شمس و قمر

کئے ہوگا حسن اوس کا کس قدر
کوئی عطر اوس کے پسینے سا نہیں

یماں نخل ہے نکتہ غلدریں
جس طرف ہوتا تھا حضرت کا گذر

کوچے ہوتے تھے معطر سربر
کہتے تھے اپنے گھروں میں خاص و عام

جاتے ہیں اس راہ سے خیرالانام
جسم چھو لیتا تھا مگر اون کا کوئی
کتنے دن باتھوں سے خوشبو آتی تھی
(۱۰)

شعری محاسن کو مد نظر رکھتے ہوئے، تاریخ کے میلاد نامے میں لکھنؤیت سے شاعری کا جو خاص رنگ مراد ہے، اس کے تمام عناصر اس میں موجود ہیں۔ تاریخ کے میلاد نامے میں شاعرانہ انفرادیت کے علاوہ خلوص و عقیدت کا اظہار بھی دلپذیر ہے۔

سید ہدایت علی

سید ہدایت علی کا رسالہ مولود شریف اسعد الاخبار آگرہ نے ۱۸۵۰ء میں شائع کیا۔ (۱۱) اس میں مضامین و عنوانات کے اعتبار سے اسے روایتی اور مروج انداز سے ترتیب دیا گیا ہے۔

حافظ شاہ غلام علی شاہ جمانپوری

حافظ شاہ غلام علی شاہ جمانپوری کے مولود شریف کا مخطوطہ رضا لائبریری رامپور میں موجود ہے۔ اس میں انہوں نے نثر کے ساتھ ساتھ دلی، حیات، غفلت، امیر، حیدر اور غوث تخلص کے شاعروں کا میلاد یہ کلام بھی جا بجا درج کیا ہے۔ یہ مخطوطہ ۱۸۳۲ء میں لکھا گیا تھا۔ اس کے اوراق آب رسیدہ اور کرم خوردہ ہیں۔ خط نستعلیق اچھا، روشنائی سیاہ اور کاتف دست کشمیری ہے۔ مخطوطہ بڑا ۳۶۔ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کی ابتداء ان طور سے ہوتی ہے:

”وَبِنَا اَنْعَمَ لَنَا نُوُوْنَا وَ اَلْغَفِرَ لَنَا اِنِّكَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَلِيْبٌ۔ بہترین حسنت اور خوب ترین طاعات کو پسندیدہ خالق کائنات اور وسیلہ حصول بہشت و نعمات ہووے۔“ (۱۲)

مولوی خیر الدین گویاموی

مولوی خیر الدین گویاموی نے میلاد نامہ بعنوان ”ریاض الازہار فی احوال سید الابرار“ المعروف بہ دوازدہ مجلس ۱۲۵۶ھ، ۱۸۳۰ء میں لکھا۔ اس کا ایک مخطوطہ مولوی وجیہ الدین لکھنؤی کو مصنف نے محرم ۱۲۶۳ھ، ۱۸۴۷ء میں عطا فرمایا۔ اور پہلی بار ۱۲۸۳ھ، ۱۸۶۶ء میں مطبع اودھ اخبار لکھنؤ سے شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ لکھنؤ سے اس کے تین ایڈیشن چھپے۔ پھر ۱۸۹۳ء میں کانپور سے اشاعت ہوئی۔ کانپور کا مطبوعہ نسخہ، کراچی یونیورسٹی لائبریری، کراچی میں موجود ہے۔

”ریاض الازہار فی احوال سید الابرار“ بارہ مجالس میں منقسم ہے اور مصنف اسے اپنے وطن میں یکم ربیع الاول سے بارہ تاریخ تک ہر روز ایک مجلس کو پڑھا کرتا تھا۔ یہ نثر کے ۳۳۲۔ صفحات پر محیط ہیں۔ ان بارہ مجالس کے عنوانات درج ذیل ہیں۔

- ۱- نبی کریمؐ کے شرف و فضائل کا بیان آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ سے۔
- ۲- فضائل رسالتؐ اور دیگر انبیاءؑ جو مشترک ہیں۔ مخصوص فضائل نبی کریمؐ امت محمدیہ اور اسماءِ التبیٰ کا بیان۔
- ۳- پیدائش نور محمدیؐ اور آپؐ کی تشریف آوری۔
- ۴- ذکر احوال والدین شریفینؑ، واقعات قبل ولادت، ولادت باسعادت اور دیگر احوال نبی کریمؐ رضاعت، جوانی وغیرہ۔
- ۵- ملک شام کا سفر، شادی ہمراہ خدیجہ الکبریٰؓ بئاء خانہ کعبہ۔
- ۶- ذکر دعوت اسلام، صحابہ کبارؓ کا ایمان لانا، ایذا دہی کنار، ہجرت حبشہ، نبی کریمؐ کا سفر طائف۔
- ۷- طیبہ شریف، اخلاق و اوصاف اور دیگر صفات۔
- ۸- عادات شریفہ، کھانے پینے، سونے جاگنے اور ذکر معجزات شریفہ۔
- ۹- معراج شریف کا سفر مبارک، مسجد حرام سے بیت المقدس اور وہاں سے جہاں تک اللہ نے چاہا، ذکر صفت معراج و براق۔
- ۱۰- ہجرت مدینہ۔
- ۱۱- غزوات و سرایا اور ان کی تعداد۔
- ۱۲- وفات مبارکہ، غسل، تجہیز و تکفین، نماز اور تدفین، فضائل زیارت مزار شریف اور انبیاء کی قبروں کے فضائل۔

نبی کریمؐ کی حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے شادی اور خطبہ نکاح کے بیان سے اقتباس نثر کے نمونہ کے طور پر درج ذیل ہے:

”نبی کریمؐ ابو بکرؓ کی لائی ہوئی پوشاک پہن کر، ابو طالب، حمزہ بن عبدالمطلب وغیرہ اپنے بچاؤں اور ابو بکر صدیقؓ کو ہمراہ لے کر خدیجہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ ابو طالب نے سب خویش و اقربا اور قریش کے رئیسوں کو جمع کیا اور خطبہ نکاح حضرتؐ کا بلیغ و فصیح پڑھا۔ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ حمہ اور ثا اس پروردگار کو کہ جس نے ہم کو ابراہیمؑ اور اسمعیلؑ کی نسل سے کیا اور معد اور نضر کی اصل سے پیدا کیا اور اپنے حرم یعنی کعبہ کا ہم کو محافظ اور پیشوا کیا اور ہم کو سب پر حاکم فرمایا۔ اما بعد حمہ اور ثا کے بھتیجا میرا محمد بن عبد اللہ وہ بلند مرتبہ ہے کہ اگر اس کو قریش کے ہزار مردوں کے ساتھ تولیں تو وہی بھاری نکلے اگرچہ مال میں کم ہے کچھ غم نہیں اس واسطے کہ مال مانند سایہ کے ہے کہ گھٹ جاتا ہے اور اس کی قربت میرے ساتھ سب کو معلوم ہے۔ سو اب وہ چاہتا ہے کہ بعوض میرے بیس اونٹوں کے خدیجہ بنت خویلد کے ساتھ نکاح کرے۔ جب حضرت ابو طالب نے خطبہ آنحضرتؐ کی طرف سے تمام کیا۔ تو خدیجہ کی طرف سے ان کے بیٹا زاد بھائی ورقہ بن نوفل نے اٹھ کر خطبہ پڑھا۔ پس دونوں جانب سے

غلام امام شہید (م ۱۸۷۶ء، ۱۲۹۲ھ)

غلام امام شہید ۱۸۰۳ء میں قصبہ آٹھنی ضلع لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام شاد غلام محمد تھا۔ فارسی کی تعلیم آقا سید اسماعیل ماٹنڈرانی سے حاصل کی۔ اردو شاعری میں مصحفی اور فارسی شاعری میں قتیل کے شاگرد تھے۔ آگرہ میں سررشتہ دار رہے۔ ۱۸۳۹ء میں سرسید احمد خان بھی نوکر ہو کر آگرہ آگئے۔ مولانا شہید، سرسید اور دیگر مشاہیر کی آگرہ میں صحبتیں گرم رہتی تھیں۔ شہید الہ آباد میں بھی پیش کار کے عہدے پر فائز رہے۔ ترک ملازمت کے بعد ہندوستان کے امراء و روساء ان کی خدمت کرتے تھے۔ نواب کلب علی خاں والئی رامپور، سرسالار جنگ وزیر اعظم حیدر آباد، سعید عالم خاں ریکیں سورت ان کے بڑے قدر دان تھے۔ حیدر آباد دکن سے چار سو تیس روپے سالانہ بطور وظیفہ کے مقرر تھے جو اخیر وقت تک ملتے رہے۔ ان کی یہ قدر دانی عشق و محبت رسالت کی وجہ سے تھی۔ انہیں ”مداح نبی“ اور ”عاشق رسول“ کے مبارک القاب بھی عطا ہوئے۔ (۱۲۲) ان کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا نے ۱۸۷۶ء کو سال وفات قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

”کثر لوگ ۱۸۷۶ء کو سن وفات قرار دیتے ہیں مگر عبداللہ خاں خوبشکھی نے فرہنگ عامہ کے ضمیمے میں ۱۸۷۹ء کو سال وفات بتایا ہے مگر ۱۸۷۶ء صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ غلام غوث بیخبر نے ان کی وفات پر جو قطعہ تاریخ کہا ہے اس میں مادہ تاریخ ”وائے امام شعراء شہید شد“ سے ۱۸۷۶ء ہی سال وفات نکلتا ہے۔“ (۱۲۳)

مولود شریف شہید کا ذکر حامد حسن قادری نے ”واستان تاریخ اردو“ میں یہ کہہ کر کیا ہے: ”مولود شریف اس قدر مقبول ہوئی اور اتنی مرتبہ چھپی کہ اس کی اشاعتوں کا شمار دشوار ہے۔ آج تک راج و شائع ہے۔ اس کے ایک ایک فقرے، ایک ایک روایت، ایک ایک شعر سے شہید کا عشق و ولولہ، جوش و شوق اور سوز و درد مترشح ہے۔ اس طرز اور اس مقصد کی یہ اردو میں پہلی کتاب ہے۔ اس کو دیکھ کر لوگوں نے اس سے اخذ و اقتباس کیا، اس کی نقلیں کیں، اس کے ہو ہو نمونے کی کتابیں لکھیں۔“ (۱۲۴)

حامد حسن قادری نے ایک میلاد نامہ کا ذکر کیا ہے لیکن ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے اپنے مضمون ”اردو کا دینی ادب --- ۱۸۵۷ء کے بعد“ میں غلام امام شہید سے دو اور میلاد ناموں کو منسوب کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ”غلام امام شہید نے (۱) خدا کی رحمت (۲) میلاد شریف شہید اور (۳) مولود شریف بہاریہ لکھی۔“ (۱۲۵) خدا کی رحمت (۱۸۶۰ء میں) اور مولود شریف بہاریہ (ص: ۳۰) دونوں رحمانی پریس مدراس سے طبع ہو چکے ہیں۔ (۱۲۶) سیدہ رئیس فاطمہ نے اپنے ایم۔ اے کے تحقیقی مقالے ”تحفہ ساقی کوثر“ میں غلام امام شہید کے ایک ہی میلاد نامہ کا حوالہ دیا ہے جو ۱۸۸۳ء میں مطبع نول کشور میں شائع ہوا۔ (۱۲۷) حمایت علی شاعر نے اپنے مضمون ”اردو میں نعتیہ شاعری کے سات سو سال“ میں شہید کے ۱۸۵۰ء کے مولود شریف کا ذکر کیا ہے جو مطبع قادری آگرہ میں چھپا تھا اور جس پر مولف کا نام ”غلام امام پیش کار عدالت“ درج تھا۔ (۱۲۸) اس میلاد شریف کے جہلی نسخے بھی بعض اشاعتی اداروں نے چھاپ دیئے تاہم امر واقعہ یہ

ہے کہ غلام امام شہید نے دو میلاد نامے "خدا کی رحمت" اور "مولود شریف بہاریہ" لکھے۔ ثانی الذکر ہی مولود شریف شہید کے نام سے مشہور ہے۔ یہ میلاد نامہ آگرہ لاہور اور لکھنؤ سے بار بار شائع ہوا۔ لکھنؤ والا نسخہ ۱۳۰ صفحات پر مشتمل ہے جبکہ لاہور اور آگرہ کے مطبوعہ نسخے ۹۶، ۹۶ صفحات پر محیط ہیں۔ لاہور کے مطبوعہ دو نسخے دستیاب ہوئے ہیں۔ ایک ملک سراج الدین اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار، لاہور اور دوسرا شیخ غلام علی برکت علی، تاجران کتب کشمیری بازار، لاہور کا چھپا ہوا ہے۔ ان میں سے کسی پر بھی نہ سنہ اشاعت درج ہے۔ اور نہ سنہ تالیف لکھا ہوا ہے۔ کانپور برقی پریس کا مطبوعہ میلاد نامہ ۱۳۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

کراچی یونیورسٹی کے کتب خانہ میں غلام امام شہید کے فارسی کلیات مطبوعہ نول کشور ۱۳۰۰ھ میں فارسی میلاد خوانوں کے لئے بحر طویل میں ایک نعتیہ قصیدہ ہے۔

مولود شریف شہید کی زبان کہیں مرصع و متعقی کہیں عربی و فارسی کے الفاظ کی مدد سے عالمانہ اور کہیں سادہ ہے۔ حمد حسن قادری کی یہ رائے ہے کہ "ان کی سادہ عبارت میں بھی عربی، فارسی الفاظ بے ساختہ قلم سے نکلنے لگتے ہیں۔ یہی حال الفاظ کے دروست کا ہے، جو تاخیر و تقدیم کے قدم رنگ سے مملو ہے دراصل شہید کے نزدیک زبان ایک ایسا سانچہ ہے، جس میں وہ اپنے مطالب ضرورت کے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔ وہ میلاد نامے کی روایت سے بخوبی واقف ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ سامعین پر اثر ڈالنے کے لئے کس موقع پر کون سی زبان استعمال کرنی چاہئے۔ اس ہنرمندی کا نتیجہ تھا کہ جب شہید کسی محفل میں خود اپنا میلاد شریف پڑھتے تھے تو عجب سماں بندھ جاتا تھا اور اکثر اہل محفل پر رقت سے غش طاری ہو جاتا تھا۔" (۱۳۹) شہید کی تحریریں قافیہ بگائی اور رنگین عبارت سے خالی نہیں ہیں۔ بیان میں شاعرانہ تصرف اور سلاست و دلچسپی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔

جس دور میں غلام امام شہید نے میلاد نامہ لکھا ہے۔ اس زمانے میں خاندان مغلیہ کے زوال کے سبب اہل کمال پریشان و سرگرداں پھر رہے تھے۔ نوابان لکھنؤ کی ادبی قدر دانی کی وجہ سے مشاہیر علم و ادب لکھنؤ میں جمع ہو گئے تھے۔ اسی دور میں رجب علی بیگ سرور نے "فہرست کتب" اور غلام امام شہید نے "میلاد شہید" لکھا۔ ان دونوں تصانیف کی زبان بڑی مماثلت رکھتی ہے۔ ایک جگہ نعت سرور کو نمین لکھتے ہیں جو اس دور کی زبان کی نمائندگی کرتی ہے:

"کیسا سلطان صاحب برہان حبیب الرحمن محبوب سبحان یکہ تازہ عرصہ گاہ سبحان الذی اسری شہباز بلند پرواز ذنی فتد لی اورنگ نشین مکان و کان قلب قوسین او اننی راز دار بہترین فاوچی الی عبدہ ما اوچی۔ طوطی شکر خامے وما بنطق عن الہوی عنللمب خوشنوائے ان ہوا الا وحی بوحی اتینہ صورت نما لو لاک نما" گنجینہ گوہر آہائے و لسوف بعطیک ربک لترضی شہنشاہ فرمان روائے ادم من دونہ، تحت لوائے کلین نورستہ، چمنستان کبرہائی ماہروئے طلعت زیبائے خورشید سیمائے والنہار اذا تجلی سیاہ مونے عالیہ، ساتھ عنبر آستائے واللیل اذا بغشے شمع شب الفروز کنت نیبا" و ادم بین الماء والظین آفتاب جہانتاب وما ازسلک الا رحمۃ للعلمین متکے ازیکہ طہ و بس دانائے حقیقت فعلمت علم الاولین

والاخرين كلكونه علوض والشمس والضحى شانه كس طره والليل اذا سجدى سرمد دله زاغ البصر وما
 طغى شهبوار ميدان اجتى شهر بار ابوان اصطفيا بلوقبه ولا گوهر دوج بطعا اختر برج طه واسطه
 قریش ارض و سما شفیع گنباہن ما و شما مکرم کبریا مقدم مرتجی معظم مبتدی موبد مقتدی احمد
 سجدی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم و علی الہ واصحابہ البررة الاتقیاء۔" (۱۳۰)

نعت رسول مقبول کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ معمولی انسان آپ کی نعت کیسے لکھ سکتا ہے جبکہ پیغمبر
 اور فرشتے بھی آپ کی نعت کا حق ادا نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ آپ کی نعت و تعریف میں نئے نئے انداز
 اختیار فرماتا رہا ہے۔ اس لئے نعت رسول بھی ذہن قدرت میں محفوظ و مستور ہے۔ اس بات کو غلام امام
 شہید نے نادر انداز میں بیان کیا ہے:

"آدم مطیع اس کے دم کا، اور لیس مستفیض اس کے تدریس کرم کا، نوح کشتی بان اس کے دریائے
 نیل و حتم کا، ابراہیم زلہ ربا اس کے خوان ہم کا، اسمعیل ذبح اس کے ابھوئے پرخم کا، اسحاق مشتاق اس
 کے دیدار مغنم کا، یعقوب تکلف بیت الاحزان اس کے عشق اتم کا، یوسف زندانی اس کے دام زلف اعجاز
 پرخم کا، خضر تشہ لب اس کے سرچشمہ فیض اتم کا، سلیمان حامل اس کے علم کا، کلیم مشیر اس کے کلام
 اعظم کا، عیسیٰ شہتر اس کے قدوم مقدم کا، جبرئیل محافظ اس کے حریم محترم کا، میکائیل عافیت خواہ اس کے
 مزاج اکرم کا، اسرائیل رتبہ دان اس کے قدر و قیمت کا، عزرائیل رضا جو اس کی خاطر معظم کا، صدیق اس کا
 محرم، فاروق اس کا ہم دم، عثمان اس کا رفیق مکرم، علی اس کا برادر معظم ہے، صلی اللہ علیہ وسلم۔" (۱۳۱)

میلاد ناموں میں روایات کے بیان میں یکسانیت ہے۔ یہ تمام روایات صحائف مقدسہ اور کتب معتبرہ
 سے اخذ کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدی تخلیق فرمایا۔
 نور محمدی کے بیان کے سلسلہ میں غلام امام شہید نے کمال فصاحت و بلاغت سے کام لیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"وانایان خواص حقیقت اور ماہران رموز شریعت نے یوں لکھا ہے کہ جب حضرت صمدیت کو اظہار
 ذات سبح کلمات کا منظور ہوا۔ جمیع موجودات کے نور سے ہزار برس پیشتر نور کامل السور خواجہ عالم صلی
 اللہ علیہ وسلم کا پیدا کر کے فضائے لامکان میں رکھائیں وہ نور کرامت ظہور ایک مدت تک بساط تقرب پر
 طواف میں مشغول رہا۔ بعد اس کے سجدہ کے لئے مامور ہوا چنانچہ ایک سال کامل ہوا کہ اس جہان کا ہر
 سال تین سو ساٹھ دن اور ہر روز یہاں کے ایک برس کے برابر ہوتا ہے۔ سجدے میں رہا اور عز و جل کی
 تسبیح میں مشغول رہا۔ پس اس نور فیض جنیور سے ایک جوہر بنایا اور اس جوہر فیض مظہر کو نظر عنایت سے
 دیکھ کر دس حصے کئے ایک حصہ سے عرش اور دوسرے سے لوح تیسرے سے قلم بنایا اور حکم کیا کہ قلم کو
 لکھ بسم اللہ الرحمن الرحیم قلم نے ہزار برس میں بسم اللہ لکھی بعد اس کے حکم ہوا کہ لکھ لا الہ الا اللہ محمد
 رسول اللہ جس وقت نام مبارک خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہزار برس تک سر سجدہ میں رہا۔ پھر
 سر اٹھایا اور کہا السلام و علیک یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ نے اپنے حبیب کی طرف سے جواب دیا
 و علیکم السلام و منی الرحمتہ اس طرح حصہ چہارم اور پنجم اور ششم اور ہفتم اور ہشتم اور نہم سے ماہتاب و
 آفتاب، رات دن، فرشتے اور کرسی بنائی اور دسویں حصہ سے روح محمدی کو پیدا کیا۔ عرش کی دائیں طرف

چار ہزار برس تک تسبیح و تقدیس میں مشغول رکھا۔ الغرض وہ نور کرامات ظہور ستر ہزار برس تک عرش پر اور پانچ ہزار برس تک کرسی پر جلوہ افروز رہا۔ پھر جبرئیلؑ اور میکائیلؑ بموجب حکم ربانی زمین پر آئے اور پارہ خاک طلب کیا۔ زمین نے جس وقت نام خواجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا سنا، شق ہو گئی اور خاک سفید مثل کافور اس سے ظاہر ہوئی چنانچہ حضرت جبرئیلؑ ایک شقال خاک اس مقام سے کہ اب جائے تربت اس جناب کی ہے، لے آئے۔ پھر اس خاک کو منک اور زعفران اور سلیمیل اور ماہر معین اور شراب تنیم اور کافور بھشتی سے خمیر کر کے ماہ وجود باوجود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتب کر کے جبرئیلؑ نے اس روح نور منظر کو اطباق سموات اور اطراف بہشت اور جملہ امانات فرشتوں میں گرد بگرو پھرا کر مژدہ ستایا حَذَا طَيْبَتَهُ حَبِيبَ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَضَمَّحَ الْمُنْتَبِئِينَ مَشْهُورٍ لِي الْأَوْلَى وَالْآخِرِينَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غرض وہ ماہ وجود محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بصورت ایک قدیل کے چند مدت خلقت کا لبد آدم تک ساق عرش بریں سے معلق رہا۔“ (۱۳۲)

میلاد شہید میں دیگر میلاد ناموں کی طرح سب سے بڑی کمی یہ ہے کہ اس میں بیان کی گئی روایات کا ماخذ نہیں لکھا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ انہوں نے مشہور اور عام روایات جو تحقیق شدہ ہیں، ان کے لئے کتب ہائے مستبرہ کے حوالے دینا غیر ضروری سمجھا ہو جو عصر حاضر کی علمی کم مائیگی کی وجہ سے تحقیق طلب معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً انہوں نے ایک روایت بیان کی ہے:

”حضرت عبداللہ نے عبدالمطلب سے کہا کہ جب میں بطحائے مکہ کی طرف جاتا ہوں ایک نور عظیم الشان میری پیٹھ سے ظاہر ہو کر دو حصہ ہو جاتا ہے۔ نصف اس کا جانب مشرق اور نصف جانب مغرب منتقل ہوتا ہے۔ من بعد وہی نور مثل پارہ ابر میرے سر پر سایہ کرتا ہے۔ پھر متوجہ ہوتا ہے طرف آسمان کے اور دروازے آسمان کے کھل جاتے ہیں اور جب میں زمین پر بیٹھتا ہوں۔ زمین سے آواز آتی ہے کہ اے وہ شخص کہ نور محمدیؐ تیری پشت میں جلوہ افروز ہے۔ تجھ پر سلام اور جس درخت خشک کے پاس سے گذرتا ہوں وہ درخت فوراً سرسبز ہو کر مجھ پر سایہ کرتا ہے۔ اور جس وقت وہاں سے گذرتا ہوں پھر بدستور سوکھ جاتا ہے۔ عبدالمطلب نے کہا۔ اے عبداللہ بشارت ہو تجھے کہ تیرے صلب سے سید رسل، ہادی سبل، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوں گے۔“ (۱۳۳)

یہ روایت شواہد انبوت اور روضۃ الاحیاب دونوں میں وضاحت سے موجود ہے۔ کتب سیرت کے شائقین ان کتابوں کو اپنی مزاولت میں رکھتے تھے اس لئے کسی علمی یا تحقیقی کتاب لکھتے وقت مشہور روایات کے بیان میں کسی کتاب کا حوالہ دینا غیر ضروری سمجھا جاتا تھا۔ ویسے مذہب کا تعلق عقیدت سے ہے اور اگر مذہب کی ہر روایت کو عقل کی کسوٹی پر کسا جائے گا تو اس سے وسواس اور اشبہا کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔ مذہب میں فلسفہ و عقل اور تجربہ و اشبہا کا نہ کوئی امکان ہے اور نہ کسی طرح روا ہے۔ ہر میلاد نگار نے مروجہ روایات کو بیان کیا ہے مثلاً نبی کریمؐ کی پیدائش کے سلسلہ میں غلام امام شہید نے روایت بیان کی ہے:

”اس رات کو آسمان کے فرشتوں نے غلغلہ شادمانی زمین تک پہنچایا اور اہل زمین

نے مختلف کامرانی آسمان کو سنایا۔ جبرئیلؑ نے علم سبز خانہ کعبہ پر نصب کیا اور مبارک باد دی۔ فرشتوں نے ارباب زمین کو دروازے بہشت کے کھول دیئے۔ عالم عالم انوار قدس سے معمور ہو گیا۔ اٹلیس پھاڑوں میں جا چھپا۔ شبانہ روز صحرا و دریا میں سرگرداں رہا۔ بت روئے زمین کے سرگھوں ہوئے۔ حیوانات قریش کے بولنے لگے وغیرہ وغیرہ۔" (۱۳۳)

یہی روایات بالفاظ دیگر ہر میلاد نامے میں منقول ہیں اور ان کا ماخذ بھی مدارج النبوت اور روضہ الحباب ہیں جو ہمیشہ مستند سمجھی گئی ہیں۔ قرون اولیٰ سے یہ بات آداب میلاد میں شامل ہے کہ جب ذکر مولود رسالتناپ شروع ہوتا ہے تو تمام حاضرین محفل سلام کے سلسلہ میں باادب کھڑے ہو جاتے ہیں ایک شخص سلام کے چند مصرعے پڑھتا ہے تو حاضرین ان الفاظ کو عشق و محبت میں ڈوب کر ساتھ دہراتے ہیں۔ یہ عجب روح پرور اور کیف افزا منظر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ہر شاعر نے سلام لکھنے کے سلسلہ میں اپنی اپنی سلا کے مطابق زیادہ سے زیادہ عقیدت سے پھول نچھاور کرنے کی کوشش کی ہے۔ شہید نے بھی سلام لکھتے وقت اظہار عقیدت کی صحیح ترجمانی کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے سلام کے چند شعر ملاحظہ فرمائیے:

"السلام اے دیکھیر بیکیاں

السلام اے چارہ درد نماں

السلام اے قبلہ گاہ اہل دین

السلام اے بادشاہ مرسلین

السلام اے شاہ عفتت السلام

السلام اے ماہ رفعت السلام

السلام اے گوہر تاج قبول

السلام اے زیب معراج قبول

السلام اے پیشوائے انبیاء

السلام اے مقتدائے اولیاء

السلام اے باعث ایجاد خلق

السلام اے موجب بنیاد خلق

السلام اے مظہر انوار حق

السلام اے مصدر اسرار حق

السلام اے جان جاناں السلام

السلام اے شاہ شاہاں السلام

السلام اے غمزدوں کے دیکھیر

السلام اے ہادی روشن ضمیر"

(۱۳۵)

سلام پڑھتے وقت قیام تعظمیٰ جائز، مباح، مستحسن اور باعث ثواب و برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں رسولؐ کی اطاعت کو اپنی اطاعت بتایا ہے۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ تعظیم رسولؐ تعظیم خدا نہیں ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کی ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ہم کو حدیث سناتے تھے جب آپ اٹھتے ہم سب کھڑے ہو جاتے اور جب تک آپ گھر میں داخل نہ ہو جاتے ہم لوگ کھڑے رہتے تھے۔“ (۱۳۶) اس کے علاوہ عام کتب سیر میں منقول ہے کہ جب حضرت فاطمہ الزہراءؓ تشریف لائیں تو حضورؐ کھڑے ہو جاتے اور جب حضورؐ تشریف لاتے تو حضرت فاطمہؓ کھڑی ہو کر تعظیم دیتی تھیں۔

غلام امام شہید نے سلام کے بعد چند روایات تحریر کی ہیں اور کمال صفات محمدیہ کو اس طرح بیان کیا ہے:

”خلافت آدمؑ، ملک سلیمانؑ، حسن یوسفؑ، غلت ابراہیمؑ، کلام موسیٰؑ، دم عیسیٰؑ، عبادت یونسؑ، شکر نوحؑ، لسان اسلیمؑ، بشارت یعقوبؑ، صوت داؤدؑ، صبر ایوبؑ، زہد یحییٰؑ، عطا کیا گیا۔ اور حضور سرور کائنات کو یہ تمام صفات مجموعی طور پر عطا فرمائے۔“ (۱۳۷)

مولود شریف شہید میں یہ روایت بیان کی گئی ہے:

”آپؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ میں نے ولادت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر چھ چیزیں بہت عجیب دیکھیں۔ ایک تو یہ کہ پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور آہستہ آہستہ فرمایا۔ یا رب امتی امتی۔ دوسرے یہ کہ زبان صحیح اور عبارت صحیح سے فرمایا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اِنِّي رَسُولُ اللهِ۔ تیسرے یہ کہ آنحضرتؐ کا نور چراغ پر غالب تھا۔ چوتھے یہ کہ میں نے چاہا کہ آنحضرتؐ کو نمازوں۔ غیب سے آواز آئی اے صفیہؓ تو تکلیف نہ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے شستہ اور پاک بھیجا ہے۔ پانچویں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناف بریدہ اور مٹھون پیدا ہوئے۔ چھٹے شانہ مبارک پر مرنوبت ستارہ صبح سے روشن تر دیکھی اور اس میں یہ خط نور لکھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔“ (۱۳۸)

من و عن مندرجہ بالا روایت ابو البیان سلیم جرولوبی نے بھی بیان کی ہے۔ (۱۳۹)

شہید نے ایک ایسی روایت بھی نقل کی ہے جو کسی دوسرے میلاد نامے میں دیکھنے میں نہیں آئی۔ وہ لکھتے ہیں:

”عبدالملط نے آپؐ کی ولادت کی خبر سن کر کہا کہ محمدؐ کو میرے سامنے لاؤ اور مجھے دکھاؤ۔ آمنہؓ نے جواب دیا کہ صحبات تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔ محافلطان غیب سے تاکید ہے کہ تین دن تک کوئی نہ دیکھے عبدالملط آمنہؓ پر غصہ ہو کے بولے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھا، نہیں تو میں تجھے یا اپنے تئیں ہلاک کروں گا۔ جب آمنہ خاتونؓ نے عبدالملط کو اس قدر بے قرار دیکھا۔ ناچار وہاں تک پہنچا دیا۔ عبدالملط نے کمال اشتیاق سے چاہا کہ دیدار سید ابرار حبیب پروردگار سے مشرف

ہوں۔ ایک شخص تلوار کھینچ کر سامنے آیا اور کہا کہ جب تک تمام مقررین جناب ختم المرسلین حبیب رب العالمین کی زیارت سے فارغ نہ ہوں گے، کسی کو مجال دیکھنے کی نہ ہوگی۔ عبدالمطلب یہ حال دیکھ کر بیٹ سے تھرا گئے۔ تلوار ہاتھ سے گر پڑی۔“ (۱۳۰)

غلام امام شہید نے اس روایت کے بیان کے سلسلہ میں کوئی مستند حوالہ نہیں دیا۔ غالباً وہ یہ بات کہنا چاہتے ہیں کہ مقررین فرشتے تین روز تک زیارت کو آتے رہے اور اس بات کو سادہ انداز میں بیان کرنے سے بات زیادہ موثر ہو جاتی۔ اس روایت کے بیان میں شہید نے حضرت عبدالمطلب کے لئے عجیب زبان استعمال کی ہے مثلاً صحبات تم اسے نہیں دیکھ سکتے، وغیرہ، نصحائے عرب سے یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ کسی بزرگ کو اس قسم کی زبان سے مخاطب کریں۔ حضرت عبدالمطلب کا نام روایت کے پیرایہ میں بھی بصد احترام لینا لازمی ہے۔ اس کے علاوہ ایک فرشتے میں میرے خیال کے مطابق یہ طاقت نہیں ہو سکتی کہ آنحضورؐ کے دادا جان کے سامنے تلوار کھینچ کر آسکے۔ یہ بات درایتاً صحیح ثابت نہیں ہوتی۔

اسی طرح یہ روایت قریب قریب ہر میلاد نامے میں بیان کی گئی ہے اور شہید نے بھی اسے بیان کیا ہے کہ ”آپ کی تشریف آوری کے وقت طاق کسریٰ کے چودہ کنگرے گر پڑے، آتش فارس جو کہ ہزار سال سے روشن تھی، بجھ گئی۔ دریائے سادہ خشک ہو گیا۔“ (۱۳۱)

سیرت کی دیگر کتابوں میں بھی ان روایات کو بیان کیا گیا ہے مگر علامہ شبلی نعمانی نے ”سیرت النبیؐ“ میں اسے استعارہ سے تعبیر کیا ہے۔ طاق کسریٰ کے چودہ کنگرے گر جانا سے دنیا کی چودہ کافر سلطنتوں کا مفتوح ہو جانا۔ آتش فارس کے بجھ جانا سے آتش گناہ کے سرد پڑ جانے سے تعبیر کیا ہے کیونکہ حضورؐ کی پیدائش کے سبب ہزاروں سال سے رائج بت پرستی کو زوال ہوا۔ علامہ شبلی نعمانی نے خیر مذہب کے لوگوں کو عقلی طور پر صحیح تسلیم کرانے کے لئے ان روایات کی توجیہ کی ہے کیونکہ ان کی سیرت النبیؐ کا لب و لہجہ تاریخی ہے۔

”مولود شریف“ شہید میں کسی جگہ اردو اور کسی جگہ فارسی نصیحتیں بھی مندرج ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل ملک کا مزاج فارسی سے زیادہ قریب تھا اور فارسی زبان کی حلاوت و شیرینی اردو کے بیان کو زیادہ موثر بنا دیتی ہے۔ شہید نے امیر خسروؒ، سعدیؒ، جامیؒ اور قدسیؒ کے کلام سے زیادہ استفادہ کیا ہے۔ بیان حلیہ شریف میں شہید نے فصاحت و بلاغت سے کام لیا ہے۔ ان کا انداز بیان اس زمانے کے مخصوص طرز تحریر کی عکاسی کر رہا ہے۔ نمونہ درج ذیل ہے:

”روئے زبا آئینہ تجلیات خدا آفتاب پر ضیا قمر سراپا صفائینی وہ چہ نورانی لطافت میں مثل آئینہ منظر انوار سبحان اللہ صباحت میں غیرت خورشید درخشال اور ملاحظت میں مثل ماہ تابان تھا۔ پیشانی انور بینہ شفق قمر یعنی نصف ماہ کی طرح منور تھی۔ گلمائے رخسار برابر اور ہموار نہ چنداں پر گوشت نہ چنداں نحیف و زار ذقن قیصر مثل گوئی قمر مسد برا شکل العینین یعنی سپیدی آنکھ کی مائل بہ سرخی اعجاز نگاہی سے نہایت دلنوریت

اکل العینین سیاہ چشم ملاحت حسن سرشار عار نگر صبر و شکیب مزگان سیاہ بغیر سرمہ خود بخود سرگین نگاہ کثرت حیات سے اکثر مائیل بزمن اور رود پست سے یکساں دیکھتے تھے، اہد پوسہ و باریک خمدار بنی شریف بلند و پرانوار لب ہائے مبارک نہایت احسن و جان مقدس نہایت الطاف و مستحسن کشادہ دندان مثل لعل بے بہا درخشاں حتیٰ کہ تبسم کے وقت تمام در و دیوار عکس نور سے روشن ہو جاتے تھے اور خالق یکمانے کسی بشر کو اس جناب سے زیادہ فصیح البیان اور خوش آواز نہ پیدا کیا۔ سر شریف بزرگ مائل بحد اعتدال، مخزن فضل و کمال موئے مبارک نہ چنداں نرم فرو ہشتہ نہ چنداں سخت و پیچیدہ دراز گئے گیسو معبر کی گاہے تازمہ گوش گاہے تابدوش لید مقدس تاسینہ معلیٰ گردن مبارک نقرہ مصفا بغل اور شانہ اور بازو درجہ اعتدال میں نرم پست اور شکم صاف مثل سیم ساوہ بے موگر ایک خط موئے باریک سینے سے ناف تک ہویدا درمیان دونوں شانوں کے خاتم نبوت ختم رسالت کی دلیل روشن رنگ اور صفا میں غیرت ید بیضا دست حق پرست حریر و دیبا سے نرم تھا اور بوئے بدن مشک سے زیادہ معبر قدم مبارک کبھی خاک راہ سے آلودہ نہ ہوا قامت زیبا نہال بلخ قدس سرو چمنستان انس موزوں بدرجہ کمال رنگ رخسار ملاحت انگیز گندم گوں یعنی نہ بہت سرخ درجہ اعتدال میں نہایت عشرت خیز تھا۔“ (۱۳۲)

میلاد شہید میں حلیہ مبارک کے بعد معجزات کا بیان ہے۔ معجزے کا لفظ عجز اور عاجز سے مشتق ہے یعنی جس کے سمجھنے میں عقل انسانی عاجز آجائے۔ نبی کریم کی ہر بات تھنیم سے بالاتر اور ائمہ سے ماورا ہے۔ غلام امام شہید نے بعثت کے بعد کے معجزات بیان کئے ہیں۔ انہوں نے معراج النبی کا تذکرہ نہایت تفصیل سے کیا ہے اور جو روایات دیگر میلاد ناموں میں معمولی طریقہ سے بیان کی گئی ہیں، شہید نے انہی روایات کو بڑی فصاحت و بلاغت سے بیان کیا ہے۔ شب معراج میں پیش آنے والے واقعات کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

”وَاقِفَانِ اسْرَاوْ سَبْحَانَ الَّذِي اسْرَىٰ وَ دَانِلَهَانَ رَمُوْزُنِي كُنْتَلْمِي اس داستان واجب الايقان کو یوں لکھتے ہیں کہ ستائیسویں تاریخ رجب دو شبہ کے دن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسمانی کے گھر بعد فراغ نماز عشاء کے خواب استراحت فرمایا کہ چشم زگس آشنائے خواب، دل بیدار مائل رب الارباب نظر عنایت جانب امتاں سینہ کباب رکھتے تھے ناگاہ حضور کبریائے جلیل سے حضرت جبرئیل کو حکم پہنچا کہ اے روح الامین آج کی رات گوشہ عنایت اور زاویہ اطاعت چھوڑ آج تیری عبادت ایک خدمت کے صلہ میں حضور سے معاف ہوتی ہے۔ تسبیح و تہلیل موقوف کر، پر طاووس بازوئے مرصع قدوسی جامہ نگارین فردوس اپنے بدن پر آراستہ کر، کمر خدمت گاری کی مضبوط باندھ تاج فرمانبرداری کا سر پر دکھ، مروحہ سعادت ہاتھ میں

لے۔ میکائل سے کہہ کہ پیانہ ارزاق کا ہاتھ سے رکھے، ایک ساعت قسمت ارزاق موقوف کر کے تیری ہمراہی کے واسطے آمادہ اور مستعد ہووے اور اسرائیل صور ہاتھ سے رکھ دے۔ عزرائیل قبض ارواح موقوف کر کے آسمان کے توفیق تقارے صدق و صفا کے بجائیں، فراشان نور چاندی کا فرش طبقات سموات پر بچھائیں۔ صحن آسمان کو جاروب شعل آفتاب سے جماڑ کر شیر سحر اور گلاب روز سے دھوئیں۔ عرش کو لباس زر نگار قدس پستانو، سرمہ شب قدر کو اکب کی آنکھوں میں لگاؤ۔ رضواں در و دیوار بہشت بریں کی آئینہ بندی کر کے چمن چمن روش روش پر اطلسی زرین تجلیات بچھاوے۔ مالک دروازے دوزخ کے بند کر کے حلم و تسکین کے قفل لگا دے۔ حوران خلد بریں صف بہ صف آراستہ ہو کر انگشٹھیں عود و قناری کی لگائیں۔ غلمان طبق طبق جواہرات گراں بہا ہاتھ کے واسطے لائیں آفتاب نکلنے سے، پانی چلنے سے، افلاک گردش سے اور ہوا جنبش سے باز رہے۔ ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ اور تمام انبیاء و مرسلین کی ارواح کو عطریات قدس سے معطر کر اور کہہ کہ ایک عظیم الشان میہمان کے استقبال کے واسطے مستعد رہیں۔ تمام مشارق اور مغارب عالم اور قبور بنی آدم سے عذاب موقوف کر کے عطر محبت سے معطر کر اور ستر ہزار فرشتے اپنے ساتھ لے کر بہشت غیر سرشت میں جا وہاں سے ایک براق برق خرام انتخاب کر کے سر زمین مغرب میں وہاں سے قبیلہ قریش میں، ان میں سے بنی ہاشم، ہاشمیوں میں سے عبدالمطلب کے قبائل میں گذر کر، ان میں ایک جوان ہے سرو قد، ماہ خو، عطار و منظر، زہرہ بیکر، آفتاب علم، بہرام چشم مشتری، دیدار کیوان مقدار سید ابرار اس کی بالیں پر حاضر ہو کر بادب تمام عرض کر:

اشب	شب	قدر	تت	بہ	شتاب
قدر	شب	قدر	خولش		دریاب
آرائش	سردی	ست	اشب		
معراج	محمدت	اشب			

(۱۳۳)

غلام امام شہید شب معراج سواری نبی کریم براق کی تعریف کا تذکرہ تفسیر زاو المذکرین کا حوالہ دیتے ہوئے یوں کرتے ہیں:

”ہر عضو اس براق صبار فکار کا جواہرات بہشتی سے بنایا گیا تھا۔ سر اس کا مروارید یکدانہ کلاں کا اور کان اس کے زبرجد سبز کے، پیشانی یا قوت سرخ کی، جس پر یہ خط نور لکھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور آنکھیں لعل شب چراغ کی طرح چمکتی

ہوئیں، ناک کھریئے رخشاں کی اور لب پارہ مرجان کے، دانت موتی کے، گردن یا قوت احمر کی، پیشانی کے بال مرجان تر کے اور گردن کے بال زعفران تر کے اور جب سر کو جنبش دیتا تو منگک جھرتی اور پھریری لینے سے بالوں میں نور لہراتا، بال بال میں موتی پروئے ہوئے، سم جہاں رکھتا زینن روشن ہو جاتی، پشت اس کی سونے کی اور بیٹ چاندی کا، ہاتھ پاؤں زرد کے اور دم شاخ مرجان کی اور دونوں بازو انواع نقش و نگار اور جواہرات آبدار سے نگاریں اور جزاؤ موتیوں سے بھاریں، سم اس کے خیر کے، نعل فیروزہ کے، حق تعالیٰ نے اسے نور سبز سے بنایا اور جو حسن و خوبیوں اور حیوانات کو جدا جدا عنایت کیس اس کو تما دیں جیسا اس کے راکب کو سب خوبیاں اور تحفیروں کی کجا ملیں۔ پس جبرائیلؑ نے سب براتوں میں اس براق کو اختیار کیا اور آستانہ نبویؐ کی طرف متوجہ ہوئے۔ (۱۳۳)

غلام امام شہید نے اس کے بعد معراج کے تفصیلی واقعات بیان کئے ہیں۔ آخر میں بیان معراج نثر میں لکھتے لکھتے حال معراج نظم میں لکھنا شروع کر دیا اور ان بقیہ احوال کو ترجیح بند کی صورت میں بیان کیا ہے۔ اس کے دو بند ملاحظہ فرمائیے:

غل ہوا سیر کو فردوس کی آتے ہیں حبیب
 بولا رضواں کہ بھلا میرے کہاں تھے یہ نصیب
 چٹکٹک کیا کروں اس شاہِ زمن کے میں غریب
 صدقہ آپ ہی کا ہے جو غلد میں ہے چیز عجیب
 کوئی دعوت کی نہیں بنتی ہے مجھ سے ترکیب
 مگر امت کے مکانوں کی دکھاؤں ترتیب
 ناگماں آنے لگی کانوں میں آواز تکیب
 عرض کرنے لگا یوں جا کے سواری کے قریب
 مرجا سید کی مدنی العربی
 دل و جاں باو فدایت چہ عجب خوش لقی
 جب چلا چاند مدینہ کا سوئے رب جلیل
 بچھ گئی مہر درخشاں کی فلک پر قدیل
 شیر فردوس کی رکھی کہیں آدم نے سبیل
 کہ اس راہ سے گذریگا وہ فرزند جمیل
 فرش خلعت کا بچھاتے تھے کسی جا پہ غلیل
 کہیں یوسفؑ تھے کھڑے اور کہیں اسمعیل
 روح پہ روح لگی مگر نے براہ قبیل

پھر ہوئے نغمہ سرا صور میں یوں اسرائیل
 مرجا سید کی مدنی العربی
 دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقمی
 (۱۳۵)

معراج کے تفصیلی بیان کے بعد وفات شریف کا بیان ہے۔ آخر میں کچھ روایات شہید نے منظوم کر کے لکھی ہیں، جس میں نبی کریمؐ کے ایام طفولیت کے حالات کو تفصیل سے قلمبند کیا گیا ہے۔ روایات السنن حنابلہ، قصہ حضرت بلالؓ، غزل در وصف قدم شریف اور قصہ حضرت علیہ سجدیہ بھی منظوم شامل ہیں۔

غلام امام شہید نے میلاد ناموں کی روایت کے مطابق سب سے پہلے جو نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کا ذکر بیان کیا ہے وہ طرز اعمار کے لحاظ سے متنوع اور رنگا رنگ تاثرات و کیفیات پر مشتمل ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

آمد آمد ہے رسول پاکؐ کی
 آمد آمد ہے شہ لولاکؐ کی
 آمد آمد سید اعظمؐ کی ہے
 آمد آمد سرور عالمؐ کی ہے
 آمد آمد ہے شہ ابرارؐ کی
 آمد آمد ہے بڑے سردارؐ کی
 (۱۳۶)

نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ سے قبل آپؐ کے استقبال کی تیاریوں پر مشتمل اس میلادیہ نظم کا سلسلہ مزید ۲۶ اشعار تک جاتا ہے اور اس میں آپؐ کی صفات اور زمین و عرش کی رونق کا نقشہ بڑے دلکش انداز میں کھینچا ہے۔ ظہر قدسی کے بعد دوسری میلادیہ نظم شروع ہوتی ہے۔ اس کی بحر پہلی میلادیہ نظم سے مختلف ہے۔ چند شعر ملاحظہ فرمائیے:

شہنشاہ اعظمؐ تولد ہوئے
 رسول مکرمؐ تولد ہوئے
 شہ دنیا و دین تولد ہوئے
 مہ اوج علیاؐ تولد ہوئے
 تولد ہوئے پیشوائے جہاں
 تولد ہوئے مقتدائے جہاں
 تولد ہوئے سرور مرسلان
 تولد ہوئے رہبر دو جہاں

(۱۳۷)

قصہ حضرت بلالؓ میں نبی کریمؐ کی وفات مبارکہ کے بعد حضرت بلالؓ کی ان حزنینہ کیفیات کا بیان ہے جو رسالتِ نبویؐ کی جدائی سے پیدا ہوئی۔ نبی کریمؐ کی رحلت کے بعد حضرت بلالؓ شام سفر کرتے ہیں اور پھر وہاں سے ایک مدت کے بعد مدینہ آتے ہیں۔ درج ذیل اشعار میں ان کی آخری اذان اور وفات کو غلامِ امام شہید نے بھرپور درد مندی سے بیان کیا ہے۔ شاعر کا انداز بیاں ترنم ریز ہے۔ بیان کی سادگی لفظی رعایت کے باوجود نہایت حسین ہے۔

آیا زبان پر جو محمدؐ کا نام
 بس لیا ہاتھوں سے کلیجہ کو تھام
 کہتے ہیں کوٹھے سے گرا بے خبر
 کر گیا گرتے ہی جہاں سے سفر
 مرد اور کو اشارہ کیا
 زندگی سے اپنی کنار کیا
 ہاتھ سوئے قبر اٹھا رہ گیا
 سر جو جھکایا تھا جھکا رہ گیا
 ماتم و غم غمزہ کا عام تھا
 حجرہ ازواج میں کھرام تھا
 خاک پہ تڑپا جو وہ اندوہ گیس
 عرش کو جنبش ہوئی کانپی زمیں
 عشق کا غم چارہ گر جاں ہوا
 خانہ محبوب کا میصاں ہوا

(۱۳۸)

قصہ بلالؓ کے بیان میں جذبہ محبت رسولؐ مدینے سے دوری کا احساس اور درد مندی کا تاثر ان کے مخصوص انداز میں ہے:

چاہتے ہیں جس کو بلاتے ہیں یوں
 شہرت دیدار پلاتے ہیں یوں
 حیف ہے ہم پھرتے ہیں شام و سحر
 حرص کا کلسہ لئے یوں در بدر
 گھر کے نہ دلدار کے در کے ہوئے
 ہم نہ ادھر کے نہ ادھر کے ہوئے
 رحمت عالم مجھے بلوایئے

رحم میرے حال پہ فرمائیے
 شریعت دیدار پلا دیجئے
 ہر خدا میری دوا کجئے
 ہند میں خاطر مری ناشاد ہے
 جلد خبر لہجے فریاد ہے
 (۱۳۹)

قصہ حلیمہ سعدیہ کی مقبولیت کے بارے میں ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق رقم طراز ہیں:
 ”حضرت حلیمہ سعدیہ کا قصہ بچوں اور عورتوں میں نہایت مقبول رہا ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اب تک وہ گھروں میں گایا جاتا ہے اور چھوٹے بچوں کے لئے لوری کا کلام کرتا ہے۔ اس کی اس قدر مقبولیت کا سبب مضمون کی سادگی، بیان کا دلنشین انداز، نہایت صاف اور بدیع تشبیہیں اور رواں دواں سلیس الفاظ کا استعمال ہے۔ جن کی ترکیب اور خلوص سے شاعر نے کلام کو پرتاثر بنا دیا ہے، محبوب یزدانی پر تصدق کا مضمون ہر جگہ موجود ہے لیکن یہاں اس کی خصوصیت اس کا معصوم رنگ ہے۔ ماں کا اپنے بچے کے ساتھ پیار اور محبت کا اظہار اس قدر شیفٹہ وارفٹہ اور والمانہ انداز میں شاعر کے اپنے جذب و کیف کی ترجمانی کرتا ہے جو اس بخت عالم کے ساتھ عشق و محبت کے ایمانی رشتے نے پیدا کیا ہے۔ خلوص کی فراوانی سے شاعر کا دل چچ و تاب کی اضطرابی کیفیت سے دوچار ہے۔ وہ اس جذب و شوق کو حضرت حلیمہ سعدیہ کی زبان حال سے ظاہر کرتا ہے۔“ (۱۵۰)

قصہ حلیمہ سعدیہ غلام امام شہید نے اپنے مولود شریف میں لکھا ہے۔ زنانہ مجالس میلاد میں نسائی جذبات و احساسات کی وجہ سے اس کا تاثر شدید ہو گا کیونکہ اس میں نسائی جذبات کا انداز نمایاں ہے۔ شہید نے حضرت حلیمہ سعدیہ کے حوالے سے نبی کریم سے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔ اس قصہ سے لوری کے چند شعر دیکھئے:

بخت عالم ہے تو اے دلبر جاگ
 جاگنا بخت کا ہے ہتر جاگ
 جب جگاتی تو جگاتی تھی یوں
 اور سلاتی تو سلاتی تھی یوں
 سو مرے عرش کے تارے سو جا
 مرے اللہ کے پیارے سو جا
 ماہ والا نسبی کر آرام!
 آفتاب عربی کر آرام!

آمنہ بی بی کے جانی سو جا
میری دولت کی نکالی سو جا
تیرے آرام کو اے ماہ پارہ
میری آنکھوں کا بنے گوارہ

(۱۵۱)

قصہ حلیمہ سعدیہ میں نبی کریمؐ کا حلیمہ و سراپا بھی بیان کیا گیا ہے۔ یہ سراپا نبی کریمؐ امتیازی و منفرد حیثیت رکھتا ہے:

”سر پہ چھوٹا سا عمامہ ہے سجا
تن پہ ننھا سا ہے جامہ زبیا
گل اس گل کے ہیں گورے گورے
لال ہیں آنکھوں میں اس کے ڈورے
سر پہ ہیں بال جھنڈوے ایسے
گل سنبل کا ہو جھرمٹ جیسے
اس کی زلفوں کے تھنکھہ والے بال
دل شیدا کے لئے ہیں جنجال
قد ہے بوٹا سا قیامت پایا
خواب نے جس کا نہ دیکھا سلیا
سرگمیں آنکھ خرد کی رہزن
آفت جاں پہ غضب وہ چتون
سامنے اس کے اگر آتا ہے
آفتاب ابر میں چھپ جاتا ہے
خم ابرو سے مد نو ہے نخل
تیر مڑگاں سے دل و جاں بسل
نور ہی نور ہے کھڑا اس کا
غیرت حور ہے وہ نام خدا
جلوہ افزا جو وہ دلبر ہو جائے
راہ خوشبو سے معطر ہو جائے“

(۱۵۲)

روایت استن حناہ میں مسجد نبوی کے ایک ستون کے جذبات عشق کا بیان ہے کہ جب مسجد نبوی میں نیا منبر رکھا گیا اور نبی کریمؐ اس پر بیٹھ کر خطاب فرمانے لگے تو مسجد نبوی کا ایک ستون جسے استن حناہ کہا

جاتا ہے اور جس سے آپ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ آپ کے بچہ میں رونے لگا۔ یہ واقعہ امارت و
حیرت میں عام ملتا ہے۔ شہید نے اس روایت کو بیان کرنے میں بڑی کامیاب کوشش کی ہے۔

مسجد مصطفیٰ میں ایک ستون

تھا بہت اوس جمال پر مفتون
گو کہ آتش کو چوب سے ہے لاگ

لیکن اس کی غذا تھی عشق کی آگ
دست بستہ رہ وفا میں سدا

ایک ہی پاؤں سے کھڑا رہتا
خنگ ہو کر وہ درد و غم کا دوست

رہ گیا صرف استخوان و پوست
... تھا مگر کوئی عاشق غمناک

پر وہ چوب میں پھنسا ہے باک
کشش عشق اس کی کامل تھی

صحبت یار اس کو حاصل تھی
(۱۵۳)

ان اشعار میں سادگی و سلاست اور عقیدت و محبت کے نکتے ہوتے جذبات اور صاف و شفاف عشق
رسالتناہ کے احساسات بھی اپنا رنگ دکھا رہے ہیں، غلام امام شہید کی نبی کریمؐ سے والمانہ شفقتی کا یہ
نتیجہ نکلا کہ ان کا یہ مولود شریف عام و خاص میں بے حد مقبول ہوا۔ اس کی اشاعتوں کی تعداد شمار سے باہر
ہے اور آج تک رائج و شائع ہو رہا ہے۔

مولود شریف شہید میں سے قصہ حضرت بلالؓ اور قصہ حلیمہ سعدیہؓ علیحدہ بھی مطبع نظامی کراچور اور مطبع
فردوسی بنگلور سے ۱۳۹۲ھ، ۱۸۷۵ء میں شائع ہوئے۔ یہ دونوں مطبوعہ نئے کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو
پاکستان، کراچی میں موجود ہیں۔ ان متذکرہ بالا قصوں کی اشاعت کے علاوہ مجموعہ وفات نامہ رسول مقبولؐ
قصہ حضرت بلالؓ اور قصہ حضرت دایہ حلیمہؓ مطبع مجتہبی لکھنؤ اور ملک دین محمد تاجران کتب، کشمیری بازار
لاہور نے شائع کئے ہیں۔ ان دونوں میں وفات نامہ رسول مقبولؐ کا اضافہ ہے۔ وفات نامہ کے تمام عنوانات
فارسی میں ہیں۔ وفات نامہ حمد و نعت کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اس میں رفتن آنحضرتؐ برائے زیارت قبور
رفتن آنحضرتؐ برائے سیر بلخ، رفتن آنحضرتؐ بخاندانہ شدت تپ آنحضرتؐ و پر سیدن ابن مسعودؓ
طلبیدن فاطمہؓ را، آمد جبرئیلؑ نزد آنحضرتؐ طلبیدن آب ہفت چاہ آنحضرتؐ نصیحت کردن آنحضرتؐ یاران
را، صحابی عیب خود پیش کردن آنحضرتؐ نصیحت کردن آنحضرتؐ علی کرم اللہ وجہہ را، پر سیدن مانئہؓ از
آنحضرتؐ و جواب دادن آنحضرتؐ سوال حصہ از آنحضرتؐ فرمودن آنحضرتؐ فاطمہؓ را، فرمودن آنحضرتؐ
علیؓ را برائے قرض خود، پر سیدن آنحضرتؐ از عزرائیلؑ کہ چہ حکم است آمدن جبرائیلؑ نزد آنحضرتؐ از

جناب حق تعالیٰ بیان عرض حاجات سرور کائنات بجناب قاضی الحاجات بزبانی جبرائیلؑ طلبیدن آنحضرتؐ مکمل الموت را برائے قبض روح خود آمدن تا بوقت جبرائیلؑ از نزد حق برائے حضرتؐ بیان انتقال آنحضرتؐ قبض کردن روح مبارک آنحضرتؐ طلبیدن آب بوقت نزول آنحضرتؐ طلبیدن مسواک آنحضرتؐ از حضرت عبدالرحمنؓ بیان غسل آنحضرتؐ بیان خلیفہ شدن ابوبکرؓ آواز دادن المیس علیہ اللعنتہ در باب منع غسل آمدن آواز حضرت خضر بوقت غسل آنحضرتؐ اور آمدن بلالؓ از شام مدینہ منورہ بعد وفات آنحضرتؐ عنوانات ہیں۔

وفات نامہ سے چند اشعار نمونہ کے طور پر درج ذیل ہیں :

جگہ اپنی آ بیٹھے خیر الانام
 کما پھر ابوبکرؓ سے ہو امام
 غرض کی امامت ابوبکرؓ نے
 سنبھالی جماعت ابوبکرؓ نے
 نبی نے اسی طرح اے پاکباز
 پڑھی سترہ وقت کی پھر نماز
 کنار علیؑ میں سر پاک تھا
 علیؑ بلکہ ہر ایک غمناک تھا
 پیست ہو چہرہ پہ چلنے لگا
 دل قاطرہ غم سے جلنے لگا
 کہ ہے الہی ہوئی میں یتیم
 چلا میرے سر پر سے اب یہ کہیم
 نبی نے سنی جب یہ آواز غم
 وہیں کھول کر آنکھ باصد الم
 کما نبی سے جلد پاس آ میرے
 گلے سے تو اس وقت لگ جا میرے
 یہ سنتے ہی زہرہ گلے سے لگی
 نبیؐ کو محبت بہت اس سے تھی
 کما نبی ہرگز نہ کر دل میں غم
 تیرے غم سے مجھ پر ہے رنج و الم
 اجل کا ہے اب سامنا بالیقین
 نہ ہو اپنے دل میں تو اندوہیں
 دعا اس گھڑی مانگتے تھے رسولؐ

کہ تسکین پاوے خدایا بتولہ

(۱۵۴)

مولود شہید میں نثر کے علاوہ قصیدہ، مثنوی، غزل اور ترجیع بند میں آپ کی سیرت مقدسہ کے چند پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے۔ اس منظوم بیان میں غلام امام شہید نے تشبیہات اور استعارات اور شاعرانہ رنگ آمیزی سے اپنے کلام کو بڑے احسن طریقہ سے ستوارا ہے۔ شیدا اور باقر آگاہ کی منظومات میں شعری محاسن کم ہیں۔ ان کی کاوشیں اپنے دور کی نہایت حسین اصلاحی اور تعمیری قسم کی یادگاریں ہیں مگر شہید کے کلام میں حب رسولؐ کی سرمستی اور والمانہ پن کا انداز منفرد ہے۔ انہوں نے جمال محمدیؐ کو دلربا پانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری مبالغے سے پاک، سچے جذبات کی تریمان ہے۔ ڈاکٹر حسن الدین صدیقی نے مولود شہید پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”شہید کی میلاد یہ منظومات پڑھنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ خیال کی وسعتیں

اور دل کی عقیدتیں الفاظ و تراکیب کے خوشنما پیرہن میں سمٹ کر تغزل کا معیار ہو گئی

ہیں۔ ان کے مولود شریف میں حمد و نعت کے مقامات معنی عالمانہ عبارت میں ہیں اور

عربی و فارسی کے الفاظ سے معمور ہیں، باقی مضامین سادہ عبارت میں ہیں۔“ (۱۵۵)

اس دور کی نثر میں ایک پہلو سلاست و سادگی کا تھا اور دوسرا تکلف و تصنع کا، اور بسا اوقات یہ دونوں پہلو غلام امام شہید کے مولود شریف کی طرح ایک ہی تصنیف میں باہم میسر آ جاتے ہیں۔

بحیثیت مجموعی غلام امام شہید نے اردو کے دینی ادب کو دل آویز طرز بیان سے مالا مال کر دیا۔ نظم و نثر کی گوناگوں خصوصیات اور اس کے رنگا رنگ محاسن کی وجہ سے مقدار اور معیار کے لحاظ سے شہید نے میلاد نگاری کی روایت میں گرانقدر اضافہ کیا۔

میر مظفر حسین ضمیر (م ۱۳۷۲ھ)

میر مظفر حسین نام، ضمیر تخلص، میر قادر علی کے فرزند تھے۔ شاعری میں مصحفی کی شاگردی کی۔ مصحفی نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر اسپرنگر کے بیان کے مطابق ۱۸۳۸ء میں لکھنؤ میں بقید حیات تھے۔ (۱۵۶) ۱۳۷۲ھ میں انتقال ہوا۔ ان کے زمانے میں لکھنؤ میں مرہیہ گوئی کا بڑا زور تھا۔ ضمیر نے غزل کے ساتھ مثنوی اور مرہیہ گوئی میں شہرت حاصل کی۔ میر ضمیر کی تصنیفات میں مرثیہ و سلام کے علاوہ مثنوی مٹرا عجائب اور رحمان معراج (معراج نامہ) شامل ہیں۔

رحمان معراج کا ایک مخطوط انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانہ خاص میں موجود ہے۔ یہ ۱۳۵۳ھ کا کاتب شدہ ہے اور ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا خط نستعلیق ہے مگر کسی قدر شکستہ یا بے معروف و مجہول بھی اس میں یکساں ہیں۔ عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں اور فارسی میں ہیں۔ کہیں کہیں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے عنوانات کو حاشیوں میں لکھا گیا ہے۔ اس کے دو نسخے کتب خانہ سرسار جنگ اور ایک اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدر آباد میں موجود ہے۔ ڈاکٹر اسپرنگر نے بھی ایک مخطوطے کا ذکر کیا ہے جو

توپ خانہ اودھ میں موجود ہے۔ اس کے ہر صفحہ پر سترہ اشعار ہیں اور ۹۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ (۱۵۷)
اس مثنوی کے آخر میں ضمیر نے اس کی تاریخ تصنیف ۱۲۳۷ھ لکھ کر اس کے نام ربیعان معراج کی
صراحت بھی کی ہے:

یہ فرمائش صاحب تاج ہے
مسی بہ ربیعان معراج ہے
ہوا ختم معراج نامہ جو نہیں
ہوئی فکر تاریخ کی دل نشیں
ندا آئی ہاتھ سے بے اشتباہ
کہو اس کی تاریخ فیضان شاہ
(۱۲۳۷ھ (۱۵۸)

اس مثنوی میں حمد و نعت، منقبت حضرت علیؑ مدح حضرت فاطمہ زہرا و امام حسینؑ اور دیگر اماموں کی
مدح کے بعد معراج نامہ کا سبب تالیف بیان کیا ہے۔ اس کے بعد شاہ اودھ نصیر الدین حیدر اور مددی علی
خان وزیر کی تعریف کی گئی ہے کہ انہی کے ایماء پر معراج نامہ لکھا گیا ہے۔ اس کے بعد معراج کا مضمون
شروع کیا ہے۔ نفس مضمون کو عنوانات کے تحت لکھا گیا ہے۔ نبی کریمؐ نے ہر آسمان کی سیر فرما کر وہاں کیا
کیا دیکھا، ملائکہ، جنت، دوزخ اور پھر جنت میں اہل بیت کے قصر اور ایوان ملاحظہ کئے۔ جنت کی سیر میں
آپؐ نے اپنے عطین کو نکال دیا مگر عطین مبارک سمیت آنے کی ندا سنی۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا
وغیرہ ایسے امور کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس معراج نامہ کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

کہوں حمد پروردگار قدر
کریم و رحیم و سبح و بصیر
وہی خالق خلقت و نور ہے
دلوں سے قرں چشم سے دور ہے
(۱۵۹)

یہ مثنوی قریباً دو ہزار اشعار پر مشتمل ہے جو بیس دن میں لکھی گئی:
بہ اعجاز آل رسالت ماب
کسی بیس دن میں یہ دس جز کتاب
میرا منہ کہاں کیا مری دستگاہ
تقط ہے یہ لہاد اقبال شاہ
(۱۶۰)

ربیعان معراج کی تالیف کے بارے میں ضمیر نے پوری صراحت سے لکھا ہے کہ نصیر الدین حیدر بادشاہ
اودھ (۱۲۳۳ھ --- ۱۲۵۲ھ) کی فرمائش پر واقعہ معراج بیان کیا گیا ہے:

سحر کو میں تھا برسر جانماز
 وظیفہ میں مشغول باصد نیاز
 کہ آیا بس اک پیک فرخندہ فال
 لگا مجھ سے کہنے کہ اے خوش خصال
 طلب ہے تری در حضور جناب

جناب مطاعن قدسی ماب
 وزیر خردمند باعدل و داد

وہ ہمدی علی خاں والا نژاد

(۱۶۱)

چھ شعر وزیر ہمدی علی خاں کی تعریف میں لکھنے کے بعد کہتے ہیں:

غرض میں چلا یاں سے باصد سرور
 ہوا جا کے جب باریاب حضور

عجب بزم دیکھی عجیب انیس
 تو میں بھی ہوا اک جگہ پر جلیس

کیا جب کہ باب تکلم کو دا

زباں نوں سخن سے ہوئی آشنا

یہ ہے حکم شاہش نیک نام

کہ معراج نامہ رقم کر تمام

(۱۶۲)

درج ذیل اشعار میں اپنے سید ہونے کی نسبت وضاحت کی ہے:

میں ہوں مرثیہ گوئے سبط رسول
 ادھر بھی اٹھا یک نگاہ قبول

یہ معراج نامہ جو لایا ہوں میں

نبی کے وسیلے سے آیا ہوں میں

یہ میرا وسیلہ نہ رو کیجیو

میں سید ہوں میری مدد کیجیو

(۱۶۳)

اس معراج نامہ کی تصنیف کے سلسلہ میں شاعر نے حیات القلوب اور دوسری اسی موضوع کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔

لکھنؤ کی شیعہ فضا میں مجالس عزاء کی کثرت تھی۔ اسی مناسبت سے رجحان معراج میں بھی ابتداء میں

امین کے مناقب بیان کئے گئے ہیں۔ اور اس کے بعد معراج کے مضمون کو شروع کیا ہے۔ تعزیر داری اور مجالس محرم کی ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے شعراء نے مرثیہ گوئی سے کام لیا۔ اسی طرح میلاد کی محافل اور ان کے جاہل انعقاد نے دہلی اور لکنؤ کے شعراء کو اس فن کی طرف خصوصی رغبت دلائی۔ اس لحاظ سے شمالی ہند کا دور زیادہ تر رسمی اور تقلیدی روپوں سے عبارت ہے۔ رحمان معراج فنی محاسن کے اعتبار سے ایک بلند پایہ معراج نامہ ہے اور اس میں اخلاص، درد مندی اور کیفیات کا موثر بیان نظر آتا ہے۔

مولوی محمد حیات (۱۲۱۹ھ / ۱۸۰۳ء -- ۱۳۹۳ھ / ۱۸۷۶ء)

مولوی محمد حیات میسور کے متوطن تھے۔ عربی فارسی کی قابلیت رکھتے تھے۔ انہوں نے نظم و نثر میں کئی کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں احوال النبیؐ، نور الہدایہ، شفاعت نامہ، دیدار نامہ اور شرف الایمان مع نور الاسلام زیادہ مشہور ہیں۔ اور ان کے مخطوطات کا تذکرہ ڈاکٹر محی الدین زور نے کیا ہے۔ (۱۲۳)

احوال النبیؐ منظوم سیرت ہے جو تقریباً ۳۷۵۔ ابیات پر مشتمل ہے۔ اس میں سید حیات نے نبی کریمؐ کے حالات نہایت اجمال کے ساتھ سادہ اور سلیس انداز میں بیان کئے ہیں۔ ولادت رسالتؐ آپؐ کے والدین، علامات نبوت، بعثت، معراج، غزوات، حسن خلق، معجزات، ازدواج، اور اولاد وغیرہ کے بارے میں ضروری معلومات عامۃ الناس کے لئے درج کر دی ہیں۔ آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے:

اللہ اللہ درد جاں ہے دم بدم
 او کیا موجود ہم سب تھے عدم
 اللہ اللہ سچا تو ہے معبود
 اللہ اللہ سچا تو ہے موجود
 (۱۱۵)

اختیاری اشعار درج ذیل ہیں:

جن دروداں ان پو بھیجے باصفا
 اس کے حامی ہیں محمد مصطفیٰ
 پڑھ دروداں مصطفیٰ پر اے حیات
 پائے گا تو رحمت حق اور نجات
 بھائی احوال نبی اب ہوئی تمام
 مصطفیٰ پر ہو دروداں اور سلام
 (۱۲۲)

اس کی تاریخ تصنیف نہیں ملتی۔ قرن قیاس ہے کہ یہ مثنوی ۱۲۵۰ھ کے بعد لکھی گئی ہے۔ نور الہدایہ ایک قسم کا درد نامہ یا وفات نامہ ہے۔ اس مثنوی کے ۳۷۵۔ اشعار ہیں۔ اس میں رحلت کے وقت مختلف پیغمبروں اور اولیاء پر جو گذری اس کی تفصیلات بیان کر کے انسانوں کو عبرت دلائی گئی ہے

کہ ہر انسان کو اپنی موت کے وقت کیا کرنا چاہئے۔ سید حیات نے اس میں شاعر سے زیادہ بطور ناصح اور مرشد ہمت ہی پر اثر انداز میں مثنوی لکھی ہے۔ زبان ہمت سلیس ہے۔ کاتب شفیع الدین ہیں جنہوں نے اس کی جملہ کتابیں مستقل نقل کی ہیں۔ اس مثنوی کے آغاز و اختتام کے اشعار ملاحظہ ہوں:

یا الہی یا الہی یا الہی
یا طلحی یا حکیمی یا کریم
اب تجی مصطفیٰ اور قاطرہ
تو ہمارا خیر سے کر خاتمہ
(۱۶۷)

اختتام ان اشعار پر ہوتا ہے:

حور ہے اور میر ہے گلزار ہے
سب سے بڑھ کر نعمت دیدار ہے
رنج و راحت کا بیان کب تک حیات
شرک سے تو دور ہے جا پانجات
(۱۶۸)

شفاعت نامہ ۹۰۔ آیات کی ایک مختصر مثنوی ہے۔ جس میں نبی کریمؐ کی شفاعت کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

اس کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

اللہ اللہ تو رحمان اور رحیم
تو عطا کر ہم کو راہ مستقیم
ہے محمدؐ خاتم النبیین
ہے محمدؐ عذر خواہ امتحان
(۱۶۹)

شفاعت نامہ کے اختتامی اشعار درج ذیل ہیں:

کب تک یہ گفتگو بس کر حیات
مانگ رب سے یہ دعا اب دل کے ساتھ
رکھ مجھے امت میں اس کے اے رحیم
موت دے ملت میں اس کے اے رحیم
(۱۷۰)

دیدار نامہ ہمت ہی مختصر مثنوی ہے۔ اس میں ۶۰۔ آیات ہیں۔ اس میں جنت کے احوال، اہل جنت

کے مراتب اور رویت باری تعالیٰ کے اثبات کے بارے میں روایات کا بیان ہے۔ اختتامی دو شعر ملاحظہ ہوں :

یوں لکھے ہیں خاماں کی شان میں
ان کے تئیں دیدار ہے ہر آن میں
مختصر اس کو لکھا سید حیات
اس کے حق میں کر دعا تو اس کے سات
(۱۷۱)

شرف الایمان مع نور اسلام اردو نثر میں ایک مذہبی کتاب ہے۔ کتابت قدیم ہے۔ یہ نسخہ شکستہ خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ اس کا کاغذ کرم خوردہ ہو گیا ہے۔
سید حیات کی منظوم سیرت احوال النبیؐ اولیٰ اور لسانی لحاظ سے قابل قدر اضافہ ہے۔ اس میں لکھنؤی
دہستان کالب و لہجہ اور زبان و بیان کے دیگر خصائص موجود ہیں۔

محمد کفایت علی کافی مراد آبادی (م ۱۸۵۸ء)

مولانا محمد کفایت علی کافی مراد آبادی کے خاندان سادات سے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن ہی میں حاصل کی بعد میں تحصیل علم کے سلسلہ میں بریلی اور بدایوں میں قیام پذیر رہے۔ بدایوں میں شاہ ابو سعید مجددی سے علم حدیث پڑھا اور علم طب حکیم شیر علی سے حاصل کیا جو نواب آصف الدولہ کے عہد میں تحصیلدار تھے۔ ۱۸۵۸ء کے جہاد آزادی میں مولانا پیش پیش تھے۔ مولانا کفایت علی کے خلاف فخر الدین کلال نے بھجری کی، مولانا گرفتار ہوئے اور انہیں پھانسی کا حکم ہوا تو بہت مسرور ہوئے۔ یہ غزل پڑھتے ہوئے خراماں خراماں تختہ دار کی طرف چلے گئے :

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا

مولانا کافی کو مراد آباد نیل کے پاس مجمع عام کے سامنے پھانسی دی گئی۔ اور وہیں دفن کئے گئے۔ تقریباً ۳۵ سال کے بعد مولانا کی قبر کھل گئی۔ ہوا یہ کہ بدھ کے بازار سے ایک سڑک نکالی گئی۔ مولانا کے مدفن کا نشان نمایاں نہیں تھا۔ مزدور نے جب اس پر پھاوڑا چلایا تو مولانا کی پینڈی پر لگا اور وہ نظر آئی۔ مزدور نے انگریز انجینئر کو بتایا۔ اس نے احزانہ قبر درست کرا کے سڑک کا رخ موڑ دیا۔ اسی وجہ سے سڑک میں ٹیڑھا پن پایا جاتا ہے۔ مولانا کافی کی قبر بھجری سرائے مویشی خانے کے سامنے ہے۔ مذکورہ مزدور اور جن لوگوں نے مولانا کی قبر کا شگاف دیکھا، ان کا بیان ہے کہ مولانا کا بدن اور کفن بالکل صحیح حالت میں تھا۔
مولانا کافی کی زیادہ تصانیف نظم میں ہیں۔ شمائل ترمذی کا منظوم ترجمہ ہمار خلد، چمنل احادیث کا منظوم ترجمہ نسیم جنت (۱۷۲) اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے رسالہ ائیل سعادت کا منظوم ترجمہ خیابان فردوس

کے نام سے کیا ہے۔ مشہوری دربارِ رحمتِ باری صلی اللہ علیہ وسلم (۱۷۳) دیوانِ کافی (۱۷۴) اور مولود شریفِ بہاریہ وغیرہ مولانا کی تصانیف ہیں۔ مولود شریفِ بہاریہ، وقالت نامہ، حلیہ مبارک کے علاوہ داستانِ ساقاں، قصہ بست اصحاب اور جذبہ عشق کی منظومات پر مشتمل ہے۔ (۱۷۵)

شاعری میں مولانا کافی، مدنی علی زکی مراد آبادی کے شاگرد تھے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے ایک رباعی میں مولانا کافی کو خراج عقیدت پیش کیا ہے، فرماتے ہیں:

پرداز میں جب مدحتِ شاہ میں آؤں

تاعرش بریں فکرِ رسا سے جاؤں

مضمون کی بندش تو میر ہے رضا

کافی کا درد دل کہاں سے لاؤں

مولود شریفِ بہاریہ کا مخطوطہ قومی عجائب گھر، کراچی میں موجود ہے۔ یہ رسالہ ایک مجموعے میں شامل ہے جو ۳۸۔ اوراق پر مشتمل ہے۔ مخطوطہ کے ہر صفحے پر سرخ جدولیں ہیں۔ عنوانات بھی سرخ روشنائی سے ہیں۔ ہلکے آسمانی رنگ کے ولایتی کالڈز پر اچھی حالت میں ہے۔ مولود شریف کی ابتداء درج ذیل اشعار سے ہوتی ہے:

حم لائقِ داور اکبر کو ہے

خلاقِ اشیائے بحر و بر کو ہے

ہے یہ ادنیٰ وصف اس خلاق کا

باغباں ہے گلشنِ آفاق کا

ہے عجب وہ صانعِ رنگیں نگار

جس نے پیدا کیں بہاریں بے شمار

یہ نگارستانِ عالم کا چمن

ہے نسیمِ لطفِ حق سے خندہ زن

اس نے دکھلائیں بہاریں بے شمار

گل کھلائے سینکڑوں لاکھوں ہزار

(۱۷۶)

یہ مخطوطہ امام الدین احمد نے مصنف کی شہادت کے سال ۷۷۳ھ / ۱۸۵۸ء میں مکمل کیا۔ مولود شریف کا اقسام ان اشعار پر ہوتا ہے:

ہیتی نے بھی بیاں ایسا کیا

جس گھڑی ہنتے تھے محبوبِ خدا

عکسِ دندانِ مبارک سے مدام

جلوہ گر ہوتی تھیں دیواریں تمام

اس طرح آتی تھی دیواروں پہ تاب
جس طرح پڑتا ہے عکس آفتاب

اس لب و دندان پہ ہر لیل و نهار

بھیجے کافی درود ہے شمار

(۱۷۷)

کافی نے ایک مثنوی معراج کے واقعہ پر بھی لکھا ہے۔ اس میں فرضی جزئیات کی تفصیل دی گئی

ہے۔ (۱۷۸)

دیوان کافی میں متعدد میلادیہ منظومات ہیں۔ ان منظومات کی محافل میلاد اور میلاد خوانوں میں مقبولیت کے پیش نظر مہتمم پریس نے دیوان کافی کے آغاز میں لکھا ہے:

”حضرات مولود خوانان کی خدمت میں التماس ہے کہ بعد ختم مولود شریف اس خاکسار کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔“ (۱۷۹)

ان کی بیشتر میلادیہ منظومات آج بھی محافل میلاد میں عقیدت و احترام اور عشق و محبت سے پڑھی جاتی

ہیں۔ ان میں سے چند کے مطالعے درج ذیل ہیں (۱۸۰):

خاتم	الانبیاء	ہوئے	پیدا
بختی	مصطفیٰ	ہوئے	پیدا

(۱ ص)

ہوئے	حضرت محمد صل	علی پیدا
ہوئے	حضرت رسول اللہ احمد	بختی پیدا

(۲ ص)

جناب	نور عالم سید سرور	ہوئے پیدا
شفیع	درد منداں شافع	مختر ہوئے پیدا

(۳ ص)

ہوئے	پیدا رسول قدر دان مکہ و طہی
حبیب	کبریٰ عزت رساں مکہ و طہی

(۸ ص)

شب	ولادت ختم جیمبراں ہے آج
شب	ولادت سرزار سروریاں ہے آج

(۲۱ ص)

میلاد کے فیوض و برکات کا بیان بھی ان کی منظومات میں ملتا ہے۔ میلاد کی مناسبت سے اس موضوع سے متعلق اشعار ملاحظہ ہوں:

سر کے بل چاہئے اے اہل دلیاں آنا
 الفت رحمت عالم میں ذرا یاں آنا
 محفل مولود سلطان رسالت ہے یہ
 عین آداب ہے باصدق و صفا یاں آنا
 بے ادب کو تو یہاں دخل نہیں بار نہیں
 عطر آداب سے پوشاک با یاں آنا
 عرش سے فرش تک اللہ رے ہیوم ملکوت
 اور نجریل کا وہ مژدہ رسا یاں آنا
 محفل فرحت میلاد نبی صلی علی
 یہ نصیب اپنے تئیں صبح و مسا یاں آنا
 شرف محفل میلاد کہیں کیا کافی
 ہم سمجھتے ہیں شفاعت کا صلا یاں آنا
 (۱۸۱)

میلاد کی محفلوں میں درود و سلام بڑے ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ کافی نے اس موضوع پر میلاد
 منکومات لکھی ہیں جن میں درود شریف کی برکات اور درود پڑھنے کی تلقین کی ہے۔ چند مطلع ملاحظہ ہوں:

پیدا ہوئے رسول خدا مومنو صلوات
 اس صاحب لولاک پہ ہر دم کبھی صلوات
 (ص ۱۸)

نام حضرت پہ لاکھ بار درود
 بے عدد اور بے شمار درود
 (ص ۲۳)

نور ایمان ہوا درود شریف
 در افتش ہوا درود شریف
 ہر مرض کی دوا درود شریف
 داغ ہر بلا درود شریف
 (ص ۲۶)

کافی نے نبی کریمؐ پر خود بھی درود و سلام بھیجا ہے۔ چند مطلع درج ذیل ہیں:

ہوئے قولہ حبیب رحمان خدا کا ان پر درود دائم

کہیں بيم ہو کے جن و انساں خدا کا ان پر درود دائم
(ص ۳۰)

عرش بریں ایوان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
خلد سرا بستان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
(ص ۳۱)

پیدا ہوئے خیرالورثی صلوا علیہ وآلہ
پیدا ہوئے نور البدئی صلوا علیہ وآلہ
(ص ۳۱)

مسجد نبوی کا ستون جس کے ساتھ ٹیک لگا کر نبی کریمؐ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ جب اس کی جگہ منبر بنا کر پیش کیا گیا تو اس ستون نے گریہ و زاری کی۔ حضرت سہل بن سعدؓ کی روایت میں ہے کہ ستون کے رونے کی آواز سن کر تمام حاضرین بھی رونے لگے۔ مولانا کافی نے ستون کے اس رونے کا اس طرح ذکر فرمایا ہے:

ستون کی دیکھ کر حالت صحابہ سرسبز روئے
تمام حاضران مجلس خیرابشر روئے
ادھر گرم فقاں تھا وہ ستون صدے سے فرقت کے
ادھر یہ شدت رقت سے باصد چشم تر روئے
ستون نے یہ کئے نالے کہ چشم حال سے اس دم
شجر روئے، حجر روئے، سبھی دیوار و در روئے
رسول اللہ کی الفت محبوب! عین ایماں ہے
فراق مصطفیٰؐ میں اہل ایماں عمر بھر روئے
بشکل ابر اے کافی یہ مجوروں کا عالم ہے
یماں روئے، وہاں روئے، ادھر روئے، ادھر روئے

کافی نے منظوم حلیہ شریف میں آپ کے جمال ظاہری، چہرہ مبارک، عارض، رنگ، پیراہن، لب و دندان اور سراپا مبارک کو بیان کیا ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں:

سسی سرو ریاض بے مثالی
قد رعنائے دلجوئے محمد
(ص ۲۳)

زرگس گلشن مازاغ ہے، وہ چشم شریف
ہوئے مژگان مبارک رگ جان اعجاز

سوزن گم گشتہ صدیقہ نے پائی اپنی
کھل گیا کچھ بہ تہنیم جو دھان اجلاز
(۲۳ ص)

کافی نے مولود شریف ہمارے، معراج نامہ، وفات نامہ، بیان شمائل اور منظوم حلیہ شریف میں اپنی
المانہ وابستگی اور اخلاص و درد مندی کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے علمی انداز میں نبی کریمؐ کے میلاد و
عجرات کو بیان کیا ہے اور قرآن و حدیث کے حوالوں سے اپنے اشعار کو مزین کیا ہے۔ معراج کے بیان میں
”مثنیٰ معراج میں“ قرآن و حدیث کے حوالوں سے ہٹ کر چند فرضی جزئیات کی تفصیل دی ہے اور اس
سلسلہ میں آسمان کی آرائش اور جنت کی رونق وغیرہ کا ذکر خاص طور پر کیا گیا ہے لیکن ان جزئیات کی
تفصیل مروج معاصر مجلسی تقاضوں کے تحت شامل ہو گئی ہے۔ کافی کی درج ذیل متابعت کو کئی میلاد نگاروں
نے نقل کیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

یا الہی حشر میں خیر الوریٰ کا ساتھ ہو
رحمت عالم محمد مصطفیٰ کا ساتھ ہو
یا الہی ہے یہی دن رات میری التجا
روز محشر شافع روز جزا کا ساتھ ہو
بعد مرنے کے بھی کافی کی یہ ہے یارب دعا
دفتر اشعار، نعت مصطفیٰ کا ساتھ ہو
(۳۹ ص)

کافی کی میلادیہ منظومات فنی محاسن کے اعتبار سے بہت وقیع ہیں۔ ان میں ان کے داخلی احساسات کی
درد مندی اور اخلاص و شہینگی کا انداز بہت نمایاں ہے۔ اور اس خاصیت نے ان کے کلام کو پرتاثر بنا دیا
ہے۔ ان کی دوسری خوبی بیان کا دلنشین انداز، رواں دواں سلیس الفاظ اور نہایت صاف اور نادر تشبیہیں
ہیں۔ اور انہی خوبیوں کی بدولت ان کا مولود شریف ان کی فدائیت کا ترجمان بن گیا ہے۔

سید فضل علی

سید فضل علی، کفایت علی کافی کا ہم عصر تھا۔ ان کے منظوم میلاد نامہ ”فضل ہمار“ میں نبی کریمؐ کی
ولادت مقدسہ، رضاعت، اوصاف و خصائل اور وفات کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ میلاد نامہ کے آخر
میں درویشوں کے حالات، ایک شجرہ، اور کچھ دعائیں بھی شامل ہیں۔ انہوں نے اس میلاد نامہ میں آپؐ کے
روحانی فیوض و برکات اور بعض معجزات کے بارے میں خصوصی اشارے دیئے ہیں۔ ان کے مد نظر عقائد کی
اصلاح اور درستی ایمان کا جذبہ تھا، جو اس میلاد نامے کی تصنیف کا محرک بنا۔

محمد علی خاں لطف بریلوی (م ۱۲۹۸ھ)

لف بریلوی کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کا دیوان پہلی بار مطبع گلشن محمدی لکھنؤ سے طبع ہوا تھا اور اس ایڈیشن کے آخر میں اس کی تکمیل کا سال ۱۳۷۰ھ محض سو اکران اور ساکن بریلی بھی لکھا ہوا ہے۔ اس کے بعد مطبع آئینہ سکندر بریلی اور ۱۳۷۹ھ میں مطبع نظامی کانپور سے چھپا۔ اب تک اس کے متعدد ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

لف بریلوی نے میلاد کے موضوع پر بطور خاص غزلیں لکھیں جو ان کے دیوان میں جا بجا نظر آتی ہیں۔ ان کے دیوان میں ۱۳۳ غزلوں کے علاوہ ۹۷ اشعار کا ایک طویل سرپا اور ایک خسہ شامل ہے۔ میلادیہ منظومات میں محفل میلاد منعقد کرنے کی برکت اور ان محافل میں فیوض و برکات سے بہرہ ور ہونے کے لئے ان کے آداب بیان کئے گئے ہیں۔ لطف کی منظومات سے ان کے مکتب بریلی سے متعلق مخصوص مذہبی رجحانات کی عکاسی ہوتی ہے۔ اور جن کے مطابق محفل میلاد میں نبی کریمؐ تشریف لاتے ہیں اور بانی مجلس اور سامعین مجلس کو اپنے فیوض و برکات اور لطف و کرم سے نوازتے ہیں۔ اس سبب سے ایسی محافل کو ترتیب دینے میں سلیقہ مندی اور شائستگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے سامعین کو بھی ادب و احترام سے شمولیت کی درخواست کی جاتی ہے اور دوران میلاد خوانی نبی کریمؐ پر درود پڑھنے کا ذکر بھی ایسی منظومات میں کیا جاتا ہے۔ چند میلادیہ منظومات کے مطالعہ ملاحظہ ہوں:

دکھائے مگر خدا مجھ کو مکان مولد حضرت
لکھوں اے لطف مذکور زبان مولد حضرت
(۱۸۲)

نہ پایا دو جہاں میں اک مکان محفل مولد
جہاں دل کھول کر کرتے بیان محفل مولد
(۱۸۳)

بالدب داخل ہو اے دل محفل میلاد میں
خود بدولت خود ہیں شامل محفل میلاد میں
(۱۸۴)

میان ولادت میں عقیدت کی فراوانی ہے اور زیادہ تراغلی جذبات کا اظہار ہے۔

باعث پیدائش خلق پیدا ہوئے
پیشوا و مقتدی و رہنما پیدا ہوئے
نور سے اسلام کے عالم منور ہو گیا
واہ کیا بدر الدی صلی علی پیدا ہوئے
نور سے جن کے ظہور عالم امکان ہوا
وہ زمیں پر رونق ہر دوسرا پیدا ہوئے

عاصیوں کو ہاتفِ نبوی یہ دتا ہے نوید
خوش ہو خوش ہو شافع روز جزا پیدا ہوئے
ہر حکیم جس نبی کی ہے نبوت کا گواہ
اب وہ ختم المرسلین و انبیاء پیدا ہوئے
(۱۸۵)

دوسری جگہ بیان ولادت اس طرح کیا ہے:

آج فجر انبیاء صل علی پیدا ہوئے
شافع روز جزا صل علی پیدا ہوئے
زمنت ارض و سما صل علی پیدا ہوئے
رواق ہر دوسرا صل علی پیدا ہوئے
حلد و محمود و احمد خاص ہے جن کا لقب
وہ محمد مصطفیٰ صل علی پیدا ہوئے
نور سے جن کے ہوئی تھی آتش نمود سرد
آج وہ نور خدا صل علی پیدا ہوئے
(۱۸۶)

ان میلادیہ منظومات کا غالب حصہ اہل حدیث علماء کے خیالات کے رد عمل کے طور پر لکھا گیا جو محافل
میلاد کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ اس مسئلہ پر بریلوی اور اہل حدیث مکاتب فکر کے درمیان تہمت اور رد کا
مناظراتی سلسلہ آج بھی عام ہے۔ لطف بریلوی نے اپنے اشعار میں محافل میلاد کے انعقاد کے حق میں اور
مکگرین میلاد کے رد میں دلائل دیئے ہیں اور ثبوت فراہم کرنے کے لئے انہوں نے کئی کتب کا حوالہ دیا
ہے۔ برکات و ثمرات میلاد کے سلسلہ میں چند شعر ملاحظہ ہوں:

روایت کرتے ہیں یہ زازان مولد حضرت
کہ دیکھا نور جو دیکھا میان مولد حضرت
(۱۸۷)

سال بھر آئیں گے اس گھر کی زیارت کے لئے
ہیں فرشتے جو کہ داخل محفل میلاد میں
مومنو ”جمع الجوامع“ میں لکھا ہے دیکھ لو
ہوتے ہیں حضرت بھی شامل محفل میلاد میں
(۱۸۸)

مکگرین میلاد کے بارے میں رقم طراز ہیں:

جو منکر اس کی عظمت کے ہیں شیطان مجسم ہیں
 بیشی جنتی ہیں دوستان مولد حضرت
 (۱۸۹)

اس کو دشمن جانو محبوب خدا کا دوستو
 جو کرے انکار جاہل محفل میلاد میں
 (۱۹۰)

جو منکر ہیں رسول اللہ کی تعظیم کے ان کو
 نہ بلوایا کرو اے عاشقان محفل مولد
 (۱۹۱)

سال بھر بعد جو آتا ہے ربیع الاول
 کام گزے ہوئے امت کے بنا جاتا ہے
 سال بھر رہتے ہیں اس گھر کے ملائک زوار
 جس جگہ آپ کا مولود پڑھا جاتا ہے
 عاشقو محفل میلاد جہاں ہوتی ہے
 خود بدولت وہاں آتے ہیں سنا جاتا ہے
 لطف حضرت کا جو سنتا ہوں کبھی اسم شریف
 دل مضطر کو مرے چین سا آ جاتا ہے
 (۱۹۲)

رسول پاک پہ وہابیو درود پڑھو
 کدھر خیال ہے اے عاقلو درود پڑھو
 خدا کے دوست پہ اے دشمنو درود پڑھو
 جنہی ہو بیشی بنو درود پڑھو
 (۱۹۳)

اگر وہ دشمن دین خود بخود آجائیں محفل میں
 نظر میں رکھیں ان کو حاضران محفل مولد
 نہ انہیں منکر تعظیم جب تعظیم حضرت کو
 اٹھا دیں زور سے ان کو میان محفل مولد
 (۱۹۴)

حراج کے موضوع پر لطف نے مسلسل غزلیں لکھی ہیں۔ ان کا رنگ عاشقانہ ہے۔ ان کے خیال میں

نبی کریمؐ کو آسمانوں پر بلائے جانے کا مقصد صرف یہ تھا کہ خدا اپنے محبوب کا دیدار کرے:

مقصد تھا حبیب کا بلانا
معراج کا تھا فقط بہانا
(۱۹۵)

مقلدین اور غیر مقلدین کے نظریات کی وجہ سے ایک خاص فضا قائم ہو گئی تھی۔ اس روش کے خلاف لطف، کفایت علی کافی اور شہیدی نے اپنے کلام میں خاص انداز اختیار کیا، مثال کے طور پر ان کے اشعار ملاحظہ ہوں:

لطف:

عشق محبوب خدا اے دل جسے حاصل نہیں
لاکھ مومن ہو مگر ایمان میں کامل نہیں

کرامت علی شہیدی:

ہوا تجھ سا نہ ہو سکتا ہے میرا یہی ایمان
نہ مانوں مسئلہ ہرگز کسی زندقہ و مرتد کا

کفایت علی کافی:

ہیں کہاں وہ منکران الفت خیر البشر
بے تمیزوں کو ذرا مجھ تک تو لانا چاہئے

لطف بریلوی نے نبوت کے بیان میں ایک لطیف نکتہ پیش کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ اسلام کی کوئی نبوت کا اقرار یا انکار ہے:

مومن ہوا جس نے کیا اقرار محمدؐ
کافر ہوا جس نے کیا انکار محمدؐ
(۱۹۶)

یہ ایک ایسی حد فاصل اور پرکھنے کے لئے ایک واضح اور بین بنیاد ہے کہ جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ توحید پرست ہر مذہب میں موجود ہیں۔ بتوں کی پوجا نہ کرنے والے اور توحید پر ایمان رکھنے والے اسلام سے باہر بھی مل جائیں گے۔ تو فرق مسلم اور غیر مسلم میں کیا ہوا۔ فرق نبوت کے مسئلے ہی سے پیدا ہوتا ہے جس نے نبی کریمؐ کی نبوت کا اقرار نہ کیا وہ دوسرے تمام احسن عقائد کے باوجود گمراہ اور کافر ہے اور نبی کریمؐ کے خاتم الانبیاء ہونے کا تصور بھی اس سے الگ نہیں۔

مذہبی جوش و عقیدت بھی لطف کے کلام کی نمایاں خصوصیت ہے:

خوش بیٹھے ہو کیا مومنو درود پڑھو

شفیع روز جزا پر پڑھو درود پڑھو
 تمام جسم میں خوشبو ملو درود پڑھو
 مشام جاں کو معطر کرو درود پڑھو
 اگر خدا کے ہو طالب تو پہلے لازم ہے
 رسول پاک صبح کو راضی کرو درود پڑھو
 اگر حضور کی مد نظر حضوری ہے
 حضور قلب سے اے دوستو! درود پڑھو
 جو اس جیب کا مد نظر نظارہ ہے
 پڑھو درود پڑھو عاشقو! درود پڑھو
 یہ کون بزم ہے کس کا ہے ذکر لطف میاں
 ادب سے بیٹھو ادب سے اٹھو درود پڑھو
 (۱۹۷)

لطف نے ۹۷۔ اشعار پر مشتمل غزل کی بیست میں نبی کریمؐ کا سراپا لکھا ہے۔ میلاد ناموں میں آپؐ کے شائکس و خصائل اور باطنی اوصاف و صفات پر زیادہ زور دیا جاتا رہا مگر لکھنؤی دیستان شاعری کے زیر اثر سراپا نگاری کے رجحانات بھی عام ہو گئے۔ لطف بریلوی نے انہی اثرات کے زیر اثر آپؐ کے جمال ظاہری کا تذکرہ کیا ہے۔ اس میں انہوں نے اردو شاعری کے روایتی محبوب کی سراپا نگاری کا ڈھنگ اختیار کیا ہے مثلاً لطف لکھتے ہیں کہ ”حضور سر تا قدم عالم نور کی تصویر ہیں۔ کمر عفا ہے۔ قدم دلجو کی صفائی سے گل شرمندہ ہے تو ساق کے رنگ و بو سے شاخ نسرین نفل ہے۔ ان کی زلف مشکبار سنبل جنت ہے۔ اس کی خوشبو کے آگے مشک حقن اور ناند تآثر کی کچھ حقیقت نہیں۔ جن و بشر اس زلف کے جتلا اور فرشتے جاں نثار ہیں۔ مشک جنت سے اس نے خوشبو پائی ہے۔ کفار اسے دیکھ کر اسلام لاتے ہیں۔ اس کے ہر بال سے اتنے معجزات سرزد ہوئے ہیں کہ جن کا شمار نہیں۔“ اس کے بعد آپؐ کی زلفوں اور بالوں کا لطف نے ایک معجزہ رقم کیا ہے اور لکھا ہے کہ ”حضرت خالد بن ولید کو آپؐ نے چند بال عطا کر رکھے تھے۔ جس کی وجہ سے انہیں ہر لڑائی میں فتح نصیب ہوتی تھی۔“ اس منظوم سراپا پر قصیدے کا گمان گذرتا ہے۔ اور حضورؐ کے خدوخال اور اعضائے مبارک کی صفات کے اظہار میں بعض دیگر معجزات کو بھی اس میں شامل کر لیا ہے۔ اس طویل سراپا کا مطلع درج ذیل ہے:

مری وہ فکر رسا ہے وہ ہوں طبیعت دار
 ازل کے روز سے لکھتا ہوں نعت کے اشعار
 (۱۹۸)

اس سراپا کے علاوہ آپؐ کے سرو زلف، عارض و چشم اور لب و دندان مبارک کے اوصاف اور جمال

محمدی کے ظاہری پیلووں کی مدح جزوی طور پر ان کے دیوان میں جانباً نظر آتی ہے۔ نبی کریمؐ کے روضہ اقدس سے دوری ہندوستان کی پر آشوب زمین سے مدت متورہ تجاھے اور وہاں جا کر مرنے کی تمنا کا اظہار جانباً اشعار میں ملتا ہے۔ نبی کریمؐ سے استمداد اور شفاعت طلبی۔ مضامین بھی ان کے ہاں عام ہیں۔ وہ منظومات جن کی روئیں **مَا شَفِيعَ الْمُنْتَهَى**، **الغياث**، **يا رسول الله**، **يا شفيع الوری** ہیں، انہیں مضامین سے متعلق ہیں۔ اہل حدیث علماء نبی کریمؐ کے خطاب نہایت کو بدعت اور شرک و کفر سے تعبیر کرتے تھے۔ لطف ربیبی نے اس قسم کی روئیوں سے اپنے مذہبی عقائد کی ترجمانی کی ہے۔

درج ذیل اشعار میں ان روئیوں کی جھلک نظر آتی ہے:

نہ ہوئی ہائے مدینہ کی زیارت حاصل
جیتے جی میں نہ ہوا داخل جنت افسوس
(۱۹۹)

ہاں عرب میں کہیں اے شاہ عرب یلوالو
ہند میں اب تو گزارہ نہیں دم بھر اپنا
(۲۰۰)

کب تلک ہوں آپؐ کی فرقت میں بے دم الغیاث
الغیاث اے بادشاہ ہر دو عالم الغیاث
(۲۰۱)

پہنچا نہ آپؐ کے در اقدس تلک یہ لطف
بیمات مرتبہ نہ شہیدی عطا ہوا
(۲۰۲)

لطف نے میلاد کے موضوع کو غزل کے انداز میں بیان کیا اور فنی و صنفی سطح پر میلاد کی روایت کو آگے بڑھایا اور مسلک اہلسنت کے عقائد کے مضامین قلبند کئے۔ مقام رسالت اور مرتبہ و فضیلت محمدیؐ کے بیان میں اپنی وابستگی و محبت کا جانباً اظہار کر کے کیف اور تاثر کو نمایاں کر دیا ہے۔

سید اسماعیل حسین منیر (م ۱۸۸۱ء)

سید اسماعیل حسین منیر شکوہ آبادی کا سلسلہ نسب حضرت علی نقیؑ سے ملتا ہے۔ منیر کی ولادت ۱۸۱۳ء میں ہوئی۔ انہیں عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم ان کے والد سید احمد حسین نے دی اور دینی علوم کی تکمیل اپنے بڑے بھائی مولوی سید اولاد حسین سے کی۔ بچپن آگرہ میں گذرا۔ جوانی میں شعر و شاعری کی محفلوں میں خوب چمکے تو نظام الدولہ انہیں ملازمت کی پیشکش کر کے لکھنؤ لے گئے اور انہیں کی سفارش پر ناسخ نے انہیں اپنا شاگرد بنا لیا۔ لکھنؤ کے مختلف نوایین کی ملازمت کے بعد نواب علی ہمدانی باندہ کے ملازم ہو

کھے۔ ۱۸۸۸ء میں جنرل وائٹ لاک نے باندھ پر فوج کشی کی اور وہاں سے انہیں گرفتار کر کے ایڈمان بھیج دیا گیا۔ قید و بند کی صعوبتوں سے بارہ سال بعد رہا ہو کر رامپور چلے آئے۔ ۱۸۸۸ء میں انتقال ہوا۔ تاریخ وفات ”انتقال منیر عالی قدر“ سے نکلتی ہے۔

ان کی تصانیف میں تین دیوان اور دو مثنویاں ہیں۔ ان میں ایک مثنوی ”معراج المضامین“ بیان معراج النبیؐ پر مشتمل ہے۔ منظوم میلاد نامہ فضل بہار میں نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ، خصائص و شقائق اور وفات کا حال لکھا ہے۔ (۲۰۳) اس میں آپؐ کے حلیہ مبارک کی جزئیات اور خدوخال کو ان کی خوبیوں اور فیوض کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

منیر نے مثنوی معراج المضامین ۳۸۶ھ میں لکھی۔ اس میں معراج النبیؐ اور نبی کریمؐ کے دیگر معجزات کے علاوہ آخر کے حالات بھی شاعرانہ انداز میں نظم کئے گئے ہیں۔ مذہبی جذبات کی آسودگی کے لئے یہ ذخیرہ کافی اہمیت کا حامل ہے۔ نبی کریمؐ براق پر سوار ہو کر معراج کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں۔ منیر نے اس کا نقشہ یوں پیش کیا ہے:

پھر آئی جانب سدرہ سواری
وہاں سے بھی بڑھا وہ نور باری
نہ کی جبرئیل نے بھی پھر رفاقت
یہیں ٹھہرا وہ پیک رب عزت
اگر روح الامس بڑھتے سرمو
تو چلے نور سے شبہاں و بازو
براق تیز پر نے بھی لیا دم
ہوا رف رف سواری سے مکرم
بڑھے جس وقت حد ماسوا سے
مشفق ہو گئے قرب خدا سے

وہاں پہنچا ہائے لامکاں میر
کہ اپنی ذات بھی پائی جہاں غیر
محل و جان تھے عارف جہاں سے
زمان و وقت ناواقف وہاں سے
حضور سے سعادت یاب ہو کر
زلزال فیض سے میراب ہو کر
نبی رخصت ہوئے عرش علا سے
چلے گھر کی طرف حکم خدا سے

اردو میں کردار نگاری کی خصوصیات اس قسم کی مذہبی و دینی مشعوٹیوں کی وجہ سے پیدا کرنا ہر واقعات کی بناء پر کردار نگاری یا سیرت نگاری اتنی مشکل نہیں ہے مگر اس میں شاعرانہ شخص کا کام نہیں۔ مذہب اور مذہبی تحریکات سے اس قسم کی شاعری کو فروغ حاصل ہوا۔ بیان کے حوالے سے اس قسم کی مشعوٹیوں میں مذہبی جذبہ کے اجزائے اور مخصوص الفاظ و محاورات و رمزات وغیرہ نے جامعیت و بلندی پیدا کر دی۔ اور زبان و بیان کو ادبی لحاظ سے ایک عالمانہ راستہ پر لگا دیا۔ تخیل میں شکستگی اور تنوع نے جامعیت و بلاغت کی لہر دوڑا دی جس سے معیار میں بلندی اور احساس میں خاص لذت پیدا ہو گئی یہ خوبیاں منیر کی مشوئی معراج المصائب میں موجود ہیں۔ منیر نے دلچسپی اور شعریت میں فرق نہیں آنے دیا۔ اس لحاظ سے یہ معراج نامہ فنی نقطہ نظر سے کامیاب کاوش ہے۔

مولوی سید احمد مشتاق

سید احمد مشتاق آرکٹ کے والا جاہی دربار سے بہت قریبی تعلقات رکھتے تھے۔ انہوں نے نواب محمد غوث خاں کے عہد حکومت میں ”تختہ احمدیہ در خصائص محمدیہ“ مرتب کیا۔ اس کا مخطوطہ کتب خانہ جامع مسجد بہمنی میں موجود ہے۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۳۶۷ھ / ۱۸۵۰ء ہے۔ یہ مخطوطہ خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ اس کے صفحات کی تعداد ۹۰ ہے۔

اس رسالہ میں نبی کریمؐ کی ستائیں خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں :

۱۔ روح محمدیؐ وجہ تخلیق کائنات ہے۔ ۲۔ قیامت کے دن شفاعت کا شرف نبی کریمؐ کو حاصل ہو گا۔ ۳۔ آئندہ ہونے والے سوالات کا علم انہیں پہلے سے ہو جاتا تھا۔ ۴۔ نبی کریمؐ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ساتھ عرش پر جلوہ افروز ہوں گے۔ ۵۔ ان کا ذکر خدا کے ساتھ تمام عبادات میں ہوتا ہے۔ ۶۔ انہیں معراج نصیب ہوئی۔ ۷۔ ان پر نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔

ان تمام خصوصیات کی مصنف نے دو اقسام بیان کی ہیں۔ ایک وہ جو صرف نبی کریمؐ کی ذات اقدس میں پائی جاتی ہیں اور دوسری وہ جو اگلے انبیاء کی ذات میں بھی موجود تھیں مگر نبی کریمؐ میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ ان خصوصیات میں پہلی قسم کو حقیقی اور دوسری قسم کو اضافی کا نام دیا گیا ہے اور ان تمام اوصاف کو مصنف نے قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

اس مخطوطہ کے ترقیمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رسالہ ۱۸۵۳ء میں چھپ چکا ہے۔ خاتمہ کی بعض عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سید مشتاق نے اور بھی کتابیں لکھی ہیں۔ آخری دو خصوصیات پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے :

ان دونوں خصوصیات کو مدلل اور مفصل ”نور العظیم“ اور ”حدیقہ اعظم“ میں بھی بیان کر چکا ہوں۔ (۲۰۵) آئین نکاح و مہر میں انہوں نے اپنا نام اس طرح دیا ہے:

”سید احمد مشتاق نور الہی بن سید درویش بن سید نور اللہ بن سید علی محمد“

(۲۰۶) قادری۔

تحفہ احمدیہ کا اختتام درج ذیل اشعار پر ہوتا ہے:

و یا بولا ہزیمت پائے حضرت

تو کافر ہو پھر اس پر اترے لعنت

ابانت جو کہ سنت کی کرے ہے

سو وہ بد بخت بھی کافر مرے ہے

کرے موئے مبارک کی جو تحقیر

کئے ہیں عالموں نے اس کی تحقیر

(۲۰۷)

زبان و بیان کی سادگی اور موثر اسلوب کے لحاظ سے مصنف اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہے۔

محمد علی

محمد علی کی مثنوی آثار محشر میں نبی کریمؐ کے واقعہ معراج کو بیان کیا گیا ہے۔ ”آثار محشر“ تاریخی نام ہے۔ اس سے مثنوی کی تاریخ اختتام حاصل ہوتی ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ بمبئی میوزیم کراچی میں موجود ہے۔ یہ مخطوطہ سیاہ روشنائی سے معمولی نستعلیق خط میں لکھا گیا ہے۔ نسخہ اچھی حالت میں ہے۔ اس کا سنہ کتابت ۱۳۷۳ھ / ۱۸۵۷ء اور کاتب کا نام محمد علی بخش ہے۔ یہ مخطوطہ ۹۶۔ اوراق پر مشتمل ہے اور ہر ورق پر پندرہ سطور ہیں۔ واقعہ معراج کے تفصیلی بیان کے علاوہ اس کے آخر میں قصہ حضرت بلالؓ بھی شامل ہے۔ آغاز اور اختتام کے اشعار ملاحظہ ہوں:

آغاز:

(گذا) ہے حمد خدا جو ہے کثیر الغفران

مالک الملک و اولامر عمیم الاحسان

ہے رجائے من سے (گذا) کی یہ نامہ مرا

بے غل و غش ہو پسند خرد ناموران

لاحق حمد سزا وار ثنا !!!

ذات پاک حق ہے اے حق آشنا

جس نے کن کہتے نہ گذرا ایک پل

کر دینے پیدا بر و بحر و جبل

(۲۰۸)

اختتام:

اور عقبی میں اسے حسب المراد

اپنی رویت سے کہے محفوظ و شاد
اور رکھے جنت میں یا امن و امان
از طفیل احمد آخر زمان

(۲۰۹)

اس مثنوی میں سیدھے سادے انداز میں معراج کے واقعات اور روایات کو شعری قالب میں ڈھال دیا گیا ہے۔ جو اس وقت عوام میں پسندیدہ اور مقبول تھیں اس کے بیان میں نبی کریمؐ سے وابستگی اور محبت و عقیدت کا رنگ جھلکتا ہے۔

محمد حسین

محمد حسین کے والد محمد سلیم بمبئی کے تاجر تھے۔ محمد حسین کی شاعری کی شہرت کی بناء پر شیخ داؤد میمن نے منظوم وفات نامہ لکھنے کی فرمائش کی۔ محمد حسین نے منظوم وفات نامہ لکھا لیکن اس کے تمام عنوانات ہو ہو وفات نامہ غلام امام شہید سے ملتے ہیں۔ پہلی نظر میں اس پر غلام امام شہید کے وفات نامہ کا شبہ ہوتا ہے۔ اس کے اشعار کے مطالعہ سے اس کی انفرادیت واضح ہوتی ہے۔

یہ وفات نامہ ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۳۶۱ھ ر ۱۸۴۵ء کا مطبع محمدی، بمبئی کا چھپا ہوا ہے۔ یہ مطبوعہ نئے انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی کے شعبہ تحقیق میں موجود ہے۔
نبی کریمؐ کے باغ کی سیر سے متعلق چند شعر نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہوں:

نبی ایک دن آپؐ باہر چلے
سب اصحاب و یار اس کے آ کے ملے
مگر ماہ آخر سنچر کا دن
کیا یہ نبی نے علی سے سخن
کہ جبرئیل ہر سال از آسمان
سناتا تھا آ کے تمامی قرآن
اب اس سال میں پھر سنایا دو بار
ہوا مجھ کو معلوم ہے اختیار
اسی سال میں میں کروں گا سفر
کہ رہنا میرا ہو چکا تا صفر

(۲۱۰)

ان اشعار سے خلوص اور سادگی جھلکتی ہے۔

شاہ احمد سعید مجددی (م ۱۸۶۰ء)

شاہ احمد سعید ابن شاہ ابو سعید ربیع الاول ۱۲۱۷ھ بمطابق ۱۸۰۲ء کو رامپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی

تعلیم کے بعد دس سال کی عمر میں دہلی آ گئے اور حضرت شاہ غلام علی سے بیعت ہوئے۔ علوم متداولہ کی باقاعدہ تحصیل کی۔ ان کے اساتذہ میں مولانا فضل امام، مولانا رشید الدین خان دہلوی، شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین شامل ہیں۔ شاہ غلام علی سے تصوف کی کتابیں پڑھیں اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں دہلی سے جہاد کا فتویٰ جاری ہوا تو اس پر انہوں نے اور ان کے برادر اصغر شاہ عبدالغنی نے بھی دستخط کئے۔ انگریزوں کے دوبارہ غلبے کے بعد مدینہ منورہ ہجرت کر گئے اور وہیں ۱۸۶۰ء میں انتقال فرمایا اور سید عثمان غنیؓ کے مزار مقدس کے پہلو میں دفن ہوئے۔ حضرت شاہ احمد سعید نے ”سعید البیان فی مولد سید الانس والجان“ کے نام سے رسالہ مولود شریف کے بیان میں لکھا ہے۔ اس میلاد نامے میں انہوں نے اپنے خالہ زاد بھائی رؤف احمد رافت کے میلادیہ اشعار بھی نقل کئے ہیں۔ اس میلاد نامہ کی تصنیف کا زمانہ وہی ہے جن دنوں مرزا غالب نے اپنے خطوط میں آسمان اردو کی داغ بیل ڈالی تھی۔ اس لحاظ سے اس میلاد نامے کی اردو نثر ادبی حیثیت کی حامل ہے۔ اس کا اسلوب وہی ہے جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے صاحبزادوں کے قرآنی ترجموں کا ہے یعنی اس میں فعل اور حروف جار وغیرہ مقدم ہیں۔ اور اس وجہ سے وہ روانی باقی نہیں رہتی جو اردو زبان کا خاصہ ہے۔ اس مختصر میلاد نامے کے صرف اے صفحات ہیں۔ کاتب معمولی اخباری قسم کا ہے۔ طباعت دل آویز ہے۔ اردو کے علاوہ عربی ادب سے بھی نعتیہ اشعار لئے گئے ہیں۔ پہلے چند صفحات پر میلاد کا ذکر ہے اور پھر اس کے بعد معجزات کا بیان ہے۔ آغاز اس طرح ہوتا ہے:

”جمع محلد ازل سے آباد ثابت ہیں۔ اس ذاک پاک کو کہ کوئی شریک اس کا
نہیں اور صلوات کاملہ نازل ہو جو اوپر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے کے کہ
اسم شریف ان کا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اور آل اور اصحاب اور اتباع ان کے
پر۔“ (۲۱)

بیان ولادت میں رقم طراز ہیں:

”جتنے جن اور شیاطین آسمان کے جانے سے باز رہے اور ستارے زمین سے
ایسے دکھائی دیتے تھے کہ گویا زمین پر گرے بالکل نہیں۔ آگ اہل فارس کی کہ ہزارہا
برس سے جلتی تھی، کسریٰ اور اہل فارس مشک و عنبر اس میں ڈال کر پوسنتے تھے، بچھ
گئی۔ جس دم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گلزار ارواح سے اس چار بازار
اشباح میں گذر فرمایا۔ پہلے سجدہ کیا، بعد اس کے انگشت شہادت اٹھا کر فرمایا۔ لا الہ الا
اللہ انی رسول اللہ۔ عبدالمطلب نے اس مرثوہ جاں نثار کو سن کر بت شادی کی ابولہب
نے توبہ اپنی لوٹدی کہ اس نے خبر تولد شریف کی پہنچائی، آزاد کیا۔ اس خوشی کا یہ
اثر ہے کہ ابولہب کو ہر دو شنبہ کو تحفیف عذاب میں ہوتی ہے۔“ (۲۲)

ایک اور اقتباس جس میں سلاست و روانی ہے:

”عمادت شریف تھی کہ جواب میں ہر شخص کے لیک فرماتے تھے اور کلام نہ
کرنے پر ملامت نہ کرتے تھے اور چیز تلف ہونے سے تاسف نہ کھاتے تھے۔ مجالس

میں موافقت اصحاب کی فرماتے تھے۔ گھر میں جھاڑو دینا، لباس کا پیوند کرنا، کفّش سی لینا، پانی پلانا، دودھ دوھنا، خادم کی مدد کرنا، اپنے ساتھ کھلانا، اشیاء بازار سے خریدنا عادت بابرکت تھی۔“ (۲۱۳)

زبان و بیان کے اعتبار سے قافیہ آرائی کا التزام کیا گیا ہے۔ جیسے

”مطلع غیب سے طلوع ہوا۔ افق غیب سے شیوع ہوا۔“ (۲۱۴) ”ساتھ نور

اسلام کے مبدل ہوئی۔ ساتھ شعلہ عرفان کے مشتعل ہوئی۔“ (۲۱۵) ”آپ کے قدم

برکت لروم۔“ (۲۱۶) ”یہود ان کے دشمن ہیں یہ بتوں کے سر حکم ہیں۔“ (۲۱۷)

یہ میلاد نامہ اپنی افادیت کی وجہ سے متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔ اس کی اضافی عبارتوں کو خارج کر کے مولانا زید ابوالحسن فاروقی نے اسے دوبارہ مرتب کیا ہے۔ (۲۱۸) اور اس کے دوسرے نسخے میں جس کی ابتداء میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کا مقدمہ شامل ہے۔ اس میں موصوف نے مصنف کے شجرے اور ان کی دیگر تصانیف کی بھی نشان دہی کی ہے اور اس کی زبان و بیان پر بھی مختصراً اظہار خیال کیا ہے۔ (۲۱۹) اس میلاد نامے کی خصوصیات کے بارے میں محدثیہ نسیم لکھتی ہیں:

”اس میلاد نامے میں شاعرانہ مبالغہ آرائی اور افسانوی رنگین بیانی نام کو نہیں۔

بیانات حقیقت و واقعیت پر مبنی ہیں۔ منتخب واقعات پیش کئے گئے ہیں اور آپ کے

اعمال و افعال کو قرآن و حدیث کی روشنی میں صحیح اور محقق انداز میں بیان کیا ہے۔

معجزات بھی وہی بیان کئے گئے ہیں جو قرآن و احادیث سے ثابت ہیں۔ بیانات کی طرح

اس کا اسلوب بیان بھی منفرد ہے۔“ (۲۲۰)

یہ میلاد نامہ اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اس کی ترتیب و تدوین میں ایسے بزرگوں نے دلچسپی لی ہے جو مذہب سے پوری واقفیت رکھتے ہیں۔

ان کی دیگر کتب میں صلوات و سلام زیادہ مشہور ہے۔ یہ ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور اسے ۱۹۰۵ء میں

دینی بک ڈپو، دہلی نے شائع کیا تھا۔ نیز میلادی روایات کے سلسلہ میں ان کا رسالہ ”اثبات المولد والقیام“

عربی زبان میں ہے۔ اس کا ترجمہ محمد رشید نقشبندی نے کیا ہے اور مرکزی مجلس رضا، لاہور کے زیر اہتمام

کئی بار چھپ چکا ہے۔

حافظ عظمت علی

حافظ عظمت علی ناٹور کے رہنے والے تھے۔ ان کا منظوم میلاد نامہ بعنوان ”مولود النبی“ مشتمل بر

چالیس صفحات، بمبئی سے ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن

ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ اس کے عنوانات میں توحید حق، نعت سید المرسلین و خاتم النبیین

مدح اصحاب کبار و حضرت فاطمہ الزہراء، امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہم، مناجات، سلسلہ نسب پاک نبی

کریم، ذکر نور محمدی، بیان ولادت و رضاعت، بیان معراج، بیان ہجرت، بیان وفات مبارکہ اور آخر میں بیان

در نصیحت بے نمازاں شامل ہے۔

میلاد ناموں میں عام طور پر آپؐ کے مثنوی پیدا ہونے کی روایت بیان کی گئی ہے۔ اس میں اس کے علاوہ روایات کو بھی نظم کیا گیا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

کئے ہیں بعضوں نے مذکور

بریدہ ختہ تھا حضرت کا با نور

بھی بعضے اس بیان میں پہنچے ساکن

کئے عبدالمطلب نے ساتویں دن

بھی بعضے بولتے ہیں اس طور

کہ جب حضرت حلیمہ کے کئے تھے

جہاں شق آپؐ کا سینہ کیا تھا

وہاں ختہ بھی حضرت کا کیا تھا

(۲۲۱)

ان اشعار پر میلاد نامہ کا اختتام ہوتا ہے:

عقیدت پر کیا مولود اتمام
پڑھو صلوٰۃ پر سلطان اکرام
تو پڑھ عظمت علی حضرت پر صلوات
کہ محشر میں نہ ہو کچھ تجھ پہ آفت

(۲۲۲)

مجموعی طور پر عظمت علی کے اشعار میلاد عقیدت و وابستگی رسولؐ کے منفرد عالمانہ شان کے مظہر ہیں۔ ان کے اشعار میں کہیں بے اعتدالی نہیں پائی جاتی۔ یہی ان کے بیان میلاد کا رنگ خاص ہے۔

قلندر علی

قلندر علی کا میلاد نامہ ”نور العین فی ذکر مولود النبیؐ و شہادت الحسینؑ“ ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے اور مطبع ناصری کا مطبوعہ ہے۔ ادارہ یادگار غالب، کراچی کی لائبریری میں اس کا ۱۸۶۳ھ / ۱۸۶۳ء کا مطبوعہ نسخہ نادر و نایاب کتب کے ذخیرہ میں موجود ہے۔ اس میلاد نامے میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے احوال کے ساتھ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے واقعات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ میلاد ناموں میں مناقب اہل بیت کی تعریف کا غالب رجحان شمالی ہند کی روایت کا ایک حصہ ہے۔ میلاد ناموں کے اسلوب میں یہ واضح فرق شیعہ مسلک اور لکھنؤ کے دیستان شاعری کے اثرات کی وجہ سے نظر آتا ہے۔

حسن بخش کاکوروی (م ۱۸۸۳ء)

مولوی شاہ حسن بخش کاکوروی ۲۳۔ صفر ۱۲۲۲ھ کو پیدا ہوئے ان کے والد مولوی حسین بخش شہید اور

دادا شاہ میر محمد قلندر دیندار بزرگ تھے۔ حسن بخش کاکوروی نے ابتدائی کتب درسیہ شاہ حیدر علی قلندر او شاہ تقی علی قلندر سے پڑھیں۔ حدیث اور تفسیر کا علم مرزا حسن علی محدث لکھنؤی سے سیکھا اپنے جد امجد شاہ میر محمد قلندر سے بیعت سے سرفراز ہوئے۔ اجازت و خلافت اپنے دادا اور والد سے ملی۔ ابتداء میں چند سال بعدہ سررشتہ داری ملازم رہے پھر اسے چھوڑ کر بقیہ عمر مشاغل علمی اور رشد و ارشاد میں بسر کی۔ ۱۹-۱۰ جمادی الاول ۱۳۳۱ھ / ۱۸۸۳ء میں انتقال ہوا۔ (۲۲۳)

ان کا میلاد نامہ ”رسالہ تفریح العاشمین فی میلاد خیر المرسلین“ میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ ’رضاعت‘ بچپن کے حالات استاد کے ساتھ درج ہیں۔ طبیعت کا میلان ہندی زبان کی شاعری کی طرف تھا۔ معراج کے بیان سے چند شعر نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہوں:

قرآن کا چتر گھموات سب مل کے چلے دوہما بنا کے
 الا اللہ کے بخت نکارے ساز بخت لالہ کے
 حوریں بنت بنائے کے گلوں، واری رسول خدا کے
 آگے صفیں انبیاء سب باندھے پیچھے پرے اولیا کے
 لائے آج بنت بنا کے جبرئیل امین خدا کے
 ط کے پیکاری بنائی، نور کے رنگ بھرا کے
 خمبر اگمال بنائے درود کا، چمڑکیں شفیع الورا کے
 جوڑے بنتی اپنے ملانک، چہری باندھے مصفا کے
 گھوڑا شاننا سجائے کھڑا دروازے نبی مصفا کے
 نجم کا سرا سبحان کا مکتا، نور کا شملہ بندھا کے
 (۲۲۴)

حسن بخش کاکوروی کی تخیل کی رنگینی اور خلاقیت میں ایک خاص قسم کی انفرادیت کا احساس ہوتا ہے۔ رنگ تخیل کے امتزاج نے دلنشین، حسین اور موثر کیفیت پیدا کر دی ہے۔

مولانا آل حسن موہانی (م ۱۸۷۰ء)

مولانا آل حسن موہانی ۱۷۸۹ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد غلام سعید خاں اودھ حکومت میں اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے۔ ان کی ابتدائی تعلیم لکھنؤ میں ہوئی کسمپٹی میں مولوی جعفر علی سے پڑھا۔ پھر آگہ آباد میں سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ کچھ دنوں حیدر آباد دکن میں ملازم رہے۔ مولانا نورالحق فرنگی علی کے مرید تھے۔ ۱۰- ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ / ۱۸۷۰ء کو انتقال ہوا۔

مولانا آل حسن سے متعدد تصانیف یادگار ہیں۔ انہوں نے رد بیہائیت میں خوب کام کیا۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان ”مولود مصطفوی“ حسرت موہانی نے اپنے اردو پریس علی گڑھ سے چھاپ کر شائع کیا۔ اس کا

مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ نغم و نثر کے ۵۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں صرف بیان میلاد اور معراج ہے۔
ایک مختصر مضمون عبارت ملاحظہ ہو:

”علیہؑ نے اپنے خاوند سے مشورہ کیا کہ مجھے بڑی شرم آتی ہے کہ مکہ سے خالی پھر جاؤں اور کوئی لڑکا اپنے ساتھ نہ لوں۔ اب بہترینی معلوم ہوتا ہے کہ اس یتیم ہی کو لے لوں یہ صلاح کر کے میں آمنہؑ کے پاس گئی اور ان کے لڑکے کو میں نے دیکھا کہ ایک سفید کپڑے میں لپٹا ہوا سوتا ہے اور اس کے بدن کی خوشبو سے مکان مہک رہا ہے۔ میرا دل اس پر فریفتہ ہو گیا۔ آہستہ جا کر میں نے ان کے سینہ پر ہاتھ رکھا۔ انہوں نے آنکھ کھول دی اور مسکرائے میں نے پیار سے دونوں آنکھیں چومیں اور گود میں لے لیا اور دودھ پلانے لگی انہوں نے ایک جانب کا دودھ پیا اور دوسری جانب کا نہ پیا اور یہی حال رہا جب تک کہ وے میری رضاعت میں رہے۔“ (۲۲۵)

میلاد نامے کا انداز تحریر بڑی حد تک سلیس اور سادہ ہے مگر عربی اور فارسی کی اصطلاحات اور تراکیب بھی استعمال کی گئی ہیں۔

امیر مینائی (م ۱۹۰۰ء)

حضرت مخدوم شاہ مینا رحمۃ اللہ علیہ لکھنؤ کے اکابر بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ امیر مینائی کا سلسلہ نسب مخدوم شاہ مینا تک جا پہنچتا ہے۔ امیر مینائی کے والد مولوی کرم احمد مینائی ظاہری و باطنی علوم کے لئے مشہور تھے۔ امیر مینائی ۲۶ شعبان ۱۳۳۲ھ بمطابق سنہ ۱۸۴۶ء لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ والد کی سرپرستی میں تعلیم و تربیت پائی اسی وجہ سے ان کے فیضانِ صحبت کا اثر نمایاں ہے۔ امیر مینائی نے علمائے فرنگی محل سے بھی اکتسابِ علم کیا۔ خاندان صابریہ چشتیہ کے سجادہ نشین حضرت امیر شاہ سے بیعت سے سرفراز ہوئے۔ شہر و سخن میں مظفر علی خاں امیر جیسا استاد ملا اور انہی کی وساطت سے ۱۳۶۹ھ ر ۱۸۵۳ء میں واجد علی شاہ کی ملازمت میں داخل ہوئے۔ واجد علی شاہ کی معزولی کے بعد کاکوری چلے گئے۔ وہاں محسن کاکوروی کی صحبت نے امیر کے فطری رجحان کو جلاء بخشا۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے فرو ہو جانے کے بعد امیر کا تعلق دربار رامپور سے ہو گیا اور انہیں نواب یوسف علی خاں کی ملازمت کا موقع مل گیا۔ ان کے انتقال کے بعد نواب کلب علی خان نے ان کی سرپرستی کی۔ ان کے انتقال کے بعد رامپور سے حیدر آباد کا رخ کیا لیکن کوئی خدمت حاصل کرنے سے پہلے ۳۰ جمادی الاخر ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۰ء کو اس وار قانی سے کوچ کر گئے۔ ان کا مزار حیدر آباد میں درگاہ یوسف شاہ کے احاطہ میں ہے۔

امیر مینائی کی متعدد تصانیف ہیں۔ ان میں (۱) مسدس صبح ازل (۲) مسدس شام ابد (۳) مسدس یلوت القدر (۴) مسدس ذکر شاہ انبیاء (۵) حامد خاتم التسنین (۶) خیابان آفرینش (۷) مثنوی نور تجلی (۸) مثنوی ابر کرم (۹) امیر اللغات وغیرہ زیادہ اہم ہیں۔

خیابان آفرینش نثر میں میلاد نامہ ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۳۰۵ھ ہے۔ ”میلاد سایہ ختمی پناہ“ اس کا تاریخی نام ہے۔ اور خیابان آفرینش بھی۔ امیر مینائی نے اپنے اس میلاد نامے میں صحت روایات کی طرف خاص توجہ دی۔ اس کے سبب تالیف کو بیان کرتے ہوئے وہ اس کے آغاز میں لکھتے ہیں:

”مؤلف حقیر فقیر امیر عرض کرتا ہے کہ نعتیہ مسدسات ذکر شاہ انبیاء، صبح ازل، شام ابد، لیلۃ القدر بار بار چھپے اور شیعوں پاپکے تو قصد ہوا کہ میلاد شریف نثر میں لکھا جائے اور اس کی تصحیح روایت کا بہت اہتمام کیا جائے مگر دنیا کی کمروہات سے یہ ارادہ پورا نہ ہوتا تھا۔ ہر امر ایک وقت پر موقوف ہے۔ اب اس کا وقت آ گیا ہے کہ یہ میلاد شریف جس میں کلمات شاعرانہ و منشیانہ کو اس ڈر سے کہ مواد اکسین حد سے تجاوز ہو جائے دخل نہیں دیا گیا صاف صاف عبارت میں مستند اور معتبر میر سے منتخب کر کے لکھا ہے اور تاریخی نام ”خیابان آفرینش“ رکھا ہے۔“ (۲۳۶)

اس کے بعد امیر مینائی نے میلاد ناموں میں موجود روایات کے ضمن میں بحث کی ہے اور ان روایات کی جانچ پرکھ اور تصحیح کی ضرورت پر اظہار خیال کر کے سبب تالیف بیان کیا ہے:

”ان وجوہ سے اس بیچ مداں کو یہ خیال ہوا کہ ایک رسالہ ایسا لکھا جائے جس کے پڑھنے سننے میں اہل علم و فضل کو مطلق تامل نہ ہو اور کلمات شاعرانہ سے پاک ہو اس لئے کہ شاعری اور انشاء پردازی میں کسی حد تک تجاوز ہو ہی جاتا ہے اور نقل روایات میں حد سے تجاوز کرنا سخت مواخذے سے ڈر آتا ہے۔“ (۲۳۷)

خیابان آفرینش میں نور محمدیؒ احوال پیدائش، بیان رضاعت، حضورؐ کا لڑکپن، نبی کریمؐ کی فراست و تدبیر، حلیہ مبارک، نبی کریمؐ کے خصائل، نزول وحی، اسلام کا ابتدائی دور، صحابہ کبارؓ اور نجاشی، حضرت عمرؓ کا ایمان لانا، معراج اور ہجرت کے نمایاں موضوعات ہیں۔ آخر میں تین نثری مناجاتیں ہیں۔ ان میں طلب مغفرت اور اپنے گناہوں پر ندامت و پشیمانی کا اظہار بڑے موثر انداز میں کیا گیا ہے۔

امیر مینائی نے خیابان آفرینش میں صحت روایات کی طرف پوری توجہ دی۔ اس وجہ سے ان کا انداز میلاد نگاری بہت محتاط ہے۔ اس روش کی طرف انہوں نے اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”جب علماء و فضلاء کو روایات کی تصحیح کے ضمن میں غور و فکر کی ضرورت ہے۔

تو انشاء پردازوں اور شاعروں کے لکھنے کا اس باب میں اعتبار رہا اور ان کی لکھی ہوئی

عبارتیں جیسی کہ کہیں کہیں مشہور مولدوں میں پائی جاتی ہیں کیونکہ قائل اعتماد ہو سکتی

ہیں۔“ (۲۳۸)

امیر مینائی کو شاعری میں مبالغہ اور بے اعتدالی کا پوری طرح اندازہ تھا۔ اس لئے انہوں نے میلاد نامے ”خیابان آفرینش“ کے آخر میں اپنی میلادیہ منظومات کو ضمیمہ کے طور پر شائع کیا تاکہ میلاد خوانی کی محفلوں میں حسب ضرورت انہیں پڑھا جاسکے۔ خیابان آفرینش کے مجلسی تقاضوں کو پورا کرنے کی نسبت سید عبدالحیٰ رقم طراز ہیں:

”خیابان آفرینش اردو نثر میں ایسا رسالہ ہے جس میں مولود مسعود کا ذکر صحت

اور صفائی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کی صاف اور سادہ عبارت اس قاتل ہے کہ

عورتوں اور بچوں کے درسی نصاب میں شامل کی جائے۔“ (۲۳۹)

مقدس صبح ازل میں نبی کریمؐ کی ولادت با سعادت، شام ابد میں وفات مبارکہ، یلیتہ القدر میں معراج النبیؐ اور ذکر شاہ انبیاء میں مولود شریف کا بیان ہے۔ ان مشنوں کو محافل میلاد میں پڑھنے کی غرض و عینیت سے لکھا گیا تھا۔ اس لئے ان میں میلاد کی فضا اور مجلسی انداز بیان نمایاں ہے۔ ان میں نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کے نمایاں پہلوؤں کا بیان، آپؐ سے اظہار عقیدت، درود شریف اور صلوات و سلام جیسے میلاد کے مروجہ موضوعات کو منظوم کیا گیا ہے۔ محامد خاتم النبیین نعتیہ دیوان ہے۔

امیر مینائی نے آپؐ کی ولادت مقدسہ کے بیان میں آپؐ کی عظمت و شان کا اظہار اتنے نفس انداز میں کیا ہے کہ اس کی نظیر شاذ ہے۔ اس موضوع کی مناسبت سے چند شعر درج ذیل ہیں :

زہے رحمت کہ ختم انبیاء کی آمد آمد ہے
حیب خاص و محبوب خدا کی آمد آمد ہے
زمانہ تیرہ و تاریک تھا اب روشنی ہوگی
میں گی ظلمتیں شمع ہدا کی آمد آمد ہے
بھٹکتے پھرتے تھے جو قافلے راتوں کو راہوں میں
اب ان کے دن پھریں گے رہنما کی آمد آمد ہے
عدم کی راہ لو، کہہ دو فساد و فتنہ و شر سے
یہاں خیر ابشر، خیر الورا کی آمد آمد ہے
زمین و آسمان سے متصل ہے نور کی بارش
جہاں روشن ہے نور کبریا کی آمد آمد ہے
ازل سے تا ابد ہو جائیں گے حل جتنے ہیں عقیدے
مبارک ہو شہ عقده کشا کی آمد آمد ہے
یہ مر و ماہ ہیں جس کے فرش پا انداز کے گلڑے
اسی شمس الضحیٰ بدر الدہیٰ کی آمد آمد ہے
(۲۳۰)

میلاد کے بیان مبارک میں غزل مسلسل کا سا انداز ملاحظہ ہو :

مرہ اے امت کہ ختم المرسلین پیدا ہوا
انتخاب صنع عالم آفرین پیدا ہوا
نور جس کا قہقہہ خلقت تھا ہوا اس کا ظہور

رحمت آئی رحمتہ اللعالمین پیدا ہوا
چاہئے تعظیم کو انھیں جو ہیں محفل نشیں
نائب خاص خدائے ما و میں پیدا ہوا
(۲۳۱)

امیر مینائی کے کلام میں "ترجیع بند قاتل پیش خوانی در محفل میلاد شریف صلی اللہ علیہ وسلم" قاتل ذکر ہے۔ میلاد کی ضرورت و اہمیت کے بارے میں پہلا بند ملاحظہ ہو:

کردو خبر یہ محفل میلاد شاہ ہے
یاں آمد جناب رسالت پناہ ہے
امت چلے رسول کی یہ جلوہ گاہ ہے
سیدھی یہی بہشت میں جانے کی راہ ہے
دربار عام گرم ہوا اشتہار دو
جن و بشر سلام کو آئیں پکار دو
(۲۳۲)

معراج کے بیان میں امیر مینائی نے اپنی فنی مہارت کا ثبوت فراہم کیا ہے اور ماحول نگاری اور فضا سازی میں مربوط اور واضح تاثر برقرار رکھا ہے۔ ایک بند کے یہ شعر دیکھئے:

کیا بزم تھی بزم لامکانی
جس بزم میں نور تھا نہ سایا
بیگانہ دوئی سے بزم وحدت
اپنا تھا اس جگہ پرایا
بے فاصلہ میزبان و میماں
کیا قرب نے بعد کو مٹایا
خود ناز کو ناز سے حکایت
خود شوق کو شوق سے کنایا
(۲۳۳)

امیر مینائی نے نبی کریمؐ کے جمال ظاہری، اعضائے مبارک کے اوصاف اور شبیہ مبارک کا طویل سراپا لکھنے کی بجائے مختلف منظومات میں بیان کیا ہے۔ درج ذیل اشعار میں رخ و لب اور جمین و دھن کی خوبی بیان کی ہے:

درد پڑھتے تھے قدسی ہو دیکھتے تھے وہ رخ

”خیابان آفرینش اردو نثر میں ایسا رسالہ ہے جس میں مولود مسعود کا ذکر صحت اور صفائی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کی صاف اور سادہ عبارت اس قابل ہے کہ

عورتوں اور بچوں کے درسی نصاب میں شامل کی جائے۔“ (۲۳۹)

مقدس صبح ازل میں نبی کریمؐ کی ولادت با سعادت، شام ابد میں وفات مبارکہ، یلتہ القدر میں معراج التبیٰ اور ذکر شاہ انبیاء میں مولود شریف کا بیان ہے۔ ان مشنوں کو محافل میلاد میں پڑھنے کی غرض و غایت سے لکھا گیا تھا۔ اس لئے ان میں میلاد کی فضا اور مجلسی انداز بیاں نمایاں ہے۔ ان میں نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کے نمایاں پہلوؤں کا بیان، آپؐ سے اظہار عقیدت، درود شریف اور صلوات و سلام جیسے میلاد کے مروجہ موضوعات کو منظوم کیا گیا ہے۔ علامہ خاتم النبیین نعیمیہ دیوان ہے۔

امیر میثاقی نے آپؐ کی ولادت مقدسہ کے بیان میں آپؐ کی عظمت و شان کا اظہار اتنے نفیس انداز میں کیا ہے کہ اس کی نظیر شاذ ہے۔ اس موضوع کی مناسبت سے چند شعر درج ذیل ہیں :

زہے رحمت کہ ختم انبیاء کی آمد آمد ہے
حبیب خاص و محبوب خدا کی آمد آمد ہے
زمانہ تیرہ و تاریک تھا اب روشنی ہوگی
میں گی ظلمتیں شمع ہدا کی آمد آمد ہے
بہکتے پھرتے تھے جو قافلے راتوں کو راہوں میں
اب ان کے دن پھرں گے رہنا کی آمد آمد ہے
عدم کی راہ لو، کہہ دو فساد و فتنہ و شر سے
یہاں خیر البشر، خیر الورا کی آمد آمد ہے
زمین و آسمان سے متصل ہے نور کی بارش
جہاں روشن ہے نور کبریا کی آمد آمد ہے
ازل سے تا ابد ہو جائیں گے حل جتنے ہیں عقدے
مبارک ہو شہ عقدہ کشا کی آمد آمد ہے
یہ مہر و ماہ ہیں جس کے فرش پا انداز کے کھلے
اسی شمس الضحیٰ بدر الدہیٰ کی آمد آمد ہے
(۲۳۰)

میلاد کے بیان مبارک میں غزل مسلسل کا سا انداز ملاحظہ ہو :

مژدہ اے امت کہ ختم المرسلین پیدا ہوا
انتخاب صنع عالم آفرین پیدا ہوا
نور جس کا قلم خلقت تھا ہوا اس کا ظہور

لب آپ کے تھے وہ معجز نما کہ صل علی
 جنیں وہ لوح کہ جس میں نقوش رحمت حق
 جمل پاک وہ نور خدا کہ صل علی
 دهن وہ چشمہ شیریں اگر نظر آئے
 کسے یہ چشمہ آب بقا کہ صل علی
 (۲۳۳)

میلاد و معراج کے موضوعات کے بیان میں امیر مینائی کا اخلاص جملکتا محسوس ہوتا ہے۔ عقیدت کی فراوانی کے باوجود انہوں نے آداب شریعت کی پاسداری کی۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری امیر مینائی کی منظومات میلاد و معراج کے بارے میں لکھتے ہیں:

”امیر مینائی نے نبی کریمؐ کے اوصاف و کمالات کے بیان کے ساتھ ساتھ آپؐ کی سیرت کے بعض اہم پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا ہے۔ معجزات کو توجہ کا مرکز بنایا ہے اور نبی کریمؐ سے جوش عقیدت اور فرط محبت کا اظہار بھی کیا ہے جہاں جہاں یہی محبت و عقیدت کا اظہار بھرپور ہو گیا ہے۔ ان کی شاعری میں دلکشی اور تاثیر پیدا ہو گئی ہے۔“ (۲۳۵)

”ذکر شاہ انبیاء“ ان کا مشہور منظوم میلاد ہے۔ اس منظوم میلاد نامے کے بارے میں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی لکھتے ہیں:

”یہ سدس محفل میلاد میں پڑھے جانے کے لئے لکھا گیا ہے۔ اس میں پہلے مجلس میلاد اور اس کے انعقاد کے فضائل بیان کئے ہیں اور پھر اس کے بعد ولادت رسول مقبولؐ سے لے کر آنحضرتؐ کی وفات تک کے مختصر واقعات بیان کئے ہیں۔“ (۲۳۶)

ذکر شاہ انبیاء سے نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

اللہ کا جو گھر تھا وہی گھر تھا آپؐ کا
 اک کسہ یوریا تھا جو بستر تھا آپؐ کا
 دل شاہ کام فیروز سے اکثر تھا آپؐ کا
 خلق عظیم سب سے برابر تھا آپؐ کا
 کوئی زیادہ تھا نہ کوئی کم نگاہ میں
 خورشید کی شعاع کا عالم نگاہ میں
 (۲۳۷)

نبی کریمؐ نے حجۃ الوداع پر مسلمانوں کو مخاطب کر کے نصیحت فرمائی۔ اس کا ایک بند دیکھئے:

ڈرتے رہو خدا سے نہ بھولو مال کو
لازم ہے اختیار کرو میری چال کو
تلا چکا ہوں گو کہ رہ ذوالجلال کو
اس پر بھی چھوڑتا ہوں میں قرآن و آل کو
تکیوں کی پیروی کا قرینہ نہ چھوڑنا
ڈرتے ہو غرق سے تو سفینہ نہ چھوڑنا
(۲۳۸)

امیریتائی کی منظومات میلاد فصاحت و بلاغت، روانی و سلاست، توازن الفاظ اور ایجاز کے لئے مشہور ہیں۔ ان کا کلام حشو و زوائد سے پاک ہے۔ تصوف اور پاکیزہ مضامین کی چاشنی نے ان کے اشعار میں تخلیقی، جدت و ندرت اور مضمون آفرینی کا جوہر پیدا کر دیا ہے۔ امیریتائی کی میلاد یہ منظومات اور نثری میلاد نامے نے میلاد خوانی کی محفلوں میں خاصی مقبولیت حاصل کی اور انہیں بڑے ذوق و شوق سے پڑھا جاتا رہا۔ اس لحاظ سے امیریتائی نے نہ صرف میلاد کی روایت کو آگے بڑھایا بلکہ عوامی حلقوں میں بھی میلاد کی ترویج و تشریح میں ان کی منظومات کا ایک خاص عمل دخل ہے۔

سید محمد محسن کاکوروی (م ۱۹۰۵ء)

سید محمد محسن کاکوروی کا سلسلہ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ، تک پہنچتا ہے۔ محسن کے آباؤ اجداد میں سے امیر سیف الدین نے کاکوروی ضلع لکھنؤ میں سکونت اختیار کر لی۔ اس وقت سے ان کی اولاد نے اسے وطن بنائے رکھا اور محسن بھی ۱۸۲۵ء میں یہیں پیدا ہوئے۔ مذہبی و صوفیانہ رنگ بچپن ہی سے طبیعت پر غالب تھا۔ اپنے والد اور مولوی عبدالرحیم سے تحصیل علم کے بعد ہادی علی اشک جیسے متقی استاد سے اصلاح سخن لی۔ آگرہ میں وکالت شروع کی اور پھر ۱۸۵۷ء کے ہنگامے سے پریشان ہو کر آگرہ سے چلے آئے۔ ۱۸ صفر ۱۳۲۲ھ مطابق ۲۳ اپریل ۱۹۰۵ء کو رحلت فرمائی۔

کلیات محسن میں پانچ قصیدے، چودہ مثنویاں، ایک مسدس سراپائے رسول اکرمؐ، اٹھائیس رباعیات، بیس غزلیں اور کچھ نظمیں بطور مناجات شامل ہیں۔

مثنوی صبح تجلی منظوم میلاد نامہ ہے۔ اس کے اشعار کی تعداد قریباً پونے دو سو ہے۔ یہ مثنوی ۱۲۸۹ھ میں تصنیف ہوئی۔ یہ مثنوی گلزار نسیم کی بحر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کا ذکر ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محسن کاکوروی کو اسلامی علوم اور تاریخ سے گہرا لگاؤ تھا۔ محسن نے اس مثنوی میں بھی واقعہ معراج بیان کیا ہے۔ بیت اللہ سے مسجد اقصیٰ میں تشریف آوری، ہفت افلاک کی سیر، جنت و دوزخ کا مشاہدہ، عرش و کرسی اور مقام اعلیٰ تک آپؐ کی رسائی دکھانے کے بعد ایک مناجات پر مثنوی کو ختم کیا ہے۔ صبح ولادت کا ذکر کرتے ہوئے محسن نے تشبیہ و استعارہ کا اعجاز دکھایا ہے۔

ان تشبیہات و استعارات نے مثنوی میں جدت و روانی پیدا کی ہے لیکن تلمیحات کی کثرت نے ہلکی سی ثقالت کا احساس پیدا کر دیا ہے۔ صبح تجلی کی تمہید مضمون کے اعتبار سے بڑی دلاویز ہے۔ ابتداء میں اس مبارک صبح کا ذکر ہے جس میں آپ کی ولادت مقدسہ ہوئی۔ اس خوبی سے اسے بیان کیا ہے کہ لطف دوبالا ہو جاتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

بیضاوی صبح کا بیاں ہے
تفسیر کتاب آسمان ہے
خاتمہ شب دل افروز
دیباچہ نگار نسخہ روز
آثار سحر ہوئے نمایاں
سیپارہ لئے ہوئے ہے دوراں
واللیل کو ختم کر چکا ہے
آمانہ دور واضعی ہے
ناگہ بہ جلوہ عبارت
پیدا ہوئی غیب سے بشارت
یہ صبح سعادت جہاں ہے
نو روز بہار جاوداں ہے
مفتح خزینہ ہائے اسرار
مصباح تجلیات انوار
نازل ہے زمیں پہ کبریائی
بندے کے لباس میں خدائی
اس وقت دیار میں عرب کے
مطلع سے تجلیات رب کے
برق شرف قریشیاں میں
اور ہاشمیوں کے خاندان میں
کعبے کی زمین نامور سے
اور عبد مطلب کے گھر سے
اسلام کا آفتاب چمکا
بے پردہ و بے نقاب چمکا
پیدا ہوئے سرور دو عالم
پیدا ہوئے فخر نوح و آدم

تاج سر اصفا محمد

(۲۳۹)

صبح کی آمد کے اس بیان کو برص اور معنی خیز طوالت سے بیان کیا ہے۔ اور اس میں تلمیحات اور صنائع بدائع صرف کئے ہیں۔ مزید چند شعر ”صبح تجلی“ کے دیکھئے:

ہے وقت اخیر شب خلاصا

ہنگام پییدہ بحر گاہ
الواح زبرجد فلک کا

ساعات میں روز و شب کی واللہ
اک مخبر صادق البیباں ہے

کیفیت وحی میں ہے بلبل
پیغمبر آخر الزماں ہے

سبزہ ہے کنار آب جو پر
ہے وقت نزول مصحف گل

نوریت ہے صدائے تمبراں کی
یا خضر ہے مستعد وضو پر

تاری ہے باغ میں ازاں کی
محو تکبیر فاختہ ہے

قد قامت سرو دلربا ہے
اک شاخ رکوع میں رکی ہے

اور دوسری سجدے میں جھکی ہے
سوسن کی زباں پر مناجات

جاری ہے لب جو التیمات
(۲۳۰)

مشہور ”صبح تجلی“ میں زبان و بیان کی شوکت و عظمت کے علاوہ اس کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ حسن کاکوروی نے نبی کریمؐ کے معجزات کے بیان میں اپنا ماخذ قرآن و حدیث ہی کو بنایا ہے۔ صرف چند اشعار ملاحظہ ہوں:

فیض تاشیر ہوا ہے کہ ہوا جاتا ہے
روکش باغ ظلیل اب کی سراپا گلخن

(۲۳۱)

اس کی توصیف میں اک شمع ہے قرآن شریف
کہ لکھا خامہ قدرت نے بوجہ احسن
(۲۳۲)

نہ رہے چشمہ کوثر کی تمنا مجھ کو
اس طرح کرے تو اپنا مجھے مشون دهن
(۲۳۳)

بحر امکان میں رسول عربی در یتیم
رحمت خاص خداوند تعالیٰ بادل
(۲۳۴)

محسن کی مثنوی ”چراغ کعبہ“ میں ۳۶۹۔ اشعار ہیں۔ یہ مثنوی ۱۰۳۱ھ میں لکھی گئی۔ یہ بھی گلزار نسیم کی بحر میں ہے۔ اس مثنوی میں نبی کریمؐ کے معراج کے واقعہ کو نظم کیا گیا ہے۔ محسن نے معراج نبویؐ سے متعلق احادیث کو مد نظر رکھ کر اس واقعہ کو ترتیب دیا ہے۔ اس میں بھی تشبیہات و استعارات اور تمثیلات کی کثرت ہے۔ اس لحاظ سے انہوں نے یہ گلدستہ رعایت لفظی کے گلدان میں سجایا ہے۔ مثنوی کی ابتداء قصیدے کی طرح تشبیہ سے کی ہے۔ اس مثنوی میں دو سری مثنویوں سے زیادہ قصیدے کا اثر ہے۔ انتقام پر قصیدے کی طرح دعائیہ اشعار ہیں۔ مثنوی میں فارسی اور عربی تراکیب کی بھی کثرت ہے۔ مثنوی کی تمہید نہایت شاعرانہ ہے۔ اس کے بعد گریز، حضرت جبرئیلؑ کی تعریف، براق کی صفات اور مسجد اقصیٰ کے عنوانات کے بعد سات آسمانوں کی سیر ہے اور ان آسمانوں کی سیر کے بارے میں ہر آسمان کے سیارہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

پہلے آسمان پر چاند، دوسرے آسمان پر منی فلک یعنی عطارد، تیسرے آسمان پر اصغر یعنی زہرہ، چوتھے آسمان پر شاہ فلک یعنی سورج، پانچویں آسمان پر مریخ، چھٹے آسمان پر سعد اکبر یعنی مشتری اور ساتویں آسمان پر ہندوے فلک یعنی زحل کا بیان بھی قدیم نظریات کے بموجب کیا گیا ہے۔ افلاک کی اس سیر کے بعد جنت و دوزخ کی سیر اور آخر میں عرش و کرسی اور مقام اعلیٰ تک نبی کریمؐ کی رسائی کا بیان ہے۔ چراغ کعبہ میں بھی زبان و بیان کی صنایع و آرائش، مضمون آفرینی اور اثر و تاثیر کے عمدہ نمونے ملتے ہیں:

بھینگی ہوئی رات آہد سے

داخل ہوئی کعبہ میں وضو سے

اوڑھے ہوئے لیلیٰ گل اندام

شہنم کی روا بہ قصد احرام

گویا کہ نما کے آئی فی الحال

جھک جھک کے پھوڑتی ہوئی بال

کیا سعی صفا سے رنگ فق ہے

سر سے پانک عرق عرق ہے

نامحرموں سے چھپائے چہرہ
پرویس کو بنائے منہ کا سرا

(۲۳۵)

محسن کی میلاد یہ و معرانیہ مثنویوں میں سچی جذبات نگاری اعلیٰ فنی اقدار کے ساتھ ملتی ہے۔ صنعتوں کے استعمال اور رعایت لفظی میں بھی ان کا انفرادی رنگ نمایاں ہے۔ ان کے کلام کی شاعرانہ لطافتوں کے بارے میں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی لکھتے ہیں:

”محسن نے صنعت گری میں بھی شاعرانہ لطافت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ چنانچہ ان کی رعایات بے ساختہ ان کی تشبیہات اور استعارات جاندار اور ان کا عام انداز شاعرانہ ہے، ان کلمات کی وجہ سے کلام میں کوئی الجھن پیدا نہیں ہوتی، تمبیحات بھی ہیں اور بکثرت ہیں لیکن بندش کی چستی اور نظم کی روانی ایسی ہے کہ طبیعت اس پر رک کر نہیں رہ جاتی، اس اعتبار سے ان کا کلام اگر ایک طرف تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے جائزیت رکھتا ہے، تو دوسری طرف عوام الناس بھی اس کی خوبیوں پر سروصحتے ہیں۔“ (۲۳۶)

محسن نے اپنے کلام کی بنیاد خلوص و عقیدت پر رکھی ہے۔ انہوں نے اپنی منظومات کو شہرت یا صلہ کا ذریعہ نہیں بنایا اور اس محبت اور والہانہ شیفتگی میں حفظ مراتب کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں تلاش کرنے پر بھی لغزشیں نہیں ملیں گی۔ چراغ کعبہ کے آخر میں نبی کریمؐ سے خطاب کرنے کے بعد اپنی تمناؤں کا اظہار کس خوبی سے کرتے ہیں۔

جس طرح ملا تو اپنے رب سے

انداز سے شوق سے ادب سے

یوں ہی ترے عاصیان مجبور

اک دن ہوں تری لقا سے سرور

صدقے میں ترے یہ آرزو ہے

دم میں کریں راہ آخرت طے

ہو حشر کا دن خوشی کی تمہید

جس طرح سے صبح صادق عید

پھولے پھلے گلشن تمنا

عقبنی مری پھل ہو پھول دنیا

یاں شوق و خلوص و التجا ہو

واں میں ہوں آپؐ ہوں خدا ہو

(۲۳۷)

محسن کاکوروی کی شاعری کا حسن انہی محاسن کے باعث ہے جو لکھنؤی شاعری کا طرز امتیاز تھے۔ ان شعری محاسن کو میلادویہ و معراجیہ موضوعات کے لئے محسن کے انداز میں پہلے کسی نے استعمال نہیں کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں تشبیہات و استعارات، تسمیحات و رعایت لفظی، مراعات النظر و حسن تعلیل اور دیگر صنائع بدائع اس قدر فطری انداز میں ان کے اسلوب میں گندھے ہوئے ملتے ہیں کہ ان پر تصنع، بناوٹ یا دقت پسندی کا گمان نہیں ہوتا۔ مثنوی ”چراغ کعبہ“ میں محسن کاکوروی کے تخیل کی بلند پروازی دیکھنے معراج النبی کے سلسلہ میں ہر جگہ سے ہوتے ہوئے نبی کریمؐ جب مقام اعلیٰ پر تشریف لائے ہیں، اس وقت کی کیفیت ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں:

زیر قدم جناب والا
 اعلیٰ سے جو تھا مقام اعلیٰ
 دل کی تک و دو تھی دم سے آگے
 سر چار قدم قدم سے آگے
 آئینہ روئے ذات عالی
 اقلیم صفات ہے مثال
 چمکا ہوا امین تجلی
 پھیلا ہوا دامن تجلی
 وحدت کا کھلا ہوا وہ ناکا
 جس میں نہیں دخل ماسوا کا
 امید کے = نشین سفینے
 ٹوٹے ہوئے حوصلے کے زینے
 نگلی ہوئیں ہمتوں کی جانیں
 اتری ہوئی چلے سے کانیں
 بھولے ہوئے راہ کے مسافر
 ارکان رباعی عناصر
 اقامہ خاک بحر و ساحل
 درمائدہ راہ خضر و منزل
 طاووس سپر بل بستہ
 عنقائے نجوم پر فکرت
 جھیلے ہوئے دور باش ادب کی
 طوبی و بہشت و عرش و کرسی

جانے کا نہ لے سکیں ملک نام
بدحوں کا پہنچ سکے نہ بیظام

تاشیر دعا کے در سے محرم
کوشش شرف اثر سے محرم

انساں کی وہاں تھی کب رسائی
آنکھوں میں کشش بٹھا کے لائی

وہ مردم چشم دین و ایمان
کحل ابہر و جوب و امکان

ایمان کا رنگ ہوئے تصدیق
محل چمن مجاز و تحقیق

آنکھوں کی حلاش جلوہ رب
کانوں میں صدائے سخن اقرب

آیا سوئے بزم لی مع اللہ
آئینے میں جیسے پرتو ماہ

پہنچا وہ وہاں جہاں نہ پہنچے
جبرئیل کی عقل کے فرشتے

نزدیک خدا حضور پہنچے
اللہ اللہ دور پہنچے

لرزے میں تمام دست و پا تھے
انداز جلال کبریا سے

بے سانیہ قد رسول باری
تھا سایہ کحل خاکساری

سجدے کے لئے جھکا ہوا تھا
سر عرش پہ اور زمین پہ ماتھا

(۲۳۸)

ان کا دلکش اور پرلطف اسلوب اس مناجات میں بھی ہے جو مشنوی کے آخر میں ہے۔ ان اشعار میں
سادگی کے باوجود حسن اور شاعرانہ لطافتیں موجود ہیں۔ اس قسم کا لطف گویائی کم شاعروں کے حصے میں آیا ہو

گاہ

اے پرتو مر لا ریالی
بے مثل مثال بے مثال

شع حرم خدا نمائی
 جس طرح ملا تو اپنے رب سے
 انداز سے شوق سے ادب سے
 یوں ہی ترے عاصیان مجبور
 اک دن ہوں تری لقا سے مسرور
 صدقے میں ترے یہ آرزو ہے
 دم میں رہ آخرت کریں طے
 ہو حشر کا دن خوشی کی تمہید
 جس طرح سے صبح صادق عید
 (۲۳۹)

محسن کاکوروی نے اپنی شاعرانہ فطانت اور فنی مہارت کو نبی کریمؐ کے شائل کے بیان کے لئے وقف کر دیا۔ قرآن و احادیث کے حوالے ان کے کلام کو بلیغ اور وقیع بناتے ہیں۔ مختلف جگہوں سے یہ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

پیدا ہوئے بادشاہ ذی جاہ
 آرائشِ تختِ لی مع اللہ
 تپلی میں بجا جمالِ دل خواہ
 جس طرح چنے پہ "قل حواشہ"
 آنکھوں کی تلاشِ جلوہ رب
 کانوں میں صدائے "نحن اقرب"
 ہے نامِ خدا سوادِ تحریر
 واللہ اعلم اذا بجا کی تغیر

مشہوری کا اختتامیہ شعر جس میں جمعہ کے خطبہ کے آخری الفاظ بڑی خوبصورتی سے لائے ہیں۔

ہے ذکر ولادت پیغمبر
 اعلیٰ اولیٰ اہم و اکبر

متذکرہ بالا قرآن و احادیث کی تسمیحات کی طرح دیگر علوم و فنون کی مختلف اصطلاحیں بھی ان کے اسلوب شعر میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔

مشہوری "صبحِ تجلی" اور "چراغِ کعبہ" کے درمیانی عرصے میں محسن نے قصیدہ لامیہ ۱۳۹۳ھ میں لکھا۔ اس کا عنوان "مدحِ خیر المرسلین" ہے اور اس کا مطلع ہے:

سمت کاشی سے چلا جانب سمترا بادل
برق کے کندھے پہ لائی ہے صبا گنگا جل

محسن کے اس قصیدے سے حضرت کعب بن زہیر زیاد آجاتے ہیں۔ انہوں نے تشبیہ میں عرب کی مقامی علامات کو بیان کیا تھا اور محسن کے اس قصیدے میں مقامی ہندو تہذیب و تمدن، ماحول اور روایات کا ذکر بھی اسی انداز کی بازگشت نظر آ رہا ہے۔ اگر ان مقامی علامت و رموز کو گریز کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو مفہوم واضح طور پر نکھرا ہوا نظر آنے لگتا ہے۔ ان کا یہ قصیدہ فنی، لسانی اور فکری لحاظ سے ہندی عناصر اور ہندو اساطیر کی علامات کی وجہ سے نئی روایت کی بنیاد ہے مگر مناسبات کفر کا استعمال غیر مشروع ہے۔ اس کی تشبیہ کے چند شعر درج ذیل ہیں:

گھر میں اشنان کریں سروقدان گوکل
جا کے جتنا پہ نہانا بھی ہے اک طول امل
خیر اڑتی ہوئی آئی ہے مہا من سے ابھی
کہ چلے آتے ہیں تیرتھ کو ہوا پر بادل
کالے کوسوں نظر آتی ہیں گھٹائیں کالی
ہند کیا ساری خدائی میں بتوں کا ہے عمل
دیکھیے ہو گا سری کرشن کا کیونکر درشن
سینہ تنگ میں دل گوپیوں کا ہے بے کل
راکھیاں لے کے سلونوں کی برہمن نظلیں
تار بارش کا تو ٹوٹے کوئی ساعت کوئی پل
(۲۵۰)

نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کے بیان میں ہندوستانی تمدن اور تہذیبی اصطلاحات کو اس سے پہلے کسی نے استعمال نہیں کیا تھا۔ محسن نے اس کا یہ جواز پیش کیا ہے کہ انہوں نے بالآخر اسلام کو کفر پر غالب آتے دکھایا ہے۔ اور بالخصوص قصیدے کا اختتام:

کہیں جبریل اشارے سے کہ ہاں بسم اللہ
سمت کاشی سے چلا جانب سمترا بادل

نبی کریمؐ کے سراپائے مقدس کے بیان میں ان کا ایک سدس شاعری کا بے نظیر نمونہ ہے۔ اس میں تشبیہات نہایت بدیع اور لطافت میں ایک خاص کیف و مستی کی حامل ہیں۔ اور اس لفظی بازیگری میں شاعر کے اپنے تاثرات کا عمل دخل زیادہ ہے۔

چند اشعار ملاحظہ ہوں:

پیشانی ہے جو مصحف رو
 اس پارے کے دو رکوع اہد
 واللیل کا ترجمہ ہے گیسو
 تفسیر ازاہجی ہے گیسو
 بیداری . بخت چشم ایجاد
 سپارہ رخ کی ہے سورہ صاد
 (۲۵۱)

محتوی صفات کے بیان میں زبان کی لطافت ہر جگہ شاعرانہ صنایع کا نادر نمونہ پیش کرتی ہے۔

کیا ذکر تمیم نبی ہے
 گل کی گلشن میں جو ہنسی ہے
 کاتوں کی سنی ہے کیا روایت
 جو سر دھنے خطیب کی ولایت
 جو ہر کا بھرا ہوا خزینہ
 آئینہ ہے مثال سینہ
 اسرار نہ آسمان نظر میں
 ڈوبے ہوئے ہفت بحر میں
 اس گردن صاف کی بلندی
 تکبیر فریضہ سحر کی
 رعنائی قامت مناسب
 روزے میں اذان وقت مغرب
 (۲۵۲)

محسن کاکوروی کی میلادیہ مثنوی ”صبح تجلی“ اور معراجیہ مثنوی ”چراغ کعبہ“ میں صوری و محتوی دلکشی پائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر ابوالیث صدیقی لکھتے ہیں:

”محسن کاکوروی نے اپنی مثنویوں میں موضوع کے اعتبار سے جدت، اسلامی اور ہندی تصورات کا احتجاج، حدیث اور عقائد کی صحت کو ملحوظ رکھتے ہوئے مذاق شاعرانہ کے ساتھ نکتہ آفرینی، غلوں و محبت کے اظہار میں متعصب و متانت کا پاس ان کی عام خوبیاں ہیں۔ اس پر پورا کلام ہموار اور شگفتہ، مضمون بلند، زبان تسنیم و کوثر کی دھلی ہوئی بندش چست، مثنویوں میں قصیدے کی سی شان و شوکت، تشبیب و گریز کے کمالات، ایسی خصوصیات ہیں جو شاید ہی معاصرانہ مذہبی شاعری میں مل سکیں۔“ (۲۵۳)

یہ حقیقت ہے کہ محسن نے لکھنؤی دیستان شاعری کے فنی محاسن کو میلاد و معراج کے موضوع میں برتا اور ان میں متانت و شائستگی کو برقرار رکھا۔ شاعرانہ مذاق اور مذہبیت کا مکمل احتراز محسن کی قادر الکلامی کی تاہم وہ روشن مثال ہے۔ الغرض محسن کی مثنویاں (۲۵۴) اختراعی فن کاری کا ایک نادر نمونہ ہیں جو لکھنؤ کے عام مذاق شاعری سے منفرد حیثیت کی حامل ہیں۔

اسی زمانے میں متذکرہ بالا میلاد نگاروں کے علاوہ اور بھی کئی ایک میلاد نگاروں نے نبی کریمؐ کی بارگاہ اقدس میں گلمائے عقیدت پیش کئے ہیں۔ ان میلادیہ تحریروں میں نبی کریمؐ کا ذکر خبر ہے، یہی بات ان کی عظمت اور رفعت شان کی دلیل ہے۔ ان سب میلاد ناموں کے فنی معیار سے قطع نظر، صرف طوالت سے بچنے کے لئے ان کا ابتدائی ذکر درج ذیل طور میں کیا جا رہا ہے۔

رحمت اللہ احمد الہ آبادی کے مولود نامہ مطبوعہ ۱۹۳۹ء میں بیان میلاد و معراج تفصیل سے موجود ہے۔ (۲۵۵)

یادور حسین ابن نواب عاشق حسین کا میلاد سرفرازی ۱۲۰۔ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی اشاعت دفتر ابوالقاسم دیوبند سے ۱۸۱۰ء میں ہوئی۔

نصرت علی اور محمد حسن علمی نے وفات نامے لکھے۔ ان وفات ناموں کا ذکر ڈاکٹر ریو نے فہرست برٹش میوزیم میں کیا ہے۔ (۲۵۶)

عاشق الہی کا میلاد نامہ ۳ کھل البصر فی ولادت خیر البشر ۶۳۔ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی لکھنؤ سے اشاعت ہوئی۔

نور محمد کا مولود منبع الحسنات ۱۸۲۱ء میں طبع ہوا۔

محمد طاہر کا مولود طاہرہ ۱۳۶۳ھ / ۱۸۳۰ء میں مطبع گلزار محمدی، بمبئی سے چھپا۔

مولوی ولی اللہ لکھنؤی (م ۱۸۵۳ء) نے شامل نبویؐ پر "كشف الاسرار فی خصائص سید الابرار" لکھی ہے۔ (۲۵۷)

قمر الدین خاں اکبر آبادی کے میلاد نامہ "سوانح عمری رسول مقبول" کا مخطوطہ ۱۸۴۲ء کی تالیف ہے اور صفحات پر مشتمل ہے۔

سید اشرف شمسی کا معراج نامہ "رسالۃ المعراج" ۱۸۴۲ء میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔

فیضان شاہ کا معراج نامہ رحمان معراج ۱۸۳۷ء کی تالیف ہے۔ اس کا قلمی نسخہ ۷۶۔ صفحات پر مشتمل ہے۔

مولوی جان محمد لاہوری (م ۱۸۵۱ء) کی تالیف بعنوان "معراج النبی" ہے۔

ظہیر الدین کا مولود شریف مطبع نول کشور، لکھنؤ سے طبع ہوا۔

عبداللہ کانپوری کا "مجموعہ مولود مصطفوی" (نظم و نثر) صدیق بک ڈپو، لکھنؤ نے شائع کیا۔

شاہ سلامت اللہ لکھنؤی کی مثنوی خلافت المصطفین ۶۹۔ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ مثنوی مسطفاوی پریس، لکھنؤ سے ۱۸۳۳ء میں شائع ہوئی۔ "مولود شریف" اسی پریس سے ۱۸۵۰ء میں چھپا۔ اس کے صفحات

کی تعداد بھی ۶۹ ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ خدا بخش اور نیشنل پبلک لائبریری، بانگی پور پنڈت میں موجود ہے۔ یہ مخطوطہ اعظم علی کا ۱۸۳۷ء کا مکتوبہ ہے۔

حافظ دراز پشوری (م ۱۸۳۷ء) کا ایک معراج نامہ اور ایک وقت نامہ ہے۔ (۲۵۸)

غلام عباس خان کا مولد شریف منظوم ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ عبدالرحمن خاں، کوٹھی کلاں، شاہان اودھ، لکھنؤ نے ۱۸۵۱ء میں شائع کیا۔

مولانا رضا علی خاں (م ۱۸۶۵ء) کا میلاد نامہ ۵۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ میلاد نامہ ۱۸۵۱ء میں نو کشور لکھنؤ سے چھپا۔ مولانا رضا علی خاں، مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے دادا ہیں۔

مولوی محمد الیاس رضوی کی منظوم سیرت "قمری ہاشم" ۱۸۵۲ء میں شائع ہوئی۔

مرزا قریان علی بیگ سالک کی مثنوی "عشق مصطفیٰ" بیان میلاد و معراج پر مشتمل ہے۔ یہ مثنوی میں صفحات پر محیط ۱۸۷۶ء میں مدراس سے چھپی تھی۔ (۲۵۹)

شمالی ہند کے میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ

جنوبی ہند کی طرح اس دور کے ابتدائی میلاد نامے بھی صوفیائے کرام کے تصنیف کردہ ہیں۔ یہ خانقاہی اردو کے نمونے اس دور کے تیرکات ہیں۔ ان میں تصوف اور عقیدت کا رنگ بڑا گہرا ہے۔ ان صوفیاء کی میلادیہ منظومات میں ہندو دیوالا، صنمیت، ہندی طرز کے گیت اور دوہے مخلوط معاشرت اور ہندی تصوف کی وجہ سے راہ پا گئے۔

یہ دور برصغیر میں مغلوں کی سلطنت کا شیرازہ بکھرنے کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے انتہائی مصیبت، ابتلا اور آزمائش کا وقت تھا۔ مسلمانوں کی فوجی قوت کے ختم ہونے اور سکھ گردی نے مسلمانوں کے اذہان اور ان کی فکر کے راستے مسدود کر رکھے تھے۔ ان تہذیبی و سماجی عوامل کی وجہ سے میلاد ناموں میں نبی کریمؐ کے حضور مناجاتی رنگ اور استمداد طلبی و استغاثہ کے انداز نے فروغ پایا۔ میلاد ناموں میں رفع مشکلات، شفائے امراض، حصول مقاصد اور مصائب و مسائل سے نجات پانے کے لئے نبی کریمؐ کے حضور فریاد اور گناہوں کے احساس سے شفاعت طلبی کے مضامین ہیں۔

اس دور کے میلاد نامے بہت اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ ان کا ادبی، فکری اور فنی لحاظ سے فروغ اسی دور سے شروع ہوتا ہے۔ ان میلاد ناموں میں موضوعاتی اور اسلوبی لحاظ سے تنوع موجود ہے۔ احساس کی صداقت اور پر خلوص اظہار موجود ہے۔ میلاد کا بیان نظم و نثر اور شعر کی کسی بھی صنف اور ہیئت میں ہو سکتا ہے۔ اس دور کے میلاد نگاروں نے غزل و مثنوی اور اپنی شعری ضروریات کے مطابق رباعی، قطعہ، مستزاد، ترجیع بند، مثنیٰ، مسدس، مخمس، رباع، مثلث اور فریاد وغیرہ کی ہیئتوں کو استعمال کیا ہے۔ اسی طرح سلام، سرا اور لوری جن کا تعلق ہیئتوں کی بجائے شاعری کے مخصوص داخلی اسالیب سے ہے۔ ان کا بھی میلاد ناموں میں وافر ذخیرہ ملتا ہے۔ مرثیہ کی تکنیک وقات ناموں میں استعمال ہوئی۔ درود و سلام کے نمونے بھی میلاد ناموں میں جا بجا ملتے ہیں۔ اس لحاظ سے اس دور کے میلاد ناموں کی ہیئت میں وسعت ہوئی۔ فارسی اور عربی کے میلاد ناموں کے منظوم تراجم ہوئے۔ اسماء النبیٰ الکریمؐ کو بیان کرنے کا اولین جذبہ بھی اسی دور کے میلاد ناموں میں عام ہوا۔

برصغیر میں مسلمانوں کی سماجی زندگی میں دینی عقائد کے عوامل نے مقامی تہذیبی و سماجی اثرات جذب کر کے ایک خاص رنگ اختیار کر لیا۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں بھی مذہبی تہواروں سے زیادہ معاشرتی رنگ پیدا ہو گیا۔ میلاد النبیؐ شبِ برات اور نو روز بھی بطور تہوار منائے جانے لگے۔ بادشاہ و امرا اور عوام ان تہواروں کو اپنی حیثیت کے مطابق مناتے تھے۔ ہندوؤں کے تہواروں اور بالخصوص دسرا کے جلوسوں کی دھوم دھام سے متاثر ہو کر مسلمانوں نے محرم میں اس کی نقل کرنا شروع کر دی۔ اور حضرت

امام حسینؑ کی عزا داری میں تہوار کا سا رنگ پیدا کر دیا حالانکہ یہ تہوار نہیں ہے۔ سلاطین دہلی کے زمانہ میں محرم کی مجالس میں شدائے کرلا کے واقعات بیان کئے جاتے تھے۔ اور ان کے لئے فاتحہ خوانی ہوتی۔ پھر "تقریب داری" شروع ہو گئی جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ تیمور ہندوستان آیا تو سالانہ معمول کے مطابق کرلا کی زیارت کے لئے نہ جاسکا اس لئے اس نے حضرت امام حسینؑ کے مقبرے کی شکل بنوائی جو تقریب کے نام سے مشہور ہوئی۔ رفتہ رفتہ عزا داری کی مجلس تو محدود ہو گئی لیکن عام مسلمان جلوس نکالنے وقت کوشش کرتے کہ اس کی دھوم دھام دسرے سے کم نہ ہو بلکہ بڑھ جائے۔" (۳۶۰)

اس قسم کی مقامی تہذیبی و عصری اثرات کو میلاد نگاروں نے بھی قبول کیا اور ضمنی طور پر مناقب اہل بیت کی تعریف و توصیف کو بھی اس میں شامل کر لیا۔ شمالی ہند کے میلاد ناموں میں سب سے پہلے مناقب اہل بیت لکھنے کا رجحان مخصوص سماجی عوامل کے تحت پیدا ہوا۔ یہ فرق میلادیہ اسلوب میں شیعہ مسلک کے زیر اثر پیدا ہوا۔

شمالی ہند میں شیعہ مسلک کی سرپرستی حکمران کر رہے تھے۔ اس سیلاب کو روکنے اور سنی عوام کو شیعہ مسلک کی طرف رجوع کرنے سے باز رکھنے کے لئے صوفیاء نے محافل میلاد کی ترویج کے لئے کوشش کی وگرنہ مسلمان گھروں پر صدیوں سے محافل میلاد منعقد کرتے چلے آ رہے ہیں۔ دراصل مثل حکمران مذہبی معاملات میں بڑے فراخ دل تھے۔ مظاہر سلطنت کا بانی ظہیر الدین بابر، شاہ اسماعیل صفوی کی دوستی کا دم بھرتا تھا۔ جو کٹر شیعہ تھا۔ ہمایوں اپنے باپ سے بھی زیادہ شیعہ روایات کا احترام کرتا تھا۔ جہانگیر اور شاہ جہاں کی بیگمات شیعہ رجحان رکھتی تھیں۔ ایران سے شعراء کی آمد و رفت کا سلسلہ چل رہا تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر کی شادی درس بیگم سے ہوئی تھی جو شاہ نواز خان صفوی کی بیٹی تھی۔ اورنگ زیب عالمگیر کا جانشین بہادر شاہ اول علی الاعلان شیعہ ہو گیا تھا۔ فرخ سیر کے عہد سے قلعہ معنی میں باقاعدہ عزا داری شروع ہو گئی تھی اور پھر رفتہ رفتہ شیعہ روایات کی جڑیں اتنی گہری ہو گئیں کہ بہادر شاہ ظفر نے بیماری سے صحت یابی کے بعد لکھنؤ میں درگاہ حضرت عباسؑ میں اپنی منت پوری کی جس سے اس کے بارے میں یہ عام شہرت پھیل گئی کہ اس نے شیعہ مسلک اختیار کر لیا ہے۔ ڈاکٹر محسن الدین صدیقی نے اس کے تہذیبی اور معاشرتی پس منظر پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

"مثل سلطنت کے زوال کے وقت شیعہ مسلک کے اہلکار میں لوگ بہت بے باک

ہو گئے تھے۔ نواب آصف الدولہ نے لو و لعب میں مشغول ہونے کے باوجود شیعیت

کی اشاعت کے لئے بھرپور کوشش کی۔ اس کے نائب حسن رضا خان کی بدولت

ہزاروں خاندان سنی سے شیعہ ہو گئے اور انہیں جاگیریں عطا کی گئیں۔ نواب آصف

الدولہ کے دور میں مجالس عزا کو فروغ حاصل ہوا۔ اور لکھنؤ میں کئی امام باڑے تعمیر ہو

گئے۔ شیعیت کے فروغ کے زیر اثر شعراء نے اہل بیت کے اوصاف جمیلہ کا ذکر اور

مشکلات و مصائب میں مدد کے لئے پکارنے کے رجحان کو عام کیا۔" (۳۶۱)

ان تذکرہ بالا عوامل کی وجہ سے لکھنؤ کی پوری فضا عزا داری کے رنگ میں رنگی نظر آتی ہے۔ اس

کے مد مقابل اہلسنت والجماعت کو محافل میلاد کی عام ترویج اور جا بجا انعقاد کا خیال پیدا ہوا۔ دہلی اور لکھنؤ کے شعراء اور میلاد نگاروں نے اس فن کی طرف توجہ دی۔ اور سنی عقائد کے میلاد نگاروں نے مدح اہل بیت کے ساتھ خلفائے راشدین کے مناقب بھی لکھے۔

اس دور کے میلاد ناموں میں لکھنؤی داستان کے زیر اثر آپ کے جمال ظاہری کے بیان اور سرپا نگاری کی طرف رجحان زیادہ ملتا ہے۔ مجالس میلاد کے انعقاد کی اہمیت و فضیلت کا بیان، منکران میلاد کے خلاف شدید رد عمل کا اظہار، مسئلہ حیات النبی، مسئلہ علم غیب، نبی کریم کی بشریت کے مقابلے میں نورانیت اور رسالت و نبوت کا خصوصی تذکرہ، یا رسول اللہ، یا نبی، یا محمد، یا مصطفیٰ اور اسی انداز سے آپ کے استمداد طلبی اور توسل فی الدعاء کے مضامین کی کثرت، ظاہری جمال کے ساتھ ساتھ آپ کے اعضائے مبارک کے حسن کے تذکار، براق کی تعریف، معراج کی جزئیات و تفصیلات کا بیان اور دیگر معجزات کو خاص طور پر بیان کیا گیا ہے۔ روضہ رسول سے دوری کی وجہ سے مدینہ کی حاضری اور وہیں مرنے کی خواہش کا جا بجا اظہار ملتا ہے۔

میلاد نگاروں کے خصوصی اہتمام کی وجہ سے لکھنؤی شاعری کے عناصر نسائیت اور ابتذال وغیرہ سے میلادیہ منظومات کا دامن پاک ہے۔ اس دور میں میلادیہ شاعری میں بحور کا تنوع، قافیوں اور ردیفوں کی رنگینی سے مذہبی شاعری کے دامن میں وسعت پیدا ہو گئی۔ ہندی، بھجوں کی بجائے فارسی یا عربی بحرین راجح ہوئیں۔ دکنی، گجری، ہریانوی اور پنجابی الفاظ کے اثرات اردو زبان و ادب سے ختم ہوئے۔ فارسی اسلوب میں نئی اختراعات اور جدت طرازی سے زبان و ادب میں شکوہ الفاظ، تنوع اور بلند پروازی و مضمون آفرینی پیدا ہوئی۔ اسلوب کی نمائش اور محاورے کا استعمال بہت فراخ دلی سے ہونے لگا۔ تصنیف کی صورت میں بھی میلادیہ منظومات تخلیق ہوئی ہیں جو زیادہ تر مخمس کے انداز میں ہیں۔ بلخ العلی کمالہ (سعدی)، بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (شاہ عبدالعزیز)، مرحبا سید کی مدنی العربی، دل و جاں باد فدائیت چہ عجیب خوش لقمی (جان محمد قدسی) کی تصنیف غلام امام شہید، کفایت علی کافی اور امیر مینائی جیسے شعراء نے کی ہے۔

میلاد ناموں میں مقامی روایات، تہذیبی و جغرافیائی خصوصیات اور روایتی عقائد کا بیان تخیل کی بلند پروازی اور اسلوب کی نمائش کی وجہ سے نظر آتا ہے۔ رفتہ رفتہ اسلامی فکر کا مجتہدانہ عنصر پس منظر میں چلا گیا۔ اس لحاظ سے میلاد ناموں میں معنی سے زیادہ الفاظ پر زور دیا گیا ہے۔ بہت سی موضوعی روایات اور فرضی معجزات نظم کئے گئے ہیں اور شاعرانہ مبالغہ طرازیوں کی وجہ سے صحیح واقعات کی بھی صورت بدل گئی ہے۔

کرامت علی شہیدی، کفایت علی کافی، مولانا غلام امام شہید، لطف بریلوی اور امیر مینائی جیسے میلاد نگاروں نے میلاد و معراج کی تشہیر اور تبلیغ کے لئے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ ان کاوشوں کے پیچھے سماجی اور مذہبی رویوں کا بڑا عمل دخل ہے۔ اسی وجہ سے غیر مقلدین کے رد میں فتاویٰ اور کتب و رسائل کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوا۔ وہابی گروہوں میں مناظروں اور مباحثوں کی کثرت نے بھی مواید کی تالیف و تصنیف پر گہرا اثر ڈالا۔

نور ناموں مثلاً مراد ناچینا، غلام امام شہید، کفایت علی کافی، حامد، فاضل، کبیر خاں افغان اور فقیر میں آپ کے نور کی پیدائش اور اس کی ارتقائی منزلوں، فضائل اور برکات کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ نور محمدی نے آدم سے لے کر حضرت عبداللہ تک مختلف رنگ اختیار کئے اور آخر آپ میں پوری شان رعنائی سے جلوہ گر ہوا۔ جس طرح خدا کا نور و ظہور ہر جگہ ہے۔ نور محمدی بھی شجر کائنات کے ہر پتے، ہر نشئی اور ہر گل میں جلوہ گر ہے بلکہ کائنات کی تخلیق کی علت غائی ہی نور ہے۔

اس دور کے میلاد نگاروں مثلاً شاہ احمد سعید مجددی، عبدالرحمن، عبدالجلیل، فیاض الحق صدیقی، عبدالجید قادری، نواب علی محمد خان، غلام امام شہید، کفایت علی کافی، رؤف احمد رافت، مولوی احمد یار خاں، حسن بخش کاکوروی اور قاسم مہری وغیرہ نے نبی کریم کے میلاد اور سیرت و کردار کی خصوصیات کو بیان کیا ہے۔ ان میں آپ کی سیرت اور فضائل و شمائل کے سلسلے میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا ایک حصہ ایسی عام باتوں پر مشتمل ہے جن پر کسی کو اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن جہاں آپ کے مراتب و مدارج، فیوض و برکات اور ظاہری و باطنی قوتوں کا سوال ہے، ان میں بعض باتیں بظاہر عجیب نظر آتی ہیں لیکن اگر قرآن و حدیث کی بعض آیات و نصوص کی گہرائیوں میں جائیں تو اس بات کی بخوبی عقدہ کشائی ہو جاتی ہے کہ نبی کریم اپنے مدارج، فیوض و برکات اور قوت کے لحاظ سے تمام انبیاء و مرسلین سے بالاتر ہیں۔ اس دور کے اکثر میلاد نگاروں بالخصوص احمد سعید مجددی، مولوی احمد یار خاں، رؤف احمد رافت، کفایت علی کافی اور غلام امام شہید نے ان نکات پر خاص زور دیا ہے کہ نبی کریم سرتاج پیغمبران، سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں۔ اور کوئی دوسرا نبی آپ کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ قیامت کے دن کسی گنہگار کی سفارش کرنے کی کسی پیغمبر کو جرات نہ ہوگی اس وقت صرف نبی کریم کی شفاعت کام آئے گی۔ آپ رحمتہ اللعالمین ہیں۔ اور قیامت کے دن بھی اس کو بروئے کار لائیں گے۔

معراج کے بیان کے سلسلہ میں قدرت اللہ خاں قاسم، لطف بریلوی، ضمیر شہیدی، سید اسماعیل حسین منیر، ناخ اور غلام امام شہید نے اپنے معراج ناموں میں جزوی تفصیل بھی دی ہیں۔ اصل واقعہ کی روح تو وہی ہے جس کا قرآن و حدیث میں ذکر ہے لیکن براق کا سراپا، فرشتوں کا استقبال، آسمانوں کی مخلوق کا خوشیاں منانا اور عین حضور میں پہنچ کر راز و نیاز کی باتیں ہونا، جیسے عنوانات ضعیف روایات پر مبنی ہیں۔

وفات مبارکہ کے بیان میں محبوب عالم، حافظ عزیز احمد، مکرم علی، محمد حسین اور غلام امام شہید وغیرہ نے وفات ناموں میں آپ کی علالت، ازواج مطہرات اور صحابہ کبار کی تشویش، وفات مبارکہ اور چند دیگر متعلقہ واقعات بیان کئے ہیں۔ شہیدی نے اپنے وفات نامے میں لکھا ہے کہ آپ کے جوہر جان میں کچھ فرق نہیں آیا۔ یہ دراصل حیات النبی کی طرف اشارہ ہے:

وفات ظاہری سے جوہر جاں میں نہ فرق آیا
وہ جسم پاک گو محسوس تھا روح مجرود کا
دستان ازل میں وہ معلم عقل کل کا تھا

نہ تھا نام و نشان جس روز واں لوح زہر چہ کا

اس دور کے میلاد ناموں کی زبان صاف اور شستہ، انداز بیاں میں جدت و ندرت، جذبات کی فراوانی اور لطافت نے ادبی حیثیت سے نیا رنگ و روپ دھارا۔ معاشرتی بدحالی نے مذہبی رجحانات کو بیدار کیا اور یہی انداز میلاد نگاری کے فروغ کا سبب بنے۔

پانچواں باب

میلاد ناموں کا دور جدید (آ)

۱۸۵۷ء ————— ۱۹۴۷ء

حتمہ اول

۱۸۵۷ء ————— ۱۹۰۰ء

پانچواں باب

میلاد ناموں کا دورِ جدید (آ)

۱۸۵۷ء ————— ۱۹۴۷ء

حصہ اول

۱۸۵۷ء ————— ۱۹۰۰ء

میلا و ناموں کا دور جدید ۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء

حصہ اول

(۱۸۵۷ء — ۱۹۰۰ء)

○ دور جدید کی تہذیبی، سیاسی، مذہبی اور ادبی صورت حال کا جائزہ۔

- شیخ جان محمد / مفتی عنایت احمد کاکوروی / مولانا کرامت علی جونپوری / لطافت حسین / مولوی معصوم علی مسیح پوری / نواب احمد یار خاں / شیخ حسرت کرنولی / محمد ممدی واصف / سلامت اللہ کشتی / خواجہ الطاف حسین حالی / مولوی عبدالرحیم / حاجی محمد صاحب علی خاں مارہروی / مولوی محمد علی خاں سعید / محمد فضل رسول / تسلیم گلشن آبادی / مرزا علی بہار / میر عباس / احمد خاں صوفی اکبر آبادی / کریم بخش بدر / مولانا عبدالعلیم فرنگی علی / مولانا فتحی علی خاں بریلوی / بدر الدین عرف غلام دستگیر قادر / مولوی عبدالرحیم بادی / مولانا غم الدین عباسی / شیخ محمد عنایت علی / مقرب علی خاں / خواجہ محمد اشرف علی / مولوی عبدالسمیع بیگلہ رامپوری / محمد غلام اکبر خاں / تجل رسول خاں / محمد محمود / نواب نیاز احمد خاں / سید وزیر حسین رضوی / حسن الملک سید ممدی علی / قاضی غلام علی مری / میر مظفر علی امیرا / سید واجد علی تھیرا / محمد ناصر علی غیاث پوری / شاہ محمد امین الدین قیصر / محمد نورا خاں / شیخ لعل / مولانا حافظ عبدالعلی نگرانی / عزیز الرحمن عرشی غازی پوری / مولانا احمد رضا خاں بریلوی / مولوی عبدالحفیظ کاکوروی / علی انور شاہ / مولوی غلام حیدر گویاموی / مولوی مجیب اللہ لکھنوی / مولوی محمد ظہور علی ظہور / حافظ مولوی ابراہیم علی خاں ظلیل / احمد حسین خاں مائل / خواجہ محمد مرتضیٰ بقا / سید بہان الدین احمد / علی انور قلندر شاہ / شیخ عباد اللہ بادل کانپوری / نواب صدیق حسن خاں / خواجہ شمس الدین / محمد سراج الیقین / میر اعظم علی خاں شائق / محمد عبدالواحد خاں / سید جواد حسین شمیم امرہوی / حکیم محمد حسن میرٹھی / شیخ محمد متقی اوراک / میر ممدی مجروح / منشی محمد سخاوت حسین تھیر بدایونی / حکیم امیر الدین عطار اکبر آبادی / سید محمد علی بیگلہ بریلوی / حافظ محمد اکمل / محمد سلطان عاقل دہلوی / حافظ محمد فیض اللہ بیک / منشی محمد حافظ اللہ چشتی / مولوی ظلیل الرحمن داعہ سارنپوری / شیخ عبداللطیف قادری / مولوی محمد اکبر علی گرداسپوری / محمد جعفر علی بیگلہ آبادی / مولوی عاشق حسین بلہروی / محمد فخر الدین رائے پوری / منشی ابراہیم ثابت / مولوی ممدی علی پروانہ / محمد عبدالرزاق راجح / سید عبدالفتاح اشرف علی / غلام محمد۔

○ دور جدید کے میلا و ناموں کا جائزہ۔

دور جدید کی تہذیبی، سیاسی، مذہبی اور ادبی صورت حال کا جائزہ

میلاد ناموں کا جذبہ دور انگریزوں کے تسلط اور عملداری ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کے زمانے پر محیط ہے۔ اس دور کے میلاد ناموں کی اشاعتوں کی کثرت و بہتات کو مد نظر رکھ کر اسے دو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پانچواں باب حصہ اول ۱۸۵۷ء سے ۱۹۰۰ء تک اور چھٹا باب حصہ دوم ۱۹۰۱ء سے ۱۹۴۷ء تک کے میلاد نگاروں کے احوال و تبصرہ پر مشتمل ہے۔

اس پورے دور کی خصوصیات ہندوستان کی سیاست، 'تمدب'، 'مذہب'، سماجی رویوں اور ادبی و فکری لحاظ سے بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ اس دور میں ادبی اور سماجی صورت حال میں کئی واضح اور انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں اس وجہ سے فکر و اظہار کے رنگ و اسلوب میں بھی ایک نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ مذہبی و سیاسی تحریکات کی کثرت اور ان کے میلاد ناموں پر اثرات کی وجہ سے اس دور کو بلاشبہ میلاد ناموں کا دور زریں کہا جاسکتا ہے۔

برصغیر کی تاریخ میں ۱۸۵۷ء کا سال بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس سال مسلمانوں کے اقتدار کا چراغ ہمیشہ کے لئے بجھ گیا اور انگریزوں کا برصغیر پر تسلط قائم ہوا۔ انگریز برصغیر میں ہی نہیں بلکہ صلاح الدین ایوبی کی جنگوں کے زمانہ سے مسلمانوں کا حریف چلا آتا تھا۔ ان نئے حکمرانوں نے ہندوستان پر قابض ہونے کے بعد اسلامی تمدب و تمدن، عقائد و نظریات اور جذبہ جہاد کو ختم کرنے کی سازشیں شروع کر دیں۔ مسلمانوں نے ہندوؤں سے زیادہ جنگ آزادی میں جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر جوش و خروش کا عملی مظاہرہ کیا تھا اس لئے انگریزوں نے جنگ آزادی کو بغاوت کا نام دے کر مسلمانوں کو قصوروار اور مجرم گردانا۔ انہوں نے مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لئے ایسی حکمت عملی اختیار کی جس سے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچا کر ان کے حوصلے پست کر دیئے جائیں اور من حیث القوم انہیں تمدب اور مذہبی ورثہ سے محروم کر کے ناکارہ و کمزور بنا دیا جائے۔ اس خیال کے تحت مسلمانوں پر ظلم و ستم اور قتل و غارتگری کا بازار گرم ہوا۔ ان کے علماء و زما پر بغاوت کے مقدمات چلا کر ان کو پھانسی دی گئی یا کالے پانی بھیجا گیا اور عام طور پر مسلمانوں کو دہشت زدہ کیا گیا۔ اس کے ساتھ یہ بھی کوشش کی گئی کہ اسلام اور بانی اسلام کی ذات گرامی پر حملے کئے جائیں اور نبی کریمؐ کی سیرت و کردار کو توڑ موڑ کر پیش کیا جائے تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں اسلام اور سیرت مقدسہ کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کئے جائیں اس طرح سے مسلمانوں کے دلوں سے نبی کریمؐ سے والمانہ شینگی و وابستگی اور عشق و عقیدت کو کمزور کیا جائے۔ جذبہ جہاد کو ختم کیا جائے اور مسلمانوں کو ان کے مرکز سے جدا کیا جائے۔ اس یلغار سے مسلمانوں کے دینی جذبہ و احساس کو ختم کر دیا جائے تاکہ ان کے اتحاد اور یک جہتی کے تمام راستے مسدود ہو جائیں اور پھر کبھی مسلمانوں کو انگریزوں کے خلاف بر اٹھانے کا حوصلہ نہ ہو سکے۔

انگریز جدید تعلیم کے نام پر مسلمانوں کو مذہب سے دور کرنے کی بھرپور کوشش کرنے لگے۔ مسلمان جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد بد حالی کا شکار ہو چکے تھے۔ مسلمانوں کے ذہنی انتشار اور شکست خوردگی کے احساس سے انگریز بروقت فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لئے وہ عیسائیت کی بھرپور تبلیغ کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کو باہم دست و گریباں کرانے میں بھی کامیاب ہو گئے۔

پورے ہندوستان میں پوپ اور پادری عیسائیت کے پرچار کے لئے پوری جدوجہد کرنے لگے۔ عیسائی پادری اور مسلمان علمائے دین کے مباحثے اور مناظرے روزمرہ کا معمول بن گئے۔ مسلمان علماء ان مناظروں میں اسلام کی حقانیت کے ایمان پرور نظارتے پیش کر رہے تھے۔ ان حالات میں ہندو مذہب کے عالموں نے بھی اسلام پر اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس کی بنیاد مسلم دشمنی اور درپردہ انگریزوں کی حمایت اور سرپرستی تھی۔ اسی وجہ سے ہندوؤں کو اوج کمال کے حصول میں خصوصی مراعات سے نوازا گیا۔ عیسائیت کی تبلیغ کے لئے کئی مراکز کھل گئے۔ یہ مراکز حصول ملازمت کے سلسلہ میں سفارش کا ذریعہ بنتے اس طرح سے معاشی طور پر کمزور افراد فوراً مسیحیت قبول کر لیتے۔

ان حالات میں مسلمان علماء و زعماء جوانی کا رویا کر کے ان کے اثرات زائل کرنے لگے۔ سر سید احمد خاں اور ان کے رفقاء نے اپنی تحریر و تقریر سے اسلام کی مدلل مدافعت کی۔ الطاف حسین حالی نے ”تریاق مسموم“ لکھ کر عیسائیوں کو مدلل جواب دیا۔ نواب محسن الملک نے ”آیات بیانات“ اور سر سید احمد خاں نے ”خطبات احمدیہ“ میں علمی طور پر تاریخی حقائق کے منطقی نتائج بیان کر کے اسلام پر اعتراضات کے مسکت جوابات دیئے۔ مولانا شبلی نعمانی نے تاریخ اسلام پر خصوصی توجہ دی۔ مولوی چراغ علی نے پادری عماد الدین کی کتاب تاریخ محمدی کا جواب ”تعلیمات“ کی صورت میں دیا۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے لاہور کے پہلے بپش والین فرنج اور ان کی جماعت کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ یہ مناظرہ آگرہ میں ہوا جہاں مولانا نے عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کر دیا کہ موجودہ انجیل تحریف شدہ ہے۔ تیسرے دن مخالفین راہ فرار اختیار کر گئے۔ مولانا نے اس فن پر ”آٹھماں حق“ اور ”اعجاز عیسوی“ جیسی شاندار کتابیں تصنیف کیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے متعدد عیسائی پادریوں سے مناظرے کئے۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے پادری شاکر وٹ کی کتابوں کے جواب میں ”اسلام اور مسیحیت“ لکھی۔

اسلام دشمنی میں مستشرقین نے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ برصغیر میں اس کے پہلے علیبردار ڈاکٹر اسپرنگر تھے۔ جو اس زمانے میں دہلی کالج اور بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے سربراہ تھے۔ ان کی تحریری مہم اور میکالے کی تعلیمی پالیسی دونوں نے قریباً ایک ساتھ ہی قدم بڑھائے تھے۔ دیگر اسلام دشمن مصنفین اور ان کے رد و جواب کے بارے میں سید حسن ثانی ندوی رقم طراز ہیں:

”یو۔ پی کے لیٹیننٹ گورنر سر ولیم میور نے ہندوستان میں بیٹھ کر اور ان کے معاصرین ڈاکٹر جے۔ اے مولر، ڈاکٹر ویل، وان کیمبر، برتھلی سینٹ پیٹر، نوتیلایکی، ولہازن گولڈ بیئر، رینال اور پھر بعد میں پروفیسر مارگولوت وغیرہ نے یورپ میں بیٹھ کر یکے بعد دیگرے بڑی محنت و جانفشانی سے عالمانہ روپ میں اپنا متقی کردار ادا کیا۔ عام مشنریوں کا جواب دینے کے لئے مولانا رحمت اللہ کیرانوی، ڈاکٹر وزیر خاں، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رحم علی اور مولانا عنایت رسول چریا کوئی وغیرہ نکلے اور انہوں نے دندان شکن مسکت جوابات دینے کے لئے مختلف رسائل تصنیف کئے۔ سر ولیم میور کی ”لائف آف محمد“ کا جواب سر سید احمد خاں نے دیا اور مولوی چراغ علی نے بھی ”محمد

ہیں۔ اسی دور میں علمائے بریلی بالخصوص اور دیگر علماء بالعموم تحریک سیرت کے تحت نبی کریمؐ سے والمانہ عشق و شغلی کے اظہار کے لئے محافل میلاد کو پورے برصغیر میں بھرپور انداز میں رائج کرتے نظر آتے ہیں۔ ان محافل میلاد کی کثرت نے عامۃ الناس میں نبی کریمؐ کی ولادت، حسب نسب، خاندان، بعثت، ہجرت، وفات، ہجرات، معراج، شمائل و خصائل اور درود و سلام کو عام کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس سے نبی کریمؐ کی ولادت اقدس سے والمانہ عشق و محبت کا جذبہ دلوں میں موجزن ہوا۔ ان محافل میلاد کے لئے کئی ایک میلادیہ تصانیف منظر عام پر آئیں اور ہر خاص و عام میں مقبول ہوئیں۔ ان یا مقصد اقدام سے نئی محفلیں، خانقاہیں، مساجد و مزارات الغرض بر عظیم کا گوشہ گوشہ درود و سلام کے روح پرور وجدانی کیف سے گونج اٹھا۔ عیسائیوں اور آریوں کے تحریری اور تقریری حملوں کا زور ٹوٹا۔ سیاسی اور سماجی ماحول نے مذہبی شاعری اور میلاد نگاری کے فروغ کے لئے راہ ہموار کی۔ محافل میلاد کی ترویج و فروغ نے لادنیثیت اور ضلالت کے طوفان میں نبی کریمؐ کی سیرت اور تعلیمات کے بیان سے نہ صرف گھٹا ٹوپ اندھیرے دور کئے بلکہ انہی نیا پاشیوں میں ہم آج بھی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

انہی میلاد ناموں کی بدولت مسلمانوں میں اسلام کی صحیح تاریخ اور نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ پوری صحت و سند کے ساتھ مرتب کرنے کی فکر دلوں میں جاگزیں ہوئی۔ اس لحاظ سے انگریز کی مذموم اور ناپاک سازشوں اور عزائم کو ناکام بنانے میں مسلمانوں کے ہر طبقہ اور ہر کتبہ فکر کے افراد نے اپنی اپنی بساط کے موافق حصہ لیا۔

اس عہد میں بہت سے میلاد نگار اور ان کی میلادیہ تصانیف سامنے آتی ہیں۔ ان میں مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا کرامت علی جوہروری، سلامت اللہ کشنی، حالی، حاجی محمد صاحب علی خاں، محمد علی خاں سعید، مولانا فتی علی خاں، عبدالرحیم ہادی، عبدالسیح بیدل رامپوری، محسن الملک، قاضی غلام علی مری، مولانا احمد رضا خان بریلوی، مجیب اللہ کھٹوی، ابراہیم علی خاں ظلیل، علی انور قلندر شاہ، عطار اکبر آبادی، بیدل بریلوی، واعظ سہارنپوری، اور مولوی عاشق حسین بلہروی وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

شیخ جان محمد (م ۱۸۷۱ء)

شیخ جان محمد تخلص سنی، شیخ احمد حسرت کے بڑے صاحبزادے تھے۔ پابند شریع بزرگ تھے۔ ۴، ربیع الاول ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء میں وفات پائی اور حسین ساگر کی چادر کے قریب دفن ہوئے لیکن اب قبر نابود ہو چکی ہے۔

ان کا منظوم وفات نامہ حضرت رسول مقبول ﷺ ایات پر مشتمل ہے۔ اس کا سال تصنیف قریباً ۱۸۶۰ء ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ مخطوطہ خط نستعلیق رواں میں لکھا گیا ہے۔

اس میں نبی کریمؐ کی حیات طیبہ کے آخری حصے کا ذکر ہے جس میں وصال بھی شامل ہے۔ ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

میں اب حسن نیت سے عہدے میں جا کر
 کروں دل سے توصیف اللہ اکبر
 بقا ذات اس کی ہے سب کو فنا ہے
 وہ واحد ہے اس کا نہیں کوئی ہمسر
 (۲)

اور آخر میں لکھتے ہیں:

خدا کی عنایت سے اب یا محمد
 محبت سے رہیں یہ با ایک دیگر
 درود اور صلواتِ عجز و ادب سے
 اے سنی تو پہنچا بروحِ معطر
 (۳)

یہ مخطوطہ مصنف کے قلم کا لکھا ہوا ہے کیونکہ صفحہ ۱۳ پر ایک مصرع میں ترمیم کی گئی ہے۔ پہلے یہ
 مصرع تھا ”تمہیں سے نجات ہوگی امت کی یکسر“ لیکن اس طرح یہ مصرع ناموزوں ہے لہذا بعد میں مصنف
 یا کسی اور نے اس مصرع میں ترمیم کی اور مصرع کی نئی شکل یہ بنا دی ”بجھی سے یہ امت کی بخشش ہو
 یکسر“ اگرچہ اب مصرع موزوں ہو گیا لیکن نقص اور عیب سے پاک اب بھی نہیں ہے۔ ایسا ہی حال
 دوسری ترمیمات کا بھی ہے۔

مفتی عنایت احمد کا کوروی (م ۱۸۶۳ء)

مفتی عنایت احمد ابن منشی محمد بخش ۵۔ اکتوبر ۱۸۱۳ء کو بمقام دیوبند ضلع بارہ بنگلی (پو۔ پی) میں پیدا
 ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد رامپور چلے آئے اور پھر وہاں سے دہلی آ کر شاہ محمد اسحاق کی
 شاگردی اختیار کی۔ علی گڑھ میں مولانا بزرگ علی مارہروی سے معقولات کی تکمیل کی اور پھر سرکاری
 ملازمت اختیار کر لی۔ بریلی میں صدر امین کے عہدہ پر فائز تھے کہ صدر الصدوری کے منصب پر ترقی کا حکم
 آیا مگر اس زمانے میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا آغاز ہو گیا۔ انہوں نے خان بہادر خاں کی نئی حکومت کے
 سلسلہ میں فتویٰ مرتب کیا۔ اس جرم کی سزا میں جزائر اندیمان میں قید کر دیئے گئے وہاں سے ۱۸۶۰ء میں رہا
 ہو کر کانپور چلے آئے اور یہاں مدرسہ فیض عام جاری کیا۔ ۱۸۶۳ء میں حج بیت اللہ کے لئے گئے تو جدہ کے
 قریب ان کا بحری جہاز ایک چٹان سے ٹکرا کر غرق ہو گیا۔ مفتی عنایت احمد ۷۔ شوال ۱۲۷۹ھ (۱۸۶۳ء) کو
 اسی حادثے میں غرق و شہید ہوئے۔

مفتی عنایت احمد نے معجزات نبویؐ کے بیان میں ۵۳۔ ۱۸۵۲ء میں ایک مفصل کتاب ”الکلام المبین فی
 آیات رحمۃ للعالمین“ کے نام سے لکھی۔ اور دوسری کتاب مجالس میلاد میں پڑھنے اور سنانے کے لئے

تواریخ حبیب الہ کے نام سے ۱۸۵۸ء میں لکھی۔ انہوں نے اس میں نبی کریمؐ کے حالات کتب معتبرہ سے اخذ کر کے لکھے ہیں۔ اس کے بارے میں وہ خود رقم طراز ہیں:

”رسائل میلاد برزبان اردو بیان حالات آنحضرتؐ میں جو پائے جاتے ہیں، حالات صحیحہ پر مشتمل نہیں ہیں۔ بیان قصہ معراج اور وفات شریف میں بعضے کتب تواریخ میں بہت روایتیں نامعتبر لکھی ہیں کہ رسائل میلاد شریف میں انہیں نقل کیا ہے۔ فقیر نے یہ حالات بیشتر موافق روایات صحیح بخاری و دیگر کتب معتبرہ حدیث کے لکھے ہیں۔ پس چاہئے کہ ضرور اس رسالہ کو مطالعہ میں رکھیں اور اپنے اقارب اور عورتوں اور احباب کو سنائیں۔“ (۴)

تواریخ حبیب الہ پہلے ۱۸۴۸ء میں نقاشی پریس کانپور سے طبع ہوئی اور پھر کتب خانہ رحیمہ دیوبند سے ۱۹۵۰ء میں چھپی۔ اس کے ۱۷۶ صفحات ہیں۔ یہ کتاب تین ابواب اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے۔ باب اول میں نور محمدیؑ ولادت مبارکہ، بچپن، شباب اور آغاز نبوت سے ہجرت تک کا بیان ہے۔ باب دوم میں ہجرت سے وفات تک کے حالات ہیں۔ باب سوم میں حلیہ مبارک، خصائل و شمائل اور معجزات کا بیان ہے اور خاتمہ میں شفاعت کا تذکرہ ہے۔

تواریخ حبیب الہ کی زبان اور اسلوب کے جائزہ کے لئے نبی کریمؐ کی رضاعت کے بیان سے ایک مختصر اقتباس ملاحظہ ہو:

”سات روز تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ اپنی والدہ ماجدہ کا پیا، بعد اس کے ثویبہ نے دودھ پلایا۔ ثویبہ لوندی ابوسب کی تھی کہ ابوسب نے اسے بوقت پہنچانے خبر ولادت شریف کے آزاد کیا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابوسب کو بعد موت کے خواب میں دیکھا اور حال پوچھا۔ اس نے کہا کہ ”عذاب شدید میں مبتلا ہوں، مگر ہمیشہ شب دو شبہ کو درمیان آنحضرت شہادت اور وصلی سے کہ اشارے سے ان کے میں نے ثویبہ کو بسبب پہنچانے بشارت ولادت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے، آزاد کیا تھا، کچھ پانی مجھے چوسنے کو مل جاتا ہے کہ اس سے ایک گونہ عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔“ (۵)

مفتی عنایت احمد نے ”الکلام المبین فی آیات رحمتہ للعالمین“ میں نبی کریمؐ کے تین سو معجزات عالیہ کتب احادیث سے بے روایات معتبرہ بیان کئے ہیں۔ انہوں نے اس کے لئے صحاح ستہ کے علاوہ مواہب اللدنیہ، روشد الاحباب، مدارج النبوت، خصائص کبریٰ اور شرح شمائل سے استفادہ کیا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

”صحیحین میں سعد ابی وقاص سے روایت ہے کہ وہ مکہ میں ایام حجتہ الوداع میں بیمار ہوئے اور نبی کریمؐ ان کی عیادت کو تشریف لے گئے وہ بسبب غلبہ مرض کے یہ جانتے تھے کہ میں اس مرض سے مر جاؤں گا۔ سو انہوں نے جناب رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری وارث ایک بیٹی ہی ہوگی۔ میں اپنے مال کے دو حصے کے لئے خیرات کی وصیت کر جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر انہوں نے عرض کیا کہ نصف مال کے لئے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر انہوں نے واسطے تمہائی کے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں تمہائی ہمت ہے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ توقع ہے کہ تم جیتے رہو گے، یہاں تک کہ تم سے ہمت لوگوں کو نفع ہو اور ہمت لوگ حضرت اٹھائیں۔“

اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ سعد بن ابی وقاصؓ اس بیماری سے شفا پائیں گے اور اتنا جنس گے کہ ہمت سے شخصوں کا بھلا اور ہمت سے شخصوں کا برا ان کے ہاتھ سے ہو گا۔ سو مطابق اس کے واقع ہوا کہ سعد بن ابی وقاصؓ بعد صحت کے اس بیماری سے قریب پچاس برس کے اور جنسی اور مسلمانوں کو ان سے نفع عظیم ہوا اور کافران مجوس کو ان سے ضرر عظیم پہنچا کہ عمد حضرت عمرؓ میں ملک فارس انہیں کے ہاتھ پر مفتوح ہوا۔ (۶)

مفتی عنایت احمد نے میلاد و معجزات کے بیان میں لفظوں کے استعمال، جملوں کی ساخت اور طرز بیان کو دلکش بنانے میں خاصی محنت اور توجہ سے کام لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بحیثیت مجموعی ان کا اسلوب صاف، سہل، رواں اور چست و متحرک ہے۔

مولانا کرامت علی جون پوری (م ۱۸۷۳ء)

مولانا کرامت علی بن شیخ امام بخش ۱۸۔ محرم ۱۲۱۵ھ (۱۸ جون ۱۸۰۰ء) کو جون پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد علوم متداولہ کی تحصیل شیخ احمد علی چریا کوٹی، مولوی احمد اللہ اتالی اور ابراہیم مدنی سے کی۔ فن خوش نویسی اپنے والد گرامی اور ممتاز خطاط عبدالقنی اور رجب علی سے سیکھا۔ اپنے دور کے ممتاز عالم اور مناظر تھے۔ تبلیغ دین کے سلسلہ میں مشرقی یو۔ پی اور بنگال و آسام میں گاؤں گاؤں اور بستی بستی اسلام کا پیغام پہنچا کر اسلامی تہذیب و معاشرت کے احیاء میں اہم کردار ادا کیا۔ ۳۰۔ ربیع الثانی ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ء) کو رنگ پور میں انتقال ہوا۔

مولانا کرامت علی نے پچاس سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی کتاب انوار محمدی کتب شمائل میں سب سے زیادہ مشہور ہے۔ انوار محمدی شمائل ترمذی کا اردو ترجمہ ہے۔ ترجمہ نے ایک دیباچے میں اس کی تالیف کے محرکات بیان کئے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

”اکثر لوگ سب علم تو پڑھتے ہیں مگر حدیث کا ذکر بھی نہیں کرتے اور نبی کریمؐ کی حدیث اور ان کی شکل، صورت، رہن سہن، کھانے پینے، اوڑھنے پہننے، سونے جاگنے، چلنے پھرنے، ہنسنے بولنے، وضو، غسل، روزہ نماز وغیرہ اخلاق و عادات کا احوال لوگوں کے نزدیک خواب و خیال ہو گیا ہے اور عشق دنیاوی کے قصے کہانی میں مشغول ہو رہے۔ تب ارادہ کیا کہ کچھ حدیث کی لذت بھائیوں کو چکھا دیں اور ہندی زبان کے بیابے

میں اس آب حیات کو بھر کر پلا دیں تب یہی مناسب دیکھا کہ شامل تفسیر کا ترجمہ کریں وہ کتاب مختصر ہے اور اس میں بالکل حال صورت و سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہے اور اس کی حدیثوں کو سن کر عشق محمدی اور الفت احمدی کی خوشبو سے دل کو فرحت ہوتی ہے اور اس ترجمہ کو اپنی طاقت اور فہم کے مطابق بہت سیدھی اور آسان ہندی زبان میں کیا۔“ (۷)

اس ترجمے کے بارے میں ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ لکھتی ہیں:

”ترجمہ اصلی عبارت کے ساتھ ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کے لئے صفحہ کا تین چوتھائی حصہ اصلی عبارت عربی کے لئے وقف ہے اور باقی حصہ میں اس کا اردو ترجمہ لکھا گیا ہے۔ ترجمہ تحت اللفظ ہے۔ ساتھ ساتھ مشکل مقامات پر تشریحی نوٹ بھی لکھے گئے ہیں۔“ (۸)

اس کا ایک نسخہ جامعہ عثمانیہ میں موجود ہے۔ فہرست اردو مخطوطات کے مرتب پروفیسر سروری اس کا سنہ تصنیف ۱۳۱۳ھ لکھتے ہیں مگر حقیقت میں یہ ہاوان (۵۲) ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ کتاب ۱۳۹۹ھ میں ایوان سے بھی شائع ہو چکی ہے۔

اس کتاب کی اختتامی عبارت ملاحظہ ہو:

”اب میں سب مسلمان بھائیوں کی خدمت میں التماس اور اپنی اولاد اور مریدوں کو وصیت ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے پڑھانے کو دوسرے کاموں پر مقدم جانیں اور جب کوئی مشکل درپیش ہو تب اس کتاب کو تمام پڑھ جائیں۔ انشاء اللہ مشکل آسان ہو جائے گی، اس کا ذکر اوپر بھی ہو چکا ہے مَا لَوْحِمْ الْوَحِيمِ اس شرح شامل کے پڑھنے والے، سننے والے کو اتباع سنت احمدی اور شفاعت محمدی عطا کر اور ان کی مشکل دونوں جہان کی آسان کر۔“ (۹)

انوار محمدی کے ترجمہ کے انداز و اسلوب کا درج ذیل اقتباس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

”حدیث کی ہم سے ابن عمر نے“ کہا حدیث کی ہم سے سفیان نے کہا۔ حدیث کی ہم سے عبد اللہ ابن محمد ابن عقیل نے“ اس نے سنا جابر سے، کہا سفیان نے خیر دی ہم کو محمد بن منذر نے، اس نے کہا کہ گھر سے نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میں تھا ساتھ ان کے، پھر تشریف لے گئے ایک عورت کے گھر انصار میں سے، تب ذبح کیا ان کے واسطے ایک بکری، پھر کھلایا حضرت نے اوس میں سے، اور لائے حضرت کے پاس ایک رکابی بھری تازہ کھجوروں سے اور کھلایا اوس میں سے اور وضو کیا ظہر کے واسطے اور نماز پڑھی۔ پھر تشریف لائے، پس لائے ان کے واسطے پچا ہوا گوشت جو باقی رہا بکری میں سے۔ تب کھلایا اور نماز پڑھی حضرت نے عصر کی اور نہ پھر وضو کیا۔“ (۱۰)

مولانا کرامت علی کا میلاد نامہ ”براینِ قطعیہ فی مولد خیر البریہ“ ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ میلاد نامہ اردو نثر میں ہے لیکن بکثرت عربی روایات کے حوالوں سے مزین ہے۔ اور بقول مصنف ”یہ گوہر گرانمایہ خوبی و فصاحت اور حلیہ صحت سے آراستہ اور زبور روایات معتبرہ سے پیراستہ ہے۔“ (۱۰) اس میں مولد برزنجی، مواہب اللدنیہ اور نزہۃ المجالس کے حوالے بطور خاص دیئے گئے ہیں۔

اس میلاد نامے کو مصنف نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ حصہ اول اثبات مولد و قیام یعنی دلائل میلاد پر مبنی ہے اور حصہ دوم ذکر مولد خیر الانام ہے۔ اس میں نور محمدی ”نسب نامہ مبارک“ حضرت عبداللہ کے نام پر اونٹوں کی قربانی کا واقعہ، حضرت عبداللہ کی شادی، ولادت رسالتاب، ”معجزات ولادت“ سلام، رضاعت، بچپن اور شوق صدر کے واقعات کا بیان ہے۔

واعظوں اور مولود خوانوں کو اس کے پڑھنے کے بارے میں درج ذیل الفاظ میں وضاحت کی گئی ہے:

”واعظوں اور مولود خوانوں کو اختیار ہے جس قدر چاہے پڑھے اور جس قدر چاہے چھوڑ دے بہتر یہ ہے کہ جو وعظ حاضر لوگوں کو بھلا معلوم ہو اس کو پڑھے اور سننے والوں کے حال کی رعایت کر کے مختصر پڑھے لیکن حال ولادت کا نہ چھوڑے اور اس دعا کو پڑھے جو خاتمہ میں لکھی گئی ہے۔“ (۱۲)

حضرت عبداللہ کے حضرت آمنہؓ سے نکاح کے بیان سے نثر کا ایک کلزا بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

”عبداللہ ایک روز شکار کو گئے تھے۔ تب ایک بھاری گروہ شام کی طرف سے عبداللہ کے مارنے کے قصد پر تھواریں کھینچے ہوئے آ پہنچا اور وہب بن مناف آنحضرتؐ کی ماں آمنہؓ کے باپ بھی اس میدان میں تھے تب انہوں نے بڑے چلاک سواروں کو جو اس ظاہری عالم کے لوگوں کے مشابہ نہیں ہیں دیکھا کہ غیب سے ظاہر ہوئے ہیں اور اس گروہ کو عبداللہ سے دفع کیا سو جب وہب بن مناف نے یہ حال دیکھا تب اس میدان سے اپنے گھر کی طرف گئے اور اپنی بی بی سے کہا کہ نکاح کر دینا میری بیٹی آمنہ کا عبداللہ بن عبدالمطلب کے ساتھ بہتر ہے اور یہ پیغام لے کر اپنے دوستوں میں سے کسی کو عبدالمطلب کے پاس بھیجا اور وہ بھی چاہتے تھے نکاح کر دینا اور ایسی عورت کو جو نسب اور حسب اور پاکدامنی کے شرف کے ساتھ بدرجہ کمال ممتاز ہو تلاش کرتے تھے سو آمنہ بنت وہب کو ان سب بڑے اوصاف کے ساتھ مصنف پایا تو ان کے ساتھ عبداللہ کا نکاح کر دیا۔“ (۱۳)

اس میلاد نامے کا مطبوعہ نسخہ ۱۸۸۶ء کراچی یونیورسٹی لائبریری، کراچی میں موجود ہے۔

مولانا کرامت علی کا طرز تحریر نہایت صاف، سادہ اور سلیس ہے۔

لطافت حسین

لطافت حسین کی تصنیف ”فضائل و معجزات رسالتاب“ کا ایک نادر مخطوطہ جو مصنف کا اپنا تحریر کردہ

ہے، خدا بخش اور نخل پیک لائبریری، بانگی پور پٹنہ میں موجود ہے۔ (۱۳) یہ مخلوط ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس میں مصنف نے نبی کریمؐ کے فضائل و معجزات کے بیان کے سلسلہ میں کتب احادیث اور بہت سی دیگر کتابوں مثلاً سزا سعادت، روضۃ الاحباب، معارج النبوت، کتاب الشفاء، اور مواہب اللدنیہ وغیرہ سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔

مولوی معصوم علی مسیح فتح پوری

مولوی معصوم علی مسیح فتح پوری کا میلاد منگھوم ۱۲۷۷ھ ر ۱۸۶۰ء کا مطبوعہ ہے اور ۵۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ مطبوعہ نسخہ ملک کے نامور محقق و نقاد مشفق خواجہ کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے۔ یہ نسخہ پاکستان چکی کسی اور لائبریری میں موجود نہیں اس لئے نادر و نایاب ہے۔

اس میں آغاز حال سیدنا عبداللہ ابن عبدالمطلب، نکاح عبداللہ باجناب آمنہؓ و کیفیت حمل، میلاد سر و فترا ایجاد صلی اللہ علیہ وسلم، رضاعت و بچپن، مناجات عبدالمطلب در حرم کعبہ، بعثت و نزول قرآن مجید و کیفیت غار حرا، بیان ایمان صدیق اکبرؓ ذکر شفاعت اور بیان شمائل کے عنوانات ہیں۔

اس میں بیان کردہ روایات کے مستند و معتبر ہونے کے بارے میں مصنف نے وضاحت کرتے ہوئے

لکھا ہے:

ہو چکا حال شفاعت سب بیان

ختم کرتا ہے مسیح اب داستان

اے شاخوان رسول دوسرا

مشوی کیا خوب لکھی واہ وا

ہے صحیح و معتبر تیرا کلام

ترجمہ ہے یہ حدیثوں کا تمام

سن کے یہ تیرا بیان بااثر

وجد میں ہیں اہل ایمان سرسبز

رو رہے ہیں عاشقان مصطفیٰ

شور ہے ہر سو جزاک اللہ کا

(۱۵)

حضرت صفیہؓ چھو بچی محترمہ رسالتؐ سے منسوب روایت وقت ولادت نبی کریمؐ کا بیان ملاحظہ ہو:

یوں حضرت صفیہ کا ارشاد ہے یہاں

اس رات کو حضور میں حاضر تھی میں وہاں

پیدا ہوئے جو قبلہ دین با ضیاء و نور

نور خدا نے خلق میں جس دم کیا ظہور
 دیکھا کہ پہلے جھک گئے سجدے میں شاہ دین
 نور جنین پاک سے روشن ہوئی زمین
 جنبش میں آئے لب تو جھک کے میں بھی اس مقام
 دیکھوں تو یعنی کہتے ہیں کیا سید انام
 دیکھا تو پہلے کلمہ توحید کو پڑھا
 بعد اس کے آپ نے پھر امتی کہا
 چاہا جو میں نے غسل تو ہاتھ نے دی نما
 بس اے صفیہ ہاتھ نہ حضرت کو تو لگا
 آیا ہے اس کا غسل عبت تیرے وحیان میں
 بھیجا ہے ہم نے طیب و طاہر جہان میں
 (۱۴)

صحیح پوری نے نبی کریمؐ کے میلاد اور اوصاف و تذکار کے بیان میں اتنی جزئیات و تفصیلات قلمبند کی ہیں کہ ان سے ان کے معاصر ادبی و فنی رویوں کی جھلکیاں اس میں واضح طور پر نظر آتی ہیں۔ انہوں نے تشبیہ و استعارہ اور الفاظ و تراکیب کے استعمال میں اس موضوع کے تقدس اور تقاضوں کو بطور خاص پیش نظر رکھا ہے۔ زبان و بیان کے اعتبار سے ایک سو تیس سال گزرنے کے باوجود اس مثنوی میں ذوق شعر اسی طرح اپنا جادو جگا رہا ہے اور کوئی لفظ یا ترکیب متروک یا خلاف قاعدہ نظر نہیں آتی۔

نواب احمد یار خاں

نواب احمد یار خاں روہیل کھنڈ کے نواب محمد ذوالفقار خاں دلاور جنگ کے صاحبزادے تھے۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان ”مولد شریف“ ۱۸۶۶ء کے ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۸۶۱ء ہے۔ اس میلاد نامے کی ترتیب اور روایات کا بیان کم و بیش عام میلاد ناموں کی طرح ہے البتہ اس میں مصنف نے مستند اور معتبر کتابوں کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ بسم اللہ کے فضائل کے بیان میں تفسیر کبیر کے حوالے سے لکھا ہے:

”تفسیر کبیر میں روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص پرچہ کاندھ کا زمین پر پائے اور اس میں لکھا ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم اور وہ شخص اس کاندھ کو بسبب تعظیم بسم اللہ الرحمن الرحیم اٹھا لے وہ شخص خدا کے نزدیک صدیقین میں لکھا جائے گا اور اس کے ماں باپ سے اگرچہ مشرک ہوں عذاب میں تخفیف کی جائے گی۔“ (۱۵)

اس میلاد نامہ میں نبی کریمؐ کی ولادت سے لے کر وفات تک کے حالات بڑے سادہ اور عام فہم الفاظ

میں بیان ہوئے ہیں۔ یہ میلاد نامہ مختصر ہونے کے باوجود معلوماتی ہے اور اس خوبی کے لحاظ سے لگتا ہے گویا دریا کوزے میں بند کیا گیا ہے۔

شیخ حسرت کرنولی (م ۱۸۷۱ھ)

شیخ احمد ولد محمد علی صدیقی حسرت تخلص کرتے تھے۔ وطن قمرنگر المعروف کرنول تھا مگر حیدر آباد چلے آئے تھے۔ ان کی نظم و نثر کی تصانیف میں ایک نثری مولود نامہ ”چار باغ احمدی“ بھی ہے جو ۷۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ ابتداء میں ۳۹ اشعار کی ایک مثنوی ہے۔ اس میں اختصار کے ساتھ کتاب کے موضوع کا تعارف کرایا گیا ہے:

پس از حمد خدا نعت پیبر
بیاں نور و تولد کا ہے بہتر
سنو نور محمدؐ کی حکایت
کہ راوی معتبر سے ہے روایت
نکل کر نور حق سے نور احمد
رہا پردوں میں کرتا ذکر ہے حد
ہوئی مخلوق ساری اس سے پیدا
دو عالم ہو گئے یکسر ہویدا

(۱۸)

نور محمدیؐ کے پشت بہ پشت نخل ہونے کا ذکر کر کے مثنوی کو حلیمہ سہدیہؓ کے ہاں شیر خوارگی کے زمانے تک ختم کر دیا گیا ہے۔ مثنوی کے آخری تین شعر درج ذیل ہیں:

یہاں سے نظم کر موقوف حسرت
بیاں کر نثر میں تھوڑی فضیلت
کہاں تحریر ہو حال محمدؐ
بت ہے طول احوال محمدؐ
اوب سے تم جھکا کر سر عزیزو

پڑھو صلوات حضرت پر عزیزو

(۱۹)

حسرت نے سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”ان کے لڑکے اکثر اوقات تقاضا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا احوال ہندی محاورے میں تحریر فرمائیں تاکہ ہم اسے پڑھ کر سعادت وارین حاصل کریں، اس لئے میں نے اپنے لئے بھی سعادت خیال کر کے تولد آپؐ کا اور فضیلت

اس کی اور جو کرشمے کہ اس نور مبارک سے ظاہر ہوئے ہیں، وغیرہ احوال بعد تولد کے گذرا کتب معتبرہ سے مختصر لکھ کر چار باغ احمدی نام رکھا۔ (۲۰)

پوری کتاب کو چار باغوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے باغ میں پیدائش نور محمدیؐ اس کی فضیلت اور کرشموں کا بیان ہے۔ دوسرے باغ میں تولد آنحضرتؐ کا بیان ہے۔ تیسرے باغ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح، نبی کریمؐ کے ساتھ ہونے کا بیان ہے۔ چوتھے باغ میں جبرئیل کے نبی کریمؐ پر وحی لے کر نازل ہونے کا بیان ہے۔ (۲۱)

انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانہ خاص میں موجود خطی نسخہ خود مصنف کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے اور انہوں نے اس کا نام بھی تاریخی رکھا ہے۔ اس مخطوطے کی عبارت اگرچہ سادہ ہے لیکن کہیں کہیں آرائش بیان سے بھی کام لیا گیا ہے۔ نمونہ عبارت درج ذیل ہے:

”دل آپ کا اس نور سے روشنائی پاتا تھا اور سینہ صفائی پاتا تھا۔ نظر روشنائی پاتی تھی۔ طراوت بدن میں آتی تھی الغرض جب جلوس مسند نبوت کا دور نزدیک پہنچا اور کفر کے زوال کا وقت آیا تو آپؐ نے کوہِ حرا کے غار کو اپنی خلوت گاہ بنائی، یعنی یاد الہی کے لئے اختیار کی تھی۔ ہمیشہ خدا کا ذکر کرتے تھے۔ دم وحدت کا بھرتے تھے۔“ (۲۲)

اس کتاب کے آخر میں حسرت نے اپنی ایک اور تصنیف کی طرف اشارہ کیا ہے:

”جاننا چاہئے کہ یہ عمر اور اوراق نے احوال و واقعات و تجزیروں و تحلیلین آنحضرتؐ کتاب چار چمن شادت کے پہلے چمن میں مفصل لکھا ہے۔“ (۲۳)

اب یہ معلوم کرنا دشوار ہے کہ یہ مفصل کتاب لکھی گئی تھی یا نہیں؟ اور اگر لکھی گئی تھی تو اس کا مخطوطہ کہاں ہے؟ ”چار باغ احمدی“ کتاب کے نام سے سال تاریخ بھی نکلتا ہے۔

بیاں چار باغ احمدی اب
مفصل ہووے حسرت سے رقم کب
اگرچہ یہ بیان مختصر ہے
پہ ہر اک معتقد کو پر اثر ہے
(۲۳) ۱۳۷۰ھ

زبان و بیان کے اعتبار سے چار باغ احمدی میلاد ناموں میں ایک اہم اضافہ ہے۔

محمد مہدی واصف

محمد مہدی واصف نے رسالہ ”توصیف النبیؐ“ ۱۳۸۰ھ میں لکھا ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کے شمائل و خصائل اور آپ کے ۳۵ القابوں کی وضاحت لکھی ہے۔ عربی حمد و نعت کے بعد اس طرح شروع کیا ہے:

”اے نبی! اس مبارک رسالے کو جس میں تیرے نبی کریمؐ اور رؤف و رحیم کے

چند فضائل اور فرستہ خصائل مذکور ہیں زیور قبول عطا فرما۔“ (۲۵)

یہ مخطوطہ جلی نستعلیق خط میں صاف اور واضح لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں درج ہیں۔ کانفہ ولایتی ساخت کا معلوم ہوتا ہے جو کرم خوردہ ہو گیا ہے۔

محمد ممدی کے فرزند محمد عبدالکریم نے قطعہ تاریخ لکھا ہے، جو درج ذیل ہے:

نبی کی جو تاریخ واصف نے لکھی

مبارک ہے لاریب یہ اس کی تالیف

لکھا کلک والا نے تاریخ اس کی

مرصع ہے واللہ واصف کی توصیف (۲۶)

یہ رسالہ نثر میں ہے۔ اختتامی عبارت ملاحظہ ہو:

”اللہ! جب قیامت ہو اور میں گور سے اٹھوں اس توصیف کے صلہ میں رسول

کریمؐ کی نعلین برداری کی دولت مجھے دے اور خاک نعلین مبارک کا سرمہ میری

آنکھوں میں لگا۔ آمین یا رب العالمین۔“ (۲۷)

محمد ممدی واصف نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے زمانے میں امت مسلمہ کی زبوں حالی دیکھی تھی۔

انہوں نے شمائل النبیؐ بیان کرنے کے بعد آپؐ سے استمداد طلبی پر کتاب کو ختم کیا ہے۔ اس دور میں تذکار رسالتنامہ سے میلاد نگاروں نے اصلاح احوال کا کام لیا۔ ان قومی و ملی تحریکوں نے میلادیہ موضوعات و اسالیب کو بھی متاثر کیا۔ اب ان میں قومی و ملی آشوب پر اجتماعی صورت حال کا جائزہ بھی شامل ہو گیا۔ اس دور کی خصوصی عطا نبی کریمؐ سے استمداد و نجات طلبی کا مخصوص انداز ہے۔

سلامت اللہ کشفی (م ۱۸۶۳ء)

مولانا سلامت اللہ کشفی بدایوں کے مشہور متولی خاندان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولوی ابوالمعانی بدایونی، مولوی عبدالجید قادری اور مولوی ولی اللہ جونپوری سے حاصل کی۔ مولوی مدن سعد الدین شاہ جہانپوری سے تحصیل علم کے بعد شاہ رفیع الدین دہلوی اور شاہ عبدالعزیز دہلوی سے علم حدیث کی تکمیل کی۔ شاہ آل احمد عرف اچھے میاں مارہروی کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ بدایوں سے ترک سکونت کر کے کچھ مدت لکھنؤ میں رہے اور پھر وہاں سے کانپور میں مستقل سکونت اختیار کر لی وہیں ۱۳۔ رجب ۱۲۸۱ھ (۱۸۶۳ء) کو انتقال ہوا۔ شعر و شاعری میں قلیل کے شاگرد تھے۔ کشفی تخلص تھا۔ ان کی تصانیف میں تحفۃ الاحباب، معرکہ الاراء، شباب ثاقب، برق حافظہ، اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام (میلادی روایات کے بارے میں رسالہ ہے)، دیوان کشفی اور میلاد نامہ ”خدا کی رحمت“ خاص طور پر مشہور ہیں۔ (۲۸) مومئے مبارک اور آثار شریفہ کی زیارت کے متعلق ان کی کتاب ”شفاء اللہ فی اثبات فضائل شعر رسول اللہ“ ستر صفحات پر مشتمل ہے جو ادارہ اشاعت العلوم حیدر آباد دکن سے ۱۹۳۳ء میں چھپی ہے۔

میلاد نامہ ”خدا کی رحمت“ ۱۳۷۵ھ میں مطبع نظامی کانپور سے چھپا تھا۔ اس کا قطعہ تاریخ درج ذیل

چوں قطب دہر حضرت کشفی رقم نمود

در ذکر مولود نبوی این رسالہ را

از ہر سال ختم چنین مایہ نجات

صابر بدیمہ "کشف زہی رحمت خدا"

(۱۷۵ھ ۱۷۹۹ء)

یہ میلاد نامہ نثر کے چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں نور محمدی "بیان تولد شریف" حال سلج "احوال رضاع شریف" بیان شق صدر" بیان حلیہ شریف" بیان مرنیت اور فضائل درود شریف شامل ہیں۔ آخری تین صفحات میں قطعات تاریخ اور ترجیح بند مولوی غلام امام شہید دیا گیا ہے۔ اس کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"بعد حمد خدا اور نعت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مسلمانوں کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ عمل مجلسوں مولود شریف کا جس طرح سے مینے ربیع الاول اور سوا اس کے اور مہینوں میں معمول ملک ہند میں ہے، قدیم سے ثابت اور معمول دین کے عالموں اور بزرگوں کا ہے۔ چنانچہ زیادہ چھ سو برس سے زمانہ گذرتا ہے کہ کتابوں معتبر سے رواج عمل خیر کا عرب عجم روم شام میں پایا جاتا ہے۔" (۳۰)

خدا کی رحمت کا نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

"کسریٰ نے عبدالمسح اپنے اہلی کو سلج پاس بھیجا جب یہ قاصد سلج کے شہر میں آیا اس کو سکرات موت میں پایا وقت ملاقات عرض سلام نوشیرواں کی طرف سے کی سلج نے کچھ جواب نہ دیا بعد اس کے عبدالمسح نے کئی بیتیں پڑھیں کہ مشتمل احوال کسریٰ اور اس کے سوال پر تھیں سلج نے جب ان بیتوں کو سنا کما عبدالمسح آیا ہے بجانب سلج سوار اونٹ تھکی ہوئے پر چلنے سے اس وقت کہ سلج قریب اس کے ہی کہ قبر میں داخل ہو۔ نوشیرواں کا سبب ہٹنے محل اور گر پڑنے کنگوروں کے اور بچھے آگ فارسیوں اور خواب موبدان کے کہ دیکھا ہی کہ اونٹ سرکش عربی گھوڑوں کو کھینچے ہیں یہاں تک کہ دہلی سے گذری اسے عبدالمسح جس وقت کہ پیدا ہو تلاوت یعنی قرآن پڑھنا اور ظاہر ہو صاحب حقینی یعنی محمدؐ اور جاری ہو نرساواہ اور خشک ہو جائے دریا چہ ساواہ اور بچھے آگ فارس والوں کی بائیل مقام فارسیوں اور شام مقام سلج نہ ہو یعنی حکومت فارس والوں کی زمین بائیل سے دور ہو اور سلج مرجائے اور علم کماتت زمین شام میں نہ رہے۔" (۳۱)

اس میلاد نامہ کا اختتام اس شعر پر ہوتا ہے:

یہ بات سچ ہے کہ آدم سے لے کے تا عیسیٰ

خدا کے بعد بڑے سب سے ہیں رسول خدا

(۳۲)

مولانا کشتی کا انداز تحریر بہت پرانا اور قدیم ہے۔ حالانکہ ان کے وطن بدایوں کے اکثر و بیشتر علماء اس دور میں سلیس اور صاف اردو میں کئی کتابیں تصنیف کر چکے تھے۔ ان کے ہاں پرانی ترکیبوں، مضاف، مضاف الیہ سے پہلے، موصوف، صفت سے پہلے اور پرانے طریقے پر جمع کا استعمال عام ہے۔

میلاد نامہ ”خدا کی رحمت“ کے دو مطبوعہ نسخے، مطبع مصطفائی لکھنؤ ۱۳۶۰ھ، ۱۸۳۳ء اور مطبع نظامی کانپور ۱۲۷۵ھ، ۱۸۵۸ء کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہیں۔ اور مطبع احمدی لکھنؤ کا ۱۳۰۴ھ، ۱۸۸۶ء کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ ان اشاعتوں سے اس میلاد نامہ کی مقبولیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

خواجہ الطاف حسین حالی (۱۸۳۷ء - ۱۹۱۲ء)

خواجہ الطاف حسین حالی ۱۸۳۷ء میں پانی پت میں انصاریوں کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئے۔ دستور کے مطابق قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد دینی درسگاہوں سے تعلیم حاصل کی۔ دہلی آئے اور نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کے بیٹوں کے تالیق کے طور پر آٹھ سال کام کرتے رہے۔ پھر گورنمنٹ بک ڈپو لاہور میں ملازمت کر لی اور یہاں سے معلم ہو کر عربیہ کالج دہلی چلے آئے۔ نظام حیدر آباد نے ادبی خدمات کے صلہ میں وظیفہ مقرر کر دیا۔ حالی کو ۱۹۰۳ء میں شمس العلماء کا خطاب ملا۔ ۳۱۔ دسمبر ۱۹۱۳ء کو پانی پت میں انتقال ہوا۔

مولانا محمد حسین آزاد، مولوی نذیر احمد، سر سید، مولوی چراغ علی، نواب محسن الملک، شبلی نعمانی، اکبر الہ آبادی اور آغا حشر کاشمیری ان کے معاصر علمی احباب تھے۔

حالی نے نظم و نثر میں کئی کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔ ان میں مولود شریف، حیات سعدی، یادگار غالب، حیات جاوید، مقدمہ شعر و شاعری اور مسدس حالی کو شہرت دوام حاصل ہے۔ ان کے ہاتھوں اردو ادب کے دور جدید کا آغاز ہوا۔ اور بحیثیت ادیب و شاعر اور سوانح نگار انہیں اردو کے بلند پایہ ادیبوں میں جگہ ملی۔

حالی نے ۱۸۶۳ء میں ۹۸ صفحات پر مشتمل ”مولود شریف“ لکھا۔ اسے ان کے صاحبزادے خواجہ سجاد حسین نے ۱۹۳۲ء میں حالی پریس پانی پت سے اپنے مقدمہ کے ساتھ شائع کیا۔ ”مولود شریف“ حالی کی پہلی تصنیف ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے تریاق مسوم کو حالی کی اولین کتاب قرار دیا ہے۔ (۳۳) اس طرح ڈاکٹر عبد القیوم بھی مولود شریف کو حالی کی پہلی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ (۳۴) میلاد شریف کے نام سے اس کا خطی نسخہ جو شیخ محمد اسماعیل پانی پت کے پاس موجود تھا اس پر ۱۸۶۳ء کی مر لگی ہوئی ہے اور اس سلسلہ میں خواجہ سجاد حسین ”مولود شریف“ کے دیباچے میں رقم طراز ہیں:

”یہ کتاب ۱۸۶۳ء اور ۱۸۷۰ء کے درمیان لکھی گئی، کیونکہ جو مسودہ برآمد ہوا ہے، اس کے اوراق کے گوشوں پر ابھری ہوئی مہر ۱۸۶۳ء کی لگی ہوئی ہے۔ اگرچہ مہر

ثبت ہونا تاریخ تصنیف کی قطعی دلیل نہیں ہے، تاہم قرآن سے یہی پتہ چلتا ہے کہ ۱۸۷۰ء سے قبل اس کی تصنیف ہو چکی تھی، کیونکہ نواب غلام مصطفیٰ خاں شیفتہ کی وفات (۱۸۶۹ء) کے قریب ایام جب میں دہلی میں والد صاحب کے پاس گیا، جو اس وقت نواب شیفتہ کی سرکار میں ملازم تھے تو والد مرحوم نے ایک بیاض میں آنحضرتؐ کا نسب نامہ اور مختصر حالات یاد کرنے کے لئے لکھوائے تھے۔ غالباً ان کے ذہن میں تازہ تازہ محفوظ تھا لیکن چھپنے کی نوبت نہیں آئی۔ شاید اس سبب سے کہ بعد میں مولانا نے ان کو مناسب نہ سمجھا ہو، اس وجہ سے ایک دوسری مبسوط سیرت لکھنے کا انہیں آخر عمر تک خیال رہا ہے، جسے مولانا شبلی نے پورا کیا۔ یہ غالباً والد مرحوم کی اولین تصنیف ہے۔ انہیں رسول اللہؐ سے عشق تھا اور آدم مرگ بھی جذبہ موجود رہا۔ البتہ اکثر نئے خیالات دیکھ کر لوگ چسپیں بہ جیں ہوئے۔“ (۳۵)

حالی نے اپنے ”مولود شریف“ میں نبی کریمؐ کے عادات و خصائل، حسن سلوک، عفو و درگزر، فقر و درویشی اور شفاعت و معجزات کا ذکر بڑے دلنشین انداز میں کیا ہے۔ سرسید کی طرح حالی نے بھی اپنے مولود شریف میں ولادت باسعادت کا تذکرہ پورے مذہبی جوش و جذبہ سے کیا ہے۔ اور میلاد ناموں میں پائی جانے والی قریباً تمام روایات کو قلمبند کیا ہے۔ سرسید اور حالی کے موالید کا موازنہ کرتے ہوئے ڈاکٹر انور محمود خالد لکھتے ہیں:

”سرسید احمد خان نے بھی ابتداً اپنے مولود شریف میں مروجہ تمام روایات کو بڑے فخر سے دہرایا تھا لیکن بعد میں ”جلا القلوب بذكر المحبوب“ پر تبصرہ کرتے ہوئے ان سے برأت کا اعلان کر دیا۔ حالی نے اس قسم کا سجدہ سوس نہیں کیا اور نبی کریمؐ کی ذات سے عشق کی وجہ سے اکثر ان احادیث اور بیانات کے ذکر سے اپنے مولود شریف کو مزین کیا جو مولود ناموں کی خصوصیت بن چکے تھے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کی والدہ ماجدہ کے حمل کے وقت روشنی کا ظہور، دیگر عورتوں کا نور محمدیؐ منتقل ہونے کی وجہ سے حسد کرنا، آپؐ کی ولادت کے وقت دنیا کا جھہ نور ہونا، ستاروں کا زمین پر جھک جانا، عوروں کا استقبال کرنا، بتوں کا منہ کے بل گرنا، ایوان کسریٰ کے چودہ کنکروں کا گرنا، آتش کدہ فارس بجھنا، ابر رحمت کا نازل ہونا، سب کچھ بیان کیا گیا ہے۔“ (۳۶)

مولود شریف کے آخر میں مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ نبی کریمؐ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کریں اور پھر نثری مناجات ہے۔ اس مناجات کے بارے میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے لکھا ہے کہ یہ ”منظوم مناجاتوں سے زیادہ دلکش ہے۔“ (۳۷)

مولود شریف کی دو عبارات بطور نمونہ ملاحظہ ہوں۔ پہلی عبارت میں مولود شریف کی ابتداء حمد باری تعالیٰ سے ہوتی ہے۔ اس میں حالی لکھتے ہیں:

”الحی! کیا مجال اور کیا تاب و طاقت جو تیری نعمتوں کا شکر ادا کر سکیں۔ تو قدیم

ہم حادثہ، تو خالق، ہم مخلوق، تیری نعمتیں بے انتہا اور بے انتہا نعمتوں کا شکر بھی بے
انتہا ہماری ابتداء بھی فنا اور انتہا بھی فنا۔ (۳۸)

درج ذیل دو سری عبارت میں نبی کریمؐ کے فضیل مسلمانوں کو فضیلت و بزرگی حاصل ہوئی ہے، اس کا
تذکرہ کرتے ہوئے حالی لکھتے ہیں:

”ہاں اے امت محمدؐ یہ فخر کرنے کا مقام ہے۔ جو شرف آج تم کو حاصل ہے، تم
سے پہلے کسی کو ملا ہے تو بتا دو! اللہ جل شانہ نے تم کو خیر ام بنایا۔ تمہارے دین کو
کامل کیا، تم پر اپنی نعمت تمام کی اور امتوں پر وہ فضیلت دی جو اس کی ذات کو تمام
مخلوقات پر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو تمہارے دیدار کا مشتاق کیا، اور جب تمہارے
دیکھنے کی اُس نہ رہی تو تمہارے خواجہ تاشی کی آرزو دل میں ڈالی۔“ (۳۹)

مولانا شریف حالی کی پہلی نثری تصنیف اور عشق و محبت رسالتؐ کا ترجمان ہونے کی وجہ سے بہت
اہم ہے۔ زبان و بیان کے اعتبار سے اس میں عربی اور فارسی کے الفاظ بکثرت استعمال کئے گئے ہیں۔ تکرار
لفظی و معنوی اور تشبیہی انداز بیان کی وجہ سے قدیم نثر کے مشابہ ہے۔ زور اور انجیل کے حوالوں سے بھی
بیان کو مدلل و موثر بنایا گیا ہے۔ مذہبی جوش و جذبہ اور حقیقت مندی کے عناصر نے اسے ہر لحاظ سے ایک
ذوق تصنیف بنا دیا ہے۔

حالی نے مسدس میں بھی میلادِ اشعار لکھے ہیں۔ نیز مسدس کے اشعار میں آپؐ کے بشری اوصاف و
خصائل کو اجاگر کیا ہے۔ یہ اشعار بلیغ استعاراتی انداز میں واقفیت اور شعریت کا حسین احتراز ہیں۔ حالی
نے رنگین بیانی کی بجائے حد درجہ محتاط انداز اختیار کیا ہے۔ مسدس سے ایک بند ملاحظہ ہو:

یہ ایک ہوئی غیرت حق کو حرکت
بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت
ادا خاک بظہا نے کی وہ دولت
چلے آتے تھے جس کی دینے شادت
ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے ظلیل اور نوید مسیحا
(۴۰)

ملکی و ملی مسائل و مصائب کے اظہار میں حالی کی معروف مناجات نبی کریمؐ کے حضور التجا، فریاد اور
استدعا طلبی کے لحاظ سے منفرد ہے جو اس شعر سے شروع ہوتی ہے:

اے خاصہ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

موضوع کے اعتبار سے اس مناجات نے آرو میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔ حالی نے مسدس

میں امت مسلمہ کو مذہبی اور دینی معاملات میں نبی کریمؐ کے اتباع کا درس انتہائی سوز و گداز، خلوص اور درد مندی سے دیا ہے۔

مولوی عبدالرحیم

مولوی عبدالرحیم کا تخلص رحیم تھا۔ ان کے والد کا نام شیخ مخدوم بخش ابن شیخ شاہ محمد اور استاد کا نام مولوی محمد بہان الدین جنوسی تھا۔ قصیدہ بیت عیسیٰ پور پر گزرتے ہوئے شیخ پور کے رہنے والے تھے۔ ان کی تصنیف مولود شریف، حمد، نعت، تصوف و رمز عرفان و تلقین مرشد و طریقہ ذکر و اشغال کے ساتھ ترتیب محفل میلاد شریف، سلام، پیدائش نور کرامت، ظہور سرور عالم، قصیدہ در میلاد شریف، مبارکباد پیدائش سرور عالم، معراج رسول، دو عالم، اشتیاق طواف کعبہ اور دیگر عنوانات پر مشتمل ہے۔ رحیم کو زبان و بیان پر قدرت حاصل ہے، انہوں نے منافع بدائع اور تمیجات کا استعمال بہت لطافت و ندرت کے ساتھ کیا ہے۔ شیخگی، عقیدت اور خلوص ہر جگہ موجزن نظر آتا ہے:

مبارک یہ فرزند ہو سب جہاں کو

سزاوار ہو مادر مہیاں کو

مبارک ہو خیرالبشر بوالبشر کو

ملائک و غماں و نور جنات کو

شرح زبوری ثنا جس کی دیکھی

مبارک ہو داؤد شیریں زباں کو

محمدؐ کے شائق تھے قوریت پڑھ کر

ہو فرخندہ موسائے غضب اللہاں کو

خبر تھی جو انجیل میں ان کے دم کی

ہو فرخ یہ عیسائے روح رواں کو

جو بیتاب دیدار سے مطلب ہے

مبارک پسرزادہ ہو داوا جاں کو

(۳۱)

حاجی محمد صاحب علی خان مارہروی

حاجی محمد صاحب علی خان مارہروی خلف محمد نذر علی خان مارہرہ کے متوطن تھے۔ حج بیت اللہ اور زیارت روضہ منورہ رسالتاب سے مشرف ہونے کے بعد انہوں نے میلاد نامہ بعنوان "میلاد شریف سرور عالم" ۱۲۸۲ھ میں لکھا۔ ان دنوں موصوف بطور تحصیلدار ضلع فتح پور میں تعینات تھے۔ یہ میلاد نامہ مطبع شعلہ طور کانیور سے طبع ہوا۔ میرے مد نظر یہی ۱۲۸۲ھ (بمطابق ۱۸۶۵ء) کا مطبوعہ نسخہ ہے جو ناقص الآخر

ہے اور ۶۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس میلاد نامہ کی لکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے، ابتداء میں محمد صاحب علی خاں لکھتے ہیں:

”بندہ گنگار محمد صاحب علی خاں خدمت میں برادرانِ دینی کے عرض کرتا ہے۔ اور گوشِ سامعین نویدِ تازہ سے بھرتا ہے کہ کترین کو جو شوقِ زیارتِ حرمین شریف کا دامن گیر ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایتِ بغایت سے اس دولتِ عظمیٰ سے مشرف کیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ ہر شخص اپنی مجالس کو بزمِ میلادِ شریف سے ہر شادی و خوشی میں زیب و زینت دیتا ہے۔ اور ہر تقریب میں بشوقِ جان و دل نامِ محمدؐ لیتا ہے اگرچہ بندہ پہلے بھی بوفورِ محبتِ جنابِ رسالتِ مابِ اس محفلِ کائناتِ شوق سے اہتمام کرتا تھا اب کہ فعلِ حرمین کہ مخزنِ خزانہ شریعتِ نبویؐ کے ہیں موبدِ اپنی تمنائے دلی کا پایا اور بھی ولولہِ محبت کا زیادہ ہوا۔ رات دن درگاہِ کبریا میں یہی دعا ہے کہ یاربِ محبت اپنے حبیبؐ کی مدام میرے دل میں مستقیم کر اور ذوق و شوقِ ذکرِ احمدیؐ سینہ مہرِ گنجینہ میں مقیم۔“

یا الٰہی مجھ کو حبِ مصطفیٰ میں شاد رکھ
خانہ دلِ حبِ احمدؐ سے مرا آباد رکھ
یا الٰہی دے مرے ایمان کو حسنِ قبول
باکمالِ حبِ ختمِ المرسلین حضرتِ رسولؐ

اب جو دیکھا اکثر اخوان الصفا نے نسخہ جات مولودِ مسعود تالیف و تصنیف کئے ہیں اور پیلے شریعتِ شیرینی بخش کامِ جانِ مدحتِ محمدیؐ کے پیچھے ہیں ہر چند اس بیچِ بدانِ زلہ ربائے خوانِ یمنائے صاحبانِ اس فنِ شریف کے وہ لب و زبان کہاں کہ بمقابلہ تصانیفِ عالیہ ان فصیح بیانوں کے ایک حرف بھی کہہ سکے مگر بتصور حصولِ ثواب کتبِ مصنفینِ حقدین سے گدائیِ انتخابِ مضامین کر کر اس صفحہ قرطاس پر تحریر کرتا ہے اور صفِ محشر میں بہ عنایات و انفضالِ یزدانی امیدِ محشر ہونے کے صفِ نعالِ مداحانِ جنابِ مصطفویؐ میں رکھتا ہے۔ شائقانِ اس بزمِ نگارین کو مرثدہ ہو کہ جس جگہ اور جس محفل میں ذکرِ حضرتؐ کا ہوتا ہے۔ فرشتے نور کے وہاں نازل ہوتے ہیں اور دل میں ایک اور ہی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔“ (۳۲)

میلادِ شریفِ سرورِ عالم میں میلادِ نامہ لکھنے کی غرض و غایت بیان کرنے کے بعد محفلِ میلاد کی برکاتِ بیان کی گئی ہیں۔ اس کے بعد نورِ محمدیؐ کے بیان سے آغاز کر کے حضرتِ عبداللہ کی حفاظت کے واقعات، شادی، حضرتِ عبداللہ کا سانحہ ارتحال، کتبِ سابقہ میں آپؐ کی بشارات، کعبِ احبار، تیج کی روایات، نبی کریمؐ کے ۹۹ اسمائے مبارکہ، جشنِ ولادتِ باسعادت، قیام و تعظیمِ بوقتِ ولادت، سلام، ولادت کے بعد کے

’عجرات‘ آپ کی ولادت کی خوشی میں ابولہب کا ثویبہ کو آزاد کرنا، شیر خوارگی، واقعی حلیمہ کے ہاں پرورش، بچپن کے حالات و ’عجرات‘ شق صدر، معراج اور آسمانوں کی سیر جیسے موضوعات پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔
 نمونہ عبارت کے لئے درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

”روایت ہے کہ اسی طور سے آپ نے تین برس حلیمہ سعدیہ کے گھر نشوونما پایا۔ ایک دن فرمایا کہ اے ماہر مہمان دن کو برادران رضاعی خمیرے کہاں جایا کرتے ہیں حلیمہ نے کہا دن کو بکریاں چراتے ہیں۔ شام کو گھر آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کل سے میں بھی بکریاں تیری چراؤں گا۔ مجھ کو اس کلام کی بھی لیاقت نہیں۔ حلیمہ نے رو کر عذرات کیے اور کہا سب حکم بسر و چشم بجا لاؤں گی مگر جنگل میں نہ جانے دوں گی۔ آپ نے کچھ نہ سنا صبح کو بھائیوں کے ہمراہ بکریاں چرانے کو جانب صحرا روانہ ہوئے پھر تو معمول ہی ٹھہر گیا۔ ایک دن حلیمہ کا بیٹا روتا چلا تا گھر دوڑتا آیا اور رو کر کہاں سے کہنے لگا کہ دو شخص محمد کو اٹھا کر پہاڑی پر لے گئے اور سینہ بے کینہ پر چھری چلائی میں یہ حال دیکھ کر بھاگ آیا ہوں۔ نہیں جانتا کہ پھر کیا ہوا اس خبر کے سنتے ہی حلیمہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑی اور چلانے لگی پھر جو کچھ ہوش آیا تو جنگل کو چلی اور راہ میں باگریہ و زاری دعا مانگتی تھی الٹی میرا پیارا محمد سلامت رہے چاہے حلیمہ کی ساری اولاد مرجائے کیا دیکھتی ہے کہ آپ سامنے سے چلے آتے ہیں ہنس کر فرمایا تو کیوں روتی ہے میں سلامت ہوں میرے سینے کو اگرچہ چاک کیا پر میرے دل کو پاک کیا اور آئینہ خاطر سے زنگ کدورت کو دھویا، حلیمہ نے خوش ہو کر چھاتی سے لگایا اور گھر لا کر بعد چندے مکہ کو روانہ ہوئی۔“ (۳۳)

”میلاد شریف سرور عالم“ میں جا بجا قرآنی آیات اور عربی فارسی کے مشکل الفاظ و تراکیب کو استعمال کیا گیا ہے۔ مجلسی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر صفحہ پر عبارات کے درمیان میں موقع و محل کی مناسبت سے فارسی اور اردو کے اشعار اور قطعات لکھے گئے ہیں۔ ان اشعار کا انتخاب ظاہر کرتا ہے کہ مولف فن میلاد کی نزاکت منصب میلاد نگاری سے عمدہ برآ ہوئے کی مشکلات اور کوتاہی اظہار سے بخوبی واقف ہے۔ میلادی روایات کے لحاظ سے اس میں عام مروج میلاد ناموں کی سی روایات بیان کی گئی ہیں۔ قدامت زبان کے باوجود تقسیم و ابلاغ میں کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا۔

مولوی محمد علی خاں سعید

مولوی محمد علی خاں سعید لکھنؤوی نے میلاد نامہ ”زبور ایمان“ حاجی بدرالدین نظامی کی فرمائش پر لکھا اور نظامی لیتھو پریس، پانچ پٹی، احمد آباد سے طبع ہوا۔ یہ میلاد نامہ چھپانے والے صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے سال طباعت کا نہیں ذکر نہیں ہے۔ اس کے لب و لہجہ اور انداز بیان سے واضح ہوتا ہے کہ یہ خواتین کی حاض میلاد کے لئے مرتب کیا گیا تھا۔

ان کا دوسرا میلاد نامہ ”مولود سعیدی“ ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کو ولادت مبارکہ، معراج شریف اور وفات مبارکہ کے تین مروجہ عنوانوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ اس میں شامل میلادِ نبویہ و نعتیہ کلام کو غزل کا نام دیا گیا ہے۔ روایات اور دیگر بیانات میں حد اعتدال کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور قرآن و حدیث سے استدلال کیا گیا ہے۔ معجزات بھی وہی منتخب کر کے لکھے ہیں جن کا ذکر قرآن کریم اور احادیث میں ملتا ہے۔ حضورؐ کی پرورش، تعلیم و تربیت اور اخلاق و کردار پر روشنی نہیں ڈالی گئی ہے۔ مجلسی تقاضوں کی وجہ سے بعض مقالات پر مبالغہ آرائی کی کیفیت بھی ملتی ہے۔ زبان و بیان عام طور پر دقت و ثقلات سے پاک ہے لیکن زور بیان دکھانے کے شوق میں قافیہ آرائی کا التزام کیا گیا ہے یا پھر ایسی عبارات ہیں جو دیگر میلاد ناموں سے ہو بسو نقل کر لی گئی ہیں۔ نبی کریمؐ کی وفات پر آپؐ کی چینی بیٹی حضرت فاطمہؑ کے منہ سے رنج و غم کے جن احساسات کو منظوم کیا گیا ہے، وہ خالص لکھنؤی ماحول کی پیداوار لگتی ہے۔ آخر میں کچھ ہندی اشعار ہیں جن میں ہندی شاعری کی روایات کے مطابق ہجر و جدائی کے جذبات کا اظہار نسوانی لب و لہجہ میں کیا گیا ہے۔

میلادِ نبویہ مضامین کے ساتھ ساتھ فضیلت درود شریف ”مولود سعیدی“ میں بیان کی گئی ہے۔ مصنف لکھتا ہے:

درود شریف کی فضیلت پر سب علمائے دین اتفاق کرتے ہیں۔ انہیں کیا فرشتوں سے بھی اس کی تعریف ممکن نہیں۔ سینکڑوں ہزاروں لاکھوں دین و دنیا کے فائدے اس کے پڑھنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص میری امت میں سے ایک بار درود پڑھے گا ستر درود کا ثواب پائے گا اور دل اس کا نور خیز برکت سے معمور اور فکر دنیا اور فائدہ کشی اور بغض و حسد و کھنے سے دور ہوتا ہے اور لاکھوں برکتیں پاتا ہے۔

سنو بیان ولادت کا اب درود پڑھو
 اٹھو جناب کی تعلیم کو درود پڑھو
 اگر خدا کے ہو طالب تو پہلے لازم ہے
 رسول پاک کو راضی کرو درود پڑھو
 جو دین کی ہو طلب طالبو درود پڑھو
 ہمیشہ پاؤ گے اے مومنو درود پڑھو
 عوض درود کے عقلمی میں خلد پاؤ گے
 عزیز مفت کا سودا ہے لو درود پڑھو
 جو چاہتے ہو کہ کچھ رزق کی کشائش ہو
 تو اس جناب پہ اے مغضو درود پڑھو

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے۔ اسی طرح درود پڑھنے والے کے گناہ

نیت و ناپود ہو جاتے ہیں اور درود پڑھنے سے دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ دنیا میں کسی بات کی تکلیف نہیں ہوتی اور جس وقت حضرت کا امتی درود پڑھتا ہے۔ فرشتے آسمان سے کشتی مرصع اس کے سامنے لاتے ہیں اور درود شریف کو اس کشتی میں رکھ کر مدینہ منورہ میں جہاں آپ تشریف فرما ہیں، آپ کے سامنے لے جاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ آپ کے فلاں امتی نے بعد از نماز آپ پر یہ درود بھیجا ہے۔ یہ سن کر آپ نہایت خوش ہوتے اور فرماتے ہیں کہ اس کا اعمال نامہ لاؤ اور پھر آپ اس اعمال نامے میں نیکیاں لکھواتے ہیں۔ (۳۳)

جس زمانے میں یہ میلاد نامہ لکھا گیا ہے۔ اس دور میں دیوبندی اور بریلی مکاتب فکر کے آغاز کی وجہ سے محافل میلاد میں درود و سلام اور میلاد ناموں کی اشاعت کو فروغ حاصل ہوا۔ لکھنؤی مزاج کے زیر اثر میلاد ناموں میں مناقب اہل بیت کی تعریف کا رجحان غالب رہا مگر میلادیہ اسلوب میں پھر بھی واضح فرق نظر آتا ہے۔ شفاعت امت محمدیہ کے بیان کے سلسلہ میں مولود سعیدی سے اقتباس ملاحظہ فرمائیے :

قیامت کے دن سب لوگ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ یا محمد آپ شفیع محشر ہیں ہم کو مصیبت سے نجات دلوائیے آپ ان لوگوں کی طرف نظر رحمت سے دیکھ کر کلمات تسکین فرماتے ہوئے کمر شفاعت باندھیں گے۔ اور آنکھوں میں آنسو بھرے یارب امتی یارب امتی فرماتے ہوئے امام شریف سر سے آثار کر سجدے میں جائیں گے اور عرض کریں گے کہ اے خداوند عالم تو نے مجھے شفیع محشر فرمایا ہے اور تو غفور الرحیم ہے۔ روایت ہے کہ ہجوم محشر میں غیب سے آواز آئے گی کہ اے میدان حشر کی مرد اور عورتو اپنی اپنی آنکھیں بند کر لو۔ مقام ادب ہے کہ ہمارے محبوب کی بیٹی قاطمہ زہرا علیہا السلام شہیدہ کی بی بی، حسن مجتبیٰ اور حسین شہید کربلا کی والدہ اور زینب مصیبت زدہ کی مادر آتی ہے حالانکہ عورتوں سے عورت کا پردہ کچھ ضرور نہیں مگر وہ اس طرح سے آویں گی کہ عورتیں دیکھنے کی متحمل نہ ہوں گی۔ یہ آواز سنتے ہی سب اپنی اپنی آنکھیں بند کر لیں گے اور حضرت شاہ مروان علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا خون آلود عمامہ مبارک دست راست میں لئے اور کمر زہر آلود حضرت امام حسن کا ایک کندھے پر ڈالے اور حضرت امام حسین کا پیراہن خون آلود دوسرے شانے پر رکھے زار زار روتی اور درگاہ الہی میں فریاد کرتی ہوئی تشریف لائیں گی۔ اے رب میرے وہ حسین جن کے واسطے تو نے جنت سے پیراہن بھیجے تھے۔ آہ! وہ حسین دوش رسول کے راکب جن کے گلے کو رسول اللہ چومتے تھے ان کو خنجر سے شہید کیا زینب بھائی کی محبت سے بیتاب ہو کے چلائے یہ کتنی تھیں۔

جس حلق پہ منہ احمد مرسل نے ملا ہے
اے قاطمہ دوڑو نہ خنجر وہ گلا ہے

خدایا میرے فرزند حسین نے ہر حال میں صبر کیا اور اپنے وعدے کو وفا کیا اور وہ جس وقت تنہائی اور بے کسی کے مارے گھبراتے تھے تو مدینہ منورہ کی طرف رخ کر کے اپنے نانا جان سے کہتے تھے:

بیٹے کو جو تیروں سے جفا کیشوں نے چھانا

چلائے کہ مگر تا ہوں سنبھالو مرے ناتا
 ناتا مرا گھر لوٹ کے سب شاد ہوئے ہیں
 آمادہ مرے قتل پہ جلاد ہوئے ہیں
 اک بوند دم تشنہ لسی وہ نہیں دیتے
 دم ہونٹوں پہ ہے اور مجھے پانی نہیں دیتے
 دنیا کے لئے خانہ زہرا کو اجازت
 آباد کیا شام کو بظحا کو اجازت

خدا یا میرے حسین کو ڈیڑھ سو خط بھیج کے بلایا پھر وہ وہ سلوک کئے کہ خیرہ تک جلا یا اور ریگستان کر یا
 میں بھوکا پیاسا خنجر سے شہید کیا تو ہی انصاف کر کہ میرے بچے کا کیا قصور تھا۔ آپ کے بیان سے فرشتے
 آسمان کے روتے روتے بیہوش ہو جائیں گے اور پیہر ممبروں سے گر پڑیں گے۔ فاطمہ زہرا عرض کریں گی۔

فریاد ہے خدا سے یہ بی بی بتول کی

دے داد میری، لٹ گئی بی بی رسول کی

بی بی ترے حبیب کی فریاد لائی ہے

مارا ہے مرے لال کو مولا دھائی ہے

کیوں کوئیوں نے لوٹ لیا میرے باغ کو

کیوں شامیں نے میرے بچھایا چراغ کو

یارب جو انتقام میں اپنا نہ پاؤں گی

تا حشر تیرے عرش کا پایا ہلاؤں گی

خوریں یہ سن کے بولیں کہ خاموش فاطمہ

تو رحمت ہے اور خطا پوش فاطمہ

ہم روتے روتے ہو گئے بیہوش فاطمہ

یاں تو خدا کے قہر کا ہے جوش فاطمہ

(۳۵)

اس پورے اقتباس سے لکھنؤ کی مخصوص فضا اور شیعہ مسلک کے زیر اثر میلاویہ اسلوب اور زبان و
 بیان میں واضح فرق نظر آتا ہے۔

ہندی بھجوں اور گیتوں کے زیر اثر نبی کریمؐ کے لئے راجا، راج گسائیں، کسٹیا، سائیں، دلارے، پالین
 بارے اور بالم وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ یہ سب نام ہندی اثرات کے تحت اپنا مخصوص پس
 منظر رکھتے ہیں مگر نبی کریمؐ سے ان کی نسبت غیر مشروع ہے۔ مولود سعیدی سے ایک ٹکڑا دیکھئے:

سدھ لے موری موہے سر تاجا

سدھ لے کل راجن کے راجا

سدا لے موری جبرئیل کے سائیں
 ہی بتن کے راج گسائیں
 سدا لے موری علی تی کے بھیا
 کالی کالی والے کنیا
 اے صدیق کے راج دلارے
 عمر عثمان کے پالن ہارے
 قاطر بی بی کے بابا پیارے
 حسن حسین کے پالن ہارے
 سدا لے بی بی خدیجہ کے بالم
 صلی اللہ علیہ وسلم

(۳۶)

مولود سعیدی کو عبارات کی روانی و آزرگی اور کیف و درد مندی کی وجہ سے میلاد کی محفلوں میں برسوں تک بڑے ذوق و شوق سے پڑھا جاتا رہا ہے۔ میلاد نگاری کے مجلسی تقاضوں اور شاعرانہ رنگین بیانی میں بعض غیر معتبر روایات بھی قلب بند ہو گئی ہیں تاہم اسے لکھنؤ ماحول و مزاج کے اعتبار سے ایک منفرد نمونہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ جس میں اخلاص و درد مندی کا جوہر چمکتا رہا ہے۔

محمد فضل رسول

مولوی محمد فضل رسول کا مولود منظوم مع قصائد اردو ۹۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ۱۸۷۵ء کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ اس میں حمد و نعت کے بعد منقبت، خلفائے راشدین لکھی گئی ہے۔ اس کے بعد نور محمدی، ولادت مبارکہ، سلام اور رضاعت و بچپن کے عنوانات ہیں۔ آخر میں قصائد و مناقب کا باب ہے۔ اہلسنت مسلک کے نزدیک محفل میلاد باعث امن و امان ہے۔ اس عقیدے کا اس میلاد نامے میں اظہار کیا گیا ہے۔

ہے عجب راحت جاں مجلس میلاد نبی

باعث امن و امان مجلس میلاد نبی

(۳۷)

نبی کریم کی ولادت مقدسہ کے وقت کئی معجزات ظہور پذیر ہوئے۔ ان معجزات کے بیان سے چند شعر بطور نمونہ درج ہیں:

دیکھتی کیا ہوں کہ ہیں کچھ نصیبی

میری کرتی ہیں وہ خاطر داریاں

دیکھ کر ان کو بہت گھبرائی میں
 کون ہیں یہ اور کہاں سے آئی ہیں
 تب وہ بولیں آسید مریم ہیں ہم
 اور یہ حوریں ہیں جنت سے ہم
 تری خدمت کے لئے آئی ہیں سب
 وقت میلاد نبی آیا ہے اب
 ہانگامں آواز آئی یک مہیب
 ایک مجمع طائراں از بس غریب
 جن کی منتقاریں زمو کی تمام
 اور بازو ان کے از یاقوت خام
 آن کر حجرے کو میرے بھر دیا
 اور بھر سے میرے پردہ اٹھ گیا
 مشرق و مغرب کو سارے ارض کے
 صاف دکھا میں نے اپنی آنکھ سے

(۴۸)

فضل رسول نے محسن انسانیت کے بیان میلاد میں نظم کا پیرایہ اختیار کیا ہے۔ انہوں نے ذات و صفات محمدی کے اساسی پہلوؤں کے بیان میں محبت و شفقتی سے موثر اور دل آویز انداز میں اپنے جذبہ دروں کی ترجمانی کی ہے۔ دراصل ان میلاد نگاروں کا مقصد ادویت اور شاعری کی بجائے نبی کریمؐ کے احوال کی ترویج و اشاعت رہا ہے اور یہ رجحان برصغیر کے مخصوص تمدنی و تمدنی اثرات کے سبب تھا۔

تسلیم گلشن آبادی (م ۱۸۸۷ء)

تسلیم گلشن آبادی کا پورا نام جیلانی بادشاہ اور تخلص تسلیم ہے۔ ۱۸۲۰ء میں ٹیکمال میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام شیخ میراں عرف صاحب بنمایا تھا۔ تسلیم کی عمر پچار اور پانچ سال کے درمیان تھی کہ والدہ کا انتقال ہو گیا۔ پھر انہوں نے اپنے ماموں صاحب حسینی کی سایہ عاطفت میں نشوونما پائی۔ بچپن ہی سے ان کی تعلیم پر پوری توجہ دی گئی۔ خود ان کے ماموں عربی، فارسی اور تصوف وغیرہ کا درس دیا کرتے تھے۔ بارہ تیرہ سال کی عمر میں ہی انہوں نے اچھی لیاقت پیدا کر لی۔ بیس سال کی عمر میں ”مدرسہ حبیبیہ“ کا انتظام خود سنبھال لیا۔ یہ مدرسہ ان کے ماموں صاحب حسینی کا جاری کردہ تھا۔ ۱۸۶۱ء میں ٹیکمال سے نکل کر گلشن آباد میدک کو اپنا وطن بنا لیا۔

سن شعور ہی سے شعر گوئی کا مذاق پیدا ہو گیا تھا چنانچہ بہت ہی کم عمری میں شعر کہنے لگے تھے۔ ۱۸۵۶ء میں نواب افضل الدولہ بہادر شاہ دکن کی تخت نشینی کے بعد ساٹھ روپے ماہوار سرکار سے مدد ملنے لگی۔

اس کے علاوہ کچھ ذاتی زراعت بھی تھی۔ صلح کل مسلک اختیار کرنے کی وجہ سے ہر مذہب و ملت کے لوگ گرویدہ تھے۔ ۲۔ شعبان ۱۳۰۵ھ، ۱۸۸۷ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

تسلیم کا منظوم میلاد نامہ ”مخمس تسلیم“ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ۲۱۵ بند پر مشتمل ہے۔ جس میں نبی کریمؐ کے بارے میں حسب ذیل عنوانات پر میلاد یہ منظومات لکھی ہیں۔

بیان ولادت آنحضرتؐ، بیان اہل عرب کے بارے میں، بیان اوصاف آنحضرتؐ، بیان تبلیغ رسالت کے سلسلہ میں، بیان اخلاق و عادات محمدیؐ، بیان سراپائے محمدیؐ، بیان در برنخ احمدیؐ، بیان شب معراج اور بیان شفاعت رسالتؐ میں عقیدت کے ساتھ سچائی بیان کی گئی ہے۔

بیان ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بند بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

حبیب الہی کی عظمت کو دیکھو

رسول خدا کی فضیلت کو دیکھو

ہمارے گناہوں کی کثرت کو دیکھو

وہ دریائے وحدت کی رحمت کو دیکھو

یہ کلفت کو دیکھو وہ الفت کو دیکھو

وہ بچائے رحمت وہ ماوائے رحمت

سراپا تھا جن کا سراپائے رحمت

نزدیجہا جس کے قامت پہ ہو جائے رحمت

ہم آلودہ حسیاں وہ دریائے رحمت

یہ رحمت کو رحمت کو رحمت کو دیکھو

زمن پر وہ شاہ فلک پایہ آیا

یہ نعل تھا کہ نخر عرب آیا آیا

وہ اللہ کا سایہ بے سایہ آیا

شفاعت کا رحمت کا سراپا آیا

ظہور مہ برج وحدت کو دیکھو

اگرچہ وہ خود مظہر ماسوا ہے

مگر ماسوا سے وہ نقشہ سوا ہے

مقام محمد وراء الوری ہے

خدا نور ہے اور وہ نور خدا ہے

خدا اور محمدؐ کی نسبت کو دیکھو (۳۹)

تسلیم کے کلام میں روانی، سلاست، سادگی اور عام فہم زبان کا استعمال ہے۔ ان کے اخلاص میں کیف و

مرزا علی بہار

مرزا علی بہار کا منظوم میلاد نامہ بعنوان "مولود شریف عرض بہار" ۶۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ میلاد نامہ ۱۸۶۶ء میں لکھنؤ سے طبع ہوا۔ (۵۰) اس میں میلاد و معراج کے واقعات کو بڑے احسن طریقہ سے نظم کیا گیا ہے۔

میر عباس

میر عباس نے معجزہ کھجور نظم کیا ہے۔ اس کی ضخامت صرف آٹھ صفحات ہے اور یہ دہلی سے ۱۸۶۹ء میں طبع ہوا۔ (۵۱)

احمد خان صوفی اکبر آبادی (م ۱۸۹۷ء)

صوفی احمد خان غلق زمان خان ۱۸۳۳ء میں اکبر آباد میں پیدا ہوئے۔ انہیں غلام امام شہید کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ درویش منش ہونے کے باعث صوفی کے نام سے مشہور تھے۔ ۱۸۹۷ء میں انتقال ہوا۔ مولود شریف جدید، ذکر اشادتین، مثنوی فتون باہل، مثنوی فریاد دل وغیرہ ان کی اہم تصانیف ہیں۔ مولود شریف جدید ۱۸۷۰ء میں مطبع منیف آگرہ سے چھپا۔ پھر ۱۸۸۲ء میں ۸۳ صفحات پر مشتمل نول کشور، کانپور اور ۱۹۰۵ء میں ۸۰ صفحات پر مشتمل مطبع رزاقی، کانپور نے شائع کیا۔ مزید برآں ۱۹۳۲ء میں ۷۲ صفحات پر مشتمل شیخ غلام علی برکت علی تاجران کتب کشمیری بازار لاہور نے طباعت سے آراستہ کرایا۔ اس کا ایک نسخہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ مولود شریف جدید کی ان اشاعتوں سے اس کی مقبولیت اور اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

مولود شریف جدید کی ابتداء حمد و نعت سے ہوتی ہے۔ پھر اس کے بعد بیان فضائل میلاد، فضائل محبت سرور کائنات، نور محمدی، تولد شریف، قصیدہ فی مولد النبی الامی، سلام بوقت قیام، مسدس فارسی در بیان کمالات ظاہری و باطنی رسالتاب، معجزات وقت ولادت، رضاعت، شق صدر، سفر شام، حضرت خدیجہ سے نکاح، حلیہ شریف، نسب نامہ شریف، بیان اخلاق جناب رسول مقبول، بیان تواضع، جود و سخا، دلاوری و مرواگی، شرم و حیا، شفقت و رحمت، عدل، زہد، عبادت، معجزات، معراج شریف، صفت براق، ترجیح بند فارسی بسلسلہ معراج، بیان وفات شریف، مستزاد در بیان وفات حضرت سرور کائنات، اور روایت یہودی (منظوم) جیسے موضوعات پر اظہار خیال کیا ہے۔ اس لحاظ سے صوفی اکبر آبادی نے مروج میلاد ناموں کی طرح نبی کریم کی ولادت، معراج اور وفات سے متعلق تمام ضروری تفصیلات بہم پہنچائی ہیں۔ انہوں نے روایات اور واقعات کے بیان میں رنگ آمیزی اور مبالغہ آرائی سے پرہیز کیا ہے۔ پیدائش نور محمدی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے:

”خدا نے اپنے نور سے نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا کیا ہے اور اسی نور سے تمام موجودات کو ہویدا کیا۔ اور ایک آئینہ خدا نما بنا کر چاہا کہ اس میں اپنا جمال باکمال دیکھے۔ اسی واسطے اپنے نور سے ایک حصہ کو مخصوص بنظر خلقت فرما کر ارشاد کیا کہ کن محمد یعنی ہو جا اے نور محمد۔ اس سزا بزد نے بھگم کن فیکون کے مثل ستون نجاب عظمت تک بلند ہو کر نہایت ادب اور تعظیم سے جبین انکساری زمین فرمایا واری پر رکھ کر سجدہ کیا اور الحمد للہ کما پھر اس نور کے خداوند تعالیٰ نے چار حصے کئے۔ ایک حصے سے عرش دوسرے سے کرسی تیسرے سے لوح چوتھے سے قلم بنا کر حکم کیا کہ لکھ اے قلم۔ قلم نے عرض کیا کہ کیا لکھوں میں اے میرے رب، حکم ہوا کہ لکھ توحید میری، قلم نے نہایت ادب کے ساتھ چار سو برس میں لوح پر لکھا لا الہ الا اللہ جس وقت یہ لکھا پھر فرمان ہوا کہ لکھ محمد رسول اللہ، قلم نے جس وقت نام نابی اور اسم گرامی خواجہ کائنات علیہ الصلوٰت کا لکھا، ہزار برس تک سر پہ سجدہ رہا پھر اٹھا کر کہا السلام علیک یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ نے اپنے حبیب کی طرف سے آپ ہی جواب دیا وعلیک السلام وعلیہ منی الرحمتہ بعد اس کے حکم ہوا کہ لکھ دستور العمل اور روزنامہ سب امتوں کا۔ چنانچہ اس منشی دیوان قضا نے آدم اور نوح اور ابراہیم کی امت سے لے کر کرامت موسیٰ و عیسیٰ کے حق میں لکھا کہ جو کوئی خداوند تعالیٰ کی فرمانبرداری بجالائے گا بہشت میں جائے گا اور جو کوئی نافرمانی کرے گا دوزخ پائے گا۔ پھر اسی نور سے ارواح انبیائے مرسلین اور آسمان و زمین اور فرشتے اور عرش و کرسی، رات دن، چاند سورج بنائے۔ بعد اس کے جبرئیل امین بھگم رب العالمین زمین پر آئے اور ایک مشت خاک مقام قبر صاحب لولاک سے لائے پھر اس خاک کو عطریات قدس سے معطر کر کے نور محمدی سے منور کر دیا اور وجود باوجود اس سلطان دو جہاں نبی آخر الزماں کا مرتب کیا۔ الحاصل وہ گوہر باصفا قبل خلقت کا لبد آدم علیہ السلام سے چند مدت تک برنگ قندیل نورانی سابق عرش سے معلق رہا۔ جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کا قالب خاکی بن کر تیار ہوا کارکنان قضا و قدر نے اس نور مظہر کو پیشانی آدم میں امانت رکھا۔“ (۵۲)

مولود شریف جدید زبان کی پہنچلی عبارت کی چستی اور اسلوب کی دل آویزی کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔ مصنف نے جو اپنی اسلوب میلاد نامے کے شروع میں اختیار کیا ہے۔ اسے آخر تک نبھایا ہے اور زبان و بیان کے اعتبار سے اپنی گرفت کسب ڈھیلی نہیں ہونے دی مثلاً حضرت عبداللہ کے بارے میں شادی سے پہلے کے احوال کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں :

”عبداللہ آپ کے پدر بزرگوار نخت اطوار، لطف گفتار اور حسن کردار اور مکارم اخلاق اور محاسن اعمال اور شاکل مطبوع اور حرکات موزوں میں ایسے مشہور تھے کہ خوبان قریش میں ممتاز اور خوبی و رعنائی و فصاحت کلام و درباری میں سرفراز تھے۔ نور کو کب محمدی ان کے طلعت زیبا سے ظاہر اور شعاع آفتاب رسالت احمدی ان کے چہرہ پر انوار سے باہر تھا جس طرف کو یہ یوسف وقت گذرتے زنان قریش ان کے جمال جہاں آرا پر مثل زنان مصر شیفقت اور فریفتہ ہوتی تھیں جبکہ عبدالمطلب کو اس حال کی خبر ہوئی عبداللہ کا نکاح بہ قبیل تمام آمنہ کے ساتھ باندھا تاکہ محافظت نور محمدی کما

حقہ عمل میں آئے۔" (۵۴)

آپ کی عبادات کے بیان میں مصنف لکھتا ہے:

"کثرت عبادت اور ذوق طاعت اور ترس خدا سے گریہ و بکا جس قدر آپ کو تھا کسی اور کو حاصل نہ تھا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اگر تمہیں عرفان کامل اور خوف خدا جس قدر کہ مجھے ہر آن اور ہر لمحہ موجود رہتا ہے حاصل ہووے تو کبھی تم نہیں سے واقف نہ ہو اور ہمیشہ حالت گریہ و بکا میں مبتلا رہا کرو۔ آپ نے فرمایا کہ میں ایک دن میں ستر مرتبہ امت کے واسطے حق تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں غرضیکہ اس شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب و روز امت ہی کا غم اور ہم ہی روسیاء ہوں کا الم رہتا تھا۔" (۵۴)

فضائل محفل میلاد شریف کے آخر میں شان و فضیلت محمدی اور ہند کی پر آشوب زمین سے دیار رسول جانے کا اظہار ملاحظہ ہو۔ ان اشعار میں وابستگی و محبت رسالتؐ کے جذبات نے کیف اور تاثر کو نمایاں کر دیا ہے:

برم میلاد میں کیا نور و ضیا ہے دیکھو
 ذرہ خورشید سے جلوے میں سوا ہے دیکھو
 چشم دل کھول کے اس برم میں آؤ تو یہاں
 ہر طرف نور نبی صل علی ہے دیکھو
 رخ انور کا تصور تو جمناؤ دل میں
 نقش موجود ہے آئینہ صفا ہے دیکھو
 سطح خاک سے افلاک تلک ہے روشن
 کس کی آمد کا یہاں ذکر ہوا ہے دیکھو
 ہم گنہگاروں کو بخشائیں گے پہلے سب سے
 رحمت حضرت محبوب خدا ہے دیکھو
 ہند سے جلد مدینے میں بلاؤ مجھ کو
 غم دوری سے مرا حال برا ہے دیکھو
 صوفی خاک نشیں آپ کا ذرہ اس پر
 مسایے کی طرح عجب وقت پڑا ہے دیکھو
 (۵۵)

مولود شریف جدید کے اختتام پر نبی کریمؐ سے استمدادِ عظمیٰ کے اشعار میں جذب و کیف اور والمانہ انداز نمایاں ہے:

کاش ہمیں بھی یوں ہی سمجھنے صیب
 روضے کی ہو جائے زیارت نصیب
 گرد پھریں روضہ پر نور کے
 دور ہوں اماں دل رنجور کے
 یا شہ دین صوفی یکس حزیں
 سخت ہے اب ہند میں اندوہ کیں
 اس کو مدینے میں بلا لیجئے
 روضہ پر نور دکھا دیجئے
 خیل معاصی پہ نہ سمجھئے خیال
 تنگ ہے اب بندہ مسکس کا حال
 (۵۶)

اس میلاد نامے میں جن کتابوں سے مواد اخذ کیا گیا ہے۔ ان میں سے چند ایک نام یہ ہیں :
 قرآن مجید، سنن ابو داؤد (امام ابو داؤد سلیمان) سنن نسائی (امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی)
 جمع الجوامع (مولانا جلال الدین سیوطی) فیوض الحرمین (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) معارج النبوت، روضۃ
 الاحباب وغیرہ۔

اس میلاد نامے کے کئی ایڈیشن چھپے۔ اس کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی اس کے مواد، ترتیب اور شاعرانہ
 اسلوب بیان میں مضمر ہے۔ نیز اس کا مصنف مجلسی تقاضوں سے بخوبی واقف تھا اور اس نے نثر کے ہر بیان
 کے بعد جا بجا موقع کی مناسبت کے لحاظ سے منکلمات شامل کر کے لطف و تاثر کو ابھارا ہے۔ ان میلاد
 ناموں میں جابجا نبی کریمؐ کی تعریف و توصیف پر مبنی منکلمات، میلاد، معراج، اخلاق حسنة اور دیگر احوال پر
 مبنی تحریروں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں میں پیدا شدہ ذہنی انتشار اور احساس شکست
 خوردگی کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور دوسری طرف انگریزوں اور مخالفین اسلام نے عوامی سطح پر بھی
 مذہب کے بارے میں جو شکوک و شبہات پیدا کرنے کی مہم چلائی تھی، اس کا تدارک کیا۔ میلاد ناموں نے
 مسلمانوں کو علمی سارا پہنچا کر ان کے ایمان و عقائد کو محفوظ رکھا اور نبی کریمؐ کا خاتم النبیین کے حوالے
 سے بار بار ذکر کر کے قادیانیت کی ضلالت کے طوفان کے مد مقابل بھی نورانی شمعیں روشن کیں۔ اس قسم
 کے عصری تقاضوں، ماحول اور حالات میں مولوی احمد خان صوفی کی کاوش ہر لحاظ سے قابل ستائش ہے،
 جنہوں نے اپنے گرد و پیش رونما ہونے والی فکری تبدیلیوں کو بھی کھلی آنکھوں سے دیکھا۔

کریم بخش بدر

کریم بخش بدر کی مشہور "بدر الدینی" نبی کریمؐ کے ۲۲ معجزات کے بیان پر مشتمل ہے۔ بلوم ہارٹ نے

لکھا ہے کہ یہ مثنوی پہلی بار لاہور سے ۱۸۷۰ء میں شائع ہوئی تھی اور قریباً ڈھائی سو ابیات پر مشتمل ہے۔ (۵۷) یہ مثنوی ۱۸۷۳ء میں دوبارہ وکٹوریہ پریس، لاہور سے شائع ہوئی۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ اور بڑے سائز کے ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

حم و نعت کے بعد 'معجزہ ستون'، 'معجزہ شاخ درخت'، 'معجزہ آب'، 'معجزہ سنگ ریزہ'، 'معجزہ دختر مرہ'، 'معجزہ طفل شیر خوار'، 'معجزہ مرض برص'، 'درخت کا پشت شتر'، 'آگنا'، 'معجزہ بو جمل'، 'معجزہ گو سفند'، 'معجزہ سوسمار'، 'معجزہ سلمہ اکوع'، 'معجزہ عکرمہ'، 'معجزہ شق القمر'، 'معجزہ درخت'، 'معجزہ مادہ آہو' یہ سب تفسیقی لشکر، 'معجزہ بو ہریہ'، 'معجزہ ہرنی'، 'معجزہ معراج آنحضرت'، 'معجزہ کافر تائینا اور 'معجزہ انگشتری بیان کیا گیا ہے۔ آخر میں نبی کریمؐ کا سراپا اور مناجات غوطیہ شامل ہیں۔

نمونہ کے طور پر 'معجزہ ستون' سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ہے یہ طرفہ معجزہ اے مومنو

گوش دل سے کان دے کر تم سنو

تھا مدینہ کی جو مسجد میں ستون

آپ سے اس کو محبت تھی فزوں

کر کے ٹکیہ اوس ستون کو آپ بھی

خطبہ پڑھتے تھے ہمیشہ خود نبی

بعد مدت کے جو منبر بن گیا

آپ نے خطبہ کو جا کر وہاں پڑھا

یعنی آئے جب نہ حضرت اس کے پاس

اڑ گئے بس درد فرقت سے حواس

رویا فرقت میں ستون کیا زار و زار

جاری آنسو تھے کہ ابر نوبہار

دیکھ کر اصحاب اس کا ماجزا

تھے تعجب میں الہی کیا ہوا

الغرض کی آپ سے جا التماس

آج مسجد کا ستون ہے کیوں اواس

آپ نے فرمایا سن کر اے انبی

یعنی الفت کا نتیجہ ہے یہی

(۵۸)

محافل میلاد میں بیان معجزات کا مقصد فنی سے زیادہ اصلاحی و تبلیغی رہا ہے تاکہ سیدھے سادے انداز کی ان مسلسل نظموں سے ہزاروں عوام بہرہ ور ہو سکیں۔ عامتہ الناس ادنیٰ نزاکتوں سے نا آشنا تھے۔ اس

ملنے ان کے ساتھ عوامی زبان میں مذہبی موضوعات پر گفتگو کرنے کی ضرورت تھی۔ اس لحاظ سے اس قسم کی گفتگوئیاں نبی کریمؐ کی سیرت و سوانح اور معجزات و فضائل کے عام کرنے میں عمد و معاون ثابت ہوتی رہی ہیں۔

مولانا عبدالعلیم فرنگی محلی (م ۱۸۶۸ء)

مولانا عبدالعلیم فرنگی محلی ۲۱۔ شعبان ۱۲۳۹ھ کو کھنؤ میں پیدا ہوئے۔ دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ صرف و نحو کی کتابیں اپنے والد ماجد مولانا امین اللہ سے پڑھیں۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد دیگر علمائے فرنگی محلی سے اکتساب فیض کیا۔ قاریغ تحصیل ہونے کے بعد بانڈہ، جون پور اور حیدر آباد کے دینی مدارس کی خدمت کرتے رہے۔ ۲۹۔ شعبان ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء کو انتقال ہوا۔ حیدر آباد دکن میں شاہ یوسف قادری کے مزار کی پابنتی مدفون ہیں۔

مولانا کی تصنیفات کی تعداد چالیس تک پہنچتی ہے۔ ان میں نظم الدرر فی سلک شق القمر اور نور الایمان فی آثار حبیب الرحمن (۶۰) معجزات نامے ہیں۔ ان میں نبی کریمؐ کے معجزات کو اسناد کے ساتھ وضاحت و صراحت سے بیان کیا گیا ہے اور واقعات کی صحت بیان کا کما حقہ لحاظ رکھا گیا ہے۔ انہوں نے شعوری کوشش کی ہے کہ جامعیت اور اختصار کے ساتھ سادہ اور عام فہم الفاظ میں نبی کریمؐ کے معجزات بیان کئے جائیں۔

مولانا تقی علی خاں بریلوی (م ۱۸۷۹ء)

مولانا تقی علی خاں بریلوی معروف عالم اور فقیہ تھے۔ مسلک کے لحاظ سے حنفی اور پٹھان برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۸۳۰ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے تمام کتب درسیہ اپنے والد ماجد مولانا رضا علی سے پڑھیں۔ سید آل رسول مارہروی سے باطنی فیض پایا۔ ۱۸۷۸ء میں حج بیت اللہ کیا۔ ۱۸۷۹ء میں انتقال ہوا۔

مولانا تقی علی خاں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ ”سرور القلوب فی ذکر المحبوب“ بیان میلاد و معراج پر مشتمل ہے۔ یہ میلاد نامہ دراصل ان کی سیرت طیبہ سے متعلق کتاب وسیلہ النجات کی تلخیص ہے۔ اس میں علامانہ انداز سے تمام واقعات کو اسناد کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اوقات الاہام لماعنی عمل الملووہ والقیام، میلاد و قیام سے متعلق مباحث پر مبنی ہے۔ انوار جمال مصطفیٰؐ میں تخلیق کائنات کا سبب، نور محمدیؐ کی محافظت، پیغمبروں کی دعائیں، آسمانی کتابوں میں حضورؐ کی توصیف، حضورؐ کی ولادت باسعادت، غسل ابریق، بیت اللہ کا جھکنا، حلیمہ سعدیہ کا خواب، حلیمہ سعدیہ کا دودھ پلانا، گوارہ برکات، چاند کا ہاتس کرنا، پتھروں کا موم ہو جانا، حضرت عبدالملک کی کفالت، راہبوں نے نبوت کی تصدیق کی، وحی اول کا نزول، ہجرت حبشہ، حضرت عمرؓ کا قبول اسلام، حضورؐ کا سفر طائف، ہجرت مدینہ، وصال مبارک، فضائل و شمائل رسالت، معجزات، معراج شریف، درود شریف کے فضائل اور بیان فرائض نماز وغیرہ کے عنوانات ہیں۔

حضور کی ولادت باسعادت کے بیان سے ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

”حضرت آمنہؓ سے روایت ہے کہ جب آپؐ تولد ہوئے۔ چار عورتیں کہ مکہ کی عورتوں سے مشابہت نہ رکھتی تھیں آسمان سے اتریں، میں ان کو دیکھ کر ڈری، کہا خوف نہ کر، ہم چاروں حوا و سارہ و ہاجرہ و آسیہ ہیں۔ حوا کے پاس سونے کا طہیق اور سارہ کے پاس امیرق نقرہ آب کوثر سے بھرا اور ہاجرہ کے پاس عطر بہشتی اور آسیہ کے پاس مندیل سبز، پھر انہوں نے حضرت کو اس طشت ذریں آب کوثر سے نہلایا اور مندیل سبز سر مبارک پر باندھ کر عطر بہشت اس میں مل دیا اور آپؐ کو آمنہؓ کی گود میں لٹایا۔“ (۶۱)

”انوار جمال مصطفیٰ“ میں ولادت سے وفات تک کے تمام اہم واقعات اور خصائل و شمائل کی پوری تفصیلات بھی درج ہیں۔ اس لحاظ سے اس میں جامعیت کا وصف موجود ہے نیز اس میں تاریخی تسلسل کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ اسلوب پر اثر ہے، مناظرانہ اور مشردانہ انداز سے پرہیز کیا گیا ہے۔ ایک ایک لفظ سے عشق نبویؐ نمایاں ہے۔

بدر الدین عرف غلام دستگیر قادر

بدر الدین نے نبی کریمؐ کے میلاد اور عظمت و شان کے بیان میں میلاد نامہ بعنوان ”حدیقہ میلاد“ ۱۸۷۰ء میں لکھا۔ یہ ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کی طباعت نول کشور لکھنؤ سے ہوئی۔ (۶۲)

مولوی عبدالرحیم ہادی

مولوی عبدالرحیم ہادی نے ”میلاد رحمۃ الرحیم“ ۱۳۸۸ھ / ۱۸۷۱ء میں لکھا۔ پورا میلاد نامہ پونٹھ صفحات پر مشتمل ہے اور شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار لاہور کا مطبوعہ ہے۔ سال اشاعت نہیں لکھا گیا۔ عبدالرحیم ہادی نے اپنے دیباچہ میں لکھا ہے:

”میں نے ایک کتاب ”روضۃ النعیم“ تالیف کی تھی جس کی برکت سے بہت سی بدعتیں ختم ہو گئیں لیکن بعض دوستوں نے کہا ہے کہ کتاب ختم ہونے تک بعض جگہ کے لوگ آتے لگتے ہیں اس واسطے عاجز نے اختصار کر کے میلاد نامہ ”رحمت الرحیم فی ذکر نبی اکرمؐ“ نام رکھا ہے۔“ (۶۳)

اس میلاد نامے میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ جگہ جگہ ان کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں، جہاں سے میلاد نامے میں مندرج روایات اخذ کی گئی ہیں۔ عبارت نہایت سلیس، رواں اور فصیح ہے۔ بیشتر واقعات کے بیان میں مصنف نے شاعرانہ انداز اختیار کیا ہے۔ ترتیب و مواد کے اعتبار سے اس کے موضوعات عام میلاد ناموں کی طرح سے ہیں۔ مثلاً نور محمدیؑ کے سلسلہ میں روایات، ولادت باسعادت، ایام رضاعت کے حالات، معجزات اور تفصیلی تذکرہ معراج مبارک، خصائل رسول اکرمؐ اور اس کے بعد وفات حسرت آیات

کا بیان ہے۔ نور محمدی کے بیان میں مصنف نے ”وقائق الانبیاء“ اور ”وارالبیان“ کی روایت کو اختصار سے لکھا ہے۔ اس میلاد نامے میں ایک ایسی روایت بھی بیان کی گئی ہے جو دوسرے میلاد ناموں میں تو نہیں ملتی لیکن مذہبی روایات میں درایت کو کام میں لانا عقلاً اور عقیداً درست نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں :-

”اللہ تعالیٰ نے حکم دیا سب اس نور معظم کی طرف دیکھیں۔ جس نے سر کو دیکھا، بادشاہ ہوا۔ آنکھوں کو دیکھنے والا حافظ قرآن ہوا۔ ہونٹ اور داڑھی دیکھنے والا خوبصورت اور روزہ دار، جس نے حلق کو دیکھا واعظ اور مؤذن، جس نے ہانڈ دیکھے وہ بہادر، جس نے سینے کو دیکھا عالم و مجتہد، جس نے پلو کو دیکھا عازی ہوا اور جس نے شکم کو دیکھا صابر و زاہد ہوا، جس نے اس کی طرف نہ دیکھا وہ کافر کہلایا۔“ (۳۳)

نور محمدی کی ایک روایت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں :

”رسول اکرمؐ کا نور بارہ ہزار سال تک تمنائی کے عالم میں عبادت کرتا رہا۔ پھر حق تعالیٰ نے اس نور سے موتی بنایا اور جلال کی نظر سے اسے دیکھا تب وہ موتی پانی ہو کر ہزار سال تک بہتا رہا۔“ (۳۵)

اکثر میلاد ناموں میں اس روایت کی مدت میں اختلاف ہے۔ یہ فطرت انسانی کا خاصہ ہے کہ عقل و دانش سے بالاتر معاملات کے بیان میں اکثر و بیشتر افراط پر تفریط سے کام لیا جاتا ہے۔ اس کی صداقت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے اس لئے ہر میلاد نگار نے جداگانہ اور منفرد انداز اختیار کیا ہے۔ ان میں سے کچھ روایات نبی کریمؐ نے خود بیان فرمائی ہیں جیسے عالم بالا کی کیفیات اور قبل از تخلیق کائنات کے حالات بیان فرمائے ہیں۔ ان روایات کے صحیح ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ نور محمدی کی روایات کو پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے جیسے اکثر میلاد نامے ایک دوسرے کے سامنے رکھ کر مرتب کئے گئے ہیں۔ اور ان روایات کو صرف بہ تبدل الفاظ دوسرے میلاد نامے میں نقل کر دیا گیا ہے۔ جیسے درج ذیل روایت کم و بیش ہر میلاد نامے میں مندرج ہے اور اس میں بھی اسی طرح منقول ہے :

”اللہ تعالیٰ نے اس نور کے دس حصے کئے۔ پہلے حصے سے فرش دوسرے سے قلم تیسرے سے لوح محفوظ چوتھے سے چاند پانچویں سے سورج چھٹے سے بہشت ساتویں سے دن آٹھویں سے فرشتے نویں سے کرسی اور دسویں سے حضورؐ کی روح مبارکہ کو پیدا کیا۔“ (۳۶)

مولود رحمۃ الرحیم میں ارحاصات کا باب علیحدہ قائم کیا گیا ہے اور اس میں ”شواہد النبوت“ اور ”روئے الاحباب“ وغیرہ کتب یر سے روایات اخذ کی گئی ہیں۔ پیدائش کے وقت کی اور بہت سی کرامات و معجزات کو بھی اس میلاد نامے میں دہرایا گیا ہے۔

اس میلاد نامہ میں معجزات کے بیان میں ان کتابوں کے حوالے بھی دیئے گئے ہیں جن سے ان معجزات کی روایات اخذ کی گئی ہیں۔ مثلاً ترمذی شریف۔ نسائی۔ ابو مسلم۔ ابن ماجہ۔ تاریخ طبری اور عجائب القمص

غیر۔ اس میں بخاری شریف کے حوالے سے ایک معجزہ نقل کیا گیا ہے۔

”الحمد کی لڑائی میں حضرت جابرؓ کے پدر بزرگوار شہید ہوئے۔ بہت سا قرض چھوڑ گئے۔ باغ میں جتنا میوہ پیدا ہوا۔ قرض خواہوں کو دینے لگے لیکن وہ راضی نہ ہوئے۔ اس لئے کہ قرض اس کی قیمت سے بہت زیادہ تھا۔ جابرؓ نے یہ حال آکر حضورؐ کے سامنے عرض کیا۔ نبی کریمؐ تشریف لائے اور کھجوروں کے ڈھیر کے آس پاس تین بار گھومے اور بیٹھ کر فرمایا کہ تو اپنا شروع کرو۔ تب سارے قرض خواہ تولنے لگے یہاں تک کہ سارا قرض ادا ہو گیا اور کھجوروں کا ڈھیر بدستور باقی رہا۔“ (۶۷)

میلادِ رحمتہ الرحیم میں میلاد و معجزات کے بیان میں اسناد و حوالہ جات نے اسے بہت وقیع بنا دیا ہے۔ زبان صاف، شستہ اور معیاری ہے اس لئے اس میں اصلیت کا زور اور واقعیت کا جوش بھی موجزن ہے۔

مولانا نجم الدین عباسی

مولانا نجم الدین عباسی چڑیا کوٹ کے رئیس تھے۔ انہوں نے ”ختمہ محمدیہ“ میں نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کا قصیدہ ہمارے در تہنیت تولد شریف فارسی میں لکھا ہے۔ اس کے بعد اس میں درج ذیل عنوانات ہیں:

محفل میں شمولیت کے لئے قصیدہ بزبان اردو، سبب تالیف، دیگر انبیاء پر فضیلت محمدی، نور محمدی، ولادت مبارکہ، معجزات ولادت، حلیہ مبارک، شمائل و خصائل، بیان معجزات، معراج شریف، وفات مبارکہ اور قطعہ تاریخ تصنیف۔

ختمہ محمدیہ ۷۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ مجلسی تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے، چند منظومات بھی شامل کی گئی ہیں۔ متذکرہ بالا عنوانات کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور اسی نسبت سے اس کا نام ختمہ محمدیہ رکھا گیا ہے۔

نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کے بیان سے نمونہ عبارت درج ذیل ہے:

”جب چین پیرائے گلشن ایجاد نے چاہا کہ اس نورس بستان خوبی سرو جو بہار محبوبی کو اس سرابستان کون و فساد یعنی حدیقہ ایجاد میں منصف وجود پر جلوہ دے اور اس مبعوث باعث آفرینش کو پیدا کرے اور اس نو نمال چین جمال کے نور حال سے دیدہ دیدار جوئے بلبلان شاخسار قدس و صاحب نظران افلاک و خاک کو نمال فرمائے۔ خازن رضوان کو حکم ہوا کہ ہاں بندوبست نشاط ہو۔ بہشتوں کے دروازے کھلیں تو خیز جہاں زیورات جواہر اور موتیوں سے تلیں۔ قصور جنت از سر نو سجائیں۔ حوران قصور بن ٹھن کے آئیں۔ گل بوئے آراستہ ہوں۔ صاف روش و راستہ ہوں۔ سرس شد و لبین کی دیدہ مشتاق کی طرح جاری ہوں۔ مرغان غلد ہزار رنگ و برق شکفتہ خاطر سے نوا سنج ترانہ ہوں۔ ساقیان سیمیں ساق ساغر زمردیں یا قوت سیال سے بھریں۔ خوش

نفسانِ روضہ رضواںِ نغمہ و نوا کا ساز تیار کریں۔ سرودِ سراپانِ سرائے بستانِ آہنگ
 طربِ آفاغ کریں۔ طاؤسانِ طنازِ رقصِ کنناں ہوں۔ نسیمِ بہارِ شمیم و عیبو و حنبر سے
 مسکی۔ تولدِ سرورِ عالمِ فخرینی آدم سے ہر گلی کو پتے میں فرشِ چاندنی متابِ تمہیدِ پا ہے۔
 ہر شہستان میں آفتابِ تابِ گردش میں ہے۔ سپر کن جو ان ہو کر خدمتِ باندھ
 کے ہمہ تن مہیا میزبانی برگزیدہ مہمان ہو۔ ہر جگہ گرم بزمِ سرور ہو۔“ (۶۸)

مولانا نجم الدین بیانِ میلاد میں عبارتِ آرائی، آرائش و زیبائش اور صنائعِ لفظی زیادہ پسند کرتے ہیں۔
 اور موضوع کی مناسبت سے مقفی و مسجع بیان کا سانچہ وضع کرتے ہیں۔ عربی اور فارسی کے مشکل الفاظ و
 تراکیب اور مطلق عبارت سے اپنا بیان سجاتے ہیں۔ ان کے فقرے کیسے طویل اور کیسے مختصر ہوتے ہیں اور
 ان کی عبارات بھاری بھرکم الفاظ کے آہنگ سے قاری کو مرعوب کر دیتی ہیں۔ ان کا طرزِ استدلال عالمانہ
 ہے۔ انہوں نے صحیح روایات اور تدقیق روایات کو مد نظر رکھا ہے۔ ان جملہ اوصاف کے پیش نظر ”ختمہ
 محمدیہ“ کو قدیم وضع و اسلوب کے یادگار اور نادر میلاد ناموں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

شیخ محمد عنایت علی

شیخ محمد عنایت علی نے ”مولودِ شریفِ منظوم“ لکھا ہے۔ یہ مشقوی ۷ صفحات پر مشتمل ہے اور اللہ آباد
 سے ۱۸۷۱ء میں شائع ہوئی۔ (۶۹)

مقرب علی خان

مقرب علی خان نے آپ کا حلیہ مبارک ۲۰ صفحات میں نظم کیا ہے۔ یہ مشقوی ۱۸۷۱ء میں لدھیانہ سے
 پہلی بار اشاعت پذیر ہوئی۔ (۷۰)

خواجہ محمد اشرف علی

خواجہ محمد اشرف علی بن خواجہ غلام علی نقیب الاولیاء نے میلاد نامہ بعنوان ”راحتِ العاشقین فی ذکر
 میلادِ محبوبِ رب العالمین“ ماہ شعبان سنہ ۱۳۹۰ھ (۱۸۷۳ء) میں لکھ کر والنئی رامپور، نواب سید کلب علی
 خان کے نام معنون کیا۔ یہ مولف کا لکھا ہوا وہی نسخہ ہے جو نواب صاحب کی خدمت میں پیش ہوا تھا۔ یہ
 میلاد نامہ دو ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں ذکرِ ولادت اور دوسرے باب میں احوالِ معراجِ النبیؐ ہیں۔
 آخر میں وفاتِ مبارکہ کا بیان ہے۔

یہ مخطوطہ ۶۰ اوراق پر مشتمل ہے۔ پوری کتاب میں سنہری اور رنگیں جدولیں ہیں۔ خط اچھا نستعلیق،
 روشنائی سیاہ اور سرخ اور کافد باریک ولایتی ہے۔ (۷۱)

مولوی عبدالسمیع بیدل رامپوری

مولوی عبدالسمیع بیدل رامپوری نے ”راحتِ القلوب فی مولدِ المحبوب“ نظم و نثر کے ۱۱۳ صفحات پر

شمائل ۱۸۷۳ء میں لکھا۔ اس کے عنوانات درج ذیل ہیں :

پیدائش نور محمدیؑ، روضہ انور کی فضیلت، نبی کریمؐ کے فضائل و مناقب کا بیان، تمام عالم کا آپؐ کی وجہ سے پیدا ہونا، حوا کی پیدائش اور آدم سے نکاح ہونا، طہارت نسب نبی کریمؐ، ظہور و آثار اور انوار آنحضرتؐ، در آیا و اجداد، ذکر حضرت عبدالمطلبؐ، نکاح حضرت عبداللہ با حضرت آمنہؓ، وقائع ایام حمل، وفات حضرت عبداللہ، بیباں ولادت شریف، عجائب وقائع ولادت شریف، ظہور انور، تاریخ ولادت کا تعین، آغاز شیر خواری، دلائل اثبات مولد شریف، حلیمہ سعدیہ کا دودھ پلانا، ظہور برکات و معجزات در ایام رضاع، شق صدر، حکمت شق صدر، وفات حضرت آمنہؓ، ایمان والدین آنحضرتؐ، تربیت عبدالمطلبؐ، وفات عبدالمطلبؐ و تفویض تربیت با ابوطالب، اقسام وحی اور حلیمہ شریف۔

بیدل رامپوری نے اس تصنیف میں صحت روایات پر بہت نظر رکھی ہے اور معتبر و مستند کتابوں سے جا بجا حوالے نقل کئے ہیں۔ یہ پہلا میلاد نامہ ہے، جس میں نبی کریمؐ کے والدین کے ایمان کو مستند حوالہ جات اور دلائل سے ثابت کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اقتباس درج ذیل ہے :

”شیخ شہاب الدین تھلانی نے نبی کریمؐ کا اعجاز لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ماں باپ کو زندہ کیا اور وہ دونوں حضرت پر ایمان لائے چنانچہ علامہ قرطبیؒ وغیرہ نے اس حدیث کی تصحیح کی۔ نبی کریمؐ کا یہ خاصہ ٹھہرا کہ آپؐ کے سبب بعد موت بھی ایمان لانا معتبر ہوا اور یہ قول امام اعظمؒ کے خلاف نہیں جو فقہ اکبر میں مذکور ہے اس لئے کہ حدیث میں بعد موت زندہ ہونا اور ایمان لانا وارد ہوا ہے اور ظاہر ہے یہ حدیث روایات عدم اذن و عاقب مغفرت سے متاخر ہے اس لئے کہ قصہ ایمان آمنہؓ کا جنت الوداع میں واقع ہوا ہے پس تعارض احادیث کا شبہ بھی اٹھ گیا اور جو بعض علماء نے اس پر اعتراض کیا ہے۔ شامی شارح در مختار نے سب شہادت کا جواب دیا ہے۔ جلال الدین سیوطیؒ نے کہا اگرچہ یہ مسئلہ اختلافی ہے لیکن میں نے قول قائلین نجات کا اختیار کیا ہے کیونکہ یہ ادب کا مقام ہے اور مواہب اللدنیہ میں ہے خبردار، خبردار ذکر والدین حضرت کا برائی کے ساتھ نہ چاہئے اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچتی ہے۔ اور آپؐ کو ایذا پہنچانا کفر ہے۔ نبی کریمؐ کے والدین کے بارے میں ہم زرقانی کا بیان نقل کر چکے ہیں یعنی پس کہہ دے کہ وہ دونوں نجات پائے ہوئے ہیں اور جنت میں ہیں۔“ (۷۲)

مولوی عبدالمسیح بیدل نے اپنے میلاد نامہ میں اپنے موقف اور بیان کو مستند بنانے کے لئے جا بجا کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ اس طرح ان کا یہ میلاد نامہ اپنی اس خاص تحقیقی نوعیت کی وجہ سے جامع، مکمل اور عالمانہ میلاد نامہ کا درجہ اختیار کر گیا ہے۔ اور اسی میں اس کی مقبولیت کا راز پنہاں ہے۔

متذکرہ بالا میلاد نامے کے علاوہ میلادی روایات اور اثبات میلاد کے سلسلہ میں ان کی کتاب ”دافع الادہام فی محفل خیر الانام“ اس موضوع پر بہت اہمیت کی حامل ہے۔

محمد غلام اکبر خان

محمد غلام اکبر خان نے نبی کریمؐ کے معجزات ”برہان الایجاز“ کے عنوان سے نظم کئے۔ یہ مثنوی آٹھ صفحات پر مشتمل ہے جو دہلی سے ۱۸۷۳ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ (۷۳)

تجمل رسول خان

تجمل رسول خان نے نبی کریمؐ کے پانچ معجزات کو ”پنج ایجاز“ کے نام سے نظم کیا۔ آٹھ صفحات پر مشتمل اس مثنوی کی دہلی سے ۱۸۷۳ء میں اشاعت ہوئی۔ (۷۴)

محمد محمود

محمد محمود کی مثنوی بعنوان ”ہمار نعت اور مولود شریف“ دہلی سے ۱۸۷۳ء میں شائع ہوئی۔ (۷۵) یہ منظوم میلاد نامہ ۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

نواب نیاز احمد خاں

نواب نیاز احمد خاں کا منظوم میلاد نامہ ”مولود رسول اکرمؐ“ ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں بیان میلاد، نور محمدی، سلسلہ نسب آنحضرتؐ، تولد نامہ مبارک، سلام، واقعہ معراج شریف، قصہ حضرت بلالؓ، قصہ دائی حلیمہ اور فضائل درود شریف کے عنوانات ہیں۔ یہ میلاد نامہ ۱۸۷۵ء کا مطبوعہ ہے اور اس کا ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔

بیان میلاد سے چند شعر نمونہ کے طور پر درج ذیل ہیں :

نہ کیوں فرط فرحت سے پھولے بدن

کہ لکھتا ہوں میلاد گل پیر بہن

کہ خالق کو جس دم یہ آیا خیال

رسالت کے گزار کا نونال

ہو شمشاد ساں زینب بلغ جہاں

ہو امت پر اپنی وہ سایہ کنال

ہو اس گل کی نکت زمانے میں عام

معطر ہو اس بو سے سب کا مشام

ہو سب ظلمت کفر عالم سے دور

ہو قرش زش رشک افزائے طور

ہو اس دین روشن کو اس سے فروغ

ہوں سب دین اس کے سبب بے فروغ

دو شنبہ کا دن وقت تھا صبح کا

کہ مکہ میں وہ شاہ پیدا ہوا

زمن پر قدم لائے خیر الانام

کو بہر تعظیم حضرت قیام

(۷۶)

نواب نیاز احمد خاں کے میلاد نامے میں زبان و بیان کی متعدد خوبیاں ہیں۔ اس میں حسن الفاظ، بے ساختگی، تکرار الفاظ، رعایات لفظی اور تشبیہات وغیرہ خاص طور پر ذکر کے قابل ہیں۔ انہوں نے بیان میلاد میں الوہیت و نبوت کے مدارج و مراتب کو ملحوظ رکھا ہے۔ قرآن و حدیث کے متعدد حوالے ان کی علیت کا ثبوت ہیں۔

سید وزیر حسین رضوی

سید وزیر حسین رضوی بن سید ثابت علی علاقہ بھرت پور کے باشندے تھے۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان "میلاد مصطفوی" ۳۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ میلاد نامہ نثر میں ہے۔ مجلسی تقاضوں اور موقع کی مناسبت کے لحاظ سے بیان نثر میں جا بجا شعری نکتے مصنف اور دیگر شعراء کے بھی موجود ہیں۔ اس کا سال تصنیف ۱۸۷۵ء ہے جبکہ مصنف بیٹاپور میں بطور ایکسٹرا اسٹنٹ کمشنر تعینات تھا۔ مصنف عقیدہ کے لحاظ سے شیعہ تھا اور اسے اپنے اس عقیدہ کی وجہ سے احساس تھا کہ اس میں کوئی عبارت خلاف طبع فریقین تحریر نہ ہو:

"مخاصی کو یہ شوق دامن گیر تھا کہ حصول ثواب کے لئے میلاد رسالتاً

روایات مجھ کتب معتبرہ سے ہاں شرط انتخاب کر کے چند اوراق تحریر کرے کہ

فریقین میں سے کسی کے خلاف طبع نہ ہو۔" (۷۷)

اس خیال کے مد نظر مصنف نے میلاد نامہ تالیف کر کے شیعہ علماء میں مولوی بندہ حسین، سید محمد رضا، مولوی ثار حسین بیٹا پوری، منشی عابد علی سندیلوی اور حنفی علماء میں مولانا مظہر علی غازی پوری اور مولوی عبدالغنی دالوی کو دکھایا۔ اس کے بعد اس کی اشاعت کی نوبت آئی۔ اس احتیاط کے باوجود اس پورے میلاد نامہ پر مخصوص رنگ شیعیت غالب ہے۔ اور کئی مقامات پر شیعہ مسلک کی واضح جھلک نظر آتی ہے مثلاً حمد و نعت کے بعد مصنف نے منقبت حیدر کرار علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھی ہے۔ میلاد نامہ کے آخر میں مناجات بختور امیر علیہ السلام و امام حسینؑ اور مناقب حضرت علیؑ اور امام حسینؑ لکھے ہیں۔ نور محمدی کی تقسیم کسی میلاد نگار نے اس طرح نہیں کی جس طرح اس مصنف نے اپنے مخصوص عقائد کے تحت لکھی ہے۔

بیان ملاحظہ ہو:

"نور محمدی" ہمیشہ اصحاب ظاہرہ سے ارحام مطہرہ میں نقل کرتا رہا تاہیں کہ پشت حضرت

عبدالملک میں، جبکہ پشت حضرت عبدالملک میں آیا دو نکتے ہوئے ایک نکتہ

پشت عبداللہ میں رکھا اور ایک ٹکڑا پشت ابی طالب میں کہ آنحضرتؐ کو پیغمبری اور برکت دی اور علیؑ کو فصاحت و بلاغت اور شجاعت و نیابت آپ کی بخشی اور نام اپنے رسول اور ان کے بھائی کا مشتق کیا اپنے نام سے یعنی خداوند عالم محمود ہے اور یہ محمدؐ ہیں اسی طرح نام خدائے کریم اعلیٰ ہے اور ان کے بھائی کا نام علیؑ ہے۔

جب کیا خالق نے اپنے نور واحد کو دو نیم
ایک امام اس میں ہوا اور ایک پیغمبر ہوا
(۷۸)

یہ مصنف کی اپنی خود ساختہ نور محمدیؐ کی تقسیم ہے اس کے لئے اس نے کسی بھی کتاب کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔

ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو، اس میں بھی شیعہ علماء کے مخصوص انداز کی جھلک واضح اور نمایاں ہے:

”جناب محمد مصطفیٰؐ خدا کا نبی ہے علی مرتضیٰؑ اس کا وصی ہے۔ وہ خدا کا رسول

ہے یہ اس کا وصی مقبول ہے۔ وہ بشیر و نذیر ہے، یہ اس کا وزیر ہے۔ وہ حبیب رب

العالَمین ہے، یہ پیشواۓ عارفین ہے وہ مصطفیٰؐ ہے، یہ مرتضیٰؑ ہے، وہ حجت اللہ ہے،

یہ اسد اللہ ہے۔“ (۷۹)

اس میلاد نامے کو بارہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے تاکہ یکم تا ۱۷ ربیع الاول ہر روز ایک باب محفل میلاد میں پڑھا جاسکے۔ ان ابواب کے عنوانات درج ذیل ہیں:

فضائل و کرامت نور تلموز آنحضرتؐ متصل ہونا نور کا آسمان سے صلب حضرت آدمؑ میں، حضرت آمنہؑ

اور حضرت عبداللہ کا نکاح، نور محمدیؐ سے حضرت آمنہ کا حاملہ ہونا، حالات حمل آنحضرتؐ و معجزات ایام

حمل، حمل کے نوماہ پورے ہونا اور ذکر سرور قبل تولد، در بیان تولد آنحضرتؐ، آنحضرتؐ کو عبدالمطلب کا گود

میں لینا، بیان رضاعت اور معجزات، بخاندہ والی حلیمہ سعدیہ، آنحضرتؐ کی حضرت خدیجہ الکبریٰ سے شادی اور

معجزات راہ شام، در بیان حالات معراج آنحضرتؐ اور در حالات وفات آنحضرتؐ۔

اس میں چند مقامات پر مصنف نے جلاء العیون، عیوان الاخبار الرضا اور مجالس شیخ صدوق و کلینی وغیرہ کی کتابوں کے حوالوں سے روایات بیان کی ہیں۔

نبی کریمؐ کے خشک درخت کجھور کو سرسبز کرنے کے معجزہ کے بیان سے نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

”صحن خدیجہؑ میں ایک درخت تھا کہ خشک تھا وہ سالہا سال سے کما خدیجہؑ نے

کہ اے محمدؐ میں اس درخت سے رطب کھانا چاہتی ہوں غیر فصل میں پس آپؐ گئے

طرف درخت کے اور ہاتھ رکھا اس پر اور ہلایا اور کہا میں کون ہوں پس کہا درخت

نے بزیان فصیح کہ سنا سب نے جو حاضر تھے کہ تو پیغمبر آخر الزماں بشیر و نذیر محمدؐ پر

عبداللہ سردار اولین و آخرین ہے پس فرمایا آپؐ نے کہ ہو جا تو سرسبز و بار آور جیسا

کہ تھا شباب میں پس وہ درخت حرکت میں آکر سرسبز ہو گیا اور رطب تازہ سے بار

آور ہو گیا اور کھائے رطب آپ نے اور جملہ حاضرین نے۔“ (۸۰)

وزیر حسین رضوی نے قوی، ضعیف، صحیح اور غلط ہر قسم کی روایات بیان کی ہیں۔ اور اس قسم کے مواد سے فائدہ اٹھا کر اپنے مخصوص عقائد کو بھی بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ نامتبر روایات اور حکایات کو اس قسم کے مصنفین نے اس آب و رنگ سے بیان کیا ہے کہ یہ روایات گھر گھر پھیل گئیں اور عوام نے انہیں عقیدت کی وارفتگی میں قبول کر لیا جس سے صحیح معجزات بھی اس کے پردہ میں چھپ کر رہ گئے ہیں۔

محسن الملک سید مہدی علی (م ۱۹۰۷ء)

محسن الملک سید مہدی علی ۱۸۳۷ء میں ۱۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ عربی فارسی کی تعلیم حاصل کر کے کلکٹری میں ملازم ہو گئے اور سررشتہ داری کے مدارج طے کر کے ۱۸۶۱ء میں تحصیلدار ہو گئے۔ ۱۸۷۳ء میں ریاست حیدر آباد نے انہیں انسپکٹر جنرل مالیات مقرر کر دیا۔ ۱۸۹۳ء میں پنشن لے کر علی گڑھ آ گئے اور تحریر و تقریر سے سرسید کی معاونت کرنے لگے۔ ان کے اسلوب میں خطابت زیادہ تھی۔ ۲۶ اکتوبر ۱۹۰۷ء میں شملہ میں انتقال ہوا مگر علی گڑھ میں سرسید کے برابر دفن کئے گئے۔ سرسید کی خصوصیات محسن الملک میں بھی نظر آتی ہیں۔ ان کے اسلوب بیان میں صداقت کا اظہار ہے۔ ان کے مضامین، تقاریر اور مکاتیب کے مجموعے چھپ چکے ہیں۔

محسن الملک کی پہلی تصنیف رسالہ ”میلاد شریف“ ہے۔ اس کا ایک نسخہ اسلامیہ اسکول ۱۱۵۰ھ کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ (۸۱) انہوں نے یہ رسالہ مولود خوانی کے شوق میں لکھا تھا اور اس میں مولوی محمد عنایت حسین الاعظمی سے اصلاح لی تھی۔ یہ رسالہ میلاد ۱۸۶۰ء میں مطبع نول کشور سے طبع ہوا۔ جب موصوف کلکٹری میں سررشتہ دار تھے۔ اس رسالہ میں عام میلادی روایات بیان کی گئی ہیں۔ اس میں تحقیق کی بجائے تھید کا رنگ غالب ہے۔ عبارت ایک خاص طرز کی ہے جس میں جاہجا مشہور مولانا روم کے اشعار نے ایک خاص لطف و کیف پیدا کر دیا ہے۔

قاضی غلام علی مہری (م ۱۸۷۹ء)

قاضی غلام علی مہری کے معروف اہل علم و فضل مہری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ”غلام علی مداح نبی“ سے ان کی تاریخ وفات ۱۲۹۶ھ نکلتی ہے۔

ان کا میلاد نامہ منظوم ”مصابح المجالس“ ۳۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے میلاد کی محفلوں میں کیم ربیع الاول سے بارہ ربیع الاول تک روزانہ ایک مجلس پڑھے جانے کی غرض سے بارہ مجالس میں تقسیم کیا گیا ہے۔ انہی بارہ مجالس میں آپ کی سیرت و میلاد کے اہم موضوعات نور محمدی، ولادت و رضاعت، بچپن و جوانی، بعثت و نبوت، معراج، معجزات، وفات مبارکہ اور خصائل و شمائل کا بیان ہوتا۔ ان کے اشعار میں

سادگی اور روانی کا حسن اور تاثر غالب ہے۔

آپ کے ظہورِ قدسی کے بیان سے نمونہ کے طور پر چند شعر درج ذیل ہیں:

کھلا گل گلشن جاہ و کرم کا
 ہوا ظاہر مگر درج قدم کا
 ہوا مگر آمنہ کا ان سے روشن
 گئی ہے روشنی تا بہت گلشن
 شعاع اس نور کا ساتوں فلک تک
 گیا ہے اس گھڑی ملک ملک تک
 عجب طالع ہوئے یادِ جہاں کے
 ہوئے ہیں بخت رہبر انس و جاں کے
 حبیب حق شہنشاہ جہاں دار
 ہمایوں گوہر دریائے اسرار
 غرض وہ آفتاب جن و آدم
 محمد مصطفیٰ سلطان اعظم
 شکم سے جس گھڑی آئے ہیں باہر
 دکھا نور اپنا اس صورت سے ظاہر
 دو زانو ہو وہیں بیٹھے ادب دار
 کئے سجدہ طرف کعبے کے یک بار
 یقین شکر الہی میں اسی دم
 ہلال آسا ہوئی ہے پشت و خم
 تھا آباں نورِ رافت کا جبین پر
 رکھے ہیں تارک طاعت زین پر
 ہو شامل اس طرح طاعت رب سے
 اٹھائے سر وہیں خاک ادب سے
 ادا کر سجدہ حق پھر اٹھا ہات
 لگے کرنے دعائے پر کرامات

(۸۴)

قاضی غلام علی مری کا میلاد نامہ اپنے موضوعات اور طرزِ اظہار کے اعتبار سے متنوع اور رنگا رنگ کیفیات و تاثرات کا حامل ہے۔ اس قسم کے معیاری میلاد ناموں نے صحتِ روایات اور زبان و بیان کی دلکشی کی وجہ سے میلاد نگاری کی روایت کو آگے بڑھایا۔

میر مظفر علی اسیر

میر مظفر علی اسیر نے نبی کریمؐ کے معجزات اور آپؐ کے شاکل و خصائل کے بیان میں ایک مختصر مثنوی بعنوان "جوانغ اعجاز" ۱۱ صفحات پر مشتمل لکھی جو لکھنؤ سے ۱۸۷۵ء میں چھپی۔ (۸۳) اس کے ہر صفحہ پر ۳ شعر ہیں۔

سید واجد علی تسخیر

سید واجد علی تسخیر کا منظوم میلاد نامہ ۱۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ لکھنؤ سے ۱۸۷۵ء میں شائع ہوا۔ (۸۴)

محمد ناصر علی غیاث پوری

محمد ناصر علی غیاث پوری کا منظوم معراج نامہ بعنوان "ناصر العاشقین" ۳۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ بھی لکھنؤ سے ۱۸۷۵ء میں پہلی بار چھپا۔ (۸۵)

شاہ محمد امین الدین قیصر

شاہ محمد امین الدین قیصر نے "مگدستہ نبوت" کے عنوان سے نبی کریمؐ کی شان بیان کی ہے۔ یہ مثنوی ۱۱ صفحات پر مشتمل ہے اور دہلی سے ۱۸۷۶ء میں چھپی۔ (۸۶)

محمد نصر اللہ خان

محمد نصر اللہ خان نے منظوم میلاد نامہ ۱۸۷۶ء میں لکھا۔ اس کی ضخامت ۲۴ صفحات ہے اور اس کی طباعت دہلی سے ہوئی۔ (۸۷)

شیخ لعل

شیخ لعل کا پورا نام اسماعیل، حافظ تخلص تھا۔ احمد نگر کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد کا نام حاجی غلام حسین تھا۔ شیخ لعل نے ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۷ء میں "حافظ الاسلام" کے عنوان سے نظم و نثر میں معجزات رسالتؐ لکھے ہیں۔ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

حافظ اسلام جانو جو ہر ایمان ہے
قدر اس کی وہ ہی جانے گا جسے پہچان ہے
(۸۸)

حافظ الاسلام کی ضخامت ۲۲۳ صفحات ہے۔ نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے وقت کے معجزات کے بیان سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”آنحضرت جب تولد ہوئے۔ اس وقت جتنے بت پرست روئے زمین پر تھے۔ ایک رات اور ایک دن سب کے سب گنگ رہے اور چودہ کنٹرے محل سے نوشیرواں کے گر گئے۔ یک بیک محل میں لرزہ آگیا اور آتش کدہ فارس جو مدتوں سے روشن تھا بجھ گیا اور جتنے بت زمین پر تھے سب کے سب اوندھے سر زمین پر گر گئے۔“ (۸۹)

شیخ لعل کا اسلوب بیان اتنا دلکش ہے کہ اس میں حسن کاری کی تمام صفات وقار، پاکیزگی اور واتصیت کے ساتھ موجود ہیں۔ انہوں نے معجزات نبویؐ کو بڑے ذوق و شوق اور والمانہ پن سے بیان کیا ہے۔

مولانا حافظ عبدالعلی نگرانی (۱۸۷۹ء)

مولانا حافظ عبدالعلی نگرانی ۱۳۳۱ھ میں نگرام (مضافات لکھنؤ) میں پیدا ہوئے۔ مولانا عبدالعلی نے لکھنؤ کے علمائے کرام سے استفادہ کیا اور قاضی عبدالکریم نگرانی سے اخذ طریقت کیا۔ ۱۳۹۶ھ / ۱۸۷۹ء کو اپنے وطن نگرام میں وفات پائی۔

حافظ عبدالعلی متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ ان میں ”رسالہ مولد شریف“ بھی شامل ہے۔ (۹۰)

انہوں نے اس میلاد نامے میں نبی کریمؐ کی ولادت و رضاعت، بچپن، جوانی، بعثت اور معراج کے واقعات کو سادہ، سلیس اور دل آویز اسلوب میں بیان کیا ہے۔ میلاد نامے کے متن میں مشہور کتب احادیث اور کتب سیر کے حوالے بھی جا بجا لکھے گئے ہیں۔

عزیز الرحمن عرشی غازی پوری

عزیز الرحمن عرشی محلہ قاضیاں، غازی پور میں پیدا ہوئے۔ ان کی زندگی کا زیادہ عرصہ کلکتہ میں گزرا۔ ان کا نثری معراج نامہ ”تقدیل عرش“ ۵۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی پہلی بار اشاعت ۱۸۸۰ء میں ہوئی۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ لیاقت میوریل لائبریری، کراچی میں موجود ہے۔

عرشی نے معراج نامہ میں مستند اور مدلل کتابوں سے حالات اخذ کرنے اور اپنے استاد سے تصحیح و اصلاح کی نشان دہی کرتے ہوئے لکھا ہے:

”میں نے حصول ثواب کے ارادہ سے احوال صداقت مآل معراج شریف جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چند کتابوں سے جو عند العلماء کامل و مدلل اور مستند ہیں، منتخب کر کے زیب قلم کیا اور جب یہ اختتام کو پہنچا تو استاد جناب مولوی سید عصمت اللہ کی خدمت میں بغرض اصلاح پیش کیا۔ ممدوح نے اس رسالہ کو زیور تصحیح سے آراستہ و پیراستہ کیا۔“ (۹۱)

اس معراج نامہ میں معراج کی رات کا پر نور سماں، آسمانوں پر حضورؐ کے استقبال کی تیاری، براق کی شان، خدا تعالیٰ سے نبی کریمؐ کی گفتگو کا تذکرہ دیگر بیخبروں سے ملاقات، عالم ملکوت کے مشاہدے کی کیفیت اور اہل جنت و دوزخ کا حال لکھا ہے۔ مصنف نے معراج النبیؐ کے بارے میں عوام و خواص میں مقبول

مختلف روایات کو بیان کیا ہے۔ اپنے بیان کو دہنیز بنانے کے لئے موقع کی مناسبت سے چند منظومات بھی شامل کی ہیں۔

مصنف نے رشوت اور سود خوردوں کا حال یوں بیان کیا ہے :

”پھر ایک اور گروہ کو دیکھا کہ شکم ان کے پھولے ہوئے ہیں۔ گنبد کی طرح اور ان کے بدن کا رنگ زرد ہے اور ان کے دست و پا آتش زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں اور گردنوں میں آتشیں طوق پڑے ہیں اور ان کے شکموں کے اندر لاکھوں ساتپ، بچھو زہریلے بھرے ہوئے ہیں اور جب وہ اٹھنے کا قصد کرتے ہیں تب پیٹ کے بار گراں سے منہ کے بل گر پڑتے ہیں۔ اور چاروں طرف ان کے آگ کا عذاب ہو رہا ہے۔ پس جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ حال سود اور رشوت کھانے والوں کا ہے۔“ (۹۳)

عرشی نے معراج نامہ حسن استدلال اور ادبی شان کے ساتھ لکھا ہے۔ ان کے اسلوب میں جذبہ و جوش اور مذہبی عقیدت مندی کے عناصر غالب ہیں۔ کہیں کہیں منظومات سے بھی بات کو موثر بنایا گیا ہے۔ اس کے باوجود معراج کے بارے میں بیشتر بیانات کم و بیش وہی ہیں جو اس دور کے دیگر معراج ناموں میں رائج ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی (م ۱۹۲۱ء)

مولانا احمد رضا خاں ۱۳ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم انہوں نے اپنے والد ماجد مولانا تقی علی خاں سے حاصل کی۔ حضرت شاہ آل رسول مارہروی کے دست مبارک پر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ پیر و مرشد نے انہیں تمام سلاسل کی اجازت و خلافت عطا کی۔ ۱۲۹۵ھ ر ۱۸۷۸ء میں پہلی بار حج بیت اللہ اور روضہ رسولؐ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ دوسری مرتبہ ۱۳۲۲ھ میں اس سعادت سے نوازے گئے۔ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو بریلی میں وفات پائی۔ مولانا موصوف معقولات و مقولات کے فاضل اور اپنے دور کے عظیم عبقری تھے۔ ان کا ترجمہ قرآن مجید ”کنز الایمان“ اردو تراجم میں اپنی مثال آپ ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی اردو، فارسی اور عربی زبانوں کے انشا پرداز، خطیب، واعظ، مناظر، قیصر، محدث، مفکر، مفسر، مصنف اور مولف تھے۔ شاعری میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ انہوں نے تقریباً تمام علوم میں علمی یادگاریں چھوڑی ہیں۔

”تجلی الیقین مع تمہید ایمان“ ان کا میلاد نامہ ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۸۸۵ء ہے۔ اور ۱۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میلاد نامے میں آیات قرآنی و احادیث نبویؐ سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضور سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں۔ اس میں آپؐ کی ولادت مقدسہ سے لے کر فتح مکہ تک کے تمام حالات و فضائل پوری وضاحت اور تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں میلاد نبی کریمؐ سے متعلق بھی تمام احادیث و آیات جمع کی گئی ہیں۔ اس میلاد نامے میں چار باب ہیں اور ہر باب کا نام ہیکل تجویز کیا گیا ہے۔

بیکل اول میں آیات جلیلہ بیکل دوم میں احادیث جلیلہ کا بیان ہے۔ بیکل دوم کی تائش اول میں چند وحی ربانی، تائش دوم میں ارشادات عالیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تائش سوم میں طرق روایات حدیث تائش چہارم میں صحابہ کبار کے آثار و اخبار اور اقوال علمائے کتب سابقہ مرقوم ہیں۔ ان سب روایات کو مستحکم و مستند کتابوں سے اخذ کیا گیا ہے اور حاشیہ میں ان تمام کتابوں کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں نے میلاد نبویؐ کے بیان میں نثر کے علاوہ اپنی میلادیہ و نعتیہ شاعری میں بھی جا بجا اس موضوع کے حوالے سے کبھی نہ بچھ سکتے والے چراغ روشن کئے ہیں۔ محافل میلاد میں مولانا احمد رضا خاں کا قصیدہ نور ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ یہ ۵۹ اشعار پر مشتمل ہے اور اس کے سنہ تالیس (۱۳۷۱) مطبوعہ ہیں۔ صنائع بدائع، روزمرہ و محاورات، زور بیانی و برجستگی اور سلاست و روانی اس قصیدے کے نمایاں اوصاف ہیں۔ قصیدے کے مختلف اشعار ملاحظہ ہوں:

صبح طیبہ میں ہوئی بتا ہے بازا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
تری نسل پاک میں ہے پچھ پچھ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا
تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں، الٹی بول بالا نور کا
چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مدد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا
ذرے مر قدس تک ترے توسط سے گئے
حد اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا
(۹۳)

مولانا احمد رضا خاں نے نبی کریمؐ کے میلاد اقدس کا جشن مناتے ہوئے اپنے اسی متذکرہ بالا قصیدہ میں ایک لحاظ سے قد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین کی تفسیر بیان کی ہے۔ نبی کریمؐ کے سراپا مطرہ کے حوالے سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

پشت پر ڈھلکا سر انور سے شملہ نور کا
دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا
مصحف عارض پہ ہے خط شفیقہ نور کا
لو سیاہ کارو مبارک ہو قبالبہ نور کا
آب زر بنتا ہے عارض پر پینہ نور کا
مصحف اعجاز پر چڑھتا ہے سونٹا نور کا

شع دل مقلوۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
 تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا
 تو ہے سایہ نور کا ہر عضو نکلا نور کا
 سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا
 وضع واضح میں تری صورت ہے معنی نور کا
 یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا
 سرگئیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکلیں غزال
 ہے فضائے لامکاں تک جن کا رہنا نور کا
 ک گیسو، ہ دھن ی اہد آنکھیں ع ص
 کیس ان کا ہے چہ نور کا

(۹۳)

میلاد مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اور مقدس موضوع پر سخن آزمائی کرتے ہوئے شاعر کے
 پیش نظر آپ کی عظیم شخصیت بھی ہوتی ہے۔ آدم سے لے کر بے شمار انبیاء و رسل نے نبی کریم کے نام
 اقدس کے وسیلے سے اپنے درپیش مصائب و آلام سے رہائی پائی۔ مولانا احمد رضا خاں اس پہلو کو بیان کرتے
 ہوئے رقم طراز ہیں:

کتر مکتوم ازل میں
 در مکتون خدا ہو
 سب سے اول سب سے آخر
 ابتداء ہو ابتدا ہو
 تھے وسیلے سب نبی تم
 اصل مقصود ہدی ہو
 سب بشارت کی ازاں تھے
 تم ازاں کا مدعا ہو
 سب تمہاری ہی خبر تھے
 تم موخر مبتدا ہو
 قرب حق کی منزلیں تھے
 تم سفر کا مستہا ہو
 سب تمہارے آگے شافع
 تم حضور کبریا ہو

(۹۵)

شاعر میلاد النبیؐ کا چچا کرنا اور اس کی اس قدر دھوم مچانا چاہتے ہیں کہ فرش سے لے کر عرش تک غلغلے بلند ہو جائیں اور وہ اس سلسلہ میں کسی مصلحت کو شی کے روادار نہیں ہیں۔ میلاد کے تذکار کو عام کرنے کے لئے مدحت سرائی کا انداز دیکھئے:

آفتاب ان کا ہی چمکے گا جب اوروں کے چراغ
صرصر جوش بلا سے جھلملاتے جائیں گے
حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولا کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے
(۹۱)

نبی کریمؐ کی بشارت ایک یہودی دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ احمد کے ستارے نے طلوع کیا۔ یہ ستارہ نبی کی پیدائش پر طلوع ہوا کرتا ہے اور اب انبیاء میں سوائے احمد کے کوئی باقی نہیں۔ ان سعادتوں کے حوالے سے مولانا احمد رضا خاں یوں مدحت سرائی:

برم آخر کا شمع فروزاں ہوا
نور اول کا جلوہ ہمارا نبی
جس کو شایاں ہے عرش خدا پر جلوس
ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی
بجھ گئیں جس کے آگے سبھی شیطیں
شمع وہ لے کے آیا ہمارا نبی
لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے
ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی
(۹۷)

رضا بریلوی نے میلاد مصطفویؐ کے بیان میں شریعت کے تقاضوں کی پاسداری کی تو اسے شہرت دوام اور قبولیت عام نصیب ہوئی۔ انہوں نے میلاد النبیؐ کا جہاں بھی ذکر کیا ہے۔ اس میں ان کی شعری انفرادیت اور ندرت خیال، دلکش انداز سے جھلکتی ہے۔ میلاد کے دن کی عظمت و جلالت کے اظہار میں بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں:

تمہری آمد تھی کہ بیت اللہ ہجرے کو جھکا
تمہری ہیبت تھی کہ ہر بت تھر تھرا کر گر گیا
تمہری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا

تیرے صدقے سے نجی اللہ کا بجزا تر گیا

(۹۸)

رضا بریلوی کا قصیدہ معراجیہ ۶۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں قرب الہی، زمان و مکان اور اطراف و حدود کے تعینات اور معراج کے مشاہدات رسالتہاب کا مترنم بحر اور نشاطیہ آہنگ میں بیان ہے۔ اس میں روانی و تسلسل اور زبان کی لطافت و پاکیزگی ان کی جودت و جدت طبع کی آئینہ دار ہے۔ چند شعر درج ذیل ہیں:

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
 نئے زالے طرب کے سلاں عرب کے مہماں کے لئے تھے
 یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
 وہ رات کیا جھوگا رہی تھی، جگہ جگہ نصب آئینے تھے
 تجلی حق کا سرا سر پر، صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور
 دو رویہ قدسی پرے جما کر، کھڑے سلامی کے واسطے تھے
 یہ ان کی آمد کا دیدہ تھا، نکھار ہر شے کا ہو رہا تھا
 نجوم و افلاک، جام و مینا، اجالتے تھے، کھنگالتے تھے
 براق کے نقش سم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے
 مہکتے، گلبن، تہکتے گلشن ہرے بھرے لہلہا رہے تھے
 ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قدلیں جھللائیں
 حضور خورشید کیا چمکتے، چراغ منہ اپنا دیکھتے تھے
 اوہر سے عیسم تقاضے آتا، اوہر سے مشکل قدم پڑھانا
 جلال و ہیبت کا سامنا تھا، جمال و رحمت ابھارتے تھے

(۹۹)

میلاد میں ادب و احترام سے کھڑے ہو کر سلام پڑھنا اس مقدس محفل کا ایک جزو لاینفک بن گیا ہے۔ میلاد نگاروں اور پاکمال شعراء نے سلام لکھتے وقت اظہار عقیدت و محبت کی صحیح ترجمانی کرنے کی بھرپور کوششیں کی ہیں اور ان سلاموں میں بعض تو اس قدر زبان زد خاص و عام ہو گئے ہیں کہ قریباً ہر ذی شعور ان سے بخوبی واقف ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کا سلام اردو زبان کا سب سے زیادہ مقبول سلام ہے۔ یہ سلام ۶۷ اشعار پر مشتمل ہے اور اس کو اتنی شہرت ملی ہے کہ میلاد کی محفلوں، نعت خوانی کے علاوہ بریلوی کتب فکر سے تعلق رکھنے والی مساجد میں تمام اہم تقریبات پر بالخصوص اور ہر جمعہ کی نماز کے بعد بالعموم اجتماعی شکل میں پڑھا جاتا ہے۔

مولانا شاہ احمد رضا خاں کے سلام مشتمل بر سراپائے اطہر میں نبی کریمؐ سے عقیدت و محبت اور شہینگی و

وابستگی کی شدت کا اظہار، زور بیاں میں علمی وجاہت، مثنوی کی سی روانی اور قصیدوں کا سا شکوہ، ان کی شعری استعداد اور فنی مہارت کا بین ثبوت ہیں۔ سلام کا ہر شعر موتیوں میں تولنے کے قابل ہے۔ نبی کریمؐ کا سراپا اور عمدہ طفولیت سے لے کر عمدہ نبوت تک کا نقشہ ایسے دلپذیر انداز میں کھینچا ہے کہ آپؐ کی پوری سیرت مقدسہ سامنے آجاتی ہے۔ سلام کے چند مشہور شعر ملاحظہ ہوں:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
 شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
 جس کے ماتھے شفاعت کا سرا رہا
 اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام
 جن کے بندے کو محرابِ کعبہ جھکی
 ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
 جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آئیا
 اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام
 نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پہ درود
 اونچی بنی کی رفعت پہ لاکھوں سلام
 فتحِ بابِ نبوت پہ بیحد درود
 ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام
 صاحبِ رجعت شمس و شفقِ القمر
 نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام
 (۱۰۰)

پہلے شعر میں جانِ رحمت اور شمعِ بزمِ ہدایت کی ترکیبیں اسرار و معانی کے خزانے ہیں، چھٹے شعر میں فتحِ بابِ نبوت اور ختمِ دورِ رسالت کے الفاظ سے نبوت و رسالت کی پوری تاریخ واضح طور پر بیان کر دی ہے۔ ساتویں شعر میں نائبِ دستِ قدرت ہونے کے ثبوت میں رجعتِ شمس اور شفقِ القمر کے مشہور معجزات کی نشان دہی کر کے حجت تمام کر دی ہے۔ درج ذیل چند اشعار میں سراپائے مبارک کی چند جھلکیاں زور بیان کے ساتھ دیکھئے:

قد بے سایہ کے سایہِ رحمت
 گلِ محمودِ رافت پہ لاکھوں سلام
 (سایہِ رحمت)
 طائرانِ قدس جس کی ہیں قمریاں
 اس سہی سروِ قامت پہ لاکھوں سلام

(قد مبارک)

جس کے آگے سر سرورائ خم رہیں
اس سر تاج رفعت پہ لاکھوں سلام
(فرق اقدس)

وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا
لکڑے ابر زافت پہ لاکھوں سلام
(گیسوئے مبارک)

لنت لنت دل ہر جگر چاک سے
شانہ کرنے کی عادت پہ لاکھوں سلام
(شانہ مبارک)

لیلت القدر میں مطلع الفجر حق
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام
(مانگ)

(۱۰۱)

مولانا کفایت علی کافی اور کئی دیگر میلاد نگاروں نے اس کی تقلید میں سلام لکھے ہیں۔ کافی کے سلام میں بھی مولانا احمد رضا خاں کے سلام کا رنگ شاعری جھلکتا ہے۔ انہوں نے بھی نبی کریمؐ کا سراپا بیان کیا ہے۔ درج ذیل شعر ملاحظہ ہوں:

خاص محبوب خدا ختم رسالت پر سلام

عین رحمت شافع روز قیامت پر سلام

مبتداء صل علی عین جبین باصفا

نور کی دریائے امواج لطافت پر سلام

چشم پر ابرو بیینہ مدھے سورہ صاد کا

دونوں ابروئے مبارک کی شہادت پر سلام

مصحف رخسار حضرت مظهر انوار غیب

روئے قدسی مطلع صبح صداقت پر سلام

(۱۰۲)

مولانا کافی کے سلام میں قافیہ و موضوع کی یکسانیت کے باوجود تقابلی جائزہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مولانا احمد رضا خاں کا سلام فکری و فنی لحاظ سے کہیں زیادہ موثر ہے جس میں اسرار معرفت کے لائق اور گہرے گرائیہ سے چلے آ رہے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کے قصیدہ میلادیہ، معراجیہ اور سلام کو پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ

ان کے نظم و نثر کے شاہکاروں میں سوز عشق و محبت اوج کمال پر ہے جو ناموس رسالت کی حفاظت کے لئے انہوں نے پیش کئے ہیں۔ ان کے محرکات و عوامل خارجی شواہد نہیں بلکہ داخلی کیفیات و باطنی رتخانات پر مشتمل ہیں۔ مولانا کے اس جذبہ صادق کے بارے میں نیاز فتح پوری لکھتے ہیں:

”احمد رضا خاں بریلوی کے کلام سے پہلا تاثر جو پڑھنے والے پر قائم ہوتا ہے، وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی رسول عربی کا ہے۔ ان کے کلام سے ان کے بے کراں علم کا اظہار ہوتا ہے۔ مولانا کا اپنے کلام میں انفرادیت کا دعویٰ ان کے کلام کی خصوصیات سے ناواقف حضرات کو شاعرانہ سلی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے فرمودات بالکل برحق ہیں۔“ (۱۰۳)

حافظ احسان الحق نے اپنے حج و زیارت کے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مدینہ منورہ میں مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کا سلام وہاں کی محافل میلاد میں بڑی عقیدت سے پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ (۱۰۴)

مولانا احمد رضا خاں کی میلاد یہ دو نعتیہ شاعری توصیف رسول کا ہمیشہ زندہ رہنے والا مجموعہ ہے۔ (۱۰۵) ان کے اشعار میں شوکت الفاظ، معنی آفرینی، ندرت بیان، عجز و فروتنی اور وفور عقیدت کی جگہ جگہ محسوس ہوتی ہے۔ انہوں نے واردات قلبی کو شعر کی زبان بخشی ہے اور ان جذبات کے اظہار کی بے ساختگی بھی جا بجا نظر آتی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کی ایک تقریر جو میلاد النبی کے موضوع پر ہے، ”میلاد النبوی فی الافاظ الرضویہ“ کے نام سے دو بار چھپی ہے۔ اس میں مولانا نے نبی کریم کے میلاد کے حالات و واقعات مدلل اور مفصل انداز سے بیان کئے ہیں۔ آخر میں سلام دیا گیا ہے۔ اس تقریر کی اشاعت سید ایوب علی رضوی کی فرمائش پر ہوئی۔ (۱۰۶) اس کی صفحات ۳۲ صفحات ہے۔

مولوی عبدالحفیظ کاکوروی

مولوی عبدالحفیظ کاکوروی نے فضائل احمدی ۱۸۹۰ء میں لکھی۔ یہ نثر کے ۲۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں بیان میلاد و معجزات رسالت کے علاوہ خاص طور پر نبی کریم کے خصائص و فضائل کا بیان ہے۔ یہ ایک مقدمہ اور سات ابواب پر محیط ہے۔ اس کے آخر میں فضائل درود شریف لکھے گئے ہیں۔ فضائل احمدی کے مقدمہ میں حقیقت انسانی پر بحث کی گئی ہے اور انسان کی وجہ شرافت دیگر مخلوقات پر بیان کی گئی ہے نیز اس میں حقیقت ولایت و نبوت اور رسالت کو دلائل سے سمجھایا گیا ہے۔

پہلے باب میں بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کلام الہی ہے اور احادیث کی روایات قابل اعتبار ہیں۔ دوسرے باب میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ نبوت و ولایت کی پہلی خاصیت یہ ہے کہ جو امور اور لوگوں کو خواب میں منکشف ہوتے ہیں۔ وہ نبی اور ولی کو بیداری میں معلوم ہو جاتے ہیں اور یہ خوبی نبی کریم کی ذات اقدس میں کامل طور پر موجود تھی۔ تیسرے باب میں اس بات کو موضوع بنایا گیا ہے کہ عوام

کے نفس کی تاثیر صرف اپنے ہی جسم پر موثر ہوتی ہے اور دلی و نبی کے جسم کی تاثیر دیگر اجسام میں بھی پہنچ سکتی ہے اور یہ تاثیر نبی کریمؐ میں کامل طور پر موجود تھی۔ چوتھے باب میں بتایا گیا ہے کہ جو علوم عوام کو لکھنے اور پڑھنے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ وہ نبی اور دلی کو بغیر درس و تدریس کے حاصل ہوتے ہیں اور نبی کریمؐ کی ذات اقدس میں یہ خصوصیت موجود تھی۔ پانچویں باب میں دلائل دے کر یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ نبی کریمؐ اللہ تعالیٰ کی جانب سے دعوتِ خلق پر مامور تھے۔ چھٹے باب میں دیگر انبیاء کے مقابلے میں نبی کریمؐ کے دلائل و فضائل بیان کئے گئے ہیں اور اسی باب میں تفصیلی طور پر ذکر میلاد شریف، حلہ شریف اور معراج النبیؐ کا بیان ہے۔ ساتویں باب میں اسلام کے فضائل کا ذکر ہے۔

نبی کریمؐ کے معراج جسمانی کے بارے میں مصنف نے کئی دلائل دیئے ہیں۔ اس موضوع سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”معراج کے بارے میں بموجب نص قرآنی سبحان الذی اسرئلی یہ عہدہ اور مشہور

احادیث میں مع جسم کے تشریف لے جانا متحقق ہے اگر مع جسم نہ ہوتا تو قرآن مجید

میں یہ عہدہ نہ آتا لفظ عبد میں جسم ضرور داخل ہے کیونکہ قرآن مجید میں جہاں کہیں

لفظ عبد آیا ہے وہاں مع جسم مراد ہے مثلاً عبداً“ (ازا صلے وغیرہ۔“ (۱۰۷)

مصنف نے اس کتاب میں قرآن و حدیث اور دیگر مستند کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ انداز بیان

تین، سنجیدہ اور مدلل ہے۔

علی انور شاہ

علی انور شاہ نے نور نامہ ۱۸۸۳ء میں نظم کیا۔ اس میں تخلیق نور محمدیؐ اور اس کے مختلف درجات و

مراحل کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے آخر میں اسناد نور نامہ، شامل، نبوی اور کلمہ نامہ شامل ہے۔

نور محمدی کے بیان کے ضمن میں نماز کی فرضیت کی توجیہ بڑے خوبصورت انداز میں پیش کی گئی ہے۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے شجر یقین پیدا کیا۔ پھر اس پر طاؤس کی صورت نور محمدیؐ ستر ہزار برس

تعمیر و تقدیس بیان کرتا رہا، اس کے بعد خدا تعالیٰ نے ایک آئینہ تخلیق کر کے اس کو بھی اسی شجر پر جگہ دی

اور جب طاؤس اس آئینے کے سامنے آیا تو پھر اس نے اس میں اپنا جمال دیکھا۔ بیان ملاحظہ ہو:

پڑی اس پہ طاؤس کی جو نظر

تو حیراں ہوا آپ کو دیکھ کر

نہایت جو خوب اپنا دیکھا جمال

ہیا وہ لگا کرنے از زوالجلال

وہ خوبی کو دیکھ اپنی شرمایا

کیے پانچ اس وقت سجدے ادا

ہوئی فرض پھر پنج وقتی نماز

نبی اور امت پہ باہم نیاز
(۱۰۸)

نور نامے محافل میلاد میں پڑھے جاتے تھے۔ اسی وجہ سے ان میں مجلسی انداز بیاں نمایاں ہے۔ علی اور شاہ نے نور نامہ میں نور نبویؐ کی اہمیت کے بیان کے ساتھ ساتھ ایک خاص فضا بندی کا التزام کیا ہے۔ یہ مخصوص ماحول سازی کا عنصر ان کی شاعری کا کمال ہے۔

مولوی غلام حیدر گویا موسیٰ (م ۱۸۸۳ء)

مولوی غلام حیدر گویا موسیٰ کا میلاد نامہ ”رسالہ زبدۃ الاذکار در بیان مولد شریف سید الابرار“ نظم و نثر کے ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی اشاعت مصنف کے انتقال کے دو سال بعد ہوئی۔ اس میں ذکر تخلیق نور محمدیؐ، ذکر ولادت باسعادت، ذکر رضاعت و قصہ منظوم دائمی حلیمہ سعدیہ، ”بھیرا راہب نصرانی“ حالات نکاح آنحضرتؐ، ذکر واقعہ معراج، بیان معجزات، حلیمہ شریف، فضائل درود شریف اور ذکر وفات سرور کائنات کے عنوانات ہیں۔ اس میلاد نامہ میں دیباچہ اور ذکر وفات سرور کائنات مصنف کے خلف الرشید مولوی محمد جعفر ساقی کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے بارے میں مولوی محمد جعفر نے دیباچہ میں لکھا ہے۔

”یہ رسالہ مولد شریف جناب مغفور کے دم واپس کا عمدہ یادگار ہے۔ جس کو حیات مستعار نے کھل کرنے کی مہلت نہ دی۔ بیک اجل نے پیغام رخصت سنایا۔ دیباچہ و ذکر وفات حضرت سرور کائناتؐ لکھنے کو باقی تھا کہ حرف الوداع زبان پر آیا۔ ہر چند کہ اس سچے کارہ کو یہ ادعا نہیں کہ زمرہ مولفین میں در آئے لیکن تحریر دیباچہ و ذکر وفات کی اشاعت کے نقطہ نظر سے تکمیل ضروری خیال کر کے لکھے گئے ہیں۔“ (۱۰۹)

نبی کریمؐ کے تجارت کے لئے سفر شام کے ذکر سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو تاکہ اس کے انداز نگارش کا اندازہ ہو سکے :

”اسی اثنا میں ابو طالب نے قصد سفر بظرف ملک شام واسطے تجارت کے کیا۔ اور آپ کو بھی ہمراہ لیا۔ جب شہرہ بصرہ میں پہنچے اور قریب دار نجوا کے بھیرا راہب نصرانی رہتا تھا۔ اس نے آمد اس قافلہ کی دیکھ کر بعض علامات کتب سابقہ سے جانا کہ اس قافلہ میں وہ شخص ہے جس کے آنے کی انبیاء سابقہ خبر دے گئے ہیں اور یہ بھی دیکھا کہ جب آپؐ کو سایہ درخت بید میں جگہ نہ ملی تو آپؐ دھوپ میں جا بیٹھے۔ ڈالیاں اس درخت کی دراز ہو کر آپؐ پر سایہ ٹھکن ہوئیں۔ اسی جہت سے اس نے اس قافلہ کی دعوت کی۔ سب لوگ مجلس دعوت میں حاضر ہوئے مگر آنحضرتؐ کو واسطے حفاظت اسباب کے فرد گاہ پر چھوڑ گئے۔ جب اس نے مردمان قافلہ کو دیکھا اور ان میں کوئی علامت معلوم نہ پائی تو پھر اس نے پوچھا کہ کوئی تم میں سے فرد گاہ پر رہ گیا ہے۔ ابو طالب نے آپؐ کے بارے میں بتایا کہ واسطے حفاظت اسباب کے ایک لڑکا وہاں ہے۔

اس نے کہا کہ میری تمنا ہے کہ وہ بھی تشریف لائیں۔ جب آپ تشریف لے گئے تو اس نے ان علامات کو جو وہ جانتا تھا دیکھا تو مرنوت کو بوسہ دیا اور لوگوں سے کہا کہ یہ پیغمبر آخر زمانہ کا ہو گا جیسا کہ انبیاء سابقین نے خبر دی ہے۔ اگر میں زمانہ آپ کی بخت کا پاؤں گا تو آپ پر ایمان لاؤں گا اور ابو طالب سے کہا کہ اس لڑکے کو طرف شام کے مت لے جائیں وہاں یسود و نصاریٰ اس کے دشمن ہیں اور ان کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ پیغمبر اس مقام پر آوے گا لہذا چند بار یہاں آکر جستجو کر گئے ہیں۔ ابو طالب اس کے کہنے سے واپس آئے اور ارادہ شام کا فتح کیا۔ (۱۰)

یہ میلاد نامہ مستند روایات اور بیان کی سادگی کی وجہ سے میلاد ناموں میں ایک اہم اضافہ ہے۔

مولوی مجیب اللہ لکھنوی

مولوی مجیب اللہ لکھنوی علوم معقول کے عالم و فاضل تھے۔ ”شخص النسخی فی میلاد مصطفیٰ“ ان کا میلاد نامہ مطبع نول کشور لکھنؤ سے ۱۸۸۳ء میں شائع ہوا جو ۶۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں تحقیق کائنات، روایات نور محمدی، ولادت نبوی، معجزات وقت ولادت، بیان رضاعت، حضور کی والدہ اور حضرت عبدالمطلب کا سفر آخرت، حضرت ابو طالب کا کفالت فرمانا، سفر شام، سنورا راہب، حضرت خدیجہ الکبریٰ سے شادی، بخت نبوی کی علامات کا تصور، غار حرا میں حضرت جبرائیل کی تشریف آوری، ورقہ بن نوفل کا بیان، قبول اسلام کی اولین سعادت، معراج نبوی، آپ کے دیگر معجزات، قرآن مجید میں آپ کی عظمت و بزرگی کا بیان، اسماء النبی اکرم کی شان اور دیگر انبیاء پر آپ کی فضیلت و برتری کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ولادت نبوی کے بیان کے بعد درود و سلام ہے اور آخر میں قصہ حضرت معاذ بن جبل منظوم ہے۔ باقی سارا میلاد نامہ نثر میں ہے۔ اس میں جانجا آیات قرآنی کے حوالے موجود ہیں۔ میلاد ناموں میں ایسی روایات بھی ہیں جن کو سمجھنے میں انسانی فہم و شعور عاجز ہے۔ کئی عقلیت پسندوں نے جانجا میلاد ناموں کی ایسی روایات کو موضوعی اور وضعی قرار دیا ہے جبکہ سب میلاد ناموں کا یہ حال نہیں۔ اس قسم کے لاقداد میلاد نامے موجود ہیں جن کی ترتیب میں مستند اور معتبر حوالوں سے مدد لی گئی ہے۔ مولوی مجیب اللہ نے اپنے اس میلاد نامہ میں سبل الہدیٰ، مرآة الزمانی، مواہب اللدنیہ، جسد النفوس، شفا الصدور، تاج القصص، میلاد النبی (محدث ابن جوزی)، مدارج النبوت، معارج النبوت، روضۃ الاحباب، تفسیر سورہ الم نشرح (شاہ عبدالعزیز دہلوی)، تفسیر شریف، کشف الاسرار، تفسیر کبیر اور الشفا (قاضی عیاض اندلسی) کے حوالے دے کر اپنے بیان کو مدلل بنایا ہے۔ ان متذکرہ بالا مستند کتابوں سے ہی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ کس قدر وقیح میلاد نامہ ہے۔

اس میلاد نامہ کی ابتداء درج ذیل عبارت سے ہوتی ہے:

”اللہ اللہ اس وقت کہ کچھ نہ تھا اور تھا تو یہ تھا کہ کنت کنزاً“ مخفہاء کے پردے میں شاہد پاک کی شوشیوں کے آثار پائے جاتے تھے۔ شاہد پاک کو جب پردہ

غیب میں شوق جلوہ گری از حد ہوا تو نور محبت سے ایک لمحہ جان افروز کو بساط ظہور پر جلوہ دیا اور کمال توجہ سے فرمایا کن محمد! یس اس نور مو نور السور سے بصورت تعین چند قطرات مایہ حیات ترشح پائے جس سے ملک، فلک، مہر، ماہ، زمین، آسمان، بر و بحر، شجر و حجر، بلکہ ہزار ہزار عالم پیدا ہوئے۔" (۱۱)

نبی کریمؐ کی دنیا میں تشریف آوری پر میلاد یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

عالم میں آمد شہ عالی وقار ہے

پیدائش رسول فزوی الاقدار ہے

یاں جبرئیل مستعد کاروبار ہے

از فرش تابہ عرش یہی بس پکار ہے

دربار عام گرم ہوا اشتہار دو

جن و بشر سلام کو آئیں پکار دو

دیکھو شکفتہ عیش و طرب کا چمن ہوا

عالم سے دور رنج و ملال و عمن ہوا

کیا شمع حسن جلوہ گر انجمن ہوا

رونق فزائے بزم وہ شاہ زمیں ہوا

دربار عام گرم ہوا اشتہار دو

جن و بشر سلام کو آئیں پکار دو

ہے بزم ذکر پاک خدا کے حبیب کی

جو آئے یاں اس کی ہے خوبی نصیب کی

اب مومنو ہے کون سی حاجت نقیب کی

کیا کہہ رہا ہے سن لو زبان سے حبیب کی

دربار عام گرم ہوا اشتہار دو

جن و بشر سلام کو آئیں پکار دو

(۱۲)

نبی کریمؐ کے بچپن کے احوال کے بیان میں انداز بیان ملاحظہ ہو۔ شکوہ الفاظ، شوکت تراکیب اور الفاظ کی تراش خراش جو لکھنوی اسلوب کے لوازم میں شامل تھی، ان کی عبارت میں بھی نظر آتی ہے:

"جب سن شریف چھ برس کا ہوا تب آپؐ کی والدہ ماجدہ کو سفر آخرت پیش آیا۔ عبدالمطلب آپؐ کی بیبری و تیمی پر زیادہ لحاظ و محبت کرنے لگے۔ جب عمر شریف آٹھ برس کی ہوئی۔ عبدالمطلب کی عمر ایک سو بیس برس کی تھی۔ بخیاں اپنی پیرانہ سانی کے

اپنے بیٹوں سے کہا کہ میں عمر طبعی کو پہنچا۔ اور آفتاب لب بام ہو رہا ہوں مجھ کو تردد ہے کہ جب میں مسافر ملک عدم ہوا تو میرے بعد اس یتیم و یسیر کو کون پرورش کرے گا ابو لب نے کہا میں دل و جان سے حاضر ہوں بواب دیا کہ تو سنت مزاج اور شقی القلب اور بے رحم ہے اور فرزند یتیم مجروح دل، شکت خاطر، مثل پھول کے نازک ہوتے ہیں جو ذرا سی گرمی میں کھلا جاتے ہیں۔ بعد اس کے حمزہ نے مثل ابو لب کے التماس کیا جو اب پایا تیرے کوئی فرزند نہیں ہے تو اس یتیم کے درد سے کیونکر آگاہ ہو گا پھر عباس نے مرض لیا کہ میاں و اطفال میں بمقابلہ اپنی اولاد کے کب اس یتیم بے پدر و مادر کی درد و محبت کرے گا پھر ابو طالب نے درخواست کی کہا البتہ تم اس قاتل ہو مگر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارہ میں مختار کرتا ہوں تم میں سے جس کو چاہیں قبول کریں اور آپ کو بلا کر کہا فرزند دلبند تم سے رخصت ہوتا ہوں اور داغ تمہاری اس یتیمی و بیکیسی کا اس جہان سے لئے جاتا ہوں تمہارے بچا مشکل ہوتے ہیں تمہیں جس کی کفالت منظور ہو اختیار کرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کی گود میں جا بیٹھے۔ عبدالمطلب بہت روئے اور کہا کہ اے ابو طالب یہ فرزند یتیم و بیکیسی ہے نہ شفقت پدری کی لذت اٹھائی نہ محبت مادری کی حلاوت پائی پس اس کی غم خواری و پاسداری مثل پدر و مادر کے تم پر واجب ہے۔" (۱۱۳)

اس میلاد نامہ کے آخر میں قصہ حضرت معاذ ابن جبلؓ کے عنوان سے وفات نامہ نبی کریمؐ ہے۔ اس میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے سانحات ارتحال کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

چھٹا ہائے مجھ سے وہ میرا نبی
 ہر کس طرح ہو گی اب زندگی
 اڑاؤں گا دامن صحرا کی خاک
 کروں گا گریباں کو چاک چاک
 چھٹا ہائے مجھ سے رسول خدا
 کرے کون اب درد دل کی دوا
 نہ تھا چین دل کو نہ تسکین و صبر
 شب و روز گریاں تھا مانند ابر
 مرے اشک جاری تھے بے اختیار
 تھے فوارے دو دیدہ اشکبار
 جو پہنچا مینے کے جا کر قریب
 پڑی کان میں اک صدائے عجیب

اے شخص یہ کیا ہے شور و بکا
خدا کے لئے ہے قیام و بقا
ترا رونا کس کام آئے گا اب
محب پاس پہنچا ہے محبوب رب
(۱۱۳)

مولوی مجیب اللہ نے اپنے میلاد نامہ میں حب رسول کے مختلف تجربات بیان کئے ہیں۔ آپ کے اسمائے صفات کے فیوض و برکات کا ذکر و المانہ انداز میں کیا ہے۔ شب معراج اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیا کچھ عطا فرمایا، اس کو بھی بڑے دلکش انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ شب معراج افلاک کی رونق، عرش بریں کی آرائش و تزئین، حوروں اور فرشتوں کا اشتیاق، مختلف برگزیدہ پیغمبروں کا اظہار مسرت، درود و سلام کی صدائیں بیان کرنے میں فاضل میلاد نگار نے اپنی قوت تنقید کا پورا زور صرف کر دیا ہے اور شرمیں نظم کا ساکیف، دلکشی اور ندرت پیدا کر دی ہے۔ بحیثیت مجموعی مواد، ترتیب اور تخلیقی محاسن کے لحاظ سے ”شمس الضیاء فی میلاد المصطفیٰ“ میلاد ناموں میں ایک گر افنڈر اضافہ ہے۔

مولوی محمد ظہور علی ظہور

مولوی محمد ظہور علی نے شاہ احمد سعید دہلوی کے بیان میلاد کو ”مولود سعیدیہ“ کے نام سے نظم کیا ہے۔ حمد و نعت کے بعد مولوی ظہور علی نے منظوم میلاد نامہ لکھنے کی وجہ بیان کی ہے:

وہ جو ہے مولود ختم الانبیاء

یا ادب حضرت نے مسجد میں پڑھا

آپ کے پڑھنے کی کیا تاثیر تھی

ساری محفل صورت تصویر تھی

جب سنا میں نے مقالہ وہ تمام

سب بیان حضرت خیر الانام

جی میں آیا نظم کر اس کو ظہور

کیا تعجب ہے کہ وہ رب الغفور

اس کی برکت سے کرے بیڑہ کو پار

وہ جہاں میں تجھ کو ہووے افتخار

(۱۱۵)

اس میں نسب نامہ آنحضرتؐ، ظہور نور احمدی، قبل از آدم، نازل شدن نور محمدی، ولادت رسالت، ایام طفولیت آنحضرتؐ، بیان بالیدگی آنحضرتؐ، رفتن وائی حلیمہ، بسوئے مکہ ہمراہ جناب احمد نجفی، بیان ہشت سالہ بودن عمر آنحضرتؐ، بیان دوازدہ سالہ شدن عمر شریف آنحضرتؐ، بیان راہب، بیان براق، بیان معراج

رحمت فرمودن حضرت ابراہیمؑ بیان عبادات پسندیدہ، مجمل بیان معجزات، بیمار شدن و وفات آنحضرتؐ ذکر عاقبت حضرت ابوبکر صدیقؓ اور سب سے آخر میں مروج وقات ناموں کی طرح بیان وفات مبارکہ ہے۔ نبی کریمؐ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کے خواب دیکھنے کے بارے میں چند شعر ملاحظہ ہوں:

تھا جو عبدالمطلب وہ نامور
خواب دیکھا اوس نے یہ وقت سحر
ایک ستارہ گھر سے عبداللہ کے
سرخ رنگت تھی ستارہ کی ولے
آسمان پر یک یک چڑھنے لگا
جس قدر اونچا ہوا بڑھنے لگا
وہ ستارہ الغرض تھا اک عجیب
جبکہ پہنچا آسمان کے وہ قریب
ساری دنیا کے برابر ہو گیا
سب ستاروں سے وہ بہتر ہو گیا
نور اس کا تھا نمایاں دور سے
سب ستارے چھپ گئے اوس نور سے
(۱۲)

اس میلاد نامہ کا وصف خاص سادگی و سلاست اور سہل لب و لہجہ ہے۔

حافظ مولوی ابراہیم علی خان ظلیل (م ۱۹۰۳ء)

حافظ مولوی ابراہیم علی خان ظلیل ۱۸۳۸ء میں پیدا ہوئے اور اپنے پدر بزرگوار نواب محمد علی خان کی معزولی کے بعد مسند آرائے حکومت ہوئے۔ نسل خیر آبادی (تمیز امیر مٹائی) کے شاگرد رہے۔ مولوی ابراہیم علی خان کا میلاد نامہ بعنوان ”سرور المؤمنین المعروف بہ میلاد ظلیل“ کا تیسرا ایڈیشن ۱۹۵۶ء میں چھپا۔ اس کے فوراً بعد اس کا چوتھا ایڈیشن نہایت خوش خط اور بہتر کافت پر محلہ سوداگران ٹونک راجستان کے مطبع محمدی دربار ٹونک سے میر سلمان حافظ رحیم بخش کی فرمائش پر شائع ہوا۔ اس کی ضخامت ۱۲ صفحات ہے۔ عام میلاد ناموں کی طرح نظم اور نثر کے ملے جلے انداز میں لکھا گیا ہے۔ عبارت میں فصاحت و بلاغت ہے۔ مثلاً ایک مقام پر لکھتے ہیں:

”درود اور سلام بے شمار اس ذات عالی صفات، برگزیدہ انفس و آفاق، اشرف

عالم، افضل نبی آدم و آدم پر جس کے وجود باوجود نے سرکشستان وادی ضلالت کو اپنی

شع ہدایت کا نور دکھا کر شرک اور کفر کی تاریکیوں سے باہر نکالا۔“ (۱۷)

میلاد ظلیل کی دوسری خوبی یہ ہے کہ اس میں جتنی روایات بیان کی گئی ہیں وہ سب مستند حوالوں کے

ساتھ لکھی گئی ہیں۔ حضورؐ کی تشریف آوری کی پیش گوئی کسی نہ کسی انداز سے مکمل شرح اور وضاحت کے ساتھ صحائف ماضیہ اور کتب ہائے قدیم میں موجود ہے۔ میلادِ ظلیل میں ان پیش گوئیوں کو بیان کیا گیا ہے۔ دیگر مروج میلاد ناموں کی عام روش کی طرح اس میں بھی نور محمدیؐ کے مدارج کو بڑی شرح اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں آیات قرآنی اور اسنادِ حدیثِ تواتر سے ملتی چلی جاتی ہیں۔ فصیح و بلیغ میلاد ناموں کی طرح میلادِ ظلیل میں بھی زبان و بیان کی فصاحت و بلاغت کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ میلادِ غلامِ امامِ شہید اور میلادِ ظلیل کے درمیان تصنیف کے اعتبار سے قریباً ستر سال کا درمیانی عرصہ ہے لیکن اس کے باوجود میلادِ ظلیل میں الفاظ کی تراش خراش، محاورے، روزمرہ کی بندش، فصاحت و بلاغت کی فراوانی، مشکل الفاظ کی بہتات، آیات قرآنی کے حوالے اور نعتیہ و میلادیہ منظومات کی دل نشینی و رنگارنگی اور احادیث متواترہ کی بوقلمونی الغرض یہ تمام خوبیاں یکجا جمع ہیں۔ مضامین کے بیان میں ترتیب عام میلاد ناموں کی طرح ہے۔ نور محمدیؐ کا بیان، نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت، وقت ولادت کے معجزات، ایام رضاعت کا بیان اور آخر میں معراج شریف کا ذکر ہے۔ میلادِ ظلیل کو معراج پر ختم کر دیا گیا ہے یہی اس کی انفرادیت ہے۔ اس میں آپؐ کی رحلت کا ذکر نہیں ہے۔

آپؐ کی رضاعت کے بیان میں ایسی روایات کے بیان سے مصنف نے پرہیز کیا ہے جس میں تواتر اور ربط باقی نہ رہا ہو۔ اس لحاظ سے بیان رضاعت نہایت مستند اور مفصل بیان کیا گیا ہے۔ ایک مشہور روایت جو قریباً ہر تاریخ میں موجود ہے، اسے میلادِ ظلیل میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریمؐ نے بعد ولادت مقدسہ سات روز تک اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا۔ اس کے بعد حضرت ثویبہؓ نے جو ابو سب کی لونڈی تھی، آپؐ کو دودھ پلایا۔ اور پھر حضرت حلیمہؓ نے آپؐ کو دودھ پلایا۔ عرب کے دستور کے مطابق بچوں کی پرورش آزاد قبائل اور کھلی آب و ہوا میں کیا جانا زیادہ مستحسن گنا جاتا تھا۔

میلادِ ظلیل میں دیگر میلاد ناموں کی طرح درج ذیل روایت کا بھی اعادہ کیا گیا ہے:

”جب حضورؐ کا سن شریف بارہ سال کا ہوا تو آپؐ ہمراہ حضرت ابو طالب ملک شام کی طرف تشریف لے گئے یہاں تک کہ شہر بصرہ میں پہنچے۔ آپؐ کو ایک راہب نے دیکھا۔ اس راہب کا نام جریمس تھا وہ آپؐ کو دیکھ کر دوڑا آپؐ کا ہاتھ پکڑا اور کہا ہذا سید المرسلین ہذا سید العظیمین ہذا۔ بعثت اللہ رحمتہ للعظیمین یعنی یہ ہیں سردارِ رسولوں کے، یہ ہیں سردارِ جہانوں کے، یہ ہیں کہ نبی فرمائے گا ان کو حق تعالیٰ رحمت واسطے جہانوں کے۔ راہب کا یہ بیان سن کر حضرت ابو طالب آپؐ کو واپس لے آئے۔“ (۱۱۸)

شب معراج حضرت جبرئیلؑ جب براق لینے کے لئے جاتے ہیں۔ اس واقعہ کو میلادِ ظلیل میں بڑی خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

”جبرئیل علیہ السلام بفرمان ملکِ علامِ بہشت میں گئے، دیکھا کہ چالیس ہزار براق مرغزارِ بہشت میں چرتے ہیں اور سب کی پیشانی پر نام جناب رسولِ انام علیہ افضل

الصلوة والسلام کا لکھا ہے اور آپ کی سواری کی آرزو کرتے ہیں ان کے درمیان ایک براق سر نیچے ڈالے ہوئے محزون و غمگین کھڑا ہے اور سیلاب اشک اپنے رخساروں سے بہا رہا ہے جبرئیل نے احوال پوچھا اس براق نے کہ نام اس کا جباروس تھا کہا کہ چالیس ہزار برس سے میں نے نام محمد سنا ہے اور شیدا ہوا ہوں اسی روز سے نہ کھانا بھاتا ہے نہ پینا خوش آتا ہے، صرف ان کے عشق و محبت میں جیتا ہوں۔
وہ سر نہیں جس میں نہ ہو سوائے محمد

دل کیا ہے نہ رکھے جو تولائے محمد

ممنون عنایت نہ ہو کیوں آپ کا عالم

ہے مظهر کل ذات معلایے محمد

کل البصر دیدہ مشتاق بناؤں

مل جائے اگر خاک کف پائے محمد

(۱۱۹)

معراج النبی کے بیان کے بعد نثر میں مناجات ہے۔ اس کے بعد میلاد نامہ کو ختم کر دیا گیا ہے۔ مستند حوالوں اور زبان و بیان کی لطافت کی وجہ سے وقیع اور قابل قدر میلاد نامہ ہے۔

احمد حسین خاں مائل (م ۱۹۱۳ء)

احمد حسین خاں مائل بن محمد رضا حسین رضا ۱۸۵۷ء میں مدراس میں پیدا ہوئے۔ فارسی کی تعلیم میر مددی ثاقب سے حاصل کی۔ شاعری میں محمد سرفراز علی وصفی کے شاگرد ہوئے۔ آقا داؤد ابو العالی سے بیعت تھے۔ ڈاکٹری کی سند ۱۸۷۵ء میں حاصل کی۔ ۱۹۱۳ء میں بھارتہ قلعہ و قات پائی۔
ان کا منظوم میلاد نامہ بعنوان "نور ظہور" ۱۸۸۶ء میں چھپا۔ اس پر مطبع کا نام درج نہیں ہے۔ یہ ۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔
نور ظہور سے نمونہ کے طور پر یہ شعر ملاحظہ ہو:

آج ہوتا ہے عیاں گنج نماں شاہ شہاں جلوہ وہ کون و مکان مہر جہاں ماہ ربیع

نور رب فخر عرب عین خدائی کا سبب احمد بے مہم لقب صاحب اعجاز بہار

(۱۲۰)

مائل کے کلام میں روانی، لطف زبان، ندرت بیاں اور پاکیزگی کا وصف موجود ہے۔ ان کا یہ بہت مختصر میلاد نامہ ہے۔ اس میں عام مروج میلاد ناموں کی طرح میلاد یہ مضامین کا کوئی التزام نہیں۔ اس وجہ سے نامکمل نظر آتا ہے۔

خواجہ محمد مرتضی بقا

خواجہ محمد مرتضی بقا کا میلاد نامہ خدا کی رحمت ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس نثری میلاد نامے میں چند

منقولہ بھی شامل ہیں۔ مطبع نول کشور کانپور سے ۱۸۸۶ء میں اس کی طباعت ہوئی۔ اس میں نور محمدی ولادت محمدی، بیان رضاعت اور حلہ شریف کے عنوانات ہیں۔

حلیہ سعدیہ کی ایک روایت کے بیان میں زبان جس طرح سادہ اور اسلوب جس طرح دل نشین ہو جاتا ہے، اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے ہو سکتا ہے:

”جب مکہ کوں بحر رہ گیا میں نے وہاں مقام کیا۔ رات کو خواب میں کیا دیکھتی ہوں کہ ایک درخت سرسبز بہت سی شاخوں والا میرے سر پر سایہ کر رہا ہے اور ایک درخت اور چھوہارے کا ہے کہ طرح طرح کے چھوہارے تازہ اس میں لگے ہیں اور عورتیں بنی سعد کی میرے آس پاس بیٹھی ہیں اور کہتی ہیں کہ اے حلیمہ! تو ہماری شہزادی ہے پھر اس درخت سے چھوہارا میری گود میں گر پڑا میں نے اٹھا کر کھا لیا شد سے زیادہ میٹھا تھا مزا اس کا میرے منہ سے نہ گیا جب تک حضرت میرے پاس رہے

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ۔“ (۱۳۱)

خواجہ مرتضیٰ بقا کی تحریر میں عقیدت مندی، باوقار رویہ، فکری توانائی اور زبان و بیان کی سادگی موجود

ہے۔

سید برہان الدین احمد

سید برہان الدین احمد کا میلاد نامہ ”رسالہ میلاد شریف“ ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء میں طبع ہوا۔ یہ مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی میں موجود ہے۔ یہ میلاد نامہ نظم و نثر کے ملے جلے مضامین کے ۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں معروف موضوعات میلاد روضتہ الواعظین، شرافت الاوقات، معارج النبوت، مدارج النبوت، روضتہ الاحباب اور جذب القلوب الی دیار المحبوب وغیرہ کتب کے حوالوں سے بیان کئے گئے ہیں۔

اس میلاد نامے میں جملوں کی ساخت، عربی اور فارسی لفظوں کا استعمال اور کہیں کہیں طرز بیاں عربی عبارت کو ہو ہو اردو میں منتقل کرنے سے مشکل نظر آتا ہے لیکن مجموعی طور پر اس کا اسلوب صاف، سلیقہ مند اور خوشگوار ہے۔ نمونہ عبارت کے لئے میلاد نامے کی درج ذیل سطور ملاحظہ ہوں، ان میں نبی کریمؐ کی شانِ رحمتہ للعالمین اور سراج منیر کو حضرت موسیٰؑ کے خزانہ رحمت خداوندی جاننے کے ضمن میں مصنف نے بہت دلی انداز میں پیش کیا ہے:

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ ایک چراغ روشن کر اور تمام امت، فوج، حشم اور خدم اپنے کو حکم دے کہ اسی چراغ سے سب مشعل وغیرہ روشن کریں حضرت موسیٰؑ نے بموجب فرمان الہی قبیل کی اور ایک چراغ روشن کیا اور تمام فوج نے اسی سے ہزاروں مشعلیں روشن کیں پھر الامامؑ ہوا کہ اے موسیٰ! تیرے چراغ سے تمام عالم منور ہو گیا۔ اس نور میں کچھ فرق ہوا، یا نہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کی یا رب العالمین! اس کے نور میں کچھ فرق نہیں ہوا پس خطاب ہوا کہ اسی طرح نظیر خزانہ رحمت اور بخشش

میرے کی ہے کہ اگر تمام عالم کو بخش دوں خزانہ رحمت اور بخشش میرا کم نہ ہو گا پس اے عاشقان جمال محمدی و طالبان وصال احمدی اس مقام پر ایک نکتہ صوفیانہ ہے کہ خداوند عالم نے نظیر رحمت اپنا چراغ کو گردانا درحقیقت مراد اس چراغ سے ذات محبوب رب العالمین و شاہد خلوت کدہ ما ارسلاک الارحمۃ للعالمین ہے اس لئے کہ خدا نے کلام مجید میں ذات محمدی کو یہ صفت سراجاً منیراً یعنی چراغ روشن موصوف فرمایا ہے۔ کما قال داعیا الی اللہ باذنہ و سراجاً منیراً پس گویا حضرت موسیٰ سے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ نظیر رحمت میری اس عالم میں ذات احمدی و وجود محمدی ہے کہ اگر تمام عالم کی بخشش چاہے وہ طلب کرنے سے اور بخشش کرنے سے انکار نہ کروں پس ذات حضرت خلاصہ کائنات نمونہ رحمت الہی و اشارہ کرم لامتناہی ہے۔" (۱۳۲)

اس قسم کی مثالوں سے اس میلاد نامے میں ایک ایسا مرقع تیار کیا گیا ہے جو اپنی مثال آپ ہے اور اس کی دوسری خصوصیت مستند اور صحیح روایات کا بیان بڑے موزوں الفاظ میں کیا گیا ہے۔

علی انور قلندر شاہ

شاہ علی انور قلندر، حضرت شاہ علی اکبر قلندر کے صاحبزادے تھے۔ انور تخلص تھا۔ ۱۱ رجب الثانی ۱۳۶۹ھ ر ۱۸۵۸ء کو کاکوری میں پیدا ہوئے۔ (۱۳۳) تقی علی قلندر سے تفسیر و فقہ، حدیث، منطق و کلام اور سلوک و تصوف کی تعلیم حاصل کی۔ شاہ تراب علی قلندر کاکوری سے باطنی فیض پایا۔ ہر وقت یاد الہی سے واصل اور ذکر رسالت پناہی سے شاعری رہتے تھے۔ درس و تدریس کے بعد تصنیف و تالیف اور کتب بنی محبوب مشغلہ تھا۔

ان کا میلاد نامہ نغ العیب فی مولد العیب ۱۸۸۷ء میں کانپور سے طبع ہوا۔ یہ نظم و نثر کے ۸۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں برکات، محفل میلاد، نبی کریم کے فضائل و کمالات، ولادت مبارکہ، معجزات وقت ولادت، رضاعت و بچپن، بعثت و نبوت اور معراج کا بیان ہے۔

مصنف کے صوفیانہ مزاج اور انتخاب الفاظ کی موزونیت نے تحریر کو موثر اور دل آویز بنا دیا ہے۔

شیخ عباد اللہ بادل کانپوری

شیخ عباد اللہ بادل کانپوری متخلص بہ رنج کا میلاد نامہ منظر انور لقب بہ ہمار غلد معروف بہ مولود بادل ۱۳۰۶ھ ر ۱۸۸۸ء میں پہلی بار مطبع نامی کانپور سے شائع ہوا۔ یہ مطبوعہ نسخہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو، کراچی میں موجود ہے۔ یہ میلاد نامہ اپنی مقبولیت کی وجہ سے کئی بار چھپا۔ اسے ۱۹۲۳ء میں ملک دین محمد تاجر کتب کشمیری بازار لاہور نے بھی شائع کیا۔ اس کا ایک نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔

مولود بادل نظم و نثر کے ۸۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حمد و نعت کے بعد آداب محفل میلاد، بیان مولود سرور کائنات، بیان نور محمدی، بیان کاہنہ کے بارے میں، احوال زنان سکنائے مکہ مکرمہ، سلام

درود شریف، بیان رضاعت، بیان شمائل، بیان معجزات، معراج شریف، تعریف براق، در بیان قیامت و استقامت حضرت فاطمہؑ پیش رب العزت، فضائل محمدیؐ اور حضرت عمرؓ کا اسلام لانا کے عنوانات ہیں۔
بیان مولود سرور کائنات میں آپؐ کی ولادت مبارکہ کا ذکر یوں نظم کیا گیا ہے:

لکھ اے قلم خوشی سے ولادت حضورؐ کی
آ جائے گی خماری شراب طہور کی
کائنات پہ ہر طرف ہے تجلی یہ نور کی
بین السطور ہے عیاں اس شکل نور کی
خزوں کا رنگ نور سے تبدیل ہو گیا
ہر دائرہ بھی صورت قدیل ہو گیا
ظاہر کیا ہے پردہ سے خالق نے اپنا نور
ارض و سما کا جس کے سبب سے ہوا ظہور
شہرت ہے اس حبیب کے آمد کی دور دور
مٹ جائیں گے جہاں سے سب بانی فتور
توحید آج کفر کی غلت اڑائے گی
خورشید کی چمک ابھی ذروں میں آئے گی
(۱۲۳)

مولود بادل کی زبان اور اسلوب کا اندازہ لگانے کے لئے نور محمدیؐ کے بیان سے درج ذیل اقتباس

ملاحظہ ہو:

”ایک دن عبد اللہ نے حضرت عبدالمطلب سے کہا کہ میں جب بطنی مکہ کی طرف جاتا ہوں تو ایک نور عظیم الشان میری پشت سے ظاہر ہو کر دو حصہ ہو جاتا ہے۔ نصف اس کا جانب مشرق اور نصف اس کا جانب مغرب منتقل ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہی نور بصورت پارہ ابر کے میرے سر پر سایہ کرتا ہے پھر متوجہ ہوتا ہوں، آسمان کی طرف تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جب زمین پر بیٹھتا ہوں تو زمین سے آواز آتی ہے۔“ کہ اے عبد اللہ! نور محمدیؐ تیری پشت میں جلوہ افروز ہے، تجھے سلام اور جس وقت خشک درخت کے پاس جاتا ہوں وہ درخت فوراً سرسبز ہو کر مجھ پر سایہ کرتا ہے جب وہاں سے اٹھتا ہوں پھر بدستور سوکھ جاتا ہے۔ عبدالمطلب نے کہا اے عبد اللہ! بشارت ہو تجھے کہ تیرے صلب سے سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰؐ کہ جن کی خبر توریت میں ہے پیدا ہوں گے۔“ (۱۲۵)

لکھنؤ کی محفلیں ۱۸۵۷ء کے بعد درہم برہم ہو گئیں تو پھر وہاں کے شعراء اور مرثیہ گو قدر دانی کی

تلاش میں عظیم آباؤ پینڈ، دکن اور دیگر بڑے بڑے شہروں میں منتقل ہو گئے۔ لکھنؤ کے مرہیہ گو شعراء نے واقعات کرپا کو ہزاروں صفحات پر پھیلا دیا تھا۔ ان مرہیہ گو شعراء کے چاروں طرف پھیل جانے کے اثرات میلاد نگاروں نے بھی قبول کئے۔ اور میلاد ناموں میں کسی نہ کسی انداز میں شدائے کرپا کے مصائب کا بیان شروع ہو گیا۔ مثلاً مولود بادل میں قیامت کے بیان میں استغاثہ حضرت بی بی فاطمہؑ پیش رب العزت شامل ہے۔ اس میں قیامت کے دن بی بی فاطمہؑ شہادت حسین کے بارے میں فریاد کرتی ہیں۔ اس لحاظ سے اس میں سرفروشان کرپا اور حضرت امام حسنؑ کی شہادت کا واقعہ بیان کر کے مرہیہ کی طرح فضا بندی کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں چند شعر ملاحظہ ہوں:

پیراہن حسنؑ کی جو آلودہ زہر تھا
شانے پہ دانے اسی بیکس کے ہے پڑا
ملبوس وہ حسینؑ کا خوں سے بھرا ہوا
ڈالے ہے بائیں شانے پہ وہ غم کی جلا
ہے کوفیوں کے ظلم سے دل کو جو بے کھلی
فریاد کرنے پیش خدا آتی ہیں چلی
کھتی ہیں یونہی سانسے خالق کے جاؤں گی
پینوں گی اور خاک بھی سر پہ اڑاؤں گی
فریاد کی گر اپنی نہیں داد پاؤں گی
تالوں سے اپنے عرش بریں کو ہلاؤں گی
میں نے نہ ملک و مال کسی کا دیا لیا
لڑکوں کو کوفیوں نے مرے قتل کیوں کیا
(۱۳۶)

مجموعی لحاظ سے مولود بادل میں دہلی کی تاثیر اور لکھنؤی زبان کی صفائی، فنی تقاضوں کی تکمیل کے ساتھ جلوہ گر نظر آتی ہے۔

نواب صدیق حسن خاں (م ۱۸۹۰ء)

نواب صدیق حسن خاں کا میلاد نامہ بنو ان ۱۳ شہادتہ العبریہ من مولد خیر البریہ ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء کا مطبوعہ ہے۔ اس کا سرورق موجود نہیں، اس وجہ سے مطبع کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ یہ نثر کے ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے اور یہ مطبوعہ نسخہ سنٹرل لائبریری کراچی یونیورسٹی، کراچی میں موجود ہے۔ اس میلاد شریف کی تالیف کے بارے میں مصنف نے لکھا ہے:

”نبی کریمؐ کی ولادت مبارک تا وفات شریف کتب سلف امت کثرت سے موجود

ہیں لیکن ان کتب کا تعلیم و محکم اہل اسلام میں ایک عرصہ دراز سے متروک ہے حالانکہ یہ درس تدریس شرقاً و رجباً "علوم فروع و نحو پر مقدم ہے بعد تحصیل علوم کتب و سنت کے کوئی علم نافع تر علم سیرت و ہدی نبوت نہیں ہے سو اس علم سے اکثر مسلمان غافل ہیں۔ احوال حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عام و خاص نے فقط رسائل مولد پر اکتفا کیا ہے اور ان میں کوئی تالیف لائق اعتماد کلی نہیں نیز قطع نظر اس مسئلے سے جس میں ایک جہان برسر نزاع و تنازع ہے کہ آیا ذکر شریف میلاد بطریقہ مروجہ جائز ہے یا ناجائز اس رسالے میں اختصاراً ذکر احوال خاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا از ولادت تا وفات لکھنا مناسب جانا۔" (۳۷)

اس میں مولفات میلاد شریف، نسب و ولادت شریف آنحضرت، آنحضرت کے قتل پر قریش کا معاہدہ اور انتقال ابو طالب، بیان ہجرت، خصائص آنحضرت، و دلائل نبوت، اہما و القاب نبوی، ذکر شمائل، معجزات، غزوات، اہتمام و عملات و ازواج و خدم، سیرت نبوی کے چند پہلو اور مرض وفات آنحضرت کے عنوانات ہیں۔ مصنف نے اس میں قرآن و حدیث اور مستند و معتبر کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ وہ اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں:

"ہر فصل میں انہی مضامین ماثورہ پر اکتفا کیا گیا جو بمنزلہ راس کے جسد ہیں۔ اور

فقط خبط اطراف پر وقوف ہوا۔" (۳۸)

نبی کریم کی ولادت مبارکہ کے بیان سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"نبی کریم شکم مادر سے ہاتھ پر شفا ام عبدالرحمن بن عوف کے اترے، نگاہ طرف آسمان کے تھی دونوں ہاتھ زمین پر تھے اس میں جو اشارہ ہے وہ مخفی نہیں ہے سر ہمیں چشم پاکیزہ تن ناف بریدہ ختم شدہ پیدا ہوئے بعض نے کہا آپ کا ختم آپ کے جد عبدالمطلب نے ولادت سے ساتویں دن کیا اور بعض نے کہا جبرئیل نے شق صدر کے دن زمانہ رضاعت حلیمہ سعدیہ میں کھنٹہ کیا۔ آپ کی شب ولادت میں کو شک کسرئی حرکت میں آیا اس کی آواز سنی گئی اور چوہہ کنگرے گر گئے اور آتش فارس جو ہزار سال سے یکساں گرم تھی بجھ گئی اور چشمہ ساوہ خشک ہو گیا۔ جب آپ کی عمر ۸ برس دو ماہ دس دن کی ہوئی عبدالمطلب نے انتقال کیا۔" (۳۹)

مصنف نے مواد کی فراہمی میں اجمال سے کام لیا ہے اور غیر ضروری تفصیلات سے پرہیز کیا ہے۔ اس خوبی نے ان کے طرز بیان کو دلکش اور پراثر بنا دیا ہے۔ یہ پہلی میلادیہ تصنیف ہے جو کسی غیر مقلد نے لکھی ہے۔ دراصل شروع میں غیر مقلدین کا عیسائیوں، آریہ سماجیوں، اور شیعوں سے صرف اختلاف تھا۔ بعد میں مرزائیوں کے خلاف رسالے تصنیف ہوئے۔ نبی کریم کے احوال کی ترویج میں ان کی کسی قسم کی کوئی مخالفت نہیں۔

خواجہ شمس الدین

خواجہ شمس الدین کا منظوم ”نور نامہ کلاں“ ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی طباعت مطبع احمدی سے ۱۸۸۸ء میں ہوئی۔ نور نامہ میں ان روایات اور احادیث کو موضوع بنایا گیا ہے جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے اپنے نور سے نور محمدی پیدا کیا۔ اس کے آخر میں ایک دعا اور اس کی برکات کا بیان شامل ہے۔ نور نامہ کے پڑھنے سے مرادوں کے حصول کی نوید دی گئی ہے۔ اور منکرین نور محمدی کو کافر کہا گیا ہے، اشعار ملاحظہ ہوں:

اگر کوئی شک لاوے اس بات پر
تو لعنت ہے اس شوخ بد ذات پر
وہ کافر ہے دوزخ میں دائم رہے
جو اس نور نامہ کو باطل کے
روایت ہے اس نور نامہ میں اور
ذرا دیکھا کرو اس پہ غور
مدینہ میں حضرت علی نے کہا
نہ لاؤ شک اس میں کوئی مطلقاً
پڑھے نور نامہ جو باعقاد
تو بیشک خدا دیوے اس کی مراد
(۱۳۰)

آسمانوں کی ہیئت کے بارے میں لکھا ہے:

ہے اول فلک فقرہ خام سب
زر سرخ کا دوسرا ہے عجب
تمام آسمان تیسرا ہے سفید
عجب اس کی قدرت کا ہے یار ہمید
ہے موتی کا چوتھا یہ بس آسمان
قطرہ سیم کا ہے فلک پانچواں
چھٹا لعل یا قوت کا بیکراں
زمرہ کا ہے ساتواں آسمان
ہیں دروازہ سب آئینہ نو کہ سات
نبی میرے فرماتے ہیں ایسی بات
طلائی کواڑ اس کے سن لے ذرا
دیا قفل ہے لعل یا قوت کا
(۱۳۱)

نور نامے کی زبان قدامت کے باوجود صاف ہے اور تقسیم و ابلاغ میں کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا۔ اس لحاظ سے زبان کی برجستگی اور الفاظ کی بندش اس نور نامے کی نمایاں خوبی ہے۔

محمد سراج الیقین

محمد سراج الیقین نے مولد شریف مصطفوی موسوم بہ تواریخ احمدی ۱۸۸۹ء میں لکھا۔ یہ نثر کے صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی ترتیب درج ذیل ہے:

نسب نامہ، نور محمدی، ولادت مبارکہ، بیان رضاعت، رحلت حضرت آمنہؓ و حضرت عبدالمطلب، حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کی طرف سے مال تجارت لے کر مکہ شام کو جانا، بیان معراج شریف، ہجرت مکہ مکرمہ، احوال اسلام حضرت عبداللہ بن سلامؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، احوال غزوات آنحضرتؐ، معجزات سرور کائنات اور بیان وفات شریف۔

مصنف نے اس میں بیان کردہ روایات کی صحت اور اپنے ماخذ کی نشاندہی کی ہے:

”فقیر نے اس رسالہ حبرکہ کی روایات کی صحت پر بڑا لحاظ کیا ہے، اپنے نزدیک کسی روایت ضعیف کو اس میں دخل نہیں دیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح حاکم، مستدرک، شرح سنن بیہقی، بحر العلوم (امام غم الدین عمر نسفی)، وقائق الاخبار مولد (ابن جوزی)، اشحذ اللغات، مظاہر حق، مصباح النبوت (شاہ محمد ہدائی)، مدارج النبوت، معارج النبوت، روضۃ الاحباب اور ریاض الاذہار وغیرہ جیسی کتب معتبرہ سے حکایات و روایات رسالہ ہذا میں درج کی ہیں۔ ان کتابوں کے نام اس مقام پر لکھ دیئے ہیں تاکہ ناظرین صداقت آئین ملاحظہ فرمائیں اور کسی طرح کا شک و شبہ اس کی صحت پر نہ لائیں۔“ (۳۲)

بیان معراج سے ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

”آپؐ نے فرمایا کہ پھر جب مجھے اللہ تعالیٰ نے وہاں سے آگے پہنچایا تو عالم برزخ اور عالم مثال میں مجھے عجب و غرائب نظر آئے۔ ازاں جملہ بہت لوگ نیکی و بدی کی جزا میں مصروف و گرفتار پائے چنانچہ کچھ لوگوں کو زراعت کرتے پایا اور عجب تماشا ان کا نظر آیا یعنی جس وقت کھیت ہوتے تھے اسی وقت درخت مع خوشے تیار ہوتے تھے۔ پھر جب کھیت کاٹ کر غلہ اٹھاتے تھے ہر دانے کے عوض میں دو چند سے سات سو دانے تک ہاتھ آتے تھے۔ آپؐ نے جبرئیلؑ سے اس کے بارے میں استفسار کیا انہوں نے یہ جواب دیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو رات دن خدا کی عبادت کرتے ہیں اور اپنا مال فی سبیل اللہ فقرا اور غربا کو دے گزرتے ہیں۔ ان لوگوں کو اب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اس کا صلہ ملتا ہے۔“ (۳۳)

سراج الیقین نے واقعات کے بیان میں کہیں کہیں قرآن مجید کی متعلقہ آیات اور ان کا ترجمہ بھی دیا

ہے۔ تمام واقعات اور روایات کو معتبر حوالوں کی مدد سے ایک کہانی کے پیرائے میں لکھا ہے۔ اس میں بھی ان کا عالمانہ طرز استدلال اور متین و پودقار لب و لہجہ جھلکتا ہے۔ ان خصوصیات کی بناء پر ان کے میلاد ثانی کو اس دور کا ایک نئی وضع اور نئے رجحان کا حامل اور نمائندہ کہا جاسکتا ہے۔

میر اعظم علی خان شائق (م ۱۸۹۷ء)

میر اعظم علی خان شائق عمدۃ العلماء نواز الدولہ کے نواسے تھے۔ طویل مدت تک دارالقضا کے ناظم رہے۔ عربی اور فارسی کی بڑی لیاقت تھی۔ شعر گوئی میں مائل سے تلمذ رہا۔ ان کا ضخیم کلیات شعر و سخن سے وابستگی کا شاہد ہے۔ ۱۳۱۵ھ ر ۱۸۹۷ء میں انتقال ہوا۔ حیدر آباد دکن میں مدفون ہیں۔ ان کا کلام جو چار سو صفحات پر پھیلا ہوا ہے، زیادہ تر نبی کریمؐ کے مخلص و محاسن کے بیان پر حاوی ہے۔ ان کے کلیات کی ضخامت سے ان کی شعر گوئی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ایک ہی موضوع پر اتنی ہمہ گیری، تنوع و وسعت اور تخیل کی بلندی عشق رسولؐ کا بین ثبوت ہے۔

اعظم نے زیادہ تر داخلی جذبات کا اظہار کیا ہے۔ معراج کے بیان میں شاعر کی قوت تخیل اور جذبات نگاری اپنے معاصر شعراء سے منفرد اور ممتاز ہے۔ تعداد و تاثر، شاعرانہ خصوصیات، روانی اور فنی اہتمام کے ساتھ اسلوب شعر میں سادگی و لطافت ہے۔

احمد جو احمد کے ہو مقابل شب معراج

جو مہم ہے وہ ہے خط باطل شب معراج

طرفین میں تھی شوق لقا حد سے زیادہ

طے دم میں ہوئی دور کی منزل شب معراج

آنکھوں میں ہیں پردے تو ہے پردوں میں بصیرت

اللہ سے ایسے ہوئے واصل شب معراج

وہ حسن محمدؐ وہ براق اور وہ صورت

ہر ایک کی طبیعت ہوئی مائل شب معراج

بجوں ہوئے سب دیکھ کر سرکار کی عظمت

رفرف جو بنا آپ کا محمل شب معراج

ہے صاف تشدد میں علیٹا کا اشارہ

سب لوگ بشر کے ہوئے قائل شب معراج

کس منہ سے کوں میں کہ خدا خوب ہے واقف

کیا کچھ طے حضرت کو وصال شب معراج

(۱۳۳)

محمد عبدالواحد خاں کی مشنوی کا عنوان ”شوق احمد“ ہے۔ یہ مشنوی عشق رسالتاب کے بیان میں ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ مکتوبہ ۱۳۱۹ھ ر ۱۹۰۱ء نیشنل میوزیم، کراچی میں موجود ہے۔ یہ مشنوی ۳۳ اوراق پر مشتمل ہے۔ زردی مائل حنائی و بیض کاغذ پر سیاہ روشنائی سے لکھا گیا ہے۔ مخطوطہ ہذا معمولی کرم خوردہ ہے۔ ورق اول کے کنارے شکستہ ہیں۔ آغاز میں نستعلیق عمدہ اور بعد میں اوسط خط ہے۔ شاعر کم سواد ہے کیونکہ وہ اکثر اوقات اوزان و بحر کا خیال نہیں رکھتا۔ انتہائی اشعار ملاحظہ ہوں:

پڑھے جو مشنوی شوق احمد

بڑھے وہ اس کے دل میں ذوق احمد

اسے بھی روضہ اقدس کو دکھلائیں

شرف پھر لقا سے اپنے فرمائیں

(۱۳۵)

سید جواد حسین شمیم امرہوی (م ۱۹۱۲ء)

سید جواد حسین شمیم ۱۸۳۸ء میں امرہہ میں پیدا ہوئے۔ حمد و نعت اور میلاد سرور عالم کے عنوان سے ان کا ایک ناقص المرفین مخطوطہ نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہے۔ (۱۳۶) اس مخطوطہ کے متعدد مقامات پر مصنف نے اپنے قلم سے تراجم و اضافے کئے ہیں۔ شمیم کا ۱۹۱۲ء میں انتقال ہوا۔ بیان میلاد مدرس کے انداز میں ہے۔ ایک بند بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

اب مصحف اعجاز و کرامت سنائیں

میلاد جناب شہ خوش ذات سنائیں

مگر کو بھی حال آئے وہ حالات سنائیں

اس پر بھی نہ قائل ہو تو صلوات سنائیں

ہر انس و ملک صبح کرے شہ کی ثنا پر

خالق بھی کسے صل علی صل علی پر

(۱۳۷)

شاعر کے بیان میں شیخگی و محبت کے جذبات کا اظہار ہے۔

حکیم محمد حسن میرٹھی

حکیم محمد حسن بن حکیم خادم حسین یکتا بن حکیم کریم بخش میرٹھ کے معروف اہلباء کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا میلاد نامہ نور محمدی الموسوم بہ نور الانوار، نور محمدی، ولادت و وفات مبارکہ کے احوال پر مبنی ہے۔ ”نور محمدی“ نظم و نثر کے مخلوط انداز میں لکھا گیا ہے اور ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

مطبوعہ نسخہ ۱۸۹۱ء پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔

نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے بیان میں معجزات ہنگام ولادت سے متعلق مشہور اور مقبول روایات کو نظم کیا گیا ہے۔ اس سے ان کے اسلوب کی ندرت اور قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ چند شعر درج ذیل ہیں:

اللہ رے بحر بیت محبوب حق کا جوش
آتش کدے تھے جتنے وہ سب ہو گئے غموش
باطل ہوئے علوم اڑے کاہنوں کے ہوش
ہرپا تھا ساحوں میں بھی فریاد کا خروش
بت خانے مندم ہوئے لات و بہل گرے
کعبہ میں جتنے بت تھے وہ سب منہ کے بل گرے
کفار تھے ذلیل معزز تھے حق پرست
خود ہو گئے جہاں کے زبردست زیر دست
ٹھنڈا ہوا سب آتش پارس کا بندوبست
کسریٰ کے طاق کو بھی ہوئی یک بیک شکست
بالائے خاک خوف سے کفار گر پڑے
دیوان ہلا تو کنگرے دو چار گر پڑے
(۳۳۸)

نبی کریمؐ کی وفات مبارکہ کے بیان میں مرقیہ کی سی فضا بندی کا احساس ہوتا ہے۔ حسینؑ کی حالت زار کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

ٹانا کے کبھی چہرہ سے چہروں کو مالتے
ہاتھوں کو اٹھا کر کبھی آنکھوں سے لگاتے
خواہیدہ سمجھ کر کبھی بازو کو ہلاتے
کرتے کبھی فریاد کبھی اشک بہاتے
کہتے تھے کبھی آنکھیں نہیں کھولتے ٹانا
آرزو ہیں ایسے کہ نہیں بولتے ٹانا
سر پیٹ کے کمتی تھیں یہ زہرا نہ جگاؤ
اب ہاتھ سے تم ٹانا کے بازو نہ ہلاؤ
بس دیکھ پکے آو ردا منہ پہ اوڑھاؤ
زاری کرو فریاد کرو خاک اڑاؤ

جیتے ہو تو دنیا میں تمہیں کیا نہ ملے گا
 تانا سا مگر چاہتے والا نہ ملے گا
 (۱۳۹)

نبی کریمؐ کے ساتھ ارتحال کے بعد حضرت فاطمہ زہراؑ کی مسلسل گریہ و زاری کا نقشہ بھی بڑے درد انگیز انداز میں کھینچا گیا ہے۔ یہ پہلا میلاد نامہ ہے جس میں حضرت فاطمہؑ کے مسلسل رونے کی وجہ سے انہیں گریہ و زاری کے لئے جنت البقیع میں ایک حجرہ بنا کر دینے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

”جناب امیر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبرستان البقیع میں ایک حجرہ اس معصومہ کے

رونے کے واسطے بنوایا کہ نام اس کا بیت الاحزان ہے۔ جناب سیدہ علیہا الصلوٰۃ

والسلام کا یہ معمول تھا کہ جب صبح ہوتی تو دونوں صاحبزادوں کو اپنے ہمراہ لے کر وہاں

تشریف لے جاتی تھیں اور دن بھر روتی تھیں جب شام ہوتی تو جناب امیر علیہ الصلوٰۃ

والسلام اس معصومہ کو وہاں سے لے آتے تھے جبکہ دو مہینے اور چودہ روز آہ و زاری و

گریہ و بے قراری میں اس معصومہ کو گذرے اور صبح آخر حیات سیدہ آئی۔“ (۱۳۰)

محمد حسن کے میلاد نامے کی نمایاں خوبی اس کی سلاست و روانی اور بیان میں خلوص و صداقت ہے۔

ان کی یہی صفات ترسیل فکر کو ایجاد کا اعجاز عطا کر کے اظہار کو وقیع، موثر اور منفرد بناتی ہیں۔

شیخ محمد متقی اور اک

شیخ محمد متقی اور اک، سجادہ نشین شیخ پور کے مولود ختم الرسائل الموسوم بہ میزان آخرت کا سال
 تصنیف ۱۳۰۹ھ ہے۔ یہ میلاد نامہ ۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی
 اردو، کراچی میں موجود ہے۔

اس میلاد نامے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میلاد نامے کے ہر فقرے کو اس طرح موزوں کیا
 گیا ہے کہ ہر فقرے سے حروف ابجد کے قاعدے کے مطابق اس کا سال تصنیف ۱۳۰۹ھ نکلتا ہے۔ نمونہ کے
 طور پر درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

”حوال تولد سراج دین حبیب الہ صل اللہ علیہ وسلم“ (۱۳۰۹ھ) نقل مستند ہے

بدل ہے کہ اللہ پاک نے آدم کو پیدا کر کے“ (۱۳۰۹ھ) نور نامی محمدی ان کی جبین جمیل

میں ودیعت کیا“ (۱۳۰۹ھ) جبین محمود آدم صفی سے نخل ہو کر“ (۱۳۰۹ھ) حامی اسلام

شیش کے سپرد ہوا“ (۱۳۰۹ھ) اسی طور اصلاب پاک سے جدا ہوتا ہوا عبداللہ فلک جاہ

کو پہنچا“ (۱۳۰۹ھ) عبداللہ مقبول الہ آپ کے والد زینتہ انجمن عالی مقام تھے“

(۱۳۱۰ھ) اپنی قوم میں صاحب وقار و نیک نام تھے“ (۱۳۰۹ھ) نور شریف محمدی نے ان

کی جبین کو ایسی جلا دی“ (۱۳۰۹ھ) کہ جز و کل زنان صالح قریش آپ پر فدا ہوئیں“

(۱۳۰۹ھ) جب عبدالملک کو اس حال نازک تر سے کما حقہ آگاہی ہوئی“ (۱۳۰۹ھ)

عبداللہ عقیف کا نکاح آمنہؓ کے ساتھ کر دیا، (۱۳۰۹ھ)۔ (۱۳۱)

اس میلاد نامے کی ترتیب سے مصنف کے والہانہ لگاؤ، ذوق و شوق اور محنت و لگن کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے، اور یہی اس کی انفرادیت ہے۔

میر ممدی مجروح (م ۱۹۰۲ء)

میر ممدی مجروح عطف میر حسین دہلوی، مرزا غالب کے شاگرد عزیز تھے۔ ۱۸۵۷ء میں دہلی چھوڑ کر کچھ عرصہ کے لئے پانی پت چلے گئے۔ وہاں سے واپسی پر دہلی میں مختصر قیام کے بعد پھر تلاش معاش کے سلسلہ میں الور چلے گئے۔ وہاں کے والئی ریاست نے ان کی قدر دانی کی۔ آخری عمر نواب رامپور کی فیاضی کی وجہ سے آسویگی سے بسر ہوئی۔ ان کا ۱۹۰۲ء میں انتقال ہوا۔

مجروح کے دیوان منظر معانی کے علاوہ ان کا میلاد نامہ "انوار الاعجاز" ۱۸۸۷ء کا مطبوعہ ہے اور نثر کے ۲۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کے میلاد اور معجزات کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ مجروح نے اپنے شیعہ عقائد کی وجہ سے اس میں آئمہ کے حالات اور ان کی کرامات بھی بیان کی ہیں۔ اس کے دیباچہ میں مجروح نے سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اس فقیر کثیر التصیر ممدی بن میر حسین دہلوی نے ہنگام شباب میں کہ لطیف ترین ایام حیات ہے، ہنگامہ لبو و لعب گرم کر کے نیک کاموں سے دل سرد کیا جب سنین عمر نے تیس سے تجاوز کیا اور قوائے بدنہ میں اضطلال پیدا ہوا اس وقت خیال مرگ آیا۔ تمی دستی پر افسوس کیا۔ خاطر غم آلود و جان الم فرسود ہوئی۔ اس حال میں کچھ فضائل سید المرسلینؐ و آئمہ طاہرینؑ لکھنے کا خیال آیا اور باوجود بے استعدادی اور لاعلمی کے کتب متداولہ عنہم مثل حیات القلوب و عین الحیوة ملا محمد باقر مجلسی و شمس الضحیٰ مناقب مرتضوی، فتوحات القدس و طاہر القصص وغیرہ سے فضائل استیعاب کر کے زبان مروجہ حال اردو میں لکھے۔" (۱۳۲)

اس میں احوال تولد مبارک، حال رضاعت جناب رسول خدا، حالات سفر شام بسلسلہ تجارت، اسماء مبارک ازواج مطہرات، معجزات نرہائے آنحضرت، ذکر معجزات، وہ معجزات جو آنحضرت سے نہایت، جمادات، حیوانات اور مردوں کو زندہ کرنے میں ظاہر ہوئے، معجزات جو بیماروں کو شفا دینے میں ظاہر ہوئے، معجزات جو اجابت دعا سے ہوئے، معجزات آنحضرتؐ جو نکثیر طعام و آب میں ہوئے، معجزات آنحضرتؐ جو کفایت شر و دشمنوں میں ہوئے، معجزات روز جنگ احزاب، معجزات جو غیب کی خبریں دینے میں ہوئے، معجزات جو عالم اخفا سے ظاہر ہوئے، معجزات آنحضرتؐ جو جنات سے وقوع میں آئے، معجزات جو اشیاء سے وقوع میں آئے، معجزات ہنگام ارتحال آنحضرتؐ، معجزات آنحضرتؐ جو فرشتوں سے ظاہر ہوئے اور اوصاف و شمائل آنحضرتؐ کے عنوانات ہیں۔

میر ممدی مجروح نے انوار الاعجاز میں سادہ، آسان اور عام فہم زبان لکھی ہے۔ بعض الفاظ کا الماء

موجودہ علماء سے مختلف ہے اور الفاظ بھی قدیم ہیں۔

منشی محمد سخاوت حسین تسخیرِ یونانی

منشی محمد سخاوت حسین تسخیرِ یونانی کا میلاد نامہ مرآة الحور مع ریاض النور ۱۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ میلاد نامہ خواتین کی محافلِ میلاد کے لئے لکھا گیا تھا اس لئے اس میں ہر بیان کے شروع میں "۱۔ بیبہ میری طرف دیکھو اور اللہ کی قدرت کی باتیں سنو۔" (۱۳۳) وغیرہ سے مخاطب کیا گیا ہے۔ اسی طرح ہر بیان کے اختتام پر نسائی جذبات کو مد نظر رکھا گیا ہے جیسے

یا الہی مصطفیٰ کے واسطے

اور بی بی فاطمہ کے واسطے

نبال بچوں کو ہمارے شاد رکھ

اور خاوندوں سے گھر آباد رکھ

غیر مردوں کی نگاہوں سے بچا

دے ہمارے دل کو اپنا آسرا

حشر میں خیر النساء کا ساتھ ہو

ہم پہ حضرت عائشہ کا ہاتھ ہو

(۱۳۴)

اس میلاد نامے کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے مرآة الحور میں نور محمدی "پیدائشِ آدم" ولادتِ نبوی" قصہِ حلیمہ سعدیہ" اور رضاعت کا بیان ہے۔ دوسرے حصے ریاض النور میں بسم اللہ کی برکتوں کا بیان، امتِ محمدیہ، فضائلِ درودِ شریف، نور محمدی کا حضرت آمنہؓ کو تفویض ہونا، معجزاتِ ولادت اور بیانِ معراج کے عنوانات ہیں۔ یہ میلاد نامہ نظم و نثر کے مخلوط بیان پر مشتمل ہے۔

آپؐ کی والدہ ماجدہ آپؐ کو دائی حلیمہ کے سپرد کرتی ہیں۔ اس موقع پر تسخیرِ یونانی نے حضرت آمنہؓ کے جذبات کی عکاسی کی ہے۔ اس بیان سے چند شعر ملاحظہ ہوں:

بولی وہ ہوں میں حلیمہ دائی

آپ کے چاند کو لینے آئی

آمنہ بولیں کہ لے تیرے نصیب

میرا لڑکا تو ہے اللہ کا حبیب

تو جو اس لڑکے کو لینے آئی

اچھی قسمت تری چکی دائی

پر کسے دیتی ہوں تکلیف نہ ہو

میرے بچے کو سنبھالے رکھیو

نرم بستر پہ سلانا اس کو
 جاگنا خود نہ بگاتا اس کو
 روٹھ جائے تو منانا اس کو
 دل دکھے گا نہ رلانا اس کو
 میری آنکھوں کا اجالا ہے یہ
 دیکھو بن باپ کا پالا ہے یہ
 میلا دل اس کا نہ کیجئے دائی
 جو یہ مانگے وہی دیجو دائی
 آنکھ سے اوٹ نہ ہونے دینا
 مت اکیلا اسے سونے دینا
 دیکھو یہ چاند سا کھیرا دائی
 بری نظروں سے بچانا دائی
 دھوپ میں یہ نہ نکلنے پائے
 پھول ہے میرا نہ کھلا جائے
 اچھی دولت ہے یہ دائی میری
 عمر بھر کی ہے کمانی میری
 اس کے چھٹنے کا بت ہو گا داغ
 سارے گھر کا ہے یہی ایک چراغ
 دودھ اس کو جو پلائے گی تو
 اور اسے پال کے لائے گی تو
 تنگ ہوں کیسے کموں زر دوں گی
 پر کسے دیتی ہوں خوش کر دوں گی

(۱۳۵)

تخریبِ ایوبی کے بیان سے خلوص اور عقیدت مندی جھلکتی ہے۔ ان کے بیان میں نہ تو مبالغہ کا گندہ
 ہے اور نہ فصیح کو دخل ہے۔ حقیقت حال کا بیان خلوص کی زبان سے کیا گیا ہے۔ ان کے بیان میں زبان
 نہایت صاف، سلیس اور لفظی صناعت کی پیچیدگیوں سے پاک ہے۔ انہوں نے اپنی فنی توانائی سے شفق رنگ
 پھول کھلائے ہیں۔

حکیم امیر الدین عطار اکبر آبادی (م ۱۸۹۹ء)

حکیم امیر الدین عطار صوفی منش شاعر اور ادیب تھے۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان مولود عطار مطبع

ابوالعلائی آگرہ سے ۱۸۹۳ء میں پہلی بار چھپا۔ یہ میلاد نامہ ۵۱ صفحات پر مشتمل ہے اور نثر کی نسبت زیادہ منکوم ہے۔ مصنف نے مجلسی انداز بیان کو ملحوظ رکھا ہے۔ حمد و نعت کے بعد فضیلت محفل میلاد، خدمت درود شریف، برکات میلاد، شاہ عبدالرحیم کا بننے چنے پانٹنے کا واقعہ، نور محمدی، فضائل و خصائل رسالتاب، مناقب حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، منقبت خلفائے راشدین، یہودی عورت کے قبول اسلام کا واقعہ، میلاد کی برکات، قصہ قاتل و ہاتل، حضرت موسیٰ کا دیدار رسالتاب کی آرزو کرنا، مدحت خیر الانام اور آخر میں الف خان اکبر آبادی برادر مصنف کی مناجات شامل کی گئی ہے۔

قرآن و حدیث کے علاوہ فیوض الحرمین (شاہ ولی اللہ) راحت القلوب (حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء) جمع الجوامع (سیوطی) اور چند دیگر کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں۔

نثر میں شاعرانہ زور اور جوش موجود ہے۔ اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے:

”آسمان کو زمین سے بھی غبار ہے کہ پیدا ہوئے مجھ پر نہ حضرت کا مزار ہے۔ مر بے مر کو اس کی جن ہے کہ میں نہ ہوا روضہ میں شمع روشن ہے۔ ماہ کو اس کا داغ ہے کہ میں دل بجھایاں، وہاں جلتا چراغ ہے تارے یوں ستارے سے ٹوٹتے ہیں کہ گل چراغ کی بہار لوٹنے ہیں فلک پر جو عقد ثریا تیار ہے یہ اسے جھاڑ چراغ کا عکس نمودار ہے۔ دھنک کی جو سبز و سرخ لکیر ہے یہ محراب روضہ کا نقشہ تحریر ہے روئے گردوں نہیں افق ہے خوشی سے چہرہ ہوتی شفق ہے دل بادل جو گر جتا ہے دل سے آپ کی محبت کا دم بھرتا ہے ابر کو مہر نہیں آتا ہے یوں برس برس جھڑی لگاتا ہے کہ گرد و غبار روضہ کے باہر دھوتا ہے بجلی جو چمک کر چھپ جاتی ہے روضہ کے سنہری کلس کی جھلک سے شرماتی ہے برق بے قراری دکھاتی ہے بار بار کڑکا بجاتی ہے بدلی پاؤں لگاتی ہے یہ عاشقوں کو سناتی ہے۔ ایسا کون دلدار ہے کہ جس کا خدا خود طالب دیدار ہے ہاں ہاں وہی تو ایک یار ہے کہ نام نای جس کا محمد رسول اللہ احمد مختار ہے۔ لباس بشر میں نور خدا تھا واللہ اعلم کیا ماہرا تھا بندہ ہو کر حبیب خدا ہوا یہ رتبہ کس کو نصیب ہوا۔“ (۱۳۶)

خلفائے راشدین کی منقبت میں محبت و عقیدت کے جذبات کا اظہار ہے۔ اور اس بیان میں ان کا اخلاص جھلکتا محسوس ہوتا ہے۔ اس منقبت کے چند شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

بوکر ہے ابر سقا بحر عطا عادل عمر
 عثمان ہے سنج گوہر کان جواہر ہے علی
 بوکر ہے بانج بہشت اور حم عدل کشت عمر
 عثمان ہے جام و سیو ساقی کوثر ہے علی
 بوکر طوٹی کا شجر اور شاخ ہے اس کی عمر
 عثمان برگ سبز ہے اور میوہ تر ہے علی

بوکڑے سرو سہی ہے مگر تو قد شمشاد ہے عمر
 عثمانؓ ہمار بوستان بلخ صنوبر ہے علیؓ
 بوکڑے ہوئے عود مگر تو بوئے صندل ہے عمر
 عثمانؓ بوئے مشک ہے اور بوئے عنبر ہے علیؓ
 (۱۳۷)

مہفل میلاد کے منکر پر اللہ کی طرف سے لعنت ہوتی ہے۔ مہفل میلاد میں نبی کریمؐ تشریف لاتے ہیں۔ اور اس بزم کا دیدار کرنے فرشتے آتے ہیں۔ اشعار ملاحظہ ہوں۔

اس مہفل میلاد سے ہو ہو کوئی منکر
 اللہ اسے لعنت کرے پھٹکاؤ پیبر
 (۱۳۸)

کیوں کر نہ یہ مہفل شب معراج کمائے
 اور فرش زمیں عرش بریں آج کمائے
 یاں آئے وہ نبیوں کا جو سرتاج کمائے
 اس جا تو ہے یکساں غنی محتاج کمائے
 (۱۳۹)

جس جا پہ پڑھی جاتی ہے نعت شہ ابرار
 واں لاتے ہیں تشریف شریف احمد مختار
 آتے ہیں ملک دیکھنے اس بزم کا دیدار
 اور پڑھ کے درود آل محمد پہ وہ سو بار
 (۱۴۰)

متذکرہ بالا نوعیت کے اشعار کا غالب حصہ میلاد ناموں میں اہل حدیث علماء کے خیالات کے رد عمل کے طور پر تخلیق ہوا جنہوں نے مہفل میلاد کو بدعت قرار دیا۔ میلاد نگاروں نے میلاد ناموں میں اپنے عقائد، نظریات اور خیالات و احساسات کا برملا اور واضح اظہار کیا ہے۔ ایسے مواقع پر میلاد نگاروں نے اپنے تمام علمی، فقہی، مذہبی اور فنی تجربات و مشاہدات کا نیچوڑ پیش کیا ہے جو ان کے مطالعہ ظاہری اور مشاہدہ باطنی کا ماحصل نظر آتی ہیں۔ اس قسم کی منظومات سے خوش عقیدہ اور شاعری ہاریکوں کو سمجھنے والے پوری طرح حقا اٹھا سکتے ہیں۔

سید محمد علی بیدل بریلوی (م ۱۹۰۲ء)

سید محمد علی بیدل بریلوی اپنے دور کے نامور طیب تھے۔ شعر و سخن سے گمراہ لگاؤ رکھتے تھے۔ ان کا

میلاد نامہ بعنوان ”آئینہ شفاعت مشہور نتیجہ قیامت“ نفاذی پریس بریلی سے ۱۸۹۵ء میں چھپا۔ اس میلاد نامے کے ۲۴ صفحات ہیں جو نظم و نثر کے مخلوط بیان پر مبنی ہیں۔ عام طور پر مولود نامے سے خیر جوئی، برکت طلبی اور حصول ثواب کے لئے لکھے گئے ہیں اس لئے ان میں سے بیشتر ایسے ہیں جن میں فن شاعری کا لحاظ بہت کم رکھا گیا ہے۔ موزونی طبع کو بنیاد بنا کر نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے احوال بیان کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے لیکن شاعرانہ محاسن کے اعتبار سے سید محمد علی بیدل بریلوی کا میلاد نامہ فکر و فن سے آراستہ ہے اور ان کے اشعار میں جذبہ و صداقت کا عنصر موجود ہے۔

آئینہ شفاعت میں محمد رب جلیل، نعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، احوال نور محمدی، مولود نبی کریم، معراج شریف، احوال پیدائش و حال شاہ یمن، بیان ظہور امام مہدی، بیان آمد حضرت یحییٰ، احوال آثار قیامت، احوال قرب و نشور و اسرائیل، میدان خشر میں حضرت علی المرتضیٰ کا داخل ہونا، بیان مردگان زیر زمین، میدان خشر کا عدل و انصاف کے ساتھ برپا ہونا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوق خدا کا درجہ بدرجہ طلب ہونا اور امت محمدی کی شفاعت کا بیان ہے۔

مصنف نے دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے اپنے میلاد نامہ کے حوالے قرآن و حدیث اور کتب معتبرہ سے اخذ کئے ہیں لیکن میلاد نامے میں کسی کتاب کا نام لے کر حوالہ نہیں دیا۔ ولادت نبوی کی مشکوٰت میں فضا بندی اور ماحول سازی کا عنصر نمایاں ہے۔ نیز اس دور کی شاعری کا طرہ امتیاز رعایت لفظی، صنائع بدائع اور خارجیت جیسی خصوصیات عام ہیں۔ چند اشعار بیان تولد رسالت سے ملاحظہ فرمائیے۔

مولود مصطفیٰ کا بیاں ہے پڑھو درود
ہر سو خدا کا نور عیاں ہے پڑھو درود
آمد رسول پاک جہاں ہے پڑھو درود
خوش خوش ہر اک حجر و جواں ہے پڑھو درود
جس دم پڑھا درود معطر دھن ہوا
ذکر رسول پاک سے وہ گھر چن ہوا
سربز ہیں چمن تر و تازہ ہیں برگ و بار
شاخوں پہ بلبلیں بھی جھکتی ہیں بار بار
غنچے لئے ہیں ہونٹوں میں گل کرنے کو نثار
گلزار کی مکہ سے ہے عنبر فشاں بہار
پھولے نہیں ساتے ہیں جو حق پرست ہیں
ہر گل میں یہ مکہ کہ طاؤس مست ہیں
مانند گل شگفتہ ہیں مکہ کے خاص و عام
ہے قدسیوں میں شہ کی ولادت کی دھوم دھام

افرونی نور کی ہے مد و مر میں تمام
 ایک ایک کی زبان پہ ہے محبوب حق کا نام
 تسبیح خوانیوں پہ ملک ہیں ستلے ہوئے
 ساتوں فلک کے آج ہیں سب در کھلے ہوئے
 ہے آمنہ کے گھر میں عجب نور لاجواب
 حجرہ کے نور سے ہے جن جن برج آفتاب
 عشرت کا ہے وفور مسرت ہے بے حساب
 ہے شوق میں کھلا ہوا رحمت خدا کا باب
 سماں ظہور ختم رسالت جو پاتے ہیں
 گردوں سے فوج فوج بلک آتے جاتے ہیں
 (۱۵۱)

واقعہ معراج میلاد نگاروں کے نزدیک ایک اہم موضوع رہا ہے۔ اس کے لئے علیحدہ معراج نامے بھی لکھے گئے۔ نظم میں واقعہ معراج عام طور پر مثنوی کی ہیئت میں لکھا گیا ہے اور اسی مناسبت سے ان میں مربوط فضا بندی اور ربط و تسلسل کی خصوصیت موجود ہے۔ بیدل بریلوی نے بھی واقعہ معراج کے بیان میں سوثر لب و لہجہ اختیار کیا ہے اور اپنی فنی مہارت سے نشاطیہ آہنگ اور حسن و خوبصورتی سے عرش تک کے سفر کا نقشہ کھینچا ہے۔ اور اس کے لئے قصیدے کی ہیئت منتخب کی ہے۔ بیان معراج سے درج ذیل اشعار ملاحظہ ہوں:

مقام سدوہ پر پہنچے تو حضرت دیکھتے کیا ہیں
 کہ رک کر اس جگہ جبرئیل یہ مژدہ سنانا ہے
 اگر آگے بڑھوں کچھ بھی تو بل جاویں میرے سب پر
 یہ رتبہ آپ کا ہے جائے خالق بلاتا ہے
 وہاں سے جب چلے تو سرور دیں دیکھتے کیا ہیں
 کہ رعب ذات سے سب جسم اطہر تھر تھراتا ہے
 مقام قرب حق تھا یہ زبان حال سے گویا
 کہ خالق راز اپنا سب محمد کو بتاتا ہے
 زمین و آسمان پر یہی غل تھا یہی چرچا
 خدا تلعت شفاعت کا محمد کو پرسانا ہے
 دیا کردیاں نے حاملان عرش کو مژدہ
 خدا کے پاس سے محبوب حق تشریف لاتا ہے

کہا یہ حاملان عرش نے آپس میں خوش ہو کر
 چلو دیدار کو محبوب حق جلوہ دکھاتا ہے
 ہوا حکم خدا روح الامیں کو کہہ دو رضواں سے
 سنوارے بہشت جنت سیر کو محبوب آتا ہے
 سواری خلد کی جانب گئی تو آپ نے دیکھا
 کہ رضواں لعل و گوہر نام حضرت پر لٹاتا ہے
 مکان اعلیٰ سے اعلیٰ نور کا دیکھا لب کوثر
 جسے قصر معلیٰ خازن جنت بنانا ہے
 مکان پھر نور کا دیکھا نبی نے دوسرا وہ تھا
 کہا جبرئیل نے قصر علیٰ جلوہ دکھاتا ہے
 مکان پھر ایک موتی کا دکھا کر بولے حضرت سے
 یہ گھر ہے قاطمہ کا جو نظر حضرت کو آتا ہے
 مکان بنتے ہوئے دو دیکھے یا قوت و زمرہ سے
 کہا شہر نے کہ رضواں دو مکان کس کے بناتا ہے
 کہا جبرئیل نے شبیر و شہر کے ہیں یہ مسکن
 انیس دو نور سے ہر پھول بو و رنگ پاتا ہے
 (۱۵۲)

اس میلاد نامے میں ظہور امام مہدی، حضرت عیسیٰ کی آمد کے علاوہ احوال آثار قیامت بھی بیان کئے
 گئے ہیں۔ ان سب واقعات کا میلاد الہی کے موضوع سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ میدان حشر میں
 خاتون جنت حضرت قاطمہ کی آمد کا تفصیلی بیان مرہیہ کے انداز میں کیا گیا ہے۔ جس سے میلاد نامہ کے
 آخری صفحات شدائے کرلا کا مرہیہ لگتے ہیں۔ دراصل اس قسم کے واقعات کا بیان لکھنؤ اور اس کے
 اردگرد کی مخصوص شیعہ عزاواری کی عمومی فضا کے زیر اثر شامل کیا گیا ہے۔ اگرچہ اس قسم کا بیان میلاد
 ناموں میں خال خال نظر آتا ہے پھر بھی مرہیہ نگاری اور شیعیت کے اثرات غیر شعوری طور پر معاصر ادبی و
 فنی رویوں پر مرتب ہوئے۔ حالانکہ محفل میلاد میں بیان حزن و ملال کسی طرح بھی جائز یا درست نہیں
 ہے۔

خاتون جنت کے میدان حشر میں تشریف لانے کے بارے میں ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے:
 ”جبرئیل فرماتے ہیں۔ اے خاتون جنت فخر آدم بنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
 وسلم آپ تشریف لے چلئے کہ آج روز حساب ہے۔ خداوند عالم نے جناب کو طلب
 فرمایا ہے نائے جنت حضور کی سواری کے واسطے میں لایا ہوں اور تاج خلد ہمیں سے
 اور تحفہ لمبوس عطیہ جناب باری بھی لایا ہوں جناب خاتون جنت بی بی قاطمہ زہرا بنت

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل کی آواز سن کر فرمائے گی کہ اے جبرئیل پھر میرے بابا کا کس نے در دندان شمشید کیا یا پھر کس نے علی کے سر پر تلوار ماری۔ اے جبرئیل کیا پھر اعدائے بے دین نے میرے حسن کو زہر دیا۔ اے جبرئیل کیا پھر میرے حسین بیکس و مظلوم کو تین دن کا بھوکا اور پیاسا ذبح کیا۔ جناب زہرا اس نورانی نکتہ پر اس صورت سے سوار ہوں گی کہ گریباں چاک چاک اور دندان اپنے بابا کا شکستہ اپنے سیدھے ہاتھ پر رکھے ہوئے علامہ علی مرتضیٰ خون آلودہ اور پارہ ہائے دل حسن رومال میں بستہ اور خون تبا کلڑے کلڑے شہیدان کریمہ کی اپنے سینہ سے لگائے ہوئے درگاہ خداوند عالم میں حاضر ہو کر یوں عرض کریں گی۔

ناگاہ زمین حشر کی ہووے گی سرد تر
 ہو جاویں گی فرو شرر آتش ستر
 چرچا یہ ہو گا اہل قیامت میں یک دگر
 کس عاشق خدا کا ہے اب حشر میں گذر
 اس وقت آفتاب قیامت بھی سرد ہے
 آمد یہ جس کی ہے وہ رحیمی میں فرد ہے
 پھر تو نمود ہوویں گی واں حوریں بے حساب
 گیسو کشا وہ خاک بر اور بے حواس
 اور صف یہ صف پکاریں گی بادیدہ پر آب
 ہاں اہل حشر بند کرو آنکھیں تم شباب
 بت رسول صاحب تطہیر آتی ہیں
 خاتون حشر اور شیر آتی ہیں
 آنکھیں کریں گے بند زن و مرد پھر تمام
 ہو گا نمود قاطمہ کا نکتہ خوش خرام
 پیش الہ حشر میں آتی ہیں قاطمہ
 اپنا تمام حال سناتی ہیں قاطمہ
 صبر و رضا خدا کو بتاتی ہیں قاطمہ
 جور و ستم عدو کے دکھاتی ہیں قاطمہ
 پایہ پکڑ کے روئیں گی عرش عظیم کا
 سر کاٹا بے گناہ میرے در یتیم کا
 انصاف تیرے ہاتھ ہے مجھ دل ملول کا
 قاتل نے خون بہایا ہے آل رسول کا

روشن ہے تیری ذات پہ الٰہی رب ذوالمنن
 پالے تھے میں نے بیٹے بھد رنج اور عن
 نور نظر علی کے تھے اور میری جان و تن
 روح علی حسین ہے، نور نبی حسن
 گھر سے بلا کے ہائے میرے نور عین کو
 بے آب و دانہ فزع کیا ہے حسین کو
 جب تک نہ اپنی داد کو یارب میں پاؤں گی
 تالوں سے تیرے عرش بریں کو ہلاؤں گی
 آئی شب نہم جو محرم کے ماہ کی
 کثرت ہوئی ایزد عین کی سپاہ کی
 سر تو کیا تھا میرے پر نے فدائے رب
 پھر لاش پامل جو کی اس کا کیا سبب
 پھر لوٹا اہل بیت کو یہ اور سن غضب
 امت نے اہل بیت کا کیسا کیا ادب
 ہے قتل ۶ حسین کی سارا جہاں گواہ
 خنجر گواہ نیزہ گواہ اور سناں گواہ
 مارا ہے پیاسا شمر خنجر سے پوچھ لے
 منکر جو شمر ہووے تو خنجر سے پوچھ لے
 نکرائے گی جو عرش سے ماتھے کو زور سے
 رونے لگیں گے عرش کے حامل بھی شور سے
 فریاد فاطمہ سے سب آنسو بہائیں گے
 چوہہ طبق ارض و سما تھر تھرائیں گے
 جبرئیل دوڑے خدمت احمد میں جائیں گے
 دریائے قر حق میں ز بس جوش آئیں گے
 سننے کے ساتھ شافع کونین آئیں گے
 اور آکے فاطمہ کو گلے سے لگائیں گے
 شکوہ کا ہے محل نہ شکایت کا وقت ہے
 حق سے دعا کرو کہ شفاعت کا وقت ہے
 جبرئیل سے کہیں گے نبی کچھ نہ خوف کھاؤ
 جاؤ میرے حسین کو تم کرلا سے لاؤ

در اصل ۱۸۵۷ء کے بعد جب لکھنؤ کی محظفیں درہم برہم ہو گئیں تو مرہیہ گو لکھنؤ سے باہر نکلے اور چاروں طرف پھیل گئے۔ ان لوگوں نے مرثیوں میں مایوسی، رنج و اندوہ اور مردنی کی فضا پیدا کی جبکہ شہیدانِ کربلا کے اسوہ حسنہ کو مد نظر رکھ کر اسلام پر مرثیے کا جذبہ پیدا کر کے تحریک آزادی کا کام لے سکتے تھے اور انہیں نمونہ عمل بنا کر تاریک راہوں کو روشن کیا جا سکتا تھا۔ شدائے کربلا نے جس منبع سے اکتساب فیض کیا تھا۔ اس کی تعلیمات، فیضانِ نظر اور اس کے کردار کو مشعل راہ بنا کر فکر و نظر کی درمندیوں کو ختم کیا جا سکتا تھا لیکن اس سرچشمہ انسانیت کا ذکر مرثیوں میں بہت کم موجود ہے۔ عصری تاثر میں ہم دیکھتے ہیں تو انگریزوں کا تسلط، لٹلہ بہ لٹلہ مضبوط ہوتا نظر آتا ہے۔ اس قسم کے حالات میں مرثیہ گو اپنے حلقہ اثر میں زندگی کی بند مسلسل اور تنگ و تاز کے فلسفہ کی تبلیغ و ترویج سے ایک اہم تبدیلی لاسکتے تھے۔ یہ وہ درس تھا جو اہل کربلا نے عملی طور پر حریت و آزادی کا سکھایا تھا مگر اس کے برعکس مرثیہ نگاروں نے رونے و صحنے کے عمل اور فعل سے مایوسی کی فضا کو اور زیادہ گہرا کر دیا۔

بیدل بریلوی کا میلاد نامہ اپنی فکری و فنی خوبیوں کی وجہ سے خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں نئی بات یہی ہے کہ انہوں نے گنہگار امت کی شفاعت کے باب میں سانحہ کربلا کی یاد تازہ کر کے مرثیہ کی سی فضا پیدا کر دی ہے۔

حافظ محمد اکمل

حافظ محمد اکمل کا میلاد نامہ توصیف احمدی کے نام سے ۱۸۹۵ء میں مطبع پنجابی، لاہور سے شائع ہوا۔ یہ ۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور اس میں اردو میں بیان میلاد کے علاوہ فارسی اور پنجابی میں بھی میلاد کی شہادتیں ہیں۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پبلک لائبریری، یلغ لائٹس خاں، ملتان میں موجود ہے۔

محمد سلطان عاقل دہلوی

محمد سلطان عاقل دہلوی کا منظوم میلاد ۲۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ ناقص الاول ہونے کی وجہ سے مطبع کا نام اور تاریخ اشاعت معلوم نہیں ہو سکی۔ یہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔

قاضیہ ناقص ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کا سایہ نہ ہونے کی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

اب سایہ نہ ہونے کی کہوں وجہ میں جو جو
ہر لفظ میں خورشیدِ درخشاں کی چمک ہو
سایہ کا نہ ہونا ارنی گو سے تو پوچھو
ہے نور مجسم بدن سرورِ خوش خو
کس طرح عیاں ہو شہِ جمہور کا سایہ

دیکھا ہے کسی نے بھی کہیں نور کا سایہ
(۱۵۴)

عاقل کے میلاد نامے کی خوبی اس کا طرز استدلال ہے جو طبیعت پر گراں نہیں گذرتا بلکہ قاری کے جذبات و احساسات کے آثار چڑھاؤ کے عمل کو مکمل کرتا ہے۔

حافظ محمد فیض اللہ بیگ

حافظ محمد فیض اللہ بیگ اکبر آباد میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد اپنے والد مرزا لطف اللہ بیگ اور سید قربان حسین قادری سے مروجہ علوم کی تعلیم حاصل کی۔ آگرہ کے معروف مولود خواں تھے۔

ان کا معراج نامہ بعنوان "تختہ رجبی" نظم و نثر کے سبب صفحات پر محیط ہے۔ اس میں معراج النبی کے بارے میں عام روایات کے بیان کے علاوہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی شان میں مسدس بھی شامل ہے۔ ان کے بیان معراج میں اخلاص و دردمندی کا اظہار اور والہانہ پن ٹپکتا محسوس ہوتا ہے:

اس شان اس ادا سے ثنائے رسول ہو
ہر شعر شاخ ہووے تو ہر لفظ پھول ہو
حصار پر صحاب کرم کا نزول ہو
سرکار میں یہ نذر محقر قبول ہو
ایسی جلیلوں سے ہو معراج کا بیان
سب حاملان عرش سنیں آج کا بیان
(۱۵۵)

نبی کریمؐ کی خلفائے راشدین سے آسمانوں پر ملاقات کا حال یوں قلمبند کیا گیا ہے:

"حضرت ابوبکرؓ کو آسمان چہارم پر دیکھا، حضرت عمرؓ کو آسمان سوم پر، حضرت عثمانؓ کو آسمان دوم پر، حضرت علیؓ کو آسمان اول پر۔ حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا میں نے کہ تو کس عمل سے یہاں آیا تو بیان کیا آپؐ کی محبت کی برکت سے، حضرت عمرؓ سے پوچھا میں نے کہ تو کس عمل سے یہاں آیا کہا کہ آپؐ کی نصرت سے، حضرت عثمانؓ سے پوچھا میں نے کہ تو کس عمل سے یہاں آیا کہا آپؐ کی معاونت سے، حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے میں نے پوچھا کہ تو کس عمل سے یہاں آیا، کہا آپؐ کی محبت سے۔" (۱۵۶)

مسدس در بیان معراج شریف سے دو بند بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:

مقام استوی میں عبد و معبود ایسے تھے ہدم

کہ گویا ایک چلہ دو کمانوں سے طے باہم
تکلم کیا کرے اس جا زبان نطق ہے اب کم
نہیں ممکن خیال رفعت شان شد عالم
حجاب نہ فلک کو طے کیا ہے آن واحد میں
یہاں عقل رسا ہے نارسا فہم مقاصد میں
گئے مثل شمیم گل عجب رنگ یکے دیکھا
زہے خلوت کہ بے پردہ جمال ایزدی دیکھا
ان آنکھوں سے سراپا جلوہ نور خفی دیکھا
نہ دیکھا تھا جو ظاہر وہ بچشم معنوی دیکھا
عروج شان والا غور سے اے مونس دیکھو
کمال پہنچے ذرا اعزاز نعم المرسلین دیکھو
(۱۵۷)

شب معراج کی تفصیلات کے بیان میں دیگر معراج ناموں کی طرح اس میں بھی تخیل کی رنگینی کو بروئے کار لایا گیا ہے لیکن قرآن و حدیث کی آیات و روایات کو بھی ٹھوٹ رکھا گیا ہے۔ قرآن کریم کے اس بیان ”تمنیٰ قاب قوسین او ادنیٰ“ کی طرف بھی واضح اشارہ کیا ہے۔ آپ کے عالم ملکوت کے مشاہدے کی کیفیت کو بھی بیان کیا ہے۔ برصغیر میں نبوت کے جھوٹے دعویدار کے رو میں جا بجا آپ کی شان ”ختم المرسلین“ کا ذکر کیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر معراج کی تفصیلات اپنی جزئیات کے ساتھ موجود ہیں اور پڑھنے یا سننے والے پر اپنا بھرپور تاثر چھوڑتی ہیں۔

منشی محمد حافظ اللہ چشتی

منشی محمد حافظ اللہ چشتی کا وطن قصبہ سورون تحصیل کاس پنج ضلع ایشہ تھا۔ ان کے والد محمد حفیظ اللہ فاروقی نے ان کی دینی اور باطنی تربیت کی طرف خاص توجہ دی۔ حافظ نے چشتی صابری اور قادری رزاقی سلاسل سے باطنی فیض پایا۔ حافظ محکمہ پولیس میں ملازم رہے۔ انہوں نے میلاد نامہ ”مولود شریف حافظ“ پولیس اسٹیشن چرگاؤں تحصیل موٹھ ضلع جھانسی میں تعیناتی کے دوران ۱۵۔ جنوری ۱۸۹۷ء کو تصنیف کیا اور اس کی ۷۔ جولائی ۱۸۹۷ء کو طباعت ہوئی۔ یہ میلاد نامہ نظم و نثر کے ۳۲ صفحات پر محیط ہے۔ اس میں مولف میلاد نامہ کی اپنی تحریر کردہ منظومات کے علاوہ کسی محفوظ نامی شاعر کی منظومات بھی شامل کی گئی ہیں۔ اس میں حمد و نعت کے بعد بیان فضائل میلاد شریف، بیان پیدائش نور محمدی، ولادت مقدسہ، بیان رضاعت، معجزات ایام طفولیت اور مختصر بیان معراج شریف کے عنوانات ہیں۔

مصنف نے روایات کے بیان میں اپنے کسی ماخذ کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اس میں درج ذیل روایت بیان کی گئی ہے۔ جس کا کسی اور میلاد نگار نے کوئی تذکرہ نہیں کیا:

”حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت پہلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! جب آپ حلیمہ سعدیہ کے گھر تشریف لے گئے تھے آپ چالیس دن کے تھے اور چاند سے باتیں کرتے تھے۔ یا رسول اللہ! چالیس دن کی عمر میں آپ کو یہ باتیں اور عقل کیونکر آگئی، فرمایا کہ اے بیچا میں شکم مادر میں تھا اس وقت قلم قدرت لوح محفوظ پر چلتا تھا اور میں آواز سنتا تھا اور چاند و سورج عرش اعظم کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے تھے میں ماں کے پیٹ میں ان کے سجدہ کرنے کی آواز سنتا تھا۔“ (۱۵۸)

”مولود شریف حافظ“ کی زبان عوامی لب و لہجہ کے مطابق ہے۔ اس کی منظومات میں ادبی محاسن بہت کم ہیں، مگر ان کا مقصد اسلامی عقائد کی تبلیغ و فروغ اور نبی کریم کی سیرت کو عام کرنا ہے۔

مولوی خلیل الرحمن واعظ سہارنپوری (م ۱۹۰۵ء)

مولوی خلیل الرحمن واعظ سہارنپوری عربی اور فارسی علوم کے فاضل، مشہور شاعر اور اہل دل بزرگ تھے۔ ان کا ”میلاد شریف“ منظوم ۱۸۹۷ء میں مطبع گلزار محمدی میرٹھ سے چھپا۔ میلاد شریف ۳۳ صفحات اور قریباً چار سو اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کی ابتداء حمد باری تعالیٰ سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد نعت رسالت اور سرپائے نبوی کا بیان ہے۔ اس کے بعد ذکر ولادت کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ مولوی خلیل الرحمن نے مجلسی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے، میلاد نامے میں علمی انداز برقرار رکھا ہے۔ اس میں انہوں نے نہ کہیں کسی ضعیف روایت کا سہارا لیا ہے اور نہ کوئی غیر معروف بات تحریر کی ہے۔ انہوں نے مستند اور ثقہ واقعات کو شریعت کی حدود کو مد نظر رکھ کر بیان کیا ہے۔ سرپائے نبی کریم سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

”تم سنو اے مومنان باصفا
اب سرپائے نبی دوسرا
صاحب لولاک شاہ نیک نام
سید ختم الرسل خیر الانام
مخزن اسرار و ہم جامع صفات
معدن علم و فضیلت نیک ذات
مجمع الحسنات شاہ دین پناہ
مصدر حلم و حیا با عز و جاہ
نور پیشانی سے روشن دو جہاں
مطلع انوار عیش جاوداں
روئے انور غیرت ماہ کمال

سرسبز چمنیں سرسبز عمارتیں

موتے خمیریار شاہ نامور
جن سے ہے عالم معطر سرسبز
پھول سے رخسار اور غنچے دھن
تھے نخل جن سے یہ نرس نرس
سرمیں آنکھیں عجب رشک خزاں
ابوئے خمار سے نام ہلال
تھی در دنیاں کی وہ نادر جھلک
چشم انجم دیکھ کر جائے بھلک
قدرت حق کا نشاں سبب ذقن
دیکھ کر ہو دور سب رنج و عن
ریش زبیا اوس پہ شبلیت کا ظہور
نور پہ تھا نور کا گویا وفور
وہ صراحی وار گردن بے مثال
صاف ظاہر جس سے شان لایزال
ہر دو ساعد اور بازو آفتاب
باصفا ہموار عضو آفتاب
ہاتھ ایسے دست قدرت سے بنے
دست موئی دیکھ کر حیرت کرے
واہ واہ سینہ مبارک پہ صفا
مخزن اسرار و عرفان الہ
موتے تن باریک اور نازک کمر
رشک کھائے دیکھ کر تار نظر
ساق سیمیں صاف قدرت کا نشاں
ہر دو پاؤں کے لائق بے گماں
تھا معطر وہ پیمند آپ کا
مٹک سے تھی جس کی خوشبو بس سوا

(۱۵۹)

آپ کی ولادت مقدمہ کا بیان رنگ قدیم کی شاعری کے انداز و اسلوب کا حامل ہے۔ اس میں تشبیہات و استعارات اور تراکیب و حسن تعلیل کی خوبصورت مثالیں بھی ملتی ہیں لیکن اس کا مجموعی تاثر

اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے۔ جب ہم اس عہد کے سماجی رویوں اور مذہبی پس منظر میں اس کا جائزہ لیتے ہیں۔ اس قسم کے مجلسی میلاد ناموں نے جہاں تذکار رسولؐ اور تبلیغ سیرت کے نقطے پورے کئے وہاں عمومی طور پر نبی کریمؐ سے اخلاص، فدائیت اور والمانہ عشق و شینگی کے جذبات احساسات نے کیف اور واثلت پیدا کر دی۔ اور ان پاکیزہ محافل کا پر تو صاف طور پر ادب اور شاعری نظر آتا ہے۔ نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے بارے میں اشعار ملاحظہ ہوں:

کفر سب کافر عالم سے ہوا

جب کہ وہ سلطان دیں پیدا ہوا

اور فرشتوں نے پکڑ شیطان کو

خوب مارا رہزن ایمان کو

تحت سب شاہوں کے اٹنے پڑ گئے

محل کسریٰ کے کنگورے گر گئے

پڑ گیا چوہہ طبق میں شور و غل

مست و نیموہ ہو گیا ہر جزو وکل

دو جہاں میں اوس شہ نو زاد کی

تھی صدا ہر جا مبارکباد کی

اٹھی دریائے خوشی سے اک موج

لامکاں تک پہنچی اوس شادی کی اونج

چشم بد دور اوس کے دشمن ہوئیں فوج

چرخ سے اترے فرشتے فوج فوج

اور کیا سب آسمانوں نے سنگار

خوب دکھلائی ستاروں کی بہار

سب زمینوں کو ہوا حکم خدا

پہن کر زیور بنو آراستہ

اب بھی تیار ہے چھڑکاؤ کو

یا رسول اللہ جہاں میں آؤ تو

دیکھو تو آکر کے عالم کی بہار

یا رسول اللہ حبیب کروگار

رحمت عالم کرم فرمائیے

اب تو جلدی اس جہاں میں آئیے

سب کھڑے ہیں انبیاء تعظیم کو

اور کھڑے ہیں اولیاءِ مکرم کو
 یا محمد مصطفیٰ خیر الانام
 آکے اب دنیا کا کچھ انتظام
 کچھ اندھیر کو دنیا کے دور
 یا رسول اللہ دکھا کر اپنا نور
 اب تو دکھلا دیجئے اپنا جمال
 انتظاری ہو چکی سرور کمال
 کر چکا جب یہ فرشتہ سب بیاں
 سن کے تب محبوبِ خلاق نماں
 بارہویں کو مد ریحِ فیضان کی
 آمد آمد تب ہوئی سلطان کی
 حیر کے دن وقت صبح جب ہوا
 تب وہ شمسِ معرفت پیدا ہوا
 (۱۴۰)

مولوی ظلیل الرحمن نے بیانِ میلاد کو ایک رسمی و روایتی دائرے سے نکل کر اخلاص اور سرمستی و شینگی سے پیش کیا ہے۔ اس وجہ سے اس میں کیف و تاثیر کا عنصر بھی داخل ہو گیا ہے۔ زبان و بیان کی سادگی، روانی اور ندرت ان کی میلاد یہ شاعری کا جوہر ہے۔

شیخ عبداللطیف قادری

شیخ عبداللطیف قادری متوطن شہر ساگر نے میلاد نامہ ابنو ان "مولد شریف لطیف" ۱۸۹۷ء میں اپنے پیر و مرشد سید شاہ نظام الدین احمد قادری چشتی نظامی بغدادی کے ایما پر لکھا۔ یہ میلاد نامہ نظم و نثر کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس کی ضخامت ۶۸ صفحات ہے اور اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔

اس کے عنوانات کی ترتیب درج ذیل ہے:

حمد و نعت، بنائے کعبہ کا واقعہ بدست حضرت ابراہیم ظلیل اللہ، فضائلِ محفلِ میلاد، نور محمدی کی روایات، پیدائش حضرت عبداللہ، حضرت عبداللہ کی شادی، ولادت رسالتاب، بیان رضاعت اور بیان معراج شریف۔

میلاد سے متعلق ان عنوانات کے علاوہ آخر میں درودِ صدیقی اور اس کے فضائل کا بیان، منظوم کرامت پیر و مرشد مصطفیٰ میلاد نامہ اور لطیف نامہ منظوم کا اضافہ ہے۔ آپ کے سال ولادت کی برکات اور عظمت و شان کو مصنف نے بڑی فصاحت و بلاغت اور لفظی شان

و شکوہ سے بیان کیا ہے :

”دہر سے قحط سالی دور ہوئی، خلقت مسرور ہوئی، کوئی نہ آب و دانہ کو ترسا،
خوب پانی برسا، فصل خزاں کا منہ کالا ہوا، موسم گل کا بول بالا ہوا، ہمار آئی، گھٹا چھائی،
گلوں نے تھمتے اڑائے، بلبلوں نے چچھے چچائے، گل داودی نے گمان رسالت کیا، گل
عباسی نے علم پر چم شجاعت کیا، مٹی نے بو ترابی آغاز کی، زمین نے فلک مانی انداز کی،
بید بختوں غیرت قیس بنا، عشق بیچیاں مثل اولیس بنا، مور طاؤس علیہ الرحمۃ ٹھہرا، ہر
بیونٹی پر سلیمان زماں کا دھوکہ ہوا، قمری نے قلندری اختیار کی، صد برگ نے توحید کا
اقرار کیا، سرو چمن آزاد بنا، شمشاد فرہاد بنا، سورج مکھی نے مشرق معرفت سے طلوع
کیا، فرید بوئی نے عطاری کو شروع کیا، گیندا ہفت ہزاری ہوا، نافرمان فرمان بردار باری
ہوا، درخت ابدال ہوئے، او تار نمال ہوئے، نرگس کو معاندت قدرت سے مدہوشی ہوئی،
سوسن کو خود فراموشی ہوئی، طوطی درویش سبز پوش ہوا، آئینہ سکوت سے ہم آنکوش
ہوا، آب رواں سالک مقبول ہوا، گرداب طواف میں مشغول ہوا، نسیم کو شوق پاس
انفاس ہوا، غنچہ کو ذوق فکر بے قیاس ہوا، نباتات ذکر حنفی میں شاغل ہوئے، حیوانات
ذکر جلی کے حامل ہوئے، گلاب پھولوں میں قطب الاقطاب ہوا، عتاب اعجاز مآب ہوا،
دروازے دوزخ کے بند ہوئے، ابواب بہشت کھلے، جبرئیل علیہ السلام آسمان سے زمین
پر آئے علم سبز لائے، علم کو کعبہ شریف کی چھت پر کھڑا کیا اور تخت شیطان رجیم
اوندھا کر دیا، اہل عرب اس سال غم سے فارغ البالی ہوئے، دور دیال ہوئے، ہر شخص
دل شاد و خوش مزاج ہوا، اسی سبب سے اس سال کا نام سنت الفتح والابتناج
ہوا۔“ (۱۶۱)

مصنف نے بیان معراج میں آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے استفادہ کیا ہے۔ ان کے اسلوب کی
ندرت، تشبیہ و استعارہ کی دلکشی، زبان میں گھلاوٹ اور مرصع کاری کے جو ہریائے جاتے ہیں :
”عرش سے آپ لا مکان پر پہنچ کر بلا واسطہ خدائے کریم سے ہم کلام ہوئے۔
فائز المرام ہوئے۔ منصب دئی گمنئی عطا ہوا۔ عقدہ فکان قاب قوسین او اوئی وا ہوا۔
قاوتی الی عبدہ ما اوچی کا مضمون راست آیا۔ کحل ما زاغ ابسرو ما مفعی چشم خدا بین نے
پایا۔ مختار کائنات نے گنہگار ان امت کا مقدمہ پیش کیا و سوف یعیلیک ربک فترضنی پر
فیصلہ ہو گیا۔ پانچ وقت کی نماز کا فرمان باری جاری ہوا۔ دم رخصت نلعت شفاعت
عنایت ہوا اور تاج شہنشاہی کون و مکان بھی مرمت ہوا۔ دوزخ و بہشت کو ملاحظہ
فرمایا۔“ (۱۶۲)

عبداللطیف قادری نے معتبر و مستند روایات کو محبت و عقیدت کے جوہر سے پاکیزہ زبان و بیان کے چکر
میں ڈھالا ہے۔ اس عمد کے تناظر میں جائزہ لینے سے اس قسم کے میلاد ناموں کا وجود ایک نعمت معلوم ہوتا

ہے۔ مسلمانوں کا زوال پذیر معاشرہ، انگریزوں کا جاہلانہ دور اقتدار، عیسائیت کا عام پرچار، سماجی و معاشرتی ماحول میں تناؤ اور کشیدگی اور عامۃ الناس کو مغل و بلبل کے افسانوں سے ہٹا کر اس خیرا بشر کی سیرت طیبہ کی طرف راغب کروینا، میلاد ناموں کی عطا ہے۔

مولوی محمد اکبر علی گرو اسپوری

مولوی محمد اکبر علی گرو اسپوری کا منظوم مولود شریف ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا۔ ناقص الآخر ہونے کی وجہ سے اس کے صفحات کا اندازہ نہیں ہو سکا۔ اس منظوم میلاد نامہ کو مولود، نعت، مناقب اور مناجات کے چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

مسدس کا پہلا بند درج ذیل ہے:

اے دلا خالق کو ہر دم یاد کر
 ہر کو غفلت میں مت برباد کر
 باندھ لے حق کی عبادت پر کمر
 ورد کر یہ کلمہ ہر شام و سحر
 کلمہ لا الہ الا اللہ
 ہے محمد میرا رسول اللہ
 (۱۲۳)

اکبر علی کا مولود شریف انداز بیان کی متانت کی وجہ سے ایک منفرد حسن و تأثیر کا حامل ہے۔

محمد جعفر علی بلخ آبادی

شیخ محمد جعفر علی بن شیخ محمد واجد علی بلخ آباد کے رئیس تھے۔ انہوں نے ”میلاد رسول کریم موسومہ بہ صراط مستقیم“ ۱۸۹۷ء میں لکھا۔ یہ نثری میلاد نامہ ۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حمد و نعت، صفات اصحاب کبار اور درشان اہل بیت اطہار کے بعد فضیلت محفل میلاد، قصہ استن حنانہ، نور محمدی، بیان ولادت مبارکہ، سلام، بیان معراج شریف اور فضائل صبر و شکر کے عنوانات ہیں۔ آخر میں مناجات اور سبب تالیف کتاب بھی شامل ہے۔ مصنف نے اپنے بیان کو مدلل بنانے کے لئے بکثرت آیات قرآنی کے حوالے دیئے ہیں۔ اس کے باوجود اکثر روایات عام میلاد ناموں جیسی بیان کی گئی ہیں۔ مصنف نے نور محمدی کے بیان میں نماز کی فرضیت کی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”نور محمدی جمیع مخلوقات سے دس لاکھ اور ستر ہزار چھ سو برس پہلے موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نور کے واسطے چند پردے رکھے تھے اور ہر ایک پردے میں کئی ہزار برس تک رکھا چنانچہ وہ نور پردہ قدرت اور عظمت اور منت اور رحمت اور سعادت اور کرامت اور منزلت اور ہدایت اور نبوت اور رفعت اور ہیبت اور شفاعت میں

تسبیح پڑھتا رہا اس کے بعد حق تعالیٰ نے کئی ہزار برس تک دریائے فصیحت و شکر و صبر و سخاوت و امانت و یقین و علم و قناعت و محبت میں غوطے دیئے پھر مقام توحید و معرفت و ایمان و اسلام و خوف و رجا و خضوع و خشوع و انابت و خشیت میں رکھا پھر کئی قرن سجدہ میں اور بست دنوں زمانہ رکوع میں اور چند سال قیام و تشہد و سلام میں رہا چنانچہ اسی نور کی نماز کے باعث تمام امت پر نماز فرض ہوئی۔ (۱۴۳)

مصنف کا اسلوب بہت سہل اور رواں ہے۔ عربی اور فارسی کے الفاظ اور تراکیب کو اس خوبصورتی سے استعمال کیا ہے کہ زبان و بیان میں کوئی پیچیدگی نظر نہیں آتی۔

مولوی عاشق حسین بلہروی (م ۱۹۰۲ء)

حکیم مولوی عاشق حسین خلیفہ شیخ رحیم الدین خان رکیں بلہرا پرگنہ فتح پور ضلع بارہ بنکی اپنے دور کے شاعر شیریں مقال، عالم اکمل اور فاضل اجمل تھے۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان ”راحت العاشقین فی ذکر ولادت خیر المرسلین“ پہلی بار ۱۳۲۱ھ، ۱۸۹۸ء میں مطبع جہانگیر لکھنؤ سے چھپا۔ نظم و نثر کے مضامین پر محیط یہ میلاد نامہ ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس میلاد نامے کی ابتداء اس دور کے روایتی اندازِ حمت و نعت سے ہوتی ہے۔ اس میں محافل میلاد کی برکات کا بیان نظم و نثر میں ہے۔ اس کے بعد نبی کریمؐ کے فضائل و کمالات، شمائل و خصائل، وضع شریف، آپؐ کے اسمائے مبارکہ کا دیگر الہامی صحائف میں مذکور ہونا، مسدس در فضائل رسالت، بیان اطاعت رسولؐ، نور نبویؐ، ولادت باسعادت، سلام بکھنور خیر الانام، معجزات وقت ولادت، ابولہب کا توبہ کو آزاد کرنے کا بیان، رضاعت، منظوم قصہ حلیمہ سعدیہ، منظوم سرایا نبی کریمؐ اور پھر منظوم واقعہ معراج ہے جو ۱۸۱ اشعار پر مشتمل ہے۔ میلاد نامے کے آخر میں مولانا محمد عبدالحمید فرنگی علی کی تقریب ہے۔

مولوی عاشق حسین محفل میلاد کے انعقاد کی برکات بیان کرتے ہوئے، رقم طراز ہیں:

وہ بزم جس میں ذکر نبی کریمؐ ہے
وہ ذکر جس سے دفع ہر اک خوف و بیم ہے
جس گھر میں آج مدحت خیر الانام ہے
وہ گھر خدا کے فضل سے دارالسلام ہے
محفل میں ذکر ہے شہ گرووں جناب کا
پیدائش جناب رسالت ماب کا
جائے ادب یہ محفل میلاد پاک ہے
سرمہ برائے چشم فلک یاں کی خاک ہے
صل علیؐ کی چار طرف ہے چچی پکار
محبوب حق کا نام محمدؐ ہے میں نثار

آغاز ذکر ہے اسی عالی مقام کا
اس واسطے ہے شور درود و سلام کا
عاشق جب آئے نام مبارک زبان پر
تاکید ہے درود کی اسے طالب اثر
(۱۱۵)

نبی کریمؐ کے اسمائے مبارکہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”آپؐ کے نام مبارک کثرت سے ہیں اور کلام الہی اور توحید اور انجیل اور زبور وغیرہ میں بھی مندرج ہیں چنانچہ مجملہ“ تحریر کئے جاتے ہیں کہ نام مبارک آپؐ کا توحید میں میڈمید“ انجیل میں مختار“ اور روح القدس اور زبور میں عاقب“ اور فرقان“ میں طہ و یسین“ و محمد“ اور آسمان پر احمد“ اور زمین پر محمد“ اور تحت الشریٰ میں محمود“ اور بہشت میں قاسم“ اور پریوں کے نزدیک عبدالجبار“ اور ملائکہ عرش کے نزدیک مصطفیٰ“ اور کویوں کے نزدیک مختار“ اور روحانیوں کے نزدیک مکرم“ اور سابق عرش پر رسول اللہ“ اور کرسی پر حبیب اللہ“ اور لوح محفوظ پر صفی اللہ“ اور درخت طوبی کے بیوں میں صفوت اللہ“ اور لوائے حمد پر خیرۃ اللہ“ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبداللہ“ ہے اور اسم مبارک آپؐ کا جنت میں کوئی ایسا درخت نہیں ہے کہ جس کے ہر پتے پر نہ لکھا ہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یعنی نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور محمد ہیں رسول اللہ کے اور نام رکھنا آپؐ کے نام پر مبارک اور روز قیامت اس کی بخشش ہوگی۔“ (۱۱۶)

نبی کریمؐ کے ان اسمائے مبارکہ کے بیان میں مولوی عاشق حسین نے جو روایت بیان کی ہے کہ جنت میں کوئی ایسا درخت نہیں ہے کہ جس کے ہر پتے پر کلمہ طیب نہ لکھا ہوا ہو۔ اور کسی میلاد نامے میں میری نظروں سے نہیں گذری۔ اور اس روایت کے بیان کے سلسلہ میں مصنف نے کوئی حوالہ بھی نہیں دیا۔ نبی کریمؐ کی رضاعت کے بیان میں شاعرانہ جذب و کیف نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ اور محاسن شعری میں انتخاب الفاظ، ایجاد توکیہات اور جزئیات نگاری کا کمال ان کے عارفانہ مزاج کے سبب موثر اور دل آویز کیفیت پیدا کرتا ہے۔ چند شعر ملاحظہ فرمائیے:

”لکھا ہے تشریف لائے حضرت زمانہ میں جب بہ حسن عزت
تو آمنہ نے پنے رضاعت تلاش کی ایسی ایک عورت
کہ دودھ بیٹے کو جو پلائے حقوق خدمت کے اپنے پائے
کنار الفت میں گمہ لنائے کبھی وہ جھولے کو بھی جھلائے
دہاں پہ تھی جو طیبہ دانی غرض پلانے کو دودھ آئی
وہ گو زمانہ کی تھی ستائی مگر یہ دولت جب اس نے پائی

ہوئی مسرت کچھ ایسی پیدا کہ جان و دل سے ہوئے وہ شیدا
 کبھی تو منہ پیار کر کے چوما کبھی بلائیں لے رخ کی کیا کیا
 گھر اپنے لا کر رکھا بہ عظمت بڑھی حلیمہ کی شان و شوکت
 سائی ہر دل میں اس کی وقعت ہوئی ہر اک دل میں اس کی عزت
 وہ گھر نہ کس طرح ہو منور کہ جس میں تشریف رکھیں سرور
 ضیاء تھی مہر میں سے بڑھ کر فلک کو تھا رشک اس زمیں پر
 پلائی دودھ ان کو تھی مقدم وہ کام کرتی تھی اور کچھ کم
 نہ دیکھتی ان کو جب کوئی دم تو ہوتا تھا اس کو بے طرح غم
 سلاتی کستی پیارے سو جا اے آمنہ کے دلارے سو جا
 اے لخت دل ماہ پارے سو جا خدا کے اپنے سنوارے سو جا
 نہ سوتے حضرت تو پھر لٹاتی لٹا کے جمولے میں پھر جھلاتی
 ذری جو گری زیادہ پاتی بلا کے پکھلا انیس سلاتی
 (۲۷)

مولوی عاشق حسین نے واقعہ معراج کو جس انداز سے نظم کیا ہے۔ ان کے معراج تنبیہ کے ذیل میں
 لکھے گئے اشعار ایک مکمل اور عمدہ معراج نامہ کا وجود رکھتے ہیں۔ معراج میں بیت المقدس اور پھر وہاں
 سے آسمانوں پر تشریف لے جانے کے سلسلہ میں نمونہ کے طور پر چند شعر ملاحظہ ہوں۔

”زمین کی سیر میں بیت المقدس آ پہنچے
 ہر ایک مقام پہ ہوتے ہوئے رسول جلیل
 تو اس مقام پر دونوں فرشتگان خدا
 وہ یعنی حضرت جبرائیل اور اسرائیل
 بڑھے رکابوں کو دونوں نے جلد تھاما
 برائے عاشیہ برداری پہنچے یہ اسرائیل
 غرض کہ داخل بیت المقدس آپ ہوئے
 مثال برج شرف جیسے مہر کی تحویل
 ہر اک نبی سے شخص کناں ہوئے واں پر
 ہر اک رسول سے باتیں ہوئیں کثیر و قلیل
 لکھا ہے واں پہ پڑھائی نماز حضرت نے
 تنبیہوں کے ہوئے آپ مقتدائے جلیل
 چلی سواری شہ آسمان اول پر

جو پہنچے در پہ فلک کے کھڑے تھے اسلیل
 کھلا وہ در مع فوج آپ ہو گئے داخل
 تو دیکھا حد نہیں اتنے ہیں طازان جمیل
 زباں پہ ان کی تھا سبحان الملک قدوس
 یہی بس ان کی تھی تسبیح اور یہی تلیل
 رسول پاک نے حیرت سے ان کا پوچھا حال
 یہ کس طرح کے ہیں طائرِ بناؤ یا جبرئیل
 کہا یہ حق کی عبادت مدام کرتے ہیں
 یہ سب ملک ہیں جو کرتے ہیں یوں ثنائے جلیل
 غرض ہر ایک وہاں پر ہوا معائن پھر
 طے ہر ایک سے سب کے ہوئے معین و کفیل
 نظر پڑی جو وہاں واقعات حیرت کے
 اگر بیان کروں اس کی کچھ بھی میں تفصیل
 یہ مختصر ہے کسی پر عذاب کو دیکھا
 کسی میں خیر کوئی مستقل بذکر جمیل
 کسی کو سوئے جہنم فرشتے بھیجے تھے
 جہنم تھا اپنے معاصی پہ وہ حقیر و ذلیل
 کوئی بہشت میں مشغول عیش و راحت تھا
 کبیزیں جس کی تھیں حوریں عجب حسین و کھلیل

(۱۸)

مخاض میلاد کی ضرورت اور روایت کے مطابق مولوی عاشق حسین نے اپنے میلاد نامے میں بکثرت
 منقولات سے فضا بندی اور ماحول سازی کا کام لیا ہے۔ نبی کریم کی ولادت مقدسہ، رضاعت، پچھن، معراج،
 ہجرت، وفات اور دیگر فضائل و خصائص کو نظم کرنے سے میلاد نگاروں نے تشبیہات و استعارات،
 تراکیب، حسن تعلیل، تسمیحات، سراپا نگاری زبان و بیان کی نفاست، مضمون آفرینی، رعایت لفظی اور دیگر فنی
 عناصر کو بھی اپنے موضوع کی مناسبت سے برتا۔ میلاد ناموں میں اس قسم کے فنی عناصر کے استعمال کی
 بدولت اردو ادب کی جملہ اصناف پر نفاست، پاکیزگی اور شانگلی کے اثرات مرتب ہوئے۔ قرآن و حدیث
 اور دیگر علوم و فنون کے مختلف حوالوں کے سبب زبان و ادب میں ثقافت و بلاغت در آئی۔ مولوی عاشق
 حسین نے بھی اپنی فنی مہارت سے فضا سازی، ماحول نگاری کے موثر نمونے پیش کئے ہیں۔ اور ان کے
 میلادیہ اسلوب، الفاظ، تراکیب اور تشبیہات و استعارات نے نشاطیہ آہنگ اور حسن و آثار کا بلیغ اور وقیع
 انداز میں اظہار کیا ہے۔

محمد فخر الدین رائے پوری

محمد فخر الدین رائے پوری کا میلاد نامہ بعنوان ”مولودِ حرز ایمان در مدحِ پیغمبرِ آخر الزماں“ نظم و نثر کے ۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی اشاعت ۱۸۹۸ء میں ہوئی۔ یہ مطبوعہ نئے پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ اس میں نور محمدی، بیان ولادت شریف، فضائل درود شریف، معجزات سرور کائنات، اوصاف و شمائل رسالت، اور نظم الوداع رمضان کے عنوانات ہیں۔

مصنف نے بیان میلاد میں مستند اور معتبر کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ نثر کے نمونہ کے طور پر حضرت عبدالمطلب کے خواب کے بیان سے ایک اقتباس درج ذیل ہے:

”مختصر“ کے ادا حضرت عبدالمطلب نے پانچویں تاریخ جمادی الثانی جمعہ کی رات کو خواب دیکھا کہ حضرت عبد اللہ کے گھر سے ایک لال تارا نکل کر اوپر آسمان کے جاتا ہے اور جوں جوں بلند ہوتا ہے۔ اس کی تجلی سے چاند اور ستارے بے نور ہوئے جاتے ہیں۔ جب قریب آسمان کے پہنچا جتنی روشن چیزیں آسمان پر نظر آتی ہیں، سب بے نور ہو گئیں اور وہ نور پاک مثل آفتاب کے درخشاں ہوا۔ حضرت عبدالمطلب نہایت ششدر ہوئے اور خواب کا حال علی الصبح عبدالرحمن سے تعبیر جاننے کے لئے بیان کیا۔ اس نے کہا اے عبدالمطلب مبارک ہو ان دنوں تمہارے فرزند عبد اللہ کا طالع نہایت اوج پر آیا ہے یعنی اس کی پشت سے جناب محبوب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوں گے۔ جب وہ پیدا ہوں گے۔ سب دنیوں کو منسوخ کر ڈالیں گے اور نور مبارک ان کا مثل آفتاب کے روشن ہو گا۔“ (۱۶۹)

محمد فخر الدین رائے پوری کا میلاد نامہ معتبر اور مستند روایات کے بیان کی وجہ سے خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی دوسری نمایاں خصوصیت زبان و بیان کی سادگی ہے۔

منشی ابراہیم ثابت

منشی ابراہیم نام اور ثابت تخلص کرتے تھے۔ والد کا نام غلام محی الدین تھا۔ ثابت اپنے گاؤں کی مناسبت سے ”چھوٹی“ لقب رکھتے تھے۔ نبی کریم کے کمالِ فضیلت کے بیان میں ایک مختصر قصہ مسدس کی صورت میں انہوں نے نظم کیا تھا۔ اگرچہ استدلال کی رو سے قصہ محض ایک روایت ہے لیکن اس سے عوام کی خوش اعتقادی اور گہری عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ دو بند بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:

جا کے خدمت میں محمدؐ کی ہوئی وہ شاداں
ہوئی سر فراز وہ خدمت سے محمدؐ کی وہاں
لے کے رخصت وہ گئی آنے کو پھر اپنے مکاں
باز دروازے کے حضرت کے تھے عطیٰں وہاں

دیکھ کر لڑکی نے نطین کو حضرت کے اٹھا
 لے کے بوسے بہت سے اسے چھاتی سے لگا
 لے کے پھر جو تیاں خوش ہو کے انے سر پر رکھی
 اور انھیں بھی انہیں کشتوں پہ خوش ہو کے ملی
 پھر ادب وار ہو ہاتھوں سے زمین پر ہے رکھی
 ایک چنگلی ہی اٹھا خاک انے لے کے چلی
 جا کے دیکھی کہ پدر سوتا ہے مردے کی مثل
 خاک نطین ملی آنکھ میں مانند کھل
 (۱۷۰)

قصہ کے انداز میں حضورؐ کی صفات پیش کرنے سے شعروں میں دلچسپی کا عنصر بڑھ گیا ہے۔

مولوی مہدی علی پروانہ (م ۱۸۹۳ء)

مولوی مہدی علی پروانہ کا میلاد نامہ شمع لاہوت معروف بہ بزم ملکوت نظم و نثر کے ۷۰ صفحات پر
 مشتمل ہے۔ مولوی مہدی علی کا عین شباب میں انتقال ہوا۔ ان کی وفات پر مولوی ابراہیم حسین نے قطعہ
 تاریخ وفات لکھا:

شمع لاہوت یہ میلاد شریف نبوی
 کیا پروانہ جانناز نے جس دم تیار
 گل ہوئی شمع حیات اس کی کما ہاتف نے
 شمع لاہوت پہ پروانہ ہوا آفتاب

۱۸۹۳ء

اس لحاظ سے اس میلاد نامے کی اشاعت مصنف کے انتقال کے سات سال بعد ہوئی۔ اس میں حمد و
 نعت، منقبت خلفائے راشدین، تمہید محفل میلاد، فضائل محفل میلاد، فضائل درود شریف، فضائل امت
 محمدی، فضائل محبت رسالت، روایت جنگ احد، روایت استن حنا، بیان ولادت باسعادت، سلام، بیان
 رضاعت، بیان معجزات، معراج شریف، حکمت معراج، دلائل وقوع معراج اور واقعہ معراج شریف کے
 عنوانات ہیں۔

خلفائے راشدین کی منقبت سے ایک بند ملاحظہ ہو:

صدیق لقب محرم اسرار کا ڈنکا

فاروق لقب قاتل کفار کا ڈنکا

اس صاحب نورین و قادار کا ڈنکا

خیر شکر حیدر کراڑ کا ڈنکا

جتا ہے دو عالم میں انہیں چار کا ڈنکا

(۱۷۱)

اس میلاد نامے میں جذبہ، جوش اور مذہبی عقیدت مندی کے عناصر غالب ہیں۔ عربی اور فارسی کے الفاظ بھی بکثرت استعمال کئے گئے ہیں۔ نثر کے نمونہ کے لئے درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

”جب عزیز و اقارب مردے کو دفن کر کے چلے جاتے ہیں تب دو فرشتے منکر و نکیر قبر میں آتے ہیں اور علاوہ دیگر سوالات کے ایک شبیبہ پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دکھا کر پوچھتے ہیں کہ یہ کس کی شبیبہ ہے اگر وہ شخص صحت حیات میں فسق و فجور سے شافل، خدا اور رسول سے عاقل رہا ہے، جواب نہیں دے سکتا۔ اس پر عذاب کرتے ہیں اور جو شخص باایمان مرا ہے نور معرفت و ضیائے محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرا ہے فوراً جواب دیتا ہے کہ

شکل ان کی دیکھ کر مضطر نہ ہوں

وہ جمال دلربا پہچان لوں

(۱۷۲)

مدنی علی پروانہ کے میلاد نامے میں عشق و وارفتگی کی کیف اور فضا نے حسن و آئینہ میں اضافہ کر دیا ہے۔

محمد عبدالرزاق راسخ

مولوی محمد عبدالرزاق راسخ بن شیخ ابراہیم صغی تریچنالی کے رہنے والے تھے۔ مفتی سید غلام رسول کے شاگرد تھے۔ انہوں نے ۱۳۹۹ھ میں مدراس کے نواب حسن علی خان کے ایما پر ”سرایائے سید المرسلین“ نظم کیا۔

ایک بند نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہو:

آئینہ کہ ہے جبین خط جبین ہیں جوہر

محو حیرت ہو نہ کیوں اس سے دل اسکندر

یا ہے رخشاں قمر برج فضیلت آور

یا ہے خورشید فلک رشک شرافت پرور

خم امرو و جبین شہ خورشید جمال

طرفہ پر نور ہیں یا اک مہ کامل دو ہلال

(۱۷۳)

راسخ کی مشوی ”سرایائے سید المرسلین“ میں نبی کریمؐ کے اعضائے مبارک اور ظاہری جمال کی

تفصیلات اپنی جزئیات کے ساتھ موجود ہیں اور قاری پر اپنا بھرپور تاثر چھوڑتی ہیں۔ اس سراپائے منکوم پر ایک قصیدے کا گمان گذرتا ہے۔ اس میں انہوں نے تراکیب و تشبیہات اور مختلف صنائع بدائع کا خاص خیال رکھا ہے۔ جو اپنے فنی محاسن اور شعری لطافتوں کے ساتھ نظر آتے ہیں۔

سید عبدالفتاح اشرف علی

سید عبدالفتاح اشرف علی، ناسک کے شاہ صادق کی اولاد سے ہیں۔ اشرف کے والد کا نام سید عبداللہ حسینی پیرزادہ گلشن آبادی تھا۔ اشرف کو اپنے وقت کے کئی جید علماء مثلاً سید میاں سورتی، مولوی شاہ عالم، مولانا محمد ابراہیم خطیب جامع مسجد بمبئی سے تلمذ حاصل تھا۔ ۱۸۳۸ء میں سرکاری صدر عدالت میں مفتی گری کا امتحان دے کر سند لی۔ ۱۸۵۷ء میں ہائی سکول بمبئی میں ملازمت کی اور پھر حکومت کی طرف سے وظیفہ یاب ہوئے۔ آخر وقت تک درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔

اشرف متعدد کتابوں کے مصنف اور مولف ہیں۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان ”باقیات الصالحات“ فی مولد اشرف الخلوقات“ ۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ (۱۷۳)

مصنف نے مواد کی فراہمی میں اجمال سے کام لیا ہے اور غیر ضروری تفصیلات سے پرہیز کیا ہے۔ اسلوب صاف، سہل، رواں اور خوشگوار ہے۔

غلام محمد

غلام محمد کے منکوم معراج نامہ کا ایک مخطوطہ اور نیشنل لائبریری مدراس میں موجود ہے۔ یہ قلمی نسخہ مصنف کا اپنا تحریر کردہ ہے۔ اس کے علاوہ ایک نامکمل مخطوطہ بھی لائبریری میں موجود ہے۔ اس پر بست کانت چھانٹ کی گئی ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ اس سے صاف نسخہ نقل کیا گیا ہے۔ مخطوطہ صاف خط نستعلیق کے ۲۳۹ صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ پر ۲۱ سطریں ہیں۔ اب قدرے کرم خوردہ ہو گیا ہے۔ یہ قلمی نسخہ مصنف نے سب رجسٹرار کو ۲۔ جولائی ۱۸۹۹ء کو پیش کیا تھا۔ معراج نامہ کی ابتداء میں شاعر نے اپنا نام ظاہر کیا ہے۔ اور ساتھ ہی اپنی محنت شاقہ کا اظہار بھی کیا ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ مِیْنِ کَرُوں تَقْرِیْرِے نَامِے

بِسْمِ اللّٰهِ مِیْنِ کَرُوں تَحْرِیْرِے خَامِے

مِیْرَا نَامِے عَامِی غَلَامِے مُحَمَّدِے

مِیْرَا نَامِے عَامِی غَلَامِے مُحَمَّدِے

کِیَا مِیْنِ بے تَحْرِیْرِے کُو شَشْ زِیَادِے

کِیَا مِیْنِ بے تَقْرِیْرِے پُوْشْ زِیَادِے

رِکْھَا مِعْرَاجِ نَامِے اَسْ کِے تِیْنِ نَامِے

خُدَایَا تُو کَر جِلْدِی سِے اِتْمَامِے

شاعر نے معراج النبیؐ کی پوری تفصیلات کو نظم کرنے میں اپنی قوت تمجید کا پورا زور صرف کر دیا ہے۔ اس میں منظر نگاری، محاکاتی اسلوب اور کہیں کہیں مکالماتی و ڈرامائی کیفیت و اسلوب سے کام لیا گیا ہے۔

اردو میں میلاد نگاری کے اس زریں دور میں میلاد ناموں نے بے حد مقبولیت حاصل کی۔ متذکرہ میلاد نگاروں کے علاوہ اور بھی کئی ایک اصحاب نے میلاد نامے لکھے۔ جن میں کئی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ شامل ہیں۔ ان کا مختصر تعارف اور جائزہ درج ذیل ہے:

عبدالعزیز محدث لکھنؤی کا مولود شریف عزیز ۱۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ بشارت احمدی کا ترجمہ ہے اور مطبع نول کشور لکھنؤ سے ۱۸۵۳ء میں طبع ہوا۔
عظمت علی کا مولود منظوم بعنوان ”مولود النبیؐ“ ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ مطبع گلزار محمدی بمبئی سے ۱۸۵۳ء میں شائع ہوا۔

غفار شاہ قادری کا میلاد نامہ ”انوار رسول“ بنگلور سے ۱۸۵۸ء میں شائع ہوا۔ اس کے ۳۰ صفحات ہیں۔

مسکین و دیکھیر کا مولود شریف مدراس سے ۱۸۵۸ء میں طبع ہوا۔

مولوی احمد علی کے ”معجزات ناموں میں پہلا مجموعہ ”اثبات الحظرفی عظمت معجزہ شق القمر“ منظر الادب مدراس سے ۱۸۶۳ء میں شائع ہوا اور دوسرا مجموعہ ”اثبات الاخبار فی اعجاز سید الابرار“ ۷۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی ۱۸۶۶ء میں کاپیور سے اشاعت ہوئی۔ ان کا رسالہ میلاد شریف ۱۸۷۰ء میں طبع ہوا۔

عبدالقادر کا میلاد نامہ سووائے آخرت ۱۸۶۵ء میں شائع ہوا۔ یہ ۱۸۲ صفحات پر محیط ہے۔
مولوی محمد وجیہ کا میلاد نامہ ”مولد شریف“ ۱۸۶۵ء میں کلکتہ سے چھپا۔ اس کے صفحات کی تعداد ۲۸ ہے۔

مولوی حفاظت حسین نے مولود برزنجی کا اردو ترجمہ میلاد النبیؐ کے نام سے ۱۸۶۶ء میں کیا۔ یہ ۱۲۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں مولود برزنجی کا اصل عربی متن بھی ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

محمد ظمیر الدین بکراہی کا ”اسرار نبوت“ ۱۸۷۰ء میں لکھنؤ سے شائع ہوا۔ اس میں عام میلاد ناموں کی طرح روایات کا بیان ہے۔ اس کی ضخامت ۱۴۲ صفحات ہے۔

محمد ابراہیم ہاشمی کا میلاد نامہ نجات العاشقین ۱۸۷۰ء میں شائع ہوا۔ اور مردان علی شاہ کا میلاد نامہ ”میر نبوت“ کے نام سے ۱۸۷۱ء میں لکھنؤ سے چھپا۔

وزیر الدین کا میلاد نامہ ازکار محمدی امیر المطالع آگرہ سے ۱۸۷۲ء میں شائع ہوا۔ اس کی ضخامت ۸۰ صفحات ہے۔ اس میں میلاد و معجزات کے بیان کے علاوہ درود و سلام کی برکات بھی بیان کی گئی ہیں۔

محمد جمال الدین حسین نے شبہہ احمدی میں نبی کریمؐ کا سراپا بیان کیا ہے۔ ۱۸۷۲ء میں لکھنؤ سے اس کی طباعت ہوئی۔ یہ ۵۱ صفحات پر مشتمل ہے۔

محمد عباس نے ”توشہ عقبتی“ میں نبی کریمؐ کے اسمائے مبارک کے فیوض و برکات کو بیان کیا ہے۔ اس

کی ۱۸۷۳ء میں مدراس سے اشاعت ہوئی۔

فیض الحسن کا مولود فیض عام ۱۸۷۳ء میں لدھیانہ سے طبع ہوا۔ اس میں نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت سے وفات تک کے احوال کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کی ضخامت ۱۳۳ صفحات پر محیط ہے۔

نواب باقر علی خان لکھنؤی کا میلاد نامہ چراغ دین کے نام سے ۱۸۷۵ء میں لکھنؤ سے دو حصوں میں چھپا۔ اس کے صفحات کی تعداد ۱۵۲ ہے۔ ان کا ایک اور میلاد نامہ ۱۸۹۰ء میں مطبع گلزار محمدی لکھنؤ سے ”ذکا ابدی فی مولد محمد مصطفیٰ“ کے نام سے شائع ہوا۔ اس میں نثری بیان کے ساتھ منظومات بھی شامل ہیں۔

فیاض احمد خاں کا مولود رسول اکرمؐ صرف ۱۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی اشاعت ۱۸۷۶ء میں ہوئی۔ حکیم محمد احسن امرہوی کا ”میلاد شریف معروف بہ آفتاب عالم تاب“ ۱۸۷۶ء میں دہلی سے چھپا۔ اس کے ۱۳۶ صفحات ہیں۔

محمد باقر علی ہمسر لکھنؤی کا میلاد نامہ ”مقبول سردی معروف بہ میلاد محمدی“ ۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ لکھنؤ سے ۱۸۷۶ء میں طبع ہوا۔

مولوی محمد امیر کا نور نامہ ”انوار محمدی“ ۷۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور ان کا میلاد نامہ ”اذکار محمدی“ بھی ۷۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ان دونوں تالیفات کی مطبع گلشن ہند آگرہ میں ۱۸۷۸ء میں طباعت ہوئی۔

محمد حسن کا میلاد نامہ ”نور الابصار فی ذکر خیر الابرار“ ۱۸۸۰ء میں لکھنؤ سے چھپا۔ اس کے صفحات ۶۰ ہیں۔ اور منور حسین بشیر کا میلاد نامہ ”سرور بشر“ ۱۸۸۱ء میں لکھنؤ میں طبع ہوا۔

انوار علی کا میلاد نامہ زیور ایمان ۱۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ نو کشور لکھنؤ سے ۱۸۸۱ء میں طبع ہوا۔ یہ مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ اس میں عام میلاد ناموں کے سے عنوانات ہیں اور مروج روایات کا بیان ہے۔

محمد اسماعیل کا نور نامہ نور محمدی ۱۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۸۸۳ء میں میرٹھ سے چھپا۔ اور اسی سال شیخ وزیر علی عاقل کا ”منظر میلاد منظوم“ داستان پریس حیدر آباد دکن سے چھپا۔

محمد وجیہ الدین رضوی کا میلاد نامہ ”ریاض الازہار“ ۲۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی ۱۸۸۵ء میں اشاعت ہوئی۔

فخر الدین احمد الہ آبادی کا رسالہ مولد شریف میں مستند اور معتبر کتابوں سے میلاد و معراج النبیؐ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ مولانا فخر الدین، شاہ رفیع الزماں کی اولاد میں سے تھے۔ ان کا ۱۸۸۵ء میں انتقال ہوا۔

مولوی غلام نبی امرتسری نے ”معجزات محمدیہ“ ۱۸۸۵ء میں مرتب کی۔ یہ ۱۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ مطبع ریاض ہند امرتسر سے اس کی اشاعت ہوئی۔

مولوی محمد عبداللہ کے میلاد نامہ ”وسلئہ المعاد فی اثبات میلاد خیر العباد“ میں اثبات میلاد کے علاوہ میلاد و معراج کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ اس کی ۱۸۸۵ء میں اشاعت ہوئی۔ ان کی دیگر تصانیف میں معراج

آسانی مطبع نظامی بدایوں سے چھپی، نور نامہ و شاکل نامہ کی نول کشور لکھنؤ سے طباعت ہوئی، شوق القمر المعجزہ سید البشر مفید عام پریس آگرہ سے ۱۸۸۱ء میں چھپا، اور درۃ التاج فی بیان المعراج مطبوعہ ۱۸۹۰ء شامل ہیں۔

مولانا عبدالرزاق فرنگی علی (م ۱۸۸۹ء) کا میلاد نامہ "ذکر ولادت آنحضرت" اور تنصیط العشاق فی احوال النبی المشتاق مستند حوالوں سے مزن میلاد نامے ہیں۔ مولانا حافظ محمد برکت اللہ فرنگی علی کا رسالہ "ولادت النبی" میں صرف بیان میلاد ہے۔ مولانا عبدالقادر کا میلاد نامہ بعنوان "مولود شریف میر مصطفیٰ" ۱۸۸۹ء میں مرتضوی پریس دہلی سے چھپا۔ اور مولانا فیض بخش کا میلاد نامہ شمس الہدای فی بیان ولادت مصطفیٰ معروف بہ فیض محمدی ۱۸۹۰ء میں مطبع گلزار محمدی لکھنؤ سے اشاعت پذیر ہوا۔ عبداللہ مقبول احمدی کا میلاد محمدی ۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی مطبع گلزار محمدی لکھنؤ میں ۱۸۹۰ء میں طباعت ہوئی۔

محمد جان شاہ کا میلاد نامہ بعنوان میلاد النبی ۱۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ علامہ ابن جزری کے میلاد النبی کا اردو ترجمہ ہے۔ اس کی ۱۸۹۰ء میں لکھنؤ سے اشاعت ہوئی۔

عاصم کا نالہ عاصم در بیان میلاد شریف لکھنؤ سے ۱۸۹۱ء میں چھپا۔ محمد بشیر کا میلاد نامہ ریاض الانوار ۱۸۹۲ء میں نو کشور لکھنؤ سے طبع ہوا۔ یہ میلاد سندس کے انداز میں ہے۔ قاضی سید سرور علی کا "میلاد سرور انبیاء" ۱۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۸۹۲ء میں اودھ اخبار پریس لکھنؤ سے شائع ہوا۔ ناصر علی کا میلاد ناصر اللیب فی اسماء الحیب ۱۸۹۲ء میں دہلی سے طبع ہوا۔

محمد اکبر علی کا میلاد نامہ صرف آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ ناشر ہند پریس امرتسر سے ۱۸۹۷ء میں چھپا اور محمود حسن جلیل بدایونی کا "میلاد باغ رسول" ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور ۱۸۹۸ء میں بریلی سے چھپا۔ مولوی شاہ ابرار عالم الہ آبادی کا مولود ابرار عالم اور مولوی محمد حسین کاکوروی کا "مولود سرور سینہ چراغ" میں مستیر اور مستند کتابوں سے حوالے دیئے گئے ہیں۔

دور جدید کے میلاد ناموں کا جائزہ

اس جائزہ میں ۱۸۵۷ء سے ۱۹۰۰ء تک کے میلاد نامے شامل ہیں۔ میلاد ناموں کے فروغ کا یہ زریں دور ہے۔ ۱۸۵۷ء سے پہلے بیشتر میلاد نامے منظوم تھے۔ اس دور میں منظوم میلاد ناموں کی تعداد کم اور نثری میلاد ناموں کی تعداد زیادہ ہے البتہ ان نثری میلاد ناموں میں جانباً شعری نکتے مجلسی تقاضوں کو مد نظر رکھ کر شامل کئے گئے ہیں۔

اس دور میں کوئی سال ایسا نہیں گذرا جب نئے میلاد نامے نہ لکھے گئے ہوں یا عربی، فارسی کے میلاد ناموں کے تراجم نہ ہوئے ہوں۔ ان میلاد ناموں کی کثرت و بہتات کی وجہ سے ان میں موضوعات کی تکرار ہے۔ میلاد ناموں کا محرک صرف اظہار عقیدت ہے۔ اس لئے آپ کی شخصیت اور کارناموں پر روشنی ڈالنے کا مشتری جذبہ موزن ہے۔ میلاد یہ منظومات کی بنیاد صرف خلوص و عقیدت پر رکھی گئی ہے۔

زبان و بیان کے اعتبار سے اس دور کے بکثرت میلاد نامے آسان، سادہ اور عام فہم زبان میں لکھے گئے ہیں اور کچھ پرانی روش کے تحت پر تکلف اور پر شکوہ انداز سے بھی تحریر کئے گئے ہیں۔ زیادہ تر میلاد ناموں میں سادگی اور حقیقت پسندی کو اختیار کیا جانے لگا۔ اظہار خیال کے لئے آسان راہیں تلاش کی جانے لگیں اور فطری انداز سے اظہار خیال ہی کمال فن قرار پایا۔

جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد محرومیوں اور مایوسیوں کے شکار مسلمانوں کو نہ کوئی منزل نظر آتی تھی اور نہ منزل کا راستہ، اقتدار و غلبہ ختم ہو چکا تھا۔ معاشی، سیاسی اور سماجی تباہ حالی نے مذہبی رجحانات کو ابھارا۔ میلاد ناموں اور دینی ادب کے فروغ کا سامان کیا۔ اس دور کے میلاد ناموں میں آپ کے میلاد و سیرت، معجزات و مبشرات کے بیان میں انتہائی شائستہ، عالمانہ اور سنجیدہ و متین لب و لہجہ ملتا ہے۔ میلاد نگاروں کے مد نظر انقلابی فکر و نظر ہے انہوں نے نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ کو سمجھنے میں تدریس، دانشمندی اور عقلیت پسندی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ نبی کریمؐ کے معجزات و سراپا کو بھی موضوع بنایا گیا ہے لیکن آپ کے اخلاق حمیدہ اور شخصی خوبیوں کے بیان کا رتخان غالب ہے۔ میلاد یہ منظومات میں شاعری کی بنیاد جذبات نگاری پر نہیں رکھی بلکہ جمال محمدیؐ پر والمانہ فریفتگی کے باوجود اسوہ حسنہ کی عظمت کو اجاگر کرنے اور خلق محمدیؐ کی برکات کے بیان میں زیادہ زور صرف کیا ہے۔

اس دور کے میلاد نگاروں میں لطافت حسین، محمد ہمدی و اصف، کریم بخش بدر، مولانا عبدالعلیم فرنگی علی، شیخ لعل اور میر ہمدی مجروح وغیرہ نے آپ کے شاکل و خصائل اور بیان معجزات پر زیادہ زور دیا ہے۔ دلاوی معصوم علی مسیح فتح پوری نے بیان میلاد میں جزئیات و تفصیلات اس انداز سے قلمبند کی ہیں کہ ان سے معاصر ادبی و فنی رویوں کی جھلکیاں اس میں نظر آنے لگی ہیں۔ حالی نے مولود شریف میں نبی کریمؐ

کے عادات و خصائل، حسن سلوک، عفو و درگزر، فقر و درویشی اور شفاعت و معجزات کا ذکر بڑے دلنشین انداز میں کیا ہے۔ مولوی محمد علی خاں سعید کے میلاد نامہ کو لکھنؤی ماحول اور مزاج کے اعتبار سے ایک منفرد نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ احمد خان صوفی اکبر آبادی نے نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ سے وفات تک کے اہم واقعات کو اختصار اور جامعیت سے بیان کیا ہے۔ مولانا تقی علی خان نے میلاد و سیرت اور خصائل و شمائل کی پوری تفصیلات کے بیان میں مناظرانہ انداز سے پرہیز کیا ہے۔ اسلوب و دلنشین اور پراثر ہے۔ مولانا نجم الدین عباسی نے مشکل پسندی اور آرائش لفظی کے ساتھ ساتھ تصحیح روایات اور تدقیق روایات کو بھی مد نظر رکھا ہے۔ مولانا عبدالسیح بیدل رامپوری نے میلاد کی معتبر اور مستند روایات کے بیان کے علاوہ نبی کریمؐ کے والدین کے ایمان کو مستند حوالہ جات اور دلائل سے ثابت کیا ہے۔ جانشی غلام علی مہری کا منظوم میلاد نامہ معتبر روایات اور رنگا رنگ کیفیات و تاثرات کی وجہ سے بے حد مقبول رہا ہے۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے اشعار سے وفور عقیدت کی جگمگاہٹ محسوس ہوتی ہے۔ نواب صدیق حسن خان نے میلاد نامے میں مواد کی فراہمی میں اجمال سے کام لیا ہے۔ اختلاف مسلک کے باوجود یہ پہلا میلاد نامہ ہے جو کسی غیر مقلد نے لکھا ہے۔ دراصل مسلمانوں میں نبی کریمؐ کے احوال کی ترویج کے سلسلہ میں ان کی کسی قسم کی ایک دوسرے کے ساتھ کوئی مخالفت نہیں ہے۔ شیخ محمد متقی اور اک کے میلاد نامے کے ہر فقرے سے اس کا سال تصنیف ۱۹۳۹ء نکلتا ہے۔ اس کی ترتیب و تدوین سے مصنف کے والمانہ ذوق و شوق اور محنت و لگن کا اندازہ ہوتا ہے۔ کرامت علی جوہوری، سلامت اللہ کشتی، نواب نیاز احمد، عبدالحفیظ کاکوروی، مولوی ابراہیم علی خاں ظلیل، سید بہان الدین احمد، بادل کاپھوری، عطار اکبر آبادی، ظلیل الرحمن واعظ، مولوی عاشق حسین، مدنی علی پروانہ، محمد حسن میرٹھی اور عزیز الرحمن عرشی غازی پوری وغیرہ کے میلاد ناموں میں معتبر و مستند کتابوں کے حوالوں سے احوال میلاد و سیرت بیان کئے گئے ہیں۔

بریلوی مسلک کے زیر اثر پورے برصغیر میں محافل بکثرت منعقد ہونے لگیں۔ ان محافل مقدسہ نے نبی کریمؐ کی ذات اقدس سے روحانی اور دینی رشتہ استوار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ مسلمانوں کے اس قسم کے ایمان پرور اجتماعات انگریزوں کو بہت کھٹکتے تھے۔ ان کی شاطرانہ چالوں سے مخصوص انداز سے میلاد کے رد میں فتوے جاری ہونے لگے۔ علمائے اہلسنت والجماعت نے اثبات میلاد میں مسکت دلائل پر جتنی بے شمار کتب تالیف کیں۔ ان میں سب سے وقیع عبدالحق محدث الہ آبادی کی تصنیف "المولد المنظم فی بیان الحکم مولد النبی الاعظم" ہے جو ۱۸۸۹ء میں دہلی سے شائع ہوئی۔ میلاد اور قیام کے حق اور رد میں "آذا ص لاہام لما تعی المولد والقیام" (مولانا تقی علی خان)، "نصرت احمدیہ فی رد قول النجدیہ (سید احمد علی)، "بشری الکرام فی عمل المولد والقیام" (مولوی رحمن علی)، "الانوار الساطعہ فی اثبات المولد والقیام" (مولوی عبدالسیح بیدل رامپوری)، "عائتہ الکلام فی ابطال عمل المولد والقیام" (بزبان فارسی۔ مولوی بشیر الدین عثمانی قنوی)، "کلمتہ الحق" (بزبان فارسی۔ نواب صدیق حسن بھوپالی)، "فتاویٰ میلاد شریف و عرس و میلاد" (مولانا احمد علی محدث ساہنپوری)، "المیلاد فی القرآن" (مولانا محمد عالم آسی)، اور اثبات المولد والقیام (شاہ احمد سعید مجددی) جیسی معروف کتابوں کی اشاعت ہوئی۔

اس دور کے قریباً ہر میلاد نگار نے اثبات میلاد کے سلسلہ میں فضائل محفل میلاد اور فضائل درود و سلام کو موضوع بنایا ہے۔

اس دور میں انگریزوں کے ظلم و ستم، مسلمانوں کی معاشی بد حالی، عدم اطمینان، سکون تلاشی کی فضا عام ہے۔ ان مخصوص حالات کی وجہ سے خانقاہ مشرقی اور بزم پسندی کے رجحانات کو فروغ حاصل ہوا۔ ماحول کی ٹھنکن کی وجہ سے میلاد ناموں میں ہندوستان کی فضا سے بیزاری، روضہ رسول پر حاضری کی شدت سے تڑپ اور جا کر واپس نہ آنے کی آرزو اور جنت البقیع میں دفن ہونے کی شدید خواہش کا اظہار کیا ہے۔

اس دور میں عیسائیوں، مسلمانوں اور ہندوؤں کو اشاعت و تبلیغ کے بے شمار مواقع میسر آئے۔ مذہب پرستی کا عصر صدیوں سے ہندوستان کی مٹی میں موجود ہے۔ ان تینوں مذاہب کے پیروکاروں نے مذہبی سیاسی اور تمدنی بقا کو مد نظر رکھ کر مختلف مدافعانہ اور جارحانہ اقدام کئے۔ ان میں سب سے اہم قدم تحریر و تقریر تھا۔ اس روش کی وجہ سے اردو میں عوامی رابطہ کی زبان ہونے کے ناطے سے تینوں مذاہب کا بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا۔ اس ذخیرے کے بارے میں ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم لکھتے ہیں:

”نظم و نثر کی ان تحریروں کی حیثیت علمی و ادبی اور عامی بھی ہے۔ اس کا دائرہ اثر بہت وسیع ہے۔ ان میں خالص دینی اور مذہبی مباحث کے ساتھ ساتھ تصوف و اخلاق اور سیاسی و تمدنی امور کا بیان بھی شامل ہے۔ اس دائرے کی وسعت کی سب سے بڑی وجہ مذہب کے اثر و رسوخ کی وسعت ہے۔ برصغیر کے تمام مذاہب اسلام سے مخالفانہ یا موافقانہ تعلق ضرور رکھتے تھے۔ اس لئے وہ مذہبی چھاپ سے آزاد نہ ہو سکے۔“ (۱۷۶)

اس دور میں مغربیت کا تند و تیز سیلاب مسلمانوں کی تمدن و تمدن اور ان کے مذہب و ایمان کے بنیادی ستونوں کو ہمائے لے جا رہا تھا۔ اس وقت اس سیل کو تھامنے اور اس سے اثر پذیر نہ ہونے کی صلاحیت، طاقت اور قوت صرف نبی کریم کی والہانہ محبت و عقیدت اور عشق و شینگی کے جذبہ نے پیدا کی اور اس کو تیز کرنے میں محافل میلاد اور مواعید نے اہم کردار ادا کیا۔

میلاد تاملوں کا دور جدید (۲)

۱۸۵۷ء تا ۱۹۲۷ء

پہلے باب

میلاد تاملوں کا دور جدید (۲)

۱۸۵۷ء ————— ۱۹۲۷ء

حصہ دوم

۱۹۰۱ء ————— ۱۹۲۷ء

میلاد ناموں کا دور جدید (۲)

۱۸۵۷ء تا ۱۹۳۷ء

حصہ دوم

۱۹۰۱ء ----- ۱۹۳۷ء

○ دور جدید کا سیاسی، تمدنی اور مذہبی پس منظر۔

○ حافظ محمود حسین خاں نازاں / مصصام الدین محمد / حافظ محمد امین / محمد دولت خاں / شاہ محمد عبداللہ
 نقشبندی / مولانا حسن رضا خاں حسن / مولانا محمد حسین عطار اکبر آبادی / حاجی غلام محمد ہادی علی خاں /
 مولوی محمد امداد العلی / خواجہ محمد سلامت اللہ سوئی پتی / حافظ محمد عبدالمجید / خواجہ محمد حافظ علی / سید جعفر
 اللہ / محمد یقین کانپوری / مولوی محمد حبیب اللہ / مولوی محمد ابراہیم بنارس / مولوی محمد انوار اللہ / محمد
 عبدالغفار بلخ / مولوی محمد عظیم / مولوی محمد ابراہیم دہلوی / مولوی سید محب الحق / محمد رکن الدین الوری /
 حسن علی خاں / خواجہ فقی الدین اکبر آبادی / قاضی ذکیر الدین / محمد جمیل الرحمن خاں / شاہد حسین خاں /
 مولانا عبدالعلیم شرر / حافظ محمد انوار اللہ خاں بنچود / مولوی عبدالسبحان / علی احمد خاں اسیردایونی / قاضی
 سعید اللہ / منشی گوہر علی خاں گوہر رامپوری / محمد سراج الدین اکبر آبادی / حاجی رحیم بخش / فدا حسین شاہ
 جمالی پوری / مفتی محمد ظلیل / سید محمد بشیر الدین احمد / مولوی محمد کرم بخش / خواجہ محمد احمد بخش اکبر آبادی /
 منشی محمد احسن خن بہاری / سید دیدار علی شاہ / مرزا محمد ہادی عزیز کھنوی / علامہ راشد الخیری / محمد
 قمر الدین / غلام محمد عباس / شیخ محمد ابراہیم نقشبندی / سید عاجز رامپوری / قاضی قلندر علی / نمل احمد علوی
 / شیخ عبدالصمد صدیقی / عبدالرزاق ندوی / مولانا محمد اشرف علی تھانوی / بیدم وارثی / مولوی غلام رسول /
 خواجہ محبوب عالم / محمد احسن وحشی نگرانی / علامہ نور بخش توکلی۔

○ دور جدید کے میلاد ناموں کا جائزہ (۲)

دور جدید کا سیاسی، تہذیبی اور مذہبی پس منظر

دور جدید انگریزوں کی عملداری کے زمانہ پر پھیلا ہوا ہے۔ اس دور کی وسعت کے پیش نظر گذشتہ باب میں ۱۸۵۷ء سے ۱۹۰۰ء تک کے دور کو شامل کیا گیا تھا۔ اب زیر نظر باب میں ۱۹۰۱ء سے ۱۹۴۷ء قیام پاکستان تک کے میلاد نگاروں کے احوال و تبصرہ پر مشتمل ہے۔

اس دور کی سیاسی، سماجی اور مذہبی تحریکوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے سماجی رویوں اور ادبی و فکری پہلوؤں پر گہرے انقلابی اثرات مرتب کئے۔ انہی اثرات کے زیر اثر اس دور کے میلاد ناموں کے اظہار و ابلاغ میں ایک واضح اور نمایاں فرق نظر آتا ہے۔

اس دور میں پچھلی صدی کی طرح سیاسی لحاظ سے مسلمانوں میں غلامی کی کیفیت اور مشرقی اقدار کی ناقدری و کسمپرسی نے جذبات و احساسات پر ضرب کاری لگائی۔ مسلمانوں کے سیاسی غلبہ کے خاتمہ کے بعد اقتصادی اور مذہبی مستقبل بھی تاریک ہو گیا تھا۔ میلاد نگاروں نے اس آڑے وقت میں امت مسلمہ کی دیکھیری کا کام اپنے ذمے لے لیا۔ اس طرح انہوں نے اردو نظم و نثر میں اپنی روایات اور علامات کو بہت بڑے پیمانے پر پھیلا دیا۔

بیسویں صدی کے آغاز میں کانگریس کی طرف سے تقسیم بنگال کی مخالفت سے ہندوؤں کے اصل عزائم بے نقاب ہو گئے۔ ۱۹۰۶ء میں ڈھاکہ میں محمدن ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں مسلمانوں کے سیاسی حقوق اور مفادات کے تحفظ کے لئے نواب سلیم اللہ خاں کی تحریک پر آل انڈیا مسلم لیگ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ معاشی عوامل کے لحاظ سے مسلمانوں کا سرکاری ملازمتوں سے اخراج اور ہندو اکثریت کے علاقوں میں صنعتوں کے قیام کی وجہ سے مسلمان صنعتی پس ماندگی کا شکار ہوئے۔ یورپی تاجروں کے تجارت پر تسلط اور انگریزوں کی طرف سے ہندوؤں کی بھرپور حمایت نے مسلمانوں کو تجارت میں بہت پیچھے دھکیل دیا۔ اس قسم کے عوامل کے باعث قائد اعظم محمد علی جناح کے نزدیک ایسی مملکت کی تخلیق ضروری تھی، جہاں ہماری تہذیب پھلے پھولے اور جہاں معاشرتی و اقتصادی انصاف ہو۔ اس سلسلہ میں ۱۹۰۶ء میں وائسرائے ہند لارڈ منٹو سے شملہ میں مسلم قائدین کا ایک وفد ملا اور اس وفد نے مسلم قومیت کے جداگانہ تشخص پر روشنی ڈالی۔

مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے کے سلسلہ میں اور سماجی و سیاسی لحاظ سے تحریک علی گڑھ نے مسلمانان ہند کی زندگی پر دور رس نتائج مرتب کئے۔ اس سے تعلیم کی ترویج، اصلاح معاشرہ اور اتحاد کے علاوہ تعلیم یافتہ طبقہ نے مسلمان نوجوانوں میں اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے سیاسی قیادت فرام کی۔ معاہدہ لکھنؤ ۱۹۱۶ء میں کانگریس نے مسلمانوں کے جداگانہ انتخاب کے مطالبے کو تسلیم کر لیا۔ اس لحاظ

سے انہوں نے نظریہ قومیت اور جداگانہ تشخص کو قبول کر لیا۔ ۱۹۴۹ء میں آل انڈیا تحریک خلافت کی بنیاد پڑی۔ مسئلہ تحفظ ناموس خلافت نے ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کو متحد کر دیا۔ دراصل ترکی کے سلطان کو دنیائے اسلام کا خلیفہ سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے ترکی کی کمزوری یا شکست کو عالم اسلام کی توہین خیال کیا جاتا تھا۔ پہلی جنگ عظیم میں ترکوں نے انگریزوں کے خلاف جرمنی کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تو ہندوستان کے مسلمانوں نے ترکی کے مفادات کے تحفظ کے لئے تحریک چلائی۔ اس تحریک میں سکولوں، کالجوں اور عدالتوں کا بائیکاٹ، انگریزی مال کی خریداری کا مقاطعہ، سول نافرمانی کا آغاز اور قریباً ۸۰ ہزار مسلمانوں کی گرفتاری اس دور کے انقلابی واقعات ہیں۔ اس تحریک کی بدولت برصغیر کے مسلمانوں میں سیاسی بیداری پیدا ہوئی۔ تحریک خلافت کا تذکرہ میلاد ناموں کی مناجاتوں اور شعری نکتوں میں نظر آتا ہے۔ امت مسلمہ کی زبوں حالی، انگریزوں کے مظالم اور نبی کریمؐ کے حضور استغاثہ و استمداد کا بیان بھی مخصوص عصری عوامل کے تحت ملتا ہے۔ دراصل تحریک خلافت سے مسلمانوں کے دلوں میں مغرب سے بیزاری، موثر قیادت کا حصول اور برطانوی راج کے زوال جیسے اثرات مرتب ہوئے۔

قائد اعظم نے ۱۹۲۹ء میں مسلم لیگ کے اجلاس دہلی میں سنو رپورٹ کے جواب میں مسلمانوں کے بنیادی مطالبات پیش کئے۔ علامہ اقبال نے ۱۹۳۰ء میں الہ آباد میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی صدارت کی اور اس میں انہوں نے اسلام کے تصور اور فلسفہ حیات کی وضاحت کی۔ مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ مملکت کے قیام کا مطالبہ کیا۔ یہی خطبہ تصور پاکستان کی بنیاد بنا۔

۱۹۳۵ء میں مسلم لیگ اور کانگریس نے انتخابات میں حصہ لیا۔ کانگریس گیارہ میں سے سات صوبوں میں وزارتیں قائم کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ کانگریس کے برسر اقتدار آ جانے سے ہندوؤں نے مسلمانوں کے ساتھ نہایت خالمانہ طرز عمل اختیار کیا۔ مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ نہ رہی۔ کانگریس اقتدار کے ڈھائی سال مسلمانانہ ہند پر قیامت بن کر گذرے۔ ۱۹۳۷ء میں کانگریس مسلمانوں کے جداگانہ تشخص سے منحرف ہو گئی۔ جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی مذہبی آزادی کا خاتمہ ہو گیا۔ ذبیحہ گاو پر پابندی عائد کر دی گئی۔ مسلمانوں کی مساجد ہندو غنڈوں سے محفوظ نہ رہیں۔ محرم کے جلوس کو درہم برہم کیا جانے لگا۔ کئی مقامات پر مساجد کو بھی مسمار کر دیا گیا۔ اس سے مسلم ریاست کے قیام کا مطالبہ برصغیر کے مسلمانوں کے دل کی آواز بن گیا۔ مسلم لیگ عوامی تحریک بن گئی۔ لاہور میں ۲۳ مارچ ۱۹۳۰ء کو مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی۔ ۱۹۳۶ء کے انتخابات میں مسلم لیگ نے پاکستان کا مطالبہ اور دو قومی نظریہ کی بنیاد پر انتخابات میں حصہ لیا۔ مسلمانوں نے مسلم لیگ پر اعتماد کا اظہار کر کے کانگریس کو قیام پاکستان کا مطالبہ تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا۔ تحریک پاکستان کے دوران ہر زبان پر پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ، کافر تو تھا۔ پاکستان کے قیام کا مقصد اسلام کے شذہی، تمدنی، ثقافتی، سیاسی اور معاشی نظام کو عملی طور پر رائج کرنا اور انفرادی و اجتماعی زندگی کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کا عہد تھا۔ بالآخر ۳۱ اگست ۱۹۴۷ء کو قائد اعظم کی قیادت میں پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔

اس دور میں انگریزوں نے اپنے تسلط کو طول دینے کے لئے کئی حربے استعمال کئے۔ ان میں ایک حربہ

مسلمانوں میں جذبہ جہاد ختم کرنے کی بھرپور کوشش بھی تھا۔ انہیں اس بات کا بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ جب تک مسلمانوں میں جذبہ جہاد موجود رہے گا۔ وہ سکون سے ہندوستان پر حکومت نہ کر سکیں گے۔ دیگر مسلم ممالک میں بھی جہاں جہاں مسلمان انگریزی نیچے استبداد سے نجات پانے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔ سب جذبہ جہاد سے ہی سرشار تھے۔ انگریزوں نے ایک طرف پادریوں کے ذریعے سے مسیحیت کا پرچار شروع کرا دیا تھا اور دوسری طرف مسلمانوں کو کمزور کرنے کی خاطر مسلمانوں کے اندر فرقہ واریت کو بڑھا دینے لگے۔ انگریزوں نے مسلمانوں کے اندر نفاق اور اختلاف کو بڑھانے اور جذبہ جہاد چھین لینے کی کوشش میں مرزا غلام احمد قادیانی سے مسیح موعود اور نبی ہونے کا دعویٰ کرا دیا۔ اس کافر گروہ نے انگریزوں کی بھرپور سرپرستی میں مسلمانوں کو نیچا دکھانے کی بھرپور کوششیں شروع کر دیں۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ مسلمانوں کے غیور دینی و سیاسی رہنماؤں کی توجہ انگریز کی جانب سے ہٹ گئی اور اس فتنہ کی سرکوبی کی طرف مرکوز ہو گئی۔ اس فرقہ باطلہ کے استیصال کے لئے مولانا محمد حسین بنالوی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مولوی شاہ اللہ امرتسری، پیر سید مرعلی شاہ، انور شاہ کشمیری اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے زما میدان عمل میں اترے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی قیادت میں رو قادیانیت ایک عوامی تحریک بن گئی۔ چوہدری افضل حق، تاج الدین انصاری، قاضی احسان احمد، شیخ حسام الدین، مولانا محمد علی جالندھری، آغا شورش کشمیری اور سید ابو ذر غفاری جیسے مخلص کارکنوں نے قادیانی تبلیغ کی فتنہ و اشاعت کے سارے راستے بند کر دیئے۔ ۱۹۳۳ء میں مسلمانوں نے متحد ہو کر اور شہدا کا پاک خون نہنے کر جذبہ جہاد کو زندہ کر دیا اور قادیانی جھوٹی نبوت کی دھیماں نکمیر دیں۔

اسی زمانے میں نابھہ عصر علامہ حناہت اللہ خاں المشرقی کی زیر قیادت پورے برصغیر میں خاکسار تحریک نے احزابوں کے قدم بہ قدم روح جہاد بیدار کرنے میں اپنی بے مثال جرات اور پامردی سے مثبت کردار ادا کیا۔

اس دور کے میلاو ناموں میں رو قادیانیت کے سلسلہ میں آپ کے خاتم النبیین ہونے کا بار بار ذکر ملتا ہے۔

اسی دور میں اسلام کی ترویج و اشاعت کے سلسلہ میں ہر کتب فکر کے مدارس کثرت سے قائم ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند کے زیر اثر مراد آباد، سارنہور اور گنیمند کے علاوہ پورے ہندوستان میں سینکڑوں ایسے مدارس قائم ہوئے، جو دیوبند کو اپنی رہنمائی کا مرکز سمجھتے تھے۔ ۱۹۰۳ء میں مولانا شبلی نعمانی نے ندوۃ العلماء لکھنؤ کا انتظام سنبھالا۔ ان کی وجہ سے ندوہ کے نظم و نسق میں بہتری پیدا ہوئی۔ انجمن حمایت اسلام، لاہور کا اصل مقصد تبلیغ اسلام تھا مگر اس انجمن نے ۱۹۲۵ء سے تعلیمی اور سماجی میدان میں شاندار کارکردگی شروع کر دی اور باقاعدہ تعلیمی و قلمی ادارے بنانے شروع کئے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ ۱۹۲۵ء میں دہلی منتقل ہوا۔ جامعہ ملیہ کے تنظیمین نے قدیم و جدید کے درمیان ایک حسین امتزاج پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اردو اکیڈمی کا قیام اس ادارے کا شاندار کارنامہ ہے۔ ان تمام سیاسی اور سماجی تحریکوں کے ساتھ ساتھ علماء نے مساجد کو آباد رکھا اور ہر جگہ کو قرآن و حدیث کی اشاعت سے عام مسلمان عیسائیت یا ہندومت میں جذب

ہونے سے بچ گیا۔ دارالعلوم دیوبند، مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی تحریک اور اجماعت غیر مقلدین نے مذہبی تبلیغ و اشاعت سے عام مسلمانوں کو نہ انگریزوں کا وفادار بننے دیا اور نہ ہندوؤں اور مسلمانوں کا متحدہ قومیت کا تصور مسلمان عوام کے اندر جڑ پکڑ سکا۔ اس دور کے میلاد نامے مسلمانوں کی زبانوں حالی اور آشوب زمانہ کے مختلف انداز اور مخصوص سلمی رویوں کی جھلک دکھاتے ہیں۔ میلاد یہ منظومات اپنی فکری اور شعوری بلندی کی وجہ سے جدید ذہنوں کو متاثر کرنے کے قابل نظر آتی ہیں۔ مناجاتی انداز میں درد و کرب کا بیان دراصل مسلمانوں کے عصری کرب اور تقاضوں سے ہم آہنگی کا واضح ثبوت ہے۔ اس دور کے میلاد ناموں میں نبی کریمؐ کے حضور استغاثہ و استدعا طلبی کے مضامین کا بھی اضافہ ہوا۔

اس دور میں جشن عید میلاد النبیؐ منانے کی تحریک سید ممتاز علی نے ۲۵ دسمبر ۱۹۰۹ء کو تہذیب نسواں میں شروع کی۔ انہوں نے اس تحریک کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھا:

”مجھے ایک مرتبہ کرمس کی رات عیسائیوں کی عبادت کا جوش و خروش اور اگلے دن اس تقریب کی خوشیوں کا سامان و اہتمام دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ میں یہ سب کچھ دیکھ کر دنگ رہ گیا اور یہ خیال کر کے دل ہی دل میں بے حد نادم و شرمسار ہوا کہ اس کے مقابلے میں ہماری مجالس میلاد کس قدر بیچ اور حقیر ہوتی ہیں۔“ (۱)

مسلمانوں میں جشن عید میلاد النبیؐ منانے کی روایات صدیوں پرانی موجود ہیں۔ اس جشن منانے کے جواز میں ملا علی قاری نے اپنے رسالہ ”مورد الروی“ میں ابن جزریؒ (م ۸۳۳ھ) کا درج ذیل قول نقل کیا ہے:

”جب نصاریٰ اپنے نبی کی پیدائش کی رات کو عید اکبر مناتے ہیں تو اہل اسلام

کو ان سے زیادہ اپنے نبی کی حکمرم و تعظیم کرنا چاہئے۔“ (۲)

برصغیر کے مسلمانوں کو جشن عید میلاد النبیؐ منانے کے سلسلہ میں اس لحاظ سے بھی تقویت ملی کیونکہ دیگر ممالک میں صدیوں سے مسلمان جشن عید میلاد النبیؐ منا رہے تھے۔ اب وسیع جتانے پر جشن عید میلاد النبیؐ منانے کے سلسلہ میں مسلمانوں میں تحریک کا آغاز ہوا۔ اس تحریک کے محرک کے لحاظ سے مولوی سید ممتاز علی نے اپنے رسالہ تہذیب نسواں میں ۲۵ سال (۱۹۰۹ء سے ۱۹۳۵ء تک) عید میلاد النبیؐ کو پورے مذہبی جوش و خروش اور نرک و احتشام سے منانے کے سلسلہ میں متعدد مضمون لکھے۔ مولوی ممتاز علی کا خیال تھا کہ ہم سال بھر میں مولود کی ایک مجلس کی بجائے کئی کئی مجلسیں کر لیتے ہیں مگر ان سے وہ خوشی یا عظمت ظاہر نہیں ہوتی جو نبی کریمؐ کی شایان شان ہو۔ ان کے نزدیک ”بزرگوں کی یادگار کو قائم رکھنا اور ان کو تہواروں کی طرح منانا دنیا میں نیک دلی اور خدا ترسی کی صفت پیدا کرتا ہے۔“ (۳)

مولوی ممتاز علی نے تجویز پیش کی کہ اگر مسلمان عید میلاد کو بھرپور تکلف و اہتمام سے منانے کی ہمت و مقدرت نہیں رکھتے تو اس موقع پر کم از کم اتنا کریں کہ شام کے وقت جس کی صبح کو عید ہو۔ بستی کے چاروں طرف اس طرح گولے چلائے جائیں، جس طرح عید کا چاند دیکھ کر چلائے جاتے ہیں۔ صبح کو لوگ غسل کر کے لباس تبدیل کریں اور ایک بہت بڑا جلوس درود و سلام اور نعتیں پڑھتا ہوا، کسی خاص مقام

سے روانہ ہو اور شہر کے دور ترین مقام کی طرف جائے۔ تیسرے شامیانے لگا کر ایک جگہ کو تقریروں اور لیکچروں کے لئے مخصوص کیا جائے۔ چوتھے شہر میں کثرت سے مجالس مولود متعقد کی جائیں اور رات کو چرائیاں ہو۔ (۳)

مولوی ممتاز علی کی تحریک بسلسلہ جشن عید میلاد النبیؐ کے اثرات پورے ہندوستان میں مرتب ہوئے۔ برصغیر کے بیشتر مقامات پر اس تقریب کو دھوم دھام سے منایا گیا۔ ۱۹۱۱ء میں عید میلاد النبیؐ کے موقع پر اخبارات و رسائل نے عید میلاد کے خاص نمبر نکالے۔ علماء و مجتہدین نے بھی عید میلاد کو قومی سطح پر منانا نہایت ضروری سمجھا اور لاہور میں میلاد شریف کا باقاعدہ اجتماع ۱۹۱۱ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں منعقد ہوا جس کی صدارت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ (دربار علی پور سیداں، سیالکوٹ) نے کی۔ مقررین میں علامہ اقبالؒ بھی شامل تھے۔ اس جلسہ کی روادو رسالہ تہذیب نسواں میں شائع ہوئی۔ (۵) علامہ اقبالؒ نے اپنی تقریر میں نہایت خوبی سے لوگوں کو یہ بات سمجھائی:

”جیسے صرف تماشا نہیں بلکہ قومیت کو مضبوط کرنے اور اگلی پچھلی قوم کی شخصیت کو ایک کرنے کے لئے بہت ضروری ہیں۔ جب تک ساری قوم اپنے بزرگوں کے حالات سن کر خود ان عظیم الشان بزرگوں کی ذریت ہونے کا فخر اور گھمنڈ دل میں پیدا نہ کرے گی تب تک ان کے سینوں میں الوالعزمی اور بلند حوصلگی جوش زن نہیں ہو سکتی۔“ (۶)

اس اجلاس میں علامہ اقبالؒ کے علاوہ شیخ عبدالقادر، مولانا ظفر علی خاں، مفتی محمد عبداللہ، مولوی عبدالکلیم اور پیر سید جماعت علی شاہ نے نبی کریمؐ کے اخلاق و شمائل پر تقاریر کیں۔ اسی دور میں خواجہ حسن نظامی نے رسالہ نظام المشائخ میں ”عید میلاد الرسولؐ“ کے عنوان سے میلاد النبیؐ کا جشن منانے کے سلسلہ میں ایک پر زور مضمون لکھا۔ یہ مضمون بھی تہذیب نسواں (۲۵- مارچ ۱۹۱۱ء) میں شائع ہوا۔

جشن عید میلاد النبیؐ کے سلسلہ میں مولوی ممتاز علی کی تحریک پر اکابرین نے بھرپور توجہ دی اور اس طرح برصغیر کے ہر شہر، ہر قصبہ اور ہر بستی میں نہایت تزک و احتشام سے جشن عید میلاد النبیؐ منایا جانے لگا۔

اس دور کے میلاد ناموں کی روایت، ترکیب و ترتیب اور ساخت کم و بیش پرانے میلاد ناموں کی طرح ہے۔ اس دور میں بھی نثری میلاد ناموں میں جا بجا شعری ٹکڑے موجود ہیں۔ اس دور میں علامہ اہلسنت والجماعت نے خاصی تعداد میں میلاد نامے لکھے اور اہلحدیث حضرات نے میلادی روایات کے ضمن میں کتابیں تصنیف کیں۔ میلاد کے حق اور رو کے سلسلہ میں فتاویٰ کا ایک سلسلہ شروع ہوا۔ اس موضوع پر بے شمار کتب و رسائل کی اشاعت ہوئی اور ان میں علماء نے اپنے مخصوص مذہبی خیالات کا برملا اظہار کیا۔ مجموعی طور پر اس دور کے میلاد نامے ضخیم، وقیع، عالمانہ اور جدید افکار و نظریات کی روشنی میں مرتب کئے گئے۔ سیرت النبیؐ کی ترویج و اشاعت اخبارات و رسائل، محفلوں، کتابوں اور مقالوں کے ذریعے ہونے

گئی۔ سیرت کمیشیاں قائم ہوئیں۔ (اس میں سیرت کمیٹی، پٹی کی کارکردگی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔) جشن میلاد النبیؐ منانے کے سلسلہ میں مثبت اقدامات کئے گئے۔ اس طرح اردو زبان و ادب میں کثیر تعداد میں ہر نوع اور ہر وضع کے میلاد ناموں کی اشاعت ہوئی۔

حافظ محمود حسین خاں نازاں

حافظ محمود حسین خاں نازاں چشتی سلیمانی سلسلہ میں بیعت تھے۔ علاقہ منجگر کے رئیس تھے۔ ان کا میلاد نامہ ”بزم میلاد“ ۳۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں فضائل میلاد، ولادت مقدسہ اور معجزات ولادت کو نظم و نثر میں بیان کیا گیا ہے۔ اس میلاد نامہ کو قبولیت عام حاصل ہوئی اور کئی بار چھپا۔ اس کا ۱۹۰۳ء کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ اس کی پہلی اشاعت میں بیان میلاد مسدس میں ہی کیا گیا تھا۔ موجودہ اشاعت میں مسدس کے علاوہ موقع بموقع نثر کا اضافہ کیا گیا ہے۔ مسدس کا ایک بند بطور نمونہ درج ذیل ہے:

اس نور بے زوال کا ہوتا ہے اب ظہور
زرہ ہے ایک جس کا تجلی شمع طور
مشہور مر و ماہ ہوئے اس سے دور دور
وہ نور پاک ذات خدا کا ہے خاص نور
مژدہ کہ بزم مولد خیر الوری ہے آج
ذکر ظہور نور حبیب خدا ہے آج
(۷)

اس میلاد نامے کی حمد و نعت کا مجلسی انداز ہے۔ ان منظومات سے جہاں تذکار و تبلیغ سیرت رسول کے قصے پورے ہوتے ہیں۔ وہاں ان کی اثر آفرینی اور نعمانی آہنگ سے کیف اور فضا پیدا ہوتی ہے:

مولا کی کر بندے یاد
حق کی یاد سے رکھ دل شاد
فلک جہاں سے ہو آزاد
ذکر خیر مبارک یاد
حسبی ربی جل اللہ
مافی قلبی غیر اللہ
لا الہ الا اللہ
نور محمد صلی اللہ

حافظ محمود حسین خاں کے میلاد ثانیے میں میلاد یہ منظومیت کے موثر اور دل آویز نمونے ملتے ہیں۔ ان کے اشعار میں زور، روانی اور اثر آفرینی خیالات کی رفعت اور تشبیہ و استعارہ کی لطافت کے ساتھ ساتھ اس قسم کے میلاد ناموں نے فکری اور فنی دونوں لحاظ سے نئے امکانات سے روشناس کرا کے شعری روایت کو آگے بڑھایا۔ یہ مصنف کی عظمت کا ثبوت ہیں۔

مصصام الدین محمد

مصصام الدین محمد بن مولوی سید عطاء الدین مدراس کے رہنے والے تھے۔ مولوی عبدالرزاق کے مرید تھے۔ انہوں نے فضائل و شمائل رسالت پر "اصحاح الانوار فی بیان خصائص سید الابرار" لکھی تھی۔ کتاب کے حاشیے سے وضاحت ہوتی ہے کہ اس کا سال تصنیف اوائل ۱۹۰۰ء ہے۔ (۹) اس کا ایک مخطوط رضا لائبریری رامپور میں موجود ہے۔ یہ نسخہ مصنف کے اپنے قلم کا معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے متن میں قطع و برید موجود ہے۔ اس کے کل ۶۶ اوراق ہیں۔ متن میں عربی عبارتوں پر سرخ لکیر کھینچی گئی ہے۔ آخری اوراق بوسیدہ ہو چکے ہیں۔ مصنف نے عربی اور فارسی کے الفاظ بکثرت استعمال کئے ہیں۔

حافظ محمد امین

حافظ محمد امین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بعنوان "جذب الاصفیا الی فضائل المصطفیٰ" نثر میں لکھے ہیں۔ یہ رسالہ ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں انہوں نے آپ کے فضائل کو قرآن و حدیث کے دلائل سے بیان کیا ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ ان کا دوسرا رسالہ "انیس المشتاقین الی حیات سید المرسلین" بیان میلاد پر مشتمل ہے اور "القول المتبول فی علم غیب الرسول" میں نبی کریم کے علم غیب کے بارے میں مدلل بیان ہے۔ جذب الاصفیا الی فضائل المصطفیٰ سے ایک مختصر اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

"رحمتہ للعالمین میں لفظ رحمت پر غور کیا جائے۔ رحمت ایک ایسا وسیع لفظ ہے جو ہر ایک چیز کے لئے بولا جاسکتا ہے۔ ماں، باپ کی رحمت استعمال ہوتا ہے۔ بارش بھی ایک رحمت ہے۔ خدا کا رحم، حاکم کا رحم، بادشاہ کا رحم، استاد کا رحم، پس اے درویش اس نکتہ باریک کو سوچ اور خوب سمجھ لے، صرف بارش کی رحمت کو مد نظر رکھ کر اس کے عجائبات کو ملاحظہ کر کہ کیا کیا عمدہ سبزیاں، پھل پھول اس سے ظاہر ہوتے ہیں، اور اس کا دنیا پر کیا اثر ہے۔ پس پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس لفظ کے ساتھ مقرب کیا گیا، قرآن جاؤں، وہ اسی کے لئے موزوں ہے۔ واقعی اس کا وجود تمام عالم کے لئے اسی طرح رحمت ہے جس طرح کہ بارش دنیا کے لئے۔" (۱۰)

حافظ محمد امین نے نبی کریم کے فضائل کے بیان میں انتخاب و استعمال الفاظ میں فنی نزاکتوں کا پورا پورا لحاظ رکھا ہے۔ ان کے طرز استدلال اور علمی انداز میں بے ساختگی کا رنگ نمایاں ہے۔

محمد دولت خاں

محمد دولت خاں بن محمد ہمت خاں افغان، شمس آباد ضلع فرخ آباد کے رہنے والے تھے۔ مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی کے مرید تھے۔ ان کا منظوم معراج نامہ بعنوان ”معراج مصطفیٰ موسومہ بہ دولت خاں“ ۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ مصنف نے اپنے معراج نامہ کے بارے میں درج ذیل اشعار میں مراد کی ہے:

جس طریق انداز سے میں نے لکھا
کسی شاعر سے نہیں اب تک سنا
میں کروں توصیف اس کی کیا بیاں
دیکھنے سے خوبی اس کی ہے عیاں
غیر کا مضمون چرانا یا کلام
یہ نہیں واللہ باللہ میرا کام
(۱۱)

شاعر نے نعت نبیؐ میں احد اور احد کے فرق مراتب کو ملحوظ رکھا ہے۔
ایک بند ملاحظہ ہو:

یمن کہیں ط کہیں نور اس کو کہا ہے
تعظیم سے ہے جس جگہ قرآن میں لکھا ہے
دیکھو تو روف اور رحیم اس کی ثنا ہے
وہ مظهر حق ہے یا کون شکل خدا ہے
سو سجدہ اسے کرتا مجھے بیم نہ ہوتا
احمد کے اگر نام میں یہ بیم نہ ہوتا
(۱۲)

اس معراج نامہ کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ اس معراج نامے کا طرز اظہار متنوع اور رنگا رنگ کیفیات و تاثرات کا حامل ہے۔ اس میں آسمانوں اور عرش کی رونق اور تہاہمی کا نقش بڑے دلکش پیرایے میں کھینچا گیا ہے۔ بیان معراج میں جذبات و احساسات کے اظہار میں شاعرانہ رنگ غالب ہے۔

شاہ محمد عبداللہ نقشبندی

شاہ محمد عبداللہ نقشبندی، جامع مسجد کانپور کے امام اور سید محمد شاہ عبدالحق کانپوری کے خلیفہ تھے۔ ان کے مہار نامہ مجموعہ مولود شریف اور وعظ شریف میں حمد و نعت کے بعد اصحاب پاکؑ کی تعریف، تعریف

اہل بیتؑ حضرت کے نزدیک اصحاب کبارہ کی کیسی توقیر ہے، بزرگی و برکات ذکر مولود شریف، آداب محفل مبارک، بیان درود شریف و فضائل درود خوانی، بیان پیدائش نور محمدی، حسن و جمال حضرت عبداللہ کا شہد حضرت عبداللہ کا نکاح، نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ، احوال رضاعت، بیان معراج شریف، دیگر معجزات کا بیان، شفاعت کبریٰ، بیان مقام محمود، آپؐ کے شمائل و خصائل کا بیان، حضورؐ کے علم و صبر کا بیان، نقشِ نعل شریف اور حالات صادقہ و کرامات حضرت غوث الاعظمؒ کے عنوانات ہیں۔ یہ میلاد نامہ نظم و نثر کے ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ مصنف نے تمام واقعات کے سلسلہ میں تحقیق و تدقیق سے کام لیا ہے لیکن حالات مبارکہ بیان کرتے وقت ان کا اسلوب سادہ اور دل نشیں ہو جاتا ہے۔ اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے ہو سکتا ہے:

”حضرت آدمؑ سے واسطے نور محمدیؐ کے جو ان کی پشت میں سونپا گیا تھا۔ عمد لیا گیا کہ اس کی تعظیم و توقیر کرتے رہیں اور پاک عورتوں میں نقل کریں۔ آدمؑ نے اقرار کیا اور فرشتے گواہ ہوئے۔ جب آدمؑ کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے حضرت شیثؑ کو وصیت کی کہ جو تمہاری پشت میں نور ہے اس کی محافظت ضرور ہے اور ارحام طیبہ و طاہرہ میں اس کی تحویل ہو پس وہ نور مبارک پاک مردوں اور پاک عورتوں میں نقل کرتا رہا حضرت آدمؑ سے حضرت شیثؑ اور حضرت ادریسؑ حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ اور ان سے حضرت اسمعیلؑ کو سرفراز و ممتاز فرماتا ہوا حضرت عبدالمطلب پھر ان سے حضرت عبداللہ میں آیا۔ جس پشت میں نور محمدیؐ آتا تھا اپنا جلوہ دکھاتا تھا۔ حضرت آدمؑ کی خطا اسی نور کی برکت سے عفو ہوئی۔ حضرت شیثؑ کے بدن میں خوشبو مشک کی اسی نور کی برکت سے آتی تھی، حضرت نوحؑ کی کشتی کو اسی کے طفیل نجات ملی، اسی نور کی برکت سے حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ پر آگ کو گلزار کیا۔ حضرت اسمعیلؑ کے واسطے جنت سے دنبہ اسی نور کی برکت سے آیا اور بے ذبح کئے ہوئے، اسمعیلؑ ذبح اللہ کلائے۔ حضرت عبدالمطلب کی دعا اسی نور کی برکت سے قبول ہوتی تھی۔ حضرت عبداللہ کو دیکھ کر تمام بت منہ کے بل گر جاتے تھے۔“ (۱۳)

موضوع اور اسلوب ہر دو اعتبار سے اس میلاد نامہ میں ایک معقول اولیٰ استدلال موجود ہے۔ مصنف نے اپنی تحریروں کو موثر بنانے کے لئے مشکل الفاظ بے جا تراکیب اور مغلق عبارات سے دامن بچایا ہے نیز عربی اقوال و ضرب الامثال بھی بکثرت استعمال کرنے سے پرہیز کیا ہے۔

مولانا حسن رضا خاں حسن (م ۱۳۲۶ھ ر ۱۹۰۸ء)

مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے چھوٹے بھائی تھے۔ ان کے ”میلاد حسن“ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اور اکثر محافل میلاد میں پڑھا جاتا ہے۔ اس میلاد نامے کی عبارت عام فہم نہیں

ہے بلکہ عربی و فارسی کے مشکل الفاظ اور جا بجا آیات قرآنی کی کثرت ہے۔ کسی کسی جگہ بڑی شگفتہ عبارت بھی لکھی ہے۔ جیسے نور نبویؐ کے بیان میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

”ذات کریم کنز مخفی تھی۔ جب منظور ہوا کہ اپنے بندوں کو پیدا کریں اور اپنی اور اپنے محبوب کی شان جلوہ ظہور پائے، اپنے نور سے نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنایا۔ پھر اس نور منور کو جوہر لطیف بنا کر دس ٹکڑے کئے۔ نو ٹکڑوں سے عرش و کرسی، لوح و قلم، جنت و دوزخ، چاند سورج اور فرشتے بنائے۔ دسویں ٹکڑے سے وہ پیاری پیاری روح جلوہ ظہور کی شمع انجمن ہوئی جس کی ادنیٰ چمک سے چودہ طبق روشن ہو جائیں ایک بھلک سے تحت اثری سے عالم بالا تک عالم چراغاں ہوا پھر جبرائیلؑ کو حکم رب اللعالمین جل شانہ، پہنچا کہ سطح خاک پر جا اور جہاں کی خاک پاک دیکھے لا۔ روح اعظم حکم محکم پا کر زمین پر آئے اور زمین مکہ سے خاک طلب کرنے لگے اس طلب کو سن کر زمین اس قدر خوش ہوئی کہ حالت وجد میں شق ہو گئی۔ گویا زبان حال سے گویا تھی کہ ایسی خوشخبری سنانے والے تیرے قربان۔ ایسے پیارے محبوب کی طینت پاک کے لئے تو اس افتادہ و خاکسار کی جان حاضر ہے۔“ (۱۳)

میلاد حسن میں نور محمدیؐ حضورؐ کی تشریف آوری، ایام رضاعت اور پھر اس کے بعد واقعہ معراج شریف کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ آخر میں ماہ ربیع الاول کی فضیلت لکھی ہے۔ ذکر میلاد کے صرف ۱۰۰ صفحات ہیں، باقی ۳۹ صفحات میں مشاہیر علمائے کرام اور صوفیائے عظام کا نعتیہ کلام ہے۔ جس کا عنوان ”عط مجموعہ“ رکھا گیا ہے۔

معراج شریف کے بیان میں فاضل مصنف نے فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے ہیں۔ اپنی عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے لکھا ہے:

”سبحان اللہ کیا رات ہے۔ اس رات کی کیا بات ہے۔ طالب و مطلوب ملتے ہیں۔ غنچہ ہائے وصل کھلتے ہیں۔ رنگ برنگی کی نیرنگیاں چمن چمن بہاریں دکھا رہی ہیں۔ یکسانی و وحدت کی کلیاں کیا کیا گل کھلا رہی ہیں۔ مطلوب اپنے طالب کا طالب، طالب اپنے مطلوب کا مطلوب، یہ اس کا پیارا وہ اس کا محبوب، روح اعظم کا براق لے کر آتا تو اظہر من الشمس ہے مگر سبحان الذی اسرئلی، بوجہ لیلیا“ من المسجید الحرام الی المسجید الاقصیٰ سے تو کچھ اور ہی جلوے چمکتے ہیں۔ نازک مقام ہے یہاں عقل کا کیا کام۔ دل بیخبر خیروار ہوش میں آ، دیکھ اپنے آپ کو سنبھال حد سے آگے قدم نہ ڈال۔“ (۱۵)

معراج کے بیان میں اکثر جگہ پر فلسفیانہ انداز بیاں بھی اختیار کیا ہے۔ غالباً اسی وجہ سے اس کے بیان میں اردو روزمرہ اور محاورے جن کی ہستات سے زبان میں شیرینی و مٹھاس پیدا ہوتی ہے، مفقود ہیں۔ آخر میں جو میلادویہ و نعتیہ کلام شامل ہے۔ اس سے بھی سادگی و سلاست کے ساتھ مشکل پسندی کا پتا چلتا ہے۔

حسن بریلوی کو داغ دہلوی سے شرف تلمذ حاصل تھا اور وہ اسی نسبت سے مدتوں رامپور میں استاد داغ کے دامن سے وابستہ رہے۔ اسی وابستگی کی وجہ سے ان کے انداز بیان میں سادگی و سلاست اور پاکیزگی ہے۔ معراج کے بارے میں لکھتے ہیں:

معراج کی یہ رات ہے رحمت کی رات ہے
فرحت کی آج شام ہے عشرت کی رات ہے
ہم تیرہ اختروں کی شفاعت کی رات ہے
اعزاز ماہ طیبہ کی رویت کی رات ہے
(۱۶)

سراپا نگاری میں انہوں نے نبی کریمؐ کے جمال ظاہری کو نادر تشبیہات و استعارات میں بیان کیا ہے۔ ایک مطلع دیکھئے:

یہ گردن پر نور کا پھیلا ہے اجالا
یا صبح نے سر ان کے گریباں سے نکالا
(۱۷)

صبح ولادت کو بڑے دلنشین انداز میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

پھولوں سے بلخ مکے، شاخوں پہ مرغ چمکے
عہد بہار آیا صبح شب ولادت
شوکت کا دبدبہ ہے، ہیبت کا زلزلہ ہے
شق ہے مکان کسریٰ صبح شب ولادت
روح الامیں نے گاڑا کعبہ کی چھت پہ جھنڈا
تا عرش اڑا پھریرا صبح شب ولادت
(۱۸)

آخر میں دوسرے شعراء کا کلام بھی شامل کیا گیا ہے۔ ان میں جمیل قادری، غلیل برکاتی، کیف ٹوکی، ضیاء میرٹھی، سیف ٹوکی اور حسرت حیدر آبادی کا کلام ہے نیز آخر میں فارسی کے معروف شعراء کی نعتیں بھی موجود ہیں۔ یہ میلاد نامہ ”نگارستان لطافت“ کے نام سے بھی کئی بار طبع ہوا ہے۔ اس کی نویں اشاعت یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ سے ۲۰ مارچ ۱۹۳۵ء کو ہوئی جو صرف ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

مولانا محمد حسین عطار اکبر آبادی

مولانا محمد حسین المتخلص بہ عطار اکبر آبادی کے میلاد نامے پر تاریخ طباعت درج نہیں ہے اور نہ ہی

مولانا موصوف کے کچھ حالات زندگی درج کئے گئے ہیں۔ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں کہ ”گلدستہ عطار کامل الموسوم بہ چنستان رسالت“ آگرہ میں ۱۹۳۶ء میں طبع ہو کر مقبول ہوا۔“ (۱۹) یہ میلاد نامہ چار حصوں میں لکھا گیا ہے۔ حصہ اول میں ذکر پیدائش نور محمدی“ حصہ دوم میں معجزات و معراج“ حصہ سوم میں سانحہ ارتحال رسالت“ اور حصہ چہارم میں اولیاء کبار کی کرامات بیان کی گئی ہیں۔

چنستان رسالت کی زبان میلاد نامہ غلام امام شہید کی طرح مسجع و مرجز ہے۔ تراکیب الفاظ اور بلاغت و فصاحت بدرجہ اتم ہے۔ روایات کے بیان میں کچھ اسناد بھی درج کی گئی ہیں لیکن زیادہ تر روایات بغیر اسناد کے لکھی گئی ہیں۔

اس میں نور محمدی کے بیان کے سلسلہ میں تمام معروف روایات درج ہیں۔ روایت الاحباب کے حوالے سے ایک روایت درج ہے کہ ”جس رات کو حضرت عبداللہ حضور کے پدر بزرگوار پیدا ہوئے اسی روز اہل کتاب کو معلوم ہو گیا تھا کہ اب زمانہ سید البشر“ نبی آخر الزماں کا قریب آ گیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ یحییٰ علیہ السلام کا ایک خون آلود جامہ اہل کتاب کے پاس موجود تھا اور کتب سماوی میں لکھا ہے کہ جب یہ جامہ دوبارہ خون سے تر ہو جائے اور خون کے قطرے اس سے ٹپکنے لگیں تو سمجھ لینا کہ خاتم الانبیاء کا زمانہ ولادت قریب آ گیا اسی وجہ سے یہود حضرت عبداللہ کے دشمن ہو گئے چونکہ نور محمدی آپ کی پیشانی مبارک پر چمک رہا تھا۔ ایک مرتبہ آپ کے والد ماجد حضرت عبدالمطلب نے بہ نگرانی وہب زہری آپ کو شکار کے لئے بھجوایا۔ یکایک جنگل میں نوے سوار ظاہر ہوئے۔ مگر قدرت نے ان کی سرکوبی کے لئے ستر سوار پردہ غیب سے نمودار کئے۔ جنہوں نے ان دشمنوں کو قتل کر دیا۔ وہب زہری یہ دیکھ کر ڈر گئے۔ حضرت عبداللہ کو لے کر حضرت عبدالمطلب کے پاس پہنچے۔ سب حال بیان کیا پھر اپنی بیوی کے پاس گئے اور سب حال بیان کر کے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ آمنہ کی شادی حضرت عبداللہ سے کر دی جائے۔“ (۲۰)

دیگر میلاد ناموں کی طرح گلدستہ عطار میں بھی سلام بختور سرور کائنات بوقت ولادت لکھا گیا ہے۔ دراصل ہر میلاد نامہ کا مرکزی خیال یہی ہے کہ اگرچہ نبی کریم ہماری ظاہری آنکھوں سے ضرور پردہ کر گئے ہیں لیکن دنیا کے حالات سے پوری طرح باخبر ہیں چونکہ سراپا نور ہیں اس لئے ایک ہی وقت میں مختلف جگہوں پر تشریف لا سکتے ہیں۔ اسی خیال کی بدولت محافل میلاد میں تقسیماً کھڑا ہونا ضروری ہے۔ اس ضمن میں بخاری شریف کی حدیث مبارکہ کا حوالہ دیا جاتا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حسانہ منبر پر کھڑے ہو کر نبی کریم کی بڑائی اور برتری بیان کرتے تھے۔

السلام	اے	دو	جہاں	کے	پیشوا
السلام	اے		انبیاء	کے	رہنما
السلام	اے		امتوں	کے	دیکھیر
السلام	اے		عاشق	رب	قدر

(۲۱)

اس میلاد نامہ میں معجزات روحانی و جسمانی کو دو الگ الگ عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ معجزات

روحانی میں سب سے بڑا معجزہ کلام پاک ہے اور اس ضمن میں قاض عیاضؒ کی الشفاء کے حوالے سے بھی لکھا گیا ہے کہ کلام اللہ میں بلاغت کے اعتبار سے سات ہزار سے کچھ زائد معجزات ہیں۔ علمائے محققین نے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے کہ سورہ انا اعینک میں دس کلمے ہیں اور سارے کلام اللہ شریف میں ستر ہزار سے کچھ زائد کلمات ہیں اور جب ستر ہزار کو دس سے تقسیم کیا تو سات ہزار جواب ہوا پس کلام پاک میں بھی سات ہزار معجزات ہیں۔ دوسرا معروف معجزہ شق القمر بیان کیا گیا ہے۔ ”سورح الحرمین“ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ دریائے جنبل کے کنارے ضلع مالوہ میں ایک ریاست دھار ہے۔ وہاں کا راجہ اس وقت چمت پر بیٹھا تھا اس نے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور صبح ہوتے ہوئے دونوں ٹکڑے مل گئے۔ صبح اس نے پنڈتوں کو بلایا اور حال دریافت کیا پنڈتوں نے کہا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک جنمبیر عرب میں پیدا ہوں گے اور ان کے ہاتھ سے معجزہ شق القمر کا ظاہر ہو گا۔ راجہ نے یہ خیال دریافت حال اپنے ایک اہلچی کو عرب بھیجوا یا اور جب تحقیق ہو گیا تو ایمان لے آیا۔ اس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ اس راجہ کی قبر شہر سے باہر آج تک زیارت گاہ خاص و عام ہے۔“ (۲۲)

ان کے علاوہ نبی کریمؐ کا سورج کو لوٹانا، بتوں کا نبوت پر گواہی دینا، آپؐ کے پائے مبارک کے نیچے آ جانے والے پتھروں کا موم ہو جانا، سنگریزوں کا نبوت کی شہادت دینا، مردہ لڑکے کا زندہ کر دینا وغیرہ معجزات کو احادیث کے حوالے سے لکھا گیا ہے۔

معجزات جسمانی میں آپؐ کے پیمانہ کی خوشبو، آپؐ جس صف میں کھڑے ہوتے سب سے بلند قامت نظر آتے، ستون کا آپؐ کے ہجر و جدائی میں روننا، معراج شریف اور براق کی صفات کو نہایت خوبی سے قلمبند کیا گیا ہے۔ معراج النبیؐ کو گلدستہ عطار میں جس طرح بیان کیا گیا ہے، وہ درج ذیل ہے:

”راویان شیریں کلام نیک انجام اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ”ستا نیسویں تاریخ رجب المرجب کی دو شنبہ کے دن بوقت شب محبوب رب بعد نماز عشاء اپنی پھوپھی ام ہانی کے گھر خواب استراحت میں تھے کہ یکایک بخت بیدار نے رسائی پائی۔ عاشق کو معشوق کی جدائی یاد آئی۔ جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اے روح الامین آج کی رات گوشہ طاعت اور زوایہ اطاعت چھوڑ۔ آج تیری عبادت ایک خدمت کے صلے میں حضوری سے معاف ہوتی ہے۔ تسبیح و تہلیل موقوف کر پر طاؤسی بازوئے مرصق قدوسی جامہ نگارین فرودسی اپنے بدن پر آراستہ کر کر خدمت گاری کو مضبوط باندھ تاج فرمانبرداری کا سر پر رکھ موجد سعادت ہاتھ میں لے اور میکائیلؑ سے کہہ کہ پیانہ ارزاق ہاتھ سے رکھے۔ ایک ساعت قسمت ارزاق موقوف کرے تیری ہمراہی کے واسطے آمادہ اور مستعد ہو۔ اسرائیلؑ صور ہاتھ سے رکھ دے۔ عزرائیلؑ قبض ارواح موقوف کرے۔ آسمان کے توفیق صدق و صفا کی نوبت بجائیں۔ فراشان نور چاندی کا فرش طبقات سماوات پر بچھائیں۔ صحن آسمان و دنیا کو جاروب شعلہ آفتاب سے جھاڑ کر شیر سحر اور گلاب روز سے دھوئیں عرش کو لباس زر نگار قدس پہنائو۔ کو اکب کو

آنکھوں میں سرمہ شب قدر لگاؤ۔ رضوان بہشت بریں کو آئینہ بندی کر کے چمن چمن
روش روش پر اگلے زریں تجلیات بچھاوے۔ مالک دروازے دوزخ کے بند کر کے حکم
و تسکین کے قفل لگا دے۔ حوران غلہ بریں صف یہ صف آراستہ ہو کر انکیشیمان
عود قماری سلگا دیں۔ غلغان طبق جواہرات گراں بہا ثمار کے واسطے لاویں۔ آفتاب نکلنے
سے 'پانی چلنے سے' افلاک گردش سے، ہوا جنبش سے باز رہے۔" (۲۳)

عطار اکبر آبادی کی زبان و بیان سے مذہبی عقیدت مندی جھلکتی ہے۔ ان کے اسلوب میں جذبہ و
جوش اور شینغلی و سرشاری کے عناصر غالب ہیں۔ قرآن و احادیث کے حوالے اور فارسی و عربی ترکیب بھی
نظر آتی ہیں۔ ان کے بیشتر بیانات میں کم و بیش وہی باتیں ہیں جو میلاد شریف کی راج کتابوں میں بیان ہوئی
ہیں مگر اپنے مخصوص اسلوب کی بناء پر گلدستہ عطار میلاد ناموں کی فہرست میں ایک عظیم الشان تصنیف کا
اضافہ کرتا ہے۔

حاجی غلام محمد ہادی علی خاں

حاجی غلام محمد ہادی علی خاں کا میلاد نامہ مجمع الحسنات فی ذکر اشرف الکائنات، مطبع نامی لکھنؤ سے شائع
ہوا۔ (۲۳) دراصل یہ میلاد نامہ ۳۳ مختلف رسائل میلاد کا مجموعہ ہے۔ یہ رسائل مصنف نے مختلف
اوقات میں ترتیب دیئے تھے۔ جو علیحدہ علیحدہ کتابی صورت میں چھپتے رہے۔ ان سب رسائل میں عام
میلادی موضوعات بیان ہوئے ہیں۔ ان سب رسائل کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ خیر الاذکار فی ذکر سید الابرار، صفحات ۶۸ سال اشاعت ۱۹۱۳ء

۲۔ نور الابصار فی ذکر سید الابرار، صفحات ۵۲ سال اشاعت ۱۹۰۰ء

۳۔ نجم اہدی فی ذکر سید الوری، صفحات ۷۳ سال اشاعت ۱۹۰۰ء

۴۔ مصباح الظلام فی ذکر خیر الانام، صفحات ۶۳ سال اشاعت ۱۹۰۶ء

۵۔ سلیمتہ النجات فی ذکر سید الموجودات، صفحات ۵۶ سال اشاعت ۱۹۰۲ء

۶۔ کل الابصار فی ذکر النبی المختار، صفحات ۶۳ سال اشاعت ۱۹۰۵ء

۷۔ نور اہدی فی ذکر خیر الوری، صفحات ۶۸ سال اشاعت ۱۹۱۲ء

۸۔ نور العینین فی ذکر رسول الشکین، صفحات ۷۶ سال اشاعت ۱۹۰۹ء

۹۔ مصدر الخیرات فی ذکر سید السادات، صفحات ۶۳ سال اشاعت ۱۹۱۳ء

۱۰۔ معدن البرکات فی ذکر صاحب البینات والمعجزات، صفحات ۷۰ سال اشاعت ۱۹۱۳ء

۱۱۔ کل العینین فی ذکر سید الکونین، صفحات ۶۳ سال اشاعت ۱۹۱۱ء

۱۲۔ سکیتہ القلوب فی ذکر اللہ محبوب، صفحات ۵۶ سال اشاعت ۱۹۱۵ء

۱۳۔ منبع الاحزان فی ذکر نبی آخر الزمان، صفحات ۳۳ سال اشاعت ۱۹۱۵ء

ان میلادیہ رسائل کے ناموں سے ایک خاص قلبی تعلق، محبت و عقیدت اور والمانہ شینغلی کا احساس

اور آثار میں ہے۔

مولوی محمد امداد العلی

مولوی محمد امداد العلی امر وہبہ (ضلع مراد آباد) کے رہنے والے تھے۔ ان کے میلاد نامے ”تذکرہ الابرار و تذکرہ الاخیار“ کا ایک مخطوطہ رضا لائبریری، رامپور میں موجود ہے۔ یہ مخطوطہ ۲۸۸ اوراق پر مشتمل ہے۔ (۲۵) اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں نور محمدی“ ولادت مقدسہ، بعثت و نبوت، معراج، غزوات، وفات مبارکہ، شمائل و خصائل اور حلیہ مبارک کا بیان ہے۔ دوسرے حصے میں خلفائے راشدین، امام حسن، امام حسینؑ اور عشرہ مبشرہ کے احوال کا بیان ہے۔ مصنف نے عربی اور فارسی کے نقل، بوجھل اور مشکل الفاظ بکثرت استعمال کئے ہیں۔

خواجہ محمد سلامت اللہ سونی پتی

خواجہ محمد سلامت اللہ سونی پتی بن خواجہ کرامت اللہ کا میلاد نامہ ”مولود مرغوب فی ذکر محبوب“ نظم و نثر کے ۱۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں نور محمدی“ ولادت مقدسہ، فضائل امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، فضائل محبت سرور کائنات، معجزات رسالت، فضائل درود شریف، نسب نامہ، احوال رضاعت، حلیہ شریف، اخلاق سرور انام، عبادت و ذوق اطاعت اور وفات شریف کے عنوانات ہیں۔ مصنف نے اپنی تحریر کی وضاحت کے لئے جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں: قرآن مجید، صحیح بخاری، کتاب الشفاء، مواہب اللدنیہ، معارج النبوت، مدارج النبوت، زاوالمعاد اور سیرت حلیہ وغیرہ۔ آپ کی ولادت مقدسہ کے بیان میں بڑے جوش و خروش اور بڑے والہانہ پن کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ مثلاً مصنف لکھتا ہے:

”جب محبوب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قدم مہمنت لزوم سے کلشن عالم کو شاداب فرمایا۔ سب سے پہلے ثویبہ ابو لبب کی لوتھی نے آپ کو دودھ پلایا جس نے مرثوہ ولادت باسعادت ابو لبب کو پینچایا تھا۔ ابو لبب نے یہ خوش خبری سن کر اسے آزاد کیا اور آپ کو دودھ پلانے کا حکم دیا۔ مسلمانو! ابو لبب سا کافر جس کی مذمت کلام مجید میں ہو خوشی میلاد شریف کے سبب خاص دو شنبہ کے دن عذاب میں تخفیف پائے کیا عجب ہے کہ اگر مسلمان اپنے آقا کی رضا مندی کے لئے اپنا جان و مال لٹا کر مورد الطاف ایزدی بن جائے۔“ (۳۶)

مصنف نے اس میلاد نامے میں زبان و بیان کے اعتبار سے جدید انداز اختیار کیا ہے اور عبارت آرائی سے کام نہیں لیا۔ تمام حالات و واقعات کو سلیس انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔

حافظ محمد عبدالمجید

مولوی حافظ محمد عبدالمجید علاقہ کھنوری ضلع پر بھٹی میں بطور مجسٹریٹ فرائض انجام دیتے رہے۔ ان کا

رسالہ ”محفل میلاد مبارک خاتم النبیین“ ۱۹۱۳ء میں نظام المطالع پریس، حیدر آباد دکن سے چھپا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ اس میں محفل میلاد مبارک خاتم النبیین، بیان نور محمدی، بیان رفع درجات حضور سرور عالم مع ذکر تولد مبارک، رفعت ذکر مبارک، بیان واقعات و حالات معراج شریف، بیان حسن صورت و سیرت، بیان فضیلت امت محمدیہ، بیان معجزات قبل ولادت، مختصر بیان سراپا نبوی، بیان شفاعت خاتم المرسلین، بیان وسیلہ و اتمہار فضیلت و کمالات نبی الختار، بیان عظمت ماہ مبارک ربیع الاول اور بیان بعثت و فضیلت خاتم المرسلین کے عنوانات ہیں۔

نور محمدی کے بیان سے ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

”نور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے۔ اس کی صفات سے اور صفات باری تعالیٰ منزہ ہیں نکلا ہونے سے۔ ظاہری طور پر دیکھ لیں کہ اگر ایک شمع سے دوسری شمع کو جلایا جائے تو اول شمع کا نور دوسری شمع میں ظہور کر جاتا ہے اور شمع اول کا نکلا نہیں ہوتا ہے پس جب وہ نور اشیاء ارضی سے ترکیب پا کر ظاہر ہوتا ہے اور اس کا تجزیہ نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے نور سے نور محمدی ظاہر ہو گیا اور اس کا تجزیہ نہ ہوا تو کیا محال ہے۔“ (۲۷)

حافظ محمد عبدالحمید نے بیان میلاد میں استدلال، شائستگی اور سنجیدہ لب و لہجہ اختیار کیا ہے۔ انہوں نے عبارت آرائی، آرائش و زیبائش اور صنائع لفظی کی بجائے سلاست، روانی اور سادگی کو زیادہ پسند کیا ہے۔

خواجہ محمد حافظ علی

خواجہ محمد حافظ علی بن خواجہ محمد عاشق علی کا میلاد نامہ بعنوان ”شمع حرم فی ولادت سرور امم“ نظم و نثر کے بیان پر مشتمل ۳۶ صفحات پر محیط ہے۔ اس میں نور محمدی، ولادت مبارکہ، بیان معجزات کے بعد نابینا یودی کا مضمون قصہ ہے جس نے بیانی اور شرف ایمان کی دولت پائی۔ نمونہ عبارت درج ذیل ہے:

”حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں کہ جب شب ولادت حضرت رسالتؐ سراپا رحمت آئے۔ ایسی تجلی انوار مجھ میں سمائی کہ مشرق سے مغرب تک تمام عالم میرے پیش نظر تھا۔ آنا، فنا، ترقی پر نور بھر تھا۔ دیکھا میں نے کہ تین علم سبز مشرق و مغرب اور کعبہ شریف کی چھت پر گڑے ہیں اور کچھ لوگ معلق ہوا پر پشت و آفتابہ لئے مستعد خدمت گاری کھڑے ہیں اس وقت مجھ کو اپنی تمنائی کا خیال آیا۔ فوراً میں نے عرض کی کہ یا بار الہا، اس وقت تمنائی میں کوئی بھی مونس و روشناس نہیں۔ دختران عبد مناف بھی تسلی کے لئے میرے پاس نہیں۔ ہنوز میں نہ کہہ چکی تھی کہ تین بیچک پاشان و شوکت عالی قدر والا منزلت نظر آئیں۔ مژدہ فرزند ارجمند لائیں۔ میں نے ان سے پوچھا کون ہو، تمہارا نام کیا ہے، انہوں نے کہا ہمارا نام مریم و آسیہ و حوا ہے۔“ (۲۸)

خواجہ حافظ علی کے اشعار جن میں اللہ تعالیٰ کے حضور فریاد ہے، سوز و گداز اور کیف و اثر کی وجہ سے ایک خاص انفرادیت کا احساس دلاتے ہیں:

خاتمہ ہو یا خدا میرا بخیر
 روضہ جنت کی دیکھوں جا کے میر
 اور فشار قبر سے مجھ کو بچا
 واسطہ اپنے حبیب پاک کا
 حشر میں کوئی نہ ہو مجھ پر عذاب
 چھائے سر پر تیری رحمت کا سحاب
 جب تئیں میزان میں میرے عمل
 میری زشتی نیکیوں سے دے بدل
 ہو بآسانی مرا پل سے گذر
 رحم کی ہر دم رہے مجھ پر نظر
 کر دعا مقبول حافظ کی خدا
 تیری ہی رحمت کا بس ہے آسرا
 (۲۹)

سید جعفر اللہ حسینی صادق (م ۱۹۱۷ء)

سید جعفر اللہ حسینی صادق حیدر آباد دکن کے رہنے والے تھے۔ صوفی مشرب تھے۔ میلاد و نعت سے خصوصی دلچسپی اور رغبت رکھتے تھے۔ انہوں نے ”تجلیات دل“ کے نام سے معراج نامہ ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء میں لکھا۔ معراج نامہ کے نام اور اس کی تاریخ تصنیف کی صراحت درج ذیل اشعار سے ہوتی ہے:

پہلی ہے گرہ جلوس شاہ کی
 تالیف ہے یادگار یہ بھی
 یہ مدح شدہ اس کی مشتمل ہے
 نام اس کا ”تجلیات دل“ ہے
 یہ گل ہے تو وہ چمن ہے دھوکا
 ”غم خانہ دل“ میں سن ہے اس کا
 (۳۰) ۱۳۳۰ھ

اس معراج نامہ کا ایک مخطوطہ ادارہ ادبیات اروو حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔ یہ نسخہ نہایت خوش خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ اس میں مصنف نے جگہ جگہ ترمیم کی ہے، اس لحاظ سے یہ نسخہ بہت اہم ہے۔ معراج نامہ کے صرف ۲۳ بند ہیں۔ پہلا بند درج ذیل ہے:

اللہ اللہ ہے عجب سماں آج کی رات
 ذرہ ذرہ ہے بنا نور فشاں آج کی رات
 نور ہی نور ہے ہر سمت حیاں آج کی رات
 ہو گی معراج شہ کون و مکاں آج کی رات
 دھوم ہے جس کی یہاں اور وہاں آج کی رات

آخری بند ملاحظہ ہو:

روشنی افزا تھے مسند پہ شہ کون و مکاں
 غماں کہتے تھے کہ دوپالا ہے فردوس کی شاہاں
 آپ کے آنے سے زینت ہوئی یولا رضواں
 حوروں نے نغمہ مبارک کا سنایا تھا وہاں
 نظم معراج کی صادق نے یہاں آج کی رات
 (۳۱)

بیان معراج میں پاکیزگی بیان اور متانت انداز کی وجہ سے ایک خاص انفرادیت کا احساس ہوتا ہے۔ یہ انداز بیان دکن کے صوفیاء و شعراء کی صدیوں پرانی تبلیغی روایت کا حصہ ہے۔

محمد یقین کانپوری

محمد یقین کانپوری کا میلاد نامہ بعنوان ”سینا الیقین فی ولادت خاتم النبیین“ نظم و نثر کے ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں نور محمدیؐ، فضائل میلاد، ولادت مبارکہ، رضاعت، سلام، سراپا مبارک، معراج شریف، اخلاق محمدیؐ اور اس کے علاوہ کچھ مختلف روایات کا بیان شامل ہیں۔ آخر میں امیر مینائی اور ان کے چند ہم عصر شعراء کا میلاد یہ اور نعتیہ کلام ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ سنٹرل لائبریری، کراچی یونیورسٹی، کراچی میں موجود ہے۔

آپؐ کی ولادت مقدسہ کے بیان میں ایک مسدس وقفا نامی شاعر کا شامل کیا گیا ہے۔ اس کے دو بند بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

پڑھتی تھی باغِ غلد میں ہر حوریں درود
 ہر غنچہ درود کے تھا دلنشین درود
 زہرہ بھی اور عطارد و ماہ میں درود
 کیونکر بڑھیں نہ ساکن عرش بریں درود
 صل علیٰ کی عرش بریں پر صدا ہوئی

دنیا میں جب ولادت خیر الورا ہوئی
 جس دم طلوع برج حمل سے یہ مہ ہوا
 گھر آمنہ کا نور سے پر نور ہو گیا
 حوریں طبع لئے ہوئے نوری ہزار ہا
 اتریں نثار کرنے کو از حکم کبریا
 اس دم کی دھوم کیا لکھوں میں جو وفا ہوئی
 دنیا میں جب ولادت خیر الورا ہوئی
 (۳۲)

آپ کے سرایا مبارک کے بیان سے نثر کا اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

”قد شریف حضرت کا میانہ اور بے مثال خوبصورت و لطافت کا نونماں، سر مبارک آپ کا بڑا تھا اس قامت یکتا پر نہایت موزوں اور خوشنما بال سر کے گھونگر والے سیاہ تھے کبھی دونوں شانوں کے درمیان اور کبھی کان کی لو تک چہرہ نورانی آپ کا گول چودھویں رات کے چاند سا نظر آتا تھا رنگ چہرہ مبارک کا سفید جس میں سرخی ملی ہوئی آنکھیں آپ کی بڑی اور خوشنما بغیر سرمہ لگائے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا سرمہ لگا ہوا ہے اور سرخ سرخ ڈورے اس میں نمودار، گوش مبارک نہایت خوبصورت دور و نزدیک سے یکساں سنتے تاک آلائشوں سے پاک تپلی و دراز تھی اس پر نور کا ابھار تھا، رخسار نرم نرم مائل برسخی جیسے گلاب کی پتی دندان مبارک آپ کے سفید چمکتے ہوئے مثل گوہر آبدار جب آپ جنتے تو اس میں سے نور جھرتا اور آواز آپ کی نہایت دلکش اور کلام میں فصاحت اور بلاغت جس قدر آپ کو تھی کسی اور کو خالق نے نہ دی تھی لعاب دہن مبارک ہر درد کی دوا اور ہر مرض کے لئے شفا تھا گردن صراحی دار بلند اور آب و تاب میں چاندی کی طرح مصفا تھی۔ شانے اونچے اونچے اور ان پر بال اور دونوں میں کچھ جدائی، بغل شریف نہایت صاف جس سے بوئے مشک پیدا سینہ مبارک آپ کا چوڑا اور فی الجملہ ابھرا ہوا شکم مبارک نہایت ہموار اور صاف مگر ایک خط باریک بالوں کا سینہ سے ناف تک ہویدا، دونوں شانوں کے مابین مرنوبت ابھری ہوئی، کلائیاں چوڑی اور پر گوشت، انگلیاں تپلی تپلی، موافق اعتدال کے ناخن شریف اعضائے مبارک کے جوڑ نہایت مضبوط اور قوی تھے۔“ (۳۳)

محمد یقین نے نبی کریم کے حالات نہایت سلیس اور عمدہ زبان میں لکھے ہیں۔ انہوں نے معتبر اور مستند روایات کو بیان کر کے نیم خواندہ عوام کے روحانی جذبات کی تسکین کا دافر سامان مہیا کیا ہے اور ساتھ ہی انہوں نے حقیقی واقعات کی روشنی میں تبلیغ و ترویج سیرت کی عمدہ مثال قائم کی ہے۔

مولوی محمد حبیب اللہ

مولوی محمد حبیب اللہ بن مولوی محمد فرحت حیدر آباد دکن کے رہنے والے تھے۔ پشٹی قادری سلسلہ میں بیعت تھے۔ نواب میر عثمان علی خان کے عہد حکومت میں مکہ مسجد حیدر آباد دکن میں محافل میلاد مستند ہوتی تھیں۔ مولوی حبیب اللہ نے ان محافل میلاد کے لئے میلاد نامہ بعنوان ”مولود سلطان الانبیاء اشرف المرسلین“ لکھا۔ یہ نثر کے ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ اس میں درج ذیل عنوانات ہیں:

قرآن سے کئی انبیاء کے مولود نکلتے ہیں، احادیث ذکر ولادت میں، مسجد میں شعر پڑھنے کے بیان میں، تاریخ مولود شریف، جواز و اباحت مولود، بیان خلقت نور محمدی اور ولادت مبارکہ، بیان شمائل و خصائل رسالتاب، میلاد و قیام اور فضائل درود شریف۔

اس میں قرآن و حدیث کے علاوہ فیوض الحرمین، الباعث علی انکار البدع و المحدث، سبل الہدی والرشاد، مدارج النبوت، سیرت شامیہ، شرح الصدور، حسن المقصد فی عمل المولود، مولد النبی (ملا علی قاری)، موعود الکرام (شیخ بہان الدین)، فتاویٰ ابراہیم شاہی، در المختار اور بحر الرائق وغیرہ مستند اور معتبر کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں۔

مصنف نے اپنے مولود شریف میں بیان ولادت رسالتاب کا حقیقی ماخذ قرآن مجید بیان کیا ہے۔ مولود شریف کی اصل قرآن مجید کو قرار دیتے ہوئے، انہوں نے اپنے استدلال میں مولود حضرت آدم، مولود حضرت موسیٰ، مولود حضرت اسماعیل، مولود حضرت اسحاق، مولود حضرت یعقوب، مولود مریم اور مولود حضرت عیسیٰ کی آیات قرآنی کے حوالے دے کر نشان دہی کی ہے۔

میلاد النبی کے جواز کے سلسلہ میں درج ذیل اقتباس نثر بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

”آیہ کریمہ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ لَيْبَلِكُمْ قُلُوبُهُمْ حُودِ الْأَعْيُنِ“

ترجمہ: کہو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے فضل اور رحمت کی خوشی کیا

کریں۔ دو منثور عن ابن عباس فی الایۃ قُلْ لَفَضْلِ اللَّهِ الْعِلْمُ وَرَحْمَتِهِ مُحَمَّدٌ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ أَخْرَجَهُ أَبُو السَّيْحِ نَجْد

السویہ میں لکھا ہے کہ آنحضرت کا نام فضل اللہ بھی ہے جس پر ابن وجیہ نے استدلال

کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ فضل اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں۔“ (۳۳)

مولوی محمد حبیب اللہ نے اپنے بیان میلاد میں مخاطب کو زور بیان کی بجائے زور استدلال سے قائل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس سلسلہ میں انہوں نے کئی مستند کتابوں سے حوالے دیئے ہیں اور صرف منطقی الٹ پھیر کا سہارا نہیں لیا۔ مصنف نے مواد کی فراہمی میں احتمال سے کام لیا ہے لیکن مواد کی کمی گراں نہیں گذرتی۔ ان کے جملوں کی ساخت اور لفظوں کا استعمال سہل، رواں اور خوش گوار ہے۔

مولوی محمد ابراہیم بناری

مولوی محمد ابراہیم بناری کے میلاد نامہ ”النور اللطیف فی بیان المولود الشریف“ کی اشاعت ۱۹۱۵ء میں ہوئی۔ اس کے عنوانات میں روایات میلاد شریف، راحت القلوب کا ذکر ظہور اور سلام بوقت قیام (عربی) و سلام (اردو) شامل ہیں۔ اس میلاد نامے میں ولادت باسعادت کا بیان صحیح اور مستند کتابوں سے اخذ کر کے لکھا گیا ہے۔ نثر کے نمونہ کے طور پر درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

”نور محمدی“ اصلاب طیبہ و ارحام طاہرہ میں منتقل ہوتا ہوا۔ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا۔ اس نور کرامت ظہور کی برکت سے سارے قریش میں آپ کے والد ماجد کا چہرہ خوش نما تھا۔ ان کا حسن و جمال عرب میں خاص طور پر مشہور ہوا۔ عرب کی صاحب جمال عورتیں ان کی طلبگار ہوئیں اور نکاح کی خواستگار ہوئیں مگر جب ارادہ نکاح کا ہوا تو قریش میں سب سے لائق اور فائق اور حسینہ و جمیلہ حضرت آمنہؓ تھیں۔ حسب مشورہ والدین انہیں سے نسبت کا استحکام اور نکاح کا سرانجام ہوا چنانچہ وہ نور منتقل ہو کر آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس آیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا عجیب و غریب جلوہ دکھایا۔ ایک سے ایک نیا معاملہ پیش آیا۔ تمام دنیا کے بت اس دن سر کے بل الٹ گئے۔ قریش قحط کی شدت اور مصیبت میں تھے کہ عین ناامیدی کی حالت میں ابر رحمت کی صورت نمودار ہوئی۔ خشک سالی میں سب آپ کی برکت سے نمال ہوئے۔ زمین پر سبزے کی بیمار ہوئی۔“ (۳۵)

مولوی محمد ابراہیم نے اپنے موضوع سے انصاف کرنے کے لئے تاریخ و سیرت کی کتابوں سے وہی واقعات اخذ کر کے بیان کئے ہیں جو معیار تحقیق پر پورے اتریں۔ اس لحاظ سے انہوں نے نہ تو محبت و شیخی کو نہیں لگنے دی ہے اور نہ حقائق کو مسخ کیا ہے۔ یہی اس کی مقبولیت کا راز ہے۔

مولوی محمد انوار اللہ (م ۱۹۱۸ء)

مولوی محمد انوار اللہ ۳۔ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ، ۱۸۴۸ء میں بمقام ناندرہ (صوبہ اورنگ آباد، دکن) پیدا ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا اور علوم متداولہ مقبول و معقول (تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ) کی تکمیل مولانا فیاض الدین اورنگ آبادی، مولانا عبدالحلیم فرنگی علی اور مولانا عبدالحی فرنگی علی سے کی۔ تفسیر اور حدیث کی سند شیخ عبداللہ یحییٰ سے حاصل کی۔ اپنے والد ماجد محمد شجاع الدین سے تمام سلاسل میں بیعت و خلافت سے مشرف ہوئے۔

۱۸۷۷ء میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کی صحبت بابرکت سے مکہ مکرمہ میں مستفید ہوئے۔ انہوں نے بھی اپنے سلسلہ کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

۱۸۶۸ء میں حیدر آباد دکن میں محکمہ مال میں خلاصہ نویسی پر مامور ہوئے۔ ۱۸۷۵ء میں جامعہ نظامیہ کے صدر مدرس مقرر ہوئے اور سالہا سال تک طلباء کو مستفید کرتے رہے۔ ۱۹۱۳ء میں شہزادگان اعظم جاہ و معظم جاہ کی تعلیم و تربیت ان کے سپرد ہوئی اور فضیلت جنگ کے خطاب سے ممتاز ہوئے۔ ۱۹۱۳ء میں صدر الصدور صوبہ جات سلطنت آصفیہ مقرر ہوئے۔ یکم جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ ر ۱۹۱۸ء کو انتقال ہوا اور جامعہ نظامیہ میں سپرد خاک کئے گئے۔

ان کی تصانیف کی تعداد قریباً ۱۷ ہے۔ ان میں انوار احمدی، ذکر میلاد و فضائل و آداب رسالت پر مشتمل ہے۔ افادہ الافانام، قادیانی مذہب کی تردید میں ہے۔ حقیقتہ اللہ، اہل حدیث کی رد میں ہے اور مقاصد الاسلام اتباع صحابہ، مسئلہ تقدیر، تصوف اور تہذیب و تمدن کے بیان میں ہے۔ انوار احمدی پہلی مرتبہ اشاعت العلوم حیدر آباد دکن نے ۱۹۰۵ء میں شائع کی پھر اس کی مقبولیت کی وجہ سے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ اس کے عنوانات اور مندرجات کی تفصیل درج ذیل ہے:

صالحین کے ذکر سے رحمت الہی کا نزول، اجازت شاعرانہ، آنحضرتؐ کا اشعار نعتیہ و قصیدہ بانت سعادت سے سرور ہونا، آنحضرتؐ ازلا و ابداء، مدوح و محمود ہیں، آنحضرتؐ کی شہرت آسمان و زمین میں، آنحضرتؐ اور صالحین کا ذکر کفارہ گناہ ہے، آنحضرتؐ کا ذکر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، آپؐ کا ذکر باعث اطمینان قلب، فضیلت و نجات یہ طفیل نام مبارک، نبی کریمؐ کا نام عرش پر، نبی کریمؐ کا ذکر علامت محبت و ایمان ہے، آنحضرتؐ تمام عالم کی پیدائش کا باعث ہیں، نام مبارک صلی اللہ علیہ وسلم باعث رفیع وحشت ہے، حدیث لولاک، نام مبارک سے مرنے کا زندہ ہونا، نام مبارک اماکن علویہ میں، آنحضرتؐ کے فضائل کسی نہیں، خاتم النبیین، دوسرا شخص نہیں ہو سکتا، فضائل درود شریف اجمالاً، درود شریف کا اہتمام، درود شریف لکھنے والے فرشتے، درود شریف پڑھنے والوں کے لئے فرشتوں کی دعا، درود شریف کے ساتھ فرشتوں کا عروج بجانب عرش، بلکم حق تعالیٰ درود شریف کا آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش ہونا، عرض سلام بوساطت جبرئیل علیہ السلام، درود شریف کا پیش ہونا بوساطت فرشتے، بلاواسطہ درود شریف کا سماعت فرمانا، سماع موٹی، کلام میں عقل کی رعایت، حق تعالیٰ کا درود بھیجنا، صلوات کے معنی، حقائق اشیاء، ایک ضمیر میں خدا و رسول کا ذکر، اوقات درود شریف، کثرت درود اہلسنت والجماعت کی علامت ہے، سلام، قیام وقت سلام، قیام برائے اکرام، ادب و تعظیم و توقیر آنحضرتؐ، حضرت عمرؓ کا اعتراف غلامی، فضیلت صحابہ، لا ترفعوا صواتکم کی تفسیر، آداب صحابہ اور قطعات نعتیہ وغیرہ۔

نبی کریمؐ کے فضائل مبارکہ بیان کرتے وقت زبان جس طرح سادہ اور اسلوب جس طرح دل نشین ہو جاتا ہے، اس کا اندازہ درج ذیل عبارت سے ہو سکتا ہے:

”آدم علیہ السلام نے اپنے فرزند شیث علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے فرزند تم میرے بعد میرے خلیفہ ہو پس خلافت کو عمارت تقویٰ اور دستگاہ محکم کے ساتھ لو اور جب یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کو تو اس کے ساتھ نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کا ذکر کرو کیونکہ میں نے ان کا نام ساق عرش پر لکھا دیکھا ہے۔ جب میں روح وطین میں تھا پھر تمام آسمانوں میں پھر کر دیکھا کہ کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا نہ ہو۔ اور میرے رب نے مجھ کو جنت میں رکھا وہاں کوئی محل اور کوئی بالا خانہ اور برآمدہ ایسا نہیں دیکھا جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ لکھا ہو اور سینوں پر تمام حوروں کے، ہر جنت کے تمام درختوں اور شجر طوبیٰ اور سدرة المنتہی کے پتوں پر اور ان کے اطراف اور فرشتوں کے آنکھوں کے درمیان میں نام مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہوا ہے اس لئے اکثر ان کا ذکر کیا کرو۔“ (۳۶)

مولوی محمد انوار اللہ نے قرآن مجید، احادیث نبویٰ اور کتب سیرت سے استنباط کر کے جمال و کمال نبویؐ فضائل و معجزات اور آداب بارگاہ رسالت کے مضامین کا ایک ایسا دلنواز مرقع تیار کیا ہے جسے نعت مشور کہیں تو بے جا نہ ہو گا۔

محمد عبدالغفار بلخ

محمد عبدالغفار نام متخلص بہ بلخ حیدر آبادی خاندان نوابیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ عربی فارسی میں کامل دستگاہ کی وجہ سے حیدر آباد دکن میں صدر مجلسی میں منتظم کے عہدہ پر فائز رہے۔ ان کی مثنوی ”انوار رحمت“ سراپا مبارک اور شمائل و معجزات کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک مخلوط کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔ اس کے نام کی توجیہ مصنف نے بیان کی ہے:

”آپؐ کی شان مقدس و قد جاء کم نور“ اور آپؐ کی ذات فیض آیت ”وما ارسلناک الا رحمتہ للعالمین“ ہے لہذا اس بندہ امیدوار مغفرت نے اس نظم کو ”انوار رحمت“ سے موسوم کیا ہے۔

قبر کی قلت کا ہم کو کچھ نہیں خوف و خطر
اپنے سر میں ہم سر انوار رحمت لے چلے
(۳۷)

اس کی تاریخ تصنیف ۱۳۳۶ھ ر ۱۹۱۸ء ہے اور اب یہ مثنوی شائع ہو گئی ہے۔ اس کی ابتداء میں مثنوی دیناچہ ہے۔ پھر مثنوی کو چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ باب اول میں نبی کریمؐ کی رونق افروزی اور اس کے خوارق کا بیان ہے۔ باب دوم میں نبی کریمؐ کے بعض معجزات مثلاً معجزہ شق القمر، معجزہ رجعت آفتاب، معجزہ روانی آب از اعنشتان مبارک، معجزہ نکشیر طعام، معجزہ اشارہ (حاضری و واپسی درخت و شجارت سنگ ریزہ ہا)، اشارہ معجزہ آہو اور تمام انبیاء پر سید الانبیاء کی ترجیح کی وجوہ بیان کی گئی ہیں۔ باب سوم میں آپؐ کے سراپا مبارک کا تفصیلی بیان ہے۔ باب چہارم میں شجاعت و سخاوت، اخلاق و خوش بیانی، جود و کرم، شرم و حیا، فصاحت و بلاغت، معجزہ قرآن شریف، خلق مبارک اور محاسن و مکارم کو موضوع بنایا گیا ہے۔ آخر میں

اعلیٰ حضرت حضور نظام حیدر آباد دکن کی مدح اور قیام جامعہ عثمانیہ وغیرہ تقلم میں ہے۔
مصنف نے دیباچہ میں فوائد بدریہ (مولوی محمد صیغۃ اللہ) 'عین الاثر (ابن سید الناس)' زاوالعقاد (شیخ
ابن قیم) 'فتح الباری (ابن حجر عسقلانی)' 'خصائص الکبریٰ (شیخ جلال الدین سیوطی)' 'مواعظ اللدنیہ (مطالع)
(اور مدارج النبوۃ سے استفادہ کی نشاندہی کی ہے۔

اس مشنوی میں معتبر روایات بیان کرنے اور سادہ زبان اختیار کرنے کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے

”مجھے زیادہ یہ خیال رہا کہ تباہ امکان اصل مضامین بلحاظ روایات متفقہ ہوں اور
ان کے الفاظ بھی حتی الوسع ایسے رنگ و ڈھنگ سے جوڑے جائیں کہ معمولی افراد بھی
مستفید ہو سکیں۔“ (۳۸)

نبی کریمؐ کے سراپا مبارک کے بیان سے پہلے سابق نامہ کے چند شعر ملاحظہ ہوں:

ساقیا مجے کے پلانے میں نہ کر اب جت
رہے آباد تیرا میکدہ بڑھتی دولت
بل میں آتا ہے سراپا ہو میاں سرور کا
بے سرو پا ہوں خدا کے لئے دینا ہمت
دبھیری ہو اگر تیری تو سنھلوں گا ضرور
ہر قدم پر مجھے لغزش کی ہے ساقی بیت
چاہتا ہوں کہ میاں ہوں تو روایات صحیح
کیس مستی میں نہ کہوں میں خلاف صحت
میرے منہ سے وہی نکلے جو بزرگوں نے کہا
ساقیا ہر خدا میری بچانا عزت
(۳۹)

رواق افروزی اور اس کے خوارق کے بیان سے نمونہ کلام کے طور پر چند شعر درج ذیل ہیں:

جیکہ قاران کی چوٹی سے مہ دیں چمکا
کاخ کسریٰ کا ہوا زلزلہ یا صد دہشت
کنگرے گر گئے اس کاخ کے ایک شور مچا
پوچھتے کیا ہو کہ کسریٰ کی ہوئی کیا حالت
کنگرے چوہہ تھے طے کے عدد بھی چوہہ
چوہوں رات کا وہ چاند خدا کی قدرت
راژیک اور تھا چوہہ کے عدد میں پنہاں

چودھویں پشت جو آئی تو پھر آئی آفت
 عمد میں حضرت فاروقؓ کے یہ ملک ملا
 سعد نے فتح کیا اس کو بزور طاقت
 آمنت کمتی ہیں گھر شام کے دیکھے میں نے
 وہ ہوا نور ہویدا کہ خدا کی قدرت
 دس صدی سے تھا ساوئی کا جو دریا سوکھا
 جلد وہ بننے لگا شہ کی قدم کی برکت
 (۴۰)

مولوی محمد عظیم

مولوی محمد عظیم، سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ سررشتہ امور مذہبی سرکار عالی حیدر آباد دکن میں ملازم تھے۔ مولوی حبیب الرحمن شروانی صدر الصدور اور مذہبی کی تحریک پر حیدر آباد دکن سے رسالہ ”واعظ“ جاری ہوا اور ان کی تجویز پر مولوی محمد عظیم نے محافل میلاد کے لئے مواعظ میلاد لکھے۔ مواعظ میلاد کے اس مگر انقدر ذخیرہ کو تبلیغ دین کے سلسلہ میں ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیلایا جاتا تھا۔ اس میں ماہ ربیع الاول کی یکم تاریخ سے بارہ تاریخ تک روزانہ ایک وعظ پڑھنے کے لئے بارہ مواعظ لکھے گئے۔ انہیں بعد میں ”مواعظ میلاد“ کے نام سے کتابی صورت میں ۱۹۹۹ء میں شائع کیا گیا۔ ان کا دو سرا میلاد نامہ یعنی ان ”نور کا ظہور“ تحفہ عثمانیہ ۶۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی طباعت ۱۹۹۲ء میں مطبع مرتضائی آگرہ سے ہوئی۔

مواعظ میلاد کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ مواعظ میلاد کی بارہ مجالس کے عنوانات کی تفصیل درج ذیل ہے:

پہلی مجلس عید میلاد النبیؐ میں مجلس میلاد کی اصل، مجلس میلاد کا انعقاد دلی محبت کی نشانی ہے، حضرت عباسؓ کا خواب، فتویٰ میلاد شریف، قیام میلاد، مجلس میلاد کی اصلاح اور نبی کریمؐ کا ادب و احرام کے عنوانات ہیں۔ دوسری مجلس میں بعثت سے قبل عرب کی حالت، عام دنیا کی حالت، عربوں کی بت پرستی اور ان کی دیگر بری رسوم کا بیان ہے۔ تیسری مجلس میں رحمتہ للعالمینؐ کی تشریف آوری، نبی اسرائیلؑ کی حالت، عیسائیوں کے عقائد، ہندوؤں، پارسیوں اور دیگر مذاہب کی حالت اور عربوں کی اصلاح کی اجمالی کیفیت کا بیان ہے۔ چوتھی مجلس میں دعائے ظلیل و نوید مسیحاؑ، توحید الہی کا غلبہ، اسلام کی اشاعت، حضورؐ کی صداقت، صحابہ کبارؓ کی ہمدردی و جاٹاری، اخوت و پرہیزگاری اور مہمان نوازی و ایثار فی سبیل اللہ کے موضوعات کا بیان ہے۔ پانچویں مجلس میں افضل الرسلؐ فرق مراتب سب چیزوں میں موجود ہے، انبیاء میں تفاوت مراتب ہے، حضورؐ افضل الرسلؐ ہیں، حضورؐ تمام مخلوق کے لئے رحمت، تمام جن و انس کے رسول، حضورؐ خاتم الانبیاءؐ ہیں، حضورؐ تمام نبی آدم کے سردار ہیں، حضورؐ کو قرآن جیسی کامل کتاب عطا ہوئی، حضورؐ

کا دین تمام دینوں پر غالب، حضور کی امت خیر الامم، حضور کی رسالت پر خدا نے قسم کھائی، حضور کی شریعت تمام شرائع سابقہ سے جامع و اکمل، حضور کی قدر و منزلت کو خدا نے بلند کیا ہے، حضور کو خدا نے نام لے کر مخاطب نہیں کیا، حضور پر خدا اور فرشتے درود بھیجتے ہیں، حضور کو اللہ نے شرف معراج بخشا، حضور کی انگشت مبارک کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوا، حضور حوض کوثر کے مالک ہوں گے، حضور کو مقام محمود عطا ہو گا، حضور کی امت میں سے بھٹی دو تہائی ہوں گے، اور حضرت کی امت گمراہی پر جمع نہ ہو گی، کا بیان ہے۔ چھٹی مجلس میں نور محمدی، حضور کے فضائل کا بیان محال ہے، سب سے پہلے حضور کا نور پیدا ہوا، حضور باعث ایجاد عالم ہیں، حمد و میثاق، حضور کا نور آدم کی پشت میں رکھا گیا، حضرت آدم کی مغفرت کا سبب نور محمدی کے عجاہبات اور آپ کے نسب شریف کی پاکیزگی کا بیان ہے۔ ساتویں مجلس میں حضور کی ولادت باسعادت کا بیان، آپ زم زم کے بند ہونے اور جاری ہونے کا واقعہ، عبدالمطلب کا عجیب و غریب خواب، حضور کی امت کی بزرگی، جنوں کا سرنگوں ہونا، حضرت عبداللہ سے عورتوں کا نکاح کے لئے درخواست کرنا، یسود کے علماء نور محمدی کی تعظیم کرتے، ایام حمل کا بیان، حضور کے والد ماجد کا انتقال اور شب ولادت مبارکہ کا بیان ہے۔ آٹھویں مجلس میں حضور کا تشریف لانا اور عرب کی اصلاح فرمانا، نزول وحی و رسالت، آپ کا امی ہونا، اصلاح عرب کے اسباب، خدائے واحد کی پرستش اور بت پرستی کا رد اور شان رسالت کا بیان ہے۔ نویں مجلس میں اسوہ حسنہ یا عرب کی اصلاح کے اسباب، مذہب کی وحدت اور جامعیت، تمام انبیاء کی عظمت، شرافت کا معیار، ابوبکر صدیق کا خطبہ، حضرت عمر فاروق کی چند مثالیں، حضرت خالد بن ولید کی پاکیزہ مثال، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی کی مساوت و اخوت، صحابہ کبار کی اخوت اور ملت اسلام ایک جسم واحد ہے، کے عنوانات کا بیان ہے۔ دسویں مجلس میں عرب کی اصلاح کے اسباب، اسلام نے سب کو برابر کر دیا، مسلمان کی نشانی، حضرت ابوبکر صدیق کا پہلا خطبہ، عدالت، دین اور دنیا کا تعلق، حکومت، غلبہ اور تجارت کے عنوانات ہیں۔ گیارہویں مجلس میں اسوہ حسنہ یا خلق عظیم، قومیت کی بنیاد، ختم رسالت کی وجہ، کامل نمونہ حضور انور کی ذات ہے، حضور کی امانت و دیانت اور حضور کا توکل و اخلاص باللہ کا بیان ہے۔ بارہویں مجلس میں حضور کی شفقت و رافت، حضور کے اسباب معیشت، جود و سخا، استقلال و استقامت، صبر و تحمل، اعزاز و احترام اور عدل و انصاف کا بیان ہے۔

اسلام سے قبل پارسیوں اور ہندوؤں کی حالت کے بیان سے نثر کا ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل

ہے:

”بنی اسرائیل کے بعد عرب کی دوسری پڑوسی قوم ایرانیوں کی تھی۔ یہ آتش پرست تھے۔ ان کا خیال تھا کہ نیکی اور بدی دونوں کا ایک خدا کیونکر ہو سکتا ہے۔ اسی بناء پر انہوں نے نیکی اور بدی کا الگ الگ خدا بنایا ہوا تھا۔ بڑوں (خالق خیر) اور اہرمن (خالق شر) کے لحاظ سے وہ دو خالق کے قائل تھے۔ اخلاقی حالت ان کی بد سے بد تر تھی۔ تمدن کا یہ حال تھا کہ رعایا بادشاہوں کو قتل کر دیتی تھی۔ ملک میں امن نہ تھا۔ عورتوں کے معاملات میں یہ قوم حد سے زیادہ گندی اور ناپاک حالت میں تھی اور

ہندوؤں کے ہاں جہاں جہاں بچتے تھے۔ برہما، بشن، میٹھن تین خدا اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں اوتار تھے۔ اور آج بھی کئی کروڑ ہندو اسی پرانے اصول پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس زمانہ میں ان کی کیا حالت ہوگی۔ اخلاقی اور تمدنی حالت ان کے پرانوں اور کتابوں سے آج بھی آشکار ہے۔ مخلوق پرستی کی اس قوم میں کوئی حد باقی نہ رہی تھی۔ عورتوں کے معاملہ میں ان کی حالت اور بھی گری ہوئی تھی۔ ان کے ہاں عورت کی جائیداد شوہر کو مل جاتی تھی۔ عورت کسی قسم کے معاملہ میں مختار نہ تھی۔ اولاد کو بیٹوں اور دیویوں پر نذر چڑھاتے تھے۔ ہندوستان میں دختر کشی نہایت کثرت سے جاری تھی۔ (۳۱)

مولوی محمد عظیم کے اسلوب میں ایجاز و اختصار، متانت و وقار اور سادگی و دلکشی پائی جاتی ہے۔ انہوں نے میلاد و سیرت جیسے ٹھوس موضوعات کو بھی الفاظ کی موزونیت، تراکیب اور جملوں کی چستی و برکتی سے فرحت و انبساط افزا بنا دیا ہے۔

مولوی محمد ابراہیم دہلوی

مولوی محمد ابراہیم کے مواظ میلاد کا مجموعہ بعنوان "فضل المواظ" ۱۳۳ صفحات نثر پر مشتمل ہے۔ اس میں ان کے آٹھ وعظ ہیں۔ ان میں رضاعت، نبوت، معراج شریف، ہجرت، اخلاق مبارک، معجزات، وفات مبارک اور شفاعت کا بیان ہے۔ بیان نبوت سے ایک اقتباس نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہو:

"ورقہ بن نوفل کے بعد حضرت خدیجہؓ آپ کو عداس نامی راہب کی خدمت میں لے گئیں اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔ عداس نے کہا، میری بیٹائی کمزور ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے سامنے لاؤ، مجھے لا کر دکھاؤ۔ عداس نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اٹھا کر جناب کی مہربوت پر نظر ڈالی مہربوت سے نور کا چمکارہ نکلا۔ عداس سجدہ میں گرا قدوس قدوس کا نعرہ مار کر کہنے لگا بیشک آپ وہی نبی ہیں جن کی بشارت اگلے نبی دے گئے۔ حضرت موسیٰ نے آپ کا ذکر کیا۔ حضرت عیسیٰ نے آپ کی نبوت کی منادی فرمائی۔ یا نبی آپ بڑے مرتبے والے ہیں اور بڑی رحمت ساتھ لائے ہیں ایک دن آپ کی قوم آپ کو مکہ سے نکالے گی مگر اللہ آپ کا مددگار ہو گا۔ ملائک آپ کے ساتھ ہوں گے۔ مسلمانو! ادھر وحی کا نزول ہونا، ادھر بیٹوں کا اوندھے منہ گرنا، جنت شیطین پر انگارے برسے، کابنوں کا غیب کی خبریں بتانا موقوف ہونا، شاہ فارس کے محل میں زلزلوں کا آنا۔" (۳۲)

مولوی ابراہیم نے اکثر تفصیلی واقعات حدیث کو لٹھ کتابوں سے تلاش کر کے لکھا ہے۔ سادگی اور خلوص کی خصوصیات ان کے اسلوب میں نمایاں ہیں۔ اس لحاظ سے یہ ایک مربوط اور عالمانہ کاوش ہے۔

مولوی سید محب الحق

حافظ مولوی سید محب الحق، رئیس پینڈ عظیم آباد کا میلاد نامہ بعنوان "میلاد النبی" نظم و نثر کے ۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حمد و نعت کے بعد حالات ایام جاہلیت، صلوات و سلام، خطبہ اور میلاد کی غرض و غایت، حلیہ اقدس، صحف ماسبق کی پیش گوئیاں، مختصر احوال طفلی تانہوت، نزول وحی، اشاعت اسلام، ہجرت، فتح مکہ، معراج، اوصاف و شمائل، عادات و خصائل، احکام قربانی، پند و نصائح اور رسالت کی برکات کا اجمالی بیان کے عنوانات ہیں۔ میلاد نامہ نثر میں ہے لیکن مصنف نے حافظ تخلص کے تحت جا بجا اشعار بھی لکھے ہیں۔ نثر میں فصاحت و سلاست اور نظم میں بھی زبان و بیان کی صنائی اور مضمون آفرینی کے عمدہ نمونے ملتے ہیں۔ ان کا طرز اظہار بظاہر پر تکلف نظر آتا ہے لیکن انہوں نے جس التزام سے اسے نبایا ہے، اس کے باعث اس آرائش و تکلف کو ان کا فطری اسلوب ماننا پڑتا ہے۔ برکات رسالت کے بیان سے ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

"آپ کا تشریف لانا تھا کہ فیض نبوی تمام عالم پر برس پڑا۔ عشق و محبت کا گلزار سرسبز ہو گیا۔ ایمان و یقین کا چمن لہلہا اٹھا۔ توحید کے پھولوں کی بیہوش کرنے والی خوشبو سے دلوں کو سکون ہو گیا۔ عرفان کے گلہستوں سے دماغ معطر ہو گئے۔ وہ جو ہر اول جو تخلیق عالم سے پہلے خدا کے کز مخفی در بے ہما کی طرح چھپا ہوا تھا زیب تاج نبوت ہوا۔ وہ ودیعت خداوندی جس کی اگلے پیغمبروں نے شہادت دی تھی۔ انسان کو عنایت ہوئی۔ حقیقت جامعہ ہستی نما پن کر ایمان کی آنکھوں کے سامنے جلوہ افروز ہوئی۔ عالم روشن ہو گیا۔ عقل و دانش کا بازار گرم ہوا۔ تہذیب و شانستگی کی دکائیں آراستہ ہوئیں دنیا نے کوٹ بدلی، انسانی فطرت کی تو کایا ہی پلٹ گئی۔" (۳۳)

اس میلاد نامے میں آیات قرآنی کے حوالے جا بجا موجود ہیں۔ مصنف نے میلادیہ منظومات میں علیت کے احتراز سے ایک منفرد لہجہ، آہنگ اور اسلوب ظاہر کیا ہے، جس میں جذبات و عقیدت نگاری کا عنصر نمایاں ہے۔ آپ سے دوری اور زندگی کی بے ثباتی کا بیان نہایت موثر اور درد میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس کے کچھ اشعار دیکھئے:

جان بھی فرقت میں دو بھر ہو گئی
زندگی مرنے سے بدتر ہو گئی
کچھ کما چاہوں کما جاتا نہیں
چپ رہوں چپ بھی رہا جاتا نہیں
کون میری جا سنائے یار کو
کون آئے پریش بیمار کو
تجھ سے اے فریاد رس فریاد ہے
ہجر میں مٹی مری برباد ہے
وصل کی امید پر جینا پڑا

خون دل جگر پیتا پڑا
 کس طرح ہو وصل دلیر دیکھئے
 کیا دکھائے اب مقدر دیکھئے
 زندگی مرنا ہے مرنا زندگی
 ہے حقیقت میں فنا پائینگی
 یہ نمود و بود سب بے بود ہے
 سو کی امید یاں بے سو ہے
 ہے وجود عالم فانی فنا
 ہے سراب وہم پر اس کی بنا
 کس طرح درو دل بسکل کموں
 دل ٹھہرنے دے تو حال دل کموں
 کیوں نہ یہ دل معدن انوار ہو
 کیوں نہ یہ دل مخزن اسرار ہو
 آپ کی صورت ہے اس میں جلوہ گر
 یا رسول اللہ یا خیر البشر
 (۳۳)

اس کا ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ اس قسم کے
 میلاد ناموں نے صحت روایات، زبان و بیان کی چاشنی اور خلوص و عقیدت سے وابستگی و حیثیت کے اظہار
 نے میلاد ناموں میں فنی طور پر نئی روایات قائم کیں۔ خاص طور پر دسویں طرز اظہار بہت بلیغ اور
 کارگر ہے۔

محمد رکن الدین الوری

مولانا شاہ محمد رکن الدین نقشبندی الوری کا میلاد نامہ ”مولود محمود“ ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے اس کا
 تاریخی نام ”عیون بخشش“ (۱۳۳۹ھ) ہے اس کے عنوانات اور مندرجات کی تفصیل درج ذیل ہے:
 حمد و نعت، بیان فضائل درود شریف، حکایات متعلقہ درود شریف، فوائد دنیوی،
 فوائد دینی، صلوٰۃ، بیان فضائل ذکر ولادت شریف، بیان آداب مجلس ذکر ولادت
 شریف، در بیان فضیلت حلیہ مبارک، حلیہ شریف، سلام علی النبی، اوصاف حمیدہ و
 اخلاق عظیمہ آنحضرت، بیان پیدائش نور مبارک و تحویل نور مبارک بہ آدم علیہ
 السلام، ولادت حضرت عبداللہ اور شادی، نسب نامہ پدیری حضرت عبداللہ، نسب نامہ
 مادری حضرت عبداللہ، نسب نامہ پدیری و مادری حضرت آمنہ خاتون، بیان تحویل نور

مبارک، بیان ذکر ولادت باسعادت، سلام بزیان عربی، فارسی، اردو، ثبوت قیام شریف، بدعت کا معنی و شرح بیان واقعات بعد از ولادت مبارکہ، بیان رضاعت شریف، نسب نامہ حضرت حلیمہ، در بیان معجزات عقلی، حسی و دیگر معجزات، مناجات اور آخر میں شجرہ شریفہ نقشبندیہ مجددیہ۔

اس میلاد نامے کی زبان و بیان سادہ اور اسلوب دل نشین ہے، اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے ہو سکتا ہے:

”ایک یہودی بڑا عالم تھا۔ حضور پر اس کے کچھ دنار قرض تھے۔ اس نے قرض کا تقاضا کیا، فرمایا میرے پاس کچھ نہیں ہے، اس نے کہا میں آپ سے جدا نہیں ہوں گا، جب تک میرا قرض نہیں ادا کر دیا جائے گا، آپ نے فرمایا، میں بھی تیرے پاس بیٹھتا ہوں چنانچہ آپ اس یہودی کے پاس بیٹھ گئے اور پانچ نمازیں آپ نے وہاں ادا کیں۔ اگلے دن یہودی نے کلمہ پڑھا اور عرض کیا کہ آج ما مال میرا اللہ کی راہ میں تصدق ہے۔ آگاہ ہو قسم خدا کی جو کچھ میں نے کیا اس لئے کیا کہ دیکھوں آپ کی صفت جو تورات میں لکھی ہے اور وہ صفت یہ ہے کہ محمد بن عبد اللہ مکہ میں ان کی ولادت ہے۔ مدینہ میں ان کی ہجرت اور شام ان کا ملک ہے، وہ درشت خو اور سخت کلام کرنے والے نہیں ہیں، یہودہ بات اور حد اوب سے گذرنے والے نہیں ہیں، یہ میرا مال ہے، جو آپ کی رائے میں آئے کیجئے۔“ (۳۵)

یہ میلاد نامہ پہلی بار ۱۹۳۰ء میں شائع ہوا۔ موجودہ نسخہ ۱۹۷۹ء کا سیالکوٹ کا مطبوعہ ہے اور لیاقت میموریل لائبریری، کراچی میں موجود ہے۔ اس کی اب تک کی اشاعتوں سے اس کی مقبولیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ یہ میلاد نامہ رطب و یابس سے پاک اور مجالس میلاد میں پڑھنے کے لئے بہت موزوں ہے۔ اس میں مصنف نے مستند واقعات اور روایات کو بیان کیا ہے اور حد اعتدال کو ملحوظ رکھا ہے۔

حسن علی خان (م۔ بھدو ۱۹۲۱ء)

حسن علی خان بن غریب اللہ خان متوطن محلہ چوکھنڈی قصبہ شہرام ضلع شاہ آباد صوبہ بہار تھے۔ ان کا میلاد نامہ ”حسن الیاد“ مطبع سلیمانی بنارس سے ۱۹۹۰ء میں چھپا۔ مصنف نے اس کے دیباچہ میں اپنی شاعری کے بارے میں عاجزی و انکساری کا اظہار کیا ہے اور نثری روایات کی صحت و درستگی کے ضمن میں وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

”میں نہ شاعر ہوں نہ مجھ کو دعویٰ فن شاعری ہے میں محض معمولی لکھتا پڑھتا جانتا ہوں۔ عربی عبارات اور جملہ حوالہ کتب جو اس کتاب میں نثر کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں۔ ان کی تصحیح میری استدعا پر مولوی حاجی قادر بخش حنفی قادری نے فرمائی ہے۔ ان نثری عبارات کو خاکسار نے عبارت آرائی سے زیب و زینت دینا مناسب نہ

جان کر اس طرح اپنی اصل حالت پر چھوڑ دیا ہے۔" (۳۶)

احسن الیاء و تلم و نثر کے بیانات پر مشتمل ہے۔ اس کی ضخامت ۷۶ صفحات اور کتابت و طباعت معیاری ہے۔ اس میں حمد باری تعالیٰ کے بعد فضیلت ذکر خیر حضرت ختم رسالتؐ، بیان فضائل محفل میلاد مقدس بنیاد، نور محمدیؐ کی شان اور اس کی پیدائش کا بیان، حضرت عبداللہ کا نکاح حضرت آمنہؓ سے ہونا، آپؐ کی آمد کی برکت سے رنگ زمانہ بدل جانا، منظوم تمہید ذکر ولادت باسعادت، سلام اور دو نصیحتیں جنہیں بیٹوان غزل دیا گیا ہے، بیروی و اجراع رسالتاب، فضائل مدینہ محل رحمت و سکینہ، فضیلت زیارت مرقد مقدس نبویؐ، مدینہ کی سکونت اختیار کرنے کی فضیلت، چند حکایات عاشقان سید السادات، مناجات اور آخر میں منظوم مناقب قاضی محمد عنایت حسین چریا کوٹی کے عنوانات کے تحت اظہار خیال کیا گیا ہے۔

روایات کے بیان کے ضمن میں مصنف نے بخاری شریف، صحیح مسلم، جامع ترمذی، مستدرک حاکم، معجم طبرانی، روشنی الاحباب، مدارج النبوت اور شواہد النبوت وغیرہ کے حوالوں سے اسے معتبر اور وثیق بنا دیا ہے۔ اس کے دو نسخے پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور میں موجود ہیں۔

محفل میلاد کی عظمت اور تقدس کو بڑے سادہ اور دلنشین انداز میں بیان کیا ہے:

ذکر میلاد شبہ ہر دوسرا ہونے کو ہے
 میرا اے سامعین تم پر خدا ہونے کو ہے
 یاں اوب سے بیٹھ کر پڑھتے رہو ہر دم درود
 حاضرین بزم ذکر مصطفیٰ ہونے کو ہے
 مانگ لیں اس بزم میں جو کچھ کہ چاہیں مستند
 آج مقبول خدا سب کی دعا ہونے کو ہے
 مرتبہ اس بزم کا کیا پوچھتے ہو مومنو
 پرتو ذات خدا جلوہ نما ہونے کو ہے
 جیتے ہی جنت میں پہنچا جو یہاں حاضر ہوا
 رشک فردوس بریں پیشگ یہ جا ہونے کو ہے
 (۳۷)

برکات شب ولادت کے بیان میں عبارت کے طور یہ ہیں:

"خواجہ عبدالملک کہتے ہیں کہ شب ولادت میں رسول اکرمؐ کے کعبہ کے نزدیک تھا۔ جب آدمی رات گزری تو دیکھا کہ کعبہ مقام ابراہیم علیہ السلام کی طرف جھکا اور بچہ میں گیا اور اس سے آواز تکبیر کی آئی۔ اللہ اکبر اللہ اکبر رب محمدن المصطفیٰ اللان قد طهرنی ربی من انجاس الاقسام و ارجاس المشرکین یعنی اللہ بزرگ ہے جو پروردگار محمد مصطفیٰؐ کا ہے اب اس نے مجھے پاک کر دیا نجاست سے بتوں کی اور

خباثت سے شرکوں کی اور غیب سے آواز آئی کہ قسم ہے کعبہ کی جس نے کعبہ کو بزرگ کیا آگاہ ہو جاؤ کہ کعبہ کو خدا نے قبلہ اور مسکن گردانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور جتنے بت گرد کعبہ کے تھے سب کو دیکھا کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور ان بتوں میں جو بڑا بت جسے ہبل کہتے تھے وہ اونڈھا زمین پر گرا پڑا تھا۔“ (۳۸)

نبی کریم کے فضائل و برکات کے بیان میں رقم طراز ہیں، نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے دیکھا مجھے خواب میں بے شک بلاشبہ اس نے دیکھا مجھے اس لئے کہ شیطان کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ میری شکل بن سکے یا کسی شکل سے آکر دیکھنے والے کے خیال میں یہ ڈالے کہ یہ شکل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے بعض علماء نے اس فضیلت کو تمام انبیاء کی نسبت عام لکھا ہے مگر صاحب مواہب اللدیہ نے اس کو خصائص آنحضرت میں ذکر کیا ہے اور حدیث میں یہ بھی وارد ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا قریب ہے کہ مجھے بیداری میں دیکھے پس اسی حالت میں ہم گندگاریوں کو ہر لحظہ و ہر آن مشتاق زیارت سید انس و جان اور متحنی دیدار سرور کون و مکان رہنا چاہئے کہ دنیا میں بھی موجب خیر و برکت ہے اور آخرت میں بھی ذریعہ نجات ہے۔“ (۳۹)

سلام بخشور سرور کونین سے چند شعر درج ذیل ہیں:

السلام اے مر رحمان السلام

السلام اے نور یزواں السلام

السلام اے سرودستان جہاں

السلام اے خسرو ملک اہاں

السلام اے کاشف اسرار دین

السلام اے رہبر راہ یقین

السلام اے شاہد غم خوار من

السلام اے واقف اسرار من

السلام اے زینت قرش زمیں

السلام اے رونق عرش بریں

مرحبا اے شاہد رب العلا

مرحبا اے مظہر نور خدا

مرحبا اے معدن جود و کرم

مرحبا اے اختر برج حکم

حکایات عاشقان سید السادات میں سے ایک حکایت ملاحظہ ہو، جو مصنف نے مدارج النبوت کے حوالے سے لکھی ہے:

”عبدالعزیز نامی مدینہ کا رہنے والا چچا اس کا کفیل تھا، جب وہ جوان ہوا اونٹ و بکری اور چند غلام اس نے جائیداد سے چچا کے پایا، دل میں اس کے محبت ایمان و اسلام کی تھی اور ہمیشہ اسلام میں داخل ہونا چاہتا تھا لیکن اپنے چچا سے جو کافر تھا بہت تک تھا اور ڈرتا تھا یہاں تک وہ مختصر و مشتاق اسلام کا رہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا اور لشکر اسلام مکہ سے مظفر و منصور مدینہ کو پلٹ کر آیا اس وقت اس سے نہ رہا گیا چچا سے کہا کہ اے چچا میں ایک مدت سے مختصر ترے اسلام کا رہا اور اس پر میں نے اپنے اسلام لانے کو موقوف رکھا مگر اب صبر کا یارا نہیں اور حیات پر بھروسہ نہیں شاید موت مہلت نہ دے اور اس دولت سے محروم رہوں لہذا تجھ سے اجازت قبول اسلام کی چاہتا ہوں چچا نے اس کے کہا اگر تو ایمان لائے گا اور متابعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کرے گا تو جو کچھ مال و متاع میں نے تجھ کو دیا ہے وہ سب لے لوں گا یہاں تک کہ تیرے بدن کا کپڑا بھی اتار لوں گا وہ عاشق چاشا مشتاق سید الابرار بولا کہ جو تیرے دل میں آئے کر گذر بخدا میں مسلمان ہوتا ہوں اور پروانہ وار اوپر جمال سید ابرار ثار ہونے جاتا ہوں۔“ (۵۱)

یہ میلاد نامہ فنی لحاظ سے اور زبان و بیان کے اعتبار سے روایتی میلاد ناموں کی سطح سے بہت بلند نظر آتا ہے۔ اس میں مصنف نے واقعات اور روایات کے سلسلے میں مبالغہ سے کام نہیں لیا۔ اس کے انہی مستند اور وقیح نثری حوالہ جات اور خلوص و حقیقت پر مبنی سادہ و عام فہم منظومات میں اس کی مقبولیت کا راز مضمر ہے۔

خواجہ نقی الدین اکبر آبادی

خواجہ نقی الدین بن خواجہ محمد وزیر اکبر آباد کے رہنے والے تھے۔ چشتی قادری سلاسل میں بیعت تھے۔ مولود خوانی میں حافظ ثمد جان کی شاکردی اختیار کی۔ انہیں مولانا غلام امام شہید سے تلمذ حاصل تھا۔ ان کا میلاد نامہ بیہوشان ”فردوس نقی“ نظم و نثر کے ۶۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ اس میلاد نامے کی ترتیب اور اس کے عنوانات عام مروج میلاد ناموں کی طرح سے نہیں ہیں۔ اس میں نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ اور معجزات کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ کئی دیگر بزرگان دین کی کرامت اور فیوض و برکات کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔ نبی کریمؐ کے سچے آب کے بارے میں رقم طراز ہیں:

”ایک روز نبی کریمؐ مسجد میں رونق افروز تھے کہ آپ کو از روئے مکاشفہ معلوم

ہوا کہ ایک قافلہ دور جنگل میں پیاسا پڑا ہے۔ آپ اسی وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہمراہ اس طرف چل پڑے۔ قافلہ میں جا کر دیکھا کہ مارے پیاس کے لوگوں کا برا حال ہے۔ آپ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے پانی تلاش کرنے کے لئے فرمایا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ پانی تلاش کرنے لگے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک جشی اونٹ پر کئی مشکیزے لئے چلا جاتا ہے۔ آپ نے اس سے ایک مشکیزہ طلب کیا تو اس نے بتایا کہ میں اپنے سردار کے لئے لے کر جا رہا ہوں۔ میں نہیں دے سکتا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیقؓ نبی کریمؐ کے پاس واپس آئے اور پوری صورت حال عرض کی۔ یہ سن کر حضورؐ خود تشریف لے گئے اور اس جشی سے فرمائے لگے۔ اے شخص ان میں سے ایک مشک ہمیں دے دے پھر ہم تری مشک تجھ کو بھری واپس کر دیں گے۔ اس نے کہا میں اپنے سردار کے واسطے لئے جاتا ہوں اور یہ قیاس میں کب آسکتا ہے کہ بھری مشک لے کر اور پھر بھری کی بھری واپس کریں گے آپ نے فرمایا کہ پھر قدرت خدا کا تماشا دیکھ پس اسی دم اس نے مشک حضورؐ کو دے دی۔ آپ نے اس مشک سے پانی تمام قافلہ کو مع جانوروں کے پلایا اور پھر اس کو مشک بھری کی بھری واپس عطا کی۔ (۵۲)

خواجہ تقی الدین کے میلاد نامے میں واقعات کی ترتیب کا فقدان ہے۔ اسلوب بیان سادہ اور عام فہم ہے۔

قاضی ذکیر الدین

قاضی ذکیر الدین ریاست الور (راجپوتانہ) کے متوطن تھے۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان ”ہمارے بے خزاں مولود حبیب الرحمن“ ۱۳۳۳ھ ر ۱۹۱۳ء میں چھپا۔ یہ میلاد نامہ نظم و نثر کے مضامین پر مشتمل ہے اور اس کی ضخامت ۵۶ صفحات ہے۔

اس میں حمد و نعت کے بعد فضائل محفل میلاد شریف، فضائل درود شریف، بیان فضائل محبت سرور کائنات، بیان پیدائش نور محمدی، بیان ولادت آنحضرت، سلام و مبارکبادی، مسدس در شان رسالت، رضاعت، شق صدر، سفر شام، حضرت خدیجہ الکبریٰ سے شادی، بیان معجزات اور بیان معراج شاہ ذی جاہ کے عنوانات ہیں۔ آخر میں مناجات ہے۔ ولادت نبویؐ پر حضرت بی بی آمنہؓ کو مبارکباد کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

میلاد ناموں میں اس قسم کے تمثیل نامے بہت کم ہیں:

عجب ہے چاند سا کھڑا بشر کیونکر نہ ہوں صدقے
فرشتوں کو بھی ہے بھایا مبارک ہو مبارک ہو
فدا جن پر ہوئے آدمؑ خوشی جن کی کریں عیسیٰؑ
وہ تم نے نہ لقا پلایا مبارک ہو مبارک ہو
بلائیں جس کی لیویں آسیا و مریم و سارا

جسے خوا نے نسلایا مبارک ہو مبارک ہو
 جناب آمنہ بی بیؓ تمہارا سا نہیں کوئی
 کہ تم نے مصطفیٰؐ جایا مبارک ہو مبارک ہو
 مچی ہے دھوم عالم میں ندا ہر سو سے ہے آتی
 شہ ہر دوسرا آیا مبارک ہو مبارک ہو
 (۵۳)

ہندی انداز میں درود و سلام ہندو تہذیب و معاشرت کی وجہ سے اپنا مخصوص مذہبی پس منظر رکھتے ہیں۔ ہندی محبتوں اور گیتوں کے زیر اثر اس قسم کی منظومات وجدانی کیفیات کے اظہار کا ذریعہ بنی ہیں، ملاحظہ ہو:

اے کفر کی ریت مٹاؤں ہارے تم پہ خدا کا درود و سلام
 سب دھرتی کا اکاس سجاؤں ہارے تم پہ خدا کا درود و سلام
 تورے کپا کی دھوم ہے جگ میں بڑی، نہیں ہم کو گناہوں کی پختا پڑی
 اے امت کے بخشاؤں ہارے تم پہ خدا کا درود و سلام
 تورے آنے سے کفر کا راج گیو جو تھا سور مارن کا وہ بھاج گیو
 اسلام کا ڈنکا بجاؤں ہارے تم پہ خدا کا درود و سلام
 جب نوح کی نیا بھنور میں پھنسی توری کپا ہوئی وہ پار گئی
 واہ رے نیا کے پار لگاؤں ہارے تم پہ خدا کا درود و سلام
 (۵۴)

نور محمدیؑ حضرت عبداللہ کو ودیعت ہونے کے بارے میں عبارت ملاحظہ ہو:

”ایک دن حضرت عبداللہ نے حضرت عبدالمطلب سے عرض کیا کہ میں جب بلجائے مکہ کی طرف جاتا ہوں تو ایک نور عظیم میری پیٹھ سے ظاہر ہو کر دو حصے ہو جاتا ہے۔ نصف اس کا جانب مشرق اور نصف مغرب کی جانب پھیل جاتا ہے اور پھر وہ ہی نور خوبصورت پارہ ابر جمع ہو کر میرے وجود پر سایہ کرتا ہے۔ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوتا ہے جس سے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور جب میں زمین پر بیٹھتا ہوں تو آواز آتی ہے کہ اے وہ شخص کہ نور محمدیؑ تیری پشت پر جلوہ افروز ہے۔ تجھ پر درود و سلام۔ اور جس درخت خشک کے پاس سے گذرتا ہوں، وہ درخت فوراً سرسبز ہو جاتا ہے اور مجھ پر سایہ کرتا ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا کہ اے عبداللہ تجھے بشارت ہو کہ تیرے صلب سے نبی آخر الزماں سید رسل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی تعریف توریت و انجیل سے عیاں ہے، پیدا ہوں گے۔“ (۵۵)

قاضی ذکیر الدین نے میلاد ناسے کی ترتیب و تدوین میں مختلف مستند کتب سے استفادہ کیا ہے، اور یوں اسے حتی الامکان مفید اور وقیح بنانے کی کوشش کی ہے۔

محمد جمیل الرحمن خاں

محمد جمیل الرحمن خاں کا تاریخی میلاد نامہ ”حیاتِ زاکر“ (۱۳۴۰ھ) مطبوعہ ۱۹۲۱ء اسی صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حمد و نعت کے بعد نبی کریمؐ کی دیگر انبیاء پر فضیلت و برتری، فضائلِ قرآن، روایتِ اسننِ حسانہ، معجزاتِ رسالت، کراماتِ اولیا، نورِ محمدی، ولادتِ مقدسہ اور رضاعت و بچپن کے حالات مرقوم ہیں۔ اس نثری میلاد ناسے میں جو چند منظوم شامل ہیں، وہ حدائقِ بخشش سے ماخوذ ہیں۔ اس میں عام مروجہ میلاد ناموں کی ہی ترتیب مضامین کے فقدان کی وجہ سے بے ربط اور غیر مربوط ہونے کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ تاہم اس میں معجزاتِ رسالت کے بیان میں زیادہ زور دیا گیا ہے۔

مصنف نے روایات کے بیان کے سلسلہ میں قرآن مجید اور احادیثِ نبویؐ کے علاوہ مدارجِ النبوت، شواہدِ النبوت، ریاضِ الناجحین اور احسن الکلام (مولانا عبدالقادر بدایونی) وغیرہ کے حوالے دیئے ہیں۔ فضائلِ قرآن مجید کے بارے میں لکھتے ہیں:

”قرآن میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں اور سات منزلیں اور چودہ سجدے ہیں۔ ایک سو چودہ سورتیں اور پانچ سو چالیس رکوع ہیں۔ چھتر ہزار چار سو تیس کلمے ہیں اور تین لاکھ اکیس ہزار ایک سو اسی حروف ہیں اور ایک لاکھ پانچ ہزار چھ سو اسی نقطے ہیں اور سترہ سو اکتیرہ اور بارہ سو تریپن تصدیقیں اور تریپن ہزار دو سو نینتالیس زیر اور انتالیس ہزار پانچ سو بیاسی زیر اور آٹھ ہزار آٹھ سو چار پیش ہیں۔ یہی وہ عظیم کتاب ہے جس کے لئے رب العزت فرماتا ہے۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ اے محبوبِ اتاری ہم نے تجھ پر ایسی کتاب کہ جس میں ہر چیز کا روشن و تفصیلی بیان ہے۔“

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، یہ وہ قرآن ہے جس کی ہر آیت کے نیچے ساٹھ ساٹھ ہزار علم، جس کی ایک ایک آیت کی تفسیر سے ستر ستر اونٹ کتابوں سے بھر جائیں۔ اہلی کتابیں بدل دی گئیں۔ دشمنوں نے مضامین گھنائے اور بدعائے توریت و انجیل کا تبادلہ کر دیا مگر قرآن کے لئے محبوب سے وعدہ فرمایا گیا ہے کہ اِنَّا نَعْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَكُلٌّ لِّجَافِلُونَ۔ ہمیں نے یہ قرآن اتارا ہے اور ہمیں اس کے محافظ و نگہبان ہیں کہ اس میں کسی کو تصرف اور دست اندازی نہ کرنے دیں گے۔ آج مسلمانوں کے بارہ بارہ سال کی عمر والے بچوں تک کے سینوں میں تیسوں پارے نقش ہیں، ان کو کون مٹا سکتا ہے۔ ہزارہا قرآن کے حفاظ ہر ملک میں موجود ہیں۔“ (۱)

حضرت سعد بن وقاصؓ کے نبی کریمؐ سے والمانہ عشق و شفقتی کے بیان میں رقم طراز ہیں:

”جنگ احد میں کچھ لڑائی بگڑ جانے پر سیدہ الحبیبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے کے لئے تمام لشکر کفار سے آگے فوج کفار کے مقابلے پر تشریف فرما ہو گئے۔ کفار کی طرف سے تیر چلے آ رہے ہیں۔ محبوب کریمؐ کے سچے جانثار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر جا پڑتی ہے۔ فوراً فکر ہوتی ہے کہ مبادا کوئی تیر دشمنوں کا آقائے نامدار کو صدمہ پہنچائے۔ بیتابانہ دوڑ کر محبوب اکرمؐ کے آگے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اپنے آقا کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بغرض حفاظت لے لیتے ہیں۔ آقائے نامدار ترکش سے تیر نکال کر پیچھے سے سعد بن ابی وقاصؓ کو دیئے جاتے ہیں اور ہر تیر پر فرماتے ہیں۔ ادم سعد ہالی انت وامی اے سعد تیر پھینک تجھ پر میرے ماں باپ قربان۔ ادھر سے ایک تیر جاتا ہے اور ادھر سے بکھرت تیر چلے آ رہے ہیں جو حضرت سعدؓ کے جسم میں چھد رہے ہیں مگر حضرت سعدؓ بڑے اطمینان کے ساتھ آقا کو پیٹھ کے پیچھے لئے ہوئے تیر کھا رہے ہیں، یہ کشش حسن محمدیؐ ہے۔“ (۵۷)

”حیات زا کر“ میں آپؐ کے معجزات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ بیان معجزات سے درج ذیل اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو۔ اس میں دوسرے انبیاء کے معجزات کے ساتھ تقابلی جائزہ بھی موجود ہے:

”سلیمان علیہ السلام نے جن فرماں بردار کئے۔ نبی کریمؐ کی مدد کے لئے فرشتے لڑائی میں بھیجے۔ سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا مطیع کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے براق بھیجا کہ ہوا سے بہت زیادہ تیز رفتار تھا اور خندق کی لڑائی میں ہوا آپؐ کی مدد کے لئے بھیجی کہ تمام لشکر کفار تہ و بالا ہو گیا۔ حضرت سلیمانؑ کو تمام دنیا کی بادشاہت بخشی، نبی کریمؐ نے سلطنت دنیا قبول نہ فرمائی اور بندگی اختیار کی جس کے بدلے محشر اور اہل جنت کی سرداری حاصل ہوئی۔ داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا نرم ہوا۔ حبیب کبریٰ کے ہاتھ کی برکت سے خشک لکڑی نے تلوار کا کام دیا۔ ریاض الناصحین میں لکھا ہے کہ ایک یہودی خدمت اقدس میں ایک پتھر لایا اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ پتھر حضرت داؤد علیہ السلام پیغمبر کے پتھروں سے ہے۔ آپؐ نے ہاتھ میں لیا موم ہو گیا۔ یہودی یہ معجزہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ عیسیٰؑ کو بچپن میں گویائی عنایت فرمائی کہ انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت مریمؑ کی طہارت و پاکیزگی پر گواہی دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دودھ پیتے بچوں نے کلام کیا اور آپؐ کی رسالت پر گواہی دی۔ مکہ مکرمہ میں ایک بچہ کہ اسی دن پیدا ہوا تھا۔ خدمت اقدس میں حاضر لایا گیا۔ اس سے فرمایا میں کون ہوں۔ اس نے صاف کہا۔ انت رسول اللہ (آپ اللہ کے رسول ہیں)۔“ (۵۸)

یہ غالباً پہلا میلاد نامہ ہے جس میں کرامات اولیائے عقلم بھی بیان کی گئی ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”ایک بزرگ کا وصال ہوا۔ نسلانے والے نے غلطی سے بجائے داہنی جانب کے بائیں جانب سے غسل شروع کیا۔ فوراً اس بزرگ نے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا کہ اے شخص کیا تو مجھے مردہ خیال کرتا ہے۔“

ایک بزرگ نے ایک بزرگ کو قبر میں اتارا اور ان کے سر کے نیچے سے کفن بنایا اور ان کا سر خاک پر رکھنا چاہا تاکہ دربار الہی میں عاجزی و انکساری ظاہر ہو۔ فوراً وہ بزرگ آنکھیں کھول کر فرماتے ہیں کہ اے شیخ! تو میرے ناز اٹھانے والے کے آگے مجھ کو ذلیل کرتا ہے۔ پوچھا آپ کا تو انتقال ہو گیا تھا، کیا آپ زندہ ہیں فرمایا جو اللہ کے محب ہوتے ہیں وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں اور تجھ کو اگر آج یقین نہیں تو کل روز قیامت میں تیری مدد کر کے تجھ کو یقین دلا دوں گا۔

جس رات خواجہ بایزید، مسطای رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا، اسی رات ایک صالح نے خواب میں دیکھا کہ میں عرش کو اپنے سر پر اٹھائے ہوئے اڑ رہا ہوں۔ صبح کو تعبیر کے لئے خواجہ بایزید، مسطای کے مکان پر گیا، دیکھا کہ کفن سلج رہا ہے۔ دریافت کیا کس کا انتقال ہو گیا۔ کہا تمہیں نہیں معلوم رات خواجہ کا وصال ہو گیا۔ اس شخص نے خیال کیا کہ خواب کی تعبیر کسی اور سے لے لیں گے۔ اب تعبیر و تفسیر سے فارغ ہو کر چلوں۔ ٹھہر گیا جنازہ تیار ہو گیا جب لوگ جنازہ لے کر چلے اس قدر ہجوم تھا کہ یہ شخص خواب دیکھنے والا چاہتا تھا کہ میں جنازے کو کاندھا دوں مگر بوجہ ہجوم کے مجبور ہو کر دور رہ جاتا تھا۔ ایک بار جوش محبت بڑھا اور بیٹابانہ جنازہ تک پہنچ ہی گیا مگر کاندھا دینے کا موقع اب بھی نہ ملا تو جنازہ کے نیچے آ گیا اور جنازے کے پیچ میں اپنا سر لگا دیا فوراً خواجہ بایزید، مسطای جنازے میں سے فرماتے ہیں کہ اے شخص! تیرے خواب کی یہی تعبیر ہے۔“ (۵۹)

کرامات اولیاء کے بیان سے محمد جمیل الرحمن یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اولیاء اللہ مرتے یا فنا نہیں ہوتے بلکہ موت ان کے نزدیک *بِقَلْبُونِ مِنْ دَلْوِ الْوَالِي* کا ایک گھر سے دوسرے گھر میں بدل کر چلے جاتے ہیں اور ان کے تصرفات و کمالات جس طرح اس دنیا میں تھے اسی طرح بدستور اس جہان میں بھی جاری رہتے ہیں بلکہ اس عالم سے اعلیٰ، اکمل اور اتم ہو جاتے ہیں۔ نبی کریم کے ادنیٰ خادموں کا یہ حال ہے۔ جنہوں نے کروڑوں مردہ دل زندہ کئے تو پھر اس لحاظ سے نبی کریم کے فضائل و درجات کا اندازہ و احاطہ کیوں کر ممکن ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مگر ان میلاد کے بارے میں مصنف کا لہجہ مت تند و تیز ہے۔ اس کی غالب وجہ یہ ہے کہ اس عمد

کے اہل حدیث علمائے کرام اپنے تشدد رویے کی بناء پر محافل میلاد کے انعقاد کو بدعت قرار دیتے تھے۔ اس قسم کے خیالات قنوی کی صورت میں اور اس دور کی مناظراتی تحریروں میں عام ملتے ہیں۔ مصنف نے ان عقائد کے خلاف رد عمل کے طور پر نہ صرف بحث کی ہے بلکہ اپنے مسلک کی تبلیغ و تشریح کا فریضہ سر انجام دیتے ہوئے، اپنے مخالفین کے بارے میں طرز و تفسیح سے کام لیا ہے اور ان کی بھرپور مذمت کی ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

”دشمن دو قسم کے ہیں۔ ایک کھلا دشمن، دوسرے چھپا دشمن۔ کھلے دشمن جیسے یهودی، نصاریٰ، مجوسی، مشرکین اور چھپے دشمن منافق مردوں کو نظر ایمان سے پہچان۔ ان کے اقوال افعال و حرکات کو ایمانی میزان میں تول۔ پہلے عقائد دہائیہ کو سن۔ یہ فرقہ بدعی اسلام مجلس میلاد شریف کو حرام بتاتا ہے۔ اسے جہنم کنیا سے تشبیہ دیتا ہے۔ قیام تعظیمی کو شرک و بدعت قرار دیتا ہے۔ حبیب خدا کو اپنا جیسا سمجھتا ہے اور حضرت رسالت کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ کرتا ہے۔ ان کو واقف غیب ہونے عالم ما کان و مابین ہونے سے صاف انکار کرتا ہے۔ رسول اللہ کے علم پر شیطان کے علم کو بیوہاتا ہے۔ ابن عبدالوہاب نجدی حضور کے روضہ انور کو صنم اکبر یعنی بہت بڑا بت کتا تھا (محاذ اللہ)۔ اس نے شہدا کے قبوں اور مزارات کو شہید کیا۔ اب ایمان سے پوچھ کہ تیرا ایمان اس فرقے کو کیا سمجھتا ہے۔ واللہ کہ جس کے دل میں ایک ذرہ بھی محبت و عقلمت حبیب ہوگی۔ وہ اس گمراہ فرقے کو اپنا خالص دشمن جانے گا، اسی طرح دوسرے فرقے جیسے روافض، نیچریہ و قادیانی غیر مقلدین چکر الوی یہ سب ایک رسی میں ہیں۔ وہ سب فرقے ناری جہنمی ہیں، فقط ایک فرقہ اہلسنت والجماعت کہ یہ جنتی ہے۔ تم ان بد عقیدہ لوگوں سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور کرو کیسے وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں۔ وہ تمہیں جنتے میں نہ ڈال دیں۔ ان سے میل جول نہ کر سب سے برا شخص بد عقیدہ ہے۔ یہ زہریلے سانپ سے بدتر ہیں بقول روئے:

دور شو از اختلاط یار بد

یار بد بدتر بود از مار بد

مار بد تھا ہمیں بر جاں زند

یار بد بر دین سو بر ایمان زند

(۶۰)

حیات ڈاکر برٹلی کتب فکر کا نمائندہ میلاد نامہ ہے۔ اس سے بریلوی مسلک کے رجحانات کی واضح طور پر عکاسی ہوتی ہے۔ اور اس سے یہ سب رویے نکھر کر سامنے آتے ہیں۔ دراصل اس کتب فکر کا اصل جوہر عشق رسول اور اس سے پیدا ہونے والا اخلاص ہے اور اسی سوز و جذب دروں کا اس میں بھرپور اظہار ہے۔ زبان و بیان عام فہم اور دل نشیں ہے۔

شاہد کا میلاد نامہ منظوم بعنوان ”مولود شریف مرغوب القلوب“ ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مجبّر ضلع روہنگ کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ سرورق نہ ہونے کی وجہ سے اس کے اشاعتی ادارے کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ مولود شریف مرغوب القلوب مسدس کے انداز میں ہے۔ نمونہ کے طور پر درج ذیل بند ملاحظہ ہوں:

لکھرا ہوا ہے باغ جہاں اپنے رنگ میں
 ہر پھول ہے گلشن نئے اپنے ڈھنگ میں
 مرغان نغمہ خیز ہیں ہر سو امگ میں
 دکھاتی ہے نسیم بہاری ترنگ میں
 پنچوں کو ہے ضبط مگر مسکراتے ہیں
 صل علیٰ کا شور عتادل پچاتے ہیں
 باغ جہاں میں کس گل تر کا ظہور ہے
 سایہ گلن چمن میں صاحب سرور ہے
 زرخس کے حال پر نظر برق نور ہے
 بلبل چمک رہی ہیں خوشی کا وفور ہے
 ہیں نخل جھومتے مئے عشرت پئے ہوئے
 مینا و جام ہیں گل و غنچہ لئے ہوئے

(۶)

شاعر نے اس مسدس کے آخر میں اپنے فرزند اور حاضرین مجلس کے لئے دعا مانگی ہے۔ اشعار ملاحظہ

ہوں:

یا رب جناب سید جیلاں کے واسطے
 سب سلسلہ چشت کے پیراں کے واسطے
 رحمت حسین خاں جو مرا نور چشم ہے
 تو اس کو عمر و دولت و عزت سے حصہ دے
 کر اس کو ایسا عالم کامل زمانہ میں
 کوئی نہ نکلے اس کا مقابل زمانہ میں
 یا رب طفیل جملہ رسولان نامور
 یہ حاضرین بزم ہیں اس وقت جس قدر

اور جس قدر ہے امت سلطان بحر و بر
ہر ایک کی مراد کو بر لا تو جلد تر

دین محمدی کو وہ حاصل وقار و جاہ
پیش نظر ہر اک کے یہی ایک راہ

شہد کے بیان میلاد میں حسن و دل آویزی، سوز و گداز اور اخلاص و شیفتگی کے عناصر نے ان کے اشعار میں کیف و تاثیر کا رنگ بھر دیا ہے۔ میلاد نامے کے آخر میں استمداد اور استغاثہ کا انداز ملی شعور کی علامت ہے۔ اس دور میں امت مسلمہ کی زبوں حالی اور انگریزوں کے مظالم کی وجہ سے میلاد نگاروں نے کئی عرصہ ملاشتہ دربار رسالت میں پیش کی ہیں۔ اور جب ہم اس عہد کے مذہبی اور سیاسی پس منظر میں ان میلاد نگاروں کی استمداد طلبی کا جائزہ لیتے ہیں تو پھر ان کی کثرت، شدت اور اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ شہد نے اوصاف و مقامات محمدیؐ کے بیان میں کہیں ضعیف روایات کا سارا نہیں لیا اور نہ ہی شاعری کی روش شریعت کی حدود سے تجاوز ہوئے ہیں۔ انہوں نے سلیس زبان، سہل انداز اور مترنم لہجہ سے کشش اور جاذبیت پیدا کر دی ہے۔

مولانا عبدالحمید شرر (م ۱۹۲۶ء)

مولانا عبدالحمید شرر ۲۰۔ جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ (مطابق ۱۸۶۰ء) لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محترم افضل حسین عربی، فارسی اور طب میں کامل بصیرت رکھتے تھے اور واجد علی شاہ کے شاہی طبیب تھے۔ شرر کی ابتدائی تعلیم و تربیت ٹیپا برج میں ہوئی اور مختلف اہل کمال سے تعلیم حاصل کر کے شرر ۱۸۷۹ء میں علی گئے۔ راستہ میں سرسید سے ملاقات ہوئی۔ دہلی سے لکھنؤ آ کر شرر نے ۱۸۸۱ء میں اودھ اخبار میں ملازمت کر لی۔ ۱۸۸۷ء میں دگداز کے نام سے اپنا رسالہ جاری کیا۔ ۱۸۹۳ء میں نواب وقار الامراء نے اپنے بیٹے کی تربیت کے لئے انگلستان بھیج دیا۔ وہاں تین سال رہ کر واپس حیدر آباد آئے اور یہاں سے دوبارہ دگداز کا اجرا کیا مگر جلد ہی واپس لکھنؤ آ گئے۔ ۱۹۲۶ء میں لکھنؤ میں شرر کا انتقال ہوا۔

مولانا عبدالحمید شرر کے تاریخی ناولوں، عام سوانح عمروں، نظم و ڈرامہ اور مختلف کتابوں کی تعداد قابل ایک سو دو بنتی ہے اس لحاظ سے وہ اپنے تمام معاصرین میں ایک ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔ شرر نے سوانح خاتم المرسلین، جوہائے حق اور ایک میلاد شریف نبی کریمؐ بھی لکھا ہے۔

”سوانح خاتم المرسلین“ کے عنوان سے ۱۹۱۹ء میں لکھی گئی، نبی کریمؐ کے میلاد و سیرت پر ۵۲۳ صفحات کی کتاب ہے۔ اس کے تعارف کے سلسلہ میں ڈاکٹر ابوالخیر کشتی لکھتے ہیں:

”مولوی عبدالحمید شرر نے جامعہ عثمانیہ کے لئے تاریخ اسلام لکھی جس کی پہلی جلد میں شرر نے اختصار کے ساتھ حضورؐ کی زندگی، اخلاق و شمائل اور کارناموں کو بیان کیا ہے۔ اور اس میں جہاں انہوں نے فن ناول نگاری کا سارا لیا ہے، وہ کامیاب

تریں۔ یہ موضوع اتنا نازک ہے کہ مورخ کے پر بھی اس وادی میں جل اٹختے ہیں نہ کہ اسے کمافی کے پیرائے میں بیان کرنا۔ شرر کے فنی شعور نے ان کی اس وادی بے راہ میں رہنمائی کی اور انہوں نے ”جوہائے حق“ کا ہیرو ایک ایسے راہب کو بنایا جسے اس کے دور کی عیسائیت کچھ نہ دے سکی تھی۔ اس کے روحانی اور مادی سفر میں بڑا کرب ہے۔ عیسائیوں کے معتذات، ان کی خانقاہوں کے مرتعے اور بعض افراد کی تلاش اور اس حقیقت تک رسائی کی کمافی بڑی دل آویز ہے۔“ (۶۳)

جوہائے حق چھ سو صفحات پر مشتمل تین حصوں میں تاریخی ناول ہے۔ اس میں انہوں نے حضرت سلمان فارسیؑ کے تلاش حق کی روحانی منازل کو قلمبند کیا ہے۔ اور ان کی زبان سے بڑے موثر انداز میں میلاد و سیرت رسالتؐ ناول کے انداز میں بیان ہو جاتی ہے۔ شرر نے ”جوہائے حق“ میں تاریخی صداقتوں کو مد نظر رکھا ہے۔ یہ ناول آج بھی اپنی مقبولیت کی وجہ سے شائع ہو رہا ہے۔ (۶۴) یہ ناول ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۱ء کے درمیان لکھا گیا تھا اور ماہنامہ دل افروز میں قسط وار شائع ہوتا رہا۔ (۶۵)

شرر نے میلاد شریف مولوی عین القضاة کی فرمائش پر لکھا۔ مولانا عین القضاة نے کسی سے علامہ ابن جوزیؒ کے رسالہ میلاد شریف کا اردو میں ترجمہ کرایا اور اس میں ایک طرف عربی متن اور دوسری طرف ترجمہ دیا گیا تھا مگر وہ ترجمہ باوجود صحیح ہونے کے ایسی زبان میں تھا کہ سننے والوں کو نہ لطف آتا تھا اور نہ ہی پوری طرح سمجھ میں آتا ہے۔ ابن جوزیؒ کے مولد شریف کے ترجمہ کے بارے میں عبداللطیم شرر اس کی وضاحت میں رقم طراز ہیں:

”میں نے ابن جوزیؒ کے مولد شریف کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ نثر کا ترجمہ نثر میں اور نظم کا ترجمہ نظم میں۔ دو ایک جگہ کسی قدر تصرف بھی کرنا پڑا مگر پھر بھی کوشش کی گئی ہر شعر کا پورا مفہوم ایک شعر میں ادا ہو جائے۔“ (۶۶)

اس میلاد نامے کی ابتداء حمد سے ہوتی ہے۔ پھر نعت رسالتؐ نثر میں ہے۔ اس کے بعد نور محمدیؒ ولادت باسعادت کی عظمت، ولادت کے وقت کے عجرات، آپؐ کی بشارات اور دیگر انبیائے کرام، آپؐ کی صفات، حلیہ مبارک، خصائل و شمائل، تخلیق اول، تقسیم نور، کعب احبار کی روایت، آپؐ کا نام نامی عرش معلیٰ پر لکھا ہونا، آدمؑ کی توبہ کی قبولیت کا وسیلہ اسم محمدؐ، نور محمدیؒ کا منتقل ہونا، کابنوں کی پیشین گوئیاں، حضرت عبداللہ کی شادی کا واقعہ، آپؐ کا نسب نامہ، حضرت آمنہؓ کو خوش خبریاں ملنا، ولادت باسعادت، حضرت عبدالملک کی دعا، رضاعت اور بچپن کے واقعات، شق صدر، میلاد منانے کی برکات اور دعائے ختم مولود النبیؐ پر مشتمل ہے۔ یہ میلاد نامہ نثر میں ہے البتہ اس میں چند منظومات بھی شامل ہیں، جن کا عربی سے شرر نے نظم میں ترجمہ کیا ہے۔ یہ میلاد نامہ ”ولادت سرور عالمؐ“ کے نام سے بھی ۱۹۳۳ء میں دہلی کے پریس لکھنؤ سے شائع ہوا تھا۔

اس میلاد نامے سے ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

”بعض روایان اخبار کا بیان ہے کہ ہمارے نبی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے

جد امجد حضرت عبدالمطلب نے ایک خواب دیکھا۔ جاگے تو تھیر اور دہشت زدہ تھے۔ فوراً قریش کے کاہنوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے سامنے اپنا خواب بیان فرمایا کہ ”میں نے دیکھا کہ نور کی ایک بڑی بھاری زنجیر مجھ سے نکلے۔ جس کی چمک سے تمام دیکھنے والوں کی آنکھیں چمکا چوند ہو گئیں۔ پھر دیکھا کہ اس زنجیر کی چار لڑیاں ہیں، ایک انتہائے مشرق تک کھینچ گئی دو سری مغرب کی انتہائی حدوں میں پہنچ گئی۔ تیسری آسمان سے جا لگی اور چوتھی زمین کے اندر پیوست ہو کر تحت اشرافیٰ تک چلی گئی۔ اس زنجیر کو میں دیکھ ہی رہا تھا کہ یکایک وہ ایک عظیم الشان ہرا بھرا درخت بن گئی جس میں قسم قسم کے پھل لگے ہوئے ہیں۔ اب کیا دیکھتا ہوں کہ اس درخت کے سایہ میں دو بزرگ کھڑے ہیں جن کے چہروں سے ایک بیت برس رہی ہے۔ میں نے ان سے پوچھا، آپ کون بزرگ ہیں؟ ایک نے کہا، میں نوح ہوں اور دوسرا بولا میں ابراہیم خلیل اللہ ہوں۔ پھر وہ دونوں بزرگ فرمانے لگے ہم اس درخت کے سایہ میں آرام لینے کو آئے ہیں جو تمہاری بیٹھ سے نکلا ہے۔ تمہیں مبارک ہو۔“ کاہنوں نے یہ سن کر کہا۔ یہ بشارت تو تمہارے لئے ہے۔ ہمارے لئے نہیں ہو سکتی اور اگر تمہارا یہ خواب سچ ہوا تو تمہارے صلب سے ایک ایسا فرزند پیدا ہو گا جو تمام اہل مشرق و مغرب کو خشکی والے ہوں یا تری والے اپنی طرف بلائے گا۔ وہ ایک قوم کے لئے رحمت اور دوسروں کے لئے تباہی و ہلاکت ہو گا۔“ حضرت عبدالمطلب نے یہ مژدہ سنا ہی تھا کہ حضرت عبد اللہ پیدا ہوئے۔ اور ان کی ولادت پر حضرت عبدالمطلب کو بڑی خوشی ہوئی۔ اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم۔“ (۶۷)

نبی کریم کی ولادت باسعادت کے بارے میں نمونہ کے طور پر درج ذیل اشعار ملاحظہ ہوں:

پیدا ہوئے حبیب خداوند کردگار
 پیدا ہوا نہ ہوگا کبھی ایسا کھنڈار
 پیدا ہوئے ہیں سرمہ لگا عطر میں بے
 اور چاند کے سے گالوں پہ ہے نور آشکار
 پیدا ہوئے اگر یہ نہ ہوتے تو کچھ نہ تھا
 نے جلوہ گاہ حسن نہ وعدہ نہ کوئے یار
 مگر یہ نہ ہوتے ہوتی نہ یہ مسجد قبا
 حاجی نہ ری گاہ میں یوں پھینکتے ہمار
 یہ وہ ہیں دوڑتی آئی تھی جن کے پاس
 بول اٹھی لکڑی آپ محمدؐ ہیں ذی وقار
 چمک یہی ہیں سارے نبیوں کے پیشوا

خاتم یہ انبیاء کے ہیں سردار نادر
یوسف کا حسن اگر تھا زمانے میں بے مثال
ہیں ان سے بھی زیادہ یہ محبوب روزگار
گر تھے مسج زہد و عبادت میں بے نظیر
ان سے بھی بڑھ کے آپ کا ہے زہد یادگار
دیکھ ان کی جلوہ گاہ کو پکارے یہ جبرئیل
احمدؑ کی ہیں اور یہی محمود روزگار
ہے یہ حدیث میں کہ نہیں مثل آپ کے
آدم کی نسل سے ہوا کوئی بھی آشکار
افلاک کے تمام فرشتوں نے یہ کہا
ایسا حبیب پھر نہ کبھی ہو گا زینہار
بھیجو درود اور سلام آپ پر دام
ہر روز صبح و شام کو سو سو ہزار بار
(۶۸)

شرر کا انداز بیاں نظم و نثر میں کلفت اور رواں ہے۔ منظر نگاری میں مصورانہ رنگ آمیزی کر جاتے ہیں۔ شاعرانہ تشبیہات و استعارات کے بکثرت استعمال کے دلدادہ ہیں۔ مولود النبیؑ عربی سے ترجمہ ہے مگر اس پر اصلیت کا گماں ہوتا ہے۔ انداز بیاں کی اسی دلچسپی اور دلکشی کی بناء پر شرر کو اپنے ہم عصروں میں فوقیت اور برتری حاصل ہے۔

حافظ محمد انوار اللہ نیخود

حافظ محمد انوار اللہ نیخود ریاست ناہر کے رہنے والے تھے۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان "انوار میلاد" نظم و نثر کے ۹۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ۱۹۴۷ء کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ اس میں تمہید محفل میلاد شریف، پیدائش آنحضرتؐ اور معراج شریف کے علاوہ بحث کا بیان، نماز کا بیان اور عمل صالح کی تعلیم کے عنوانات بھی شامل ہیں۔ آخر میں نیخود کے فرزند حافظ منظور حسن کا نعتیہ کلام ہے۔

نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے باب میں بھی آپ کے خاتم النبیین ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

"خدا کا شکر ہے کہ ہم پر ایسا نبی بھیجا جو کل پیغمبروں کا سردار خاتم النبیین ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "محمد رسول اللہ تم میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور ختم کرنے والے ہیں پیغمبروں کی نبوت۔" آپؐ نبوت کے ختم

کرنے والے ہیں مگر نور آپؐ کا سب سے پہلے ظاہر ہوا۔" (۶۹)
 نبی کریمؐ کی ولادت کی خوش خبری کے چند شعر ملاحظہ ہوں:

آج عالم میں حبیب کبریا آنے کو ہیں
 مومنو خوش ہو محمدؐ مصطفیٰ آنے کو ہیں
 آج عالم میں نہ کیوں ہو خیر و برکت کا نزول
 جو کہ ہیں خیر البشر وہ دلربا آنے کو ہیں
 جو نبی محبوب حق ہیں اور ختم المرسلین
 مومنو وہ آج نضر انبیاء آنے کو ہیں
 (۷۰)

معراج کے وقت آپ شان و شوکت سے براق پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ اس کیفیت کو نیمخود نے
 نظم کیا ہے:-

عرش پر جاتے ہیں محبوب خدا آج کی رات
 کیوں نہ پر نور ہوں سب ارض و سما آج کی رات
 دھوم ہے حور و ملک میں کہ حضورؐ آتے ہیں
 سب کو ہے درد زباں صل علیٰ آج کی رات
 گدگداتی ہے، ہنساتی ہے، گلوں کو کیا خوب
 گل کھلاتی ہے نئے باد صبا آج کی رات
 (۷۱)

ہندو تہذیب و معاشرت کے اثرات میلاد ناموں پر بھی پڑے۔ ہندی زبان کا لب و لہجہ اور الفاظ
 مروج بھجنوں کے مناسبات اور علامت و رموز کا استعمال میلاد ناموں میں شعری انداز، گیت، راگ اور بھجن
 وغیرہ میں ہونے لگا۔ نیمخود نے آپؐ کی عرش پر تشریف آوری کو ہندی گیتوں کے انداز میں بیان کیا ہے:

جموم رہے آکاش کے پاسی احمدؐ بیا آوت ہیں
 نور کی صورت چندر بدن وہی بانگے چھیلا آوت ہیں
 حور و ملک سیں نوائے درشن کارن دھائے رہے
 پیر بیبیر سب اٹھ بولے ہمرے سہما آوت ہیں
 کپا ساگر سکل گن آگر راج دلارے بدھنا کے
 امت کے پت پراکھن ہارے ناؤ کھویا آوت ہیں
 چھیل چھیلے نین ریلے بانگی ج متوار چلن

نیکمور جنکا واس کماوے وہ ہی جنوا آوت ہیں
(۷۲)

حافظ انوار اللہ کی میلادیہ شاعری کا غالب حصہ انوار المیلاد میں موجود ہے۔ ان کی منظومات، موضوعات اور طرز اظہار کے اعتبار سے رنگا رنگ کیفیات اور تاثرات پر مبنی ہیں۔ بیان معراج میں زمین و عرش کی رونق کا نقشہ بڑے دلکش پیرائے میں کھینچا ہے۔ ہندی عناصر کی وجہ سے میلاد ناموں میں خیر مشروع انداز ملتا ہے۔ ان سے عربی اور فارسی موالید کا دامن بچا ہوا تھا لیکن اردو میں ہندو طرز معاشرت اور تہذیب و تمدن کے اثرات کے تحت یہ عناصر شامل ہو گئے۔ حفظ مراتب نظر انداز کرنا شان اقدس کے سراسر منافی ہے۔ نیمور کی منظومات میلاد میں زبان کی شیرینی اور بیان میں اثر و گداز ہے۔

مولوی عبدالسبحان

مولوی عبدالسبحان کا میلاد نامہ بعنوان ”میلاد النبی“ نثر کے ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں چند منظومات بھی موقع کی مناسبت سے شامل کی گئی ہیں۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ اس میں پیدائش آدم، فرشتوں کا سجدہ، فضائل درود شریف، فضائل رسول کریم، بیان حسن و ثمال رسالت، سر و چشم مبارک، عرق جسد شریف، آپ کا خلق، قناعت اور توکل، فضائل امت مرحومہ، اعجاز قرآن شریف، معجزہ جسٹس، معجزہ طعام، معجزہ شتر، احیاء موتی، احوال قیامت، بیان میلاد شریف، بیان رضاعت، بیان شق صدر اور واقعہ معراج شریف کے عنوانات ہیں۔ ہر بیان کے اختتام پر درود شریف لکھا گیا ہے۔ اس میں کتب معتبرہ سے مستند روایات بیان کی گئی ہیں۔

درج ذیل عبارت بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

”محمود مقام شفاعت، عرش کے قریب ہے۔ بجز ہمارے حضرت کے کوئی وہاں کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اس مقام کے لئے تمام انبیاء و مرسلین شروع سے رشک کرتے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نبی کریم کو کلید جنت عطا فرمائے گا اور لوائے حمد آپ کے ہاتھ میں ہو گا۔ آدم سے لے کر جتنے نبی ہیں، سب اس لوائے حمد کے نیچے ہوں گے۔ آپ حلد سبز پہنے ہوں گے اور شفاعت عظمیٰ آپ کے ہاتھ میں ہوگی۔“ (۷۳)

اس میں نبی کریم کا اسوہ حسنہ بہت دلنشین اور موثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ مولوی عبدالسبحان کا عالمانہ اسلوب ہے۔ الفاظ و تراکیب کا چناؤ، محاورات کا انتخاب اور اعتدال پسندی اپنی تمام تر لطافت و نزاکت اور عقیدت مندی سمیت موجود ہے۔

علی احمد خاں اسیر مدنی (م ۱۹۲۷ء)

علی احمد نام، اسیر تخلص، اصل وطن بریلی تھا۔ بریلی سے نقل مکانی کر کے بدایوں چلے گئے۔ ۱۹۲۷ء میں حج بیت اللہ کے لئے گئے اور وہیں ابدی نیند سو گئے۔ (۷۴)

اسیردایونی سے متعدد مذہبی و تاریخی کتابیں یادگار ہیں۔ ان کی ایک مشہور "ذکر ولادت رسول" بہت قبول ہوئی۔ چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

آمنہ کے گھر آئے وہ پیارے
 خادم جن کے ملائک سارے
 چاند وہ نکلا آج زمیں پر
 نور ہے جس کا عرش بریں پر
 آج عرب کی قسمت جاگی
 کفر کی عظمت کوسوں بھاگی
 آئے جہاں میں فخر دو عالم
 فرش زمیں ہے عرش اعظم
 شافع محشر رحمت عالم
 فخر ملائک نازش آدم
 (۷۵)

اسیر کی منظومات میں سادگی اور دلکشی کی خوبی موجود ہے۔
 معراج النبی کے موضوع پر ان کے دو معراج نامے "نظام المعراج" اور "نظم المعراج" ہیں۔ "نظام المعراج" ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی ۱۹۳۲ء میں نظامی پریس بدایوں سے اشاعت ہوئی جبکہ "نظم المعراج" ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کی طباعت ۱۹۳۰ء میں اسی پریس سے ہوئی۔ (۷۶)

قاضی عبید اللہ (م ۱۹۲۷ء)

قاضی عبید اللہ بن قاضی بدر الدولہ علوم دینی کے بڑے بلند پایہ عالم تھے۔ ان کا میلاد نامہ "ربیع الانوار فی مولد سید الابرار" ۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ میلاد نامہ ۱۳۹۶ھ / ۱۸۷۹ء میں لکھا گیا تھا۔ اس کا ایک مخطوطہ مدرسہ محمدی مدراس میں موجود ہے۔ (۷۷)
 یہ میلاد نامہ دراصل علامہ جلال الدین سیوطی کی خصائص الکبریٰ کی شرح ہے۔ اس کے علاوہ اس میں دیگر معتبر کتابوں سے بھی نبی کریم کے میلاد و معراج اور خصائل و شمائل کے بارے میں استفادہ کر کے اضافے کئے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ میلاد نامہ خاصا وسیع اور مستند ہے۔

نشی گوہر علی خاں گوہر رامپوری

میلاد گوہر کے پیشتر محب علی خاں قادری حلق اکبر گوہر رامپوری ہیں۔ ۹۶ صفحات پر مشتمل میلاد گوہر ناظم پریس رامپور کا مطبوعہ ہے۔ یہ نسخہ کانفہ و کتابت کے لحاظ سے معیاری ہے۔ دو اور نسخے بھی میری نظر سے گزرے ہیں۔ دونوں کراچی کے مطبوعہ ہیں۔ ایک معمولی کتابت شدہ و اجبی سے کانفہ پر ۹۲ صفحات پر

مشتمل ہے اور امین برادر س کا چھپا ہوا ہے جبکہ دوسرا نسخہ ۷۹ صفحات پر مشتمل ہے اس پر سن طباعت اور مرتب کا نام تک موجود نہیں ہے۔ یہ مدینہ ہیشنگ کمپنی کا مطبوعہ ہے۔
 میلاد گوہر میں ایسی روایات بیان کی گئی ہیں جو دیگر میلاد ناموں میں نہیں ہیں۔ مثلاً ایک روایت مولانا فدا حسین کی کتاب 'تحفہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"جو شخص بعد نماز ایک بار کلمہ طیبہ پڑھتا ہے اور لام پر مد یعنی کھینچ کر پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے بارہ ہزار گناہ کبیرہ معاف فرماتا ہے۔ اور جو تین بار پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے چھتیس ہزار گناہ کبیرہ معاف کرتا ہے اگر پانچوں وقت کی نماز کے بعد تین تین بار کر کے یہ کلمہ پڑھتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے ایک لاکھ اسی ہزار گناہ معاف فرماتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ کسی بندہ گنہگار سے ایک دن ایک لاکھ اسی ہزار گناہ کبیرہ سرزد نہیں ہوتے ہوں گے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے ماں باپ اور کنبے والوں کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔" (۷۸)

اسی طرح "جامع الجوامع" (علامہ جلال الدین سیوطیؒ) کے حوالے سے ایک اور روایت لکھتے ہیں:

"بغداد شریف میں ایک سوداگر بڑا مالدار تھا اور وہ عاشق رسول تھا۔ اس کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا۔ ایک دن اس یہودی کی بیوی نے اپنے شوہر سے پوچھا کہ آج سوداگر کے گھر اس قدر ہجوم کیوں ہو رہا ہے۔ یہودی نے کہا شاید آج ان کے پیغمبر کے میلاد کا دن ہے۔ یہودن یہ سن کر میلاد شریف کے تصور میں سو رہی رات کو خواب میں دیکھا کہ سوداگر کا مکان نور سے معمور ہے پھر یکایک کیا دیکھتی ہے کہ ایک سواری اس شان و شوکت سے آئی کہ دیکھنے والے دنگ ہو گئے۔ جس وقت محفل میلاد ختم ہوئی۔ یہودن نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں اور کہاں گئے تھے۔ حضورؐ نے اپنا اسم مبارک بتایا اور فرمایا کہ سوداگر نے میلاد کرایا تھا اس کے گھر گیا تھا۔ صبح یہودن اور یہودی مسلمان ہو گئے۔" (۷۹)

میلاد گوہر میں بہت ساری روایات تو وہی ہیں جو دیگر میلاد ناموں میں موجود ہیں اور کچھ روایات مدارج النبوت (شیخ عبدالحق) جامع الجوامع (امام سیوطیؒ) جوہر التقاسیر، ارشاد الطالین اور تفسیر قادری سے اخذ کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سی روایات ایسی شامل کر دی گئی ہیں جو میلاد کے موضوع سے متعلق نہیں ہیں۔ اس کے باوجود میلاد گوہر اس لحاظ سے وقیع ہے کہ اس میں زباں زد عام سلام و نعت شامل کئے گئے ہیں۔ "علیہ سجدہ" کی لوری اور "معراج نامہ" جیسی منظومات اپنے فنی محاسن اور شعری لطافتوں کے ساتھ موجود ہیں۔ پہلے لوری کے چند شعر ملاحظہ فرمائیے:

تجھے دے رہی ہوں لوری تجھے کر لوں پیار سو جا
 کہ تو جانتا ہے راتوں مرے ہوشیار سو جا
 نبی سجد کا قبیلہ ہوا باغ باغ تجھ سے

مرا دودھ پینے والے گل تو بہار سو جا
 مری جاں ہو تجھ پہ واری مرادل ہو تجھ پہ صدقے
 مرے نور عین سو جا مرے تمگسار سو جا
 تری چاند سی جبیں پر مری روح ہو تصدق
 تری مست آنکھوں پر مری جاں نثار سو جا
 جو جھلا رہی تھیں جھولا تو یہ کہہ رہی تھیں حوریں
 اے حبیب کبریا و شہ نام دار سو جا
 ہے یہ وعدہ اس کا سچا وہ ضرور بخش دے گا
 تو برائے امت اتنا نہ ہو بے قرار سو جا
 (۸۰)

شب معراج نبی کریمؐ بستر استراحت پر تھے۔ حضرت جبرئیلؑ آپ کو جگانے کے لئے اپنا منہ نبی کریمؐ کے
 قدموں سے ملتے ہیں اور یوں عرض کرتے ہیں۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

شب معراج ہے اے دین کے سرور جاگو
 طالب دید ہے خود خالق اکبر جاگو
 ہیں کھڑے آپ کی خدمت میں فرشتے اتنے
 اور حاضر ہے براق آپ کے در پر جاگو
 لینے آئے ہیں ملک اے سرور دین
 دعوت وصل ہے اللہ پیغمبر جاگو
 ہنجر آپ کا ہے عرش پہ خلاق جہاں
 وقت سونے کا نہیں شافع محشر جاگو
 آسمانوں کو بہت شوق ہے پا بوسی کا
 فلک ارض کے اے ماہ منور جاگو
 (۸۱)

نبی کریمؐ سے استمداد و شفاعت طلبی اور زیارت رسول کے لئے ترپ نے کیف اور تاشر کو نمایاں کر دیا
 ہے۔ یہ وہ رویے ہیں جن میں داخل احساسات کی جھلک ملتی ہے۔

تمنا وقت مردن یہ مری اے کبریا نکلے
 زہاں سے نام تیرا اور محمد مصطفیٰؐ نکلے
 نگار احمد مختار ان آنکھوں سے ہم دیکھیں

الفی جلد دل کا یہ ہمارے مدعا نکلے
یہی کتا ہے میرا شوق مجھ سے ہر گھڑی گوہر
زبان عجز سے ہر دم محمدؐ کی ثنا نکلے
(۸۲)

میلادیہ اشعار کے سلسلہ میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی، حسن بریلوی، طالب اور سخاوت رامپوری کے کلام سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ آخر میں صبر رامپوری کا منظوم معراج نامہ بھی شامل ہے۔ اس قسم کی متنوع منظومات نے میلاد گوہر کی ترویج و تشریح میں اہم کردار ادا کیا۔

گوہر رامپوری کا دوسرا میلاد نامہ ”مدینہ کا چاند“ مطبوعہ ناظم پریس، رامپور میں بھی کم و بیش انہی روایات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے مندرجات سے بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولف نے جو کچھ علماء کی زبانی سنا یا جو کچھ اسے یاد تھا، وہ سب ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ منظومات بہر صورت عام فہم اور پاکیزہ ہیں۔

محمد سراج الدین اکبر آبادی

سراج اکبر آبادی کے میلاد نامے ”ذکر مقبول الموسوم میلاد رسولؐ“ میں نور محمدی یا ایام رضاعت کے حالات درج نہیں ہیں۔ اس میں مختلف روایات بیان کی گئی ہیں اور ان روایات کے سلسلہ میں کوئی سند مہیا نہیں کی گئی۔ نصف سے زیادہ میلاد نامہ میں فضیلت بسم اللہ بیان کی گئی ہے اور اس کا اصل موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔ اس میں بیان کردہ روایات میں سے ایک روایت یہ بھی ہے:

”جس دن امام حسینؑ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم شروع کی۔ اس روز حضرت علی المرتضیٰؑ نے بہت خوشی کی اور دس ہزار درہم اپنے خادم کو راہ خدا میں خیرات کرنے کے لئے دیئے۔ خادم نے کہا کہ دس ہزار تو بسم اللہ کے اعداد بھی نہیں ہیں آپ اتنی خیرات کیوں کرتے ہیں۔ آپ نے حکم دیا کہ میں ہزار دینار خیرات کئے جائیں۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ بسم اللہ کے بارے میں تم جتنی بھی گفتگو کرتے جاؤ گے میں اتنی ہی رقم بڑھاتا جاؤں گا۔“ (۸۳)

اس روایت سے بسم اللہ کی عظمت ثابت ہو گئی مگر سوال یہ ہے کہ حضرت علیؑ جن کی ساری زندگی نیک اور قناعت میں بسر ہوئی ان کے پاس دس ہزار اور بیس ہزار اور اس کے بعد مزید گفتگو پر اور رقم بڑھاتے رہنے کا دعویٰ قرین روایت نہیں ہے۔ اور اگر اس روایت کو درست مان لیا جائے پھر بھی اس سے بہت زیادہ فضیلت بسم اللہ ظاہر ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے اس میلاد نامے میں ربط و تسلسل اور داخلی تنظیم مستعد ہے۔ یہ میلاد نامہ ۶۳ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۹۳۰ء کا مطبوعہ ہے۔

حاجی رحیم بخش

خان بہادر حاجی رحیم بخش، لاہور کے ریسائڈنٹ سیشن جج تھے۔ ان کا معراج نامہ بعنوان ”تحفہ معراج

شریف" نثر کے ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ اس میں مصنف نے قرآن و حدیث کی روشنی میں اعجاز معراج کو بیان کیا ہے۔ وہ معراج جسمانی کے قائل تھے۔ اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:

"پیشروں پر وحی الہی کل تک سمجھ سے بالا تر تھی۔ آج بے تاریخ رسائی منہ کھولنے نہیں دیتی۔ ترقی کا ہر اگلا قدم عقول انسانی کی حدود اسی طرح وسیع کرتے ہوئے علوم قرآنی کی صداقت کی خود بخود دلیل بن رہا ہے۔ جسدی معراج النبی محدود عقول انسانی کی سمجھ میں نہ آیا اور اس وقت کی ناقص و نامکمل سائنس کی نظروں میں نظریہ نقل سے ٹکراتا تھا اس لئے اس کی تاویل یہ کر دی گئی کہ یہ معراج جسدی نہیں بلکہ روحانی تھا یا خواب تھا لیکن کیا خبر تھی کہ آگے چل کر یہی سائنس نظریہ نقل سے بغاوت کر کے انسان اور انسان کے ساتھ سینکڑوں من و زنی اشیاء کو ہوائی جہاز میں بیٹھا کر غیر معمولی سرعت کے ساتھ پوری دنیا میں گھماتی پھرے گی۔ ظنوم و جہول عقل انسانی! جس خدا نے تجھے جہاز بنانے، برق (بجلی) سے کام لینے کی قدرت بخشی ہے کیا وہ خدا اتنا قادر نہیں کہ ہوا اور برق پر خود اپنا حکم چلائے اور اپنی قدرت کاملہ دکھائے اور اپنے رسول کو جسدی حالت میں براق پر برق اور ہوا سے بھی زیادہ سرعت کے ساتھ آپ آیات ربانی کا نظارہ دکھائے۔" (۸۳)

حاجی رحیم بخش نے بیان معراج میں قرآن مجید، مستند کتب احادیث اور سیرت و تاریخ سے استفادہ کیا ہے۔ ان کا انداز بیان مدلل ہے۔ انہوں نے صحیح روایات کی روشنی میں معراج جسمانی کے بارے میں شہادت دور کرنے کی کوشش کی ہے اور انہوں نے واقعات نقد کتابوں سے تلاش کر کے مہیا کئے ہیں۔

فدا حسین شاہ جہانپوری

فدا حسین بن مولوی احمد حسن شاہ جہانپور کے رہنے والے تھے۔ ان کا میلاد نامہ "گلزار احمدی" نظم و نثر کے ۱۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ اس میں بیان فضیلت ذکر خیر حضرت نبی کریمؐ، در فضائل امت محمدی، در بیان شفاعت، پیدائش نور محمدی، بیان ولادت سرور عالم، بیان رضاعت، بیان نشوونما آنحضرت، بیان شامک آنحضرت، بیان معجزات و معراج شریف، بیان وفات مبارکہ، در بیان غم جہولہ اور در بیان شہادت امام حسینؑ کے عنوانات ہیں۔ اس میلاد نامے میں مصنف نے خصوصی طور پر اس بات کا التزام کیا ہے کہ ہر روایت کے بیان کے ساتھ ہی حلیے پر اس کا حوالہ درج کر دیا ہے۔

وقت ولادت رسالتؐ کے بیان سے درج ذیل عبارت بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ جب وقت پیدائش حضرت آیا۔ عبدالمطلب طواف میں تھے۔ روز ولادت شریف میں تھا۔ تھی۔ ایک عظیم الشان بلند آواز میرے کان میں

بچی۔ جس کے سننے سے مجھ پر خوف غالب ہوا۔ اتنے میں ایک مرغ سفید نمودار ہوا اور اس نے اپنے بازو میرے سینے پر طے فوراً خوف جاتا رہا اور درد زہ جو لاحق تھا وہ بھی موقوف ہو گیا۔ اس کے بعد میرے لئے شربت سفید آیا۔ میں نے اسے آسودہ ہو کر پیا۔ مجھے تسکین ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک بلند نور مجھے نظر آیا۔ زنان بلند قامت مثل دختران عبدالمناف نظر آئیں۔ مجھے تعجب ہوا کہ یہ کیونکر آئیں۔ ان میں سے ایک نے بیان کیا کہ میں آسیہ زوجہ فرعون ہوں۔ دوسری نے کہا میں مریم بنت عمران ہوں۔ باقی حوران بھتی ہیں۔" (۸۵)

تذکرہ بالا اقتباس کے لئے مصنف نے مدارج النبوت، باب اول، جلد دوم اور صفحہ ۲ کا حوالہ متن کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

فدا حسین شاہ جمانپوری نے "گلزار احمدی" کو جا بجا حواشی دے کر مفید ترتیب دیا ہے اور یوں اسے حتی الامکان مستند و معتبر بنانے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے اس میلاد نامے کے شروع میں جو ادبی اسلوب اختیار کیا، اسے اختتام تک بھایا ہے۔ ان کا انداز بیاں آسان، سادہ اور بے تکلف ہے۔

مفتی محمد خلیل

مفتی محمد خلیل، انجمن ہدایت الاسلام مالیر کوٹلہ کے صدر تھے۔ انہوں نے نبی کریمؐ کے منظوم فضائل بعنوان "فضائل النبی الاکرم" بیان کئے ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند شعر درج ذیل ہیں:

وہ نبی جو روز محشر میں پلائیں گے ضرور

حوض کوثر سے وہ پانی جس کا ہے شریں مزا

وہ نبی ہے جس کی امت با فضیلت اس قدر

جس کے عالم باعمل کی شان ہے کالانبیاء

وہ نبی ہے جس کی امت پر خدا کی نظر خاص

نصف جنت مہربانی سے کیا ان کو عطا

وہ نبی جس کی تمنا میں رہا موسیٰ نبی

وہ نبی جس کا پتہ دیتے رہے سب انبیاء

وہ نبی ہے ذکر جس کا جا بہ جا تورات میں

وہ نبی جس کا پتہ دیتے ہیں حضرت مسمیاء

وہ نبی جس کا بنے گا عیسیٰ آ کر امتی

کون عیسیٰ ابن مریم آسمان پر جو گیا

(۸۶)

مفتی محمد خلیل کے بیان فضائل سے ایک ایک شعر حضور اکرمؐ کی محبت و عقیدت میں ڈوبا نظر آتا

ہے۔ یہ اسلوب بیان اردو میلاد ناموں میں ایک خوشگوار اضافہ ہے۔

سید محمد بشیر الدین احمد (م ۱۹۳۱ء)

سید محمد بشیر الدین احمد شہزادی کا میلاد نامہ ”تختہ مقبول معروف بہ میلاد رسول“ اکبری پریس پٹنہ سے ۱۹۱۸ء میں چھپا۔ اس کا ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے جو ناقص الآخر ہے۔ اس وجہ سے اس کی ضخامت کا اندازہ نہیں ہو سکا۔ حمد و نعت کے بعد فضائل میلاد رسول کریمؐ اور آغاز نور کرامت ظہور کے عنوانات ہیں۔ انتقاد محفل میلاد کے سلسلہ میں ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”اے عاشقانِ محمدیؐ و اے شیخستانِ روئے احمدی میلادِ پاک کی خوبیاں بیان سے باہر ہیں۔ بالاتفاق سب علمائے اسلام اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ مولودِ شریف کے انتقاد سے ہزاروں خیر و برکت حاصل ہوتی ہیں چنانچہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بلکہ تمامی اہل عرب و عجم ہر کام کے آغاز اور انجام میں محفل میلاد ترتیب دیا کرتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ان کے کاموں میں خیر و برکت ہوتی ہے تو اے مسلمانو! جب تم میں سے کوئی ارادہ مولودِ شریف کرنے کا کرے تو چاہئے کہ اول نیت خاص اللہ کے واسطے کرے اور نمود کو دخل نہ دے اور جو کچھ اس میں صرف کرے حلال وجہ سے ہو“

فقرا اور مساکین کی بہت خاطر کرے۔“ (۸۷)

مصنف نے معروف کتب سیرت سے بھی بھرپور استفادہ کیا ہے اور ان کے حوالے جا بجا موجود ہیں۔

مولوی محمد کریم بخش

مولوی محمد کریم بخش ضلع مظفر گڑھ کے رہنے والے تھے۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر رہے۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان ”ذکر الرسول“ نثر کے ۲۲۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں درج ذیل عنوانات ہیں:

تحقیق مسئلہ پیدائش نور محمدیؐ (روایت و درایت کی رو سے)؛ عہد از جمع انبیاء دربار نبوت ختم المرسلین؛ شرافت نسب رسول اللہؐ طہارت نسب رسول اللہؐ فضیلت و منقبت عرب؛ فضیلت قریش؛ حالت عرب بوقت تشریف آوری رسول اللہؐ تفصیل نسب رسول اللہؐ واقعہ اصحابِ قبل؛ نکاح والد رسول اللہؐ وفات والد رسول اللہؐ ولادت باسعادت؛ شیر خواری؛ شق صدر؛ مہربانیت؛ وفات والدہ رسول اللہؐ برکت قدم؛ بکریاں چرانا؛ سفر شام؛ حربِ فجار میں شرکت؛ مجلسِ حلفِ الفضول میں شرکت؛ شام کا دوسرا سفر؛ نکاحِ ہمزاد؛ خدیجہ الکبریٰؓ تعمیر کعبہ میں شرکت؛ عصمت و حفاظت؛ واقعات عجیبہ قبل نبوت؛ طلوع آفتابِ نبوت؛ آغاز و نتائج تبلیغ و دعوت؛ جور و ستم قریش؛ جور قریش بر ابوبکر صدیقؓ؛ حضرت بلالؓ؛ عمار بن یاسرؓ؛ تجویز اصلاح و الفت؛ شق القمر؛ ہجرت حبشہ؛ تقریر حضرت جعفر طیارؓ و اسلام نجاشی؛ پیش گوئی متعلق فتح روم؛ معراجِ نبویؐ اور ہجرتِ نبویؐ۔

ولادت مبارکہ کی علامات و دلائل کے بارے میں ایک اقتباس درج ذیل ہے :

”شب ولادت کو کسریٰ نوشیروان عادل کے محل واقعہ مدائن میں زلزلہ پڑ گیا اور اس کے چوہہ کنگرے گر پڑے اور خود کسریٰ نے ایک ہولناک خواب دیکھا۔ جس کی تعبیر یمن کے ایک مشہور کاہن کھج سے پوچھی گئی۔ فارس کا آتش کدہ جو ایک ہزار برس سے روشن تھا۔ یک لخت بجھ گیا اور بحیرہ سادہ واقعہ فارس اور بعض روایتوں کی رو سے بحیرہ طبریہ واقع شام خشک ہو گیا۔ آئمہ سیرت مثل سہلی و امین سید الناس وغیرہ نے ان خوارق عادات کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ پس بعض ہم عصر خشک مزاجوں کا انکار کرنا بے معنی ہے۔“ (۸۸)

مولوی کریم بخش نے معتبر اور مستند کتابوں کے حوالوں سے نبی کریمؐ کے میلاد و سیرت کو بیان کیا ہے۔ طرز نگارش سادہ، صاف اور عام فہم ہے۔

خواجہ محمد احمد بخش اکبر آبادی

خواجہ محمد احمد بخش اکبر آبادی کا میلاد نامہ ”تختاب احمدی“ یعنی نذر رسولؐ مرتضائی پریس آگرہ کا مطبوعہ ہے۔ دہچاچ میں میلاد نامہ کی تالیف کے بارے میں لکھتے ہیں :

”محمد حاضر کی میلاد خوانی کے واسطے زبان دانی، علمیت و قابلیت، اظہار حقیقت اور سب سے زیادہ اصلی واقعات پر گہری نظر کی ضرورت ہے۔ کترین جو اس کوچہ سے نابلد ہے۔ مدت العمر میں کتب معتبرہ سے جو اس خاکسار نے جمع کیا ہے اور اس کے علاوہ جاہجا عشاق شیدا کا رتلمیں دل تزیبا دینے والا کلام بھی شامل کیا ہے۔ یہ سب کچھ چند احباب کے اصرار اور بے حد مجبور کرنے پر بغرض یادگار گلدستہ کی شکل میں طبع کرا کر پیش کرتا ہوں۔“ (۸۹)

اس مختصر تمہید کے بعد عام میلاد ناموں کی طرح انداز تحریر اپنایا ہے اور پھر روایات در روایات کو قدم قدم پر بیان کیا ہے۔ ان روایات کے ماخذ کا کوئی حوالہ نہیں دیا، اور تمام روایات بغیر کسی شد کے درج کی گئی ہیں۔ زبان و اسلوب سادہ اور عام فہم ہے۔

منشی محمد احسن سخن ہماری (م ۱۹۳۵ء)

منشی محمد احسن سخن ہماری کا میلاد نامہ بعنوان ”ظہور قدسی“ یکم صفر ۱۳۴۰ھ بمطابق ۱۹۲۱ء میں مطبع وحیدی، ولی اللہ لین، کلکتہ سے شائع ہوا۔ اس میں تعین اوٹی کی انجمن آرائی، صحف ماضیہ کی حق نوائی، تہج جاہلیہ کی کج ادائیگی، عید سعید کی رعتائی، عسرت و عشرت کی دلربائی اور تبلیغ طبع کی فرمانروائی وغیرہ کے عنوانات کے تحت دل پذیر انداز میں بیان میلاد ہے۔ اس میلاد نامے کا زیادہ حصہ نثر میں ہے کہیں کہیں سخن ہماری کے اپنے اشعار بھی فضا سازی اور حسن و تاثیر میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔

نبی کریمؐ کی آمد کی بشارات تمام الہامی صحائف میں موجود ہیں۔ صحف ماضیہ کے عنوان سے ان بشارات کا بڑے اختصار اور جامعیت سے مصنف نے ذکر کیا ہے، عبارت ملاحظہ ہو:

”علماء جاہل میں صحف اولیٰ کی ترمیم و تفسیح کا ایسا زبردست مادہ پایا جاتا ہے کہ معاندانہ تحریف سے احمد کی جگہ پارا قلیطوس کو کمفارٹر لکھ دینا کوئی عیب نہ تھا، ہنر تھا تاہم آج بھی تورات کے صحیفوں اور انجیل کے خطوں میں حضور انورؐ کی تشریف آوری کی بشارتیں محبت بھرے الفاظ میں پائی جاتی ہیں۔ تورات کے پارہ غزل الغزلات میں حلہ شریف کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ”میرا محبوب سراپا عشق انگیز (محمدؐ) ہے اے یروثلم کی بیٹیو، یہی میرا پیارا یہی میرا جانی ہے۔“ انجیل کے پارہ یوحنا میں ہے کہ ”جب یوحنا سے پوچھا گیا کیا تو ایلیا ہے کما نہیں پھر پوچھا کیا تو وہ نبی (محمدؐ) ہے، کما نہیں۔“ اسی پارہ میں حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں۔ ”اب میں تم سے زیادہ باتیں نہ کروں گا کیونکہ سرور عالم (پرنس آف دس ورلڈ) تشریف لانے والے ہیں۔“ آگے چل کر فرماتے ہیں۔ ”وہ شفیع الوراہی (کمفارٹر) جو روح القدس ہیں (سپرٹ آف رٹھ) میری شہادت دیں گے“ اور یوں بھی فرماتے ہیں۔ ”میں تم سے سچ کتا ہوں کہ مرا جانا تمہارے حق میں فائدہ مند ہے کیونکہ جب تک میں نہ جاؤں گا تب تک وہ نہیں آئیں گے۔ میں جاتے ہی ان کو بھیج دوں گا۔“ اور اس طرح بھی فرمایا ہے۔ ”میں خدا سے عرض کروں گا تو وہ تمہیں ایسا شفیع الاعظم بھیج دے گا جو اب تک تمہارے ساتھ رہیں گے۔“ (۹۰)

ظہور قدسی ایک ایسا میلاد نامہ ہے جس میں شوکت الفاظ اور زور بیاں کے اوصاف موجود ہیں۔ دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمانی رشتہ درحقیقت والمانہ عقیدت و محبت کا رشتہ ہے جس کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں۔ میلاد نگاروں نے اسی جذبہ کی کارفرمائی کے تحت اپنی تحریروں کے ذریعہ سے گلہائے رنگا رنگ اس ذات ستوہ صفات کے حضور پیش کرنے کے لئے سعی تبلیغ کی ہے، دراصل جو جب نبویؐ کی دولت سے سرفراز ہوا، وہی کامیاب ہوا اور حقیقت میں یہ ایسی سرمدی دولت ہے جو دونوں جہانوں کی نعمتوں سے مستغنی کر دیتی ہے۔ خن ہماری نے عید سعید کے عنوان کے تحت آپ کی دنیا میں تشریف آوری کو اپنے مخصوص اسلوب میں جذب دروں سے سرشار ہو کر بیان کیا ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

”جب آفاق اپنے عز و ناموس کو کھو کر اسیر ہوس ہو گیا، جب انسان کی اشرفیت برصت سے بدل چکی اور دنیا اپنی روحانیت کو مٹا کر ظلمات کے گیسوئے شب گوں میں پھنس کر حرم محترم کو صنم خانہ بنا چکی۔ کفر کی تاریکی اور الحاد کی آزادی نے مل جل کر نظام عالم کے ہر شعبے سوشل، مارل، پو بیٹیکل کو تر بھر کر کے اپنے دل کا حوصلہ نکال چکی، تب رب العالمین کی رحمت رحمتہ للعالمین کے پردے میں اٹھی اور وہی نور علی

نور جو صبح ازل میں جلوہ نکلن ہوا تھا اور جس مر عرفان کی شہادت پر کتب مانیہ حلق
 اٹھا چکی ہیں، سلسلہ بسلسلہ حضرت آدمؑ و نوحؑ حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیلؑ کے
 صلب منور میں نزول اجلال فرماتا ہوا، عرب کے قبیلہ قریش میں حضرت عبداللہ بن
 عبدالملک کی وساطت سے بمقام مکہ مکرمہ ۱۲۔ ربیع الاول ۵۷۰ء صبح صادق کو حضرت
 بی بی آمنہؑ کی آغوش مطہر میں طلوع ہوا۔ ظہور قدسی کے بعد رسماً سات روز تک
 حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ محترمہ کی آغوش محبت میں جلوہ فرما رہے پھر
 عقیقہ ہوا اور نام پاک محمدؐ رکھا گیا۔ اس کے بعد اقریاء کی دعوتیں ہوئیں جس سے بڑی
 چہل پہل رہی اگرچہ یہ در کنون ولادت پاتے ہی یتیم ہوا مگر حق تو یہ ہے کہ اس گوہر
 یکسا کی قدر و قیمت دونوں عالم سے بلند و بالا تھی مزید برآں چھٹے سال آپ کی والدہ بھی
 رحلت کر گئیں جس سے دہری یتیمی کا سامنا ہوا تاہم کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسا یتیم
 مادر و پدر رب العالمین کا محبوب نبی رحمتہ للعالمین ہو گا۔ (۹۱)

خمن ہماری کے میلاد یہ اشعار میں اسلوب بیان کی ندرت اور مضامین کی صداقت اپنے مخصوص حسن
 و انداز میں ہر جگہ جلوہ گر ہے۔ ان کے اشعار کی ایک اور خصوصیت زبان کی سلاست، روانی اور پے
 ساختگی ہے۔ بیان ولادت کے اشعار میں لفظوں میں فصاحت، توکبوں میں گھاواٹ اور بیان میں حلاوت و
 لطافت ہے:

مطر رہے تم تو اس بلخ میں بھی
 جہاں بچوں پر پتے جوڑے گئے تھے
 تمہیں صلب ابراہیمی میں تھے پنہاں
 جو آتش کدہ کو گلستاں بنائے
 تمہارا نب ایسا بالا ترین تھا
 ہوئے کتنے اعلیٰ نب جس پہ صدقے
 تمہاری ولادت سے چمکی زمیں تھی
 تمہاری جگلی سے آفاق چمکے
 اسی نور کی روشنی میں ہیں ہم بھی
 کہ جس کی بدولت ملے سیدھے رستے
 (۹۲)

زبان و بیان میں ایسی دار فتلی، چٹابی اور والمانہ پن سے ظاہر ہوتا ہے جیسے میلاد نگار نے میلاد نامہ میں
 سب کچھ خون جگر کی آمیزش سے لکھا ہے۔

سید دیدار علی شاہ (م ۱۹۳۵ء)

سید دیدار علی شاہ محدث الوری نے ابتدائی دینی علوم حاصل کرنے کے بعد دہلی میں مولانا کرامت اللہ سے درس نظامی کا کچھ حصہ پڑھا۔ مولانا عبدالولی رامپوریؒ مولانا ارشاد حسین نقشبندیؒ اور مولانا احمد علی محدث ساپوریؒ سے دورہ حدیث پڑھا۔ ان دنوں آپ کے ہم سبق مولانا وصی احمد سورتی اور حضرت پیر مر علی شاہ گولڑویؒ تھے۔ حضرت فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلوک کی منزلیں طے کیں۔ لاہور کی درسگاہ مدرسہ نعمانیہ میں ۱۹۱۷ء تک رہے پھر آگرہ چلے گئے، جہاں وہ جامع مسجد کے خطیب اعظم قرار پائے۔ ۱۹۲۲ء میں وہاں سے جامع مسجد وزیر خاں لاہور کے خطیب بن کر چلے آئے۔ ان دنوں مسجد وزیر خاں لاہور کی علمی و دینی سرگرمیوں کا مرکز تھی وہ یہاں علمی و دینی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۹۳۵ء میں انتقال ہوا اور دارالعلوم حزب الاحناف اندرون دہلی دروازہ میں مدفون ہوئے۔

ان کی علمی یادگاروں میں رسول الکلام فی بیان الملوود والقیام، میلاد کے مباحث پر مبنی کتاب ہے۔ میلاد النبیؐ پر بلوغ المرام کے نام سے انہوں نے میلاد نامہ لکھا۔ جب اسے مولانا احمد رضا خان بریلوی کے سامنے پڑھا گیا تو وہ سنتے سنتے اٹھ کھڑے ہوئے اور قرط انبساط میں جمونے لگے۔ (۹۳)

اس میلاد نامے میں مستند اور ثقہ روایات کو بیان کیا گیا ہے اس کے مندرجات دیگر میلاد ناموں کی طرح سے ہیں۔ اس کا انداز نگارش علمی شان و وجاہت کا حامل ہے۔ اس میں حب رسولؐ کے تذکار کے آثار کو خلوص کی شدت نے اور زیادہ ابھار دیا ہے۔

مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی (م ۱۹۳۵ء)

مرزا محمد ہادی نام، عزیز تخلص ۵۔ ربیع الاول ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۲ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ان کے جد امجد مرزا محمد جعفر شیراز کشمیر آئے اور پھر شاہان اودھ کے دور حکومت میں لکھنؤ منتقل ہو گئے۔ ان کے والد مرزا محمد علی اپنے زمانے میں فضل و کمال کے لحاظ سے بلند پایہ رکھتے تھے۔ عزیز نے اپنے خاندان کی اس روایت کو قائم رکھتے ہوئے تحصیل علم میں بڑے ذوق و شوق کا ثبوت دیا۔ عزیز کو شاعری سے فطری لگاؤ تھا۔ صفی لکھنوی سے اصلاح سخن لی۔ پھر رفتہ رفتہ کثرت مشق سے بہت جلد خود بھی استادی کا درجہ حاصل کر لیا۔ عزیز کا ۱۹۳۵ء میں لکھنؤ میں انتقال ہوا۔

ان کے نعتیہ قصائد ”بہار ربیع در جوش موسم اردی و برنے از حالات ولادت انسان کامل عین العالم حقیقتہ الحقائق مرأت الصفا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم“ میں حضورؐ کی ولادت کا بیان ہے اور معراجیہ وہ مذاق تغزل و نعت ہادی سبل حضرت ختم الرسلؐ میں معراج کا بیان تغزل کے رنگ میں ہے۔

قصیدہ بہار ربیع میں بہاریہ تشبیب کے بعد بیان میلاد النبیؐ ہے:

نوید آدم و حوا کو دے کوئی جا کر
کہ وجہ خلقت دنیا کا اب ہوا اعمار

وہ گل کھلایا ہے فطرت کے موقلم نے آج
 کہ گر گئے ہیں نگاہوں سے سارے نقش و نگار
 نچک رہی ہے اشاروں سے داروئے مستی
 ہزار جام و صراحی تری نگہ پہ نثار
 (۹۳)

عزیز نے قصیدہ معراجیہ میں تعزل اور مکالمے کے انداز میں معراج کے بیان کو دل آویز بنا کر پیش کیا ہے:

میں نے یہ کہا ہاتھ سرودش تھا کس کا
 فرمایا نہ پوچھ اس کو وہ تھی اور ہی ایک بات
 کس نے لیا تھا بوسہ پا ہائے مبارک
 یہ تو مجھے بتلائیے اے قبلہ حاجات
 فرمایا وہ تھی عرش الہی کی جسارت
 مانع ہوئی مجھ کو روش حسن مراعات
 میں نے کہا ”فرمائیے“ خلوت میں ہوا کیا؟“
 فرمایا یہ ہیں راز نہ کر ایسے سوالات
 (۹۵)

اس کے بعد شاعر حضور کے اوصاف مبارکہ کو اس طرح بیان کرتا ہے:

تو شارح آیات کتاب تقدیس
 خلوت کدہ حسن کی ہراز تری ذات
 کس منہ سے کہوں کیفیت لذت تقریر
 واللہ کہ میں وحی سمجھتا ہوں تری بات
 زلفوں سے تری بیچیں بہ جبیں کا ہے اشارہ
 ہو معجزہ شق قر آئی ہے اب رات
 کہتے ہیں اس واسطے تجھ کو ابوالارواح
 تھا نور تیرا مظہر ارضین و سماوات
 (۹۶)

عزیز کی زبان کعبتوں کی نکسالی زبان ہے۔ اشعار میں سلاست و صفائی کے علاوہ لکھنؤی تہذیب کی
 متانت اور شانگلی کا جو ہر بھی موجود ہے۔

علامہ راشد الخیری (۱۸۷۰ء - ۱۹۳۶ء)

راشد الخیری "مصور غم" کے لقب سے مشہور ہیں۔ وہ فطری طور پر حزن و ملال کے دلدادہ تھے۔ ان کی توجہ زیادہ تر عورتوں کی تعلیم و ترقی اور ان کے مسائل و مصائب حیات پر مبذول رہی۔ وہ اردو کے ان چند خوش قسمت مصنفوں میں سے تھے کہ جن کی کتابیں زیادہ تعداد میں ہونے کے باوجود قبول عام کی سند حاصل کر چکی ہیں۔ بار بار چھپتی ہیں اور فروخت ہو جاتی ہیں۔ ان کی تصانیف کی تعداد تیس سے کم نہیں۔

راشد الخیری کا میلاد نامہ "آمنہ کالال" طرز نگارش کے لحاظ سے نہایت جدید اور اصلاحی ہے۔ اسے زنانہ مجالس میلاد میں پڑھنے کے لئے مرتب کیا گیا ہے۔ اس امر کی نشاندہی کتاب کی ابتداء میں کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مولود شریف کی سینکڑوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں مگر میری رائے میں مسلمان لڑکیوں کے واسطے ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی جو رطب و یابس سے بالکل پاک ہو اور نہ صرف ان ہی کو مطمئن کر سکے بلکہ وہ اپنی مجلسوں میں غیر مسلموں کے سامنے بھی اپنے رسولؐ کو پیش کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام کتاب میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جس کے یقین میں قیاس تامل کر سکے اور یہی حقیقت بھی ہے۔ استعارہ اور تشبیہ مصنف کا جائز حق ہے۔ اس کو مبالغہ سمجھنا غلطی ہوگی۔" (۹۷)

دراصل میلاد ناموں کا مقصد اصلاح دین، اصلاح معاشرہ اور اصلاح کردار ہے۔ ان میلاد ناموں کی وجہ سے عوام میں سیرت النبیؐ عام فہم روایات کے ذریعہ ہمیشہ پھیلتی رہی ہے۔ اور مسلمان میلاد و سیرت نگاروں نے نبی کریمؐ سے متعلق کوئی پہلو نقشہ نہیں چھوڑا۔ نبی کریمؐ کی شکل و شبابت، حسن و جمال، خصائص و کمالات، رفتار و گفتار، اخلاق و کردار، عدل و انصاف، جود و سخا، زہد و عبادت، صبر و قناعت، عزم و استقلال، صفو و درگذر، حسن خلق، حسن سلوک، سادگی و بے تکلفی، لطافت طبع، غرضیکہ ہر ادا اور ہر وصف کو قلبند کیا ہے اور انہی خصائل حسنه کو میلاد ناموں میں بیان کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے محفل میلاد سے تبلیغی و اصلاحی مقاصد حاصل ہوتے رہے ہیں۔

"آمنہ کالال" لکھنے کا بڑا مقصد یہ تھا کہ مسلمان خواتین کو میلاد النبیؐ کے بارے میں صحیح معلومات میر آسکیں۔ اس لحاظ سے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب رطب و یابس سے پاک ہے اور اس میں واقعات و روایات کے بیان میں مبالغہ آمیزی سے کام نہیں لیا گیا۔ تشبیہات و استعارات کے استعمال میں اسے اپنا جائز حق سمجھتے ہوئے مصنف نے اعتدال کو ملحوظ نہیں رکھا۔ خیال آرائی اور اسلوب کی رعایت نے ان کی نثر میں شاعرانہ لطافت پیدا کر دی ہے۔ نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے بارے میں یوں بیان کیا گیا ہے

: "دنیا خواب غفلت میں پڑی سو رہی تھی اور علم نہ تھا کہ اس مینے کا چاند اپنے ساتھ

کیا لاتا ہے۔ رات کے تارے اور دن کا آفتاب، کائنات کو کیا پیام دے رہے ہیں اور آسمان و زمین ایک ایسے بچے کی پیدائش کا قہارہ بجا رہے ہیں جو عرب کے ساتھ تمام دنیا کی کیا پلٹ دے گا۔ چھٹی صدی عیسوی نے اپنی ستر منزلیں طے کرنی تھیں۔

۷۵ء کا موسم بہار شروع ہو چکا تھا۔ ربیع الاول کی آٹھویں اور اپریل کی چودھویں رات سرزمین عرب پر چھائی ہوئی تھی کہ عبدالمطلب کے کانوں میں ہمو کے درد زہ کی خبر پہنچی اور آنا "فانا" گھر اور اس کی چار دیواری عورتوں سے بھر گئی۔ چلنے والے قدم، آنے والی بیبیوں اور جمع ہونے والی عورتوں کو کیا معلوم کہ ان کے دل کس بچہ کا استقبال کر رہے ہیں۔ یہ بچہ جو باپ کی شفقت سے محروم ہو چکا، قدرت کی محبوب ترین مخلوق ہو گا اور ہم اس پر سوچنا سے قریان ہوں گے۔" (۹۸)

"آمنہ کا لال" پہلی بار ۱۹۳۰ء میں دہلی سے شائع ہوا۔ اس کی ضخامت ۱۰۳ صفحات ہے اور اب تک اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس میں نبی کریمؐ کے لئے حضرت ابراہیمؑ کی دعا سے ابتدا کر کے عرب کی حالت، آپ کی ولادت، خاندان، شیر خوارگی، دانی حلیمہؓ کے ہاں پرورش، والدہ اور داوا جان کی رحلت، ابو طالب کی کفالت، لڑکپن، جوانی، سفر شام، حضرت خدیجہؓ سے شادی، عمار حرا میں عبادت، پہلی وحی کا نزول، ورقہ بن نوفل کی بشارت نبوت، بی بی خدیجہؓ اور ابو طالب کا انتقال، مدینہ میں اشاعت اسلام، مدنی زندگی، یروشلم کے یہودیوں کا آپ کی نبوت کا اعتراف، آپ کے متعدد نکاح اور غیر مسلموں کے اعتراضات کا جواب، اسلام کا عورتوں کے حقوق کی حمایت کا اعلان، جیسے موضوعات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے ذکر ولادت سے متعلق سیرت مقدسہ کے احوال کو بیان کیا گیا ہے۔ معراج اور لڑائیوں کے حالات چھوڑ دیئے ہیں۔

راشد الخیری نے میلاد ناموں کے مرتبین کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے کہ وہ جوش عقیدت میں اعتدال سے تجاوز کر جاتے ہیں جس کی بناء پر غیر مسلم ناقدین ان میلاد ناموں پر تنقید کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"حضور اکرمؐ کے خلاف مغرب نے جو زہر اگلا، اس کا بڑا حصہ مولود شریف کی کتابوں اور مولود خوان حضرات کی عنایت کا ممنون ہے اور ولیم میور کی تصنیف "لائف آف محمدؐ" ایسا آئینہ ہے جس میں ہر مسلمان اپنا چہرہ آسانی سے دیکھ سکتا ہے۔" (۹۹)

راشد الخیری نے اپنی ساری تصنیفی عمر عورت کی مظلومیت کا رونا روتے اور حقوق نسواں کے لئے جہاد کرتے گزاری ہے۔ ان کا یہ مخصوص رنگ میلاد نامے میں بھی واضح طور پر جھلکتا ہے۔ نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت سے پہلے عرب کی حالت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عورت! ہائے عورت!! کیا مٹی پلید ہے کہ خدا دشمن کی بھی نہ کرے۔ لونڈی ہے، جانور ہے، ذلیل ہے، حقیر ہے۔ کسی عزت، کہاں کی وقعت، کس کا ترکہ، کدھر کا

ورشہ؟ مشورہ نہ صلاح، نکاح نہ بیاہ۔ مار پیٹ جائز اور ظلم و ستم مباح۔ یعقوب و یوسف کی بسنے والی زمین پر جہاں خلوص و صداقت کے پھول منک چکے تھے، اب مکرو و عا کی نہریں جاری ہیں اور جبر و ریا کے کانٹوں سے انسانیت کا گلشن ایسا پنا پڑا ہے کہ یاد صبا بھی قدم دھرتی کانپتی ہے۔ ایمان کے ٹمٹے گل ہوئے، انصاف کی ہوائیں ختم ہوئیں اور مظلوم عورت کی رگ رگ سے مرد کے ستم کی فریادیں بلند ہونے لگیں۔ معصوم بچیاں، جنتی جاگی اور ہنستی بولتی، زمین کا بیوند ہو رہی ہیں اور کوئی اتنا نہیں کہ ان زندہ دھوئیں کی خوں ریزی پر انہیں بھی کر سکے۔ اندھے کنوئیں اور گہرے گڑھے ان بد نصیب بچیوں کی زندہ ہڈیاں گود میں لئے ان کی نیکی و لاپھاری کا مریخ پڑھ رہے ہیں۔ جوان عورتیں جن کی عصمت کوئی وقعت نہیں رکھتی، بے پناہ ہیں۔ بڑھیاں نوکروں اور ملاکوں کی خدمت انجام دے رہی ہیں اور اس سرے سے اس سرے تک تمام عربستان مصائب کی پوٹ اور آفات کا میدان بنا ہوا ہے۔“ (۱۰۰)

علامہ موصوف نے اپنی شاعرانہ نثر میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے بیان میں ایسا انداز اختیار کیا ہے جیسے وہ آپؐ کے سامنے عرض حال کر رہے ہوں، ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

”آمنہ کے لال! تیری پیدائش ایک نعمت ہے جو خدا ہم کو عطا فرما رہا ہے، تیرا مبارک وجود جس نے کارخانہ حیات کو زیر و زبر کر دیا تیری مقدس ہستی جس نے دنیا کی تاریکی میں تھمکے چاڑھا۔ قدرتی انعام تھا۔ عبد اللہ کے یتیم تو انسانیت کا سراج تھا جو ہم کو آدمیت کے معنی بتا گیا۔ تیری زندگی جس نے عدل نوشیرواں کو شکست دی اور عرب کی سنگلاخ زمین پر غلٹ و مروت کے دریا بہائے عطیہ خداوندی تھا۔ دنیا کو روشن کر دینے والے چاند! شیرو بکری کو ایک گھاٹ پانی پلا دینے والے بادشاہ! بڑھیا بھکارن کی صدا پر لپیک کہنے والے آقا! یتیم کے زخموں پر مرہم رکھنے والے طیب! بیوہ کے دانگوں کو پھول بنا دینے والے باغبان تو نے دکھایا اور ہم نے دیکھا کہ کس طرح ایک انسان بغیر کسی فوج اور لشکر کے لاقعدا دلوں پر حکومت کر سکتا ہے۔ عرب کی جمالت کو مٹا دینے والے نور! عالم کے اندھیرے کو روشن کر دینے والے چراغ! بتوں کو ڈھانے اور شرک کو مٹانے والے رسول! تو نے سنایا اور ہم نے سنا، تو نے زبان سے فرمایا اور ہم نے آنکھ سے دیکھا کہ ایک تن واحد کی صداقت گروہ اور جماعت ملک اور عالم کے مقابلہ میں کیونکر کامیاب ہو سکتی ہے۔ تیرے کرم نے اندھے کی آنکھوں میں لہریں لیں۔ تیرے رحم نے لپاچ کے دل میں رحم پیدا کیا۔ تیرے غلٹ نے جانی دشمن کی عداوت ختم کی اور تیری عنایت نے غیر کو عزیز بنا دیا۔“

رسالت کے لازوال چمنستان میں خالق حقیقی نے نبوت کا تاج تیرے سر پر رکھا اور دنیا کی محدود آبادی میں دشمن تیری صداقت پر اور اغیار تیری امانت پر قربان

ہوئے صداقت کے مجسم پتلیے! ایثار کے کامل انسان، تو نے دنیا کے ہر گوشے کو اپنی روشنی سے جگمگایا۔ آمنہ کے لال اور عبداللہ کے یتیم تو نے عالم میں اپنی انسانیت کا ڈنکا بجا دیا۔“ (۱۰۱)

اس مندرجہ بالا اقتباس کی فصاحت و بلاغت اور معنی آفرینی میں کوئی شک نہیں ہے کہ علامہ موصوف نے اپنی عقیدت کے پھول پھلور کئے ہیں لیکن نبی کریمؐ کو مخاطب کرنے کے سلسلہ میں ”تو“ اور ”تیرے“ کی عوامی علامات ذوق سلیم پر بار گذرتی ہیں۔ اور یہ انداز بہت عجیب سا معلوم ہوتا ہے۔ آخر میں مناجات کے طور پر استمدادِ طلبی کے لئے دلوسوز اور پرتاشیر عبارت لکھی ہے۔ اس کا اقتباس ملاحظہ ہو:

”غفور الرحیم! گنہگار بندے نادم و شرم سار تیرے حضور میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہماری زبانیں گندی ہماری آنکھیں اندھی۔ ہمارے دل کھوئے۔ ہمارے منہ چھوئے تیری ذاتِ رافض۔ تیری شانِ اعلیٰ۔ تیرا کامِ کرم۔ تیرا شیوہِ رحم! دکھا اپنی قدرت کے کرشے اور قبول کر ہماری دعا۔ ظاہر کر اپنی شانِ کریبی اور سن ہماری التجا۔

رب العالمین! دل کو ہمت دے، جسم کو طاقت دے، دعا کو اثر دے، التجا کو قبولیت، بچوں کو زندگی، عزیزوں کو خرمی، رزق میں برکت، حوصلہ میں جرات، قلب کو اطمینان، مشکل کو آسان، مقاصد کی تکمیل، آفات کی تسہیل، مرنے والوں کی مغفرت، بیماروں کی صحت، خیر سب کی خیر، دوست ہوں یا دشمن، اپنے ہوں یا خیر، معصوم بچے گم گمزا گمزا کر تو تلی زبان میں تلا تلتا کر تیرے دربار میں حاضر ہوئے ہیں۔ تیری سرکار میں یقی ہیں۔ صدقہ اس بچے کا جو آمنہ کے پیٹ سے پیدا ہوا، عقل اس کا جس نے علیہ کا دودھ پیا، اور واسطہ اس کا جو مطلب کی گود میں کھیلا۔ ان بچوں کی فریاد سن، ان کی دعا قبول کر، ان کی عمروں میں ترقی دے۔ مقدر میں اقبال دے۔

دولت سے خوشحال کر۔ علم سے مالامال کر۔ نافرمان لونڈیاں بھد ادب ہاتھ جوڑے سر جھکائے اپنی آرزوئیں لے کر اپنی مرادوں کے ساتھ اس لئے کہ یہ مجلسِ میلاد اس کی ہے جس کی تو نے سنی، ذکر اس کا ہے جو تیرا محبوب تھا۔ مولا کریم! ان کے ساگ قائم رکھ۔ تندرستی دے ان کے شوہروں کو۔ عمر دے ان کے بچوں کو۔ برکت دے رزق میں۔ سلوک دے میاں بیوی میں۔ محبت دے بہن بھائی میں۔ صحت بیماروں کو، رہائی دے گرفتاروں کو، توفیق دے عبادت کی، شوق دے علم کا، پورے کر ارمان۔ عطا کر ایمان۔“ (۱۰۲)

علامہ راشد الخیری نے نبی کریمؐ کے نکاح کا ایک علیحدہ باب قائم کیا ہے اور اس میں غیر مسلم مبلغین جو مسلمان عورتوں کو بھکتے ہیں اور نبی کریمؐ کی ازواجِ مطہرات کا ذکر کر کے بد ظن کرتے ہیں۔ ان امور پر فاضل مصنف نے خاص طور پر روشنی ڈالی ہے اور ان کی وجوہ و دلشیں حیرانہ میں بیان کی ہیں۔ ازواجِ مطہرات میں سے ہر ایک کی عمر حضور سے دگنی نہیں تو ڈیو ڈھی تھی۔ اس کے علاوہ آپ نے شباب کا زمانہ

ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ کے ساتھ گزارا اور ان کی حیات طیبہ میں کوئی دوسری شادی نہ کی۔ سوائے حضرت عائشہ کے اور کوئی بھی دوشیزہ نہ تھیں۔ اس قسم کے وزنی دلائل کے ساتھ موصوف نے مسلمان عورتوں کے اذہان سے ایک اہم اشتباہ کو دور کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

ڈاکٹر ابوالخیر کشتی نے اس میلاد نامہ کو سرسید اور حالی کے مواید کے سلسلہ کی توسیع قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

”سرسید احمد خاں اور حالی نے مولود ناموں کو وقت کی اہم ضرورت سمجھا تاکہ میلاد کی مجلسوں کے لئے ایسی مختصر کتابیں لکھی جائیں جن میں ثابت شدہ روایات ہوں اور موضوعی روایات و احادیث سے واسن بچایا جائے۔ سرسید کی ”جلاء القلوب بذكر المحبوب“ اور حالی کے ”مولود شریف“ سے اس سلسلہ کا آغاز ہوتا ہے بعد میں اسی نمونہ پر مولانا راشد الخیری نے ”آمنہ کا لال“ اور سیماں اکبر آبادی نے ”زنانہ میلاد“ لکھا۔“ (۱۰۳)

ڈاکٹر ابوالخیر کشتی کی یہ رائے درست ہے کہ ”آمنہ کا لال“ میں راشد الخیری نے وضعی روایات سے احتراز کیا ہے اور ایک نئی وضع اور نئے رجحان کا حامل مولود نامہ لکھا ہے لیکن زبان و بیان کے اعتبار سے راشد الخیری کے اسلوب میں رعینہ خیال ہے جبکہ سرسید و حالی کے مولود ناموں کی زبان بہت سادہ ہے۔ تاہم طرز اظہار کے لطف اور احساس و جذبہ کی شدت و تاثیر میں ہی اس کے حسن و دل آویزی کا راز مضمر ہے۔ اور بقول ڈاکٹر انور محمود خالد ”یہ کتاب کتب مولود کی مجلس میں صدر نشیں بننے کی مستحق ہے۔“ (۱۰۴)

علامہ راشد الخیری نے محافل میلاد اور میلادی روایات کی اصلاح کے سلسلہ میں ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۹ء تک مختلف مضامین لکھے جو مختلف جرائد میں بالعموم اور ”عصمت“ میں بالخصوص چھپتے رہے۔ ان مضامین کو ”محسن حقیقی“ کے نام سے ایک علیحدہ کتابی صورت میں مرتب کیا گیا جو راشد الخیری کے انتقال کے بعد ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی۔ (۱۰۵) ان مضامین میں بھی انہوں نے میلاد شریف کی معتبر کتاب کی اشاعت کو ضروری خیال کرتے ہوئے لکھا ہے:

”میں مسلمانوں سے درخواست کر رہا ہوں کہ وہ اگر ایک ایسا مولود شریف تیار

کر دیں جو مبالغہ سے پاک ہو تو وہ مذہب کی بہت بڑی خدمت انجام دیں مگر اب تک

کسی نے اس طرف توجہ نہ کی۔ اب میں خود کوشش کر رہا ہوں۔“ (۱۰۶)

محسن حقیقی کے مضامین سے ”آمنہ کا لال“ لکھنے کے سلسلہ میں راشد الخیری کے نظریات اور سماجی عوامل و محرکات کی بھی پوری طرح وضاحت ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ”آمنہ کا لال“ ہر لحاظ سے ربط و یابس سے پاک اور زنانہ محافل میلاد میں پڑھنے کے لئے موزوں ہے۔

محمد قمر الدین

محمد قمر الدین فرزند حاجی محمد یعقوب، مالک مطبع احمدی نے ”مولود شریف جدید“ مرتب کیا۔ اس کے

ابتدائی اوراق میں کچھ نئے موضوعات شامل ہیں مثلاً نبی کریمؐ کے اوصاف اور شاکل و فضائل کا بیان قرآنی آیات اور ان کے تراجم کے ساتھ دیا گیا ہے۔ نبی کریمؐ سے محبت و عقیدت کی برکات اور دیگر امتوں پر امت محمدی کی فضیلت حقائق کو مد نظر رکھ کر بیان کی گئی ہے۔ ولادت مقدسہ اور بعد کے دوسرے بیانات میں دیگر عام میلاد ناموں کی سی کیفیت ہے۔ آخری آٹھ صفحات میں محفل میلاد کی حمایت میں علماء کے فتوے دیئے گئے ہیں۔ اس کی ضخامت ۸۵ صفحات ہے اور یہ میلاد نامہ ۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۹۳۰ء میں مطبع قیومی کراچور سے طبع ہوا۔ زبان و بیان سادہ اور عام فہم ہے۔

غلام محمد عباس (م ۱۹۳۹ء)

اصل نام عبداللہ تھا مگر غلام محمد عباس کے نام سے پکارے جاتے تھے اور اسی نام سے زیادہ مشہور ہوئے۔ پٹنہ کے رئیس اور مشہور طبیب حکیم رعایت حسین کے صاحبزادے تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت والد کی سرپرستی میں باگلی پور میں ہوئی۔ کچھ عرصہ پھلواری ضلع پٹنہ میں بھی مقیم رہے۔ غلام محمد عباس نے مختصر سی مدت میں نظم و نثر لکھنے پر قدرت حاصل کر لی۔ ان کا زیادہ طبی لگاؤ اور رجحان مذہب سے تھا۔ انہیں اپنے دور میں شاعری اور علم و فضل کی وجہ سے بہت شہرت ملی۔

ان کا میلاد نامہ "ذکر میلاد" ۱۳۳۲ھ، ۱۹۱۳ء میں پہلی بار چھپا۔ اس کی ضخامت ۶۰ صفحات ہے۔ یہ نظم و نثر کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس میں حمد و نعت کے بعد محفل میلاد کی برکات، نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کا بیان، رضاعت، اور بیان معراج کے عنوانات ہیں۔ اس میں معراج کے واقعات کو نظم و نثر میں بڑی شرح اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ اس بیان معراج میں بھی زیادہ حصہ منظوم ہے۔ یہ میلاد نامہ ۱۳۳۲ھ کی محفل میلاد بسلسلہ معراج النبیؐ کے سلسلہ میں لکھا گیا تھا اسی مناسبت سے اس میں معراج کے واقعات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اور اسی بیان معراج میں مصنف نے اپنی ساری صلاحیتیں صرف کی ہیں۔ واقعات کے بیان میں مبالغہ آمیزی سے کام نہیں لیا گیا۔ بلکہ معتبر اور مستند واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ ان کے معراجیہ اشعار میں اثر آفرینی، زور اور روانی، حسن بیان کی ندرت و خوبی کے ساتھ ہر جگہ جلوہ گر ہے۔ چند شعر درج ذیل ہیں:

جب مرکب شہ مسکن جبرئیلؑ میں پہنچا
اور پرتو حسن عرش کی تبدیل میں پہنچا
اس اونچ پہ پہنچا جو نہ تخیل میں پہنچا
المام خدا راہ کی تسہیل میں پہنچا

بس خاتمہ درجہ جبرئیلؑ یہی ہے
رقرف کے لئے منزل تبدیل یہی ہے

کی عرض جبرئیلؑ نے چلنا محال ہے
آگے بڑھوں یہاں سے یہ کس کی مجال ہے

یہ اتمائے اوج براق خیال ہے
 آغاز باب بارگاہ لایزال ہے
 جان پر وہاں آئے اگر ہاں بھر اڑوں
 کب بڑھ سکوں جو عمر کے سبھی سال بھر اڑوں
 خادم کو جتنا اوج خدا سے عطا ہوا
 مولا اسی قدر حق خدمت ادا ہوا
 ہاں فخر پائے ہوس سے رتبہ سوا ہوا
 آغاز حجاب نور و ظلمات کا ہوا

پردے سے یہ ہیں صاف ہیں روشن کہ تار ہیں
 اس کی شرح میں چشم کتک تار تار ہیں

رفرف پہ پھر وہاں سے شہ بحر و بر چلا
 تھا تو شعاع نور مگر عجب خیرہ کر چلا
 ہر ہر قدم نگاہ کی حد پر وہ دھر چلا
 کرونوں سے آفتاب کی بھی تیز تر چلا
 شہ پہنچے وہاں تار نظر چلتے ہیں جس جا
 اور طائر اور اک کے پر چلتے ہیں جس جا

کسار نہیں، وادی ایمن یہ نہیں ہے
 ہوں زاغ و زغن جس میں نشین یہ نہیں ہے
 پانی ہو جگر درد سے، وہ بن یہ نہیں ہے
 اور آگ جہاں ڈھونڈیں وہ کلخن یہ نہیں ہے

نظمین جہاں پہننے تم آئے ہو یہ عرش ہے
 یاں آنکھ بچھاتے ہیں ملک نور کا فرش ہے

لامع خدا کا نور تھا سرور جدھر ہو گئے
 تھے بوئے گل بسان نسیم سحر گئے
 تھے قرہ باصرہ کہ بشکل نظر گئے
 تھے جسم نور مثل شعاع قمر گئے

خالق نے پکارا کہ محمد چلے آؤ
 میں طالب دیدار ہوں احمد چلے آؤ

(۱۰۷)

غلام محمد عباس نے واقعہ معراج کے نمایاں مضامین کو بیان کیا ہے۔ ان اشعار میں روانی و ربط موجود

ہے۔ اسی وجہ سے ان اشعار کو محافل میلاد میں روانی اور تیزی کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔ تشبیہات و استعارات بھی سادہ اور عام فہم ہیں۔ موسیقی کا احساس پیدا کرنے کے لئے لفظوں کو سجا کر استعمال کیا گیا ہے۔ اور ہم قافیہ الفاظ کے استعمال سے ایک کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

شیخ محمد ابراہیم نقشبندی

شیخ محمد ابراہیم نقشبندی سیالکوٹ چھاؤنی کے رہنے والے تھے اور پیر سید جماعت علی شاہ (حلی پور سیداں) کے مرید تھے۔ ان کا میلاد نامہ ”خیر الملوک فی مولود اللہوب“ نثر کے ۳۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں چند ایک منظومات بھی شامل ہیں۔

اس کے عنوانات درج ذیل ہیں:

حمد و نعت، منقبت اصحاب کبار، وصف حضرت ابو حنیفہ، بیان نماز، فضائل درود شریف، فضیلت میلاد، بیان کرامت صدیق اکبر، معجزات رسالت، کا بیان، قصہ عاشق نبی الکریم عبدالرحیم، بیان معراج آنحضرت، آنحضرت کا زمانہ مبارک، معجزہ حضرت امام حسن، امام حسین، بیان آہو، بیان حله جنت، بیان شہادت حضرت امام حسین، بیان کرامت پیر و پیکر عبدالقادر جیلانی، بیان کرامت خواجہ معین الدین اجیری، قصہ حضرت بلال، حضرت اولس قرنی، بیان شراب خوروں کا، بیان خوف خدا سے رونے والوں کا، بیان نافرمان عورتوں کا، بیان وفات سرور کائنات، بیان گنہگار امت، بیان قیامت کے دن کھڑا ہونا، جہنم کا اور بیان جنتی اور دوزخیوں کا۔

مصنف نے چند روایات کے بیان میں احتیاط سے کام نہیں لیا۔ مثلاً بیان معراج میں ایک ایسی روایت بیان کی ہے جو مستند کتابوں میں نظر نہیں آتی۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

”۳۔ جبرئیل آج حق تعالیٰ نے سرفراز کیا، میری سواری کو براق بھیجا لیکن میں اس اندیش میں ہوں کہ قیامت کے دن میری امت تنگی بھوکی پیاسی گناہوں کے بوجھ گردن پر رکھے ہوئے قبروں سے باہر نکلیں گے اور پچاس برس کی راہ قیامت کے آگے رکھی گئی ہے اور تیس برس کی راہ پل صراط پر کھینچی ہے، کیونکر طے کر کے منزل مقصود پر پہنچیں گے۔ جناب باری سے علم آیا، حبیب میرے کچھ غم نہ کیجئے۔ جس طرح میں نے آج تمہارے لئے براق بھیجا ہے اسی طرح تمہاری امت کے واسطے ہر ایک کی قبر پر براق بھیجوں گا۔ سب کو براق پر سوار کر کے پل صراط سے پار آتا دوں گا۔ یہ کلام حق تعالیٰ سن کر براق پر سوار ہو کر مقام ابراہیم سے ایک لمحہ میں بیت المقدس پہنچے۔“ (۱۰۸)

اس میں میلاد کے علاوہ دیگر واقعات مجلسی تقاضوں کے تحت شامل کئے گئے ہیں۔ میلاد کے موضوعات و مضامین کم و بیش دیگر میلاد ناموں کی طرح یکساں نوعیت کے حامل ہیں۔ منظومات کے آہنگ میں تبلیغی جذبہ کا تاثر نمایاں ہے۔

سید عاجز رامپوری

سید خورشید علی خاں پورا نام 'عاجز' تخلص ہے۔ ان کے والد سید مبارک علی خاں ریاست رامپور کے ایک فرد تھے۔ سید عاجز نے ایک حادثے سے متاثر ہو کر فقیری اختیار کر لی تھی۔ مولود خوانی میں حافظ احمد جان رامپوری کے شاگرد تھے۔ ان کے "میلاد شریف" کا مخطوطہ ۱۷۰۰ اور اوراق پر مشتمل ہے، جو رضا لائبریری رامپور میں موجود ہے۔ اس میں ہر عنوان کے تحت اس کی تاریخ تالیف بھی مندرج ہے۔ ذکر میلاد (۲۶) جنوری ۱۹۲۵ء، ذکر وفات (۸۱) نومبر ۱۹۲۳ء اور ذکر معراج (۱۵) نومبر ۱۹۲۳ء کو لکھا گیا تھا۔ (۱۰۹) اس میں ذکر شعبانہ فاستہ اور شیخ عبدالقادر جیلانی کی ایک کرامت بھی بیان کی گئی ہے۔ یہ مخطوطہ مصنف کا اپنا تحریر کردہ ہے۔

قاضی قلندر علی

حاجی مولوی قاضی ابوالفیض قلندر علی سہروردی لاہور کے مشہور صاحب دل بزرگ اور عالم باعمل تھے۔ ان کا مبسوط معراج نامہ "سیاح لامکاں" نثر کے ۲۱۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ اس میں درج ذیل عنوانات ہیں۔

سائنس اور 'معجزہ' معجزہ اور اس کی حقیقت، معجزات سید انس و جان، ترجمہ آیت معراج شریف، ایلت الاسراء میں مقام روانگی اور انتخاب سواری، تاریخ کعبہ کرمہ، شامسوار عرب مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، تاریخ بیت المقدس یا مسجد اقصیٰ، عروج الی السماء یا سیر افلاک، لقاء حبیب، ایلت المعراج کے اعمال اور حقیقت صلوات، سیرجنت، معائنہ جنم، مسئلہ معراج اور معترضین، حکایات نادرہ اور نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے مثل فی الصفات ہونا۔

معراج نامہ "سیاح لامکاں" میں مصنف نے نبی کریمؐ کی سیر افلاک اور محبوب حقیقی سے ملاقات کے واقعات کو اجمالی طور پر پیش کرنے کے بعد ایک پورا باب نماز کی برکات، نماز کی اہمیت اور نماز کے فوائد کے بارے میں لکھا ہے۔ مسلمان کی ترقی کے تمام راز نماز میں مضمر ہیں۔ مسلمانوں کو مرکزیت نماز باجماعت ادا کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لحاظ سے واقعہ معراج کی سب سے بڑی یادگار نماز ہے۔

جنت کی نعموں کے بیان سے ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"نبی کریمؐ نے جنت کی نعموں کا ذکر فرمایا ہے کہ جنت میں پانی کی نہریں ہیں جو بگڑتا نہیں۔ دودھ کی نہریں ہیں جو بد مزہ نہیں ہوتا۔ شراب کی نہریں ہیں جس میں خرابی نہیں اور پینے والوں کے لئے لذت ہے اور شد کی نہریں ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جنت کی نہریں ایک مٹک کے پہاڑ سے نکلتی ہیں اور بغیر خدق کے بہتی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کوثر بھی جنت میں ایک نہر ہے جس کی گہرائی ستر ہزار فرسنگ ہے۔ اس کا پانی دودھ سے

زیادہ سفید اور شمد سے زیادہ شیریں ہے۔ اس کے دونوں کنارے موتی اور زبرجد اور یاقوت کے ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سیمان اور جیمان، فرات اور نیل سب جنت کی شیریں ہیں۔ ایک نر کو بیدخ اور ایک کو ریان فرمایا۔ نروں کے علاوہ سلسیل اور تسنیم چشموں کا ذکر بھی فرمایا گیا ہے۔“ (۱۰)

قاضی قلندر علی کے بیان معراج میں ایک ایسی حلاوت اور چاشنی ہے جو دل کو گدگداتی ہے اور محسوس کراتی ہے کہ اس کا لکھنے والا کوئی صاحب دل بزرگ اور روحانیت کی منازل سے آشنا ہے۔ مصنف نبی کریمؐ کے معراج جسمانی کے قائل ہیں۔ انہوں نے اپنے اس نظریے کو ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کی مشہور آیت سبحان الذی کی نہایت دلکش تفسیر بیان کی ہے۔ اس معراج نامے میں انہوں نے دیگر معجزات کی بحث کے ضمن میں سائنس اور معجزات کے فرق کو بھی واضح کیا ہے۔ اس میں دو ابواب خانہ کعبہ اور بیت المقدس کی تاریخ کے بیان پر مشتمل ہیں جو دلچسپ ہونے کے علاوہ معلومات سے پر ہیں۔ غیر اقوام کے ادباء اور شعراء نے بھی معراج شریف کے متعلق اپنی استعداد کے مطابق طبع آزمائی کی ہے۔ ان کے بیانات سے بھی عقیدت مندی جھلکتی ہے۔ اس واقعہ کے بارے میں قاضی قلندر علی نے شگفتہ اور دلچسپ انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ اور ان کے ایک ایک لفظ سے والمانہ عقیدت چمکتی ہے۔

نمال احمد علوی (م ۱۹۳۱ء)

نمال احمد علوی قصبہ کرا ضلع الہ آباد میں پیدا ہوئے۔ ”الاحسان“ کے مدیر رہے۔ ان کا منظوم میلاد نامہ بعنوان ”نظم روح افزائی ذکر خیر الوری“ مطبع انوار احمدی الہ آباد سے چھپا۔ نمال احمد علوی، علامہ اقبالؒ کے ہم عصروں میں سے تھے۔ ان کے بیان میلاد و معراج میں سادگی، صفائی اور روانی کے علاوہ حقیقت محمدی ان کی نظروں میں پیام زبست کی طرح بسی ہوئی ہے اور جان و دل کے ساتھ پیوست ہے۔ اسوہ حسنہ کے محاسن اپنی بھرپور رعنائیوں کے ساتھ شاعر کے تخیل کو مسحور کئے ہوئے ہیں، اسی وجہ سے واقعات کے بیان میں بھی شعریت دہنے نہیں پاتی۔ بیان ولادت سے چند شعر درج ذیل ہیں:

زمن سے فرشتوں نے آکر کہا

مبارک تجھے عزت جاوداں

فلک ناز کرتا تھا اس پر بہت

کہ مجھ پر ہے یہ آفتاب جہاں

قرمبھی ہے مجھ میں ستارے بھی ہیں

ملائک بھی ہیں اور حور جہاں

ترا رجبہ ہے آج سب سے بلند

تو ہے تخت گاہ شہ دو جہاں
 از آئے سب آسماں کے فلک
 نہ باقی رہے عرش پر قدسیاں
 صدا دے رہے تھے نقیب فلک
 خراں خراں ادب سے دواں

ہجوم ملائک ہوا اس قدر
 کہ جس کا نہیں ہو سکا کچھ بیاں
 ہوا پھر ورود حبیب خدا
 جو ہیں غایت غلق کون و مکاں

ازل سے جو صاحب ہیں لولاک کے
 جو رتبہ میں ہیں سرور سروراں

کمال ان کی مسند جمال ان کا تاج
 براق ان کا مرکب مکاں لا مکاں

وہ مختار کل احمد پاک نام
 وہ محبوب حق شافع عاصیاں

حقی و کریم و رؤف و رحیم
 خلیق و حلیم اور شیریں زبیاں

حمیدہ خصائل و جمیل اشہم
 وہ فنوار امت پناہ جہاں

ہر اک سو سے آئی یہی پھر صدا
 سلام علیک اے شہ دو جہاں

سلام علیک اے رؤف رحیم
 سلام علیک اے شہ انس و جاں

(۱۱)

نبی کریمؐ کی تشریف آوری کی برکات اور ثمرات کے بارے میں شاعر کا تعمیل ساری دنیا کا جائزہ لے کر
 حضورؐ کی مدح میں طرح طرح کے مضامین پیدا کرتا ہے۔ شاعر آپؐ کو ہادی عالم کے رنگ میں پیش کرتا ہے
 جس نے دنیا کو جہالت و گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر رشد و ہدایت کی راہ پر گامزن فرمایا۔ کلام میں
 خلوص اور اثر آفرینی ہر جگہ موجود ہے:

ہوا گرم جب آفتاب جمال
 پڑا سرد بازار حسن بیاں

پرستش بتوں کی کرے کون پھر
 جمال خدا ہو جو سب پر عیاں
 نہ باقی رہا خمر میں اب خمار
 شراب محبت سے ہیں مست جاں
 کبھی ہو رہا ہے جہاد کبیر
 کبھی جنگ بپا ہے یا دشمنان
 نہ باقی رہا اب وہ فسق و فجور
 ہیں خوف خدا سے سبھی خستہ جاں
 دروغ جہاں ہو گیا بے فروغ
 کہ ہے صدق کا معتقد اب جہاں
 عداوت سے سب کو عداوت ہوئی
 جو دشمن تھے وہ بھی ہوئے مہربان
 جمالت صغی معرفت سے بدل
 وہ سر نماں ہو گیا اب عیاں

(۱۳)

نمال احمد علوی نے نبی کریمؐ کے میلاد و سیرت کے بیان میں ہر جگہ واقفیت کو قائم رکھا ہے، صحت روایات، ضخامت اور زبان کی سادگی و روانی کے اعتبار سے یہ مشہور میلادیہ منظومات میں گرفتار تصنیف ہے۔

شیخ عبدالصمد صدیقی

اصل نام شیخ عبدالصمد، معروف نام محمد عبدالغنی، لقب نور اللہ شاہ، صدیقی النسب تھے۔ ان کے پدر گرامی شیخ احمد حسین لکھنوی مشہور عالم دین تھے۔ عبدالصمد قادری طریقت میں شاہ سلامت اللہ کے مرید تھے۔

شیخ عبدالصمد نے مولود برزنجی کی شہرت و مقبولیت کو مد نظر رکھ کر اس کا سلیس ترجمہ کیا ہے۔ انہوں نے ایک دو سری وجہ بھی بیان کی ہے:

”مولود برزنجی میں بیان کردہ روایات اور حالات صحیح اور معتبر ہیں۔ جن سے

جمہور علمائے محققین و محدثین اور اہل سیر یا خبر ہیں۔“ (۱۳)

علی متن کے ساتھ اردو ترجمہ ۷۲ صفحات پر محیط ہے۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ لیاقت میموریل

لائبریری، کراچی میں موجود ہے۔

نمونہ کے طور پر مختصر عبارت درج ذیل ہے:

”فرشتے تھے درود و سلام کے ہماری طرف سے اس درگاہ عالی جاہ میں عیشہ لے جائیں۔ جس کی ہیبت سے نوشیرواں کے محل کے ستون گر پڑے اور ان کی تعظیم کے واسطے درختوں، پتھروں اور جانوروں تک نے سجدہ تعظیمی کیا۔“ (۱۱۳)

عبدالرزاق ندوی

عبدالرزاق ندوی کا ”میلاد نامہ جدید“ صدیق بک ڈپو، لکھنؤ سے پہلی بار ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ یہ میلاد نامہ ۱۰۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں درج ذیل عنوانات ہیں:

رسالت سے پیشتر دنیا کی حالت، اصحاب قبل کی بربادی، ولادت باسعادت، صغیر سنی، آمنہ خاتون کی وفات، عبدالملک کی وفات، سید دو جہاں بکریاں چراتے ہیں، امین کا خطاب، ملک شام کو سفر، شادی خانہ آبادی، کفر و شرک سے نفرت، غار حرا میں گوشہ نشینی، رسالت، ورتہ بن نوفل کی شہادت، ابو بکر صدیقؓ کا قبول اسلام، اعلانیہ دعوت اسلام، رسول خدا اور مسلمانوں پر مصائب اور ان کی ثابت قدمی، حضرت حمزہؓ کا اسلام، اسلام عمر بن الخطابؓ، خانہ کعبہ میں نماز، ہجرت حبشہ، دربار نجاشی میں مسلمان، حضرت خدیجہ اور ابو طالبؓ کی وفات، سفر طائف، مدینہ میں اسلام، اہل مدینہ کا مذہبی و جنگی بیان، آفتاب اسلام نصف النہار پر، مدینہ کی زندگی، مشرکوں سے لڑائیاں، جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خندق، صلح حدیبیہ، کفر و شرک کا خاتمہ، جنگ حنین، یسویوں سے جنگ، حجتہ الوداع، وصال نبوی، اممات المؤمنین اور اولاد نبی۔

اس میلاد نامے میں نبی کریمؐ کے حالات و اوصاف اختصار مگر بڑی جامعیت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ رسول کریمؐ کی ذات والا صفات سراپا رحمت تھی اور آپؐ کا سب سے بڑا معجزہ حسن و اخلاق تھا۔ مصنف نے میلاد نامے میں صحت واقعات پر پوری توجہ دی ہے اور صرف تحقیق شدہ روایات کو بیان کیا ہے۔ حضرت عمرؓ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے بارے میں ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

”نبی کریمؐ عبداللہ بن ادرقم کے مکان میں رونق افروز تھے، حضرت عمرؓ وہاں پہنچے اور دروازہ پر دستک دی، صحابہؓ کو جب یہ معلوم ہوا کہ عمرؓ شمشیر برہنہ کھڑے ہیں تو حواس پر آگندہ ہو گئے مگر اسد اللہ حضرت حمزہؓ نے فرمایا۔ خوف کی کیا بات ہے؟ اگر نیک نیتی سے آیا ہے تو سر آنکھوں پر ورنہ اسی کی تلوار سے اس کی گردن قلم کردی جائے گی، پھر خدمت اقدس میں عرض کیا اگر حکم ہو تو دروازہ کھول دوں؟ چنانچہ عمر داخل ہوئے اور جوں ہی ان پر رسول خداؐ کی نظر پڑی، زور سے بکبیر فرمائی جس سے تمام مکان گونج اٹھا اور حضرت عمرؓ کا دل بل گیا۔ اور قدم بوسی کے ارادہ سے بے اختیار جھک پڑے لیکن آپؐ نے سینے سے لگایا، اب کیا تھا، قلب، نور ایمان سے لبریز تھا!“ (۱۱۵)

اسلوب تحریر کے اعتبار سے مولانا اشرف علی تھانویؒ طرز استدلال، سلاست، روانی اور سادگی کو زیادہ پسند کرتے ہیں، ان خصوصیات کی بناء پر اثر پذیری کے عناصر ان کے اسلوب میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔

بیدم وارثی (م ۱۹۳۳ء)

بیدم شاہ وارثی، حضرت حاجی وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ وہ صوفی منش درویش انسان تھے اس لئے ان کے حال اور قال کی صدائیں ایک تھیں۔ دراصل طریقت نے ان کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا تھا۔ وہ عشق مرشد میں چور اور حب رسولؐ میں غمخور رہتے تھے۔ انہیں اپنے کھانے پینے، لباس، راحت و آرام کی کوئی پروا نہ تھی۔ انہیں نبی کریمؐ سے والہانہ عقیدت تھی اور اسی وابستگی کا ثمرہ، ان کے کلام میں کیف و اثر کی وجد آور کیفیت ہے۔ ان کا میلاد و نعت رسالتابؐ پر جتنی کلام مجالس سماع اور محافل میلاد میں ذوق و شوق سے سنا جاتا ہے۔ ان کی درج ذیل نعتیں محافل میلاد میں بطور خاص بہت مقبول ہیں:

آئی نسیم کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سکھنے لگا دل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۸)

قبلہ و کعبہ ایمان رسول عربی
دو جہاں آپ پہ قربان رسول عربی

(۱۹)

میرا دل اور مری جان مدینے والے
تجھ پہ سو جان سے قربان مدینے والے

(۲۰)

بیدم وارثی کی میلادیہ و نعتیہ شاعری کا وصف اس کا سوز و گداز ہے جو سننے والوں کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ اس میں زندگی کی ایسی تڑپ نظر آتی ہے جس کا جلوہ کہیں اور دکھائی نہیں دیتا۔ قبول عام کے لحاظ وہ اردو کے دوسرے نظیر اکبر آبادی ہیں۔ انہوں نے میلادیہ منظومات کو رسمی انداز سے قلمبند نہیں کیا بلکہ مجاز کے رنگ میں حقیقت کی ترجمانی کی ہے۔ میلاد کی کوئی محفل، درود و سلام کی کوئی مجلس اور سماع کی کوئی تقریب ان کے کلام کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔

مولوی غلام رسول (م ۱۹۳۳ء)

مولوی غلام رسول تھانہ بھون ضلع مظفر نگر کے مشہور عالم دین تھے۔ عربی اور فارسی میں اپنی علمی و جاہلیت کی بدولت عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ”تویر العیون“ کے نام سے میلاد و سیرت کے بیان پر مشتمل ان کی کتاب محافل میلاد میں اپنی جامعیت اور اختصار کی وجہ سے بہت مقبول ہوئی۔ دراصل

یہ کتاب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب ”سرور المؤمنین“ کا سلیس اردو ترجمہ ہے۔ اس میں ایام ولادت نبی کریمؐ سے سرور عالم کے دنیائے فانی سے رحلت فرمانے تک آپ کے تمام حالات و واقعات، عادات و عبادات اور معاملات و معجزات کو اجمالاً بیان کیا گیا ہے۔ اس کے عنوانات درج ذیل ہیں:

نسب پاک، تواریخ ولادت، ایام طفولیت، شق صدر و سفر شام، بعثت، جنگ کفار، حجتہ الوداع، اخلاق و عادات، خصائل و شمائل، سفر کی عادات و مزاج، نبی کریمؐ کی ازواج مطہرات، اولاد، حضورؐ کے چچا اور غلاموں کا بیان، حضرت کی ہانڈیوں اور غلاموں کا بیان، حضرت کے اہل بیویوں کا بیان، حضورؐ کے کاتبوں کا بیان، حضورؐ کے ترکہ کا بیان، حضورؐ کے معجزات کا بیان، اور نبی کریمؐ کی رحلت کا بیان وغیرہ شامل ہیں۔

نبی کریمؐ کے معجزات کے بیان سے ایک اقتباس درج ذیل ہے:

”ایک معجزہ آپ کا یہ ہے کہ جب آپ غار میں جا کر چھپے تو کھڑی نے غار کے منہ پر جلا تن دیا تاکہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو کہ اس میں کوئی نہیں ہے اور ایک معجزہ آپ کا یہ ہے کہ جب آپ مدینہ منورہ کو جانے کے لئے نکلے تو آپ کو پھڑنے کے لئے سراقہ بن مالک آپ کے پیچھے نکلا جب قریب پہنچا تو اس کے گھوڑے کے پاؤں سخت زمین میں دھنس گئے اور آگے نہ بڑھ سکا اور ایک معجزہ آپ کا یہ ہے کہ آپ نے حضرت عمرؓ کے لئے دعا فرمائی کہ ان کے سبب سے اللہ تعالیٰ اسلام کو عزت دے، سو آخر ایسا ہی ہوا اور ان کی وجہ سے بت کچھ عزت حاصل ہوئی اور ایک معجزہ آپ کا یہ ہے کہ آپ نے حضرت جابرؓ کے لئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان کے خرے میں برکت دے سو اتنی برکت ہوئی کہ قرض داروں کا حق ادا کر کے تیرہ اونٹ کے بوجھ کے برابر کھجور باقی رہتی تھی حالانکہ اس سے پہلے بالکل کم ہوتی تھی اور ایک معجزہ آپ کا یہ ہے کہ آپ نے حضرت انسؓ کے لئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں اور مال و اولاد میں برکت دے سو ویسا ہی ساری چیزوں میں ان کو برکت حاصل ہوئی اور ایک معجزہ آپ کا یہ ہے کہ ایک بار لشکر کا توشہ ختم ہو چکا تھا تو آپ نے بیچے ہوئے توشوں کو جمع کر کے برکت کی دعا فرمائی اور لشکر میں تقسیم کرنے لگے تو سب کو کفایت کر گیا۔“ (۱۲۱)

مولوی غلام رسول نے زبان و بیان کا دلنشین انداز اختیار کیا ہے۔ نہایت سادہ، صاف اور رواں دواں سلیس الفاظ استعمال کئے ہیں، جن کی ترکیب اور ان کے طبی خلوص نے دل کر بیان کو پر تاثیر بنا دیا ہے۔ اس دور میں ایسے مختصر جامع اور مدلل میلاد ناموں کی قومی سطح پر اشد ضرورت تھی کیونکہ اس زمانے میں ہندو مسلم کی چیلنس، جنگ عظیم اول، دوم، انگریزی سامراج کی گرفت، آزادی کے مسائل، تقسیم بنگال، حادثہ کانپور اور اس قسم کے واقعات و حادثات امت مسلمہ کو درپیش تھے۔ ان گونا گوں مسائل میں گہرے ہوئے مسلمانوں کو مغربی تہذیب و ثقافت کے سنہرے جال میں گرفتار ہونے سے بچانے کے لئے قرآن کریم

تعلیمات و فرمودات نبویؐ اور اسلامی فلسفہ تمدن سمجھانے کی سخت ضرورت تھی اور اسی میں مخلوق خدا کی فلاح کا راز مضمر تھا۔ اس قسم کے صحیح روایات پر مبنی میلاد ناموں نے صحیح نظریات کو فروغ دیا۔ کیونکہ مسلمانوں کو آپؐ کے اسوہ حسنہ کی مکمل اتباع اور اسلام کی لافانی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے ہی ان کے جملہ مسائل کا حل مل سکتا ہے۔

خواجہ محبوب عالم

خواجہ محبوب عالم حجرات کے رہنے والے تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ کے معروف بزرگ تھے۔ ان کا معراج نامہ ”شب حسین بر عرش بریں المعروف اسراء جمیل الی رب الجلیل“ ۱۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ معراج نامہ نثر میں ہے لیکن چند منظومات بھی شامل ہیں۔ اس میں اسراء اور معراج، معراج کی نوعیت، آیت معراج سے معراج جسمانی ہی ثابت ہوتا ہے، جدید و قدیم فلسفہ کے اعتراضات کا مختصر حل، شب معراج کی تقریب، درود تاج، بیان معراج شریف، براق، ان واقعات کی تفصیل جو بیت المقدس میں نبی کریمؐ پر ظاہر ہوئے، آسمان اول سے آسمان ہفتم تک کے عجائبات کا بیان، دس اشیائے نادرہ، سدرۃ المنتہی، وہ واقعات جو سدرۃ المنتہی گذرنے کے بعد ظاہر ہوئے، دس لطائف جو آیت معراج شریف سے متعلق ہیں، التحیات کے لطائف و اشارات اور چند خاص اسرار جن کا اظہار آنحضرتؐ پر ہوا، کے عنوانات ہیں۔ اس کے علاوہ معراج النبیؐ کے موضوع پر بیان میرٹھی، رضا بریلوی، حقیر، ممتاز، طاہر، وحشی، متین، امیر میثاقی، فدا حسین، دائم اقبال، دائم اور محمود توکلی کی منظومات شامل ہیں اور آخر میں اسلامی تصوف اور اس کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔

اس معراج نامہ کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ اس کی اشاعت کسی ناشر کی بجائے مصنف کے صاحبزادے نے کی ہے۔

نبی کریمؐ کے سدرۃ المنتہی سے گذرنے کے بعد کے واقعات کے بیان سے ایک اقتباس نثر بطور نمونہ

ملاحظہ ہو:

”نبی کریمؐ فرماتے ہیں کہ جب میں ساق عرش پر پہنچا تو بہت سے حجاب میرے سامنے آئے۔ نملہ ان کے ستر ہزار پردے سونے کے تھے اور ستر ہزار چاندی کے اور ستر ہزار مروارید کے اور ستر ہزار زمرد کے اور ستر ہزار یاقوت کے اور ستر ہزار نور کے اور ستر ہزار ظلمت کے اور ستر ہزار پانی کے اور ستر ہزار آگ کے اور ستر ہزار باد غلیظ کے اور ہر حجاب ستر ہزار سالہ راستہ کے برابر، سید عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ردف نے مجھے ان تمام حجابوں میں چشم زدن میں پار کر دیا۔ بعد ازاں میں نے دیکھا کہ ستر ہزار پردے ہیں اور ہر پردہ میں ستر ہزار زنجیریں اور ہر زنجیر ستر ہزار فرشتوں کی گردن پر رکھی ہوئی ہے اور ان میں سے ہر ایک فرشتہ اتنا بڑا تھا کہ اس کے ایک کندھے سے دوسرے کندھے تک ستر سال کی مسافت کے برابر

راستہ تھا۔ ان پردوں میں سے بعضے مروارید کے تھے۔ بعضے یاقوت اور دوسرے جواہرات کے اور ہر پردہ پر ایک فرشتہ ملازم تھا اور ان فرشتوں میں سے ہر ایک کے تابع ستر ہزار فرشتے اور تھے رفرق نے مجھے ان تمام پردوں سے آگے پہنچا دیا یہاں تک کہ میرے اور عرش معلیٰ کے درمیان صرف ایک پردہ باقی رہ گیا۔ میں نے رفرق کو دیکھا کہ میرے پاؤں کے نیچے سے ناپید ہو گیا اور ایک نئی صورت گھوڑے کی مانند جو مروارید سفید کے ایک دانہ سے بنی ہوئی تھی اور جس کے منہ سے نور نکل رہا تھا، تسبیح پڑھتے ہوئے میرے سامنے آئی، مجھے اٹھایا اور لے چلی اور پردہ سے گزار کر ساق عرش تک پہنچا دیا۔ جب میں حجاب کبریائی میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ سواری بھی گم ہو گئی اور اب میرے پاس کوئی ایسی سواری نہ رہی جو مجھ کو اٹھا سکے اور میں اس فضا میں یکہ و تنہا رہ گیا خطاب آیا کہ میرے حبیب آگے چل۔ میں نے جو نگاہ کی تو دیکھا کہ حجاب کبریائی گذر چکا تھا۔ (۱۲۲)

اردو معراج ناموں میں اتنی کثیر معلومات کا حامل اور کوئی معراج نامہ میری نظروں سے نہیں گذرا۔ عام معراج ناموں کی نسبت اس کی فضا علمی انداز اور حقیقت و واقعیت پر مبنی ہے۔ معراج کے بیان میں مصنف نے بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔ جوش عقیدت اور منظر نگاری میں بھی آداب و احرام کو ملحوظ رکھا ہے۔ اس میں منزل بہ منزل نبی کریمؐ کے سفر معراج کی روداد آسمان اور سادہ انداز میں بیان کی گئی ہے۔ مصنف نے قرآن و احادیث سے معراج کی روایات صحیحہ تلاش کی ہیں۔ ان کے مقابلے میں کتب سیر و تاریخ کی روایات کو ثانوی حیثیت دی ہے۔

محمد احسن وحشی نگرانی (م ۱۹۲۵ء)

حافظ محمد احسن وحشی نگرانی اردو میں شعر گوئی کرتے تھے۔ دینی و مذہبی لگاؤ اور رجحان کی وجہ سے انہوں نے نغمہ حرم ۱۳۳۳ھ ر ۱۹۲۲ء میں میلاد نامہ لکھا۔ نغمہ حرم (۱۳۳۳ھ) تاریخی نام ہے۔ اس میلاد نامے کی ضخامت ۱۳۶ صفحات ہیں۔ اس کی ضخامت کا مصنف کو شدت سے احساس تھا کہ اسے ایک نشست میں محافل میلاد میں پڑھنا ممکن نہیں ہے اس لئے انہوں نے اس کی وضاحت میں لکھا ہے:

”نغمہ حرم کسی قدر عجیب ہے اور ایک جلسہ میں پورا پورا پڑھ لینا ہر شخص کے لئے آسان نہیں لہذا اس کی ابتداء میں فہرست مضامین شامل کر دی گئی ہے تاکہ حاضرین محفل میلاد مبارک کے مذاق و مصلحت وقت کو ملحوظ رکھ کر جو مضمون پڑھنا مناسب معلوم ہو، وہ آسانی سے انتخاب و تلاش کر کے پڑھ لیا جائے۔“ (۱۲۳)

اس کے مضامین کی ترتیب درج ذیل ہے:

ابتداء میں تمہید اور حمد و نعت کے بعد محافل میلاد اور اسلام کے متعلق بنیادی مسائل و مباحث کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں فضیلت ذکر رسالت، شریعت ذکر رسولؐ، از روئے حدیث، شریعت بیان

ولادت شریف، بیان شرکت محفل میلاد، ثواب شرکت محفل ذکر نبی کریم، آداب شرکت محفل ذکر رسول، مناقب خلفائے راشدین، بیان خدمات تبلیغ، دین سلف صالحین، مناقب اصحاب، ذکر مرتبہ شرح صدر، محامد ازواج مطہرات، مناقب آل اطہار، امت کے حال پر نبی کریم کی شفقت، جاں نثاری اصحاب کبار، وفاداری صحابہ کرام، شوق جاں نثاری اصحاب، آزادی رائے کا نمونہ، مومن کی عزت نفس، کسب دولت کی ترغیب، گداگری کی مذمت، مواخات ماجرین و انصار، صدقہ لینے کی برائی، کسب معاش کی فضیلت، بنی ہاشم پر صدقہ کی حرمت، تجارت کی فضیلت، صحابہ کا تمول، اذقان فی سبیل اللہ کی فضیلت، روباتیت کی مذمت، ایمان کا بیان، کلمہ طیبہ کی فضیلت، فضائل کلمہ طیبہ کا فلسفیانہ ثبوت، خلاف فطرت مجاہدات کی مذمت، عبادت میں اعتدال، بنی ہاشم کو دعوت اسلام، اعدا کے ساتھ نبی کریم کا عفو و کرم، دشمن جان کے ساتھ لطف و درگزر، عورتوں کے حقوق، صحابیات کی جاں نثاری، مذمت دختر کشی اور لڑکیوں کی پرورش کی ترغیب، علم کی فضیلت، فن کتابت کا ذکر، غیر مذاہب والوں کی زبان کی تعلیم کا ذکر، علوم فنون حاصل کرنے کا بیان، جمہوریت کا بیان، یونیورسٹی کا بیان، اصحاب صفہ کی تعلیم، فضائل درود شریف، فضیلت درود شریف کی توجیہ، فضیلت ذکر، فضائل نماز، نماز پر فلسفیانہ نظر، تسبیح و تہلیل کی فضیلت، توبہ کا ذکر، فضائل استغفار، ثمرات عبادت، روزے کے فضائل ایثار فی سبیل اللہ کا ذکر، صحابہ کا زہد، اپنے اہل پر خرچ کرنے کی فضیلت، ہر نیک کام صدقہ ہے، ثواب امت مرحومہ کا ذکر، غلاموں کی قدر و منزلت، حجت الوداع میں پیام امن، دین اسلام کی عمومیت کا مجرہ، فریضہ حج کی برکت، حرم کعبہ کا شرف اولیت، کعبہ کی تعمیری خصوصیات، عرب کے مرکز دین فطرت ہونے پر جغرافیائی دلیل، مکہ مکرمہ کے مرکز دین حنیف ہونے پر اقتصادی دلیل، حجاز کے مرکز دین حق ہونے پر سیاسی دلیل، مختلف ادیان و ملل کے مقابلہ میں عرب کے مرکز دین حق ہونے کی دلیل، قرآن مجید کا عربی زبان میں ہونا، حقانیت کی دلیل، دین اسلام کی دلیل، مسجد نبوی کے آداب، فضائل مدینہ طیبہ، خواص خاک پاک مدینہ، ساتیبت و نبوہ محمدیہ، ساتیبت نور محمدیہ کی تحقیق، حقیقت نور محمدی کی توجیہ، لولاک لما خلقت الافلاک پر فلسفیانہ نظر، کتب سابقہ میں نبی کریم اور امت محمدیہ کی پیش گوئی اور انبیائے سابقین کی زبان سے نبی کریم کے ظہور کی بشارات کے عنوانات شامل ہیں۔

اس کے بعد ولادت باسعادت، بیچین، شوق صدر، شادی، نزول وحی، اخلاق نبوی، معجزات، معراج اور آپ کے دیگر شمائل و خصائل کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں نبی کریم کے مختصر فضائل، نسب نامہ نبی کریم، طہارت آبائی نبی کریم، حدیث انا ابن الذنبین کی تشریح، حضرت عبداللہ کا عقد، نبی کریم کا رحم مادر میں آنا، حضرت عبداللہ کی وفات، قیاموں کا قابل توجہ حال، زمانہ حمل میں حضرت آمنہ کو بشارات، ظہور قدسی کا بیان، حالات وقت ولادت مبارکہ، بعض امور عجائب پر فلسفیانہ نظر، خصائص وقت ولادت شریف، اسم شریف میں خاص نکتہ، بیان رضاعت شریف، شوق صدر کا بیان، مسئلہ شوق صدر کی فلسفیانہ توجیہ، حلیمہ سعدیہ اور ان کے شوہر و اولاد کے ساتھ نبی کریم کا برتاؤ، حلیمہ شریف، مہربوت کا بیان، نبی کریم کا سایہ نہ دیکھا گیا، خصوصیت بالا پر معقولی دلیل، نبی کریم اپنے سامنے پشت کی طرف یکساں دیکھتے تھے، اس خصوصیت پر تحقیقی نظر، نبی کریم کے جسم مطہر پر کبھی نہ بیٹھتی تھی، خصوصیت بالا پر طبی شہادت، حضرت آمنہ کا

انتقال، نبی کریمؐ کی امانت و راجبازی، حضرت خدیجہؓ سے نکاح، غیب سے آپؐ کی عصمت کا انتظام، آنحضرتؐ کا لغویات سے محفوظ رہنا، ابتدائی وحی، کیفیت نزول وحی، مومنین سابقین، مشرکین مکہ کے مسلمانوں پر مظالم، جناب بلالؓ، خاندان یاسر، اخلاق نبویؐ، حجرات ملبوسات نبویؐ، معجزہ قرآن مجید، معجزہ فصاحت، معجزہ شق القمر، شق القمر کی سائنس سے تصدیق، معجزہ استن حنانه، اس معجزہ کی فلسفیانہ تحقیق، معجزہ عبور بحر، عبور بحر کی عقلی تحقیقات، بیان معراج، واقعات عالم برزخ کا مشاہدہ، مسئلہ معراج پر فلسفیانہ نظر، ونبوہ اختلاف، معراج کے بارے میں جو شکوک کئے جاتے ہیں، تحقیق سموات، ورائے عرش معراج ہونے کی وجہ، خواب گاہ کا مسئلہ، براق کی تحقیق، جنت و دوزخ کا بیان، نبی کریمؐ کو خواب میں دیکھنے کا ذکر اور نبی کریمؐ کی ذات مقدسہ سے توسل حاصل کرنے کے ذکر پر مشتمل موضوعات ہیں۔

مصنف نے اپنے ویباچ میں اس میلاد نامہ کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”میں مدت سے اس تلاش میں تھا کہ کوئی مولد شریف ایسا ملے جو مذاق سامعین کے مطابق ہو مگر اس میں دور ازکار قصص و حکایات اور رطب و یابس روایات نہ ہوں بلکہ مستند اور صحیح واقعات قلمبند کئے گئے ہوں اور شہادت و اعتراضات کو رفع کیا گیا ہو چنانچہ یہ رسالہ تالیف کیا گیا، جس کی ترتیب تو اسی طریقہ پر کی گئی ہے جیسے کہ دوسرے رسائل مولد شریف ہیں تاکہ عوام کی دلچسپی میں فرق نہ آئے مگر انتخاب روایات و مضامین میں زندگی کی ضروریات اور وقت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ سامعین کو دینی و دنیاوی دونوں طرح کا فائدہ حاصل ہو اور علوم جدیدہ و تحقیقات سائنس کی بناء پر جو شکوک مذہبی روایات کے ضمن میں لوگوں کو ہوتے ہیں، ان کا مناسب طور پر فوائد میں ازالہ کر دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ تالیف اپنی ترتیب کے لحاظ سے منفرد ہے۔“ (۱۳۳)

احادیث کا وہ حصہ خاص طور پر میلاد نگاروں کے مد نظر رہا ہے جس میں آپؐ کے فضائل و خصائل کی توصیف کا اظہار کیا گیا ہے۔ سنن ترمذی میں مناقب النبیؐ کے عنوان سے ایک باب موجود ہے اور شمائل النبیؐ کے نام سے امام ترمذی نے ایک علیحدہ مجموعہ احادیث ترتیب دیا ہے اس میں آپؐ کے حلیہ شریف، اشیائے استعمال، لباس و خوراک، طریق نفسست و رفتار، عبادات و عادات، آپؐ کے عطین، پینہ، بیل، مہر نبوت، اور اسمائے مبارکہ کی فضیلت اور توصیف کو بیان کیا گیا ہے۔ میلاد نامہ ”نغمہ حرم“ میں آپؐ کے ملبوسات کے بیان سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”نبی کریمؐ کے لباس میں بہت سادگی تھی۔ عام لباس میں چادر، قیض اور تہہ تھی۔ عمامہ اکثر سیاہ رنگ کا ہوتا تھا اور عمامہ کے نیچے ٹوپی کا التزام تھا۔ سب سے زیادہ یمن کی دھاریدار چادریں پسند تھیں۔ کبھی کبھی نہایت قیمتی اور خوشنما لباس بھی زیب تن فرماتے تھے۔ شاہ روم نے آپؐ کی خدمت میں ایک پوستین جس میں ریشم کی سفالی تھی، بھیجی تھی، وہ بھی آپؐ نے پسنی ہے۔ آپؐ کے پاس دو چادریں بزر اور ایک کھس سیاہ اور ایک کھس سرخ دھاری کا اور ایک کھس پالوں کا یعنی کبیل تھا اور کرنا سوت کا تھا جس

کے دامن اور آستین دراز نہ تھیں اور آپؐ نے کتک اور صوف بھی پہنا ہے مگر زیادہ استعمال سوتی کپڑے کا فرماتے اور نکیہ آپؐ کا چڑھ کا تھا، جس کے اندر پوست خرا بھرا تھا۔ موزوں کی عادت نہ تھی لیکن نجاشی نے جو سیاہ موزے بھیجے تھے آپؐ نے استعمال فرمائے تھے۔ وہ چرمی تھے، نطین مبارک اس طرز کے تھے، جس کو ہمارے دیس میں پنچل کہتے ہیں۔ یہ صرف ایک سلا ہوتا تھا جس میں تسمے لگے ہوتے تھے۔ صاحب النطین آپؐ کا وصف انجیل میں ہے۔ حاشیہ دلائل الخیرات میں ہے کہ اکثر محدثین نے لکھا ہے کہ جو کوئی نقشہ نطین شریف کا اپنے پاس رکھے، کمال خیر و برکت پائے اور تمام مخلوق اس کی عزت اور حرمت کرے اور مال اس کا ضائع نہ ہو اور ہمیشہ فتح یاب ہو اور جس کشش میں رکھا ہو وہ غرق اور ضرر سے محفوظ رہے۔ (۱۳۵)

حضورؐ کے نطین شریف کے بارے میں وحشی نمرائی کے اشعار میں حب رسولؐ عقیدت مندی کی فراوانی اور عشق و مستی کی وارفتگی ملاحظہ ہو:

باعث تسکین مضطر، نقش نطین رسولؐ
 حزن اعظم، حرز اکبر، نقش نطین رسولؐ
 قبلہ اصحاب ایقان، کعبہ ارباب عشق
 شرح طنزائے مقدر، نقش نطین رسولؐ
 آرزوئے مستمندان، دعائے عارقال
 نسخہ قد کمر، نقش نطین رسولؐ
 وقف سجدہ تھی شب اسرا، بین قدسیاں
 تا اٹھا کے رکھ لیں سر پر نقش نطین رسولؐ
 اپنے جامہ میں نہیں پھولے ساتے جبرئیل
 ایسے اترائے ہیں پا کر نقش نطین رسولؐ
 عرصہ محشر میں ہو گی کیسی بالچل دیکھنا
 جب رکھوں گا پیش داور نقش نطین رسولؐ
 مجھ کو سوتا چھوڑ کر واپس گئے مگر نکیر
 دیکھ کر میرے کفن پر نقش نطین رسولؐ
 (۱۳۶)

احسن وحشی نمرائی کے میلاد نامہ ”نغمہ حرم“ کی پہلی بڑی خوبی صحت واقعات کی طرف توجہ اور حقیقت بیانی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں دینی موضوعات کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی شعوری ناکوش کی گئی ہے اور مختلف امور کو فلسفیانہ انداز فکر سے بیان کرنے کا التزام کیا گیا ہے۔ یہی اس میلاد نامے کی جدت و انفرادیت ہے۔ سلاست و روانی کے جوہر نے اسے پراثر اور دل آویز بنا دیا ہے۔ حسن

شعریت بھی نمایاں ہے، جو قلبی واردات کا آئینہ دار ہے۔

علامہ نور بخش توکلی (۱۸۷۷ء - ۱۹۳۸ء)

علامہ نور بخش توکلی موضع چک قاضیاں ضلع لدھیانہ (مشرقی پنجاب) میں ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد جہاں خیلوں کے ارادت مند تھے، اس نسبت سے انہیں فقراء سے عقیدت و رش میں ملی۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم۔ اے عربی کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۸۹۳ء میں انبالہ چھاؤنی کے سکول میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ اسی دوران سائیں توکل شاہ انبالوی کے مرید بنے۔ اسی نسبت سے توکلی کملائے۔ ۱۸۹۶ء میں امرتسر میونسپل بورڈ کالج میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد لاہور گورنمنٹ کالج چلے آئے۔ لاہور کے قیام کے دوران ایک عرصہ تک انجمن نعمانیہ کے دارالعلوم کے ناظم تعلیم رہے۔ قیام پاکستان کے بعد فیصل آباد قیام پذیر ہو گئے۔ یہیں ۲۳ مارچ ۱۹۳۸ء کو انتقال ہوا اور نور شاہ ولی کے مزار کے پہلو میں دفن کئے گئے۔

مولانا تصنیف و تالیف کی اہمیت سے بھی خوب واقف تھے۔ ان کے قلم گوہر بار سے بہت سی تصانیف علمی دنیا میں شہرت حاصل کر چکی ہیں۔ ان میں عید میلاد النبیؐ، سیرت رسول عربیؐ، معجزات النبیؐ، حلیہ النبیؐ، غزوات النبیؐ، رسالہ نور، مولود ہرذبحی کی اردو شرح اور تذکرہ مشائخ نقشبند خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ دینی خدمات میں سے ایک اہم کام یہ ہے کہ انہوں نے گورنمنٹ کے گزٹ میں عید میلاد النبیؐ کے مقدس دن کی عام تعطیل منظور کرائی۔ اور سرکاری کلخندات میں بارہ وفات کی بجائے عید میلاد النبیؐ کے نام کی تبدیلی کرائی۔

مولانا توکلیؒ کا میلاد نامہ بعنوان ”عید میلاد النبیؐ“ ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں درج ذیل

عنوانات موجود ہیں:

حضور نبی کریمؐ کا نور اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا، حضورؐ کے تولد شریف کے وقت قصر کسریٰ کے چوہہ کنگرے گر پڑے، آتش فارس بجھ گئی، نبی کریمؐ کا نسب شریف، حضورؐ دعوت ابراہیمؑ ہیں، حضورؐ بشارت عیسیٰؑ ہیں، حضورؐ خاتم الانبیاءؑ ہیں، حضورؐ افضل الرسل ہیں، حضورؐ نبی الانبیاءؑ ہیں، ان کی شریعتیں دراصل حضور کی شریعتیں ہیں، حضورؐ تمام جن و انس کے رسول ہیں، حضورؐ کافرشتوں کے لئے رحمت ہونا، حضورؐ تمام بنی آدم کے سردار ہیں، حضورؐ تمام مخلوقات کے لئے رحمت ہیں، حضورؐ کا مومنوں کے لئے رحمت ہونا، حضورؐ کا کفار کے لئے رحمت ہونا، حضورؐ کا بتائی و مساکین و بیوگان، بچوں، غلاموں، بہائم، پرندوں، حشرات الارض، حیوانات، نباتات اور جمادات کے لئے رحمت ہونا، حضورؐ کی خاطر اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کو پیدا کیا، حضورؐ کے تولد شریف سے پہلے یہود آپؐ کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے، حضورؐ شاہد اور بشیر و نذیر اور سراج منیر و نور ہیں، حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے کنایہ سے خطاب و یاد فرمایا بخلاف دیگر انبیاء کے کہ انہیں ان کے نام سے خطاب و یاد کیا، حضورؐ کا نام مبارک اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں طاعت و معصیت، فرائض و احکام، اور وعد و وعید کا ذکر کرتے وقت اپنے پاک نام کے ساتھ یاد فرمایا ہے، حضورؐ کے نام مبارک

کے ساتھ خطاب کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا حالانکہ دیگر امتیں اپنے اپنے نبیوں کو نام کے ساتھ خطاب کیا کرتی تھیں، حضورؐ کے سوا اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر کی زندگی کی قسم نہیں کھائی، حضورؐ کی ہدایت و رسالت پر اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے، حضورؐ کے قدموں کی برکت سے مکہ مکرمہ کو یہ اعزاز ملا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی، حضورؐ کی قدر و منزلت کو اللہ تعالیٰ نے بلند کیا ہے حتیٰ کہ عرش و فرش پر سب جگہ مشہور ہیں۔ حضورؐ پر اللہ تعالیٰ اور فرشتے درود بھیجتے رہتے ہیں، معجزہ معراج، معجزہ قرآن، معجزہ شق القمر اور دیگر معجزات رسالت کا بیان، حضورؐ کے فراق میں ستون حنّانہ رویا، حضورؐ کی انگلیوں سے چشمہ کی طرح پانی جاری ہوا، حضورؐ کی رسالت پر حجر و شجر نے شہادت دی، قرآن مجید تحریف و تبدیل سے محفوظ ہے برعکس کتب دیگر انبیاء، حضورؐ کا دین تمام دینوں پر غالب ہے۔ حضورؐ کے دین میں تشدد و سختی نہیں، حضورؐ کی امت خیر الامم ہے، حضورؐ سب سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے، نبی کریمؐ کی امت سب سے پہلے بہشت میں جائے گی، حضورؐ کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حوض کوثر عطا فرمائے گا، قیامت کے دن مقام محمود میں آپؐ گنگاروں کی شفاعت فرمائیں گے، حضورؐ خلیفہ مطلق و نائب کل حضرت باری تعالیٰ کے ہیں اور آخر میں درود و سلام ہے۔ ان سب عنوانات کے لئے آیات قرآنی کے حوالے موجود ہیں اور ان آیات کا ساتھ ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ اس ترجمہ کے بعد درود شریف دیا گیا ہے۔ پورا میلاد نامہ نثر میں ہے۔ ایک مختصر سا اقتباس نمونہ کے طور پر ملاحظہ فرمائیں :

”حضورؐ خاتم الانبیاء ہیں چنانچہ اللہ جل شانہ، ارشاد فرماتا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (پ ۲۲- اجزائے ۵)

ترجمہ: محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور میری سب نبیوں پر اور اللہ سب چیز جانتا ہے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَأَصْحَابِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَيْنَا سَلَامٌ كُلَّمَا ذَكَرَكَ وَذَكَرَهُ النَّاسُ وَغُفْلٌ عَنْ ذِكْرِكَ وَذِكْرِهِ النَّاسُ (۱۳۷)

پروفیسر توکلی کا معراج نامہ بعنوان ”معراج النبیؐ“ ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ (۱۳۸) اس کے آخر میں سلام ہے۔ معراج نامہ نثر میں ہے اور اس میں معراج شریف کے تمام معروف حالات و واقعات نہایت سلیس اور سادہ انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ مولانا توکلی کی تصانیف جدید تعلیم یافتہ اصحاب کی ذہنی ضرورت کے لئے لکھی گئی ہیں۔ اور ان میں سیدھے سادے انداز میں نبی کریمؐ کے میلاد و سیرت کے واقعات درج کئے ہیں۔ اس بیان میں انہوں نے تاریخ و سنین اور واقعات کو منطقی ترتیب کے ساتھ شرح اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس لحاظ سے ان کا میلاد نامہ و معراج نامہ اس دور کے میلاد ناموں میں ایک نمایاں مقام و اہمیت کے حامل ہیں۔

اس دور میں متذکرہ بالا میلاد نگاروں کے علاوہ کئی دوسرے میلاد نگاروں نے بھی سرکارِ دو عالم سے

اپنی وابستگی کے اظہار کے سلسلہ میں ترویج سیرت کے لئے میلاد نامے لکھے۔ محض طوالت کی وجہ سے ان سب کے فکری و فنی پہلوؤں پر سیر حاصل تبصرہ ممکن نہیں ہے تاہم ان کا مختصر تعارفی جائزہ درج ذیل ہے۔
مظہر الاسلام کا مولود مظہر الاسلام ۱۹۹۱ء میں مطبع بجنائی، دہلی سے چھپا۔ یہ نظم و نثر کے مخلوط بیان پر مشتمل ہے۔

حاجی قمر الدین بن نظام الدین نے معراج نامہ مع سرپائے رسول منظوم ۵۶ صفحات پر مشتمل ۱۹۰۶ء میں لکھا۔ اس کی طباعت نول کشور، لکھنؤ سے ہوئی۔

حافظ عبدالعزیز کا "میلاد شریف عزیزی" ۱۹۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ مصنف نے اس میں تاریخی واقعات کو قرآن و حدیث اور عقل و درایت سے اصول جرح و تعدیل کو مد نظر رکھ کر بیان کیا ہے۔ بیان میلاد میں ان کی عارفانہ شیخگی نے اسے روحانی تاثیر کا مرقع بنا دیا ہے۔

محمد یوسف کا میلاد نامہ مرادالمشتاقین فی فضائل سید المرسلین ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۹۰۹ء میں مطبع گلزار حسنی، بمبئی سے شائع ہوا۔

مولوی مجید الدین نے میلاد مجیدی ۱۹۱۰ء میں لکھا۔ یہ نظم و نثر کے ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ مطبع اکبری، آگرہ سے شائع ہوا۔

مولانا شاہ حسن میاں پھلواری نے میلاد الرسول ۱۹۱۰ء میں لکھا۔

مولوی عبدالرحمن ہزاروی کا میلاد نامہ بعنوان "صلوٰۃ الابرار علی النبی المختار" ۱۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۱۱ء میں کتب خانہ حنفیہ، محلہ گلے زریاں لاہور نے شائع کیا۔

سید شاہ محمد عبدالرحمن بنگوری نے "جنات السیر احوال سید البشیر" ۱۹۱۳ء میں لکھا جو حیدر آباد دکن سے چھپا۔

غلام شمیم بدایونی کا میلاد نامہ "سکینہ فی اخبار المدینہ" ۱۵۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۱۳ء میں اقبال پریس بدایوں سے شائع ہوا۔

عبدالوحید کا میلاد نامہ "سندکن الحق" نثر کے ۳۲۳ صفحات پر محیط ہے۔ ۱۹۱۵ء میں دہلی سے چھپا۔

محمد حبیب اللہ کا میلاد نامہ "سلطان الانبیاء اشرف المسلمین" ۱۹۱۵ء میں عثمانی پریس حیدر آباد دکن سے چھپا۔ یہ ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

ابوالخیر خیر اللہ کا میلاد نامہ "جلوہ طہور" شمس المطالع حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔

مشتاق احمد حسنی کا "مرقع رسول" ۱۹۱۵ء میں حیدر آباد دکن میں چھپا۔

سید ابوالیمان کا سچا میلاد شریف ۶۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۱۶ء میں اخبار پریس آگرہ سے شائع ہوا۔

سجاد مرزا بیگ دہلوی کا خطبہ در ذکر میلاد نظم و نثر کے ۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

معشوق علی خان کا ذکر معراج محمدی ۱۹۱۸ء میں انوار المطالع لکھنؤ سے شائع ہوا۔

عبدالروف شوق کی مثنوی "مرقع رحمت" بیان میلاد پر مبنی ہے۔

شمس العلماء خان بامرد نواب عزیز جنگ کا میلاد نامہ "تصویر نور منظوم" ۱۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ

۱۹۳۰ء میں عزیز المطالع حیدر آباد دکن سے طبع ہوا۔ اس میں سرپائے سید المرسلینؐ کے متعلق تقریباً چار سو اشعار مسدس کے انداز میں لکھے گئے ہیں۔

عبدالرحمن نے میلاد نامہ "حبیب المیلاد فی ذکر میلاد الحبیب" ۱۹۳۰ء میں لکھا، جو اعظم جہاں پریس حیدر آباد دکن میں چھپا۔

تصوف حسین واصف اکبر آبادی کا معراج نامہ ۱۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۳۰ء میں آگرہ اخبار پریس، آگرہ سے طبع ہوا۔

نواب مرزا برلاس کا میلاد نامہ "ذکر محمدی" ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی ۱۹۳۰ء میں خیر خواہ اسلام پریس، آگرہ میں طباعت ہوئی۔

حبیب حسین کا میلاد حبیب ۱۹۳۰ء میں ہندوستانی پریس، لکھنؤ سے شائع ہوا۔ یہ نظم و نثر کے بیان پر مشتمل ۵۳ صفحات پر محیط ہے۔

مولانا گل محمد خاں کا میلاد نامہ بعنوان "ذخیرہ العقیبات فی استجاب مجلس میلاد مصطفیٰ" مفید عام پریس، آگرہ سے شائع ہوا۔

ابوالبرکات بن منشی قادر علی کا رسالہ میلاد النبیؐ ۹۸ صفحات پر مشتمل ہے اسے ۱۹۳۱ء میں شیخ غلام علی برکت علی، تاجران کتب کشمیری بازار لاہور نے شائع کیا۔

رحمن علی خاں کا "طریقہ حسنہ" ۱۹۳۳ء میں نول کشور لکھنؤ سے چھپا۔

حافظ محمد حفیظ کا "میلاد شریف" رسول اکبر مع برکات شاہ ابرار" ۱۹۳۳ء میں آگرہ اخبار پریس، آگرہ نے شائع کیا۔ یہ عام کتابی سائز کے ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

قبل حسین نے ذکر میلاد مولد النبی القاسم" ۱۹۳۳ء میں لکھا۔

ابوالحسن حسن کا میلاد نامہ "انوار الانبیاء فی تفریح الازکیاء" ۱۹۳۳ء میں نول کشور، لکھنؤ سے طبع ہوا۔

منشی سجاد حسین اکبر آبادی نے "معراج النبیؐ" میں نظم و نثر کے مخلوط انداز میں معجزہ معراج کو بیان کیا ہے۔

یادور حسین نے "میلاد سرفرازی" ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ۱۹۲۵ء میں لکھا۔ اسے دفتر القاسم، دیوبند نے شائع کیا۔

صوفی اسلام اللہ اکبر آبادی کا معراج نامہ ۱۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۳۵ء میں کانت ہتھاری پریس، آگرہ سے چھپا۔

عظمت اللہ قادری کا مولود مکرم و صراط مستقیم ۱۰۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی ۱۹۳۵ء میں مکتبہ امجدیہ، حیدر آباد دکن سے طباعت ہوئی۔

مولانا نور الدین احمد کے میلاد منظوم کی اشاعت ۱۹۳۵ء میں ہوئی۔ یہ میلاد نامہ ۲۵ صفحات پر مشتمل ہے۔

سید عبدالحمید کا میلاد نامہ بعنوان "سرور عالم" ۶۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے دارالتصانیف، کپور تھلہ

نے ۱۹۲۷ء میں شائع کیا۔ اس میں ظہور قدسی سے وفات مبارکہ تک کے حالات اختصار سے مرقوم ہیں۔
شیخ الخطیب محمد مدنی کا ”سبحان المولود“ ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۹۲۷ء کا سلطان حسین اینڈ سنز
کراچی کا مطبوعہ ہے۔

عبد الشکور لکھنوی کا میلاد نامہ ”تحفہ عمریہ“ ۱۹۲۷ء میں دفتر انجم لکھنؤ سے شائع ہوا۔
حاجی محمد سعید بن عبد اللہ کا میلاد نامہ ”البیان فی سیرت النبی آخر الزمان“ ۱۹۲۹ء میں ثانی پریس لکھنؤ
سے چھپا۔

محمد شمس الدین صدیقی کا میلاد نامہ ”میاس میلاد النبی“ تین حصوں میں شائع ہوا۔ حصہ اول ’دوم‘
سوم بالترتیب ۱۹۲۷ء، ۱۹۲۸ء اور ۱۹۲۹ء میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوئے۔

۱۹۲۰ء اور ۱۹۳۰ء کے درمیان اعجاز احمدی (جلال الدین) حبیب خدا کی عیدی (شیر محمدوی) میلاد
مقبول (کیف المسلمی الامروی) تحفۃ الرسول (شاہ محمد معین الدین احمد فریدی آروی) مولود شریف جدید
(محمد قمر الدین) میلاد مطہر (حمید الدین حمید) ذکر میلاد مبارک (عبدالرحمن نگرانی) اور سرور کائنات (اولاد
علی) شائع ہوئے۔

محمد صالح کا میلاد نامہ ”منہاج القبول فی اواب رسول“ ۱۹۳۱ء میں حمایت اسلام پریس، لاہور نے شائع
کیا۔

مولانا ہادی علی خاں سیتاپوری کا میلاد مبارک نظم و نثر کے ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔
مولانا نبی بخش حلوانی کا غیر مطبوعہ ”میلاد شریف“ ۱۸۰ صفحات پر محیط ہے۔ ابوالنبیاء مولانا محمد باقر کا
میلاد شریف انجمن حزب الرحمن بصیر پور نے شائع کیا۔

قاضی محمد حبیب الحق کا غیر مطبوعہ ”میلاد النبی“ ۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔
مولانا محمد سراج الدین اجیری کا میلاد نامہ ”تحفہ سراج“ مطبع رضوی، دہلی سے شائع ہوا۔

محمد موسیٰ کا مولود ہمایوں ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں آپ کے ولادت مقدسہ سے ہجرت تک
کے واقعات کو ثقہ روایات کو مد نظر رکھ کر مرتب کیا گیا۔ اس کی ۱۹۳۲ء میں عہد آفریں پریس، حیدر آباد
دکن سے اشاعت ہوئی۔

محمد اوریس کاغذ حلوی کا میلاد نامہ ”ظہور خاتم الانبیاء و المرسلین“ ۱۹۳۳ء میں نول کشور، لکھنؤ سے
چھپا۔

عبدالرحمن شوق کا میلاد نامہ بنوان ”میلاد دین محمدی“ ۱۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے ۱۹۳۳ء میں
ملک دین محمد اینڈ سنز، لاہور نے شائع کیا۔

محمد عبدالقادر حسرت صدیقی کے مجموعہ ”زمزمہ محبت“ میں منظومات میلاد و معراج شامل ہیں۔ اس کی
۱۹۳۵ء میں دکن سے اشاعت ہوئی۔

عنایت علی مسرور کی منظوم سیرت بنوان ”کارنامہ اسلام“ مطبع نامی لکھنؤ سے ۱۹۳۵ء میں چھپی۔
نصیر الدین ہاشمی کا میلاد نامہ ”ذکر نبی“ ۱۹۳۵ء میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔ (۱۲۹) مولانا احمد علی

کا رسالہ ”تحفہ میلاد النبیؐ“ ۱۹۳۶ء میں انجمن خدام الدین لاہور نے شائع کیا۔
آغا رفیق بلند شہری کا میلاد نامہ بعنوان ”آفتاب رسالت“ نو ہزار بک ڈپو، دریا سنج، دہلی نے شائع کیا۔
اس کے بعد سیٹھ آدم جی عبداللہ، لاہور نے طبع کرایا۔

ملک فضل الدین نے ہزار بیڑ، دو ہزار بیڑ، گزار بیڑ کے عنوانات سے منظوم سیرتیں لکھیں۔ ان کی اشاعت ملک فضل الدین گگے زئی، کشمیری بازار، لاہور نے کی۔
سعید الدین عاصی کا میلاد نامہ بعنوان ”یادگار عاصہ“ ۹۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے ۱۹۳۵ء میں عباسی کتب خانہ، کراچی نے طبع کرایا۔

مولوی حفیظ الرحمن کا میلاد نامہ ”ذکر کرم“ نظم و نثر کے ۱۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۹۳۸ء میں فاروقی پریس، دہلی سے طبع ہوا۔

سید ممتاز حسین کا نور نامہ ”رسول مقبول“ ۶۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے ۱۹۳۸ء میں سلطان حسین اینڈ سنز، کراچی نے شائع کیا۔

خواجہ حبیب حسن کا ”زمانہ میلاد“ ۱۹۳۸ء میں صدیق بک ڈپو لکھنؤ نے شائع کیا۔ خواتین کی محافل میلاد میں مقبولیت کی بناء پر اس کے کئی ایڈیشن چھپے۔

سید چراغ علی طیش گورکھپوری کا منظوم میلاد نامہ بعنوان ”مولود طیش“ دو حصوں میں ۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے ۱۹۳۸ء میں ملک دین محمد اینڈ سنز، لاہور نے شائع کیا۔

اکبر علی نے میلاد النبیؐ کے موضوع پر تقاریر کا مجموعہ بعنوان ”ذکر الحبيب“ ۱۹۴۰ء میں مرتب کیا جو مطبع صحیفہ، حیدرآباد وکن سے شائع ہوا۔

عنایت علی بیگ کی ”رقعات احمدی“ اور ”رقعات محمدی“ نبی کریمؐ کے فضائل و شمائل کے بیان پر مشتمل مثنویاں ہیں۔

حشی عبدالحمید سحر نے ”ذکر ولادت“ میں آپؐ کی ولادت مبارکہ کے وقت محیر العقول واقعات اور فیوض و برکات کو نظم کیا ہے۔

مولوی حکیم مرتضیٰ نے ”نظم المعجزات نبویؐ“ کے نام سے آپؐ کے بڑے بڑے معجزات کو نظم کیا ہے۔

مولوی حفیظ اللہ نے ایک مثنوی میں معراج کے واقعات کی تفصیل بیان کی ہے۔ مولوی حفیظ اللہ، مولانا رستم علی کے مرید اور خلیفہ تھے۔

مولانا سید خالد علی شاہ، خلیفہ چوہڑ، راولپنڈی کا میلاد رسولؐ ۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی اشاعت کیمبل پور ملٹری پریس سے ہوئی۔

الیاس احمد مجیبی کا نیا میلاد ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۹۴۳ء میں دہلی سے چھپا۔
محمد بدرالحسن حسنی کا میلاد نامہ ”سید الاذکار یعنی میلاد احمد مختار“ ۷۶ صفحات پر مشتمل دہلی سے شائع ہوا۔

ابراہیم احمدی نے "خاتم النبیین" کے نام سے میلاد نامہ لکھا جو مکتبہ سلطانی، بمبئی سے شائع ہوا۔ ابراہیم احمدی، اسماعیل بیگ ہائی سکول بمبئی میں استاذ اسلامیات تھے۔

احمد سارنہوری کا میلاد نامہ بعنوان "ہلال یثرب" محمد یوسف خاں نے سارنہور سے شائع کیا۔ یہ نثر کے ۹۱ کتابی سائز کے صفحات پر مشتمل ہے۔

مولانا عبدالحق مجددی کے میلاد نامہ "ذکر میلاد صاحب لولاک" میں میلاد کے موضوع پر آیات قرآنیہ کی تفسیر بھی شامل کی گئی ہے۔

زاہد علی کا میلاد نامہ "تاریخی میلاد شریف" نظم و نثر سے مرصع ۱۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

اعجاز الحق قدوسی نے "سرایائے رسول" کے نام سے نبی کریمؐ کا حلیہ مبارک، لباس، اخلاق، عبادت اور سماجی تعلقات کو بیان کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۳۶ء میں مکتبہ قدوسی، حیدر آباد دکن سے اس کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ ان دنوں اسے مکتبہ فلاح انسانیت، لاہور نے شائع کیا ہے۔

فتی احمد علی خاں کا "میلاد احمد" ملک بشیر احمد، بک سکلرز اردو بازار، لاہور نے شائع کیا۔

سید نوروز علی کا مولود شریف حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔ یہ نظم و نثر کے ۷۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

مولانا وحید الزماں کا میلاد نامہ "محفل میلاد" بمبئی سے شائع ہوا۔ سید محمد خطیب مکہ مسجد، حیدر آباد دکن کا میلاد نامہ بعنوان "بیان الحمد فی ذکر ولادۃ المسعود" نظم و نثر کے ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ عزیز بھوپالی، موج لکھنؤی کے شاگرد تھے۔ ان کا منظوم میلاد نامہ بعنوان "میلاد شریف" ہے۔ (۱۳۰)

عبدالغفار دہلوی کا معراج نامہ بعنوان "معراج النبی" ۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے خطیب محمدی مسجد، کراچی نے شائع کیا۔

رحمان علی طیش کا "میلاد طیش" ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے اور عباسی کتب خانہ، کراچی کا شائع کردہ ہے۔

مولوی غلام غوث کا معراج نامہ "رحمت بھری کتاب" ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ ملک شاہ دین تاجر کتب، کشمیری بازار، لاہور نے شائع کیا۔

مولوی محمد عبدالرب دہلوی کا میلاد نامہ بعنوان "گلدستہ آسیہ" ۵۱ صفحات پر مشتمل ہے اور افضل المطابع، دہلی کا شائع کیا ہوا ہے۔

مولانا احتشام الحق تھانوی کا "مولود شریف منور منظوم" ۲۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔

مولانا ولایت حسین عارف کا "میلاد عارف" حفظ الرحمن امرہوی نے شائع کیا اور حافظ فیض اللہ بیگ کا میلاد نامہ "گلزار لقی کلاں" دو حصوں میں بمبئی پریس، آگرہ سے چھپا۔

مجموعہ ہشت ہشت، مجلس ذکر خیر ۱۹۹۰ء میں اور مولود بہار ولادت ۱۹۰۵ء میں مطبع مجبائی، دہلی سے شائع

دور جدید کے میلاد ناموں کا جائزہ (۲)

اس جائزہ میں ۱۹۹۱ء سے ۱۹۹۳ء تک کے میلاد نامے شامل ہیں۔ یہ میلاد ناموں کی کثرت و بہتات کا دور ہے۔ اس دور میں بھی نثری میلاد ناموں کی تعداد زیادہ ہے اور ان میں جا بجا شعری نکلے موجود ہیں۔ محافل میلاد کے حق میں اور رد میں بے شمار فتویٰ میلاد، میلادی روایات اور اثبات میلاد کے سلسلہ میں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اس امر کو مد نظر رکھتے ہوئے، اثبات میلاد کے سلسلہ میں قریباً ہر میلاد نگار نے فضائل محافل میلاد اور فضائل درود و سلام کو موضوع بنایا ہے۔

اس دور میں جدیدیت کی رو نے ادبوں، شاعروں، دانشوروں اور اہل علم و فضل کو فکری، سماجی، تہذیبی اور اخلاقی و مذہبی اصلاح کا کام کرنے کا شعور عطا کیا۔ اس زمانے کی برصغیر کی مختلف سیاسی، سماجی اور مذہبی تحریکوں نے بدلتے ہوئے حالات و نظریات اور افکار کی روشنی میں نئی شعیں روشن کیں۔ اس مقصدت اور اصلاح پسندی کے اجتماعی زندگی پر خوشگوار اثرات مرتب ہوئے۔

جدید علوم و فنون کی ترویج و ترقی کی بدولت مختلف نظریات کے پھیلنے کی وجہ سے میلاد نگاروں نے ان سب کا مثبت جواب دیا اور میلاد ناموں میں نبی کریمؐ کے اسوہ حسنہ اور تعلیمات و ارشادات میں تمام عین الاقوامی نظریات، مسائل اور تحریکوں کے زاویہ ہائے نظر کا شافی حل پیش کیا جو پوری کائنات میں امن و سکون اور خوشحالی کے پیام ہیں۔

اس دور کے میلاد ناموں میں استمداد و استفادہ اور شفاعت طلبی کا بیان پہلے کی نسبت زیادہ ہے۔ دراصل مسلمان تہذیبی، سیاسی اور اقتصادی طور پر پس ماندہ ہو گئے تھے۔ اس پس منظر میں ان مضامین کی کثرت کو مسلمانوں کے سوز و دروں سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

مسلمانوں کے لیڈروں نے کانگریس کے محدود، غیر اسلامی اور بت پرستانہ نظریات کے خلاف آواز اٹھائی اور مسلمانوں میں دوبارہ سیاسی اور تہذیبی عروج کے حصول کا جذبہ بیدار کیا۔ مذہبی و تہذیبی انفرادیت کا احساس بیدار کرنے میں مولانا حسن رضا خاں حسن، عطار اکبر آبادی، غلام محمد ہادی علی خاں، حافظ محمد انوار اللہ فضیلت جنگ، عبدالغفار بلخ، محمد رکن الدین الوری، عبدالخلیم شرر، گوہر رامپوری، علامہ راشد الخیری، عبدالرزاق ندوی، بیدم وارثی اور علامہ نور بخش توکلی وغیرہ نے اپنے میلاد ناموں سے بہت موثر اور سود مند کام لیا۔

معراج ایک ایسا معجزہ ہے جو اپنی حیثیت سے منفرد اور بے مثال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس انداز اور نوعیت کے معجزے نبی کریمؐ کی ذات ستوہ صفات سے متعلق ہیں، اس قسم کے کسی دوسرے نبی کو نصیب نہ ہو سکے۔ تمام میلاد نگاروں نے واقعہ معراج کو بیان کیا ہے۔ اس دور کے معراج ناموں میں حاجی رحیم

بخش، قاضی قلندر علی اور خواجہ محبوب عالم کے معراج نامے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس دور کے میلاد نگاروں میں حافظ محمود حسین نے اپنے منظوم بیان میلاد سے فکری اور فنی لحاظ سے شعری روایت کو آگے بڑھایا۔ مصصام الدین نے عربی اور فارسی کے بکثرت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ حافظ محمد امین نے نبی کریمؐ کے فضائل کو قرآن و حدیث کے دلائل سے بیان کیا ہے۔ محمد دولت خان نے بیان معراج میں آسمانوں اور عرش کی رونق اور ہماہمی کا نقشہ بڑے دلکش پیرایے میں کھینچا ہے۔ ان کا طرز اظہار متنوع اور رنگا رنگ کیفیات و تاثرات کا حامل ہے۔ مولانا حسن رضا خاں نے بیان معراج میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے ہیں اور اکثر جگہ پر فلسفیانہ انداز بیان بھی اختیار کیا ہے۔

عطار اکبر آبادی نے اپنے میلاد نامہ میں نبی کریمؐ کے معجزات کو روحانی و جسمانی لحاظ سے الگ الگ بیان کیا ہے۔ ان کے اسلوب میں جذبہ و جوش اور شیطنتی و سرشاری کے عناصر غالب ہیں۔ ان کے بیان میلاد میں قرآن و حدیث کے حوالے اور فارسی و عربی تراکیب بھی نظر آتی ہیں۔

حافظ عبدالجید نے بیان میلاد میں طرز استدلال اختیار کیا ہے۔ خواجہ حافظ علی کے اشعار میلاد میں سوز و گداز اور کیف و اثر کی وجہ سے ایک خاص انفرادیت کا احساس ہوتا ہے۔

محمد تقیین کانپوری نے بیان میلاد میں معتبر اور مستند روایات نہایت سلیس اور عمدہ زبان میں تحریر کی ہیں اور نیم خواندہ عوام کے روحانی جذبات کی تسکین کا وافر سامان مہیا کیا ہے۔ مولوی محمد انوار اللہ نے قرآن مجید، احادیث نبویؐ اور کتب سیرت سے نبی کریمؐ کے فضائل و معجزات کا ایک دلنواز مرقع تیار کیا ہے۔ مولوی محمد عظیم کے بیان میلاد میں ایجاز و اختصار، متانت و وقار اور سادگی و دلکشی پائی جاتی ہے۔ سید محب الحق نے صحت روایات کو مد نظر رکھا ہے۔ محمد رکن الدین الوری کا میلاد نامہ رطب و یابس سے پاک ہے اور بیان روایات میں حد اعتدال کو ملحوظ رکھا ہے۔

حسن علی خان نے مستند اور وقیح حوالوں سے واقعات اور روایات کو عام فہم انداز میں بیان کیا ہے۔ خواجہ تقی الدین مولود خواں کے میلاد نامے میں واقعات کی ترتیب کا فقدان ہے۔ قاضی ذکیر الدین نے بیان میلاد میں ہندی گیتوں کے انداز میں درود و سلام ہندو تہذیب و معاشرت کے اثرات کے تحت لکھا ہے۔

محمد جمیل الرحمن خان کے بیان میلاد میں ان کے سوز و جذبہ دروں کا بھرپور اظہار ملتا ہے۔ شاہد حسین خاں نے اوصاف و مقامات محمدیؐ کے بیان میں کہیں ضعیف روایات کا سہارا نہیں لیا اور نہ ہی شاعرانہ رو میں شریعت کی حدود سے متجاوز ہوئے ہیں۔

عبدالحلیم شرر کا انداز بیان تکلفتہ اور رواں ہے۔ انہوں نے بیان میلاد میں شاعرانہ تشبیہات و استعارات کو بکثرت استعمال کیا ہے۔ انوار اللہ نیچو کی منظومات میلاد میں زبان کی شیرینی اور بیان میں اثر و گداز ہے۔ گوہر رامپوری نے زبان زد عام سلام اور منظومات کو بھی شامل کیا ہے۔ ان کے لوری کے اشعار میں شعری لطافت اور فنی محاسن موجود ہیں۔ فدا حسین شاہ جمان پوری نے اپنے میلاد نامہ میں عبارات کے ساتھ ساتھ حوالہ جات نقل کر کے حتی الامکان مستند اور معتبر بنانے کی کوشش کی ہے۔ خواجہ احمد بخش اکبر آبادی نے عام روایتی انداز سے میلاد نامہ لکھا ہے اور اپنی بیان کردہ روایات کا کوئی ماخذ بیان نہیں کیا۔

مثنوی محمد احسن سخن بہاری کے اشعار میں سلاست و روانی اور بے ساختگی ہے۔ نیز اسلوب بیان کی ندرت اور مضامین کی صداقت اپنے مخصوص انداز سے ہر جگہ جلوہ گر ہے۔

سید دیدار علی نے صرف مستند اور ثقہ روایات کو بیان کیا ہے۔ ان کا میلاد نامہ علمی شان و وجاہت کا حامل ہے۔ عزیز لکھنوی کی کسمالی زبان کے علاوہ لکھنوی تہذیب کی متانت اور شائستگی کا جو ہر بھی ان کے میلاد نامے کی امتیازی شان ہے۔

راشد الخیری کا میلاد نامہ ”آمنہ کالال“ ہر لحاظ سے رطب و یابس سے پاک ہے اور زنانہ محافل میلاد میں پڑھنے کے لئے موزوں ہے۔ انہوں نے وضعی روایات سے پرہیز کیا ہے۔

غلام محمد عباس کے اشعار میلاد میں روانی اور ربط موجود ہے۔ شیخ ابراہیم نقشبندی کے اشعار میں تبلیغی جذبہ کا تاثر نمایاں ہے۔ نمل احمد علوی نے صحت روایات اور واقعت کو برقرار رکھا ہے۔ زبان کی سادگی و روانی کے اعتبار سے ان کی مثنوی ایک گر انقدر تصنیف ہے۔

عبدالرزاق ندوی کے طرز استدلال اور تحقیقی انداز سے مخاطب متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ انہوں نے اپنی آراء کے اثبات کے لئے جا بجا حوالوں سے کام لیا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی کے طرز استدلال اور سلاست کی بناء پر اثر پذیری کے عناصر ان کے اسلوب میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ بیدم وارثی کے میلادیہ اشعار اور سلاموں میں سوز و گداز کا وصف سامعین کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتا۔

محمد احسن گرامی نے صحت واقعات اور حقیقت بیانی پر بھرپور توجہ دی ہے۔ علامہ نور بخش توکلی نے بیان میلاد میں واقعات کو منطقی ترتیب کے ساتھ وضاحت و صراحت سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے تمام معروف حالات و واقعات کو سلیس اور سادہ انداز میں بیان کیا ہے۔ انہوں نے تمام دینی تصانیف جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی دینی ضروریات کو مد نظر رکھ کر تالیف کی ہیں۔

عصر حاضر کے میلاد نامے

(۱۹۲۸ء — ۱۹۹۰ء)

سوالوں باب

عصر حاضر کے میلاد نامے

۱۹۲۸ء ————— ۱۹۹۰ء

عصر حاضر کے میلاد نامے

(۱۹۳۸ء ————— ۱۹۹۵ء)

○ عصر حاضر کا سیاسی و سماجی پس منظر۔

○ محمد شفیع علی خاں اختر رضوی / محمد بدر الدین خاں / مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی / حافظ محمد اسحاق
 افسر صابری چشتی / عزیز الدین احمد قادری / مولوی عبدالستار جالندھری / مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی /
 خلیق احمد آرزو لکھنؤی / علامہ سیماب اکبر آبادی / مولانا اخلاق حسین / خواجہ محمد اکبر خاں وارثی / مولانا
 شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی / عزیز / خواجہ حسن نظامی / منشی محمد فضل الکریم فضل / مناعہ احسن گیلانی /
 صوفی امداد حسین نصرت / مولانا ابوالکلام آزاد / سید علی نقی / ابوالحسنات سید محمد احمد قادری / مفتی انتظام
 اللہ شبلی / فیض محمد قادری / غلام مصطفیٰ کوثر امجدی بلیاوی / سید حمید الدین احمد / مفتی غلام معین الدین
 ناصر الدین محمد / درد کاکوروی / سید ایوب احمد میر شاہ جہان پوری / احترام الدین شانگل / بہزاد لکھنؤی /
 صوفی محمد شریف غیرت قادری / عبدالغنی / احمد علی / میاں علی محمد خان چشتی نظامی فخری / خواجہ محمد شفیع
 دہلوی / حفیظ جالندھری / حافظ محمد رحیم دہلوی / مولانا محمد شفیع اوکاڑوی / ثار احمد محشر رسول ٹکری / علامہ
 سید احمد سعید کالمی / علامہ حامد الوارثی / اشفاق حسین قریشی / مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں / کوثر نیازی /
 سید محمود احمد رضوی۔

○ عصر حاضر کے میلاد ناموں کا جائزہ۔

○ میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ۔

عصر حاضر کا سیاسی و سماجی پس منظر

۱۹۴۷ء میں برصغیر کی تقسیم اور قیام پاکستان کی وجہ سے مسلمانوں کے سیاسی اور سماجی حالات نے پلٹا کھایا۔ غلامی کی زنجیریں کنیں۔ روایات کمن بدلیں۔ مسلم اکثریتی علاقوں میں مسلمانوں کے حق خود ارادیت کو عملی جامہ پہنانے میں ہندوستان کے مختلف علاقوں بالخصوص مشرقی پنجاب میں تقریباً سولہ لاکھ مسلمان مرد، عورتیں اور بچے شہید کر دیئے گئے۔ ان فسادات میں ایک کروڑ کے لگ بھگ مسلمان اپنے آبائی گھروں سے زبردستی نکالے گئے۔ اس انقلاب میں ہزاروں خاندان اجڑ گئے۔ مسلمانوں کو بے شمار دلخراش مناظر اور کرناک کیفیات سے دوچار ہونا پڑا۔ تقسیم ہندوستان کے بعد مسلمان دو حصوں میں بٹ گئے۔ بھارت کے مسلمانوں کو وہاں نت نئے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔

قیام پاکستان کے بعد قائد اعظم اور ان کے رفقاء کو سرحدوں کے غلط تعین، مہاجرین کی آمد، اٹالوں اور واجبات سے محرومی، فوجی ساز و سامان کی عدم دستیابی، نہری پانی کا مسئلہ، وسائل اور تجربہ کار عملے کی کمی، اقتصادی پس ماندگی، انتظامی مشکلات، مسئلہ کشمیر، بیرونی تجارت اور خارجہ تعلقات، دستور کی تشکیل اور عوام کے اعتماد کی بحالی جیسے کئی مسائل کا سامنا تھا۔

نئی مملکت پاکستان میں لاکھوں بے خانماں مہاجرین کی آباد کاری کے مسئلہ کو ہر چیز پر اولیت دی گئی۔ مہاجرین پورے ملک میں بکھر گئے تھے۔ اس انقلاب میں جہاں اور کئی نقصان ہوئے وہاں سماجی طور پر شریف اور رذیل کی شناخت بھی کم ہو گئی۔ کوئی کسی کو جانتا نہ تھا۔ متروکہ املاک کی الاٹمنٹ کے لئے سچے جھوٹے کلیم داخل ہوئے۔ متروکہ جائیدادوں کی خاطر دین و ایمان یکٹے لگے۔ مغرب زدہ افہان اور مادیت پرست انسان مختلف روپ دھار کر ایک دوسرے کو ورغلائے لگے۔

خواجہ ناظم الدین کے عہد وزارت مارچ ۱۹۵۲ء میں مجلس احرار نے قادیانیوں کے خلاف تحریک ختم نبوت کا آغاز کیا۔ ان دیگر مطالبات کے علاوہ سب سے اہم مطالبہ یہ تھا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے کیونکہ وہ نبی کریمؐ کی ختم نبوت کے منکر ہیں۔ یہ مطالبات مسلمانوں کے دل کی آواز تھے اس لئے پورے ملک میں اشتعال پیدا ہو گیا۔ حالات اس قدر بگڑے کہ ۶۔ مارچ ۱۹۵۳ء کو لاہور میں مارشل لاء نافذ کرنا پڑا۔

جمہوری روایات کے فقدان اور سیاسی شعور کی بیداری اس معیار کے مطابق نہ تھی جس سے سالمیت و استحکام پاکستان کی طرف بھرپور توجہ دی جاتی۔ مرکز اور صوبوں کے مابین تقسیم اختیارات کا مسئلہ شروع ہی سے باعث نزاع بنا رہا۔ ۱۹۵۵ء میں محمد علی بوگرہ کی وزارت عظمیٰ کے دوران آئین کی تیاری کا کام بڑی حد تک مکمل ہو گیا تھا۔ وحدت مغربی پاکستان کا اصول بھی طے کر لیا گیا تھا مگر یہ معاملات علاقائیت پرستی، نسلی

تصنعات اور لسانی اختلاف و نزاع کا شکار ہو کر رہ گئے۔ مشرقی پاکستان میں سیاسی حالات تیزی سے بگڑ رہے تھے۔ ملک کا برسر اقتدار طبقہ عوام کا اعتماد کھو چکا تھا۔ روزنی وزارتوں کے بننے اور ٹوٹنے سے بین الاقوامی سطح پر پاکستان کا وقار بھروسہ ہو رہا تھا۔

اکتوبر ۱۹۵۸ء میں بری فوج کے سربراہ محمد ایوب خان نے مارشل لاء نافذ کر دیا۔ مسئلہ کشمیر، شہری پانی کا مسئلہ اور سماجی برائیوں کی تباہ کاری جیسے قومی مسائل ابھی حل طلب تھے۔ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے نظم و

نظم کی اصلاح، توجیہ کندوزی، چور بازاری اور سنگٹک کے افساد، سماجی برائیوں کی تباہ کاری اور زرعی اصلاحات کے سلسلہ میں ٹھوس اقدامات کئے۔ عائلی قوانین کا نفاذ، دارالحکومت کی تبدیلی، بنیادی جمہوریت کا نظام، میثاق استنبول (آر۔ سی۔ ڈی)، شہری پانی کا تصفیہ اور آئین کمیشن کا تقرر جیسے امور اس دور کے شاندار کارنامے ہیں۔ ستمبر ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ کے بعد عوامی تحریک کا آغاز ہوا۔ ایوب خان نے ۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء کو اقتدار سنبھالی اور مارشل لاء نافذ کر کے یکم اپریل ۱۹۷۰ء کو دن پونٹ توڑ کر پرانے صوبے بحال کر دیئے۔

۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں شیخ مجیب الرحمن اور ذوالفقار علی بھٹو میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ سول نافرمانی کی تحریک اور پاک بھارت جنگ ۱۹۷۱ء کے بعد سنبھالی خان کے اقتدار کا خاتمہ ہوا۔ جنگ ۱۹۷۱ء کے نتیجے میں سقوط مشرقی پاکستان کی وجہ سے پوری قوم غم زورہ اور اشکبار تھی۔ اس وقت ذوالفقار علی بھٹو نے بحیثیت صدر پاکستان عمران حکومت سنبھالی۔ سقوط ڈھاکہ کی وجہ سے عوام میں مایوسی، نوے ہزار فوجی قیدیوں کا مسئلہ، روس کی شہ پر پاکستان کے خلاف افغانستان کا شدید معاندانہ پروپیگنڈا اور شکست خوردہ قوم میں اعتماد کی بحالی جیسی مشکلات پیش آئیں۔ اسلامی سربراہی کانفرنس ۱۹۷۳ء لاہور میں منعقد ہوئی۔ اس میں ۲۵ ممالک کے سربراہوں اور ۱۳ ممالک کے نمائندوں نے شمولیت کی۔ اس کا مقصد اسلامی ممالک کے ہلاک کی تکفیل تھا تاکہ تمام مسلمان مستقبل کی اقتصادی، دفاعی اور سماجی منصوبہ بندی کر سکیں۔ مسلم ہلاک بنانے کے سلسلے میں یہودی لابی بھٹو کی دشمن بن گئی۔

قادیانی مسئلہ کا حل ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کا ایسا شہری کارنامہ ہے جسے پاکستان کی تاریخ میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو نے عوامی نمائندہ ہونے کا بھرپور ثبوت دیا اور قومی اسمبلی کے جملہ ارکان کو اپنے ضمیر کے مطابق ۹۰ سالہ قادیانی فتنہ پر آزادانہ رائے دینے کی اجازت دی۔ قومی اسمبلی نے اپنے آپ کو ایک خصوصی کمیٹی میں تبدیل کر دیا۔ قادیانی فرقے کے سربراہ مرزا ناصر احمد اور لاہوری پارٹی کے سربراہ کے بیانات قومی اسمبلی کے ارکان نے خود سنے۔ ان سے وضاحتیں طلب کیں اس طرح کافی غور و خوض کے بعد ۷ ستمبر ۱۹۷۳ء کو قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ اسی شام سینٹ نے قومی اسمبلی کے فیصلے کی توثیق کر دی اور صدر مملکت فضل الہی چوہدری نے بھی دستخط کر دیئے۔ اس طرح یہ دیرینہ فتنہ اپنے انجام کو پہنچا۔

۷ مارچ ۱۹۷۷ء کے عام انتخابات کے نتائج کو قومی محاذ نے قبول نہ کیا اور ملک بھر میں بد امنی اور انتشار پیدا کر دیا۔ چیف آف آرمی سٹاف جنرل ضیاء الحق نے ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو ملک میں مارشل لاء نافذ

تعضبات اور لسانی اختلاف و نزاع کا شکار ہو کر رہ گئے۔ مشرقی پاکستان میں سیاسی حالات تیزی سے بگڑ رہے تھے۔ ملک کا برسر اقتدار طبقہ عوام کا اعتماد کھو چکا تھا۔ روزنی وزارتوں کے بننے اور ٹوٹنے سے بین الاقوامی سطح پر پاکستان کا وقار مجروح ہو رہا تھا۔

اکتوبر ۱۹۵۸ء میں بری فوج کے سربراہ محمد ایوب خان نے مارشل لاء نافذ کر دیا۔ مسئلہ کشمیر، تھری پانی کا مسئلہ اور سماجیوں کی آباد کاری جیسے قومی مسائل ابھی حل طلب تھے۔ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے نظم و نسق کی اصلاح، ذخیرہ اندوزی، چور بازاری اور سرنگنگ کے انسداد، سماجیوں کی آباد کاری اور زرعی اصلاحات کے سلسلہ میں ٹھوس اقدامات کئے۔ عاقلی قوانین کا نفاذ، دارالحکومت کی تبدیلی، بنیادی جمہوریت کا نظام، میثاق استنبول (آر۔ سی۔ ڈی)، تھری پانی کا تصفیہ اور آئین کمیشن کا تقرر جیسے امور اس دور کے شاندار کارنامے ہیں۔ ستمبر ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ کے بعد عوامی تحریک کا آغاز ہوا۔ ایوب خان نے ۲۵۔ مارچ ۱۹۶۹ء کو اقتدار سنبھالی۔ کئی خان نے مارشل لاء نافذ کر کے یکم اپریل ۱۹۷۰ء کو ون یونٹ توڑ کر پرانے صوبے بحال کر دیئے۔

۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں شیخ مجیب الرحمن اور ذوالفقار علی بھٹو میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ سول تفریق کی تحریک اور پاک بھارت جنگ ۱۹۷۱ء کے بعد سبھی خان کے اقتدار کا خاتمہ ہوا۔ جنگ ۱۹۷۱ء کے نتیجے میں سقوط مشرقی پاکستان کی وجہ سے پوری قوم غم زدہ اور اٹکلبار تھی۔ اس وقت ذوالفقار علی بھٹو نے بحیثیت صدر پاکستان عمران حکومت سنبھالی۔ سقوط ڈھاکہ کی وجہ سے عوام میں مایوسی، نوے ہزار فوجی قیدیوں کا مسئلہ، روس کی شہ پر پاکستان کے خلاف افغانستان کا شدید معاندانہ پروپیگنڈا اور شکست خوردہ قوم میں اعتماد کی بحالی جیسی مشکلات پیش آئیں۔ اسلامی سربراہی کانفرنس ۱۹۷۳ء لاہور میں منعقد ہوئی۔ اس میں ۲۵ ممالک کے سربراہوں اور ۱۳ ممالک کے نمائندوں نے شمولیت کی۔ اس کا مقصد اسلامی ممالک کے ہلاک کی تشکیل تھا تاکہ تمام مسلمان مستقبل کی اقتصادی، دفاعی اور سماجی منصوبہ بندی کر سکیں۔ مسلم بلاک بنانے کے سلسلے میں یہودی لابی بھٹو کی دشمن بن گئی۔

قادیانی مسئلہ کا حل ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کا ایسا تھری کارنامہ ہے جسے پاکستان کی تاریخ میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو نے عوامی نمائندہ ہونے کا بھرپور ثبوت دیا اور قومی اسمبلی کے جملہ ارکان کو اپنے ضمیر کے مطابق ۹۰ سالہ قادیانی فتنہ پر آزادانہ رائے دینے کی اجازت دی۔ قومی اسمبلی نے اپنے آپ کو ایک خصوصی کمیٹی میں تبدیل کر دیا۔ قادیانی فرقے کے سربراہ مرزا ناصر احمد اور لاہوری پارٹی کے سربراہ کے بیانات قومی اسمبلی کے ارکان نے خود سنے۔ ان سے وضاحتیں طلب کیں اس طرح کافی غور و خوض کے بعد ۷۔ ستمبر ۱۹۷۳ء کو قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ اسی شام سینیٹ نے قومی اسمبلی کے فیصلہ کی توثیق کر دی اور صدر مملکت فضل الہی چوہدری نے بھی دستخط کر دیئے۔ اس طرح یہ دیرینہ فتنہ اپنے انجام کو پہنچا۔

۷۔ مارچ ۱۹۷۷ء کے عام انتخابات کے نتائج کو قومی محاذ نے قبول نہ کیا اور ملک بھر میں بد امنی اور انتشار پیدا کر دیا۔ چیف آف آرمی سٹاف جنرل ضیاء الحق نے ۵۔ جولائی ۱۹۷۷ء کو ملک میں مارشل لاء نافذ

کر کے نظم و نسق اپنے کنٹرول میں لے لیا۔ دسمبر ۱۹۷۹ء میں روس نے فوجی مداخلت سے باہرک کارل کو اقتدار سونپا۔ کارل انتظامیہ نے مخالفین کو کچلنے کے لئے روسی فوج کو استعمال کیا جس کی وجہ سے تیس لاکھ سے زائد افغان باشندے پناہ حاصل کرنے پاکستان چلے آئے۔ یہ افغان باشندے ملک بھر میں پھیل گئے۔ ان میں کچھ روسی تخریب کار بھی تھے جس کی وجہ سے پورے ملک میں بموں کے دھماکے، اغواء، ناجائز اسلحہ کی خرید و فروخت، رزنی اور لاقانونیت کے واقعات عام ہونے لگے۔ جنرل ضیاء الحق ۷۱۔ اگست ۱۹۸۸ء تک حکمران رہے۔ ان کے بعد بے نظیر بھٹو ۷۲۔ دسمبر ۱۹۸۸ء کو وزیراعظم بنیں۔ مرکز اور صوبہ پنجاب کے اختلافات کی وجہ سے ان کا دور اسی کشمکش میں گذر گیا۔ دوبارہ عام انتخابات میں نواز شریف وزیراعظم بنائے گئے۔

پاکستان کی ادبی تاریخ مرتب کرتے ہوئے متذکرہ بالا سیاسی واقعات کے علاوہ یہ حقیقت بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ پاکستان ایک مخلوط ثقافتی ملک ہے۔ اس کے مختلف علاقوں میں نسلی، رسم و رواج، طرزبود و باش، لباس اور زبان میں بھی بہت فرق ہے لیکن یہاں کے تمام مسلمان توحید و رسالت پر کامل ایمان کی وجہ سے آپس میں متحد ہیں۔ اس لحاظ سے اسلام اس تمام ثقافتی ورثے کا منبع ہے۔ زبان و ادب کے لحاظ سے پاکستان کی سرکاری زبان اردو ہے جو پورے ملک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ علاقائی زبانوں میں پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی، بروہی اور سرائیکی وغیرہ شامل ہیں۔ ان تمام زبانوں میں قیام پاکستان کے بعد علمی و ادبی کام ہوا۔ ملکی سطح پر کھیل، ثقافتی شو، میلے اور عرس ملکی ثقافت کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ عرسوں کے اجتماعات میں اکثر و بیشتر مذہبی جوش و خروش اور خلوص و حقیقت مندی کے جذبہ کی بجائے عام ملیں ٹیلیوں کا سادگ پیدا ہو گیا ہے۔ اسلامی اقدار جدید ماویت کے پنجہ استبداد کی مضبوط گرفت کی بناء پر دم توڑ رہی ہیں۔ جدید علوم کی ترقی نے مثبت نتائج دینے کی بجائے انسانوں کو خود غرض، اقربا پرور اور ماہ پرست بنا دیا ہے۔ روحانیت کا جذبہ مفقود ہو رہا ہے۔ فحش لٹریچر اور عالمی ذرائع ابلاغ کی وجہ سے اخلاقی بے راہ روی کے واقعات میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ لوگ جائز اور ناجائز ذرائع سے دولت کے حصول میں کوشاں ہیں۔ بناوٹ، تصنع اور فیشن شہری زندگی کا معمول بن چکے ہیں۔ اونچے طبقہ کے لوگ اپنی آمدنی قیش اور غیر ضروری اشیاء پر صرف کر رہے ہیں۔ بڑے شہروں میں مذہبی تعلیم کی کمی اور اجتماعی زندگی کا فقدان ہے۔ جدید رہائشی علاقوں کے مکینوں میں ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے کا بہت کم احساس باقی رہ گیا ہے۔ آشوب زمانہ کے ان حالات سے ستایا ہوا انسان سکون کی تلاش میں رحمتہ للعالمین کے در پر آ گیا ہے۔ ان جدید تقاضوں کو مد نظر رکھ کر میلاد ناموں اور سیرتی ادب میں اسلامی اقدار کو پر خلوص جذبات کی آنچ سے پگھلا کر قلب و نظر کی اصلاح کا سامان مہیا کیا جا رہا ہے۔

بھارت میں موجود مسلمان نامساعد حالات کے باوجود ہندوؤں، سکھوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کے مقابلے میں اپنے مذہب، تہذیب اور تمدن کی محافظت کے لئے پورے خلوص سے کوشاں ہیں۔ اسلام کی تعلیمات اور نبی کریم سے ان کی وابستگی برقرار ہے۔ ہندوؤں کے مظالم کی داستان بہت طویل ہے۔ اب تک سینکڑوں مسلمان ہندو غنڈوں کے ہاتھوں مسلم کش فسادات میں شہید ہو چکے ہیں۔ عدم استحکام

فرق وارانہ فسادات اور اقتصادی بدحالی کی وجہ سے وہاں کے مسلمان اپنے دینی عقائد میں پہلے سے بھی زیادہ راسخ ہو گئے ہیں۔

قیام پاکستان کے وقت بیشتر ماجرین اپنا علمی، ادبی اور مذہبی سرمایہ ہندوستان چھوڑ آئے۔ پاکستان میں میلاد ناموں کی مجلسی ضرورت کے تحت اشاعتوں کا اہتمام ہوا۔ نئے میلاد نامے لکھے گئے اور چند پرانے میلاد نامے مثلاً مولود شہید اور میلاد اکبر وغیرہ دوبارہ شائع ہوئے۔ اس دور کے بیشتر میلاد نامے علوم جدیدہ اور نئے احوال و مسائل کو مد نظر رکھ کر مرتب کئے گئے۔ نیز آپ کے دیگر پہلوؤں 'معجزات'، 'شائل و خصائل اور حلیہ مبارک وغیرہ پر الگ تصانیف منظر عام پر آئیں۔ نبی کریمؐ کی ذات اقدس مسلمانوں کے لئے عزیز ترین متاع حیات ہے۔ اس لئے اس باب میں بلا تخصیص پاک و ہند کے میلاد ناموں کا جائزہ شامل ہے۔ لیکن اس جائزے سے پہلے یہ بات جان لینا چاہئے کہ اس دور سے قبل اردو نعت کے سلسلے میں امیر مینائی، علامہ اقبال، محسن کاکوروی اور مولانا ظفر علی خاں جیسے نعت گو شعراء نعت کو ایک نیا رخ دینے کے لئے اس کے بیشتر امکانات کھنگال چکے ہیں۔ اب نعت زلف و کملی کی مدح سرائی سے آگے بڑھ چکی ہے اور اسے امت کے مسائل کے حل کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس طرح اب صرف روایت کا دور ختم ہو چکا ہے اور روایت کے ساتھ ساتھ درایت و تعقل پسندی بھی آگئی ہے۔ سیرت میں مولانا شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی وغیرہ ایسا تجربہ کر چکے ہیں جس کے بعد سیرت کے سلسلے میں بھی تحقیق نے اہمیت حاصل کر لی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان سب امور نے میلاد نگار حضرات کو بھی متاثر کیا جس کی واضح جھلکیاں ہمیں زیر نظر دور کے میلاد ناموں میں نظر آتی ہیں۔

محمد شفیع علی خاں اختر رضوی (م ۱۹۳۸ء)

مولانا حافظ محمد شفیع علی خاں اختر رضوی کی زندگی میں خاندانی روایات کا پورا عمل دخل رہا ہے۔ ان کی تحریروں میں زہد و ورع کا رنگ نمایاں ہے۔ ان کا میلاد نامہ "نور القلوب فی ذکر الحبوب" ۱۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ میلاد نامہ نثر میں ہے لیکن کہیں کہیں منقومات بھی شامل کی گئی ہیں۔

اس کی ترتیب مضامین میں سب سے پہلے 'تلقین نماز' حضرت عمر فاروقؓ کا ایمان لانا، حکایت چرواہا اور حضرت موسیٰؑ شامل کی گئی ہیں۔ اس کے بعد برکات میلاد، مختلف معجزات رسالت، نور نبویؐ کی برکات، بیان پیدائش، بیان معراج شریف، مناجات، نعتیہ کلام، مناقب اصحاب کبارؓ اور سلام بخضر سید خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوانات ہیں۔

مصنف نے قرآن و حدیث کے علاوہ دیگر مستند کتابوں کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ ان کی میلاد نامہ منقومات میں حضورؐ کی مدح میں طرح طرح کے مضامین بیان ہوئے ہیں۔ نبی کریمؐ کے جمال معنوی پر فدائیت کا یہ عالم ہے کہ ذکر حبیبؐ جہاں بھی آتا ہے تو آپؐ کی صفات اس کے دل و دماغ میں روشن ہو جاتی ہیں۔ خلوص کا یہ عالم ہے کہ کلام کی اثر آفرینی ہر جگہ موجود ہے۔ چند ایک منقومات سے اشعار درج ذیل ہیں:

غیر ممکن ہے صفت حضرت رسول اللہؐ کی

جب کہ خالق خود کرے مدحت رسول اللہ کی
روز محشر جمع ہوں گے اولین و آخرین
تب دکھائے گا خدا عزت رسول اللہ کی
کچھ بشر پر ہی نہیں موقوف کل خلق خدا
کرتی ہے صبح و سادحت رسول اللہ کی
(۱)

جان نکلے مرے مولا یاد محمدی میں
لب پر ہو نام تیرا دم الفت نبی میں
عشق محمدی میں پیشک فنا بقا ہے
یا رب تیرے صدقے کرنا فنا اسی میں
(۲)

ماند ہو جائیں ابھی شمس و قمر
رخ سے گر برقع اٹھا کر دیکھ لو
ہو گئے میرے گناہ حد سے فزوں
اے شفیع روز محشر دیکھ لو
یا نبی فرقت زدوں کا حال راز
پردہ دوری اٹھا کر دیکھ لو
(۳)

مصنف نے چرواہا اور حضرت موسیٰ کی حکایت بیان کرنے کے بعد مقام محبت کی وضاحت کر کے چند
اولیاء اللہ کے صبر و استقامت کے احوال بھی قلمبند کئے ہیں۔ نمونہ کے طور پر ایک اقتباس درج ذیل ہے:

”حضرت سمیل بن عبداللہ تستری سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب محبت کو
پیدا کیا۔ چار ہزار برس عرش کے نیچے گریہ و نالائی رہی کہ اے پروردگار عالم تو نے ہر
ایک چیز کے واسطے ایک مقام مقرر فرمایا ہے مجھ کو نہیں معلوم کہ میرا مقام کس جگہ
ہے ارشاد ہوا کہ تیرا مقام میرے عاشقان خاص کا دل ہے۔ اس نے عرض کیا الہی
تیرے بندے میرے تحمل کی طاقت نہ لاسکیں گے۔ خطاب ہوا کہ وہ میرے بندے
ایسے ہیں کہ اگر آسمان کی بلا اور غم ان کے سر پر گرے تو بھی راہ طلب سے قدم نہ
اٹھائیں گے تو اسی مقام پر موافق طرف اور حوصلہ ہر طالب کے لذت و حلاوت بخشتے
رہتا۔

حضرت ابراہیم اوہم کو دیکھئے کہ جس وقت عشق نبوی نے جوش مارا بادشاہت
چھوڑ کر فقیری اختیار کر لی ایک مرتبہ دریا کے کنارے بیٹھے اپنی گدڑی سی رہے تھے

ایک شخص جو بادشاہت کے زمانے میں آپ کا ملازم رہ چکا تھا آیا اور طہریہ کہنے لگا کہ اے بادشاہ اس فقیری کو کیا بھڑ سمجھا کہ آج اپنی گدڑی سی رہے ہو کاش آج بادشاہ ہوتے تو شاہی لباس پہنتے اور ہر کام اشارہ کرتے فوراً ہو جاتا، افسوس ایک وقت ہے کہ کوئی پرسان حال نہیں۔ یہ کلمات سن کر آپ کو جلال آگیا۔ سوئی دریا میں پھینک دی اور دریائی جانوروں کو اشارہ کیا۔ سب ایک ایک سونے کی سوئی لے کر حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ ان کو کیا کروں۔ یہ نہیں چاہتا میری سوئی لا کر دو ایک مچھلی نے غوطہ مارا اور فوراً آپ کی سوئی لا کر دی۔ طعنہ زن سے فرمایا دیکھا تو نے پہلے صرف آدمیوں پر حکومت تھی جو میری سلطنت میں تھے اور یہ طفیل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسان تو انسان سنگ و حجر الغرض اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی اس جہان میں پیدا کیا ہے جس سے جو کام چاہوں کرا لیتا ہوں۔ آپ کے فرمانے کا اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ صدق دل سے غلام ہو گیا اور آپ ہی کے ساتھ رہنے لگا۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

ہر کرا جامہ ز عشق چاک شد
او ز حرص و عیب کلی پاک شد

(۴)

اختر رضوی کے دل و دماغ کی صلاحیتیں ان کی نثر سے بھی ظاہر ہوتی ہیں۔ بیان معراج کی ابتداء میں ہی ایسا ساٹا ساٹا 'زبان کی سلاست' روانی اور موسیقیت کا باندھتے ہیں کہ جو سمجھ کر پڑھتا ہے، سردھنتا ہے اور جو سمجھ کر نہیں پڑھتا وہ بھی لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ مطالب و محاسن کو پوری طرح سمجھنے کے لئے ذہنی معلومات کی استعداد ضروری ہے۔ انہوں نے الفاظ کی نشست، محل استعمال، مضمون سے ان کی مناسبت کی دلپذیر صورتیں پیدا کر کے تخیل کے لئے بے پایاں وسعت کا سامان کیا۔ اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

”سبحان اللہ سبک سے سبک تک ایک غلغلہ شادمانی و ططنہ کامرانی بلند ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ اپنی قسمت پر شاداں و خورشند زمین و آسمان کے حضور سر جھکا دے کہ آج تو جلوہ گاہ شاہی ہے۔ آسمان زمین کے قریبان کہ تیرے گھر سے یہ دولت پائی ہے۔ زمین آسمان پر پاؤں نہیں دھرتی۔ آسمان کی چوٹی عرش سے باتیں کرتی خوشی کی گڑیاں منانے والو دوست شاد و دشمن پامال، ہاں کدھر ہیں۔ سرکار کے عالی جاہ و بلند اقبالی کو“ جلد حاضر آئیں۔ پھولوں کی کشمیاں نذر لائیں۔ گلزار شریعت کو داہنے ہاتھ کو جو فاسجد کی ہری کیاری ہے اس کے بھینے پھولوں سے طرہ بنائیں۔ گلستان طریقت میں خلق عظیم، جو مسکتا تختہ ہے اس کی مسکتی کلیوں سے ہار گوندھیں و ولعنا لک ذکورک کا جھلکتا سرا بدلنا، فوق الہدیہم کا جھلکتا گجرا دل و جان نثار بصلون علی النبی کی نچھاور

ایک شخص جو بادشاہت کے زمانے میں آپ کا ملازم رہ چکا تھا آیا اور طہیہ کہنے لگا کہ اے بادشاہ اس فقیری کو کیا بستر سمجھا کہ آج اپنی گدڑی سی رہے ہو کاش آج بادشاہ ہوتے تو شاہی لباس پہنتے اور ہر کام اشارہ کرتے فوراً ہو جاتا، افسوس ایک وقت ہے کہ کوئی پرسان حال نہیں۔ یہ کلمات سن کر آپ کو جلال آگیا۔ سوئی دریا میں پھینک دی اور دریائی جانوروں کو اشارہ کیا۔ سب ایک ایک سونے کی سوئی لے کر حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ ان کو کیا کروں۔ یہ نہیں چاہتا میری سوئی لا کر دو ایک مچھلی نے غوطہ مارا اور فوراً آپ کی سوئی لا کر دی۔ طعتہ زن سے فرمایا دیکھا تو نے پہلے صرف آدمیوں پر حکومت تھی جو میری سلطنت میں تھے اور یہ طفیل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسان تو انسان سنگ و حجر الغرض اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی اس جہان میں پیدا کیا ہے جس سے جو کام چاہوں کرا لیتا ہوں۔ آپ کے فرمانے کا اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ صدق دل سے غلام ہو گیا اور آپ ہی کے ساتھ رہنے لگا۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

ہر کرا جامہ ز عشق چاک شد
او ز حرص و عیب کلی پاک شد
(۴)

اختر رضوی کے دل و دماغ کی صلاحیتیں ان کی نثر سے بھی ظاہر ہوتی ہیں۔ بیان معراج کی ابتداء میں ہی ایسا سانا ساں، زبان کی سلاست، روانی اور موسیقیت کا باندھتے ہیں کہ جو سمجھ کر پڑھتا ہے، سردھننا ہے اور جو سمجھ کر نہیں پڑھتا وہ بھی لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ مطالب و محامن کو پوری طرح سمجھنے کے لئے ذہنی معلومات کی استعداد ضروری ہے۔ انہوں نے الفاظ کی نشست، محل استعمال، مضمون سے ان کی مناسبت کی دلپذیر صورتیں پیدا کر کے تخیل کے لئے بے پایاں وسعت کا سامان کیا۔ اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

”سبحان اللہ سمک سے ساک تک ایک غلظہ شامانی و طنطنہ کامرانی بلند ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ اپنی قسمت پر شاداں و خورشید زمین و آسمان کے حضور سر جھکا دے کہ آج تو جلوہ گاہ شاہی ہے۔ آسمان زمین کے قریان کہ تیرے گھر سے یہ دولت پائی ہے۔ زمین آسمان پر پاؤں نہیں دھرتی۔ آسمان کی چوٹی عرش سے باتیں کرتی خوشی کی گھڑیاں مٹانے والو دوست شاد دشمن پامال، ہاں کدھر ہیں۔ سرکار کے عالی جاہ و بلند اقبالی کو“ جلد حاضر آئیں۔ پھولوں کی کشتیاں نذر لائیں۔ گلزار شریعت کو داہنے ہاتھ کو جو قاصد کی ہری کیاری ہے اس کے بھینے پھولوں سے طرہ بنائیں۔ گلستان طریقت میں غلق عظیم، جو مسکتا تحفہ ہے اس کی مسکتی کلیوں سے ہار گوندھیں و ولعنا لک ذکورک کا جھلکتا سرا بدلانہ فوق اہلبہم کا جھلکتا گجرا دل و جان نثار بصلون علی النبی کی نچھاور

کچھ عجیب بڑھتی دولت ہے کہ ایک اٹھاتے ہیں دس پاتے ہیں۔ فقیروں کی چاندی ہے۔ غنی کی برکت ہے۔ ہاں خدا کو سجود، نبی پر درود، مداح کو جنت، جنت کو امت، امت کو شفاعت، شفاعت کو وجاہت، فقیروں کو ثروت، ذیلیوں کو عزت، ضعیفوں کو قوت، آنکھوں کو نور، دل کو سرور، مجھ جیسے بے دست کو لطف حضور کہ اب وہ سانی گھڑی خیر سے آتی ہے کہ دارین کے دولہا کو شہستان والا سے مسجد اعلیٰ، مسجد اعلیٰ سے مقصد بالا تک لے جائیں گے۔ پائے سکہ سے تاج سماک، فرش خاک سے عرش پاک تک سبحان النبی اسری بعبہ کا ڈنکا بجائیں گے۔“ (۵)

اختر رضوی کے بیان میلاد و معراج میں ان کی نظم و نثر میں شدت احساس کے ساتھ قلبی خلوص اور جذب و کیف موجزن ہے۔ انہیں فن اور زبان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ علمی حوالوں کی کثرت سے بسا اوقات رکاوٹ فطری بہاؤ کو مدغم کر دیتی ہے مگر ان کی تحریریں ایسی کسی وقت یا مشکل سے دوچار نظر نہیں آتیں۔ بیان شروع سے آخر تک یکساں بہاؤ اور موثر انداز میں جاری و ساری نظر آتا ہے۔ عصر جدید میں میلاد ناموں نے ایک ثقافتی و دینی تحریک کی حیثیت حاصل کر لی۔ یہ چلتی پھرتی درس گاہیں، تبلیغ دین، حضور کے میلاد و سیرت کی اشاعت، تعمیر و تکمیل کردار، مذہبی تقدس و پاکیزگی، اور زبان کی بالواسطہ ترویج و تشریح کا ذریعہ ثابت ہوئیں۔ میلادیہ منظومات پر مستند شخصیات شعر و ادب نے بھرپور توجہ دی اور فن نعت کو صنف سخن کا درجہ دینے میں نمایاں طور پر موثر کردار ادا کیا۔

محمد بدرالدین خان (م ۱۹۳۸ء)

ابو ظفر محمد بدرالدین خاں صوبہ بہار میں سب رجسٹرار تھے۔ مذہب سے انہیں بہت لگاؤ تھا۔ انہوں نے اپنے اس طبی میلان کے پیش نظر میلاد نامہ بعنوان ”تحفہ ربیع الاول“ لکھا۔ اس کی تالیف کا مقصد بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”تمام مسلمانوں کے سامنے ربیع الاول اور دیگر مجلسوں میں جہاں آپ کا ذکر خیر

ہو اسے پڑھا جاسکے تاکہ مسلمانوں کے اندر اسلامی تہذیب کا صحیح مذاق پیدا ہو۔“ (۶)

”تحفہ ربیع الاول“ میں ذکر ولادت باسعادت، سیرت النبی کے مختصر حالات، پیغام محمدی، مشن کی کامیابی، ہجرت و وطنیت کا فلسفہ، معجزات اور معراج کے عنوانات کے تحت تفصیلات بیان کی ہیں۔ جشن عید میلاد النبی منانے کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

”زندہ قوموں کا دستور ہے کہ وہ اپنے بادی و پیشوا کی یادگار میں سال بہ سال ان

کے یوم پیدائش منایا کرتے ہیں۔ ہمیں بھی لازم ہے کہ محسن اعظم، بادی برحق نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد منایا کریں اور نہایت ہی عقیدت مندی کے ساتھ

آپ کا ذکر خیر سنیں اور لوگوں کو سنائیں۔“ (۷)

ان مضامین کے بیان میں خلوص جھلکتا ہے۔ مصنف نے بڑے دلکش اور سادہ انداز میں حالات تحریر

حافظ محمد اسحاق افسر صابری چشتی

حافظ محمد اسحاق دہلی کے رہنے والے تھے۔ صابری چشتی سلسلہ میں بیعت تھے۔ شعر و سخن میں شیخو دہلوی کے شاگرد تھے۔ تقسیم ہند و پاک کے بعد کراچی آ گئے۔ ان کا میلاد نامہ ”ظہور انور معروف بہ میلاد حبیب اکبر“ ۱۹۳۸ء میں طبع ہوا۔ اس کی ضخامت ۳۶۸ صفحات ہے۔ نظم و نثر کے مخلوط مضامین پر مشتمل ہے۔

حمد و نعت کے بعد اس میں فضائل درود شریف اور رمضان المبارک کا بیان ہے۔ اس کے بعد فضائل قرآن مجید، فضائل خدمت والدین، فضائل محفل میلاد، فضائل کلمہ طیبہ، حضور کی دیگر الہامی کتابوں میں بشارات، ختم نبوت، مدح صحابہ کبار و مناقب خلفائے راشدین، و فضائل اہل بیت، جلوہ نور، ولادت با کرامت، ثبوت قیام، سلام بوقت قیام، واقعات بعد ولادت، واقعات رضاعت، خلق عظیم، معجزات خاتم النبیین، حلیہ مبارک، معجزہ معراج اور مناجات کے عنوانات ہیں۔ مصنف نے اپنے بیان کو مدلل بنانے کے لئے مختلف کتابوں کے حوالے درج کئے ہیں اور ان حوالوں کے لئے انہوں نے معتبر اور مستند کتابوں کو اپنا ماخذ بنایا ہے۔ بیان خاتم النبیین سے ایک مختصر عبارت بطور نمونہ درج ذیل ہے:

”حکم فرمایا جو شخص کسی نبوت کے دعویٰ دار سے نشان نبوت اور معجزہ طلب کرے گا وہ اسی وقت کافر ہو جائے گا اس لئے کہ جو شخص معجزہ طلب کرے گا یہ بات ثابت کرے گا کہ وہ دوسرے نبی کا ہونا آپ کے بعد ممکن الوقوع سمجھتا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں لانی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں (تفسیر روح البیان بوارق لامعہ) نبی

کریمؐ پر ہمارا ایمان لانا یوں واجب ہے کہ تحقیق وہ اب بھی ہمارے رسول ہیں اور یہ کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے خاتم ہیں اور جو یہ ایمان لائے کہ وہ ہمارے رسول تو ہیں لیکن اس پر ایمان نہ لائے کہ وہ خاتم الانبیاء و رسول ہیں تو وہ مسلمان نہیں (مجمع الانہار شرح ملتقى الامبار صفحہ ۳۰ مصری)۔ (۱)

یہ میلاد نامہ اپنے عہد کے اصلاحی رجحانات کا آئینہ دار ہے۔ اس میں مصنف نے موقع بہ موقع بعض لطیف حقائق و معارف کی طرف اشارے بھی کئے ہیں، جس سے میلاد نامے کا لطف دوہلا ہو گیا ہے۔ ان کی زبان اور ان کے اسلوب سے ان کے علمی رجبہ کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی تحریر میں ہر بات محکم، مدلل، اور نہایت وضاحت سے بیان ہوئی ہے۔ وہ شان نبوت کو ایک سچے عاشق رسول کی طرح بیان کرتے ہیں۔ یہ میلاد نامہ اپنی اقلیت کے اعتبار سے قیام پاکستان کے بعد تحریر کئے گئے میلاد ناموں میں منفرد حیثیت کا حامل ہے۔

عزیز الدین احمد قادری

عزیز الدین احمد قادری، کوچہ پنجتیاں، موچی دروازہ لاہور کے رہنے والے تھے۔ ان کا میلاد نامہ ”آئینہ خلق محمدی“ ۱۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مطبوعہ نضد پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ اس کی اشاعت کا سال ۱۹۳۹ء ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل عنوانات ہیں:

توحید، رسالت اور خلافت، بعثت رسول کریمؐ، دعائے حضرت ابراہیمؑ، نوید مبعوثؑ حضرت سلیمانؑ کی بشارت، حضرت موسیٰؑ کی پیش گوئی، ظہور نور، نور محمدیؐ کا تدریجی دور، نور نبویؐ کی ضیا باریاں، شجرہ نسب، سیرت شاہنشاہ کونین، نور مجسم، کام سفر شام، عبد کمال، حضور نبی کریمؐ کی روحانیت کے اوصاف کا اجمالی بیان، اخلاق و الطاف، جنگ کا حکم، تنظیم اسلام، مساوات، غلامی کا خاتمہ، رحم اور حسن معاشرت، حجتہ الوداع، مرض الموت، رحلت رسول پاک، حلیہ مبارک، زر و دولت کا بہترین مصرف، شجاعت رسول اکرمؐ، حضورؐ کی عبادت و طاعت، عشق رسولؐ، زکوٰۃ کے حقدار، اقوال حضرت نظام الدین اولیاءؒ مذہب کی ضرورت اور کیوں وجود میں آیا، حضورؐ کا شہت عبادت اور دعائیں، احادیث رسول اللہؐ کی عظمت، حضورؐ کی تجارتی تعلیم، حضورؐ کی کھانے میں سادگی اور صفائی کا معیار، حضورؐ کی اخلاقی رعنائی، فیاضانہ زندگی اور بلند خیالی، حضورؐ کی تنظیم اور اخوت اسلامی، الوداعی سلام، لمحہ فکریہ از مصنف اور خاتمہ کتاب و دعا۔

مصنف نے مثنوی مولانا رومؒ، تذکرۃ اولیا (عطارؒ)، رسالہ مولوی دہلی، کتاب الاسلام (سید نذیر الحق)، مصحف بیہم، نعمات سماع اور دیگر کتابوں سے استفادہ کی نشاندہی کی ہے۔ مصنف نے اس کی تصنیف کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”اس کے لکھنے کا مقصد امت محمدی کے سامنے حضورؐ کے اسوہ حسنہ کو پیش کر کے اس کی پیروی کی رغبت دلانی مقصود ہے۔ نیز حکومت ماضی یعنی فرنگی حکومت کے تاثرات کو اپنے وجود سے خارج کر کے سچے اسلامی شعار میں ڈھالا جائے۔“ (۲)

نبی کریمؐ کی اولاد سے والمانہ محبت کے بیان میں ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

”حضورؐ کو اپنی تمام اولاد سے محبت تھی۔ اس میں صغیر و کبیر کی کوئی تمیز نہ تھی۔ ابراہیمؑ پیدا ہوئے تو بہت خوشی ہوئی اور مژدہ سنانے والے ابو رافعؓ کو ایک غلام عطا فرمایا۔ بچے کو لے کر دیر تک پیار کرتے رہتے تھے۔ بیماری کی اطلاع پا کر فوراً آگئے۔ عبدالرحمن بن عوفؓ ساتھ تھے نزع کی حالت دیکھ کر ٹپ ٹپ آنسو نکلنے لگے۔ عبدالرحمن کے استفسار پر فرمایا۔ میں نے بین کرنے، بال نوچنے اور حج کر رونے کو منع کیا ہے، یہ تو محبت و رحمت کے آنسو ہیں کیونکہ دل پر کسی کا قابو نہیں چلتا۔“ (۱۳)

مصنف نے مستند اور معتبر تاریخی روایات سے کہیں بھی انحراف نہیں کیا۔ اس کے مباحث و افادات اور زبان و طرز نگارش کی خصوصیات نے اسے عام قاری کے لئے خاص طور پر مفید بنا دیا ہے اور قیام پاکستان کے بعد لکھے گئے میلاد ناموں میں اسے ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔

مولوی عبدالستار جالندھری

مولوی عبدالستار جالندھری نے ”میلاد آفتاب“ تصنیف کیا ہے۔ یہ میلاد نامہ جلی قلم سے لکھا ہوا ہے اور ۹۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ میلاد نامے میں کسی جگہ سن طباعت درج نہیں ہے۔ اس کا زیادہ حصہ منظوم ہے۔

اس میلاد نامے کی ابتداء ذکر ولادت کی بجائے فضائل درود شریف سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد تفصیلاً فضائل محفل میلاد بیان کئے گئے ہیں۔ اس بیان کے بعد لفظ محمدؐ سے بہت سارے نکات پیدا کئے گئے ہیں جیسے ”اللہ کا نام بھی چار حرفی ہے اور محمدؐ کا نام بھی چار حرفی ہے۔ اللہ کا نام بھی بے نقط ہے اور محمدؐ کا نام بھی بے نقط ہے۔“ (۱۴) آٹالیس صفحات کے بعد نور محمدی کا بیان شروع ہوتا ہے جو من و عن وہی ہے جو دوسرے میلاد ناموں میں ملتا ہے۔ اس میلاد نامے میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ اس میں حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے مناقب کے سلسلہ میں بہت کچھ لکھا گیا ہے مگر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ کو نہ معلوم کیوں چھوڑ دیا گیا ہے حالانکہ میلاد نامہ کو میلاد تک محدود رکھنا چاہئے اور اگر خلفائے راشدینؓ کے مناقب کو بطور خیر جوئی شامل کیا جائے تو چاروں اصحاب کو شامل کرنا چاہئے تھا۔

مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی (م ۱۹۵۰ء)

مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی (نواب صدر یار جنگ بہادر) کی ولادت ۵۔ جنوری ۱۸۶۷ء کو ان کے آبائی قلعہ بھیکن پور میں ہوئی۔ انہوں نے جملہ مروج علوم و فنون میں کامل دسترس حاصل کی۔ ان کے تمام آیات اجداد بیعت یا ذکر و فکر اور احسان و تصوف کا سلسلہ رکھتے تھے لہذا انہوں نے بھی حضرت شاہ فضل الرحمنؒ سے بیعت مراد آبادی سے بیعت کی۔ ریاست و امارت انہیں موروثی طور پر ملی تھی لیکن معاملات ریاست

کو بطریق احسن نبھانے میں ان کی نظر بہت وسیع اور عمیق تھی۔

مولانا شروانی کو فطری طور پر اصلاحی و تعمیری کاموں سے گہرا شغف تھا۔ انہوں نے سرسید کے علمی کارناموں سے متاثر ہو کر ان کی طرف دست تعاون بڑھایا اور ہمیشہ اپنی سرگرمیوں کو علم و تعلیم اور خدمت دین تک محدود رکھا۔ ان کی زندگی کا ایک گرانمایہ حصہ حیدر آباد دکن میں بطور صدر الصدور بسر ہوا جس میں انہوں نے دینی خدمت کے سلسلے میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

مولانا حبیب الرحمن نے حیدر آباد دکن میں میلادی مجلسوں کے رواج کی اصلاح کی اور اس بات کی پروا کئے بغیر کہ ان کے منصب جلیل کا اقتضاء کیا ہے، ہر اس شخص کے گھر جانے پر راضی ہو جاتے جو ان سے میلاد پڑھوانا چاہتا تھا۔ سیرت مقدسہ نبی کریمؐ کے متعلق ان کا مطالعہ کافی وسیع تھا، اس لئے ان کے بیان اور خطاب کا طریقہ بھی حد سے زیادہ متین اور سنجیدہ ہوتا تھا۔ جو شخص بھی بلاتا اپنی موثر کار پر اس کے گھر پہنچ جاتے اور گھنٹہ دو گھنٹہ سیرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف پہلوؤں پر مسلسل، پر مغز اور موثر انداز میں میلاد بیان فرماتے۔ رفتہ رفتہ ان کی کاوشوں کی بدولت انفرادی محافل میلاد کی بجائے اجتماعی محافل میلاد کا ذوق و شوق پھیلنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے میلاد کی بعض اجتماعی محافل کے سامعین کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔ مولانا کی میلاد خوانی کے بارے میں مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:

”مولانا شروانی کے بیان میلاد میں موضوع، جملی حد، شوق، جھوٹے تراشیدہ افسانوں اور شعر و نغمہ کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی تھی۔ وہ قرآنی آیات، معتبر احادیث، سیرت کی تاریخی اور مستند روایات سے اتنی غیر معمولی دل آویزی پیدا کر دیتے تھے کہ مشکل ہی سے حیدر آباد کی پبلک دوسروں کی تقریر یا وعظ سننے کے لئے آمادہ ہوتی تھی۔ غلط عقائد، بے بنیاد اوہام، جاہلی رسوم و رواج ہر ایک چیز کی اصلاح بھی ان کی عالمانہ تقریروں سے ہوتی چلی جاتی تھی۔ یہ ان کے طرز بیان کی خوبی تھی کہ مخالف خیال رکھنے والوں میں بھی کسی قسم کی گرائی پیدا نہ ہوتی تھی۔“ (۱۵)

مولانا حبیب الرحمن خاں کی معاشرتی اصلاح اور دینی شعبوں کی تنظیم و ترقی کے بارے میں سرسید معین الدین شاہ جہاں پوری لکھتے ہیں:

”ریج الاول شریف میں مجالس عید میلاد النبیؐ کے سلسلہ میں میلاد خوانوں کے طائفے صدارت العالیہ میں طلب کئے جاتے تھے، ان کی جانچ کی جاتی، اہل کو میلاد خوانی کی باضابطہ اجازت اور نالہوں کو یک قلم ممانعت کر دی جاتی۔ مولانا شروانی کی صدر الصدوری کے زمانے میں مذہبی رنگ کچھ ایسا چڑھا کہ ہائی کورٹ کے جج اور حکیموں نے ججی کے فیصلوں اور مطلب کے ساتھ ساتھ مجالس وعظ و میلاد میں خوب خوب تقریریں کیں۔“ (۱۶)

حیدر آباد سے واپسی کے بعد مولانا بدستور علمی مشاغل اور ملی مسائل کی طرف متوجہ رہے۔ آخری ایام میں تصبیح و درود میں بڑی کثرت کرتے تھے۔ بالآخر یہ آفتاب چشم عالم سے ۱۱ اگست ۱۹۵۰ء کو نماں ہو

گیا۔

مولانا شروانی کے میلادیہ رسائل کا سلسلہ ”ذکر خیر“ کے نام سے حیدر آباد دکن سے شائع ہوتا رہتا تھا۔ ان رسائل میلاد میں شان رسالت۔ ذکر الحبيب۔ آفتاب رسالت۔ رسالت عامہ۔ پیغام رحمت۔ شمائل مبارک اور اسوہ حسنہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ حیدر آباد کی انجمن اسلامیہ نے بھی ذکر جمیل اور شمع ہدایت وغیرہ کے نام سے میلادیہ رسائل شائع کئے تھے۔ ان رسائل کی اشاعت بالخصوص ۱۹۳۰ء میں ہوئی۔ دراصل متذکرہ بالا تمام رسائل میلاد حیدر آباد اور حبیب گنج کی مجالس میلاد کی تقاریر کا مجموعہ ہیں۔ ان میں واقعات کی صحت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ عقیدت مند دل کی گرمی، تاشیر اور ادب شناسی کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

”ام عثمان سے روایت ہے کہ جب حضرت پیدا ہوئے تو ستارے جھک کر زمین سے ایسے قریب ہو گئے تھے کہ گمان ہوتا تھا کہ گر پڑیں گے، اس میں یہ ایماء تھا کہ حضرت سرور کائنات، کل انوار کے مرکز ہیں اور ہر شے اپنے مرکز کی طرف مائل ہوا کرتی ہے، ملک فارس کے آتش کدوں کی آگ جو ہزار برس سے دہک رہی تھی، بجھ گئی۔ اس میں یہ رمز تھی کہ دین حق کے جلوہ سے آتش پرستی کی گرم بازاری نہ رہے گی، دریائے سادہ سوکھ گیا، اس میں یہ اشارہ تھا کہ اب آب پرستی اور پرستش دریا پر پانی پھر جائے گا۔ تمام روئے زمین کے بت اوندھے منہ گر پڑے اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ کی رسالت سے بت پرستی کا منہ کالا ہو گا، نوشیرواں کے محل میں زلزلہ پیدا ہوا۔ اس کے چودہ کنگورے ٹوٹ گئے اور لرز کر گر پڑے۔“ (۱۷)

مولانا شروانی کی تالیف میلاد نامہ ”ذکر جمیل“ میں نبی کریم کی پوری سچی و مدنی زندگی کے قریباً تمام واقعات کو عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے ورنہ میلاد ناموں میں بالعموم ولادت مبارک۔ معراج شریف اور وفات کا بیان، تین بڑے عنوانات ہوتے ہیں اور باقی عنوانات انہی کے ذیل میں آجاتے ہیں۔ اس میلاد نامے میں ترک و احتساب کے اصول کی کارفرمائی نہیں جس کی وجہ سے یہ کتاب ایک تاریخ معلوم ہوتی ہے۔ معجزات کے بیان میں پہلو تھی کی گئی ہے، اس میں صرف تاریخی حقائق کو بیان کیا گیا ہے۔ اس منقوہ انداز کی وجہ سے یہ میلاد نامہ دیگر میلاد ناموں سے مختلف نظر آتا ہے۔ قرآنی آیات و احادیث کے حوالے جا بجا ملتے ہیں۔ اسلوب سادہ، سہل اور عام فہم ہے۔ مولانا شروانی کی میلاد نگاری میں ان کا اسلوب گفتگو و بلاغت کے ساتھ حلاوت، چستلی اور برجستگی کے لحاظ سے بہت اہم ہے۔ ان کی تحریروں سے بھی مقبولیت کا اثر صاف نمایاں ہے۔

خلیق احمد

خلیق احمد کا منظوم وقفات نامہ ۲۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور عزیزی آرٹ پریس، بھوبال کا مہلبوم ہے۔ (۱۸) اس کے سال اشاعت کا اندازہ نہیں ہو سکا۔ کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو کو عنایت جنگ بہادر نے عطا کیا ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کی وقفات مبارکہ کا منظوم بیان ہے۔

آرزو لکھنوی (م ۱۹۵۰ء)

انور حسین نام آرزو تخلص، سید ذاکر حسین یاس کے چھوٹے بیٹے تھے۔ ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے، پہلے امید تخلص کرتے تھے، بعد میں آرزو رکھا۔ جلال لکھنوی کے شاگرد تھے۔ کچھ عرصہ معاشی پریشانیوں کی وجہ سے بمبئی اور کلکتہ کے تھیٹرز میں گیت لکھتے رہے۔ ان کے آباؤ اجداد اجیر سے لکھنؤ آکر آباد ہوئے تھے۔ ان کا سپہ گری سے تعلق تھا لیکن وقت کے تقاضوں کا ساتھ دیتے ہوئے شعر و سخن کی دنیا میں نام پیدا کیا۔ ۲۱۔ اپریل ۱۹۵۰ء کو انتقال ہوا۔

ان کی مثنوی ”صبح اسلام“ بیان میلاد پر مشتمل ہے۔ اس میں میلاد و معراج کے واقعات کو نظم کیا گیا ہے۔ ان کی شاعری میں قدیم و جدید رنگ کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ حقیقت و تخیل کی آمیزش ملاحظہ ہو :

ظہور حال و مستقبل سے ماضی کو ملا دوں گا
مجھے آج پھر دوہرانا ہے افسانہ محمدؐ کا
(۱۹)

بنا ہے جہٹ جبرئیل کاشانہ محمدؐ کا
اب افسانہ خدا کا ہے ہر افسانہ محمدؐ کا
دوئی اک داغِ تمہت، غیرت الزام بے معنی
وہ اپنا ہے جسے اپنائے یارانہ محمدؐ کا
(۲۰)

عام فہم زبان اور سادگی و خلوص ان کے کلام کی منفرد خصوصیت ہے۔

علامہ سیماب اکبر آبادی (م ۱۹۵۱ء)

عاشق حسین نام، سیماب تخلص ۱۸۸۰ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ والد کے ساتھ ارتحال نے ایف۔ اے میں سلسلہ تعلیم قطع کرنے پر مجبور کر دیا۔ ۱۸۹۹ء میں داغ سے تلمذ حاصل کیا۔ قراوب کے نام سے تصنیف و تالیف کا ادارہ قائم کیا۔ ساغر نظامی کے ساتھ ۱۹۳۶ء میں لاہور آئے۔ اپنا ماہنامہ رسالہ ”چنانہ“ بھی آگرہ سے لاہور منتقل کیا۔ لاہور کی فضا راس نہ آئی اور واپس چلے گئے۔ ۱۹۳۰ء میں ماہنامہ ”شاعر“ جاری

کیا جو قیام پاکستان تک جاری رہا۔ یہ اصلاح زبان اور شعر و ادب کا معیاری رسالہ تھا۔ سیماپ تقسیم ہند کے بعد کراچی آگئے اور یہیں ۳۱۔ جنوری ۱۹۵۱ء کو انتقال ہوا۔ مزار قائد اعظم کے نزدیک مدفون ہیں۔ علامہ سیماپ اکبر آبادی کو علم عروض میں کامل دسترس حاصل تھی۔ شعر و شاعری میں ان کا کمال دیکھ کر مختلف اطراف سے لوگ ہزاروں کی تعداد میں فخر شاگردی حاصل کرنے لگے۔ اس لحاظ سے سیماپ کسٹن مشق، صاحب طرز، قادر الکلام اور آگرہ سکول کے ایک کامیاب شاعر تھے۔ مختلف موضوعات پر تقریباً ۲۸۳ سے زائد کتابیں ان کے قلم کے رہیں منت ہیں۔ سیماپ نے قرآن حکیم کا منظوم اردو ترجمہ کیلے خواشن کے لئے زنانہ میلاد لکھا۔ ”ریاض الاظہر فی احوال سید البشر“ عرف بارہ چمن کے مولف اول مولوی محمد باقر آگاہ ہیں۔ اس کے منظوم شارح اور عصری نقاضوں سے ہم آہنگ کر کے متن اور مواد کو از سر نو مرتب و مدون کرنے والے سیماپ ہیں۔ سیماپ کے نعتیہ مجموعوں میں بھی میلادیہ منظومات موجود ہیں اور مسلاموں کے مجموعے ان کے علاوہ ہیں۔

ریاض الاظہر فی احوال سید البشر عرف بارہ چمن کی ترتیب نو کے بارے میں سیماپ اکبر آبادی رقم

طراز ہیں :-

”مولوی محمد باقر آگاہ کی زبان قدیم کرنا تک ہے جس کو فی زمانہ جاننا ہر کوئی بوجہ تا
آشنائی زبان مذکورہ سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس میں زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے جو
مواد اصل کتاب میں بھی درج نہیں یا کم ہے۔ غزوات، معجزات اور وفات کا بیان، ہر
ایک کا ضروری قدر حصہ کتب معتبرہ سے اخذ کر کے کتاب میں داخل کر دیا گیا
ہے۔“ (۲۱)

ریاض الاظہر کو بارہ چمن میں تقسیم کرنے کی وضاحت کی گئی ہے :

”اس تقسیم کا اصلی سبب یہی ہے کہ ماہ مبارک ربیع الاول کے اوائل میں حضور
سرور کونین کے مقدس حالات و حیرت و واقعات پڑھنے اور سننے کا ہر ایک کو شوق اور
یوم ولادت ۱۲۔ ربیع الاول پر ختم کرنے کا ہندوستان کے اکثر حصوں میں عموماً رواج ہے
اس لئے اس کا ہر ایک حصہ اگر ایک ایک دن ختم کر دیا جائے تو بارہ ایام میں کتاب
ضرور ختم ہو جائے گی۔“ (۲۲)

پہلی جلد میں نو چمن بیان کئے گئے ہیں۔ پہلے آٹھ چمن منظوم ہیں۔ نواں چمن نثر میں ہے۔ دوسری جلد
کے آخری تین چمن کی شرح مولوی سید حسن مرتضیٰ شفیق رضوی نے کی ہے۔ یہ دوسرا حصہ مطبع کوثر کا
مطبوعہ ہے اور پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود اس مطبوعہ نسخہ میں چمن دوازدہم کے آخری اوراق
غائب ہیں۔

پہلا چمن حمد باری تعالیٰ، نعت مصطفیٰ اور منقبت غویہ سے شروع ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد انوار
رسالت، تقسیم نور محمدی اور تخلیق عالم، انتقال نور پیشانی آدم میں، آدم علیہ السلام جنت میں، آدم دنیا میں،
حضرت عبداللہ کا نکاح آمنہ خاتون سے، ام القاتل خواہر ورقہ کا حال، حضرت عبداللہ اور ایک شامی کاہنہ

تائید نہیں اور عقد، آثارِ حمل، ایامِ حمل، وفاتِ حضرت عبداللہ، واقعہ قبل اور حمل کا آٹھواں مہینہ کا بیان شامل ہے۔

دوسرا چمن نوید رسالت، ظہور رسالت کی بشارات جن کا ذکر آسمانی کتابوں میں ہے، صحیفہ آدم، صحیفہ شیت، صحیفہ اورس، صحیفہ ابراہیم، تورات شریف، زبور، انجیل، ظہور آنحضرت کی بشارات جو انبیاء دیتے رہے، حکایت تیج بادشاہ یمن اور چار سو حکماء کی بشارات ظہور آنحضرت کے متعلق، بخت نصر کا خواب، حضرت دانیال کی تعبیر، ربیعہ سلطان یمن کا خواب، شق و سطح کی تعبیریں اور بشارت ظہور بشارت سیف بن ذی یزن سلطان یمن، احوال سعد بن عدنان، بشارت کعب بن لوی و الیاس بن معمر، حضرت صدیق اکبر کا ایمان، ہشام بن عاص کا قیصر روم سے مکالمہ اور نبی کریم کی تصویر، حکایت ذریب وصی یحییٰ اور بشارت ظہور نبی ذوالکرام پر مشتمل ہے۔

تیسرا چمن حمد و مناجات اور نعت و منقبت سے شروع ہوتا ہے۔ اس میں زمانہ حمل کے باقی حالات قبل تولد سرور کائنات، ولادت باسعادت، معجزات ولادت منقول از حضرت آمنہ، معجزات تولد جن کی خبر آپ کے جد امجد نے دی، ہانڈی کا پھٹ جانا جو رسم عرب کے موافق آنحضرت پر ڈھکی گئی تھی، ان معجزات کا بیان جن کی خبر حضرت صفیہ آنحضرت کی پھوپھی نے دی، ان معجزات کا بیان جن کی خبر مادر عثمان بن العاص نے دی، ان معجزات کا بیان جن کی خبر شفا والدہ عبدالرحمن نے دی، ایک یہودی کا مکہ مکرمہ میں نبوت آنحضرت کی خبر دینا، مدینہ منورہ میں حضور کی ولادت کی بشارت ایک یہودی کی زبان سے، ہنگام ولادت باسعادت بتوں کا سرنگوں ہونا، ولادت رسول کی وجہ سے شیاطین کی آمد و رفت کا آسمان پر موقوف ہونا، انوار کی درخشانی اور بلندی میں ندائے غیب، آتش کدوں کا بجھنا، دریائے ساوہ کا خشک ہونا، قصر نوشیرواں کا لرزہ میں آنا اور یہودیوں کے پیر کا خواب نظم کیا گیا ہے۔

چوتھا چمن شمیم نبوت، نعت، منقبت، دایوں کا بچوں کے لئے مکہ مکرمہ آنا اور حلیمہ سعدیہ کا سرور عالم کو لے کر اپنے گھر جانا، حضرت حلیمہ کا مرکب اور ظہور نبوت کی گفتگو، زمین کا سرسبز ہونا، رسول خدا حلیمہ سعدیہ کے گھر میں، احتیاط و پاکیزگی، گوارہ رسول اور چاند، نشو و نمائے نبی کریم، پہلا کلمہ جو نبی کریم کے منہ سے نکلا، آنحضرت کا مکہ جانا اور واپس آنا، رسول کریم چرواہے کی حیثیت سے ہوازن کے جنگلوں میں، معجزہ شق صدر، ایک کاہن کی کمانت اور اظہار نبوت، مراجعت رسول جانب مکہ اور معجزات سفر، نبی کریم بی بی آمنہ کے ساتھ مدینہ منورہ میں، ایک یہودی کی بشارت مدینہ منورہ میں، انتقال حضرت آمنہ خاتون اور شہادت نبوت، حضور انور مسند عبدالمطلب پر، نزول باران برکت، حضرت عبدالمطلب کا انتقال، ابو طالب کو سپردگی اور وصیت کے مضامین تک منظوم ہے۔

پانچواں چمن شمیم نبوت کے عنوان سے شروع ہوتا ہے۔ اس میں بھی روایت کے مطابق اس کی ابتداء میں حمد، نعت اور منقبت کے بعد اصل مضمون نظم کیا گیا ہے۔ حضرت نبی کریم کفالت ابو طالب میں، نو برس کی عمر میں حضرت کی دعا سے بارش کا ہونا، آپ کا تیرہ برس کی عمر میں بیجاہ شام سفر کرنا اور ذکر بحیرہ راہب، سرور عالم انیس برس کی عمر میں، بیس برس سے پچیس برس کی عمر تک کے حالات، سفر شام کے

بعض واقعات اور حضرت خدیجہ الکبریٰ سے آپ کا نکاح تک کا بیان ہے۔

چھٹا جن 'مکمل نبوت' آثار نبوت اور اس کے مقدمات 'ابتدائے بعثت و نبوت و نزول جبرئیل' فترت وحی و نزول سورہ مدثر بیان ان لوگوں کا جو سب سے پہلے ایمان لائے، دعوت عام، ہجرت حبش، حضرت عمرؓ کا قبول اسلام، اہل قریش اور مقابلہ رسولؐ وقات ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ ہجرت فرمانا رسول مقبولؐ کا مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کا دوسرا تیسرا اور چوتھا سے گیارہواں سال کے احوال پر مشتمل ہے۔

ساتواں جن 'شامل نبوت' میں علیہ شریف، سر مبارک، روئے مبارک، آنکھیں اور بصارت کا بیان، کان اور ان کی شوائی، جبین مبارک، ابروئے مبارک، بینی مبارک، دھن، لب ہا و دندان مبارک، ریش مبارک، گردن اور دوش مبارک، سینہ مبارک، پشت مبارک و مہر نبوت، دست ہائے مبارک، قدم مبارک، قامت زیبا، رنگ و رفتار مبارک، خوشبو و عرق مبارک، آنحضرتؐ کا علم و صبر اور عقل و حلم، حیا و چشم پوشی، جود و کرم، شجاعت، رحمت و شفقت، پاس عمد و مسئلہ رحم، عدل و صدق و امانت، حکمت و وقار، زہد مبارک، تواضع مبارک، عادات سرور کائنات و قلت اکل، وہ چیزیں جنہیں آنحضرتؐ پسند فرماتے تھے، آپ چند چیزوں کو ملا کر کھاتے تھے، آداب طعام، وہ چیزیں جو نبی کریمؐ نے نہ کھائیں، آب و شربت، لباس مبارک، آنحضرتؐ کا پسندیدہ لباس، آداب لباس، خاتم آنحضرتؐ، موزہ مبارک، مزاج و تبسم، آپ کا فرش خواب، حجرات مبارک اور مقام حضرت خیر الانام تک منظوم ہیں۔

آٹھواں جن 'خصائص نبوت' میں وہ خصوصیات جو نبی کریمؐ پر فرض تھیں، وہ چیزیں جو نبی کریمؐ پر حرام تھیں مگر آپ کی امت پر حلال ہیں، وہ چیزیں جو نبی کریمؐ پر مباح تھیں لیکن امت پر حرام ہیں، آپ کے 'خصائص' فضائل اور کرامات، نبی کریمؐ کی وہ خصوصیات جن کا تعلق آخرت سے ہے، 'خصائص امت نبی کریمؐ اور نبی کریمؐ کی امت کی وہ خصوصیات جن کا تعلق آخرت سے ہے، بیان کی گئی ہیں۔

نواں جن 'غروب رسالت' میں وصال حقیقی پر آپ کی رضا مندی، اس سلسلہ میں سات روایات کا بیان، وفات سرور کائنات کی حکمتیں اور پانچ روایات کا بیان، وفات شریف ایک مصیبت حقیقی ہے، واقعات وفات حضور سرور کائنات، آخری زیارت، وفات حسرت آیات، غسل شریف، کفن پاک، نماز جنازہ، تدفین، زیارت روضہ منورہ، حضرت صفیہ کی ایک عربی نظم کا ترجمہ اور عالم برزخ میں آپ کی تشریف آوری کی پانچ روایات تک سارا بیان منظوم ہے۔ صرف عنوانات نثر میں ہیں۔ اس کے بعد کا بیان شفاعت کبریٰ و صغریٰ کا بیان نثر میں ہے۔

دسواں جن 'معجزات' پر مشتمل ہے۔ اس میں معجزات انبیائے پیشین و معجزات خاتم النبیین، سب معجزوں سے عظیم الشان معجزہ قرآن، معجزہ شق القمر، معجزہ رد الشمس، معجزہ چشمہ آب از آفتاب، معجزہ سایہ ابر، معجزہ باران رحمت، معجزہ نانو، معجزہ شتر، معجزہ گرگ، معجزہ آہو، معجزہ سوسار، معجزہ شجر، معجزہ استنن حنانہ، معجزہ سلام الاحبار، معجزہ الجبل اور معجزہ الاصابم وغیرہ بیان کئے گئے ہیں۔

گیارہواں جن 'معراج' کے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس میں نظم المعراج، کلیم و حبیب، روایان احادیث معراج، بحث روحانی و جسمانی، پانچ دلائل چہ نسبت خاک را با عالم پاک، معراج کی سات حکمتیں، معراج

کے دو نکتے، ساقی نامہ معراجیہ، خواب نوشیں، سامان تزئین، آمد روح الامیں، بیداری خواب، شق صدر، نعلت فردوس، خیال امت، اٹھائے براق، سواری براق، جمال بے حجاب، جام شیر و قدح شراب، نزول مسجد اقصیٰ، عروج عالم بالا، آسمان اول، لہائے حضرت آدم، جنت و دوزخ کے دروازے، معائنہ عذاب معاصی، آسمان دوم، سوم، چہارم، بیت المعمور، آسمان پنجم، ششم، ہفتم، قیامت و شفاعت، لہائے سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سدہ المنتہی، رخصت جبرئیل، رخصت براق، سواری رقرق، رفع حجابات، ساقی نامہ عرش معلیٰ، سلام معراجیہ مقام اعلیٰ، چمن وحدت تفسیر قاب قوسین، فاوحی الی عبدہ ما اوحی کی تفسیر معہ نو اقوال، تحفیف عبادت، رخصت، ہشتی ساقی نامہ، مربع بہشت، داخلہ بہشت، ایوان جنت، حوران جنت، اشجار جنت، انہار جنت اور تنہیت نامہ مراجعت کو نظم کیا گیا ہے۔

بارہواں چمن پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور کے نسخہ میں موجود نہیں۔ یہ اوراق تلف ہو چکے ہیں اس لئے اس کی تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں۔

ولادت باسعادت کے بیان میں شاعر رقم طراز ہے، انداز بیان ملاحظہ ہو:

ہو چکا تھا قصہ اصحاب قبل

گذرے بچپن دن اسے بے قال و قیل

حضرت عیسیٰ سے چھ سو تیس سال

بعد چکا آفتاب پر جلال

یعنی محبوب خدا پیدا ہوئے

بادشاہ دوسرا پیدا ہوئے

پیشوائے اولیا پیدا ہوئے

خاتم کل انبیاء پیدا ہوئے

آپ کے انوار سے چکا وہ نور

سب اندھیر ہو گیا دنیا سے دور

واہ کیسی راحت افزا تھی وہ شب

یوں ملائک کو ہوا ارشاد رب

کھول دو دروازہ نہ آسمان

باب جنت کو بھی کھولو بے گمان

سارے عالم کو سنوارو قدسیو

زیب و زینت کو ابھارو قدسیو

نور ہو حد سے سوا خورشید میں

روشنی بڑھ جائے صبح عید میں

دیکھئے اس سال انفضال خدا

وضع جس گھر میں ہوا بیٹا ہوا
 عام تھا یہ فیض انوار قدم
 تھے نمایاں سب میں آثار قدم
 جب ہوئے پیدا محمد مصطفیٰ
 سب سے پہلے سجدہ خالق کیا
 پھر اٹھائی انگلی ست آسمان
 تاکہ وحدت کی شہادت ہو عیاں
 منہ میں پھر اپنا انگوٹھ لے لیا
 دودھ جاری اس انگوٹھے سے ہوا
 یک یک ابر پیید اک ناگماں
 لے گیا حضرت کو سوئے آسمان
 آئی اک آواز ہاں ایسا کرو
 سارے عالم میں پھراؤ آپ کو
 تاکہ پہچانے انہیں عالم تمام
 خلق میں اسم و صفات ان کے ہوں عام
 سارا عالم شاہ دیں کو جان لے
 شاہ کونین آپ ہیں پہچان لے
 ہاں اسے فوراً کئے جائیں عطا
 خلق و اوصاف تمام انبیاء
 الغرض جملہ فضائل اور کمال
 جمع ہوں اک ذات میں بے قیل و قال
 یک یک وہ ابر بھی پھر کھل گیا
 اور نظر آیا جمال مصطفیٰ
 چاند سے روشن تھا کھڑا آپ کا
 بوئے مشک آتی تھی منہ سے برلا
 ہاتھ میں نور خدا کی سرسبز
 تمن مجھ کو کتبیاں آئیں نظر
 کوئی کہتا تھا کہ ہیں یہ کتبیاں
 نصرت و ذکر و نبوت کا نشان
 اختیار ان کو خدائی کا دیا

ان خزانوں کا انہیں مالک کیا
 کان میں رضواں نے حضرت کے کہا
 ہو بشارت تجھ کو اے نور خدا
 تو نے پایا علم جملہ انبیاء
 علم میں ہو گا تو ان کا مقتدا
 ہو گی تیری ہی شجاعت بھی کثیر
 اور دو عالم میں تو ہو گا عزیز
 آمنہ کہتی ہیں وہ نور خدا
 جب خدا کے فضل سے پیدا ہوا
 ساتھ ہی پیدا ہوا اک نور بھی
 تھی خدائی بھر میں جس کی روشنی

(۲۳)

ریاض الاظہر فی احوال سید البشر منظوم میلاد نامہ ہے جسے ربیع الاول کے پہلے بارہ دنوں کی مناسبت سے بارہ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے تاکہ ہر روز ایک باب محفل میلاد میں پڑھا جاسکے۔ گیارہواں باب منظوم معراج نامہ ہے۔ معراج رات کو کیوں ہوا؟ اس حکمت کو شاعر نے بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے:

یہ نکتہ بھی وضاحت کا ہے محتاج
 ہوئی کیوں دن کے بدلے شب کو معراج
 کوئی کہتا ہے اس میں بھید یہ تھا
 نہ ہوں دو آفتاب اک وقت کیجا
 کوئی کہتا ہے شب تھی پردہ راز
 برائے عاشق و معشوق دساز
 وصال طالب و مطلوب کی رات
 نہ تھی کچھ اور جز رمز و کنایات
 شب آمد پردہ دار عشق بازاں
 شب آمد راز دار دلنوازاں
 کوئی کہتا ہے یہ سر نہاں تھا
 کہ ہر مومن کا منظور امتحان تھا
 ادب سے جس نے کی تصدیق کامل
 ہوا بندہ وہ صدیقوں میں داخل
 یہاں ہے مقام غور و انصاف

جو دن کا واقعہ ہوتا عیاں صاف

نہ تھی کوئی صداقت کی ضرورت

نہ ایمان و شہادت کی ضرورت

(۲۳)

ساقی نامہ معراجیہ میں معراج اور اس کے متعلقات کا ذکر کر کے شاعر نے کیف و دل آویزی کی کیفیت پیدا کی ہے۔ زبان و بیان کی سادگی اور سہل لب و لہجہ مہارت فن اور شاعرانہ صلاحیتوں کا بین ثبوت ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں:

پلا ساقی وہ سے رطل گران سے

جو آئی ہو اتر کر آسمان سے

خم گرووں سے لا بھر کر وہ ساغر

جو ہو لہریز شکل جام کوثر

سرور آنکھوں میں رنگ ایسا جما دے

کہ سیر عالم بلا دکھا دے

عروج نظم کا نشہ ہو سر میں

شب اسرئی کا نقشہ ہو نظر میں

حجاب آنکھوں سے اٹھ جائیں فلک کے

دکھائی دیں ستارے عرش تک کے

منور چشم بیٹا ہو یہاں تک

نظر آئے مکاں سے لا مکاں تک

خبر لے دور کی طبع رسا آج

زبان قال پر ہو حال معراج

بڑھے وحدت رہے کثرت نہ باقی

وہی مئے ہو وہی بیٹا۔ و ساقی

کہوں یوں ہو کے مست خوش مقال

ساقی الحب کلمات الوصالی

(۲۵)

سیماب اکبر آبادی نے "سیرت النبوی" میں آپ کی ولادت سے وفات تک کے حالات 'آپ' کے شامل و خصائل اور ارشادات عالیہ کو سیدھے سادے جملوں میں بیان کیا ہے تاکہ اسے میلاد کی محفلوں میں سب یکساں دلچسپی سے پڑھ سکیں۔ (۲۶)

سیماب کے سلاموں کے مجموعہ میں میان کی پاکیزگی و لطافت اور تشبیہوں اور استعاروں کی ندرت

کی غیر معمولی اہم اور شاعرانہ باریکی بینی کے شواہد ہیں۔ سلام کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

سلام اس پر صلوة اس پر درود کائنات اس پر
خدا کی ترجمانی جس نے کی انساں کے پیکر میں

(۲۷)

سہماپ کا کلام زبان کی لطافت اور فن کی تکمیل کی پوری تصویر ہے۔ ان کی شاعرانہ عظمت یہی ہے کہ انہوں نے نبی کریمؐ کے خصائل و شمائل کو بڑے پاکیزہ الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ان کی میلادینہ، میراجیہ اور دیگر منظومات میں معاصر ادبی و دینی اور فنی رویوں کی جھلکیاں واضح طور پر نظر آتی ہیں۔ اس لحاظ سے ان کے اشعار ان کے باطنی خلوص و عقیدت کے آئینہ دار ہیں اور انہی حقائق نے ان کی شاعری میں زور اور جوش بیدار کر دیا ہے۔

مولانا اخلاق حسین (م ۱۹۵۲ء)

مولانا اخلاق حسین مدرسہ حسین بخش، نیا محل، جامع مسجد دہلی میں ۱۹۳۶ء میں ماہ ربیع الاول کے دوران وفات النبیؐ کے موضوع پر خطاب کرتے رہے۔ ان تقریروں کو "وفات النبیؐ" کے نام سے ہمدرد برقی پریس، دہلی نے شائع کیا ہے۔ اس وفات نامے میں نبی کریمؐ کی علالت کی ابتداء سے وفات تک کے مستند واقعات لکھے ہیں۔ بیماری کے دوران ہونے والے تمام ہدایت آموز واقعات اور آپؐ کی وصیتوں کو محققانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس میں اس کے علاوہ چند دیگر مباحث کو بھی عنوان بنا کر وضاحت کی گئی ہے مثلاً نبیؐ کی ولادت اور نبیؐ کی وفات کا اصولی فرق (ص ۱۰)، موت کیوں ضروری ہے (ص ۳۹)، حضورؐ کو اپنی وفات کا کب علم ہوا (ص ۸۵)، حضرت ابو بکرؓ کی امامت کا اعلان (ص ۱۳۳)، کیا امامت ابو بکرؓ فضیلت ابو بکرؓ کی دلیل ہے (ص ۱۳۵)، حضرت ابو بکرؓ کی امامت کے متعلق حضورؐ کی تاکید پر تاکید، رسول اللہؐ کی تجبیرو عقلمن میں تاخیر کے بارے میں احادیث کی روشنی میں روافض کے بے بنیاد الزام کا رد (ص ۱۷۳)، آخر میں حضرت عائشہؓ حضورؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ، حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عباسؓ، حضرت حسان بن ثابت کے مرثیہ کے اشعار اور حیات النبیؐ کا مسئلہ بیان کیا ہے۔ کتاب کی ضخامت ۲۸۳ صفحات ہے۔ اس کے مباحث، افادات، زبان اور طرز استدلال باعث کشش ہیں۔

اس کی زبان عالمانہ ہونے کے باوجود وقیح نہیں ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی قیادت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"آپؐ نے ابو بکرؓ کی زیر قیادت مسلمانوں کی تنظیم پر اظہار مسرت فرمایا جب آپؐ نے وصال کے دن صبح کی نماز کے وقت پردہ اٹھا کر امت کو دیکھا اور مسکرا دیئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے مضطرب چھوڑ کر پیچھے ہٹنا چاہا مگر اشارہ سے منع کر دیا اور پردہ چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے یہ مسکراہٹ دراصل اس بات پر خوشی کا اظہار تھی کہ مسلمان ابو بکرؓ

مدینہ کی امامت میں منظم ہیں اور اللہ کا پیغمبر اپنی امت کو ایسی قابل اطمینان حالت میں چھوڑ رہا ہے کہ اگر امت قیام دین کے لئے اس تعظیم و اتحاد پر قائم رہی تو ترقی کے راستے پر گامزن رہے گی۔ (۲۸)

خواجہ محمد اکبر خاں وارثی (م ۱۹۵۲ء)

خواجہ محمد اکبر خاں موضع بھولی تحصیل ہارن ضلع میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ وارثی، قادری اور چشتی سلسلوں سے وابستگی رہی۔ میلاد اکبر کی وجہ سے لازوال شہرت ملی۔ کراچی میں ۱۹۵۲ء میں انتقال ہوا۔ صوفی اکبر میرٹھی روحانی و باطنی نسبت کے لحاظ سے چشتی وارثی اور قادری سلاسل سے فیض یافتہ تھے۔ انہیں "میلاد اکبر" کی وجہ سے سب سے زیادہ شہرت نصیب ہوئی۔ اس کے اب تک بے شمار ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ میلاد اکبر مطبوعہ سال ۱۹۳۰ء مطبع محمدی بمبئی اور رتن ایڈ کو دہلی ۱۳۰ صفحات پر مشتمل ہیں۔ جبکہ جماعتی بک ڈپو، نوکلہا بازار لاہور کے میلاد نامہ کے ۱۳ صفحات ہیں۔ معراج مصلیٰ کے نام سے ان کا معراج نامہ مشتمل بر ۲۳ صفحات پانچویں مرتبہ ۱۹۳۰ء میں شیخ احمد حسن و ذکر الرحمن تاجران کتب دہلی نے شائع کیا۔ ان کے علاوہ ان کے کئی نعتیہ مجموعے باغ کلام اکبر، نمل روضہ اکبر، ریاض اکبر، گلزار اکبر اور گلستان اکبر وغیرہ کے نام سے چھپ چکے ہیں۔

میلاد نامہ کا آغاز حمد باری تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد فضائل درود شریف، آداب و فضائل محفل میلاد، حضرت بلالؓ کی روایت، اعجاز قرآنی، نبی کریمؐ کے متعلق غیر مسلموں کے اقوال بیان کئے گئے ہیں، بیان ولادت پاک، سلام بوقت قیام، حالات رضاعت، لوری، جموں، سرایا مبارک، نعت در آرزوئے مدینہ، بیان معجزات، معراج شریف، زمین و آسمان کا مباحثہ، قصیدہ معراج، نماز کی تعریف، فضائل صحابہ کبار، آل پاکؓ کا تفصیلی ذکر ہے۔ اس کے بعد مناقب کے سلسلہ میں منقبت امام حسینؑ، خوٹ الا عظیم، خواجہ معین الدین چشتی، حضرت علی ہجویریؒ اور سید وارث علی شاہؒ دیوا شریف لکھی گئی ہیں۔ آخر میں منظوم ترجمہ مناجات حضرت ابوبکر صدیقؓ، منظوم اسماء الحسنیٰ، خلیفہ مستنصر باللہ کی روایت، روایت حضرت ابویوب انصاریؓ، حضرت شاہ بسلول دانا، نمود و شہاد کی روایات، واقعہ حضرت سعدؓ، حکایت حضرت سلیمانؑ، حضرت ابویوبؓ، عبرت آموز مسدس کے اشعار، میلاد کے بارے میں استفسارات اور منظوم دعا مظفر وارثی شامل ہیں۔

میلاد اکبر میں علامہ برزنجیؒ اور ابن جوزیؒ کے میلاد ناموں کے اقتباسات موجود ہیں۔ دیگر روایات عام میلاد ناموں کی طرح درج ہیں۔ اکبر وارثی نے میلاد کے بارے میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور جدہ کے علماء سے استفسار کیا کہ محافل میلاد النبیؐ عقائد اسلامی کے موافق ہیں یا نہیں؟ اس کے جواب میں علماء نے اپنے اپنے فتوے بھجوائے۔ ان تمام فتاویٰ کے نقول اس میلاد نامے کے آخر میں شامل کر دی گئی ہیں۔ ان فتووں کا ما حاصل یہ ہے کہ محافل میلاد کا انعقاد مبارک بلکہ انسب ہے۔ مدینہ منورہ کے فتویٰ پر تیس علماء کی مرسٹ ثبت ہیں جبکہ مکہ مکرمہ کے بیالیس اور جدہ کے پندرہ علماء کی مرسٹ ہیں۔ ان علماء میں حنفی، شافعی اور

دیگر عقائد کے سب ہی علماء شامل ہیں۔

میلاد اکبر میں بہت سے نکات بھی بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً کلمہ طیبہ دو ناموں سے مرکب ہے اللہ اور محمد۔ اللہ بھی بے نقط نام ہے اور محمد بھی اللہ میں چار حرف ہیں اور الف ل ال ہ ان چاروں حروف میں ایک ایک کو الگ کر کے دیکھئے تو بے معنی نہ ہو گا کچھ نہ کچھ اچھے معنی ضرور نکلیں گے مثلاً الف کو الگ کیا تو ل ال ہ رہا ان سے اللہ باسمی بنا لہ ما فی السموات وما فی الارض اب ایک ل بھی الگ کیجئے تو باقی رہا ل اور ہ اس سے لفظ لہ بنا یہ بھی باسمی لفظ ہے یعنی لَدَمَلِكِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ اب دوسرا "ل" بھی الگ کر دیجئے تو باقی رہا حرف "ہ" اس کو اگر پیش سے پڑھیں تو ہو بنا جس کے معنی "وہ" کے ہیں۔ اب بھی اشارہ اللہ ہی کی طرف ہے یعنی هُوَ الْاَوَّلُ هُوَ الْاٰخِرُ هُوَ الظَّاهِرُ هُوَ الْبَاطِنُ۔ جس طرح اللہ اسم ذات ہے ایسے ہی محمد اسم ذات ہے۔ جس طرح اللہ بے نقط ہے اسی طرح محمد بے نقط ہے۔ جس طرح اللہ میں "ل" مشدود اسی طرح محمد میں "م" مشدود ہے۔ جس طرح اللہ کے حروف الگ الگ کئے جانے کے بعد باسمی رہتے ہیں۔ اسی طرح محمد کے حروف بھی الگ الگ کرنے کے بعد بھی باسمی رہتے ہیں۔ مثلاً محمد میں م ح م د چار حرف ہیں اگر پہلے میم کو الگ کیجئے تو ح م د باقی رہا جس کے معنی اللہ کی تعریف کے ہیں جیسے الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ایسے ہی "ح" کو الگ کیجئے تو "م" د باقی رہا اس سے لفظ بنا یا تو مد بنا جس کے معنی ہمیشہ اور پھیلاؤ کے ہیں یہ بھی اللہ ہی کی ذات کو زیبا ہے۔ اب اگر میم کو بھی الگ ہٹایا تو خالی "د" رہی جس کے عدد بحساب ابجد چار ہیں اور چار ہی لفظ هُوَ الْاَوَّلُ هُوَ الْاٰخِرُ هُوَ الظَّاهِرُ هُوَ الْبَاطِنُ کے ہیں۔ یہ چاروں صفات بھی اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات پاک کے لئے موزوں ہیں۔ جس کا مشرق و مغرب شمال و جنوب میں ظہور ہے۔ یہ تمام فضائل قدرتی طور پر ظاہر ہوئے ہیں۔ اس کا موازنہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ اور دیگر مذاہب کے معبودوں اور اوتاروں میں سے کچھ حروف کم کر کے دیکھئے تو باسمی حروف باقی نہیں رہیں گے۔" (۲۹)

میلاد اکبر میں گرو نانک کے حوالے سے ایک اور نکتہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ جس کے لحاظ سے ساری کائنات سرکارِ دو عالم نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام میں نظر آتی ہے۔ گرو نانک کا دوہا ہے:

نام لو ہر بہت کا اور چوگن کر لو وائے
دو ملا کر بیچ گن کر لو بہت پر دو بھاگ لگائے
بیچے کچے کو تو گن کر لو اس میں دو تم دو بھی ملائے
گورو نانک یوں کہیں کہ نام محمد پائے

مثال کے طور پر ہم نے دل کا نام لیا۔ دل کے عدد ۳۴ ہوتے ہیں۔ ان کو چوگنا کیا یعنی چار پر ضرب دیا۔ ۳۴ ضرب ۴ = ۱۳۶ ہوئے۔ ان میں دو ملائے تو ۱۳۸ ہوئے۔ ان کو اب پھر بیچ پر ضرب دیا۔ ۱۳۸ ضرب ۵ = ۶۹۰ ہوئے۔ میں پر تقسیم کیا تو ۱۰ بیچے پھر نو پر ضرب دیا تو نوے ہوئے۔ دو ملائے تو ۹۲ ہو گئے یہی عدد نام نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ اس ترکیب سے ہر عدد ۹۲ بن جاتا ہے۔" (۳۰)

”میلاد اکبر“ کی عوامی حلقوں اور مجالس میلاد میں مقبولیت کی غالب وجہ ان کی میلادیہ منظومات ہیں جن میں جذبہ حب رسولؐ کی فراوانی، خیال و احساس کی پاکیزگی، اور بیان کی سادگی ہے۔ انہوں نے ولادت نبی کریمؐ اور معراج النبیؐ کے واقعہ کو خاص طور پر منظوم کیا ہے۔ ان منظومات میں سلام، لوری، جھولنا، ڈالی اور سزا عوامی مجالس میلاد میں بہت پسند کئے جاتے تھے۔ ہندی گیتوں اور بھجنوں کے زیر اثر منظوم واقعہ معراج اور منقبت خواجہ معین الدین چشتیؒ میں پوری فضا ہندی رنگ میں رنگی ہوئی نظر آتی ہے۔ انہوں نے اپنی میلادیہ منظومات میں ادبی معیار کو برقرار رکھا، اس سے ان کی علییت کا پتا چلتا ہے۔ موصوف میلاد خوانی کے سلسلہ میں پنجاب کے اکثر اضلاع کا دورہ کرتے رہتے تھے۔ (۳۱) اس اعتبار سے ان کا رابطہ عوام سے تھا اور یہی میلاد خوانی ان کی زندگی تھی۔

میلاد اکبر میں انہوں نے چند سلام لکھے ہیں۔ ان کا درج ذیل سلام اردو کے مقبول و معروف سلاموں میں ہے۔

یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک
(۳۲)

کئی شاعروں نے اس سلام کی تعصین میں سلام لکھے ہیں لیکن اس سے زیادہ نہ کوئی سلام آج تک پڑھا گیا ہے اور نہ سنا گیا ہے۔ بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری:

”پاک و ہند کا شاید ہی کوئی مسلمان ہو، جس کے کان اس سے آشنا نہ ہوں۔
درد و سلام کے عنوان سے اردو میں درجنوں نظمیں لکھی گئیں۔ خود اکبر وارثی کے
سلام کی تقلید میں سینکڑوں سلام منظر عام پر آئے ہیں لیکن سادگی و صفائی، اثر و تاثیر
اور قبول عام کے لحاظ سے کوئی بھی اکبر کے سلام کو نہیں پہنچتا۔“ (۳۳)

درج ذیل سلام اکبر وارثی نے مدینہ منورہ کی حاضری پر روضہ اقدس پر برجستہ لکھ کر پڑھا تھا۔ اس کے چند شعر درج ذیل ہیں:

السلام اے حق تعالیٰ کے حبیب

السلام اے درد عیساں کے طبیب

السلام اے سرور ارض و سما

السلام اے سید کل انبیاء

السلام اے شافع روز یقین

السلام اے رحمت اللعالمین

السلام اے باعث کون و مکال

السلام اے حای و رماندگان

السلام اے خواجہ گل کائنات
 السلام اے شاہ محبوبی صفات
 السلام اے حافظہ جملہ نظام
 السلام اے وارث ما السلام
 کون سے منہ سے کہوں میں دل ملوں
 آپ میری حاضری کر لیں قبول
 خود کو اس قابل نہیں پاتا ہوں میں
 کثرت عیال سے شرماتا ہوں میں
 (۳۴)

حضرت حلیمہ کی لوری کے اشعار میں خلوص و عقیدت کی فراوانی اور لب و لہجہ بھی سہل اور قابل فہم ہے:

سو جا سو جا پیارے محمدؐ میں تجھ پر بلہاری
 گورے گورے کھڑے پر ہے صدقے خدائی ساری
 کالی کالی زلفوں والے تجھ پہ حلیمہ واری
 سو جا سو جا

آپ اکثر پڑھتے تھے نمازیں ساری ساری رات
 آخر سے دوبار خدا سے حکم ہوا یہ جاری
 سو جا سو جا

کس نے کہا ہے کملی والے تجھ سے اتنا جاگ
 ورم آجائے پاؤں پہ تیرے گزرے رات بھی ساری
 سو جا سو جا (۳۵)

لوری کے ساتھ جھولنا کے اشعار ہیں۔ اگرچہ یہ انداز ذکر رسالتؐ کے لائق نہیں لیکن مجلسی تقاضوں، سرمستی و فریفتگی اور ترنم و موسیقی کے عناصر نے انہیں کیف آور بنا دیا ہے۔

جھولتے تھے جو نور خدا جھولنا
 تھا وہ اک نور کا خوشنما جھولنا
 قدسیوں نے ہلا کر کہا جھولنا
 جھولو جھولو جھولو حبیب خدا جھولنا
 اشرف الانبیاء جھولتے جھولتے

جھولے حضرت مصطفیٰ جھولنا

چاند سورج تصدق ہوئے آپ پر
چاند سے آپ تھے چاند سا جھولنا

لوریاں دیتے رہتے تھے روح الامیں
جھولتے رہتے تھے مصطفیٰ جھولنا

آپ کے جھولنے کے لئے یانہی
عرش پر بھی تو ڈالا گیا جھولنا

(۳۶)

مدینہ منورہ کی آرزو میں دو منظومات ہیں۔ مدینہ میں موت کی آرزو اور جذبہ عشق کی سرشاری کی کیفیات قلمبند کی ہیں:

مقابلہ جو کیا عرش کا مدینے سے
تو عرش رتے میں ہلکا رہا مدینے سے
دروو پڑھنے سے محفل مہک رہی ہے یہ
کہ عطر لائی ہے باد صبا مدینے سے
جو موت آئے تو آئے مجھے مدینے میں
کہ عشق رکھتا ہوں میں اے خدا مدینے سے
(۳۷)

اکبر وارثی لکھتے ہیں کہ کسی سرکار دربار میں حاضر ہوتے ہیں تو ڈالیاں پیش کی جاتی ہیں۔ نبی کریمؐ کے روضہ اقدس پر جب کوئی زائر حاضر ہو تو اسے بھی کچھ پیش کرنا چاہئے۔ اس محفل ذکر پاک رسالتاب میں کچھ پیش کرنا چاہئے اس لئے سامعین درود کی ڈالیاں پیش کریں اور میلاد خواں نعت کی ڈالیاں۔ ڈالی کے عنوان سے نعتیہ کلام کا نمونہ دیکھئے:

جب دین الہی کی حضرت نے بنا ڈالی
بت خانوں کی بنیادیں گلے سے ہلا ڈالی
امت کو لیا اپنی حم کے حلقے میں
یلبین کی جب سر پر حضرت نے روا ڈالی
کائنا بھی مدینہ کا گل ہی نظر آتا ہے
کس سو سہی قد نے یہ اپنی ہوا ڈالی
سورج بھی پھرا انا شق چاند ہوا فوراً
انگشت شہادت جب حضرت نے ہلا ڈالی
(۳۸)

معراج کے بیان میں پوربی انداز کے درج ذیل شعر دیکھیں :

تکوں سے مل کر نیناں جبریل بچن یہ سناوت ہے
 طیبہ کے بیا اٹھ بیٹھو رب تم کو تمہارا بلاوت ہے
 لایا ہوں براق میں ساتھ اپنے جلدی چلے جلدی چلے
 قاب قوسین او ادنیٰ آج اپنا جلوہ دکھاوت ہے
 رضواں ہے حاضر چوکھٹ پر کوڑ کی صراحی دو لے کر
 سرکار اٹھو اور غسل کو شب وصل کی بقی جلاوت ہے
 ترے صدقے میں سب کی بگڑی بنی مری بگڑی بنا طیبہ کے وحی
 یا سیدنا مکی مدنی تو رؤف رحیم کماوت ہے !!!
 (۳۹)

معراج النبی کے بیان میں مخصوص آہنگ و موسیقی بھی ان کی مقبولیت کا ایک بڑا سبب ہے۔ لب و لہجہ سہل اور قابل فہم ہے:

دیکھو دیکھو احد کا دلارا چلا دیکھو دیکھو کہ خالق کا پیارا چلا
 دیکھو دیکھو کہ روشن ستارا چلا شان بدر الدہی آج کی رات ہے
 جا رہے ہیں شہنشاہ کوں و مکاں فرش سے عرش تک نور کا ہے سماں
 جلوہ نور حق سے ہے روشن جہاں واہ کیا جلوہ آج کی رات ہے
 آسمان چہارم پہ پہنچے نبی تو صدائے مبارک مبارک سنی
 ہر طرف سے صدایہ آنے لگی جشن معراج کا آج کی رات ہے
 (۴۰)

راکوں اور نھریوں کی طرز پر ہندی و پوربی انداز میں خواجہ معین الدین چشتی کی منقبت میں عورت کی طرف سے عاشقانہ واردات و کیفیات کا بیان ہندی گیتوں کی اندھی پیروی کا نتیجہ ہے۔ اس قسم کے اثرات ہندوستانی معاشرت کے سبب مرتسم ہوئے۔ نسائی اظہار کا انداز علامت و رموز اور تلازمات و مناسبات کے ساتھ دیکھئے :

پاک پن کی گلیاں چھانیں پچی قطب کے دوار
 ڈولت ڈولت اجیر آئی خواجہ کے دربار
 گاگیا کو دیکھ کے بھرنا پنہاری انجان
 ٹوٹ نہ جائے موری گاگر خواجہ ترے دوار
 بگری چکے میگھا برس کرے پیہما شور

ترے در کی جوگن خواجہ رووے زار تقار
 بھری گلریا سب سکھیں پر خالی مورے پاس
 موری گیزی بات بنا دو ولین کے سردار
 (۳۱)

میلاد نگاری میں اس قسم کی منظومات کو بہت مقبولیت ملی۔ میلاد اکبر میں نثری بیان میلاد کے علاوہ سلام، لوری، جھولنا، ڈالی، میلاد یہ نعتیں اور دیگر منظومات موجود ہیں۔ اور انہی خصوصیات کی بدولت میلاد اکبر کو مقبولیت حاصل رہی ہے۔

خواجہ محمد اکبر خان وارثی کا معراج نامہ کلاں یعنی معراج مجلی نظم و نثر کے مضامین پر مشتمل ہے۔ اس میں قرآن و حدیث اور کتب معتبرہ سے حوالے دیئے گئے ہیں۔

معراج نامہ کلاں کی منظومات برسوں زباں زد خلائق رہی ہیں۔ قصیدہ معراج شریف کے اشعار ملاحظہ

ہوں:

دونوں عالم ہیں نور علی نور کیوں کیسی رونق فزا آج کی رات ہے
 یہ سرت ہے کس کی ملاقات کی عید کا دن ہے یا آج کی رات ہے
 دل بھلے ہوں تو دل اس کا بھون بے زلف شب گوں میں ہر روز الجھا رہے
 اوڑھنی چاند تارے کی اوڑھے ہوئے لیلیٰ دل رہا آج کی رات ہے
 طور چوٹی کو اپنی جھکانے لگا چاندنی چاند ہر سو بچھانے لگا
 عرش سے فرش تک جھکانے لگا رشک صبح صفا آج کی رات ہے
 فرش کون و مکاں میں ہے کم خواب کا ہیں یہ معنی کہ سونا نہیں ہے روا
 سونے والوں کو اکسیر ہے جاگنا جاگ تو رہتا آج کی رات ہے
 اس کی سو گھنٹیں جو بو اس کی دیکھے ضیاء دن پھرے دونوں کے اور نصیب کھلا
 عارض شدہ پہ قربان دن آج کا زلف پر جھلا آج کی رات ہے
 وہ حبیب خدا سید المرسلین خاتم الانبیاء شاہ دنیا و دین
 برہم تو سین میں ہوں گے مسند نہیں جشن معراج کا آج کی رات ہے
 خواب راحت میں تھے ام ہانی کے گھر آ کے جبریل نے یہ سنائی خبر
 چلے چلے شہنشاہ والا گھر حق کو شوق لقا آج کی رات ہے
 جاگو جاگو شہنشاہ دنیا و دین اٹھو اٹھو ذرا لا مکاں کے کہیں
 دیکھو دیکھو یہ حاضر ہے روح الامیں روح تم پر فدا آج کی رات ہے
 برق سے تیز ہے یہ براق آپ کا کیونکہ خالق کو ہے اشتیاق آپ کا
 اب نہیں دیکھا جاتا فراق آپ کا جلد چلنا روا آج کی رات ہے

باغ عالم میں باو باری چلی سرور انبیاء کی سواری چلی
 یہ سواری سوئے ذات باری چلی ابر رحمت اٹھا آج کی رات ہے
 جذب حسن طلب ہر قدم ساتھ ہے دائیں بائیں فرشتوں کی بارات ہے
 سر پر نورانی سرا کی کیا بات ہے شاہ دولما بنا آج کی رات ہے
 گھات وہ گھات جس گھات میں بات ہو بات وہ بات جس بات میں بات ہو
 رات وہ رات جس رات میں بات ہو لطف اس بات کا آج کی رات ہے
 عطر رحمت فرشتے چھڑکتے چلے جس کی خوشبو سے رستے سہکتے چلے
 چاند تارے جلو میں چمکتے چلے ککشاں زیر پا آج کی رات ہے
 اور نیوں کو یہ مرتبہ ہی نہیں عرش اعظم پہ کوئی گیا ہی نہیں
 ایسا رتبہ کسی کو ملا ہی نہیں جیسا رتبہ ترا آج کی رات ہے
 حکم تھا اے فلک اب قدم چوم لے جھک کے ہر اک ملک اب قدم چوم لے
 عرش دیکھے جھلک اب قدم چوم لے تجھ پہ شاہ دنی آج کی رات ہے
 چاند ہالہ ہے اس روئے بے داغ کا اس کی آنکھوں میں سرمہ ہے مازاغ کا
 یہ وہی گل ہے توحید کے باغ کا جس کی زلف دو تا آج کی رات ہے
 خلوت خاص میں یہ حضور ہوئی قرب ہی قرب تھا دور دوری ہوئی
 تمہی جو دل میں تمنا وہ پوری ہوئی دیدہ شوق وا آج کی رات ہے
 جس مکاں میں فرشتوں کے جلتے ہیں پر اس میں راز و نیاز بشیر و بشر
 ناز و انداز اوہر اون منی اوہر ہر اوہر میں اوہر آج کی رات ہے
 پھر کہا حق نے جلوے مرے دیکھ لے وہ مجھے دیکھ لے جو تجھے دیکھ لے
 میں تجھے دیکھ لوں تو مجھے دیکھ لے دیکھنے کا مزا آج کی رات ہے
 تو نہ مجھ سے الگ میں نہ تجھ سے جدا تجھ سے جو مل چکا ہے وہ مجھ سے ملا
 اور جو تجھ سے گیا ہے وہ مجھ سے گیا بس یہی فیصلہ آج کی رات ہے
 اس طرف رحمت حق کے جوہر کھلے اس طرف سے شفاعت کے دفتر کھلے
 کہہ دیا دیکھ ہیں فیض کے در کھلے مانگ جو مانگنا آج کی رات ہے
 شہ نے کی عرض امت گنہگار ہے عیشے میرے مالک تو غفار ہے
 تجھ کو آساں ہے سب مجھ کو دشوار ہے فکر روز بڑا آج کی رات ہے
 لطف جب ہے کہ دیکھیں گے سارے نبی ہو گی تیری شفاعت یہ رحمت مری
 بخش دوں گا قیامت میں امت تری تجھ سے وعدہ مرا آج کی رات ہے
 تجھ سے بندہ مرا گر کوئی پھر گیا طبقہ نار دوزخ میں وہ گر گیا
 اور جو ایمان لایا وہی تر گیا یہ مرا دعا آج کی رات ہے

پھر ہوا حکم اب سیر جنت کو اور مکانات امت کے سب دیکھ لو اور جو کچھ ضرورت ہو ہم سے کہو باب رحمت کھلا آج کی رات ہے نزع میں، قبر میں، حشر میں، اے خدا سختی و تنگی و پریش جرم کا خوف اکبر کو رہتا ہے بے اتنا فضل کرنا دعا آج کی رات ہے (۴۲)

اکبر وارثی نے معراجیہ منظومات کو ایک حترنم اسلوب دیا۔ ان کی میلادیہ و معراجیہ منظومات میں حترنم حترنم، زبان سہل اور لب و لہجہ سادہ ہے۔

معراج نامہ کی ابتداء میں معراج جسمانی کے دلائل ہیں۔ منظومات کے درمیان وضاحت کے لئے نثر میں موقع محل کی مناسبت سے متعدد واقعات لکھے گئے ہیں۔

اکبر وارثی کی میلادیہ و معراجیہ منظومات ترنم و سادگی کے سبب مجالس میلاد میں بڑے ذوق و شوق سے سنی جاتی تھیں۔ ان کے بیان میلاد میں شوق و عقیدت کی فراوانی ہے اور اس میں انہوں نے جدت و ندرت اور درد مندی کو بھی بڑے قرینے سے سمویا ہے جس سے اثر و تاثر اور لطف و کیف بہت بڑھ گیا ہے۔

مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (م ۱۹۵۳ء)

مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی موجودہ صدی کے مبلغ اسلام اور عظیم مفکر گذرے ہیں۔ آپ کی مسلسل جدوجہد اور محکمانہ کاوشوں سے براعظم افریقہ اور یورپ میں شیخ اسلام روشن ہوئی۔ ستر ہزار سے زائد غیر مسلم حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔

آپ ۳۔ اپریل ۱۸۹۲ء کو شاہ محمد عبدالکیم کے ہاں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ شاہ عبدالعلیم نے سولہ برس کی عمر میں درس نظامی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۱۷ء میں بی۔ اے کیا۔ ۱۹۱۹ء میں زیارت حرمین شریفین کے لئے حجاز پہنچے۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ مولانا عبدالباری قرنگی مغل، شیخ احمد انیس مغربی مقیم مدینہ منورہ، شیخ السنوسی (لیبیا) اور اپنے بڑے بھائی مولانا احمد مختار صدیقی سے بھی اکتساب فیض کیا اور چاروں سلاسل میں اجازت حاصل کی۔

ان کی زندگی کا سب سے اہم کارنامہ ۳۵ برس تک (۱۹۱۹ء تا ۱۹۵۳ء) یورپ، افریقہ اور امریکہ کے متعدد ملکوں میں تبلیغ اسلام ہے۔ ان ممالک کے گوشے گوشے میں مساجد، مکتب، کتب خانے، رسائل، ہسپتال، یتیم خانے اور تبلیغی مراکز قائم کئے۔ آپ کی کاوشوں سے نامور وکلا، فلاسفر، ڈاکٹر، سائنس دان اور دہریے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

۱۹۳۶ء میں بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں تحریک پاکستان کی بھرپور حمایت کی۔ ۱۹۵۰ء میں پوری دنیا کا تبلیغی دورہ کیا۔ ۲۲۔ اگست ۱۹۵۳ء کو مدینہ طیبہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں میں دفن ہوئے۔

شاہ عبدالعلیم صدیقی بہترین خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم المرتبت اویب بھی تھے۔ ان کی تصانیف میں ذکر حبیب (میلاد نامہ) اسلام کی ابتدائی تعلیمات، احکام رمضان، کتاب التصوف، انسانی مسائل کا حل، اسلامی اصول

Forgotten Path of Knowledge Quest for Happiness

اس کتاب میں مسلمانوں کی بد حالی کے اسباب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان حقیقی خوشی کی تلاش میں کیوں سرگرداں رہتا ہے اور اس کے حصول کا صحیح ذریعہ کیا ہے اور ایک کتاب قادیانیوں کے خلاف ”المرآة“ عربی میں لکھی جس کا جواب قادیانی تاحال نہیں دے سکے۔ انہوں نے ”ذکر حبیب“ میلاد نامہ ۱۹۳۸ء میں لکھا۔ یہ ۷۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی تصنیف کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”آج کل کے میلاد ناموں میں چونکہ رطب و یابس سبھی کچھ شامل ہوتا ہے اور مراتب الوہیت و نبوت کے فرق و امتیاز سے بھی مولفین تجاوز کر جاتے ہیں لہذا مستند روایات اور نبی کریمؐ کی تعلیمات و اخلاق حسنہ کی سچی تصویر پیش کرنے کے لئے اس میلاد نامے کو ترتیب دیا گیا ہے۔“ (۳۳)

موضوعات کے اعتبار سے ولادت نبویؐ اور اخلاق حمیدہ کے مقابلے میں حقوق اللہ اور حقوق العباد سے زیادہ بحث کی گئی ہے۔ معاشرتی و سماجی مسائل کے احکام کا استنباط قرآن مجید سے کیا ہے۔ مصنف کو پاکستان سے والہانہ محبت تھی، اس کا اظہار انہوں نے ”ذکر حبیب“ کے اختتام پر دعا میں کیا ہے:

”اے ظالموں کے سر پر تاج رکھنے والے! اے بے پناہوں کو پناہ دینے والے! سن لے، سن لے، ہم بیکسوں، بے بسوں کی سن لے! ہم یہ کاروں کے سبب اپنے دین کو بدنام نہ ہونے دے! دین کی عزت رکھ لے! علم کو سرنگوں نہ ہونے دے، ہمیں قوت دے، طاقت دے، عزت دے، حمیت دے، غیرت دے! برصغیر میں جو چھوٹی سی آزاد خود مختار پاکستانی حکومت تو نے محض اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے اس کی حفاظت فرما! اسے قوی سے قوی تر بنا اور صحیح معنی میں اسلامی دولت، اسلامی سلطنت اور الہی مملکت بنا! جہاں تیرا قانون، تیرے احکام جاری ہوں، تیرے دین کا علم بند ہو اور تیرے نام کا ابد الابد تک بول بالا رہے۔ مولیٰ! مولیٰ! اے رحم و کرم والے مولیٰ! ہماری دعائیں قبول کر!“ (۳۴)

ذکر حبیب کی تالیف کا بڑا مقصد یہ ہے کہ مسلمان نبی کریمؐ کی غلامی اختیار کریں اور اپنے تمام معاملات میں آپؐ کے ارشادات، طرز عمل اور قوانین کی پابندی کریں۔ آپؐ کی ذات مقدسہ کی تعظیم و توقیر کو مد نظر رکھیں۔ اسی میں دین و دنیا کی فلاح مضمر ہے۔ ”ذکر حبیب“ کی زبان سادہ اور اسلوب موثر ہے۔

عزیز نامی شخص کا مرتبہ میلاد نامہ ”گلاب کا پھول“ ہے۔ اس میلاد نامے میں مرتب نے دعویٰ کیا ہے کہ اس میں بیان کردہ روایات مستند ہیں لیکن وہ اس دعویٰ کی پوری پابندی نہیں کر سکے۔ اس میں عام روایات کے بیان کے علاوہ بعض معاشرتی بدعات کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۱۳ ہے۔

خواجہ حسن نظامی (م ۱۹۵۵ء)

خواجہ علی حسن عرف حسن نظامی ۲۵۔ دسمبر ۱۸۷۸ء کو پرانی دہلی ہستی درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ میں حافظ سید عاشق علی کے ہاں پیدا ہوئے۔ ان کے والدین کی رحلت کے وقت ان کی عمر بارہ سال تھی۔ پھر ان کے بڑے بھائی نے ان کی پرورش کی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد مولوی عبدالعلی محدثؒ مولوی وصیت علی اور حکیم وصی الحسن سے حدیث کی کتابیں پڑھیں۔ اخبارات و رسائل میں مضمون لکھنے لگے اور پھر ۱۹۰۸ء کے بعد سے ان کی زندگی مضمون نویسی، تصنیف و تالیف اور خدمت مریدین میں صرف ہوئی۔ حسن نظامی نے کثرت تصانیف کے باوجود ایسے مضامین پر قلم اٹھایا ہے جو اب تک اردو ادب میں یادگار ہیں۔ ان کا انتقال ۳۱۔ جولائی ۱۹۵۵ء میں ہوا۔ ہستی نظام الدین اولیاءؒ دہلی میں مدفون ہیں۔

میلاد اور سیرت کے موضوع پر میلاد نامہ اور رسول بچی (۱۹۱۷ء) ’اسلامی رسول (۱۹۲۳ء)‘ رسول کی عیدی (۱۹۲۳ء) ’محمد کی سرکار اور محمد درشن ان کی معروف کتابیں ہیں۔ میلاد نامہ اس قدر مقبول ہوا کہ اس کے کئی ایڈیشن چھپے۔

حسن نظامی کی پیدائش اور خاندانی لحاظ سے باطنی نسبت طریقت چشتی نظامی سلسلہ سے تھی۔ ان کا بیشتر وقت بیرونی فقیری میں مشغولیت، محافل سماع کی وجدانی اور کیف آور فضا میں محویت اور درود و سلام کی رقت انگیز صداؤں میں گذرتا تھا۔ اس قسم کے ماحول کے اثرات کے تحت نبی کریمؐ سے محبت و عقیدت ایک فطری عمل تھا۔ ان کی طبیعت کی جولانی اور عشق رسولؐ کی فراوانی نے ان کے اسلوب کو اثر و تاثیر سے بھر دیا ہے۔ اور بقول ڈاکٹر ابو الخیر کشتفی: خواجہ حسن نظامی اردو کے ایلیے انشا پرداز اور عاشق رسولؐ تھے۔ ان دونوں عناصر کی آمیزش سے ان کے قلم نے جاوہر جگایا ہے۔ (۳۵)

میلاد نامہ میں میلاد شریف کی فضیلت اور احتیاط، صاحب میلاد کے بزرگوں کا بیان، مضر کی کرامت، چھٹے دادا قصی، عبد مناف، ہاشم، ہاشم کی مدینہ میں شادی، عبدالمطلب، مدینہ کی پہلی مددگاری، عبدالمطلب مقبول بارگاہ خداوندی، عبدالمطلب کی چلہ نشینی، اصحاب قبل کا قصہ اور عبدالمطلب کی کرامت، ننگری شاہ اور سمیل شاہ، حضرت عبداللہ، خدا کی چھری کا نذرانہ آنکھ والوں کی دید، باپ بھی مدینہ میں، حضرت آمنہؓ ذکر ولادت، ازل میں نور، ابد میں نور، حمل کا زمانہ، قیام، تعظیم کو کھڑے ہو جاؤ، وقت ولادت قریب آیا، مائل دکنی کی نظم میلاد، سینہ چاک، بچپن اور جوانی، صبح کا ستارہ، شام کو بچپن کا ایک قصہ، بھری میں رک گئے، جوانی کی ترنگ، امین کا خطاب، پہلی سرداری، ادب کعبہ کا حلف، لو وہ دوہما بنے، پرانی کتابوں میں آپ کی بشارات، سب سے پہلا مسلمان، معراج، نبی ہاشم اور ابو طالب کی مدد، غریب مسلمانوں پر ستم، حضرت حوزہ کا اسلام، حضرت عمرؓ کا مسلمان ہونا، مسلمانوں کا پایکاٹ، مدینہ کی بلیک، ہجرت، مدینہ والا مدینہ میں، ہجرت

کا پہلا سال، جہاد کا پہلا سفید جھنڈا، سنہ ۲ ہجری، بدر کی لڑائی، یہودیوں سے لڑائی، جنگ اہد، علیؑ کی ماں رسول کی ماں، یہودیوں کا ایک برا ارادہ، خنوق کی لڑائی، بنی قریظہ پر حملہ، فتح مکہ، فوجیں کی فوجیں مسلمان صورت و سیرت، لباس، کھانا اور روزمرہ کی عادات کے عنوانات ہیں۔

خواجہ حسن نظامی میلاد شریف کی فضیلت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

”امت کے نیک و بد حالات کی اطلاع فرشتے نبی کریمؐ کو دیتے ہیں۔ وہ ہمارے نیک اعمال سے خوش ہوتے ہیں اور گناہوں سے مت رنجیدہ ہوتے ہیں۔ پس جب ہمارے رسول کو ہمارا ایسا خیال ہو تو ہم کو بھی چاہئے کہ اپنے محبت کرنے والے پیغمبر کو ہمیشہ یاد رکھیں اور ان کا ذکر خیر کیا کریں۔ میلاد شریف کی محفلیں اصل میں اسی ذکر خیر کے لئے ہیں تاکہ مسلمانوں کے چھوٹے بڑے، عورت مرد میں اپنے ہادی رسولؐ کی یاد قائم رہے۔ میلاد شریف کی مجلسیں ساری دنیا میں ہوتی ہیں، ہر قوم اور ہر فرقہ اور ہر شخص اپنی اپنی بساط کے موافق ایسی بزم کرتا ہے جس میں آنحضرتؐ کا ذکر خیر ہو۔“ (۳۶)

قیام میلاد کے بارے میں خواجہ حسن نظامی نے مدلل بحث کی ہے۔ اس بیان سے ایک اقتباس درج

ذیل ہے:

”نبی روشنی والے قومی گیت گاتے ہیں تو تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہم نغمہ وحدت کے موجد کی آمد پر تعظیم کو کیوں نہ کھڑے ہوں۔ ہوا پیام حق لاتی ہے، زمین کی ذہریلی خاصیتوں کو اپنے زور سے پاک کرنا چاہتی ہے۔ پیاریوں کو آبادیوں سے اڑانا اس کا مقصود ہوتا ہے تو خاک کے ذرے تک اس کی تعظیم میں کھڑے ہو کر اڑنے لگتے ہیں، پھر ہم کیوں نہ اس یزدانی جمونکے کی تعظیم کریں جو زمین کی سب خرابیوں کو دور کرنے آیا۔ دنیاوی بادشاہوں کے خط ماتحتوں کے نام جاتے ہیں تو وہ سرود قد کھڑے ہو کر تعظیم دیتے ہیں۔ آج ہمارے ہاں بھی شہنشاہ کونین کی آمد کا ذکر ہے۔ ہم غلام اس کی عزت کو ہاتھ باندھ کر کیوں نہ کھڑے ہوں۔“ (۳۷)

خواجہ حسن نظامی نے میلاد نامہ میں نبی کریمؐ کا سراپا محبت و عقیدت سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے جو سراپا بیان کیا ہے۔ وہ ان کے اپنے ذہن کی پیداوار نہیں ہے بلکہ انہوں نے تاریخ کی کتابوں سے پڑھ کر پیش کیا ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے آپ کے خد و خال کو اس طرح بیان کیا ہے کہ اس کو پڑھنے کے بعد کسی قسم کی تعقلی کا احساس باقی نہیں رہتا۔ انہوں نے اس لحاظ سے جامع اور مکمل انداز میں سراپا پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ بت لے تھے نہ بت لکھنے، درمیانی قد اور گندی رنگ تھا اور چہرے پر سرخی جھلکتی تھی۔ رخسار صاف سڈول تھے۔ نہ کئے پھولے ہوئے نہ ہڈیوں میں دھنسنے ہوئے، آنکھیں سیاہ اور ہر وقت ان میں لال ڈورے نظر

آتے تھے جیسے کوئی نشہ میں ہو۔ چہرے کی ادا شرمیلی اور خواہ مخواہ دل پر اثر کرنے والی تھی، بلاوجود اس کے ہیبت اور رعب بھی آپ کے بشرے کا دیکھنے والے پر بہت پڑتا تھا۔ واڑھی خوب بھرواں اور گنجان تھی۔ سر کے بال نہ بالکل سیدھے تھے نہ بہت گھونگھروالے تھے۔ کبھی آپ کے بال کندھے کے نیچے لٹکتے ہوئے اور کبھی کندھے کے اوپر، کبھی کان کی لو تک لپٹے ہوتے۔ آپ لہجے کترواتے تھے۔ کبھی کبھی مونچھیں بالکل ترشوائی ہیں۔ آپ کے سینے سے لے کر ناف تک ایک لمبی لکیر گھنے بالوں کی تھی اور پشت پر دونوں کندھوں کے بیچ میں گوشت کچھ ابھرا ہوا تھا اور اس پر کچھ بال تھے۔ یہی مہرہوت کہلاتی تھی۔ گردن آپ کی صراحی وار اور نہایت خوبصورت تھی۔ ہاتھوں اور پیروں کے پنجوں پر گوشت خوب بھرا ہوا تھا۔ واڑھی اور سر کے بال وفات تک سفید نہیں ہوئے چند بالوں میں سفیدی آئی تھی اور ان کو کبھی کبھی مندی کا خضاب لگا لیتے تھے۔ پیشانی خوب چوڑی اور بلند تھی۔ ناک کے نتھنے نرم اور باریک تھے، مگر ناک بلند تھی، پاؤں کے انگوٹھے کے برابر والی انگلی انگوٹھے سے ذرا بڑی تھی۔ بدن نہ موٹا تھا نہ دہلا۔ اوپر کا حصہ خوب مضبوط تھا اور سینہ چوڑا اور بھرا ہوا تھا۔ (۳۸)

”رسول کی عیدی“ انہوں نے بچوں کے لئے لکھی تھی۔ اس میں رسول کی عیدی، عید میلاد الرسول، نظم عید میلاد، صاحب بزم میلاد کے اخلاق، بد خلقی کی برائی، کلمات الرسول، رسول کی من بھاتی ندا، صاحب میلاد کا بچپن، ہلال عید، چاند رات، عید میلاد کا گیت، صاحب میلاد پر درود، ترغیب بیروی، آنحضرت اور عید کے مسائل کے عنوانات ہیں۔ رسول کی عیدی میں انہوں نے ظہور قدسی کے بارے میں عید میلاد الرسول کے عنوان کے تحت لکھا ہے:

”ایک سو ایک ضرب الا اللہ کی سلامی دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں۔ آنکھیں مڑھاں کی سناں اور ابرو کی تیغ سنبھالے اوجھ سے پتلیاں جھکائے کھڑی رہیں۔ زبان درود کا بینڈ بجائے، بدن کی سب رگوں کو حکم دو کہ صلواتی بینڈ میں یک جان ہو کر سر ملائیں۔ یہاں تک کہ ہر بن مو سے نغمہ صلواتی عمر نکلنے لگے۔ روزہ کی عید، حج کی عید دونوں دست بستہ آئیں اور عید میلاد کا خیر مقدم کریں۔ غریبوں، مظلوموں کے غمگسار، سرکشوں، ظالموں کے زیر کرنے والے، وہی جن کا نام لینے سے ہمارے خون میں حرارت اور دل میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ ایسے برگزیدہ و پاکیزہ وجود کے ظاہر ہونے کا وقت آیا ہے کہ آسمان، زمین، شجر و حجر کیف میں ہیں، پھر تم کیوں اے مسلمانو! یوم ولادت کو قومی تہوار نہیں بناتے۔ یہ وہ خوشی ہے جس میں ہر فرقہ اور ہر عقیدہ کے مسلمانوں کو یکساں حصہ لینا چاہئے، یہاں شیعہ، سنی، مقلد، غیر مقلد، صوفی، وہابی کی قید نہیں، سب یک دلی و اتفاق سے میلاد کا تہوار مقرر کریں اور

دنیا کو دکھائیں کہ امت ان کے نام پر قربان ہے۔“ (۳۹)
خواجہ حسن نظامی اپنے تخیل کے زور اور اپنے مخصوص الہیلے انداز سے مستانہ بزم مولود منعقد کرتے ہیں۔ اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”دن گئے کہ ہم فراق کی راتوں سے رخصت ہوں۔ ربیع الاول کا چاند عرب کے افق سے بلند ہونے کو ہے۔ او‘ سب مل کر اس کو دیکھیں اور چشمِ خطر کو ٹھنڈا کریں۔ سارا جہاں اس ماہ مبارک میں اس پاکیزہ وجود کے میلاد کا ذکر کرے گا جو تمام موجودات کے وجود کا سبب ہے۔ ہم بھی جہاں میں ہیں کیوں نہ ایک بزمِ میلاد منعقد کریں۔ نظامِ المشائخ کے اوراق کا فرش بچھا دو۔ حروف کے نقش و نگار سے محفل کو آراستہ کر دو اور صدائے مستانہ سنو! ہم اپنی محفل میں اغیار کو نہیں بلائیں گے، نہ کوئی اس قابل ہے کہ اس شاندار بزم میں مدعو ہو سکے۔ رقعہ خدا کو گیا تھا اور اس سے درخواست کی تھی تھی کہ ہماری مجلس کی صدارت قبول فرمائے اور اپنی مرضی سے جس کو چاہے شرکت جلسہ کی دعوت دے۔ سو‘ اس نے لوحِ محفوظ کے پختے کافز پر مطبوحی میں حسب ذیل اعلان چھپوا کر اخبار القرآن میں شائع کر دیا: **إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ**۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا**“ خدا اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، تم بھی اسے ایمان والوں اس پر درود و سلام بھیجو۔“
چونکہ القرآن کثیر الاشاعت اخبار ہے۔ بے شمار اہل ایمان اس بزمِ درود و سلام و ذکر خیر الانام کی شرکت کے لئے جمع ہو گئے۔“ (۵۰)

خواجہ حسن نظامی نے اپنی زبان کو آسان، سادہ اور عام فہم بنانے کے لئے عربی، فارسی کے الفاظ بہت کم استعمال کئے ہیں۔ مترادفات کے استعمال میں بھی افراط و تفریط سے پرہیز کیا ہے۔ وہی عام فہم الفاظ جو عام طریقے سے بولے اور لکھے جاتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں موجود ہیں۔ اس لحاظ سے ان کے اسلوب کو بول چال، عام روزمرہ و محاورہ اور کماوتوں سے یا آسانی پہچانا جا سکتا ہے۔ اس لحاظ سے ان کی زبان میں سادگی اور سادگی کا جوہر موجود ہے، ان کے اسلوب کی لطافت، سلاست اور فصاحت دیستان دہلی کی آئینہ دار ہے۔ بیان میلاد و سیرت میں وابستگی و محبت رسالتی کے جذبات نے ان کی تحریروں میں کیف و تاثر کو دو بالا کر دیا ہے۔

منشی محمد فضل الکریم فضل

منشی محمد فضل الکریم فضل نے ”مولود و پذیر“ کے نام سے میلاد نامہ لکھا ہے۔ اس میں قریباً ایک حصہ نثر ہے اور تین حصے نظم کے ہیں۔ پورا میلاد نامہ ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ جو روایات منقول ہیں۔ ان میں زیادہ تر کتب سیر کے حوالے دیئے ہیں۔ نظم کا حصہ زیادہ جاندار ہے۔ اس میں مختلف شعراء کا کلام شامل ہے۔ فضل، سخا، شہرت، صوفی، عاشق، مرثی، ابد، حسرت، کافی وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ میلاد

نامے کا کاغذ بہت معمولی لیکن طباعت معیاری ہے۔ ابتدائی صفحات میں فضائل میلاد شریف پر پورا باب لکھا گیا ہے جو اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ مولف کا سابقہ مکررین میلاد سے بڑا ہے اور اسی ضرورت کے پیش نظر اس باب کا اضافہ کیا گیا ہے۔ لکھتے ہیں:

”محافل میلاد کا عمل قدیم الایام سے ہے۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بھی محافل میلاد منعقد ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ عجم، روم، شام اور ہندوستان وغیرہ میں بھی یہ عمل خیر ہوتا رہا ہے۔“ (۵۱)

اسی سلسلہ میں حافظ ابو الخیر شمس الدین دمشقی کی روایت بھی نقل کی گئی ہے:

”جو شخص بھی محافل میلاد منعقد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت نعیم میں جگہ دے گا یہاں تک کہ ابولہب سا کافر جو ختم المرسلین سے سخت دلی بغض رکھتا تھا۔ میلاد مبارک کی خوشی میں عذاب سے تخفیف پاتا ہے اور جب ولادت مقدسہ پر فرشتے نازل ہوئے تھے تو اب جب بھی ذکر میلاد ہو گا فرشتوں کا نازل ہونا لازمی بات ہے۔“ (۵۲)

”معارج النبوت“ اور ”روضۃ الاحباب“ کی روایات کو اس میلاد نامے میں بیان کیا گیا ہے۔ زبان بیان کے اعتبار سے مولود و پندیر کی زبان دوسرے میلاد ناموں کی نسبت قدرے مشکل اور فارسی آمیز ہے۔ روایات کے بیان میں روایتی انداز ہے۔

پاکستان میں مطبوعہ میلاد ناموں کے اسلوب اور طرز نگارش میں انہیں میں کا فرق ہے۔ ان میں ایک جیسی روایات ہیں۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک نقل در نقل کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ اس کی غالب وجہ یہ ہے کہ تقسیم برصغیر ۱۹۴۷ء کے وقت ہندوستان سے نقل مکانی کر کے آنے والے مسلمان اپنے ساتھ اپنے بزرگوں کا علمی و ادبی سرمایہ نہ لاسکے۔ یہ لوگ ہر مصیبت و ابتلاء اور خوشی کے موقع پر محافل میلاد کا انعقاد جزو ایمان اور باعث خیر و برکت سمجھتے تھے۔ انہی فیوض و برکات سے مالا مال ہونے کے لئے جلدی میں میلاد نامے مرتب کئے گئے، ان میں ایک دوسرے سے مدد لی گئی اس لئے ان کا طرز نگارش متما جلتا نظر آتا ہے۔

عنوانات کے لحاظ سے اس میں فضائل میلاد، برکات ولادت باسعادت، بیان اثبات مولد شریف، بیان تولد شریف، حلیہ شریف، مجربات، معراج، مناجات اور منظومات شامل ہیں۔

اس میلاد نامے میں مصنف نے کئی ضعیف روایات کو بھی بیان کیا ہے مثلاً نبی کریم کے زمانہ قرب ولادت میں ایک شخص نے آکر حضرت آمنہ سے کچھ کہا۔ بیان ملاحظہ ہو:

قرب ایام ولادت جب ہوا
مجھ سے پھر اک شخص نے آکر کہا
اس طرح سے تو کر دعا

میں کچڑی ہوں پناہ کبریا
 یہ جو اب میرے شکم میں ہے ولد
 سوچتی ہوں اس کو اللہ الصمد
 شر حامد سے اے میرے خدا
 اس کو تو لہجیو پچا اے کبریا
 (۵۳)

زبان و بیان کے لحاظ سے اس میلاد نامے کا نمایاں وصف فطری اور برکتہ انداز نگارش ہے۔

مناظر احسن گیلانی (۱۸۹۲ء — ۱۹۵۶ء)

سید مناظر احسن گیلانی کا میلاد نامہ ”ظہور نور“ میں نبی کریمؐ کے میلاد و سیرت کا مدلل اور ولولہ انگیز بیان ہے۔ یہ میلاد نامہ اسلامک جیلی کیشنز لاہور اور اسلامک جیلی کیشنز سوسائٹی حیدر آباد دکن سے ایک ساتھ ۱۹۵۳ء میں شائع ہوا۔ حیدر آباد دکن کا مطبوعہ ۵۲ صفحات پر مشتمل ہے اور لائبریری شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں موجود ہے۔

ان کی دوسری کتاب ”النبی الائمؐ“ سیرت پر لکھی ہوئی ہے۔ اس میں انہوں نے سیرت رسالتؐ کے چند مخصوص پہلوؤں کا انتخاب کر کے بیان کیا ہے۔

”ظہور نور“ میں آپؐ کے نور مقدس، ولادت مبارکہ اور معجزات ولادت کا بیان ہے۔ واقعات کے بیان میں تاریخی ترتیب کا التزام نہیں ہے۔ ان کی عبارات سے ان کے علم و فضل، کثرت معلومات اور دقت نظر کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ظہور نور اور النبی الائم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں میں خطابت کا انداز موجزن ہے۔ میلاد نامے ظہور نور میں اختصار کے باوجود سیرت کے تمام قابل غور پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے جن پہلوؤں کو سطح میں دنیائے قابل غور نہیں سمجھا۔ واقعات میں تاریخی ترتیب کا التزام شاید اس لئے نہیں کیا گیا کہ اس میں ان کا مطمح نظر تبلیغ اور دعوت الی الحق ہے۔ انہوں نے حیات نبویؐ کے ہر واقعے کو آپؐ کی صداقت کا برہان اور پیغام کا صدق بنا کر پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اسی بناء پر انہوں نے تصریحات کا کام صرف اشارات سے لیا ہے۔ اگر وہ اپنے ان اشارات کو تفصیل سے لکھتے تو کم از کم چار پانچ جلدوں میں مضامین مشکل سے سالتے۔

علم و تحقیق کی وسعت یا گہرائی اور اپنی معلومات کو دل نشین انداز سے بیان کر دینے میں بڑی حد تک ذاتی محنت اور کسب کو دخل حاصل ہے لیکن تحریر میں عشق و گداز کی وجد اور کیف آور کیفیات صرف دولت خدا داد ہے۔ ان کی تحریروں میں جوش بیان کی سرستی جھلکتی ہے۔ زبان و بیان کے اعتبار سے ظہور نور اور النبی الائمؐ دونوں کو میلاد نامے کہا جا سکتا ہے۔

”النبی الائم کی ابتداء میں زندہ نبیؐ کے عنوان سے رقم طراز ہیں:

”میں تو آنے کو سب ہی آئے، سب جگہ آئے (سلام ہو ان پر) بڑی کٹھن

گھڑوں میں آئے لیکن کیا سمجھے کہ ان میں جو بھی آیا، جانے کے لئے ہی آیا۔ پر ایک اور صرف ایک جو آیا اور آنے ہی کے لئے آیا۔ وہی جو ابھرنے کے بعد پھر کبھی نہ ڈوبا۔ چمکا اور پھر چمکتا ہی چلا جا رہا ہے، بڑھا اور بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے، چڑھا اور چڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ ایک اسی کا چراغ ہے جس کی روشنی بے داغ ہے۔" (۵۳)

خطابت کا یہی انداز "ظہور نور" میں بھی موجزن ہے۔ مصنف نے شاعرانہ لب و لہجہ میں ایجاز و اختصار سے صدائوں کو بیان کیا ہے۔

صوفی امداد حسین نصرت

صوفی امداد حسین نصرت کا سابقہ وطن مالوف مراد آباد تھا۔ ان کے والد ولایت حسین نے ان کی دینی و روحانی ماحول میں پرورش کی۔ امداد حسین نسب کے لحاظ سے عباسی، نسبت کے لحاظ سے صابری چشتی قادری اور شعر و سخن میں قاضی محمد شہاب الدین اثر مراد آبادی کے شاگرد تھے۔ ان کے میلاد نامہ "گوارہ مغفرت" موسوم بہ ہفت آسمان نصرت کی اشاعت ۱۹۵۷ء میں ہوئی۔ میلاد نامے کا نام تاریخی ہے اور گوارہ مغفرت سے سنہ عیسوی ۱۹۵۷ء اور ہفت آسمان نصرت سے سنہ ہجری ۱۳۷۷ء نکلتا ہے۔ یہ میلاد نامہ نظم و نثر کے مخلوط ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ حمد و نعت کے بعد فضیلت و برکت درود شریف، جواز اور فضیلت میلاد شریف، غمہ بر غزل قدسی، تمہید نور محمدی، ولادت مبارکہ، بشارات ولادت، درود شریف، آمد رسالت، سلام، رضاعت مبارکہ، القابات، ذکر نبی، حلہ مہارک، اوصاف حمیدہ، معجزات، توصیف النبی، معراج ذیشان، تعظیم بر شعر سعدی اور سلام بوقت قیام کے عنوانات پر مشتمل ہے۔ فضیلت و برکت درود شریف سے اقتباس ملاحظہ ہو:

"درود پڑھنے والے کی اولاد میں چار پشت تک برکت رہتی ہے اس کو دشمنوں پر نصرت ملتا، تنگدستی، بیماری، کرب، بلا سے نجات ملتا، حضور کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوتا، حضور کی محبت کا دل میں پیدا ہونا، تین دن تک گناہ کا نامہ اعمال میں درج نہ ہونا، جانکنی کی سختی سے آسانی ہونا اور دینی فوائد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کا واجب ہونا، حضور سے مصافحہ کا ہونا، حضور کی زیارت سے مشرف ہونا، جنت کے دروازے پر حضور سے دوش بہ دوش ہونا، حضور سے قرب کا ہونا، قیامت کو حضور کا اس کے تمام امور میں متولی ہونا، حضور کا اس کے ایمان اور اعمال صالحہ پر گواہی دینا، فرشتوں کا اس سے محبت کرنا وغیرہ۔" (۵۵)

میلاد خوانی کے لحاظ سے اس کا انداز سلیس اور رواں ہے۔ بیان میلاد میں مستند اور معتبر کتابوں کے حوالے بکثرت موجود ہیں۔ منظومات میں صوفیانہ جذب و کیف اور سوز و گداز کے عناصر نے ایک موثر فضا پیدا کر دی ہے۔

ابوالکلام آزاد کا اصل نام محی الدین احمد ہے۔ ۱۸۸۸ء میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ حجاز و مصر میں تعلیم حاصل کی۔ ان کا انتقال ۱۹۵۸ء میں دہلی میں ہوا۔ ہندوستان کے مشہور سیاست دان، مقرر، ادیب اور عالم تھے۔ مولانا موصوف نے تقریباً پچاس کتابیں لکھی ہیں۔ ان کتابوں میں ان کا میلاد نامہ ”میلاد النبی“ ایک نئی طرز ادا کا حامل ہے۔ یہ میلاد نامہ اختصار کے باوجود اردو کے بہت سے میلاد ناموں پر بھاری ہے۔ حضور کی سیرت پاک اور حیات طیبہ کو ابوالکلام آزاد نے نہایت عالمانہ انداز میں دیکھا ہے۔ مولانا عربی و فارسی اور تفسیر و حدیث میں کمال مہارت رکھتے تھے اس لحاظ سے اس میلاد نامے کو سینکڑوں عربی کتابوں کا نچوڑ سمجھنا چاہئے۔ اس کے علاوہ والمانہ محبت رسولؐ نے اس تصنیف میں عجب لطافت پیدا کر دی ہے۔

میلاد نامہ لکھتے وقت ابوالکلام آزاد لکیر کے فقیر نہیں بنے بلکہ انہوں نے اپنے لئے نئی طرز نگارش نکالی۔ نادر و حسین تشبیہات و استعارات، دلنشین آیات قرآنی کے حوالے اور فارسی کے اشعار، مرصع نثر کے ساتھ چسپاں کئے اور جگہ جگہ احادیث کا حوالہ دیا ہے۔ درج ذیل عبارت ملاحظہ ہونے

”جب زمین پیماسی ہوتی ہے تو رب السماوات والارض پانی برساتا ہے، جب انسان اپنی غذا کے لئے بے قرار ہوتا ہے تو وہ موسم ربیع کو بھیج دیتا ہے، جب خشک سال کے آثار چھا جاتے ہیں، تو آسمان رحمت پر بدلیاں بھیج جاتی ہیں۔“

اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ تَشْبِيرًا سَخْلًا ۖ يَسْبِطُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ وَيَجْعَلُ السَّحَابَ كَسْفًا ۖ فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ ۚ لِذَا أُصَابَ بِهِ مِنْ عِبَادِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَشِيرُونَ۔ (۳۰:۳۷)

ترجمہ: ”وہ خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے اور ہواؤں بادلوں کو اپنی جگہ سے ابھارتی ہیں اور جس طرح اس کی مرضی نے انتظام کر دیا ہے، بادل فضا میں پھیل جاتے ہیں پس تم دیکھتے ہو کہ ان کے اندر سے مینہ برسنے لگتا ہے اور تمام زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اور پھر جب وہ اپنے بندوں پر جو بارش سے مایوس ہو گئے تھے پانی برساتا ہے، تو وہ کامیاب و خرم ہو کر خوشیاں منانے لگتے ہیں۔“ (۵۶)

پھر ایک اور آیت کریمہ لکھ کر اسی مفہوم کی وضاحت فرماتے ہیں۔

”پھر وہ کون ہے کہ جب تم اور تمہاری تشنہ و بے قرار زمین پانی کے ایک ایک قطرہ کے لئے ترس جاتی ہے، خاک کا ایک ذرہ رطوبت و نمو کے لئے بے قرار ہو جاتا ہے۔ کہہ ارضی اپنی بے خودانہ حرکت میں آفتاب کے آتش کدہ سے قریب تر ہوتی جاتی ہے۔ اس کی تمام کائنات بناتی اپنا حسن و جمال فطری کھو دیتی ہے۔ پرند اپنے گھونسلوں میں، مٹھیاں درختوں میں اور انسان اپنے گھروں میں پانی کے لئے ماتم کرتا اور ہر دم آسمان کی گرم و خشک فضا کی طرف مایوسی کی نگاہیں اٹھاتا ہے، تو وہ اپنی

محبت و ربوبیت کے نقاب میں آتا ہے اور مایوسی کے بعد امید کا نامرادی کے بعد مراد کا موت کے بعد زندگی کا پیام زمین کے ایک ایک ذرہ تک پہنچا دیتا ہے۔“ (۵۷)

اس کے بعد ایک اور نص قرآنی تحریر کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ رحمت پروردگار زمین کے لئے جو ایک بے جان چیز ہے اس قدر باعث رحم و کرم ہے تو کیا انسانیت کے لئے اس نے کچھ نہ کیا ہو گا اور کیونکر ممکن ہے کہ روح کو ہدایت دے کر ضلالت سے نہ بچائے۔

نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

”عالم انسانیت کی فضاء روحانی کا ایک ایسا ہی انقلاب عظیم تھا، جو چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں ظاہر ہوا۔ وہ رحمت الہی کی بدلیوں کی ایک عالمگیر نمود تھی، جس کے فیضان عام نے تمام کائنات ہستی کو سرسبزی و شادابی کی بشارت سنائی اور زمین کی خشک سالیوں اور محرومیوں کی بد حالی کا دور ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ وہ خداوند قدوس جس نے سینا کی چوٹیوں پر کہا تھا کہ میں اپنی قدرت کی بدلیوں کے اندر آتھیں بھلیوں کے ساتھ آؤں گا اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ میرے جاہ و جلال الہی کی نمود ہو گی۔ سو پالا خروہ آگیا اور سعیر و فاران کی چوٹیوں پر اس کے ابر کرم کی بوندیں پڑنے لگیں۔ یہ ہدایت الہی کی تکمیل تھی، یہ شریعت ربانی کے ارتقاء کا مرتبہ آخری تھا، یہ سلسلہ ترسیل رسل و نزول مصحف کا اختتام تھا، یہ سعادت بشری کا آخری پیام تھا، یہ وراثت ارضی کی آخری بخشش تھی۔ یہ امت مسلمہ کے ظہور کا پہلا دن تھا اور اس لئے یہ حضرت ختم المرسلین و رحمۃ اللعالمین محمدؐ بن عبد اللہ کی ولادت باسعادت تھی۔

صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و صحبہ وسلم۔“ (۵۸)

اردو کے تمام میلاد نگاروں نے نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کے ساتھ ایسی روایات بیان کی ہیں جو غیر مذاہب کے سامنے یا تو حق تبلیغ ادا نہیں کرتیں یا پھر لوگ انہیں درست تسلیم کرنے میں پس و پیش کرتے ہیں۔ یہ تمام روایات اپنی جگہ درست ہیں مگر عوامی اجتماعات میں غیر مذاہب کے لوگوں کے سامنے بیان نہیں کرنی چاہئیں۔ ابوالکلام آزاد نے ان روایات میں سے کسی کا تذکرہ نہیں کیا اور یہی ابوالکلام آزاد کے میلاد نامہ کی امتیازی خوبی ہے۔ انہوں نے جگہ جگہ آیات قرآنی کا حوالہ دیا ہے۔ جو بہت اثر انگیز ہے۔ ابوالکلام آزاد نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے، آیت مبارکہ **لَنَا وَ لِسُنَّكَ شَهِدًا** و **مُبَشِّرًا** و **نَذِيرًا** و **دَاعِيًا** **إِلَى اللَّهِ فَانفَعْنَا** و **سَرَّاجًا** منبراً کا ترجمہ لکھنے کے بعد رقم طراز ہیں:

”پس تمام کہ ارض کی روشنی کے لئے، یہی ایک آفتاب ہدایت ہے جس کی عالم تسخیر کرنوں کے اندر دنیا اپنی تمام تاریکیوں کے لئے نور بشارت پا سکتی ہے اور اس لئے صرف وہی ایک ہے جس کے طلوع کے پہلے دن کو دنیا کبھی نہیں بھلا سکتی، اور اگر اس نے بھلا دیا ہے تو وہ وقت دور نہیں جب اسے کامل عشق و شغفگی کے ساتھ صرف اس کے آگے جھکتا پڑے گا اور اسی کو اپنا کعبہ امید بنانا پڑے گا۔“ (۵۹)

ایک دوسرے مقام پر نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کو امت مسلمہ کی تاسیس قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہی واقعہ ولادت نبویؐ ہے جو دعوت اسلامی کے ظہور کا پہلا دن تھا اور یہی ماہ ربیع الاول ہے، جس میں اس امت مسلمہ کی بنیاد پڑی، جس کو تمام عالم کی ہدایت و سعادت کا منصب عطا ہونے والا تھا۔ یہ ریگستان حجاز کی بادشاہت کا پہلا دن نہ تھا، یہ عرب کی ترقی و عروج کے بانی کی پیدائش نہ تھی۔ یہ محض قوموں کی طاقتوں کا اعلان نہ تھا، اس میں صرف نسلوں اور ملکوں کی بزرگی کی دعوت نہ تھی، جیسا کہ ہمیشہ ہوا ہے اور جیسا کچھ کہ دنیا کی تمام تاریخ کا انتہائی سرمایہ ہے بلکہ یہ تمام عالم کی ربانی بادشاہت کا یوم میلاد تھا، یہ تمام دنیا کی ترقی و عروج کے بانی کی پیدائش تھی، یہ تمام کہ ارض کی سعادت کا ظہور تھا۔ یہ تمام نوع انسانی کے شرف و احرام کا قیام عام تھا، یہ انسانوں کی بادشاہتوں، قوموں کی ہوائیوں اور ملکوں کی فتوحات کا نہیں، بلکہ خدا کی ایک ہی اور عالمگیر بادشاہت کے عرش جلال و جبروت کی آخری اور دائمی نمود تھی۔“ (۶۰)

مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے دلنشین انداز سے یہ بات ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے کہ نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کا دن ہی ایسا ہے جو شان و شوکت سے منایا جاسکتا ہے ورنہ اور کسی کا یوم ولادت اپنے اندر اتنی جامعیت نہیں رکھتا کہ وہ اس طرح منایا جائے جس طرح میلاد النبیؐ منایا جاتا ہے۔

مولانا آزاد نے اپنے میلاد نامے میں ایک عجیب عالمانہ نکتہ پیدا کیا ہے۔ اور انہوں نے اس سلسلے میں آیات قرآنی کے حوالے دیئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس انسان کامل، اور فرد اکمل کو صرف عبد کے لفظ سے یاد فرمایا ہے۔ بعض دیگر انبیاء کے لئے اگر ”عبد“ کا لفظ فرمایا ہے تو اس کے ساتھ نام کی بھی وضاحت کر دی ہے۔ اس امتیاز اور خصوصیت سے اس بات کا اظہار مقصود تھا کہ عبدیت انسانیت کی آخری معراج ہے۔ اور جس میں اور کوئی عبد اس عبد کامل کا شریک و سہم نہیں۔

ابوالکلام آزاد نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ محافل میلاد کا مقصد عام مسلمانوں میں صرف یہ رہ گیا ہے کہ رات بھر چند نعیتیں پڑھ لیں لیکن نبی کریمؐ کے ظہور کے مقصد سے غافل ہو گئے۔ دل کی کدورت اور رنگ کا کوئی بندوبست نہ ہو سکا۔ ایسی صورت حال میں میلاد منانے کا اصل مفہوم پورا نہ ہو گا۔ محض کانوری شمعیں جلانے یا پھولوں کے گلستے سجانے سے سیاہ خانہ دل میں شمع نورانی فروزاں نہیں ہو سکتی اور نہ ہی مشام روح معطر ہو سکتی ہے۔ اس امر کی ضرورت تھی کہ مسلمانوں کے اعمال کے اندر سے اسوہ حسنہ کی مدح و ثناء کے ترانے اٹھتے۔ وہ مجالس مولود کے بارے میں لکھتے ہیں:

”مولود کی مجلسیں بھی اپنے مقصد کے لحاظ سے ایک بہترین دینی عمل تھا، جس کی صورت تو قائم ہے مگر حقیقت مفقود۔ ان مولود کی مجلسوں کا اصلی مقصد یہ ہونا تھا کہ وہ اس اسوہ حسنہ کے جمال الہی کی تجلی گاہ ہوتیں، نبی کریمؐ کے صحیح حالات سنائے جاتے۔ ان کے اخلاق عظیمہ اور خصائل کریمہ کے اتباع کی لوگوں کو دعوت دی جاتی

اور ان اعمال کا دلوں میں شوق و ولولہ پیدا کیا جاتا، جو ایک مسلم و مومن زندگی کے کیریکٹر کا اصلی مایہ خیر ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ظاہر ہے کہ ان مجالس سے بڑھ کر مسلمانوں کے لئے سعادت کو نہیں کا ذریعہ اور کیا تھا؟ یہ تمام کانفرنسیں اور انجمنیں جن کا چاروں طرف ہنگامہ پیا ہے ایک طرف اور اس مجلس کا ایک لمحہ ایک طرف، جو اس سوہ حسد کے نظارے میں سر ہو۔ ہماری مجالس اسی ذکر کے لئے اور ہماری آنکھیں اسی مجالس جہاں آرا کے نظارے کے لئے وقف ہونی چاہئیں۔" (۶۱)

آخر میں مولانا ابوالکلام آزاد نے استفسارات کے جوابات دیئے ہیں۔ ان میں میلاد النبیؐ اور موضوع روایات کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے۔ یہ پہلا میلاد نامہ ہے جو آیات قرآنی سے نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کے استنباط کا سلیقہ سکھاتا ہے۔

سید علی نقی

سید علی نقی کا میلاد نامہ بعنوان "رسول خدا" سرفراز پریس لکھنؤ سے ۱۹۵۸ء میں چھپا۔ (۶۲) یہ ۶۱ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں مروج میلاد ناموں جیسی روایات بیان کی گئی ہیں۔ ادارہ ادویات اردو حیدر آباد دکن کو نامیہ مشن نے دیا ہے۔

ابوالحسنات سید محمد احمد قادری (م ۱۹۶۱ء)

ابوالحسنات سید محمد احمد قادری ۱۸۹۶ء میں الور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد سید دیدار علی شاہ ملک کے ممتاز عالم دین اور بزرگ ہو گزرے ہیں۔ انہوں نے مروجہ دینی مدارس کی تعلیم کے علاوہ طب میں بھی فنی مہارت اور دسترس حاصل کی۔ لاہور کی مشہور مسجد وزیر خاں کے خطیب رہے۔ انجمن حزب الاحناف ہند کے ناظم بزم تنظیم، شعبہ اشاعت کے طور پر کام کرتے رہے۔ تحریک آزادی کشمیر میں حصہ لیا اور جمعیت علمائے پاکستان کے صدر رہے۔ ۲۰۔ جنوری ۱۹۶۱ء کو انتقال ہوا۔ احاطہ مزار علی ہجویریؒ میں مدفون ہیں۔ موصوف کئی خوبیوں کے مالک تھے اور بیک وقت ایک خطیب، طیب، عالم دین، شیخ طریقت، شاعر، مصنف اور مترجم تھے۔ ان کی تصانیف میں صبح نور، اوراق غم، ترجمہ کشف المحجوب، میلاد نامہ "مدنی تاج" اور حلیۃ النبیؐ خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ تفسیر الحسنات وصال سے صرف ایک دن قبل مکمل ہوئی۔

میلاد نامہ "مدنی تاج" نثر میں ہے اور ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ شب ظلمت کے عنوان کے تحت عرب کی قدیم سیاحی، تمدنی اور مذہبی صورت حال بیان کی گئی ہے۔ پھر اس کے بعد اصل کتاب کا آغاز ہوتا ہے۔ اس میں جوان ہاشمی عبداللہ پر یہودیوں کا بیہانہ حملہ، امداد نبی، واقعہ اصحاب قبل اور بیت اللہ پر حملہ، صبح سعادت، ولادت سے قبل حضرت عبدالملک کا خواب، عبدالملک کو نور جہاں تاب کی بشارت، ولادت باسعادت، نذر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور ایام طفولیت میں سرکار مدینہ کی برکت و معجزات کے عنوانات کے تحت احوال درج ہیں۔ صبح سعادت کے عنوان کے بعد ایک سلام ہے۔

طبقات ابن سعد کے حوالے سے حلیمہ سعدیہ کا آپ کو لے جانے کا حال یوں بیان کیا گیا ہے:

”چنانچہ طبقات کبریٰ ابن سعد میں ایک واقعہ نقل ہے کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میں تم سب سے افسح ہوں کیوں کہ علاوہ قریشی النسل ہونے کے میری زبان یعنی سعد کی زبان ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت حلیمہ سعدیہ بھی معد اپنے شوہر کے تشریف لائیں۔ لیکن چونکہ تمام قافلہ میں سب سے زیادہ غریب یہی تھیں تو آپ کی سواری بھی اسی غریب کے لحاظ سے کمزور تھی۔ قافلہ سے پیچھے رہ گئی تھیں۔ علاوہ ازیں آپ کے دودھ بھی بوجہ فاقہ مستی اتنا کم تھا کہ گود کے بچہ کا پیٹ بھرنا بھی مشکل تھا مگر جب ذریعہ معاش ہی یہ ہوا تو کیا کرتیں؟ آئے بغیر چارہ بھی نہ تھا۔ شرفاء و متمولین کے بچے جب تقسیم ہو چکے اس وقت آپ مکہ پہنچیں۔ معلوم ہوا کہ اب بچے نہیں ہیں۔ آپ سخت مایوس اسی فکر میں کہ کیا کروں اور شرم بھی کہ قوم طعنہ کرے گی۔ حتیٰ کہ قافلہ کی روانگی کا وقت آگیا۔ مجبوراً روانگی کو تیار ہوئیں لیکن خیال آیا کہ کم از کم طواف کعبہ تو کر چلوں۔ یہ سوچ کر نہایت غم زدہ بیت اللہ کی طرف آئیں۔ آپ پر حضرت عبدالمطلب کی نظریزی اور بلایا۔ پوچھا تم مغموم کیوں ہو؟ آپ نے فرمایا۔ میں دایہ ہوں۔ دودھ پلانے کے لئے بچہ لینے آئی تھی مگر قافلہ سے پیچھے رہ گئی تھی۔ بچے سب تقسیم ہو چکے۔ سبے نیل و مرام واپس جا رہی ہوں۔ مایوسی کے ساتھ شرم وامن گیر ہے کہ قوم کیا کہے گی۔ آپ نے فرمایا۔ تمہارا کیا نام ہے؟ عرض کی حلیمہ سعدیہ۔ آپ نے فرمایا کہ بچے سے تو تم مایوس نہ جاؤ۔ میرے پاس ایک در یتیم ہے جو صدف نبوت کا گوہر اور ملک رسالت کا اختر ہے، اسے لے جا سکتی ہو۔ یہاں زر و جواہر کا معاوضہ کم ہے بچہ اگرچہ یتیم ہے مگر حسن و جمال میں اس وقت تمام بچوں پر اسے فروغ ہے۔ حضرت حلیمہ نے فرمایا۔ مجھے منظور ہے۔ آپ حلیمہ سعدیہ کو اپنے ساتھ گھر لائے اور جب حلیمہ کو گود میں دیا اور انہوں نے جو اپنی سوکھی چھاتی منہ میں دی تو علی النور اس سے دودھ کی دھاریں چلنے لگ گئیں۔ یہ برکت دیکھ کر حلیمہ تصویر حیرت بن گئیں۔ خوشی خوشی اپنے بچے کو بھی خوب سیراب کر کے دودھ پلایا لیکن چھاتی میں دودھ کے فوارے بدستور ابل رہے تھے۔ وہ یتیم ہاشمی جب حلیمہ کی گود میں آگیا اور فراوانی شیر کا معجزہ دایہ کے دل پر نقش کر گیا۔“ (۳۳)

علامہ ابوالحسنات نے ”حلیۃ النبیؐ“ کے عنوان سے سرور کائنات سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل سراپا احادیث و سیر کی مستند کتابوں سے مرتب کیا۔ حلیۃ النبیؐ کے پیش لفظ میں علامہ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے:

”مولانا سید احمد قادری شاعر بھی ہیں اور ادیب بھی ہیں، اس لئے شعر و ادب کی زبان حسن و عشق میں انہوں نے اہل شوق کے لئے حلیمہ مبارک کی ایک ایک چیز کو پوری تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ نعت کا مقام بڑا مشکل مقام ہے، ایک طرف شوق کا تقاضا ہے کہ اس کو حسن و عشق کی زبان بنا دیا جائے، دوسری طرف ادب و تعظیم کا اقتضاء ہے کہ اس مقام میں بیان کی ہر رکاکت اور زبان کے ہر اجتہاد سے بچا جائے۔ ان دونوں مقتضائے حال کو جمع کرنا آسان کام نہیں۔ اس لحاظ سے مولانا

قادری کی محبت لائق تحسین ہے۔" (۶۳)

اس میں اعضاءِ نبویؐ کا ذکر قرآن پاک میں 'سرمبارک' چہرہ انور، چشم حق میں 'جبین انور' دھن دندان مبارک، خندہ و تبسم، لعاب دھن، اہوئے مبارک، ریش مبارک، استعمال خضاب، بینی مبارک، گیسوئے مبارک، حنق شریف، صدر و بطن، اذن مبارک، دست زبردست، پشت مبارک، خاتم نبوت، ساق شریف، قدم شریف، قد بالا، پینہ، بغل کی خوشبو، اور سفیدی، خوشبوئے بدن، اور ہیبت و محبت کے عنوانات ہیں۔

نبی کریمؐ کی جبین انور کے بارے میں حلیۃ النبیؐ میں سے ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

"سرور کائنات کی پیشانی نہایت واضح، چوڑی اور پر نور تھی۔ چاند کا ٹکڑا کہئے

روشن چراغ کہئے، مہربارہ کہئے، سب پہنچ ہیں، کس سے تشبیہ دیجئے، سب فرو تر ہیں،

کس کے مقابل لکھئے، اس کی تابانی و نور افشانی کا یہ حال تھا کہ اگر بالوں کی سیاہی نہ

ہوتی تو اس پر نگاہوں کا ٹھہرنا دشوار ہو جاتا یہ بھی مخلوق پر خدا کی مہربانی تھی ورنہ کوئی

مفخص چہرہ انور کی طرف نگاہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ بالوں کی سیاہی نور کو اس لائق بنا دیتی

تھی کہ اس پر نگاہ ٹھہر سکے۔ جب سرکار لوگوں کی طرف چہرا اٹھاتے تھے تو پیشانی ایسی

دکھائی دیتی تھی جیسے روشن چراغ چمک رہا ہو اس کی روشنی نہ صرف اندھیرے گھروں

کا اجالا تھی۔ بلکہ تاریک دلوں کا نور بھی تھی۔" (۶۵)

علامہ ابوالحسنات کے اسلوب تحریر میں والمانہ پن پایا جاتا ہے۔ موصوف علم و فضل، نکتہ رسی، وقت

نظر اور دقیقہ سنجی میں نادرہ روزگار تھے۔ انہوں نے نبی کریمؐ کے میلاد کے مخصوص پہلوؤں کو منتخب کر کے

بیان کیا ہے اور صرف وہی روایات بیان کی ہیں جو محقق و مستبر ہیں۔

مفتی انتظام اللہ شہابی (م ۱۹۶۸ء)

مفتی انتظام اللہ ابن مولوی اکرام اللہ شہابی آگرہ میں ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے۔ ۸۔ ستمبر ۱۹۶۸ء کو وفات

پائی۔ مفتی انتظام اللہ شہابی کا میلاد نامہ ذکر خیرا بشر الموسوم بہ میلاد قمر ۹۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ میلاد

نامہ حنائی کالج پر چھپا ہوا ہے۔ طباعت و کتابت معیاری ہے۔ یہ میلاد نامہ تو مفتی انتظام اللہ شہابی نے لکھا

ہے مگر اس کا نام اپنے دوست منشی قمر الدین کے نام پر رکھا ہے۔ زبان و بیان کے اعتبار سے اس کی

عبارت نہایت مرصع اور جامع ہے۔ روایات اور واقعات کے بیان میں آیات قرآنی کے حوالے دیئے گئے

ہیں۔ ہر واقعہ استاد کے ساتھ درج کیا ہے۔ بعض حالات اس قدر ذریعہ ہیں کہ دیگر میلاد ناموں میں مستوف

ہیں۔ سب سے پہلے "التماس" کے عنوان سے میلاد نامہ لکھنے کی غرض و غایت بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"مولانا غلام امام شہیدؒ نے سب سے پہلے اردو میں میلاد نامہ تحریر کیا، اس کے

بعد غیر ذمہ دار حضرات نے میلاد نامے لکھے، جن میں صحیح اور موضوع روایات کا امتیاز

نک نہیں۔ صحیح میلاد کی ترتیب کی اس وقت ضرورت تھی۔ میلاد قمر قرآن مجید و

احادیث مقدمہ اور مستند کتب سیر سے موجودہ زمانے کے مذاق کا لحاظ رکھتے ہوئے

مرتب کیا۔ (۶۶)

اس میلاد ثانیے میں التماس کے بعد تمام مذاہب کا مختصر حال اور ان کی رسومات کی بیہودگیاں بیان کر کے ان کی بے عملیوں پر جو قدرت نے سزا دی، اس کا تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ ظہور قدسی کے سلسلہ میں سیرت النبیؐ سے اقتباس لیا گیا ہے، جس کی عبارت بہت ایمان افروز ہے۔ اس کے بعد ایام رضاعت کا بیان ہے۔ اس کا انداز روایتی نہیں بلکہ تاریخی ہے۔ اس طرح اس میں جگہ جگہ دی ہوئی میلادیں منظومات کو الگ کر لیا جائے تو باقی واقعات ہر مستند تاریخ میں بغیر کسی اختلاف کے مل جائیں گے۔ معراج کا واقعہ کلام پاک کی آیات کی روشنی میں لکھا گیا ہے۔ اس کے بعد مدینہ میں اسلام کا پہنچنا، ميثاق مدینہ اور نہایت اختصار کے ساتھ غزوہ بدر، احد اور فتح مکہ سے متعلق تاریخی واقعات قلمبند کئے ہیں۔ اس کے بعد اسوہ حسنہ کو دلنشین عبارت اور فصیح الفاظ میں بیان کیا ہے:

”نبی کریمؐ کی ذات میں وہ تمام اوصاف حسنہ جمع ہو گئے تھے جن کی وجہ سے بڑے بڑے پیغمبروں اور مصلح اقوام کے نام اب تک زندہ ہیں۔ آپؐ میں حضرت نوحؑ کی سی سرگرمی، اور حضرت ابراہیمؑ کی سی نرم دلی، حضرت اسمعیلؑ کی سی سبک روی، حضرت ایوبؑ کا سا صبر و تحمل، حضرت ہارونؑ کی سی امانت، حضرت یوسفؑ کا سا حضور، حضرت داؤدؑ کی سی فتوحات، حضرت سلیمانؑ کا سا ودیہ، اور زکریاؑ کا سا زہد تھا۔ اگرچہ حضرت موسیٰؑ کی طرح آپؐ بھی جلالت و احرام انسانیت کا جذبہ رکھتے تھے لیکن ان کے سے سخت احکام دین نہیں لائے تھے اور نہ آپؐ کی ہدایت صرف مخصوص مقامات یا مخصوص قوم تک ہی محدود تھی۔ حضرت عیسیٰؑ کی سی انکساری آپؐ میں ضرور تھی لیکن آپؐ کی ہدایت ایک قوم اسرائیل کے لئے نہ تھی بلکہ تمام عالموں کے لئے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“ (۶۷)

عام میلادوں کی روش سے ہٹ کر اس میں جتہ الوداع کا پورا حال بیان کیا گیا ہے البتہ وفات حسرت آیات کو ایک دو سطور میں لکھا ہے۔ سب سے آخر میں ایک فرست دی گئی ہے جس میں قرآن مجید کی الگ الگ عنوانات کے تحت آیات دی ہیں مثلاً آپؐ روشن چراغ تھے۔ آپؐ رحمۃ للعالمین تھے۔ آپؐ خاتم النبیین تھے وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کے میلاد ناموں کی ضرورت ہے جن میں روایات کو اسناد کے ساتھ بیان کیا جائے۔ اس لحاظ سے ”میلاد قمر“ ایسا میلاد نامہ ہے جس میں کوئی روایت بھی ایسی نہیں ہے جس کے لئے سند کی ضرورت پیش آئے۔ سلام میں صفات محمدیؐ کا بیان ہے اور منقرو انداز ہے۔ ”میلاد قمر“ میں سے چند سلام کے اشعار ملاحظہ ہوں:

”السلام اے لمحہ نور خدا
السلام اے شاہد رب العطا

السلام اے سبط روح الامیں
 السلام اے رحمتہ للعالمین
 السلام اے صاحب ام الکتاب
 السلام اے شافع یوم الحساب
 السلام اے رونق بزم ظلیل
 السلام اے آن بشیر سلیل
 السلام اے پیشوائے مرسلین
 السلام اے فخر قوم مسلمین
 (۶۸)

فیض محمد قادری (م ۱۹۶۸ء)

فیض محمد قادری بن مولانا غلام رسول بھکر کے قصبہ گجہ کے رہنے والے تھے۔ تعلیم و تدریس میں ماہر اور بہترین خطیب تھے۔ ساری زندگی علوم اسلامیہ کی تعلیم و تدریس کے فرائض پہلے بھکر پھر لاہور میں انجام دیتے رہے۔ ۳ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو لاہور میں انتقال ہوا۔

ان کا میلاد نامہ بعنوان ”سرور العباد فی بیان المیلاد“ نثر کے ۱۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں درج ذیل عنوانات کے تحت تفصیلات موجود ہیں:

معجزہ کتاب روشن، تحقیق مصداق نور، نورانی صورت اقدس، نور کی تحقیق، برکات سیرت طیبہ، اثبات حقوق رسالت، عبد و عہدہ، محبت اور ایمان، عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت، احوال نور مقدس، نور کی جلوہ گری، چمکتا ہوا ستارہ، تخلیق کائنات، بعثت عامہ، تعدد آدم، قدیم تر اقوام، جنات کا ذکر، انبیاء کا بیان، خواجہ عبدالمطلب، ظہور چاہ زمزم، نذر مولود مسعود، واقعہ فیل، حضرت عبداللہ، تذکرہ واقعات عجیبہ، عفت اور پاکدامنی، شادی کے اسباب، حضرت عبداللہ کی وفات، ولادت باسعادت، وجہ تسمیہ اسم مبارک، فضائل شب میلاد، مسئلہ قیام عظیمی، ایوان کسریٰ کا ہلنا، آتش کدہ ایران، بحیرہ ساوہ کی خشکی، واوی طبریہ کی روانی، سطح کے حالات، واکی حلیمہ کا خواب، روانگی بسوئے مکہ کرمہ، حضرت عبدالمطلب سے ملاقات اور حال رضاعت شریفہ وغیرہ۔

جن کتابوں کی عبارتیں حوالہ جات کے ساتھ میلاد نامے میں درج ہیں، ان کی فہرست درج ذیل ہے:

تفسیر ابن عباس، موضع القرآن، تفسیر قرطبی، عراقس البیان، روح المعانی، تفسیر کبیر، جواہر الحسن، السراج المنیر، فتح البیان، تفسیر مدارک، تفسیر مظہری، شرح بیضاوی، جامع البیان، تفسیر حسینی، روح البیان، تفسیر ابن جریر طبری، تفسیر عزیزی، بخاری شریف، صحیح مسلم، مستدرک حاکم، ابو داؤد، سنن نسائی، ابن عساکر، ابن ماجہ، فتح الباری، صحن حصین، دلائل النبوت، مدارج النبوت، سیرت حلبیہ اور مواہب اللدنیہ وغیرہ۔

اس میلاد نامے میں ہر بیان کے بعد کتاب کا نام اور صفحہ نمبر درج کیا گیا ہے۔ ”سرور العباد فی بیان

المیلاد“ (۶۹) اپنے انداز بیان کی خوبی اور مباحث کی تحقیق کے لحاظ سے میلاد ناموں کی فہرست میں ایک عظیم الشان تصنیف کا اضافہ ہے۔

غلام مصطفیٰ کوثر امجدی بلیاوی

غلام مصطفیٰ قصبر رتہ یو۔ پی میں ۱۹۴۲ء میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم جامعہ اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ سے حاصل کی۔ درس نظامی کی ۱۳۶۵ھ / ۱۹۳۶ء میں تکمیل کے بعد حافظ عبدالحیضہ سے علوم حدیث سیکھے۔ ۱۹۵۱ء میں مدرسہ طیبہ و مکہ معظمہ کی حاضری کا شرف نصیب ہوا۔
غلام مصطفیٰ کوثر نے اپنے میلاد نامہ میں بیان میلاد کے علاوہ محافل میلاد کے متعزضین کو مسکت اور مدلل جوابات بھی دیئے ہیں۔ انہوں نے اپنے میلاد نامہ ”تذکرہ پاک صاحب لولاک“ میں روایات کے بیان میں معتبر اور مستند کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ میلاد شریف میں نبی کریمؐ کے بارے میں حاضر کے اشعار پڑھے جاتے ہیں اور وقت قیام درود و سلام پڑھتے ہیں جبکہ آپؐ نظر نہیں آتے۔ یہ انداز مخاطب شرعی لحاظ سے جائز نہیں۔ اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

”ایسی کوئی کتاب ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ غائب کے لئے حاضر کے الفاظ بولنے جائز نہیں ہیں۔ منکرین یہ بتائیں کہ جب نماز میں التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ پڑھتے ہیں تو اس وقت ضرور کافر ہو جاتے ہوں گے۔ علمائے اہلسنت کے خیال کے مطابق جب تک کہ ”التیمات“ نہ پڑھیں نماز صحیح نہیں ہوتی۔ اگر حضورؐ پر سلام نہ بھیجیں تو ترک صلوٰۃ کفر ہے۔ حدیث کے مطابق بندہ مومن و کافر میں صرف نماز کا فرق ہے۔ متعزضین کو چاہئے کہ وہ اعتراض کرتے وقت ہوش اور عقل کی بات کیا کریں۔“ (۷۰)

مصنف کا لہجہ بڑا سخت ہے۔ ایک دوسری جگہ علامہ امام برزنجیؒ کے رسالہ عقد الجواہر فی مولود النبی الازہر کے حوالے سے تحریر کیا ہے:

”قد استحسن التیام عند ذکر ولادۃ الشریف یعنی نبی کریمؐ کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا امر مستحسن ہے۔“ (۷۱)

اس میں بیان میلاد کے علاوہ محافل میلاد سے متعلق تمام اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ میلادیہ منظومات کا حصہ عشق و محبت اور عقیدت سے لبریز ہے۔ ۳۳ صفحات پر مشتمل اس میلاد نامے کی کتابت کافز اور سرورق نہایت خوش نما اور دیدہ زیب ہے۔

سید حمید الدین احمد

سید حمید الدین احمد حمید کے میلاد نامے ”میلاد مطہر“ کو عنوانات کے اعتبار سے ولادت اور معراج شریف کے دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ضمنی طور پر اور بھی بہت سی باتوں کا ذکر آ گیا ہے۔ سب

سے پہلے درود شریف کا بیان ہے۔ اور اس سلسلہ میں مولف نے نبی کریمؐ کی یہ مشہور حدیث نقل کی ہے کہ ”قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہو گا جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہو گا۔“ (۷۲) حمد کے بیان کا انداز دعائیہ ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور عظیم تنظیمی صفات کا ذکر کر کے طلبِ عنو و رحمت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان قرآن مجید سے ماخوذ ہے۔ اسی طرح نبی کریمؐ کی تعریف و توصیف کا ماخذ بھی کلامِ الہی ہے۔ ذکرِ ولادت بڑے اختصار سے کیا گیا ہے۔ درود و سلام عقیدت سے معمور ہے۔ اس میلاد نامے کی نمایاں خوبی یہ ہے کہ عقیدت مندی، مبالغہ آرائی سے محروم رہی ہے۔ اس وجہ سے بیشتر موقعوں پر انداز بیان مجلسی سے زیادہ تاریخی قسم کا ہو گیا ہے۔ نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے موقع پر ظہور پذیر ہونے والے معجزات اور ذکرِ معراج دوسرے میلاد ناموں سے مشابہ ہیں۔ معراج کا خصوصی تحفہ چونکہ نماز ہے اس لئے اس موقع پر یہ حدیث خاص طور پر نقل کی گئی ہے: ”صلوٰۃ عماد الدین (نماز دین کا ستون ہے) اور من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفرہ (نماز کو قصداً ترک کرنے والا کافر ہے)۔“ (۷۳) عام میلاد ناموں کا خطابیہ طرز بیان اس میں موجود نہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اسے مجالس میں پڑھنے کی بجائے انفرادی مطالعہ کے لئے تحریر کیا گیا ہے۔ عام کتابی سائز کے صفحات پر مشتمل ہے زبان سادہ اور آسان ہے۔

مفتی غلام معین الدین (م ۱۹۷۱ء)

مفتی غلام معین الدین ابن سید صابر اللہ شاہ چشتی صابری ۲۳ دسمبر ۱۹۲۳ء کو مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ سید نعیم الدین مراد آبادی سے علوم دین کی تحصیل کی۔ اسی دور میں طب کی سند حاصل کی۔ ۱۹۵۰ء میں پاکستان آئے اور مختلف تحریکوں اور تنظیموں سے مل کر کام کیا۔ ہفت روزہ سواد اعظم نکالا اور بے شمار سلامتی کے باوجود آج تاحیات جاری رکھا۔ ۱۳۔ اگست ۱۹۷۱ء کو انتقال ہوا۔ مرقد مبارک قبرستان میانی صاحب بہاولپور روڈ لاہور میں واقع ہے۔

”بیان المیلاد النبوی“ میلاد نامہ ہے۔ اور نثر میں ہے جو دراصل محدث ابن جوزیؒ کے میلاد نامہ کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں نور محمدیؐ کی ولادت مقدسہ سے پہلے کی بشارات اور نشانیاں، حضرت عبد اللہ کی شادی کا واقعہ، آپؐ کے حسبِ نسب کی شرافت اور بلندی، ولادت مبارکہ اور ایامِ رضاعت کا بیان شامل ہیں۔ نمونہ کے طور پر مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

”جب حلیہ نے حضور کو گود میں لے کر اپنی سواری پر سوار ہو کر وطن کی طرف کوچ کرنے کا قصد کیا اور قافلہ چلنے لگا تو جب بھی جس خشک وادی پر یہ قافلہ پہنچتا تو حضورؐ کی برکت سے وہ سرسبز و شاداب ہو جاتی۔ اور وہ حضورؐ کو سلام کرنے کی آوازیں پتھروں سے سنتیں اور درختوں کی شبنمیں آپؐ کی طرف جھک کر سلام کرتیں اور پھر جب وہ اپنی آبادی میں پہنچیں اور اپنے گھر داخل ہوئیں تو زمین کو دیکھا کہ اس نے نیا لباس پہن لیا ہے اور پرانا لباس اتار دیا ہے یعنی زمین سرسبز و شاداب ہو گئی

ہے۔“ (۷۳)

زبان و بیان کی سلاست و روانی سے طبع زاو میلاد نامہ معلوم ہوتا ہے اور اس پر ترجمے کا گمان نہیں ہوتا۔ موصوف نے ترجمہ میں بھی جو ادبی معیار قائم کیا ہے۔ اس سے ان کے جذبہ کی سچائی اور خیال و احساس کی پاکیزگی جھلکتی ہے۔

ناصر الدین محمد (م ۱۹۷۱ء)

ناصر الدین محمد بن قاضی عیید اللہ نے میلاد نامہ بعنوان ”احوال تولد رسول اللہ“ لکھا ہے۔ (۷۵) اس میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ، رضاعت اور بچپن کے واقعات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

درد کا کوروی (م ۱۹۷۲ء)

مکرم احمد نام، درد تخلص تھا۔ دنیائے ادب میں اپنے تاریخی نام میر نذر علی کے نام سے مشہور ہوئے۔ مشہور عالم حبیب علی کے صاحبزادے تھے۔ اٹاوہ میں ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے برادر محترم حکیم وصی علی سے پائی۔ بعد میں مزید تعلیم کے لئے اپنے دو سرے بھائی رضی علی انگر کے پاس ۱۹۱۱ء میں رامپور چلے گئے۔ ۱۹۱۷ء میں اورنگ آباد دکن میں محکمہ امور مذہبی میں ملازم ہو گئے۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور ہجرت کر کے آ گئے۔ یہاں دو سال قیام کے بعد کراچی جا کر مقیم ہو گئے۔ ۲۷۔ جون ۱۹۷۲ء کو عصر کی نماز ادا کرتے ہوئے حالت سجدہ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ عزیز آباد کراچی کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

۱۹۱۷ء سے تقسیم برصغیر تک ان کی منظومات نیرنگ خیال، عالمگیر، ہمایوں، ساقی، اردو اور الناظر وغیرہ میں باقاعدہ چھپتی رہی ہیں۔ کراچی میں کوئی نعتیہ نشست ایسی نہ ہوتی تھی، جس میں وہ شریک نہ کئے جاتے ہوں۔ مولانا ضیاء القادری، ملا واحدی، اور بزاز کھٹوڑی ان سے بہت خلوص برتتے تھے۔ ممتاز حسن ان کی نعت گوئی اور میلادیہ منظومات کے دلی معترف تھے۔

حسن کا کوروی ان کے والد کے حقیقی ماموں زاد بھائی تھے، شاہ تراب کا رنگ تصوف یا شاہ نیاز بریلوی کی عقیدت ان کے کلام میں مخصوص صوفیانہ ماحول میں رہنے کی وجہ سے نمایاں تھی۔

ان کے میلاد نامہ ”میلاد پیغمبر“ کی ابتداء میں مولف اور تالیف کے بارے میں بزاز کھٹوڑی اور شمس وارثی کا تعارف اور ضیاء القادری کا مختصر مقدمہ شامل ہے۔ اس میلاد نامہ کو عنوانات کی ترتیب اور زبان و بیان کے لحاظ سے میلاد اکبر کی ایک اچھی نقل کہا جا سکتا ہے، جس میں کوئی واضح اور نمایاں ترمیم و اضافہ تک نہیں کیا گیا۔ ان کی میلادیہ منظومات میں سوز و گداز اور شعری محاسن ان کے صوفیانہ ذوق و شوق کی ترجمانی کرتے ہیں۔ نبی کریمؐ کی صبح ولادت کا حسین منظر بیان کرتے ہیں:

صل یا رب کہہ کے خود فطرت ملا میں گائے ہے
دیکھے صبح ولادت کی تجلی جلوہ بار

ہے محمد نے کیا ساری خزاں کو لالہ زار
 دم بدم کوثر کا ساقی کیف سا برسائے ہے، صل یارب...
 آج ہے صبح ولادت سو بہاروں کی بہار
 صل یارب سلوا گاتے ہیں سب مستانہ وار
 نکت سلو علیم یوں صبا پھیلائے ہے صل یارب ...
 (۷۶)

سید ایوب احمد صبر شاہجمانی پوری (م ۱۹۷۳ء)

سید ایوب احمد صبر شاہجمانی پوری جلالی بخاری پیشی نے ۱۹۷۳ء میں میلاد نامہ ”آفتاب نبوت“ لکھا۔ انہوں نے اس کی تصنیف کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عربی زبان میں سیرت مقدسہ کے بیان میں بہت مبسوط اور ضخیم کتابیں موجود ہیں لیکن اختصار پسند اور عربی زبان سے ناواقف حضرات کے لئے ایسی ضخیم تواریخ و کتب سے استفادہ بہت دشوار اور مشکل ہوتا ہے۔ عام مسلمان بیود و نصاریٰ کے ذریعے اسلام میں داخل ہونے والی غیر مستند روایات کے اسیر ہیں اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ سرولیم میور جیسے متعصب مصنف کا گرویدہ ہے۔ اس قسم کے حالات میں انہوں نے اس بات کو شدت سے محسوس کیا کہ نبی کریمؐ کے دلچسپ اور صحیح حالات عام مسلمانوں کے سامنے پیش کئے جائیں تاکہ وہ ان سے فائدہ اٹھائیں اور دوسری طرف غیر مذاہب کے پیروکار بھی آپؐ کی سیرت طیبہ مکارم اخلاق و شمائل کو پوری طرح سمجھ سکیں اور جس سے ان کو بخوبی اندازہ ہو کہ آپؐ کی زندگی صحیح معنوں میں رحمت اللعالمین کی مصداق تھی۔

آفتاب نبوت کی مجلسی اہمیت پر تبصرہ کرتے ہوئے محمد عمر نعمانی، رقم طراز ہیں:

”آفتاب نبوت کے مصنف نے تحقیق و تدقیق سے کام لے کر نبی کریمؐ کے آیات اجداد کے حالات سے لے کر فتح مکہ تک کے مختصر اور صحیح حالات قلمبند کر دیئے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ محافل میلاد میں عام طور پر اس کے مطالب سے فر۔ مٹھان روئے محمدؐ مستفید ہوں اور غریب جو گرانمایہ کتب کے خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں۔“ (۷۷)

صبر شاہجمانی پوری کا میلاد نامہ ۱۳۸ صفحات پر مشتمل ہے اور عام میلاد ناموں میں ایک منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ انہوں نے واقعات و روایات کو مستند کتابوں سے لے کر لیا ہے۔ اور اس کا حوالہ بھی ساتھ ہی دیا ہے۔ اس میلاد نامہ میں نبی کریمؐ کا نسب نامہ، آپؐ کے آیات اجداد کے حالات، راہبوں اور علمائے عصر کی پیشین گوئیاں، نبی کریمؐ کے والد کا انتقال، ولادت باسعادت، پیدائش کی جگہ، عہد طفلی، والدہ اور داوا کا انتقال، تربیت، سفر کا حال، نکاح، زمانہ قبل رسالت، تعمیر کعبہ، کعبہ کو قبلہ قرار دینے کی وجہ، نبوت اور بعثت، نزول وحی اور اس کے بعد کے واقعات، ہجرت حبشہ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا اسلام لانا، حضرت ابو طالبؓ اور حضرت خدیجہؓ کا انتقال، ہجرت، انجیل و توریت کی پیش گوئیاں، مدینے کی زندگی، حضرت عبداللہ

بن سلامؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ کا اسلام لانا، تعمیر مسجد نبویؐ، اذان کا تقرر، کفار مکہ کا طرز عمل، لڑائی کی تہذیب، بدر کی پہلی لڑائی، عظیم الشان معرکہ اسلام اور امیران جنگ سے حسن سلوک، جنگ احد، واقعہ بدر، فتح خیبر، فتح موتہ، فتح مکہ اور شان نبوت، اخلاق و عبادت، حضرت عائشہؓ، ورع و انقیاد، شرم و حیا، جود و سخا، شفقت و رحمت، تواضع، صبر، ہیبت، خندہ روئی، ظرافت، صدق و عفت، عدل و انصاف، وقار، موت، انتظام خانہ داری اور گھر والوں کے ساتھ رکھ رکھاؤ وغیرہ کا پذیر تہذیب مذکورہ ہے۔

میر شاہجہانپوری نے پرانی کتب میلاد کی خامیاں دور کرنے کے بارے میں اپنی کاوش کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

”آفتاب نبوت میں نبی کریمؐ کے سادہ حالات زندگی کے مطابق عبارت آرائی سے کام نہیں لیا گیا ہے بلکہ سلیس اور دلچسپ اردو میں قلمبند کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں اس مضمون پر جو کتب میلاد شریف آج کل ملک میں رائج ہیں، ان کے متعلق نئی روشنی والوں کو یہ شکایت ہے کہ اس میں محض عبارت آرائی کو مد نظر رکھ کر بعض واقعات کو مبالغہ سے بیان کیا گیا ہے یا کہیں کہیں ضعیف روایات کو جگہ دی گئی ہے، رفع ہو جائے گی، میں نے نبی کریمؐ کے صحیح حالات و واقعات کو مع اسناد کے لکھ کر عوام میں پیش کیا ہے۔“ (۷۸)

آفتاب نبوت کی تالیف کے سلسلہ میں قرآن مجید، صحیح بخاری، سیرت ابن ہشام، مواہب اللدنیہ، اشمامہ، سیرت حلبیہ، معارج النبوت، زاد المعاد، شرح مواہب اللدنیہ (زرقاتی)، عجائب القصص اور تراویح وغیرہ سے مواد اخذ کیا گیا ہے۔ سیوطی اور طبری کی کتابوں سے بھی اقتباسات نقل کئے گئے ہیں۔ بائبل کے عمد نامہ جدید کی عبارات بھی درج کی گئی ہیں۔ اور حضرت عیسیٰؑ اور نبی کریمؐ کے دور رسالت کی تکالیف کا موازنہ کر کے آپؐ کی اخلاقی برتری واضح کی گئی ہے۔ غیر مسلم مفکرین میں سے ڈاکٹر ویل، ڈاکٹر واٹ، گاڈ فرے، ڈبلیو آئرلینڈ، ایڈورڈ گمن اور جان ڈیون پورٹ کے مختصر اقوال بیان کر کے نبی کریمؐ کی نبوت کی صداقت پر شادت لائی گئی ہے۔ جیمز انسائیکلو پیڈیا جلد ششم سے اذان کے بارے میں شعائر اسلامی کی برتری کا دلکش تاثر بڑے جوش و والہانہ پن سے بیان کیا ہے:

”موزن کی اذان جو نہادہ مگر نہایت متین و دلکش ہوتی ہے، گو کہ شہروں میں بوجہ شور و غوغا کے کم سنائی دیتی ہے، لیکن کتنی سرلی اور خوش آئند معلوم ہوتی ہے۔ رات کی خاموشی میں جب کہ چار جانب سنانا چھلایا ہوا ہوتا ہے، اس کا اثر عجیب طور سے شاعرانہ معلوم ہوتا ہے، یہاں تک کہ بہت سے اہل یورپ نے بھی اس امر پر مبارکباد دی ہے کہ اذان کی آواز ناقوس اور گھنٹے سے بڑھ کر ہے۔ فی الحقیقت جبکہ کل پرند اپنے اپنے آشیانوں میں بیرا لے رہے ہوں، عالم پر سکون و سکوت چھلایا ہوا ہو، انسان نے اپنے آرام کو اپنے معبود حقیقی کی عبادت کے لئے چھوڑ رکھا ہو اور اپنے ہم جنسوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے ”اللہ اکبر اللہ اکبر“ کہتا ہو

۔۔۔۔ یہ کتنا موثر اور دلکش طریقہ ہے۔ (۷۹)

آفتاب نبوت میں بھی دیگر میلاد ناموں کی طرح مروجہ روایات بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً نبی کریمؐ کے والد محترم حضرت عبداللہ کے حسن و جمال کے تذکرے کے ساتھ ہی اس وقت کے عالموں کی پیش گوئیاں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”حضرت عبداللہ خوبصورتی اور ملاحت میں مثل یوسفؑ معلوم ہوتے تھے آپؐ کی روشن اور چمکتی ہوئی پیشانی سے نور محمدیؑ ظاہر ہوتا تھا۔ اس زمانہ کے احبار سے اور حجاز کے کاہنوں سے یہ سنا جاتا تھا کہ نبی آخرالزمانؑ اسی نوجوان کے صلب سے پیدا ہوں گے، کیونکہ ہماری دینی و مذہبی کتب میں لکھا ہے کہ جب یحییٰ علیہ السلام کے اس خون آلود سفید اونٹنی چمٹنے سے جو یسویوں کے پاس ہے، تازہ خون کے قطرے چمکیں گے، تو اس وقت نبی آخرالزمان کے والد ظہور پذیر ہوں گے، چنانچہ اب اس خشک چمٹنے سے سرخ خون نپک رہا ہے، لہذا معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی شخص ہے کہ جس کی پشت سے نبی آخرالزمان ظہور پذیر ہوں گے۔“ (۸۰)

اسی طرح ابر کے ٹکڑے کا نبی کریمؐ کو پیدائش کے وقت اٹھا کر لے جانے کی نسبت پورا واقعہ تفصیلات کے ساتھ موجود ہے۔ سفر شام میں بصری کے مقام پر بحیرا راہب سے اور ایک سفر میں سطورا راہب سے آپؐ کی ملاقات کا حال قلمبند کیا گیا ہے۔

آپؐ کی شان نبوت کا تذکرہ کرتے ہوئے، آپؐ کی ذات اقدس میں تمام برگزیدہ تیغیوں کے اوصاف مجتمع دکھائے گئے ہیں۔ اور ان کی سیرت کے نمایاں پہلوؤں سے آپؐ کی سیرت کا موازنہ کر کے آپؐ کو ان سب کا جامع ثابت کیا گیا ہے۔ اسی طرح آپؐ کے اخلاق حسہ کے بارے میں مصنف بڑے جوش و خروش سے لکھتا ہے:

”جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام صفات و کمالات کا مجموعہ ہیں۔ عالم ایسے کہ کسی کا علم ان کے علم کو نہیں پہنچتا۔ فصیح و بلیغ ایسے ہیں کہ بڑے بڑے فقہاء نے ان کے سامنے سر ٹیک دیا ہے۔ مقفن ایسے کہ ہر قوم، ہر فرقہ اور زمانے کے لئے ان کا قانون ایک اچھا دستور العمل ہے۔ حلیم اور صاحب خلق عظیم۔ جری ایسے کہ ضرورت کے وقت جل و علا ارشاد فرماتا ہے: **اِنَّكَ لَعَلٰی خَلْقٌ عَظِيْمٌ**۔ جری ایسے کہ خود خداوند میدان کارزار میں دشمنوں کے لئے ایک مستعد اور بہادر سپاہی، فقیر ایسے کہ بیت الشرف میں کئی کئی دن تک چولہے سے دھواں نہیں نکلتا۔ اتنا بھی نہیں ہے کہ مکان میں چراغ بھی جلے۔ امیر ایسے ہیں کہ ہزاروں لاکھوں روپیہ ایک لمحہ میں ختم کر دیتے ہیں اور اپنی محتاجی کا بھی کچھ خیال نہیں آتا۔ چٹائی بچھاتے ہیں، کبل پینتے ہیں مگر بڑے بڑے عالی جاہ بادشاہوں کی بھی پروا نہیں کرتے۔“ (۸۱)

اس میلاد نامے سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اس کا مصنف اپنے گرد و پیش میں ہونے والی زبان

و میان کی تبدیلیوں سے بھی پوری طرح باخبر ہے۔ اس نے اس میلاد نامے کی تحریروں میں عبارت آرائی سے کام نہیں لیا اور نہ ہی اسے مرصع و رنگین بنایا ہے بلکہ سلیس اور سادہ زبان میں مختصر حالات زندگی قلمبند کئے ہیں۔ انگریزوں کی عملداری کی وجہ سے انگریزی زبان کا عمل دخل ہر طرف بڑھ رہا تھا چنانچہ اس بات کا بھی بخوبی اندازہ درج ذیل اقتباس سے ہوتا ہے:

”چنانچہ کفار مکہ نے ایک کمیٹی اس سکیم کے سوچنے کے لئے بٹھائی، جس کا نام

دارالندوہ رکھا گیا۔ اس کمیٹی میں مختلف تجاویز اور ریزولوشن پاس ہوئے۔“ (۸۲)

اس مختصر عبارت میں کمیٹی، سکیم، ریزولوشن جیسے انگریزی الفاظ بلا تکلف استعمال کئے گئے ہیں۔ نبی کریمؐ کی عظمت و صداقت کا اعتراف غیر مسلموں کی زبان سے پیش کرنا بھی اس دور کی عقلیت پرستی اور سر سید کی تحریک کے اثرات کا ماحصل اور نتیجہ ہے۔ الغرض ان سب زبان و اسلوب کی خوش آئند تبدیلیوں کی بناء پر آفتاب نبوت کو میلاد ناموں میں ایک منفرد اور ممتاز مقام حاصل ہے۔

احترام الدین شاعری

احترام الدین احمد نام، شاعری، شخص، نسب کے لحاظ سے شیخ عثمانی، مشرباً، چشتی الجہلمی، وطن قدیم نارنول اور سکونت مابعد بے پور میں رہی۔ ان کی ولادت ۳- دسمبر ۱۸۹۹ء کو ہوئی۔ (۸۳) ان کے والد مولوی احتشام الدین شوکت کی زیر نگرانی ابتدائی تعلیم و تربیت ہوئی۔ ذوق سخن خاندانی ورثہ تھا۔ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۳۸ء تک ساہنہ، بے پور اور دیگر مقامات پر محکمہ پولیس میں فرائض انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد مسلم ہائی سکول، بے پور میں اگست ۱۹۵۳ء تک مدرس رہے۔

احترام الدین شاعری کا میلاد نامہ تین سو تیس (۳۳۰) صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۹۶۳ء میں بے پور سے شائع ہوا ہے۔ اس میں بارہ بزم میلاد عام قسم انداز میں لکھی گئی ہیں۔ ہر بزم کا آغاز صلوات و سلام سے ہوتا ہے اور بطور پیش خوانی ایک نعتیہ رباعی اور کچھ نعتیہ اشعار ہیں۔ پھر کسی آیت قرآنی سے بیان کا آغاز ہوتا ہے۔ فاضل مصنف نے اپنے میلاد نامے میں موجودہ زمانے میں بزم میلاد کے انعقاد میں ہونے والی لغزشوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کی ہے۔ جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

”بعض وقت نعت خواں، وقت نعت خوانی مخور ہوتے ہیں، بعض جگہ ایسا ہوتا

ہے کہ بزم میلاد کا صدر کوئی کافر یا مشرک ہوتا ہے، جو جو تا پنے تخت صدارت پر بیٹھا

ہوتا ہے اور مقرر جو مستند عالم دین ہو وہ زمین پر کھڑے ہو کر ذکر سرور کائنات کرتا

ہے۔ بعض دفعہ بزم میلاد ایسی گندی اور غیر صاف جگہ منعقد کیا جاتا ہے جہاں بے

انتہا ٹالیوں کی بدبو آتی رہتی ہے۔ یا ایسی جگہ بزم میلاد منعقد کیا جاتا ہے جہاں

موٹروں، لاریوں اور ٹانگوں کی آمد و رفت کا شور بہا رہتا ہے۔ اکثر جگہ ایسا بھی دیکھا

گیا ہے کہ جس جگہ محفل میلاد منعقد کی جاتی ہے۔ وہاں لاؤڈ اسپیکر لگا دیا جاتا ہے

اور اس غرض سے کہ سامعین جمع ہو جائیں، محفل میلاد کے شروع ہونے سے پہلے

سامعین کو جمع کرنے کے لئے سنیما کے گانے گائے جاتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہریم میلاد کو سیاسی مطلب بر آری کا آلہ بنا لیا جاتا ہے۔ یہ اور اس قسم کے بہت سے ایسے واقعات ہوتے ہیں جن کی اصلاح ہونا نہایت لازم ہے اور یہی تمام باتیں اس میلاد نامے کی تالیف کا اصل سبب ہیں۔“ (۸۳)

یہ میلاد نامہ اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ ہر ہریم دو ڈھائی گھنٹے میں ختم ہو جاتی ہے اور روز ایک نیا مضمون شروع ہوتا ہے۔ اس میں ان روایات کو شامل کیا گیا ہے۔ جن کا ثبوت یا تو کلام الہی سے حاصل کیا جا سکتا ہے یا احادیث مستحضرہ سے دیگر میلاد ناموں کی طرح مشہور روایات کو اس میلاد نامے میں بھی بیان کیا گیا ہے لیکن چند ایسی مستند روایات بھی ہیں جس کا تذکرہ اور میلاد ناموں میں نہیں ہے۔ مثلاً ایک روایت درج ہے:

”تمام عرب میں ”محمد“ کسی کا نام نہیں رکھا گیا تھا۔ جب آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کا نام محمد رکھا تو قریش نے اس عجیب نام کا سبب دریافت کیا کیونکہ عرب کے لوگ اس بات کے عادی تھے کہ اپنے بچوں کے نام بتوں کے نام پر رکھیں۔ حضرت عبدالمطلب نے ان لوگوں کو جواب دیا کہ میں نے محمدؐ اس وجہ سے نام رکھا ہے کہ یہ ایسا ہو کہ جس کی تمام دنیا تعریف و توصیف کرے۔“ (۸۵)

نبی کریمؐ کے سنہ ولادت، تاریخ اور وقت کے بارے میں لکھتے ہیں:

”دنیا میں آپ کی تشریف آوری نوربج الاول مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۰ء موافق یکم جیٹھ سن ۶۳۸ ہجری جبکہ آفتاب برج حمل سے ۳۱ درجہ اور ۲۰ دقیقے پر تھا اور یکم جیٹھ کو شروع ہوئے تیرہ گھنٹے سولہ منٹ گذرے تھے یعنی مکہ مکرمہ کے وقت کے مطابق صبح صادق چار بج کر بیس منٹ پر ہوئی۔“ (۸۶)

چوتھی ہریم میں احترام الدین نے ایک مدلل نکتہ پیش کیا ہے:

”جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب سراج منیر بن کر تشریف لائے تو اس کے بعد اسلام میں ہی نہیں بلکہ کسی قوم میں کوئی نبی نہیں آیا ورنہ اس سے قبل دنیا کی اور قوموں میں کئی کئی نبی آئے جیسے کہ بنی اسرائیل میں بیک وقت دو دو چار چار نبی آتے رہے مگر حضورؐ کی تشریف آوری کے بعد نہ مصریوں نے اور نہ چینوں نے نبوت کا دعویٰ کیا نہ ہندوؤں اور مجوسیوں نے، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے تمام مذاہب نے سراج منیر کے روشن ہوتے ہی اپنے چراغ گل کر دیئے۔“ (۸۷)

اس میلاد نامے کی ہر ہریم ولادت باسعادت مختصر بیان اور سلام پر ختم ہوتی ہے۔ ایک سلام کے چند شعر درج ذیل ہیں:

السلام الے پیٹوائے انبیاء
السلام الے خلق کے امن و اماں

السلام اے مصطفیٰ و نبی
 السلام اے درد عیساں کی دوا
 ہوں خدا کے آپ پر لاکھوں درود
 اور سلاموں کا رہے عظیم درود
 شاغل بیکس کی بھی لیجئے خبر
 اہل امت پر ہو رحمت کی نظر
 (۸۸)

”میلاد النبی“ میں دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے ساتھ نبی کریمؐ کی تبلیغ کا مقابلہ کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں:

”دنیا میں چار مذاہب ایسے ہیں کہ جن میں قریب قریب دنیا کی پوری آبادی تقسیم ہو رہی ہے۔ عیسائی، یہودی، بدھ مت اور ہندو مذاہب۔ ان چاروں مذاہب کا مطالعہ کریں تو اس کا خلاصہ یہ ہو گا کہ موسیٰ کا دائرہ ہدایت صرف اسرائیل تک تھا۔ عیسیٰ کی تعلیم کا خلاصہ اور نتیجہ سوائے اس کے کہ کچھ نہ تھا کہ وہ صرف ایک محدود طبقے میں اپنی عیسائیت کی تبلیغ کریں اور پھر جب عیسائی ان سے باغی ہوں تو وہ اپنے ہی خلیفہ کو سولی پر چڑھا دیں۔ مہاتما بدھ اور سری کرشن سمندر پار تبلیغ کو مذہب کے خلاف سمجھتے تھے۔ اس صورت میں ساری کائنات کے لئے ان مذاہب کے اصول کس طرح مشعل راہ ہو سکتے ہیں۔ ان سب کے برخلاف حضورؐ نے رنگ و نسل اور ملک و قوم سے بالاتر ہو کر پوری دنیا کو پیام حق دیا۔ عہد و معبود کا رشتہ بتایا علم و حکمت کی تعلیم دی۔ غلامی کو مٹایا۔ خونریزی کو دیا۔ افعال رذیلہ اور اعمال قبیحہ سے منع کیا۔ اسی واسطے آپؐ کو خود اللہ پاک نے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ فرمایا۔“ (۸۹)

اس میلاد نامے میں ایسی روایات لکھنے سے گریز کیا گیا ہے جن کو دوسرے مذاہب کے لوگ عقل کے معیار پر صحیح تصور نہ کریں۔ اس لحاظ سے عصری تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے، اس میلاد نامے کے ذریعے حق تبلیغ ادا کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

بہزاد لکھنؤی (م ۱۵- اکتوبر ۱۹۷۳ء)

بہزاد لکھنؤی کا پورا نام سردار احمد خاں ہے۔ ۱۹۰۳ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ عرصہ تک ریلوے کی ملازمت کی پھر آل انڈیا ریڈیو دہلی اور لکھنؤ سے وابستہ رہے۔ ہندوستان سے ہجرت کر کے کراچی چلے آئے اور پاکستان ریڈیو کراچی کے عمل سے منسلک ہو گئے۔ آپ کے کلام کے متعدد مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ ۱۵- اکتوبر ۱۹۷۳ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔

ان کا مجموعہ ”شکائے حبیب“ ادارہ فروغ اردو لکھنؤ نے ۱۹۵۳ء میں شائع کیا تھا۔ اس مجموعہ میں بیان

مدینہ کے عنوان سے ۳۰، نعت کے عنوان سے ۱۷، درود و سلام کے عنوان سے ۲۵ اور میلاد و شب ولادت کے عنوان سے ۴۳ میلادیہ کاوشات شامل ہیں۔ وہ رنگ شاعری میں حالی، حفیظ اور ماہر کے پیر و نظر آتے ہیں۔ ان کا پیرایہ اظہار عام فہم، انداز بیان دل آویز اور الفاظ صاف و سادہ ہیں۔ اس انداز کے چند شعر ملاحظہ ہوں:

درود ان پر جو آئے بے نواؤں کی صدا بن کر
 سلام ان پر جو آئے بیکسوں کا آسرا بن کر
 جنہوں نے دھگیری کی کندھارن عالم کی
 جو آئے کشتی بے چارگی کے ناخدا بن کر
 جنہوں نے راہ حق دکھلائی سچ و خم کو سمجھایا
 جو آئے دونوں عالم کے لئے اک رہنما بن کر
 جنہوں نے ہم کو بتلایا حقیقی زندگی کیا ہے
 جو آئے خود ہی اہل زندگی کا آئینہ بن کر
 جنہوں نے روح کی پاکیزگی کا راز بتلایا
 جو آئے راستی و پاکی صدق و صفا بن کر
 جنہوں نے عبد اور معبود کے رشتے کو سمجھایا
 جو آئے ختم مرسل اور حبیب کبریا بن کر
 درود ان پر پڑھو ہنراد اور سمجھو سلام ان پر
 جو روحوں میں بے رتے ہیں دل کا مدعا بن کر
 (۹۰)

صوفی محمد شریف غیرت قادری (م ۱۹۷۴ء)

صوفی غیرت قادری گوجرانوالہ میں ۱۹۰۷ء میں پیدا ہوئے۔ نامور عالم دین، خطیب، ماہر تعلیم، ادیب، طیب اور شاعر تھے۔ انہوں نے حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اسلام کی تقلید میں ”شاہنامہ اسلام“ میلادیہ مثنوی لکھی۔ اس کا انداز اور بحر وہی ہے جو حفیظ کے شاہنامہ اسلام کی ہے۔ غیرت قادری کی یہ تصنیف بہت جامع اور ضخیم ہے۔ ان کی زندگی میں اس کے چھ حصے اشاعت پذیر ہوئے مگر ان کی ۱۹۷۴ء میں وفات کی وجہ سے اس شاہنامہ کی مکمل اشاعت کی نوبت نہ آنے پائی۔ یہ مثنوی آجال مکمل اشاعت کی منتظر ہے۔ (۹۱)

عبدالغنی

عبدالغنی علی گڑھ کے رہنے والے تھے۔ اکبر وارثی کے جانشین تھے ان کا ”میلاد غنی“ الموسوم بہ بہار

شریعت ۱۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ کاغذ اور طباعت معمولی درجہ کی ہے۔ اس پر سال تصنیف درج نہیں۔ طرز نگارش نہایت سلیس اور باخاورہ ہے۔ عبدالغنی نے میلاد نامے میں موقع کی مناسبت سے اپنی میلادیہ منظومات درج کی ہیں۔ ایک نعت کے مقطع سے مترشح ہوتا ہے کہ انہوں نے بہت سے باطنی سلاسل سے فیوض و برکات حاصل کئے ہیں:

قادری ہوں، نقش بندی ہوں، میں چشتی دارنی
جس گھرانے کا ہو لینا اے غنی پیغام لے !!
(۴۲)

عبدالغنی کے میلاد نامے میں نثر بہت کم ہے وہ پانچ سات سطور لکھنے کے بعد ایک طویل میلادیہ نظم لکھنے کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً

”اے خدا کے لاڈلے رسول مقبول“ اے حضرت آمنہؓ کے نورالعین، اے حضرت عبدالملک کے دل کے چین، اے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے گھر کی برکت، اے کل عالموں کی رحمت، روز ازل سے لے کر آج تک:

نگاہ جہاں تیری مائل رہی ہے
طبیعت ہر اک تجھ پہ مائل رہی ہے
تجھے شان گلشن میں حاصل رہی ہے
گلوں میں تجلی تری مل رہی ہے
محبت سے ہر اک کلی کھل رہی ہے
(۴۳)

اکثر مقامات پر روایات کو بھی منظوم کر دیا گیا ہے۔ پورا میلاد نامہ روایات پر مشتمل ہے اور ان روایات کی اسناد میں کسی کتاب کا حوالہ درج نہیں ہے۔

احمد علی

احمد علی کے مرتبہ میلاد نامہ ”تحفہ میلاد النبیؐ“ کے کتابی ساز کے ۳۰ صفحات ہیں۔ اور اسے ۱۳۸۵ھ میں پنجاب پریس لاہور نے شائع کیا۔ اس میلاد نامے کی ابتداء ولادت کے ذکر خیر سے ہوتی ہے۔ اور اس کے اختتام پر چند علماء کی اس میلاد نامے سے متعلق آرا دی گئی ہیں۔ ابتدائی بیان میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ سے قبل عرب کی حالت زار کا خاکہ کھینچا گیا ہے اور ضلالت و گمراہی کی وجہ سے ایک مصلح کی ضرورت پر توجہ دلا کر آپؐ کے فضائل و محاسن بیان کئے گئے ہیں۔ محفل میلاد میں عام مولود خوانوں کی نسبت عالم با علم کو بلایا جائے جو مذہب کی پوری اور صحیح معلومات رکھتا ہو نیز آداب محفل میلاد کی پابندی کرنی چاہئے۔ آخر میں ان دو باتوں پر خصوصاً زور دیا گیا ہے۔

میاں علی محمد خان چشتی نظامی فخری (م ۱۹۷۵ء)

میاں علی محمد خان کی ولادت ۱۸۸۸ء میں بسی عمرخان (ہوشیارپور) میں ہوئی۔ باطنی طریقت و معرفت میں اپنے نانا میاں محمد شاہ خان کے جانشین تھے۔ موصوف عظیم المرتبت روحانی پیشوا ہونے کے ساتھ ساتھ فضائل حمیدہ و خصائل پسندیدہ کے جامع تھے۔ زیادہ وقت عبادت و ریاضت اور تربیت مریدین میں بسر کرتے تھے۔ ۲۵ جنوری ۱۹۷۵ء کو انتقال ہوا۔ پاکپتن شریف میں درگاہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کے احاطہ میں مدفون ہیں۔

تصانیف میں میلاد نامہ شرح ن والقلم اور راہ فرادا ان کی یادگار ہیں۔ راہ فرادا کے نام سے مولانا غلام قادر گرامی کی منظوم مدح حضرت خواجہ خواجگان خواجہ غریب نواز معین الدین امیر الہندی کی شرح فارسی میں تحریر فرمائی۔ اور میلاد نامہ تقریباً ستر سال پہلے کسی محفل میلاد شریف میں پڑھا۔ آخر میں مکتوب در مسئلہ وحدت الوجود والشہود سپرد قلم فرمایا۔

میلاد نامہ شرح ن والقلم کو قریباً ستر سال پہلے حکیم فقیر محمد چشتی نظامی کے صاحبزادے حکیم غلام قادر امرتسری نے چھپوایا۔ دوسری بار سید مسلم نظامی ولہوی نے پاکپتن سے شائع کیا۔ موجودہ اشاعت مرکزی مجلس فرید العصر (پاکستان) لاہور کی جانب سے ہوئی ہے۔ میاں علی محمد کے بارے میں ماہنامہ انوار القرید ساہیوال کا فرید العصر نمبر چھپ چکا ہے۔

میاں علی محمد نے میلاد نامہ میں میلاد نبویؐ کی چودہ حکمتیں بیان فرمائی ہیں۔ (۱) تعظیم نبویؐ: محفل میلاد کے انعقاد سے نبی کریمؐ کی عظمت اور تعظیم کے نقوش اجاگر ہوتے ہیں۔ (۲) نعمت عظمیٰ کا ذکر: نبی کریمؐ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں اس لئے محفل میلاد میں یہ بھی حکمت ہے کہ اس سے بڑی نعمت کا ذکر خیر ہوتا ہے (۳) ادائے شکر: نعمت کے حصول پر ادائے شکر لازم ہے۔ نبی کریمؐ کی تشریف آوری پر شکر ادا کرنے کا بہترین ذریعہ محفل میلاد ہے۔ (۴) دینی و دنیاوی نصح: محفل میلاد کے انعقاد سے دین و دنیا کی نصیحت حاصل ہوتی ہے۔ (۵) باطنی بالیدگی: محفل میلاد کی برکات سے انسان کو باطنی بالیدگی اور اہم مسرت حاصل ہوتی ہے۔ (۶) عظمت نبویؐ: محفل میلاد کی برکت سے دل پر نقش ہو جاتی ہے۔ (۷) محبت نبویؐ: عظمت نبویؐ کا لازمی نتیجہ محبت مصطفویؐ کا حصول ہے اور یہ میلاد ہی سے ممکن ہے۔ (۸) تجدید محبت: محافل میلاد النبیؐ سے حب رسولؐ کی تجدید ہوتی رہتی ہے۔ (۹) اضافہ محبت: محافل میلاد کے انعقاد سے نبی کریمؐ سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور کمال و معراج ایمان ہے۔ (۱۰) رابطہ خداوندی: محفل میلاد کی برکت سے بندہ اپنے خدا سے رابطہ قائم کرتا ہے۔ ذکر رسالتاب سے براہ راست اللہ تعالیٰ سے رابطہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ انسان حادث ہے اور اللہ تعالیٰ قدیم ہے۔ حادث اور قدیم کا رابطہ محال ہے مگر نبی کریمؐ کی ذات اقدس سے جس قدر رابطہ مستحکم ہو گا۔ اس قدر بندے کا اللہ تعالیٰ سے رابطہ بھی مستحکم ہو جائے گا۔ (۱۱) رضائے مصطفیٰ: محفل میلاد میں حاضر ہونے سے رحمت خداوندی خصوصی طور پر متوجہ ہو جاتی ہے کہ اس کے حبیبؐ کے ذکر خیر سے رضائے الہی ملتی ہے اور نبی کریمؐ کی رضائی رضائے الہی ہے۔ (۱۲) رحمت

کے فرشتوں کا نزول: محفل میلاد میں ذکر خداوندی بھی لازمی جزو ہے اس لئے اس محفل پر فرشتوں کا نزول وعدہ الہی ہے۔ (۳۳) حصول برکات: محافل میلاد کے بارے میں بزرگان دین اور اولیائے کرام کا تجربہ ہے کہ اس سے انسان کو بے شمار برکات حاصل ہوتی ہیں۔ (۳۴) علم خاص کی اشاعت: نبی کریمؐ کے فضائل و شمائل کا بیان ایک مستقل اور خاص علم ہے اور محفل میلاد اس کی ترویج کا سبب بنتی ہے۔ اگرچہ انسان آپ کے کمالات و فضائل کا بیان کر سکتا ہے۔

پورا میلاد نامہ نثر میں ہے۔ اس میں جا بجا آیات قرآنی کے حوالے موجود ہیں۔ اور تفسیر کبیر سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

”ایک دن نبی کریمؐ عار حرا کی طرف تشریف لے گئے تھے اور وہر تک تشریف نہ لائے تو ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ آپ کی تلاش میں گئیں لیکن نہ پایا۔ بس ناگاہ آپ تشریف لے آئے تو آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر دیکھ کر حضرت ام المومنین ممدوحہ نے عرض کی کہ کیا حال ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل نازل ہوئے اور مجھ کو یہ کہا کہ پڑھ، میں نے کہا پڑھنا نہیں جانتا ہوں۔ جبرائیل نے مجھ کو اپنے سینے سے زور سے دیا کہ کما کہ پڑھ اسی طرح تین دفعہ کے بعد میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، کیا پڑھوں؟ تو انہوں نے کہا کہ **اقرا بلسم زینک** اس مقام پر صاحب تفسیر کبیر یوں فرماتے ہیں کہ پھر فرش زمین پر جبرئیلؑ ظاہر ہوئے انہوں نے وضو کیا اور میں نے بھی وضو کیا۔ پھر انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور میں نے بھی ساتھ ان کے دو رکعتیں پڑھیں اور کہا کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نماز اس طرح ہوتی ہے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا یہ سن کر اپنے چچا زاد بھائی ورق بن نوفل کے پاس تشریف لے گئیں جو دینا ”نصرانی تھا۔ آپ نے اس قصہ کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ آپ تشریف لے گئے اس نے پوچھا کہ جبرئیلؑ نے یہ بھی کہا کہ اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دو تو آپ نے فرمایا نہیں۔ پس اس نے کہا کہ قسم ہے خدا کی اگر میں تیری دعوت کے وقت تک زندہ رہا تو دل و جان سے تیری مدد کروں گا۔“ (۹۴)

میاں علی محمد کے بیان میلاد میں زبان و بیان کی پاکیزگی اور سادگی ہے نبی کریمؐ سے والہانہ عشق و شینگی کے جذبہ نے ان کی تحریروں میں صوری و معنوی دلکشی پیدا کر دی ہے۔ اس لحاظ سے یہ میلاد نامہ اپنے دور کے دیگر تمام میلاد ناموں میں ایک منفرد مقام و حیثیت کا حامل ہے۔

خواجہ محمد شفیع دہلوی

خواجہ محمد شفیع دہلوی نے نزول رحمت المعروف بہ میلاد شریف ۶۴ صفحات پر مشتمل ۶۹۷۷ میں لکھا۔ انہوں نے اس میلاد نامہ کی تصنیف کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”تقریباً شادی کے ایک سال بعد میری بیوی نے لوبان سلگا، اگر بتیاں روشن کر، چنگیر میں پھول بھر، ایک چھوٹی سی چوکی پر کتابیں رکھ کر محلہ بھر میں اعلان کرا دیا کہ محفل میلاد ہے۔ میلے کھیلے اور پھٹے کپڑوں والی بیٹنیں جوق در جوق آتی شروع ہوئیں۔“

میلاد کی کتابوں سے چند اقتباسات پڑھے گئے۔ سب کے چلے جانے کے بعد میں نے بیوی سے پوچھا کہ یہ جو ہمیں آئی تھیں ان کے پلو میں بھی کچھ باندھ کر بھیجا یا خالی ہاتھ گئیں۔ بیوی نے جواب دیا لڈو۔ میں نے کہا۔ لڈو اور تھوڑا سا ثواب جو اس محفل کی شرکت سے ملا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ تعلیم اسلام سے یہ ہمیں ایسی ہی تھی دست گئیں جیسی آئی تھیں۔ حقیقت یہ کہ مسلمان بہنوں کا ایک طبقہ ایسا ہے جو سوائے محفل میلاد کے اور کسی محفل میں شریک نہیں ہوتا اور یہ طبقہ ہماری قوم کا جزو اعظم ہے۔ ان تک اسلامی تعلیمات میلاد نبویؐ ہی کے ذریعہ پہنچائی جاسکتی ہیں۔

اس ارادہ کے تحت میں نے میلاد نبویؐ لکھا ہے۔ (۹۵)

یہ میلاد نامہ نظم و نثر کے مخلوط مندرجات پر مشتمل ہے۔ حمد و نعت، ذکر معراج، سلام اور چند دیگر منظومات ہیں جبکہ پہلا سفر تجارت، پہلی انجمن، سنگ اسود نصب کرنے کا واقعہ، غار حرا، اور نزول وحی کے تحت مندرجات نثر میں ہیں۔

ذکر معراج سے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

گرم حضرت کا یہ بازار تھا معراج کی شب
کہ خدا آپ خریدار تھا معراج کی شب
وہ سر افزا کہ کہتے ہیں جسے روح القدس
آپ کا غاشیہ بردار تھا معراج کی شب
وہ انھی گرد وہ حضرت کی سواری آئی
غل فرشتوں میں یہ ہر بار تھا معراج کی شب
شع ایماں کی ضیاء فرش سے تھی تا سر عرش
بخت اسلام کا بیدار تھا معراج کی شب
جو کہا آپ نے اللہ نے منظور کیا
مہیاں ایزو غفار تھا معراج کی شب
(۹۶)

خواجہ محمد شفیع چھوٹی کی منظومات سلاست و روانی اور سادگی و خلوص کے سبب، خاص تاثر اور حس رکھتی ہیں۔ نثر کی عبارات بھی عام فہم ہیں۔

حفیظ جالندھری (م ۱۹۸۲ء)

حفیظ جالندھری ۱۳ جنوری ۱۹۰۰ء کو پیدا ہوئے۔ حفیظ کے آباؤ اجداد مذہب سے گہری وابستگی رکھتے تھے۔ ابتدائی خانہ دانی تربیت نے مذہب کے گہرے نقوش ان کے دل و جان پر ثبت کر دیئے۔ مولانا غلام

گراہی کی شاگردی، رہنمائی اور فیضانِ صحبت نے حفیظ کو شعری صنعت گری پر عبور عطا کیا۔ نغمہ زار، سوز و ساز اور تلخا بہ شیریں ان کے مجموعہ کلام ہیں۔ ان کا اصل کارنامہ مثنوی ”شاہنامہ اسلام“ ہے جو چار جلدوں اور تقریباً گیارہ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ حفیظ نے شاہنامہ اسلام میں نبی کریمؐ کے دنیا میں تشریف لانے کے متعلق جو اشعار لکھے ہیں انہیں پڑھ کر کیف اور وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ میلاد النبیؐ کے علاوہ انہوں نے اس میں سیرت طیبہ اور اسلام کے درخشندہ ماضی کو اس کمال سے نظم کیا ہے کہ اس میں قومی و ملی شعور کی عکاسی بھی ملتی ہے۔ قومی ترانہ پاکستان کے خالق حفیظ جالندھری ۲۱۔ دسمبر ۱۹۸۲ء کو لاہور میں خالق حقیقی سے جا ملے۔

حفیظ کے مجموعہ سوز و ساز میں ۱۹۲۵ء سے ۱۹۳۳ء تک کا کلام شامل ہے۔ اس میں عید میلاد النبیؐ اور ہلال عید جیسی منظومات پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ اس میں شاعری اور دلی عقیدت کا خوشگوار امتزاج ہے۔ ظہور قدسی کے بیان میں ولولہ وادوات ملاحظہ ہو:

آج زانوئے ازل پر صبح نے انجوائی لی
 مسکرا کر اک کرن نے ہاتھ میں شمنائی لی
 غل ہوا دنیا میں شتم المرسلین پیدا ہوا
 مخزن اسرار قدرت کا امیں پیدا ہوا
 کشتی ارض و سما کا ناخدا پیدا ہوا
 ابتدا و انتہا کا پیشوا پیدا ہوا
 عرش پر سے شادیانوں کی صدا آنے لگی
 ساز الفت سے ترانوں کی صدا آنے لگی
 فرش پر روح الامیں آنے جانے لگے
 طائرانِ قدس نغمے نعت کے گانے لگے
 کعبہ توحید پر رکھ کر جنیں سات آسماں
 جھک گئے تعظیم کو پیش زمیں سات آسماں
 تھی یہ صبح زندگی تمہید میلاد النبیؐ
 آپ خالق نے منائی عید میلاد النبیؐ

سوز و ساز کا دور تخلیق بھی شاہنامہ اسلام کا زمانہ تصنیف و تکمیل ہے۔ حفیظ نے شاہنامہ ۱۹۲۶ء میں لکھنا شروع کر دیا تھا۔ شاہنامہ کی پہلی جلد ۱۹۲۸ء اور دوسری جلد ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی۔ سوز و ساز کی اشاعت بھی اس سال ہوئی۔ اس کے بعد حفیظ نے جس قدر میلاد یہ منظومات لکھیں۔ وہ شاہنامہ اسلام کی زینت بنیں۔

شاہنامہ اسلام منظوم میلاد و سیرت کے زمرے میں آ جاتا ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کے زمانے کی

معاشرتی و تمدنی کیفیت بیان کر کے آپ کی ولادت مبارکہ، پرورش، اعلان نبوت، ہجرت، غزوات اور سیرت مقدسہ کے دیگر اہم واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس طویل قلم میں انہوں نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم کی سیرت کا نقشہ پیش کر دیا ہے۔ وہ بڑی انکساری سے اعتراف کرتے ہیں کہ وہ سیرت نگاری کی اہلیت و استعداد کے مالک نہیں ہیں۔

مرا منہ اور سرکار محمدؐ کی ثنا خوانی
مجھے معلوم ہے اپنے خن کی تنگ دامانی
نہیں ہرگز کوئی دعویٰ نہیں ہے لب کشائی کا
دھن کیا ہے مرا ہاں ایک کاسہ ہے، گدائی کا
میں حیثیت سوالی کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتا
متاع بے کمائی کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتا
(۹۷)

حفیظ جالندھری کے اس اعتراف عجز کے باوجود شاہ نامہ اسلام میں شامل آپ کی ولادت باسعادت کے اشعار بشمول سلام انہیں حسان بن ثابتؓ، کعب بن زہیرؓ، بو میریؓ، سعدیؓ، خسروؓ، جامیؓ، اقبالؓ و محسن اور ظفر علی خان کے زمرے میں شامل کرانے کے لئے کافی ہیں۔ ذیل میں نظم ولادت باسعادت میں سے کچھ اشعار درج کئے جاتے ہیں:

ہوا عرش معلیٰ سے نزول رحمت باری
تو استقبال کو انھی حرم کی چار دیواری
صدا ہاتف نے دی اسے ساکنان خط ہستی
ہوئی جاتی ہے پھر آباد یہ اجزی ہوئی ہستی
مبارکباد پیواؤں کی حسرت زا نگاہوں کو
اثر بنا گیا نالوں کو، فریادوں کو، آہوں کو
ضعیفوں، بیکسوں، آفت نصیبوں کو مبارک ہو
قیموں کو، غلاموں کو، غریبوں کو، مبارک ہو
مبارک ہو کہ شتم المرسلین تشریف لائے ہیں
جناب رحمتہ للعالمین تشریف لائے ہیں
بصد انداز یکتائی، بقامت شان زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی
بہر سو نذر صل علیؐ گونجا فضاؤں میں
خوشی نے زندگی کی روح دوڑا دی ہواؤں میں

فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج گاتی تھی
جناب آمنہؓ سنتی تھیں یہ آواز آتی تھی
(۹۸)

اس کے بعد حفیظ کا اچھوتا سلام شروع ہوتا ہے جو فرشتوں نے حضورؐ کے استقبال میں پیش کیا۔ یہ سلام عقیدت، سپرگی، مناسب الفاظ اور مضمون کے اعتبار سے بے نظیر ہے۔
جیلانی کا مراد اس سلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اس سلام میں بیک وقت تاریخی، مذہبی اور فکری سچائیوں کا اظہار ہے۔ اور نبی کریمؐ کے ہمہ گیر اور عالمگیر مقام کا تذکرہ کرتے ہوئے نہ صرف مسلمانوں کے بنیادی عقائد کی تصدیق کرتا ہے بلکہ انسانی تاریخ پر نبی کریمؐ کے احسانوں کا ذکر کرتے ہوئے انسانی تاریخ کے لئے اقدار کے دائمی معیار کی طرف اشارہ بھی کرتا ہے۔“ (۹۹)

اس سلام کے چند شعر درج ذیل ہیں:

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی
سلام اے عل رحمانی سلام اے نور یزدانی
ترا نقش قدم ہے زندگی کی لوح پیشانی
سلام اے سر وحدت، اے سراج بزم ایمانی
زہے یہ عزت افزائی، زہے تشریف ارزانی
ترے آنے سے رونق آگئی گلزار ہستی میں
شریک حال قسمت ہو گیا پھر فضل ربانی
سلام اے صاحب خلق عظیم انساں کو سکھلا دے
یہی اعمال پاکیزہ یہی اشغال روحانی
زہں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے
ترے پر تو سے مل جائے ہر اک ذرے کو تابانی
ترا در ہو مرا سر ہو مرا دل ہو ترا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی
(۱۰۰)

شاہنامہ تاریخی واقعات کی مناسبت سے صرف مزج و عقیدت تک محدود رہ سکتا تھا مگر شاہنامہ کے تاریخی پہلو پر اوصاف رسالت کا بیان غالب آ گیا ہے۔ جب رسولؐ میں متعدد شعر شاہنامہ میں موجود ہیں۔

عمر کی محبت، خون کے رشتوں سے بالا ہے
 یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے
 محمدؐ ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
 پدر، مادر، برادر، مال، جان، اولاد سے پیارا
 (۱۰۱)

حفیظ نے شاہنامہ اسلام میں سیرت مقدسہ کو منظوم کرنے کی مربوط کوشش کے ساتھ صحیح روایات لکھنے
 پر بھی خاص توجہ دی ہے۔ انہوں نے صحت واقعات اور حقیقت بیانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”یہی روایات سے حتی الوسع پرہیز کیا گیا ہے جو کافی سند کے بغیر مولود شریف کی
 عام کتابوں اور بعض کئی کتب سیر میں درج کر دی گئی ہیں یا عوام کی محفل میں گری
 محفل کے لئے بیان کی جاتی ہیں۔“ (۱۰۲)

انہوں نے اس کا اظہار شاہ نامہ کے اشعار میں بھی کیا ہے:

تحفیل پر نہیں بنیاد مرے شاہ نامے کی
 صداقت کی طرف جاتی ہے راہ راست خاے کی
 مجھے ہے عاقبت کی فکر، میں اللہ سے ڈرتا ہوں
 ادب لازم ہے محبوب خدا کا ذکر کرتا ہوں
 (۱۰۳)

اردو ادب میں منظوم سیرتی ادب کے حوالے سے نوازش علی شیدا کی اعجاز احمدی، محمد باقر آگاہ ویلوری
 کی ہشت بہشت، سید امیر الدین کی ممتاز التعمیر، حامد علی لکھنوی کی حامد النبی فی احوال السید الای، اور
 فیض الحسن کی فیض عالم وغیرہ موجود ہیں مگر قوی شاعری کا دور جو الطاف حسین حالی سے شروع ہوتا ہے،
 حفیظ جالندھری انہی منصلین شعراء کے سلسلے کی ایک کڑی ہیں۔ انہوں نے اپنا سارا زور شاعری میں سیرت
 پاک کا ایسا مرقع پیش کرنے میں صرف کر دیا ہے جس سے نبی کریمؐ کا جیتا جاگتا اسوہ حسنہ ہمارے نظروں کے
 سامنے آکر ہماری رگوں میں زندگی کا خون دوڑا دے۔ حفیظ کے کلام کی اسی قسم کی خوبیوں کے بارے میں
 سید رفیع الدین اشفاق رقم طراز ہیں:

”حفیظ کا کلام سیرت رسولؐ کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ اس کے ساتھ شاعر اپنے
 مقام کی نزاکت کا احساس بھی رکھتا ہے اس لئے وہ ایک جذب و کیف میں خیالات کو
 سمیٹتا ہوا، الفاظ کو تولتا ہوا، آداب کو ملحوظ رکھ کر خطاب سرکار کے خطاب سے بارگاہ
 نبویؐ میں عقیدت کا ہدیہ پیش کرتا ہے۔ بیان میں وہ جاذبیت اور اثر ہے کہ رقت
 طاری ہو جاتی ہے، دل اٹھ آتا ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ حقیقت

میں یہی شاعری کا کمال بھی ہے۔" (۱۰۳)

حفیظ کے اشعار میں ایک ایسا احترام اور تقدس جلوہ گر ہے کہ اگر ان کے اشعار کو ان کے متن سے علیحدہ اور الگ کر کے بھی پڑھیں تو پھر بھی ان کا تاثر عام اشعار سے واضح طور پر جدا محسوس ہو گا۔ ولادت مقدسہ کے بیان میں حفیظ نے میلادیہ و نقدیہ شاعری کے کئی محاسن بیان کر دیئے ہیں۔ مولانا حالی نے بھی ولادت کا مضمون بڑے موثر اور دلنشین انداز میں بیان کیا لیکن حفیظ کی تفصیلات میں زیادہ اثر آفرینی ہے:

خلیل اللہ نے جس کے لئے حق سے دعائیں کیں
ذبح اللہ نے وقت ذبح جس کی التجائیں کیں
وہ جس کے نام سے داؤد نے نغمہ سرائی کی
وہ جس کی یاد میں شاہ سلیمان نے گدائی کی
دل بچھی میں ارماں رہ گئے جس کی زیارت کے
لب عیسیٰ پہ آئے وعظ جس کی شان و رحمت کے
وہ دن آیا کہ پورے ہو گئے تورات کے وعدے
خدا نے آج ایفا کر دیئے ہر بات کے وعدے
مراویں بحر کے دامن میں مناجات زور آئی
امیدوں کی سحر پڑھتی ہوئی آیات نور آئی
(۱۰۵)

حفیظ نے شاہنامہ اسلام میں آپ کی ولادت، سیرت و کردار، اخلاق و عادات، اعمال و اوصاف اور سیرت طیبہ کے دیگر واقعات کو جذبہ حب رسول سے نظم کیا ہے۔ اس میں عصر جدید کی قومی و ملی شاعری اور عالمگیر سطح پر مسلمانوں کے جذبہ اخوت کو حالی، اقبال اور ظفر علی خاں کی طرح فروغ دینے کا رجحان بھی موجود ہے۔ تمغیل کی پاکیزگی، تشبیہ و استعارے کی ندرت، خوبصورت الفاظ کا انتخاب اور رومانوی و غنائی مزاج نے کلام میں اثر انگیزی پیدا کر دی ہے۔

حافظ محمد رحیم دہلوی

حافظ محمد رحیم ۳ اکتوبر ۱۹۱۰ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کی تعلیم کا آغاز نانگرہ اور حفظ قرآن سے ہوا۔ ان کے اساتذہ میں اس وقت کے مشہور و معروف قاری وحید بخش پانی پتی، قاری نور محمد پانی پتی، حافظ قریان علی اور حافظ محمد سلیمان تھے۔ تعلیم قرآن کے بعد اردو اور انگریزی علوم کی طرف توجہ دی۔ ۱۹۳۷ء میں ہجرت کے بعد کراچی آ گئے۔ یہاں مختلف رسائل و اخبارات میں مقالات نگاری کے ساتھ ساتھ ریڈیو سے بھی تقاریر نشر ہونے لگیں۔ تجارتی تقاضوں کی انجام دہی اور سیر و سیاحت کے شوق میں پوری دنیا کی سر کرتے رہے اور تجاز مقدس میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ کراچی جمیئر

آف کانس ایڈیٹری کے ممبر ہیں۔

حافظ محمد رحیم نے قیام پاکستان سے قبل اپنی مصنیفی و تبلیغی زندگی کا آغاز کیا۔ فاطمہ کا لعل، شہید کریم اور تاریخ سلطنت مغلیہ کے ضمن میں بابر، ہمایوں اور جہانگیر کے مختصر حالات زندگی کو کمائیوں کے روپ میں لکھا۔ ان کے مضامین ماہنامہ ”برہان“ دہلی، ”مناوی“ دہلی، ”افکار“ کراچی اور ”ساقی“ کراچی میں چھپتے رہے۔ ان کی میلاد سے متعلق رسائل نمائکوں میں شجرہ رسول مقبول، ”پاشم“ کے تجارتی کارواں (۱۹۷۷ء)، ”سوانح عبدالملک“ واقعہ فیل (۱۹۸۱ء) تاجدار دو عالم کے والدین (۱۹۸۱ء)، ”چمن درود و سلام (۱۹۸۲ء) شب معراج (۱۹۸۲ء) اور ظہور قدسی (۱۹۸۳ء) شامل ہیں۔ ان کا میلاد نامہ ”میلاد رحیم“ ۳۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی اشاعت ۱۹۸۳ء میں ہوئی۔

میلاد رحیم میں رحمت کی طلب کا اسم اعظم، عالی مرتبہ ہستی، ذات واحد، سب سے بڑا احسان، اللہ سے ہرکلامی و عظمیٰ محفلین، عید میلاد النبی، حضور کے پیغام کو پھیلانے کا حکم، عورتوں کی محفلین، شاہ زمان کا تذکرہ، میلاد شریف اظہار محبت ہے، ذکر الہی، برکتوں کا ظہور، درود کی مجلسوں میں حاضری دو، درود کی محفل سے خوشبو پھیلتی ہے، سلام، اہل محبت نبی کریم کے سامنے پیش ہوتے ہیں، دیدار کی چاہت، درود و سلام، فرشتے مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں، فضائل درود شریف، ظہور قدسی، کروڑوں خوشیاں قریان، اللہ پاک ناز کرتے ہیں، رحمت کی گھٹائیں چھا گئیں، حضور اقدس کے والدین، داوا جان کی دعا، ابراہیم کی دعا، عیسیٰ کی بشارت، آمنہ کا خواب، پہلے اور آخری نبی، پیغمبر تاجی اسم گرامی، ذکر کی بلندی، رحمت للعالمین، پوری تعریف ممکن نہیں ہے، دانی حلیمہ، لوری دانی حلیمہ، نبوت، وحی سے پہلے نبوت کی علامتیں، سچے خواب، شب معراج، تفصیلات معراج، قصیدہ بردہ میں معراج کی آب و تاب، ہجرت، معجزات، حلیہ مبارک، شکل و شمائل، آپ کے اوصاف قرآن بیان کرتا ہے، آپ کی صفات، اوصاف اور القابات، محفل میلاد کے خواب، محفل میلاد بدعت نہیں ہے، نذر و نیاز قبول ہوتی ہے، اللہ کا نبی زندہ ہے، رسول اکرم حاضر و ناظر ہیں، حضور کے ویلے سے دعائیں مانگو، حضور کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور دعا کے عنوانات کے تحت تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ مصنف نے اپنی تحریر کو مدلل اور جاندار بنانے کے لئے قرآن و حدیث، تفسیر اور معروف کتب سیرت کے جا بجا حوالے نقل کئے ہیں۔ اس سے ان کی وسعت مطالعہ اور تحقیق و تدقیق کا اندازہ ہوتا ہے۔ واقعہ معراج کے بیان میں انہوں نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ معراج جسمانی تھا۔ وحی سے پہلے نبوت کی علامات کے بیان سے نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

”تذنی کی حدیث ہے کہ نبوت سے پہلے ملک شام کا سفر کرتے ہوئے شہر بصری

میں رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام جس درخت کے نیچے بیٹھے۔ اس کی تمام شاخوں نے ان کے اوپر جھک کر سایہ کر دیا۔ پھر راہب نے یہ دیکھا تو اس کو آپ کے نبی ہونے کا یقین ہو گیا۔ اور صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ حضور اطہر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو نبوت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔“ (۱۰۶)

حافظ محمد رحیم کے میلاد رحیم میں موزوں الفاظ، خوش آہنگ تراکیب اور ایک طرح کی عاشقانہ سرمستی

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی (م ۱۹۸۳ء)

مولانا محمد شفیع کے علم و فضل اور علمی تبحر سے دنیائے اسلام بخوبی متعارف ہے۔ ان کا میلاد نامہ ”ذکر الحسین“ ۳۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ مضامین کے بیان میں اسناد ضرور لکھی ہیں جو عالمانہ طرز ہے۔ اس لحاظ سے یہ میلاد نامہ بہت معتبر اور وقیع بن گیا ہے۔

میلاد نامے کی ابتداء میں نبی کریمؐ کا شجرہ طیبہ تحریر کیا گیا ہے اور ہر ایک کا مختصر حال لکھا گیا ہے۔ اس کے بعد نور نبویؐ تاریخ ولادت پر تفصیلی بحث، رضاعت، آپؐ کا بچپن، حضرت ابو طالب کی آغوشِ رافت، حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے شادی وغیرہ کے ابواب ہیں۔

محافل میلاد کی افادیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”محافل میلاد کے انعقاد سے سامعین کو حضور اکرمؐ کے حسب نسب، پیدائش و پرورش، بچپن و جوانی، فضائل و کمالات، بعثت و نبوت، اولاد و ازواج غرضیکہ سینکڑوں طرح کی معلومات اور مستند دینی مسائل معلوم ہو جاتے ہیں۔ جن کی آج کل سخت ضرورت ہے۔ نبی کریمؐ کے حالات و واقعات سن کر حضور سے محبت بڑھتی ہے۔ ایمان قوی ہوتا ہے۔ عمل میں تیزی، جذبات میں فرحت، اخلاق میں وسعت اور اعمال میں صداقت پیدا ہوتی ہے۔ آپؐ کے خصائص و محلد، حمد و نعت کے نغمے قلوب کو منور کرتے ہیں اس لئے ہمیں چاہئے کہ اس ذکر خیر کی زیادہ سے زیادہ ترویج کریں اور یہ آواز حق دنیا کے چپو چپو پر پہنچائیں کیونکہ حضورؐ کی تشریف آوری کا دن دراصل محسن کائنات کی تشریف آوری کا دن تھا۔ (۱۰۷)

نبی کریمؐ کے بعد سلسلہ نبوت ختم کرنا ذہن قدرت میں مستور تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے جمیع اوصاف و صفات آپؐ کی ذات بابرکات میں مجتمع کر دیئے تھے۔ اس کی وضاحت میں ”ذکر الحسین“ میں مندرج ہے:

”آپؐ کو آدمؑ کا خلق، شیثؑ کی معرفت، نوحؑ کی شجاعت، ابراہیمؑ کی حلت، اسمعیلؑ کی زبان، اخیوتیؑ کی رضا، صالحؑ کی فصاحت، لوطؑ کی حکمت، یعقوبؑ کی بشارت، یوسفؑ کا حسن، موسیٰؑ کی شدت و قوت، ایوبؑ کا صبر، یونسؑ کی طاعت، یوشعؑ کا جہاد، داؤدؑ کی آواز، دانیالؑ کی حب، الیاسؑ کا وقار، یحییٰؑ کی عصمت اور عیسیٰؑ کا زور عطا کیا۔“ (۱۰۸)

”ذکر الحسین“ زبان و بیان کے اعتبار سے باخاورہ، سلیس اور منہذب ہے۔ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی مقرر، عالم اور مبلغ دین تھے۔ ان کے اس میلاد نامے میں جذبہ شوق کی فراوانی کے ساتھ سربستی و سرشاری جھلکتی ہے۔ اور میلاد کے بیان میں سطر سطر سے نبی کریمؐ کے ساتھ مصنف جتنی نمایاں ہوتی ہے۔

ان کی دوسری تصنیف ”ذکر جمیل“ (ص ۳۶۸) میں نبی کریمؐ کے سراپائے اقدس کی تفصیلات ہیں۔

نثار احمد محشر رسول نگری (م ۱۹۸۳ء)

نثار احمد محشر رسول مگھری موضع لالہ پنڈی (گجرات) میں ۱۹۱۳ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے بچپن میں ہی ان کے والد الہی بخش نقل مکانی کر کے کوئٹہ آ گئے۔ محشر رسول مگھری نے ۱۹۳۱ء میں سنڈین ہائی سکول کوئٹہ سے میٹرک کیا۔ پھر ملٹری اکاڈمی میں آڈیٹر رہے اور محکمہ جنگلات میں بھی ملازمت کرتے رہے۔ ان کا ۲۲۔ دسمبر ۱۹۸۳ء کو انتقال ہوا۔

محشر رسول مگھری نے مسدس ”فخر کونین“ میں نبی کریمؐ کی عمل سیرت طیبہ کو نظم کیا ہے۔ اس مسدس کے قریباً ۱۳۰۰ بند ہیں، اس لحاظ سے سیرت النبیؐ پر یہ طویل ترین مسدس ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کے میلاد و سیرت کے بیان میں اور واقعات کی جزئیات و تفصیلات میں ہر جگہ قرآن و حدیث کو رہنما بنایا گیا ہے۔ کہیں کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جو اصل واقعات کے منافی ہو۔ شاعر نے تمام واقعات کے بیان میں حد درجہ سادگی و صفائی اور روانی و حسن کاری کو ملحوظ رکھا ہے۔

میلاد و سیرت کے بیان میں مسدس کہیں زیادہ موزوں ہے۔ محسن کاکوروی نے مسدس کے ۷۳ بندوں میں نبی کریمؐ کا سراپا لکھا ہے۔ ۱۸۷۹ء میں حالی نے اپنی شہرہ آفاق مسدس ”مد و جزر اسلام“ لکھی۔ ۱۸۷۹ء میں ہی شیخ وزیر علی عاقل نے ۲۲۲ بندوں پر مشتمل میلاد نامہ ”منظر المیلاد“ لکھا۔ اسی دور میں شاد عظیم آبادی نے میلاد نامہ ”ظہور رحمت“ بصورت مسدس لکھا۔ اس لحاظ سے محشر رسول کے سامنے مسدس کی صورت میں اپنے والمانہ جذبات کے اظہار کے موثر نمونے موجود تھے۔

حالی کی مسدس مد و جزر اسلام کے بعد صحیح معنوں میں مسدس ”فخر کونین“ پوری آب و تاب اور شان و شوکت سے جلوہ گر ہوئی ہے۔ مسدس حالی ماضی کے شاندار کارناموں کا مرعہ اور مستقبل کے لئے دعوت عمل کا پیغام تھا۔ فخر کونین میں نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ اور اسوہ حسنہ کو اپنانے کے پیغام کے علاوہ ختم نبوت کے حق میں مدلل ثبوت بھی ہے۔ اس لحاظ سے محشر رسول مگھری نے آپؐ کی سیرت کو شاعری میں موضوع بنا کر نشاط روح اور تزکیہ قلب کا سامان فراہم کیا ہے۔

فخر کونین کے بیان میں جو ہر صداقت اور خلوص موجود ہے۔ روایت و درایت کی موضوعی صحت پر اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اس احساس اور ذمہ داری کے بارے میں انہوں نے خود نشاندہی کی ہے:

نظروں سے چومتا ہوں مدینے کے در و بام
کرتا ہوں پھر ٹٹائے شہنشاہ بحر و بر
دشوار ہے یہ مرحلہ نعت کس قدر
میں چل رہا ہوں تیغ برہنہ کی دھار پر
سرمت ہوں اگرچہ فروغ نشاط سے
رکتا ہوں ایک ایک قدم احتیاط سے
(۱۰۹)

نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کے بیان میں محشر کا انداز بہت دلکش ہے:

صدیوں سے مر و ماہ کو تھا جس کا انتظار
 آ ہی گیا وہ لمحہ پر کیف و پر ہمار
 پھیلا فضائے صبح میں دامن زر نگار
 رنگ شفق سے بن گئے صحرا بھی لالہ زار
 پھر آ گئی شباب پہ دنیائے رنگ و بو
 شبنم کا آئینہ ہوا ہر گل کے رو ہو
 (۱۰)

نبی کریمؐ کے حلیہ مبارک کے بیان سے دو شعر ملاحظہ ہوں:

چہرے کی ہر جھلک میں تھا قرآن کا اک ورق
 شہما رہی تھی عارض کلفام سے شفق
 سینہ ابھی سے چاند کا ہونے لگا تھا شفق
 چھانے لگا تھا لنگر باطل پہ رعب حق
 (۱۱)

معراج کے بیان میں موضوع کی عظمت اور لطافت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس میں کئی بیخ اشارات بیان کئے گئے ہیں:

آب جمال لائے ہیں مرے حضور ہی
 لاریب پیش نور ٹھہرتا ہے نور ہی
 رہتی ہے مشت خاک مگر ناصبور ہی
 یہ راز جانتا ہے فقط کوہ طور ہی

طاقت کہاں بشر کو تماشائے ذات کی

جب تک نہ اتنا ہو قولائے ذات کی

پروے تعینات کے تھے چاک سر بسر

ماضی کی طرح فاش تھا مستقبل آپ پر

کیا کیا نہ جانے دیکھا کئے سید ابشر

حق کے عجائبات تھے اور آپ کی نظر

دیکھی ہے مصطفیٰ نے حقیقت قریب سے

بے واسطہ جیب ملا ہے جیب سے

(۱۲)

”فخر کونین“ میں ہیئت کے اعتبار سے تنوع نہیں ہے لیکن موضوعات میں تنوع موجود ہے۔ اس میں سوانح رسالت، نہایت اختصار سے بیان کی گئی ہے۔ لیکن اختصار و ایجاز میں کہیں تفصیلی یا عدم توازن کا احساس نہیں ہوتا۔ اختصار کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں میلاد و سیرت، کردار و شخصیت، کوائف و محملہ نبوت اور معجزات و معراج کو منطقی اور تاریخی تدوین سے مربوط انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس بیان میں محشر رسول مگرمی کی قلبی وابستگی اور دلی تڑپ بھی شامل ہے۔ محشر نے اپنے ان جذبات کا اظہار درج ذیل اشعار میں کیا ہے:

راہ ہستی میں تھا بے ثمر و برگ
 مجھ پہ ذات خدا مہراں ہو گئی
 عشق ختم الرسل زاد راہ بن گیا
 یاد ختم الرسل حرز جاں ہو گئی
 ایک صورت نگاہوں میں ایسی بسی
 جس کے فیض نظر سے میری زندگی
 بے نیاز بہار و خزاں ہو گئی
 ماورائے زمان و مکان ہو گئی
 (۱۳)

محشر رسول مگرمی نے فخر کونین میں کوئی ایسی بات بیان نہیں کی جو اصل واقعات کے منافی ہو اور جس کی بناء پر مورخانہ نقطہ نظر سے حرف گیری کی جا سکے۔ واقعات کی جزئیات و تفصیلات کے بیان میں بڑے مشکل اور نازک مقام آئے لیکن ان مشکل مقامات سے محشر اس کامیابی سے گذر گئے کہ ان کی قادر الکلامی کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ صوفیاء کی طرح ان کے کلام میں مٹھاس اور درد و سوز ہے۔ انداز بیان رنگین، الفاظ موزوں اور موثر ہیں۔

علامہ سید احمد سعید کاظمی (م ۱۹۸۶ء)

علامہ سید احمد سعید کاظمی ۱۹۴۳ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ اسلامی درسگاہوں سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے تو اپنے سینے میں خدا اور رسول کی محبت لئے ہوئے تھے۔ موصوف ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں علماء و مشائخ کے وفد کے ہمراہ شریک ہوئے اور مطالبہ پاکستان کی حمایت کی۔ انہوں نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۲ء اور تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں قائدانہ حصہ لیا۔ مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان اور تنظیم المدارس (الہنست) پاکستان کے صدر رہے۔ مدرسہ انوار العلوم کی نصف صدی کے لگ بھگ دینی و علمی خدمت کرتے رہے۔ ۳۔ جون ۱۹۸۶ء کو ملتان میں انتقال ہوا۔

علامہ کاظمی بیک وقت بہترین مدرس اور محدث، بلند پایہ مصنف، شعلہ بیان خطیب اور صاحب حال شیخ طریقت تھے۔ ان میں درویشی کا جمال، رشد و ہدایت کا صوفیانہ انداز اور اسلام کی سر بلندی کے لئے سوز و

عقیدت، حمد باری، مناجات، درود شریف، سلام، مبارک ہو محمد مصطفیٰ تشریف لے آئے، والشمس والضحیٰ، طہ تمہیں تو ہو، بارہویں تاریخ، نور انزل کی شمع فروزاں تمہیں تو ہو، مقام مصطفیٰ، حسن محمد، دست اقدس کے خصائص، سلام بر نبی علیہ السلام، حدیث شریف بیان ولادت، اعجاز و برکت، قلت کفر مٹانے کے لئے آپ آئے، جذب و فیضان، حبیب کبریا پیدا ہوئے، سرور کون و مکاں پیدا ہوئے، استقبال، قطعات، اسم پاک محمد، فضائل و برکات، زمزمہ نعت، رحمت کی بہار، شرف و فضیلت اور آیا نبی ہمارا، اردو کے عنوانات ہیں۔

پنجابی میلادیہ عنوانات غیر متعلق ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیئے ہیں۔
نبی کریمؐ کی تشریف آوری کا بیان ملاحظہ ہو:

رسولوں کے امام و پیشوا تشریف لے آئے
مبارک ہو حبیب کبریا تشریف لے آئے
صدائیں نغمہ صل علیٰ کی ہر طرف گونجیں
مبارک ہو محمد مصطفیٰ تشریف لے آئے
شعور حق و باطل سے تھا انساں بے خبر اب تک
مبارک ہو جہاں کے راہبر تشریف لے آئے
مبارک ہو انیس بیکساں تشریف لے آئے
مبارک ہو امیر کارواں تشریف لے آئے
(۱۲۰)

میلاد کے موضوع پر ایک اور نمونہ درج ذیل ہے:

مصطفیٰ بن کر نبی الانبیاء پیدا ہوئے
آمنہ کے گھر حبیب کبریا پیدا ہوئے
آج کا دن کیوں نہ ہو افضل بھلا عیدین سے
آج کے دن شافع روز جزا پیدا ہوئے
قدسیوں نے محفل فردوس کی آراستہ
آج کے دن صدر بزم دوسرا پیدا ہوئے
اتھ گئے ہیں آج آنکھوں سے تجلیات مجاز
آج سر کنت کنزا" مخفیہ پیدا ہوئے
بیکسوں کو، مظلوں کو، اب دیا سکتا ہے کون
آج کے دن بیکسوں کے، ہمنوا پیدا ہوئے
جل نہ جائے حسن کی تابش سے سب کچھ اس لئے
خاک کے پردے میں نور کبریا پیدا ہوئے

دنیا و عقبی کے سارے مرحلے طے ہو گئے
یعنی ساری خلق کے مشکل کشا پیدا ہوئے
(۱۲)

جن دنوں حامد الوارثی نے میلاد حامد مرتب کیا ہے۔ اس زمانے میں ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں تحریک ختم نبوت ایک عوامی تحریک بن گئی تھی۔ تحریک ختم نبوت کے اثرات اس دور کے دینی و سیرتی ادب پر بہت نمایاں ہیں۔ اس سلسلہ میں سلام سے ایک بند ملاحظہ ہو:

جس کی برکت سے قائم ہیں دونوں جہاں
جس کی رحمت کے محتاج کون و مکاں
جس کی نظروں میں ہے طور سینا نماں

اس رسول امیں پر ہزاروں سلام

خاتم المرسلین پر ہزاروں سلام (۱۳)

اسم پاک محمد کے فضائل و برکات بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”آپ کے نام مبارک میں بے شمار برکات ہیں۔ مذکور ہے کہ جو شخص اپنے لڑکے کا نام اللہ سے محمد رکھے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر عتاب و عذاب نہیں فرمائے گا کیونکہ اس نے اپنے بیٹے کا نام اللہ کے محبوب کے نام پر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس لئے مجھے اسے عذاب کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ جس دسترخوان پر محمد نام کا کوئی آدمی ہو تو کھانے میں برکت پیدا ہو جاتی ہے۔ دن میں جتنی دفعہ اس نام پاک سے اس آدمی کو پکارا جائے اتنی ہی نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔“ (۱۴)

نذرِ عقیدت کے عنوان سے لکھتے ہیں:

”کیا شان احمدی کا چین میں ظہور ہے ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے کئی ایک سطنی اور مادی ذہنیت رکھنے والے عرفان سے محروم لوگ اکثر اوقات فضائل کی احادیث اور اشعار پر خواہ مخواہ الجھنے لگتے ہیں مگر جن لوگوں نے ارض و سما کی حقیقت کو سمجھا ہے۔ انہیں اٹھارہ ہزار عالموں میں انوارِ محمدی کے جلوے نظر آتے ہیں۔ تاکہ نے لکھا ہے۔“

عدد گنتوں جس انچر کے کیمبو چوگنے تا
دس ملاؤ بیچ گن کیمبو کاونویں بنا
باقی بچے جو نوگن کیمبو دو اس میں اور ملا
تاکہ ہر کے چین سے محمد نام بنا

مثلاً حامد کے حروف ہیں۔ ۵۳ x ۳ : ۲۱۲ : ۱۰ + ۲۲۲ : ۵ x ۱۱۰ - ۲۰ حاصل تقسیم
۱۰ پچھ۔ ۱۰ x ۹ + ۲ : ۹۲ حروف محمد کے ہیں۔

اسی طریق پر آسمان و زمین کی ہر مخلوق انسان ہو یا حیوان، جاندار ہو یا بے جان۔
ذی عقل ہو یا غیر ذی عقل ہر نام سے ۹۲ ہی برآمد ہو گا اس فارمولہ کو سمجھ لینے سے
ہر قسم کے شکوک و شبہات اٹھ جاتے ہیں۔ دل پر معرفت کے دروازے کھل جاتے
ہیں۔ (۳۳)

حامد الوارثی نے بیان میلاد میں ثقہ روایات اور مستند حوالوں سے استفادہ کیا ہے۔ انہوں نے اپنے
میلاد نامے میں جانجا تفسیر ابن کثیر، تفسیر عزیزی، تفسیر نعیمی، تفسیر کبیر، جلالین، مدارک، خازن، خزائن
العرفان، احیاء العلوم، روح المعانی، روح البیان، سرور العباد، کیسائے سعادت، انوار محمدی، مواہب اللدنیہ،
تاریخ طبری، فتح الملکم، بیہقی فی الدلائل، دلائل النبوت، سیرت ابن ہشام، الہدایہ والتبلیغ، سیرت نبویہ از
دحلان، سیرت حلبیہ، سیرت کبریٰ، الشفا (قاضی عیاض)، اصالب، خلاص السیر، تاریخ الانبیاء (ابن خلدون)،
تجربہ البخاری، دلائل الخیرات، انیس الجلیس (سیوطی) اور خصائص الکبریٰ کے حوالے دیئے ہیں۔ ان حوالوں
کی کثرت ترسیل مضمون میں حارج نہیں ہوتی۔ ان کی شاعری میں تمام محاسن شاعری کے نمونے موجود ہیں۔
ان کے میلادیہ اشعار سے ان کی قوت ایجاد، تخیل کی بلندی اور اس تخیل کو اپنے موضوع میں پیوست اور
منضبط کرنے کی صلاحیت انہی کا کمال ہے۔ ان کی شاعری پر تصنیح اور بناوٹ کا گمان نہیں گذرتا۔ ان کا انداز
نعت و میلاد عقیدت و احترام کے جذبہ سے سرشار ہے اور یہی ان کی انفرادیت ہے جو قاری پر اپنا بھرپور
تأثر چھوڑتی ہے۔

اشفاق حسین قریشی (م ۲۸ - نومبر ۱۹۹۲ء)

اشفاق حسن قریشی لاہور میں ۳۰ مئی ۱۹۶۱ء کو موہچی دروازہ کے مشہور تاجر احمد حسن قریشی کے ہاں
پیدا ہوئے۔ ان کے نانا غلام محی الدین قریشی کے زہد و پرہیزگاری کی وجہ سے ان کا دور و نزدیک فیض جاری
تھا۔ ۱۹۳۶ء میں پنجاب یونیورسٹی سے گریجوایشن کرنے کے بعد محکمہ زراعت و اطلاعات سے وابستہ رہے۔
قیام پاکستان کے بعد برطانیہ کی ایک ایڈورٹائزنگ فرم میں ملازم ہو گئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد لاہور میں
ذاتی کاروبار کرنے لگے۔

اشفاق حسین کے دور جوانی میں برصغیر میں ملی اور دینی تحریکوں کا زور تھا۔ درود و سلام کی محفلیں
مسلمان آبادی کے محلوں میں ان کی دینی حمیت بیدار کرنے کے لئے کثرت سے منعقد ہوتی تھیں جن میں
انہیں شرکت کا موقع ملتا رہتا تھا۔ اس قسم کے دینی و روحانی ماحول نے انہیں بچپن سے ہی مقامات مقدسہ
کی زیارت اور بزرگان دین اور پیران طریقت کی خدمت میں حاضری کے ذوق کو جلا بخشی۔ یہی وارفتگی
انہیں بار بار زیارت روضہ رسول اکرم اور حاضری بیت اللہ پر اکسانے لگی اور اس طرح وہ ۱۹۶۰ء سے تادم
مرگ حج و عمرہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ ۲۸ - نومبر ۱۹۹۲ء کو مسجد نبوی میں اصحاب صفہ کے

چہو ترے پر نماز مغرب ادا کرتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اگلے دن بعد نماز عشاء حرم نبوی میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور جنت البقیع میں مدفون بنا۔

ان کا میلاد نامہ ”پیارے نبی کریمؐ کی پیاری زندگی“ ۱۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ موصوف نے مختلف اوقات میں انتہائی مفید معلومات پر مبنی چھوٹی چھوٹی کتابیں تصنیف کیں اور افادہ عام کے لئے بلا قیمت تقسیم کیں۔ جن سے ہزارہا ہندوگان خدا استفادہ کر چکے ہیں۔ ان میں تحفہ حج و عمرہ، نماز و اوقات نماز، چہل آیات قرآن مجید، فضیلت کی راتیں، عراق کی زیارتیں، احسن الوطائف اور بارہ عاشقان رسولؐ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

”پیارے نبی کریمؐ کی پیاری زندگی“ چار حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول میں حیات طیبہ، حصہ دوم میں احادیث مبارکہ، حصہ سوم میں مسنون دعائیں اور حصہ چہارم میں نعت رسالتؐ شامل ہیں۔ حیات طیبہ میں حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی گود میں واقعہ شق صدر، حضرت آمنہؓ کا وصال، جناب عبدالمطلب کا وصال، تجارت کی غرض سے پہلا سفر، جنگ فجار، حلف الفضول، نبی کریمؐ کی ابتدائی زندگی، فرزندان رسول کریمؐ بنات رسولؐ قیام امن کی انجمن کا انعقاد، خانہ کعبہ کی تعمیر، بعثت و نبوت، نماز کا آغاز، تبلیغ کا آغاز، نبی کریمؐ پر اور اسلام لانے والوں پر کفار مکہ کے مظالم اور سختیاں، ہجرت حبشہ، سردار عقبہ کا نبی کریمؐ کے پاس آنا، حضرت سیدنا امیر حمزہؓ کا اسلام لانا، حضرت عمر فاروقؓ کا ایمان لانا، تین سال شعب ابی طالب میں مکمل بائیکاٹ، جناب ابو طالب کی وفات، حضرت خدیجہؓ کا وصال، امات المؤمنین، طائف کا سفر، معراج النبیؐ، حضرت ابوذر غفاریؓ کا ایمان لانا، بیعت عقبہ اولیٰ، بیعت عقبہ ثانیہ، ہجرت مدینہ، مدینہ منورہ کا سفر، مدینہ میں پہلا بین الاقوامی معاہدہ، غزوہ بدر، عمیر بن وہب کا اسلام لانا، غزوہ السویق، غزوہ احد، غزوہ صحراء اللسد، سریہ ابو سلمہ، عبد اللہ بن انیس کی مم، دس واعظان اسلام کا مارا جانا (رتجیع کا حادثہ)، ستر مطہین اسلام کا قتل کیا جانا (بیتر معونہ کا الیہ)، غزوہ بنی نضیر، غزوہ نجد، غزوہ بدر دوم، غزوہ دومتہ الجمل، غزوہ خندق (غزوہ احزاب)، غزوہ بنو قریظہ، واقعہ اُکب، عمرہ حدیبیہ (صلح حدیبیہ)، بیعت رضوان، بادشاہوں اور امراء کے نام خطوط، غزوہ عقبہ، غزوہ خیبر اور غزوہ وادی القرئی، حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور اشعریؓ صحابہ کی آمد، حضرت صفیہؓ سے شادی، ذہر آلود بکری کا واقعہ، فدک، وادی القرئی، غزوہ ذات الرقاع، عمرہ قضا، جنگ موتہ، فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوہ طائف، غزوہ تبوک، عدی بن حاتم طائی کا ایمان لانا، نبی کریمؐ نے چار عمرے اور ایک حج ادا کیا، نبی کریمؐ کا خطبہ روزِ جمعہ الوداع، نبی کریمؐ کی رحلت مبارکہ، آغاز مرض، آخری دن اور عشرہ مبشرہ کے عنوانات ہیں۔

مصنف نے اس کی تالیف کے سلسلہ میں درج ذیل کتب سے استفادہ کی نشان دہی کی ہے: رحمت للعالمین، خطبات بہاولپور، خطبات مدراس، رسول وحدت، رسول صادق، الریح الممخوم، تاریخ اسلام، ہمارے حضور، سیرۃ النبیؐ اور حیات رسولؐ۔

اشفاق حسین اس کے سبب تالیف کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”مگر کے بچے تقاضا کرنے لگے کہ بابا گھر پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

سیرت مبارکہ پر کئی ایک کتابیں ہیں۔ کوئی سات جلدوں میں کوئی پانچ کوئی دو جلدوں میں اور کئی ایک اچھی خاصی بھاری بھرکم، دل چاہتا ہے کہ آپ تھوڑا تھوڑا وقت نکال کر آسان سی اردو زبان میں حضور نبی کریمؐ کی حیات طیبہ پر جامع کتاب لکھیں تاکہ ہم خود اسے پڑھیں اور اپنے بچوں کو بھی وہ الفاظ سنائیں۔“ (۱۲۵)

مصنف نے دسمبر ۱۹۹۹ء میں روضہ رسالت پر حاضر ہو کر مواجہہ شریف درود و سلام کے بعد التجا کی: ”یا صاحب الجود والکرم آپؐ کی حیات طیبہ کو یہ نالائق، کم پڑھا لکھا انسان اپنے الفاظ میں لکھ کر گھر گھر پہنچانا چاہتا ہے۔ میری خواہش اور تمنا ہے کہ یہ کتاب میری عاقبت کا ذریعہ ہو۔“ (۱۲۶)

اس کے بعد کی کیفیت ان کے اپنے لفظوں میں سنئے: ”پھر فقیر کبھی صفحہ پر بیٹھا، کبھی حضورؐ کے قدموں میں کھڑا رہا اور کبھی ریاض الجنۃ میں اٹھتا بیٹھتا یہی دعا کرتا رہا اور آنسو بہاتا رہا حتیٰ کہ یہ آنسو خشک ہو گئے۔ واپس لاہور آکر کتابوں کے ڈھیر دائیں بائیں لگا کر لکھنا شروع کر دیا اور تھوڑے ہی عرصے میں ڈیڑھ سو صفحے کی کتاب مارچ ۱۹۹۲ء میں نہ صرف مکمل ہو گئی بلکہ چھپ کر تیار ہو گئی۔“ (۱۲۷)

اس میلادنامہ کی خاص اہمیت یہ ہے کہ اس میں عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر اختصار، جامعیت اور زبان و بیان کی سادگی سے دلچسپ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”جب آپؐ کی ولادت باسعادت ہوئی تو چند ایک واقعات نبوت کے پیش خیمے کے طور پر ظہور پذیر ہوئے۔ ایوان کسریٰ کے چوہ کنکرے گر گئے۔ بچوسیوں کا آتش کدہ ٹھنڈا ہو گیا۔ بچیرہ ساوہ خشک ہو گیا اور اس کے گرجے مندم ہو گئے۔ داوا عبدالمطلب نے جب پوتے کی پیدائش کی خبر پائی تو خوش خوش گھر آئے، پوتے کو خانہ کعبہ لے جا کر دعا کی اور اس کا نام محمد رکھا۔ عرب میں اس سے پہلے کسی بچے کا نام محمد نہ تھا۔ آپؐ کی والدہ محترمہ نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پا کر آپؐ کا نام احمد رکھا۔ لفظ محمد ”حم“ سے اسم مفعول ہے اور احمد بھی حم سے اسم تفضیل ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ زمین پر میرا نام محمد اور آسمانوں میں احمد ہے۔ توریت میں آپؐ کا اسم مبارک محمد اور انجیل میں احمد ہے۔ سیدہ آمنہؓ بی بی کو بچے کا نام رکھنے کی بشارت فرشتے کی معرفت ایسے ہی ملی تھی جیسا کہ فرشتے کی بشارت سے حضرت باجرہؓ بی بی نے حضرت اسمعیلؑ کا نام اور حضرت مریمؑ نے یسعٰی کا نام رکھا تھا۔“ (۱۲۸)

اشفاق حسین کا انداز تحریر عقیدت و احرام کے جذبہ سے سرشار ہے۔ ان کے اس خوشگوار لہجہ کی بدولت ”پیارے نبی کریمؐ کی پیاری زندگی“ ادنیٰ و اعلیٰ اور ہر عمر کے قاری کو یکساں متاثر کرتی ہے جس سے نبی کریمؐ کے اسوہ حسنہ کے اتباع کا ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔ انہوں نے صرف وہی روایات بیان کی ہیں جو محقق و معتبر ہیں۔

مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں

مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں (سیالکوٹ) کے علمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ ان کے والد گرامی مشہور سنی عالم دین مولانا محمد شریف ہیں۔ جن کے زیر اثر مولانا کی تربیت خاص طور پر علمی و مذہبی ماحول میں ہوئی۔ ۱۹۳۵ء میں دارالعلوم حزب الاحناف میں داخل ہوئے اور علامہ ابو البرکات کے نامور شاگردوں میں شمار ہونے لگے۔ پہلے ککھڑ کی جامع مسجد میں خطیب مقرر ہوئے۔ اب اپنے گاؤں کوٹلی لوہاراں میں خطیب ہیں۔ دینی موضوعات پر ان کی کئی تصانیف ہیں۔ ان میں ”آنا جانا نور کا“ (میلاد نامہ معہ معراج نامہ) مقبول عام و خاص ہے۔

”آنا جانا نور کا“ (میلاد نامہ معہ معراج نامہ) ۲۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں میلاد اور معراج کا بیان خطاب کے انداز میں ہے۔ اس کی ابتداء نبی کریمؐ کے فضائل و کمالات پر مشتمل آیات قرآنی سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد درود و سلام ہے۔ پھر نعت خوانی کی برکات بیان کی گئی ہیں۔ اس کے بعد میلاد رسولؐ نور نبویؐ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے قصیدہ نور کے چند اشعار، نور محمدیؐ پر امیر بدایونیؒ ضیاء القادری کے نورانی ترانے، آفتاب نبوت کا طلوع اور شاہ یمن تیجؒ نبی اور فلاسٹر میں فرق، فضائل ماہ ربیع الاول، آپؐ کے بیان شمائل میں احادیث نبویؐ کے حوالے، میلاد التبیٰ کی آمد کی خوشی میں جلوس و جلسے، میلاد التبیٰ کی خوشی سنت امیہ، شہادت کا ازالہ، عید میلاد پر خوشی منانے کے سلسلہ میں منظوم و عطا، محفل میلاد کا قرآن سے ثبوت، تری مثل نہیں ہے خدا کی قسم (حضورؐ کے شمائل کے بیان میں) منظوم سرایا بنو ان سراپائے نور، رحمت عالم، در فضا لک ذکرک، حبیب اور ظلیل، پاکیزہ زندگی، حسن سیرت، زمانہ طفولیت، زمانہ جوانی، بچوں سے پیار اور ان کی تربیت، آپؐ کا عدل، امانت اور پاکیزگی، سرور عالم کا مزاج و تمیم، مہر نبوت، مجلس میلاد شریف، قرآن و نعت خوانی، کھانا کھانا اور شیرینی پاشنا، خوشبو، قیام، سلام اور دعا۔ اس کے بعد محفل معراج کا حصہ ہے، افتتاح، تلاوت، قصیدہ نور عزیز حاصل پوری، ضیاء القادری اور اختر الحامدی کا کلام، معراج شریف کا وعظ، معجزات کا بیان، ازالہ شکوک، معراج شریف کی حکمتیں، بزم معراج، ذکر معراج بے مثل نورانی بشریت، براق آسمانوں پر، تعظیم رسول یا جان ایمان، جان ایمان کے عنوان سے منظوم بیان تعظیم نبویؐ، شان انبیاء، سدرہ المنتہی، مسئلہ بشریت، مقام صدیق، دیدار حق، تحفہ معراج، فرمان خدا اور شان مصطفیٰ، معراج سے واپسی اور درود و سلام کے عنوانات ہیں۔ میلاد نامہ میں درج ذیل علماء کے مضامین بھی شامل کئے گئے ہیں:

مولانا نذیر احمد، قاضی محمد زاہد، حضرت قسیدہ اعظم، مولانا محمد طیب دانا پوری، مولوی محمد سلمان، صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ جمیل، مولانا حکیم عبدالقادر رضوی، مولانا صیغۃ اللہ وغیرہ، معراج نامہ میں کسی کا مضمون شامل نہیں ہے۔

مصنف نے مختلف روایتوں کا اپنی کتاب میں حوالہ دیا ہے۔ ان روایات کے بیان میں انہوں نے مسلک اہلسنت کا پورا التزام رکھا ہے۔ مستند اور معتبر روایات، مع حوالہ درج کی ہیں۔ آیات و احادیث کا ترجمہ بالعموم لفظ بلفظ دیا گیا ہے۔ اس کے ماخذات میں مشکوٰۃ شریف، مسلم، ترمذی، روح البیان، فتح الباری، تفسیر خازن، زرقانی، شرح مواہب اللدنیہ، مکتوبات مجدد الف ثانی، خصائص الکبریٰ، حجتہ اللہ علی

العالمین، کنز العمال، میزان الاعتدال، جواہر البحار، مدارج النبوت، سلاسل طیبہ، زاد المعاد، تہذیب التہذیب،
روض الفائق اور الشفا (قاضی عیاض) کے سے معروف کتب حوالہ کے نام ہیں۔
جشن میلاد النبیؐ منانے کے سلسلہ میں یوں لکھتے ہیں:

”سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد پر خود خداوند کریم نے سارے جہانوں
میں چراغاں فرمائی اور سارے عالم کو روشن و منور فرمایا اور زمین و آسمان کے سارے
فرشتوں نے مسرت و اہتاج کا مظاہرہ فرمایا اور جنیوں کو سچایا گیا اور ان کی خوشبوؤں
سے تمام دنیا کو منکایا گیا۔ آسمانی ستاروں نے جھک کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
استقبال کیا اور اس عظیم الشان جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نورانی جھنڈے
گاڑ دیئے اور فرشتوں نے صلوات و سلام کے نعمت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے جشن میلاد کو منایا۔ پس آج ہمارا یہ جشن میلاد منانا، چراغاں کرنا، جھنڈیوں سے
بازاروں کو سجانا اور مسجدوں کو آراستہ و مزین کرنا اور آسمان کے ستاروں کی مانند اکٹھا
ہو کر بارگاہ رسالت میں عقیدت و محبت کے پھول پیش کرنا اور درود و سلام کے نعمت
اور نغزہ ہائے تکبیر و رسالت سے شان رسالت کے ڈنکے بجانا کوئی نئی بات یا بدعت
نہیں بلکہ سنت الہیہ کا اتباع ہے۔ اس جشن منانے کے سلسلہ میں ایک شبہ کا ازالہ ہو
جانا چاہئے کہ اگر یہ کہا جائے کہ حضور تو ایک ہی مرتبہ تشریف لائے تھے پھر یہ ہر
سال بارہ ربیع الاول کو اس قسم کا جشن ولادت کیوں منایا جاتا ہے؟ بے شک نبی کریمؐ
کی تشریف آوری تو ایک بار ہی ہوئی تھی مگر جس روز اور جس تاریخ کو نبی کریمؐ کی
تشریف آوری ہوئی۔ وہ روز اور وہ تاریخ ہمیشہ کے لئے مقدس اور مسلمانوں کے لئے
اہم ہو گئی۔ دیکھئے قرآن پاک ایک ہی بار اترا تھا مگر جس رات وہ اترا ہے وہ رات
لیلۃ القدر بن گئی اور آج مسلمان رمضان شریف کی ۲۷ ویں رات کو اس اہمیت و
تقدس کے ساتھ مناتے ہیں۔ یہ رات نزول قرآن کی وجہ سے قیامت تک کے لئے
ایک مخصوص رات بن گئی تو جو تاریخ صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف
آوری کی تاریخ ہے، وہ کیوں نہ ہمیشہ کے لئے مخصوص و مقدس ہو گی؟

بطن ماور میں آپ کا استقرار وسط ایام تشریق میں شب جمعہ کو ہوا۔ امام احمد بن
حنبلؒ فرماتے ہیں کہ شب جمعہ لیلۃ القدر سے افضل ہے اس لئے کہ تمام نیکیاں،
برکتیں اور سعادتیں جو سارے عالم والوں اور مومنوں پر اس رات نازل ہوئیں۔
قیامت تک بلکہ ہمیشہ کے لئے کسی رات میں ایسی برکتیں نازل نہیں ہوئیں اور اگر
اس جہت سے شب میلاد کو شب قدر سے افضل کہا جائے تو زیبا ہے۔“ (۱۳۹)

اس لحاظ سے شب میلاد، روز میلاد اور تاریخ میلاد مسلمانوں کے لئے یقیناً بڑی
اہمیت اور تقدس کی حامل ہے۔

مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں (سیالکوٹ) کے علمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ ان کے والد گرامی مشہور سنی عالم دین مولانا محمد شریف ہیں۔ جن کے زیر اثر مولانا کی تربیت خاص طور پر علمی و مذہبی ماحول میں ہوئی۔ ۱۹۳۵ء میں دارالعلوم حزب الاحتاف میں داخل ہوئے اور علامہ ابوالبرکات کے نامور شاگردوں میں شمار ہونے لگے۔ پہلے سکھڑ کی جامع مسجد میں خطیب مقرر ہوئے۔ اب اپنے گاؤں کوٹلی لوہاراں میں خطیب ہیں۔ دینی موضوعات پر ان کی کئی تصانیف ہیں۔ ان میں ”آنا جانا نور کا“ (میلاد نامہ معہ معراج نامہ) مقبول عام و خاص ہے۔

”آنا جانا نور کا“ (میلاد نامہ معہ معراج نامہ) ۲۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں میلاد اور معراج کے بیان خطاب کے انداز میں ہے۔ اس کی ابتداء نبی کریمؐ کے فضائل و کمالات پر مشتمل آیات قرآنی سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد درود و سلام ہے۔ پھر نعت خوانی کی برکات بیان کی گئی ہیں۔ اس کے بعد میلاد رسولؐ نور نبویؐ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے قصیدہ نور کے چند اشعار، نور محمدیؐ پر ایسے بدیہی، ضیاء القادری کے نورانی ترانے، آفتاب نبوت کا طلوع اور شاہ یمن تاج، نبی اور فلاسفر میں فرق، فضائل ماہ ربیع الاول، آپؐ کے بیان شامل میں احادیث نبوی کے حوالے، میلاد النبیؐ کی آمد کی خوشی میں جلوس و جلسے، میلاد النبیؐ کی خوشی سنت ایسے، شہادت کا ازالہ، عید میلاد پر خوشی منانے کے سلسلہ میں منظوم و عطا، محفل میلاد کا قرآن سے ثبوت، تری مثل نہیں ہے خدا کی قسم (حضورؐ کے شامل کے بیان میں) منظوم سراپا بعنوان سراپائے نور، رحمت عالم، ورنہ نکل ذکر، حبیب اور ظلیل، پاکیزہ زندگی، حسن سیرت، زمانہ طفولیت، زمانہ جوانی، بچوں سے پیار اور ان کی تربیت، آپؐ کا عدل، امانت اور پاکیزگی، سرور عالم کا مزاج و تبسم، مہربوت، مجلس میلاد شریف، قرآن و نعت خوانی، کھانا کھانا اور شیرینی پاشنا، خوشبو، قیام، سلام اور دعا۔ اس کے بعد محفل معراج کا حصہ ہے، افتتاح، تلاوت، قصیدہ نور عزیز حاصل پوری، ضیاء القادری اور اختر الخامدی کا کلام، معراج شریف کا وعظ، معجزات کا بیان، ازالہ شکوک، معراج شریف کی حکمتیں، بزم معراج، ذکر معراج بے مثل نورانی بشریت، براق آسمانوں پر، تعظیم رسول یا جان ایمان، جان ایمان کے عنوان سے منظوم بیان تعظیم نبویؐ، شان انبیاء، سدرہ المنتهی، مسئلہ بشریت، مقام صدیق، دیدار حق، تحفہ معراج، فرمان خدا اور شان مصطفیٰ، معراج سے واپسی اور درود و سلام کے عنوانات ہیں۔ میلاد نامہ میں درج ذیل علماء کے مضامین بھی شامل کئے گئے ہیں:

مولانا نذیر احمد، قاضی محمد زاہد، حضرت قیسہ اعظم، مولانا محمد طیب دانا پوری، مولوی محمد سلمان، صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ جمیل، مولانا حکیم عبدالقادر رضوی، مولانا صیغۃ اللہ وغیرہ، معراج نامہ میں کسی کا مضمون شامل نہیں ہے۔

مصنف نے مختلف روایتوں کا اپنی کتاب میں حوالہ دیا ہے۔ ان روایات کے بیان میں انہوں نے مسلک اہلسنت کا پورا التزام رکھا ہے۔ مستند اور معتبر روایات مع حوالہ درج کی ہیں۔ آیات و احادیث کا ترجمہ بالعموم لفظ بلفظ دیا گیا ہے۔ اس کے ماخذات میں مشکوٰۃ شریف، مسلم، ترمذی، روح البیان، فتح الباری، تفسیر خازن، زرقاتی، شرح مواہب اللدنیہ، مکتوبات مجدد الف ثانی، خصائص الکبریٰ، حجتہ اللہ علی

العالمین، کنز الاعمال، میزان الاعتدال، جواہر البحار، مدارج النبوت، سلاسل طیبہ، زاد المعاد، تہذیب التہذیب،
روض الفائق اور الشفا (قاضی عیاضؒ) کے سے معروف کتب حوالہ کے نام ہیں۔
جشن میلاد النبیؐ منانے کے سلسلہ میں یوں لکھتے ہیں:

”سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد پر خود خداوند کریم نے سارے جہانوں
میں چراغیں فرمائی اور سارے عالم کو روشن و منور فرمایا اور زمین و آسمان کے سارے
فرشتوں نے مسرت و اہتاج کا مظاہرہ فرمایا اور جنوں کو سجایا گیا اور ان کی خوشبوؤں
سے تمام دنیا کو منکایا گیا۔ آسمانی ستاروں نے جھک کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
استقبال کیا اور اس عظیم الشان جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نورانی جھنڈے
گاڑ دیئے اور فرشتوں نے صلوات و سلام کے نعمات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے جشن میلاد کو منایا۔ پس آج ہمارا یہ جشن میلاد منانا، چراغیں کرنا، جھنڈیوں سے
بازاروں کو سجانا اور مسجدوں کو آراستہ و مزین کرنا اور آسمان کے ستاروں کی مانند انکشا
ہو کر بارگاہ رسالت میں عقیدت و محبت کے پھول پیش کرنا اور درود و سلام کے نعمات
اور نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے شان رسالت کے ڈنکے بجانا کوئی نئی بات یا بدعت
نہیں بلکہ سنت الہیہ کا اتباع ہے۔ اس جشن منانے کے سلسلہ میں ایک شبہ کا ازالہ ہو
جانا چاہئے کہ اگر یہ کہا جائے کہ حضور تو ایک ہی مرتبہ تشریف لائے تھے پھر یہ ہر
سال بارہ ربیع الاول کو اس قسم کا جشن ولادت کیوں منایا جاتا ہے؟ بے شک نبی کریمؐ
کی تشریف آوری تو ایک بار ہی ہوئی تھی مگر جس روز اور جس تاریخ کو نبی کریمؐ کی
تشریف آوری ہوئی۔ وہ روز اور وہ تاریخ ہمیشہ کے لئے مقدس اور مسلمانوں کے لئے
اہم ہو گئی۔ دیکھئے قرآن پاک ایک ہی بار اترا تھا مگر جس رات وہ اترا ہے وہ رات
لیلۃ القدر بن گئی اور آج مسلمان رمضان شریف کی ۲۷ ویں رات کو اس اہمیت و
تقدس کے ساتھ مناتے ہیں۔ یہ رات نزول قرآن کی وجہ سے قیامت تک کے لئے
ایک مخصوص رات بن گئی تو جو تاریخ صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف
آوری کی تاریخ ہے، وہ کیوں نہ ہمیشہ کے لئے مخصوص و مقدس ہو گی؟
بلکہ ماور میں آپ کا استقرار وسط ایام تشریق میں شب جمعہ کو ہوا۔ امام احمد بن
حنبلؒ فرماتے ہیں کہ شب جمعہ لیلۃ القدر سے افضل ہے اس لئے کہ تمام نیکیاں،
برکتیں اور سعادتیں جو سارے عالم والوں اور مومنوں پر اس رات نازل ہوئیں۔
قیامت تک بلکہ ہمیشہ کے لئے کسی رات میں ایسی برکتیں نازل نہیں ہوئیں اور اگر
اس جہت سے شب میلاد کو شب قدر سے افضل کہا جائے تو زیبا ہے۔“ (۱۳۹)

اس لحاظ سے شب میلاد، روز میلاد اور تاریخ میلاد مسلمانوں کے لئے یقیناً بڑی
اہمیت اور تقدس کی حامل ہے۔

نبی کریم کے معراج پر تشریف لے جانے کا واقعہ یوں لکھا گیا ہے:

”نبی کریمؐ کو خدا تعالیٰ نے جو رفعت شان عطا فرمائی ہے ایسی شان نہ کسی نے پائی اور نہ ہی کوئی پا سکتا ہے۔ رجب کی ستائیسویں شب کو خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب کو عرش اعظم پر بلایا۔ اور حضور عالم بیداری میں جسد انور کے ساتھ روانہ ہوئے اور مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک زمینی سفر طے فرما کر آپ آسمانوں پر تشریف لے گئے اور ساتوں آسمانوں کو عبور فرما کر عرش اعظم پر جلوہ افروز ہو گئے۔ اور پھر دیدار حق کی عظیم نعمت پا کر اور بارگاہ ایزدی سے شرف خاص سے مشرف ہو کر آن کی آن میں واپس بھی تشریف لے آئے۔ ان سات آسمانوں کا فاصلہ دیکھئے جبکہ ہر دو آسمانوں کے درمیان کا فاصلہ پانچ پانچ سو برسوں کا ہے۔ نبی کریمؐ کا عالم بیداری میں اور جسم انور کے ساتھ فرش سے عرش تک جا پہنچنا ایک عظیم معجزہ ہے اور اس سے شان رفعت مصلوقیٰ ظاہر ہوتی ہے۔“ (۱۳۰)

جشن میلاد کے بارے میں ایک رباعی ملاحظہ ہو:

جشن میلاد نبی ہر جگہ ہوتا دیکھا
 بد نصیبوں کا نصیب جو تھا سوتا دیکھا
 ساری مخلوق مسرت میں نظر آتی ہے
 ایک ایلیس نصیب ہے جسے روتا دیکھا
 (۱۳۱)

جشن میلاد کے بیان میں حسن و تاثیر اور کیف و دل آویزی کا جو ہر اور جذبہ حب رسولؐ کا پیدا کردہ ہے۔ لفظی صنایع اور تصنع کی بجائے ایک فطری انداز نمایاں ہے جو ان کی اعلیٰ صلاحیتوں اور فنی مہارت کا ثبوت ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں:

عید میلاد النبیؐ پر خوب خوشیاں کیجئے
 رحمت و بخشش کے دن بخشش کا سماں کیجئے
 چشم ما روشن دل ما شاد کا دیجئے ثبوت
 پام و در کیجئے مزین اور چراغیں کیجئے
 مالک باغ جناب آئے ہوئے دل باغ باغ
 کوچہ و بازار صد رشک گلستاں کیجئے
 محفلیں میلاد کی چاروں طرف ہوں منعقد
 ان کے ذکر پاک سے شیطان کو تیراں کیجئے
 صاف ہے قرآن میں فرمان حق فلیفرحو

کوئی کچھ کتا رہے تقیل فرماں کیجئے
 چھوڑیے شرک مسلمان کو بنانا چھوڑیے
 کافر و شرک جو ہیں ان کو مسلمان کیجئے
 اے شریکان جلوس عید میلاد النبی
 تمہ رہنے کا اس دن عمد و بیباں کیجئے
 مشکلیں پیدا ہوئی ہیں مغربی تہذیب سے
 اجراع مصطفیٰ سے مشکل آساں کیجئے
 (۱۳۲)

معراج نامہ کے اختتام پر دعا میں نبی کریمؐ کا وسیلہ موثر طور پر استعمال کرتے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ

ہوں:

مرے خدا تجھے اس حسین شب کا واسطہ
 جمال نوشہ جناں شہ عرب کا واسطہ
 وہ راز جو حضورؐ کو بتائے ان کا واسطہ
 عجائبات شہ کو جو دکھائے ان کا واسطہ
 وہ ہاتھ جن کی بے سخا کی دھوم ان کا واسطہ
 وہ پا جو کہ ہیں سمیت لزوم ان کا واسطہ
 حسین ضیاء تجلی مہ دنی کا واسطہ
 غرض ترے حبیب کی ہر اک اوا کا واسطہ
 گناہگار میں بھی ہوں مرے گناہ بخش دے
 مرے کریم دو جہاں کے بادشاہ بخشش دے
 جہاں میں 'قبر و حشر میں' ترے حبیب ساتھ ہوں
 لیں جب ان کا نام دور ساری مشکلات ہوں
 پے علی مرتضیٰ 'حسن' حسین و فاطمہ
 ہو روضہ حبیب پر النبی حسن خاتمہ
 (۱۳۳)

بحیثیت مجموعی مولانا کا اسلوب صاف، سلی، رواں اور خوشگوار ہے۔ مواد کی فراہمی میں مستند حوالہ جات نے اس میلاد نامے کو وقیع اور مدلل بنا دیا ہے۔ غیر ضروری تفصیلات سے پرہیز کیا گیا ہے۔ مشکلمات نے ان کے طرز بیان کو دلکش بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ آنا جانا نور کا عصر حاضر کے میلاد ناموں میں ایک اہم اضافہ ہے۔

مولانا کوثر نیازی (م ۱۹۹۳ء)

مولانا کوثر نیازی ۱۹۳۳ء میں میانوالی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے انگریزی، عربی، فارسی اور اردو کے مضامین میں گریجوایشن اور آنرز کئے۔ وہ روزنامہ 'تسلیم'، ہفت روزہ 'کوثر'، ماہنامہ 'تغیر' انسانیت اور ہفت روزہ 'شباب' کے ایڈیٹر رہے۔ جماعت اسلامی کو سیاسی مصلحتوں کے تحت دینی نظریات میں رد و بدل کی پالیسی پر گامزن ہونے کی وجہ سے چھوڑ کر ۱۹۶۹ء میں پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۸۵ء میں اسلام آباد سے سینٹ کے رکن بنے۔ ۱۹۹۳ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین بنے۔ ۱۹ مارچ ۱۹۹۳ء کو انتقال ہوا۔

مولانا کوثر نیازی صحافی، ادیب، عالم دین اور سیاستدان ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر بھی تھے۔ مولانا کوثر نیازی نے "ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے میلاد نامہ لکھا ہے۔ وہ عید میلاد النبی کے حوالے سے اس کی تالیف کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"یہ مجموعہ چند ایسے مضامین پر مشتمل ہے جو عید میلاد النبی کے سلسلے میں مختلف اوقات میں لکھے گئے ہیں۔ عید میلاد النبی کی تقریبات ہر سال منائی جاتی ہیں اور ان تقریبات میں عقیدت و محبت کا اظہار بڑے جوش و خروش سے ہوتا ہے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اس مجموعہ مضامین کو استفادہ عام کے لئے شائع کر دیا جائے تاکہ ہمارے عوام خصوصاً ہماری نوجوان نسل کے لوگ شایان شان طریقے سے تقریبات عید میلاد النبی کا اہتمام کرنے کے آداب سے پوری طرح آگاہ ہوں۔" (۳۳)

ذکر رسول پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت اور عید میلاد النبی کے مختلف پہلوؤں کے بیان پر مبنی ہے۔ دوسرا باب نبی کریم کی جامع صفات شخصیت کے عنوان سے ہے اور اس میں نبی کریم بحیثیت انقلاب عظیم کے داعی، انسان کامل، رحمت دو عالم، آپ کی عسکری قیادت، حضور طب عربی کے بانی تھے، تجھی پہ ختم ہے روح الامیں کی نامہ بری، جیسے عنوانات ہیں۔ تیسرا باب ختم المرسلین کی شان رسالت کے بارے میں حضور پر اس نسبت سے ایمان ضروری ہے، نبی کریم امراض روح کے سب سے بڑے معالج تھے، انسانیت کا سارا، آپ کا امی ہونا، سب سے بڑا معجزہ ہے، آپ کا اسوہ حسنہ اور حضور کی امتیازی حیثیت بیان کی گئی ہے۔ چوتھا باب آپ کی محبت، اطاعت اور سنت کی پیروی اور پانچواں باب میلاد کی تقاریب، ہمارا عمل و فرائض کے عنوان سے ہے جس میں عید میلاد اور آداب محفل سے بے پرواہی اور تربیت عمل کے آغاز کی ضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

زبان و بیان کی نسبت سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو جس میں کوثر نیازی نبی کریم کے یوم ولادت منانے کے سلسلے میں رقم طراز ہیں:

"یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ تاریخ عالم کے دھاروں کا رخ پلٹ دینے والے کا یوم ولادت منانے کی سعادت ہمیں حاصل ہو رہی

ہے ہم اس پر جتنا بھی فخر کریں کم ہو گا دنیا کی کسی قوم یا دنیا کے کسی فرد کے لئے اس سے زیادہ فخر کی کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ وہ ایسے ہادی کی عظیم ہدایت کا رکن ہے جو پوری دنیا کے فکری ڈھلچٹے کو بدلنے اور عالم انسانیت کو انصاف کے ترازو میں مساوی کر دینے کے لئے پیدا ہوا ہو اور جس نے اپنا مقصد حیات اس حسن و خوبی سے معین فرمایا کہ کوئی بڑے سے بڑا دشمن اس سے انکار نہیں کر سکتا۔" (۳۵)

مولانا کوثر نیازی کی فلسفیانہ تحریروں میں عید میلاد النبی کا بیان اصلاحی و مقصدی انداز میں موجود ہے۔ ان کے آہنگ کی تازگی و مختلفگی ان کی تحقیقی صلاحیتوں کا نمایاں وصف ہے۔ ان کی پوری کتاب کے مطالعہ سے اتباع رسول کا تاثر ابھرتا ہے جس کا اظہار انہوں نے بڑے موثر اور دلپذیر لہجہ میں کیا ہے۔

سید محمود احمد رضوی

سید محمود احمد رضوی نے میلاد نبوی کے موضوع مقدسہ پر دو کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان دونوں میں تذکرہ میلاد تو ہے مگر حوامی محافل میلاد میں نہیں پڑھی جاتیں۔ ان میں زیادہ تر حوالہ جات درج ہیں اور انہیں عالمانہ انداز میں لکھا گیا ہے۔ ان میں ایک تصنیف "خصائص مصطفیٰ" ہے۔ اس میں بے مثال بشریت، نورانی بشریت، تذکار ولادت یعنی ولادت سے پہلے اور بعد میں رونما ہونے والے کرشموں کا بیان، ولادت کی خوشی کا واقعہ اور اخلاق نبوی کو سلسلہ وار بیان کیا گیا ہے۔ ان واقعات کے بیان میں قاضی مصنف نے صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا، ابو داؤد، مسند احمد بن حنبل، شمائل ترمذی، سیرت ابن ہشام، عیون الاثر اور کنز الاخلاق سے استفادہ کیا ہے۔ اس لحاظ سے اس میں مستند تاریخی روایات سے کہیں بھی انحراف نہیں کیا گیا اور محمود احمد رضوی نے اپنی فکری استقامت اور تالیفی ہنرمندی سے اپنی تحریروں کو کہیں بھی بے توازن نہیں ہونے دیا۔

نبی کریم کی نورانی بشریت کے بارے میں دوسرے باب میں رقم طراز ہیں:

"امام عبدالرزاق سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت جابر سے روایت کی حضور نے ایک استصواب کے جواب میں فرمایا۔ "یا جابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیت من نورہ۔ ترجمہ، اے جابر! اللہ نے تمام اشیاء سے قبل تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ حدیث میں "من نورہ" کا لفظ ہے۔ اور "وہ" کی ضمیر خاص ذات خدا کی طرف لوتی ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ حضور کا نور اللہ کے ذاتی نور سے پیدا ہوا نور صفائی سے نہیں۔ یہاں یہ بھی یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ حضور کا نور اور اللہ کا نور ایک ہی ہے کیونکہ مضاف اور مضاف الیہ میں مغایرت شرط ہے۔ عام طور سے کہتے ہیں کہ روح اللہ، بیت اللہ وغیرہ یہ اضافات تشریحی ہیں۔ اس سے یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ خانہ کعبہ کے اینٹ پتھر اللہ کی ذات کا کوئی جز ہیں، اللہ کے ذاتی نور سے حضور کے نور کے پیدا ہونے کی مثال دی جا سکتی ہے۔ جس

طرح ایک شمع سے ہزار شمعیں روشن کی جائیں تو ظاہر ہے کہ پہلی شمع کے نور کا کوئی حصہ جدا ہو کر دوسری شمع نہیں بنے گا یعنی یہی مثال علم ہیئت کی ہے کہ ستارے اور چاند اپنا ذاتی نور نہیں رکھتے یہ روشن نہیں ہیں بلکہ سورج کے محتاج ہیں، جب سورج کی روشنی ان پر پڑتی ہے یہ چاند ستارے سورج سے نور لے کر روشن ہو جاتے ہیں گویا ذات شمس نے جس پر روشنی ڈالی وہ روشن ہو گیا مگر ذات شمس سے کچھ جدا نہ ہوا نہ اس کے نور میں کمی آئی۔ نہ سورج کے نور کا کوئی حصہ منتقل ہوا۔ یہی حال حضورؐ کے نور کا خدا کے نور سے پیدا ہونے کا ہے۔" (۱۳۶)

"مکار ولادت" کے تفصیلی باب میں حضورؐ کی تشریف آوری سے قبل حضرت عبدالمطلب کے خواب کو تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایک روز حضرت عبدالمطلب آرام فرما رہے تھے۔ قسمت جاگی اور آپ نے خواب دیکھا کہ ایک درخت سرسبز و شاداب زمین سے نمودار ہوا اور طرفۃ العین میں اتنا بلند ہوا کہ اس کی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیل گئیں اور اس سے ایک نور عظیم چمکا کہ ضیائے آفتاب سے ستر حصہ زیادہ روشن تھا اور عرب و عجم کو اس کے حضور سجدہ گناں دیکھا۔ کانہوں سے خواب کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے کہا کہ تمہاری صلب سے وہ نیر رسالت و نبوت طلوع ہو گیا کہ جس کی رسالت اور نبوت، حکومت و شوکت، جاہ و منزلت اور قدر و رفعت کا ڈنکا عالم میں بجے گا۔ القصد نور نبوت پیشانی عبدالمطلب سے پیشانی حضرت عبداللہ میں جلوہ گستر ہوا۔ حضرت عبداللہ حسن و بھال میں یکساں تھے۔ نور محمدیؐ نے ان کی قسمت کو جگایا۔" (۱۳۷)

نبی کریمؐ کی ولادت کی خوشی کو بخاری شریف کے حوالے سے بیان بھارتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ابو لب کو آپؐ کی ولادت کی اتنی خوشی ہوئی تھی کہ اس نے اپنی لونڈی جس نے آکر اسے یہ مژدہ سنایا تھا، فی الفور آزاد کر دیا۔ چنانچہ مہوی ہے کہ جب اس کی لونڈی ثویبہ نے آکر اس کو بتایا کہ تمہارے مرحوم بھائی حضرت عبداللہ کے گھر خدا نے فرزند عطا فرمایا ہے تو اس نے عالم مسرت میں لونڈی سے کہا کہ "جنا میں تجھے آزاد کرتا ہوں" مرنے کے بعد حضرت عباسؓ نے ابو لب کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ جہنم میں تمہارا کیا حال ہے؟ بولا میں نے ثویبہ کو جو محمدؐ کی ولادت کا مژدہ سن کر آزاد کیا تھا اس کی وجہ سے دو شبہ کے دن میرے عذاب میں تخفیف ہو جایا کرتی ہے۔ ایک کافر جب حضورؐ کی ولادت کی خوشی مناتا ہے تو اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ غور فرمائیے کہ اگر مسلمان نور مجسم کی ولادت کی خوشی میں عید میلاد النبیؐ کے جلسے اور جلوس قائم کریں تو ان کو کتنا ثواب ملے گا۔" (۱۳۸)

خصائص مصطفیٰ ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ زیادہ تر حوالہ جات اور مورخانہ طرز نگارش کی وجہ سے یہ

کتاب عوامی اجتماعات میں قبولیت نہیں پاسکی۔ سید محمود احمد کی دوسری کتاب ”روح ایمان“ ہے۔ یہ کتاب ۹۹ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں بھی قرآن و حدیث کی روشنی میں نبی کریمؐ کی ذات و صفات کے فضائل و کمالات کو عام فہم پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے مضامین میں نبی کریمؐ کا منصب و مقام قرآن کی روشنی میں ’نبی کریمؐ کی تشریحی حیثیت‘ نبی کریمؐ دین کا مرکز ہیں، اختیارات عالیہ، نبی کریمؐ کی علمی قوت، النبی الای، قاسم العلوم والخیرات، نبی کریمؐ ہستی کا نقش اول ہیں، علم غیب نبویؐ، میلاد نبویؐ، حیات النبیؐ، خصوصیات نبویؐ اور آخر میں فضائل درود شریف شامل ہیں۔ قرآن و حدیث کے علاوہ دیگر واقعات کے بیان میں سید محمود احمد اسلامی تعلیمات کے امکانی نتائج پر تبصرہ کرتے ہیں۔ یہی بیچوند کاری اس کتاب کا خاصہ ہے۔ ”قاسم العلوم والخیرات“ کے باب میں دریائے رحمت الہی کے عنوان سے لکھتے ہیں:

”ایک دن دریائے رحمت الہی جوش زن ہوا۔ حضور رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی ربیعہ بن کعبؓ سے فرمایا مانگو کیا مانگتے ہو؟ حضرت ربیعہ بن کعبؓ نے عرض کی، یا رسول اللہ! اشک مرا فتک فی الجن (جنت میں آپ کی رفاقت (فلائی) کا طالب ہوں۔ مشکوٰۃ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ او خیر ذالک (اس کے علاوہ بھی کچھ مانگنا ہے تو مانگ لو) حضرت ربیعہ بن کعبؓ نے عرض کی۔

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تم کو مانگ کر اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ مرے اس دعا کے بعد

سبحان اللہ! ربیعہؓ کتنے خوش قسمت ہیں۔ دولت و حکومت نہیں مانگتے جنت میں حضورؐ کی رفاقت کے طالب ہیں حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ اگر وہ ہفت اقلیم کی بادشاہت بھی طلب کرتے تو اس وقت عطا فرما دی جاتی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے کسی خاص چیز کے طلب کرنے کو نہ فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ جو چاہو مانگو اس سے معلوم ہوا کہ ”کار ہمہ بدست ہمت و کرامت او است ہرچہ خواہد و ہر کہ خواہد یازن پروردگار خود بہ وحد۔“ اس حقیقت کے ہوتے ہوئے بھی حضرت ربیعہؓ نہ جنت مانگتے ہیں اور نہ دولت و حکومت مانگتے ہیں، صرف یہ کہ حضورؐ جنت میں بھی آپ کے ساتھ ہی رہوں کیونکہ وہ اس نکتہ کو سمجھ چکے تھے کہ

منزل ملی مراد ملی دعا ملا
مل جائیں مگر حضور تو سمجھو خدا ملا

علم غیب نبویؐ کے عنوان کے تحت شہادت امام حسینؑ کی اطلاع، سیدہ فاطمہؑ کی وفات کی اطلاع،

حضرت عثمانؓ و عمرؓ کی شہادت کی اطلاع، مقتولین بدر کے متعلق ارشاد، حضرت میمونہؓ کے متعلق اطلاع، حضرت علیؓ کی شہادت کی اطلاع، مافی الارحام کی اطلاع، کسریٰ کے کنگن، قیصر و کسریٰ کے متعلق اطلاع، حضرت زینبؓ کی وفات کی اطلاع، حضرت عمارؓ کے متعلق پیش گوئی، قاتل و مقتول جنتی، حضرت زید بن ارقم کا بیان شامل ہیں۔ اور ان پر مکمل اور مبسوط بحثیں کی گئی ہیں۔ میلاد نبویؐ کے باب میں قرآن حکیم اور میلاد، قرآن میں میلاد نبویؐ نماز میں میلاد، تمام انبیاء کرامؑ حضورؐ کے میلاد خواں ہیں، حضورؐ نے خود اپنے میلاد پڑھا، مجلس میلاد کے لئے فرش و منبر کا اہتمام کے ذیلی عنوانات کے تحت انہیں بڑی وضاحت و صراحت سے قرآن و حدیث کے حوالوں سے بیان کیا گیا ہے۔ میلاد کے بارے میں وضاحت فرماتے ہیں:

”میلاد کیا ہے؟ نبی کریمؐ کی سیرت و صورت، فضائل و مناقب، منصب و مقام کے بیان ہی کا دوسرا نام میلاد ہے۔ اس لحاظ سے اگر آپ دیکھیں گے تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ دنیا میں کوئی ساعت ایسی خالی نہیں رہی ہے اور نہ رہ سکتی ہے جس میں حضور اکرمؐ کا ذکر یا دوسرے لفظوں میں آپ کا میلاد نہ پڑھا جاتا ہو۔ حضورؐ کی ولادت سے قبل عالم ارواح میں، فرشتوں میں، انبیاء میں، آپؐ کی آمد کا ذکر ہوتا رہا۔ تمام انبیاء کرامؑ حضورؐ کی تشریف آوری کا مژدہ سناتے رہے۔ جب حضورؐ تشریف لے آئے تو دنیا میں آپؐ کی آمد کا ڈنکا بج گیا اور اب جبکہ آپؐ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں تب بھی آپؐ کا ذکر جاری ہے اور جاری رہے گا۔ (۱۳۰)

روح ایمان کی زبان عام فہم اور اسلوب عالمانہ شان کا حامل ہے۔ یہ کتاب اپنے حجم، مواد اور طرز استدلال کی بدولت اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے کو متاثر کرتی ہے۔

جامع الصفات (ص ۱۸۳) میں نبی کریمؐ کی اس فضیلت پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ آپؐ کی ذات مقدسہ میں تمام انبیاء کے کمالات جمع ہو گئے تھے۔ اس لحاظ سے محمود احمد رضوی نے اس شعر کو صحیح ثابت کیا ہے :

حسن یوسف دم عیسیٰ یہ بیضا داری
آنچہ خویاں ہمہ دارند تو تنہا داری

اس دور میں کئی دیگر میلاد نگاروں نے بھی میلاد نامے لکھے ہیں۔ ان میں سے چند ایک کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

مولانا محمد صالح نقشبندی نے ”مولود محمدؐ“ کے نام سے ۱۹۷۹ء میں میلاد نامہ لکھا۔ یہ ۱۰۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے اسلامی کتب خانہ، سیالکوٹ نے زیور طباعت سے آراستہ کیا۔
محمد طفیل اختر کا ”میلاد اختر“ ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اسے ۱۹۸۰ء میں ملک بشیر احمد، تاجران کتب لاہور نے شائع کیا۔

میلاد مصطفیٰ، انجمن فدایان رسول، محمدی شریف، جھنگ کی زیر نگرانی طبع ہوا۔ یہ صرف ۲۱ صفحات پر مشتمل ہے۔

مشتمل ہے۔

مولانا محمد عاشق الہی میرٹھی کا میلاد نامہ "ماہتاب عرب" ۱۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے ۱۹۸۲ء میں ادارہ تالیفات اشرفیہ، ریلوے روڈ، ملتان نے شائع کیا۔

سید محمود رضوی نقشبندی الہ آبادی کے میلاد نامے "صبح سعادت" اور "خورشید رسالت" کی طباعت سید محمود حسین اکبر حسین پبلیشرز مرچنٹ سنٹھادر، کراچی نے کی۔

ملک مسعود اقبال کا میلاد نامہ "عطر میلاد" ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے منشی احمد علی خان کا میلاد نامہ "میلاد احمد" ۶۳ صفحات پر مبنی ہے جبکہ حمید شاہ صابر پٹالوی کا میلاد نامہ "میلاد صابر" ۳۸ صفحات پر محیط ہے۔ یہ تینوں میلاد نامے ۱۹۸۰ء میں ملک بشیر احمد تاجر کتب اردو بازار، لاہور نے شائع کئے۔

عصر حاضر کے میلاد ناموں کا جائزہ

اس دور کے میلاد ناموں میں بھی بنیادی موضوعات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی البتہ عصری رجحانات و میلانات جو ملی و مذہبی اور قومی و سیاسی تحریکوں سے پیدا ہوتے رہے، ان سے میلاد نگار متاثر ہوئے۔ مادی و سائنسی ترقی کے مقابلے میں مسلمانوں کی ایک مرکز پر جمع ہونے کی آرزو، امت مسلمہ کو درپیش مسائل کا تذکرہ اور روحانی و اخلاقی اقدار کی بازیابی کے جذبات کی عکاسی بھرپور انداز میں نظر آتی ہے۔

آزادی کے بعد کا دور سماجی و معاشرتی مسائل کا دور ہے۔ امت مسلمہ میں انتشار اور بدامنی میں زندگی بسر کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔ انقلاب ۱۹۷۷ء کی بازگشت اس دور کے میلاد ناموں میں سنائی دیتی ہے۔ اس دور میں مسلمانوں کی اصلاح کی تحریکیں مذہب کے نام پر انھیں اور حضورؐ کے واسطے سے اٹھیں۔ ان کے زیر اثر میلاد نگاروں کے انداز نگارش میں معتدبہ تبدیلی رونما ہوئی۔ روحانی اساس کو مضبوط بنانے کی جدوجہد کی گئی۔ میلادیہ منظومات میں نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کے نقوش ایسے انداز میں اجاگر کئے گئے جس سے عصر حاضر کا مسلمان مایوسی و افسردگی سے بچ گیا اور اسے روشن زندگی کی راہ بھی دکھا دی۔

اس بدلے ہوئے ماحول و معاشرت کے باوجود اس دور کے میلاد ناموں میں نبی کریمؐ کی سیرت و سوانح کے واقعات، خصائل و شمائل، اوصاف حمیدہ، حضورؐ کی عظمت، ختم نبوت، اسمائے رسول کریمؐ کتب سابقہ کی میثرات اور مناقب صحابہ کبارؓ کے موضوعات ملتے ہیں۔ ان میلاد ناموں میں قومی و ملی اشارے اور تاریخی واقعات بھی نظر آتے ہیں۔

اس دور کے میلاد نامے دیگر ادوار کے مقابلے میں زیادہ مستند اور معتبر حوالوں سے مزین کر کے لکھے گئے ہیں۔ میلادیہ نگارشات پر عصری تحریکوں کے اثرات کی وجہ سے معقولیت کی چھاپ نظر آتی ہے اور میلاد نگاروں نے بارگاہ رسالتؐ کے ادب شناس ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ انداز تحریر میں سنجیدگی و متانت اور وقار کے ساتھ ساتھ شکستگی اور تاشیر کی کمی نہیں ہے۔ حقیقی اوصاف کا بیان اور سچے جذبات کی ترجمانی صاف، سلیس اور سادہ زبان میں کی گئی ہے۔ ان میں واقعات کا بیان حکیمانہ بصیرت، مجتہدانہ انداز اور مصلحانہ تقدس کا منظر ہے۔

اس دور میں میلاد و سماع کی محفلوں سے لے کر سیاسی مجلسوں تک میں نبی کریمؐ کی سیرت و اسوہ حسنہ کا ذکر ہونے لگا ہے۔ میلاد ناموں نے شعراء کو نعت گوئی کی طرف مائل کر دیا ہے اور ادب سیرت نگاری کی طرف راغب ہو گئے ہیں۔ حقیقت و جذبات کی بجائے عقلیت پسندی اور ان میلاد ناموں کی بدولت دین میں تدبیر و فکر کی روایت فروغ پذیر ہوئی ہے۔

اس دور کے میلاد نگاروں میں شفیق علی خان کے بیان میلاد و معراج میں علمی حوالوں کی کثرت ہے۔

ان کے بیان میلاد میں شروع سے آخر تک یکساں ہموار انداز میں جاری و ساری نظر آتا ہے۔ مفتی محمد شفیع نے اپنے میلاد نامہ میں سیرت نبویؐ کی کئی مستند اور معتبر کتابوں کا خلاصہ پیش کر دیا ہے۔ انہوں نے مسائل جہاد اور تعداد ازواج کے متعلق غیر مسلم مخالفین کے اہام کا بھی شافی جواب دیا ہے۔ حافظ محمد اسحاق افسر نے اپنے میلاد نامہ میں ہر بات مدلل، بحوالہ اور نہایت وضاحت سے بیان کی ہے۔ عزیز الدین احمد قادری نے میلاد کے بیان میں مستند اور معتبر تاریخی روایات سے کہیں بھی انحراف نہیں کیا۔ مولانا حبیب الرحمن خان شروانی نے نبی کریمؐ کی پوری سچی و مدنی زندگی کے قریباً تمام واقعات کو ترتیب وار بیان کیا ہے۔ اس لحاظ سے ان کا میلاد نامہ ایک تاریخ معلوم ہوتا ہے۔ معجزات کے بیان میں پہلو سچی کی گئی ہے۔ قرآنی آیات و احادیث کے حوالے جا بجا موجود ہیں۔

علامہ سیماب اکبر آبادی نے نبی کریمؐ کے خصائل و شمائل کو بڑے پاکیزہ الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ان کی میلادیہ اور معراجیہ منظومات میں معاصر ادبی و دینی اور فنی رویوں کی جھلکیاں واضح طور پر نظر آتی ہیں۔ مولانا اخلاق حسین کی زبان عالمانہ شان کی حامل ہونے کے باوجود دقیق نہیں ہے۔ خواجہ محمد اکبر خاں وارثی میرٹھی کے بیان میلاد میں شوق و عقیدت کی فراوانی ہے۔ ان کی جووت طبع کی بدولت اثر و تاثیر اور لطف و کیف بہت بڑھ گیا ہے۔ شاہ عبدالعظیم صدیقی میرٹھیؒ کو پاکستان سے والمانہ محبت تھی انہوں نے اپنے میلاد نامے کے اختتام پر اس کا اظہار ایک دعا کے انداز میں کیا ہے۔ موصوف نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے موضوع پر بھی تفصیلی بحث کی ہے۔ انہوں نے معاشرتی و سماجی مسائل کے احکام کا استنباط قرآن مجید سے کیا ہے۔

خواجہ حسن نظامی نے نبی کریمؐ کے سراپا کے بیان میں آپؐ کے خد و خال کو اس طرح بیان کیا ہے کہ اس کو پڑھنے کے بعد تپش کا احساس باقی نہیں رہتا۔ ان کی زبان میں سادگی اور سلیسگی کا جوہر موجود ہے۔ ان کے اسلوب کی لطافت سلاست اور فصاحت و بستان دہلی کی آئینہ دار ہے۔ مناظر احسن گیلانی کے بیان میلاد میں علم و تحقیق کی وسعت اور گہرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ انہوں نے اس بیان میں جوش بیاں کی سرسستی اور کیف اور کیفیات کو بھی شامل کر دیا ہے۔

ابوالکلام آزاد کے میلاد نامے کو سینکڑوں عربی کتابوں کا نچوڑ سمجھنا چاہئے انہوں نے بیان میلاد میں نبی کریمؐ سے والمانہ محبت سے عجب لطافت پیدا کر دی ہے۔ انہوں نے دل نشین آیات قرآنی کے حوالے اور فارسی کے اشعار مرصع نثر کے ساتھ چہاں کر کے اپنے لئے نئی طرز نگارش وضع کی ہے۔ ان کا میلاد نامہ آیات قرآنی سے نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کے استنباط کا سلیقہ و قرینہ سکھاتا ہے۔ علامہ ابوالحسنات نے نبی کریمؐ کے میلاد کے مخصوص پہلوؤں کو منتخب کر کے بیان کیا ہے۔ انہوں نے صرف مستند روایات کو بیان کیا ہے۔

مفتی انتظام اللہ شہابی نے بھی روایات کو اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے۔ بعض حالات اس قدر واقع ہیں جو دیگر میلاد ناموں میں مفقود ہیں۔ فیض محمد قادری کا میلاد نامہ مباحث کی تحقیق اور اپنے انداز بیان کی خوبی کی وجہ سے منفرد میلاد نامہ ہے۔ غلام مصطفیٰ کوثر امجدی نے بیان میلاد کے علاوہ محافل میلاد سے

متعلق تمام اعتراضات کا جواب دیا ہے۔

درد کا کوروی کی میلاد یہ منظومات میں سوز و گداز اور شعری محاسن کی جلوہ گری ان کے صوفیانہ ذوق و شوق کی ترجمان ہے۔ سید ایوب احمد صبر شاہ جہانپوری نے عبارت آرائی سے کام نہیں لیا اور نہ ہی اسے مرصع و رنگین بنایا ہے بلکہ نبی کریمؐ کے حالات زندگی سلیس اور سادہ زبان میں قلمبند کئے ہیں۔ ڈپٹی احترام الدین شاعری نے ایسی روایات لکھنے سے گریز کیا ہے جن کو دوسرے مذاہب کے لوگ عقل کے معیار پر صحیح تصور نہ کریں۔ اس لحاظ سے انہوں نے عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر حق تبلیغ ادا کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

میاں علی محمد خان نظامی باطنی معرفت و طریقت کے لحاظ سے معروف روحانی پیشوا تھے۔ انہوں نے بیان میلاد میں نبی کریمؐ سے والمانہ عشق و شغفگی کا اظہار سادہ اور پاکیزہ زبان میں کیا ہے۔ خواجہ محمد شفیع دہلوی کے میلاد نامے میں دہلویت سادگی و خلوص کے سبب خاص تاثر اور حسن رکھتی ہے۔ حفیظ جالندھری نے بیان میلاد میں تخیل کی پاکیزگی، خوبصورت الفاظ کے انتخاب اور رومانی و غنائی مزاج کی وجہ سے کلام میں اثر و تاثر پیدا کر دی ہے۔

حافظ محمد رحیم نے معراج النبیؐ کو دلائل سے ثابت کیا ہے کہ معراج جسمانی تھا۔ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کے بیان میلاد میں جذبہ شوق کی فراوانی ہے۔ محشر رسول نگری قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کا انداز بیان رنگین، الفاظ موزوں اور موثر ہیں۔ علامہ احمد سعید کاشمی کے آسان اور موثر انداز بیان کی بدولت ان کے رسائل میلاد سے خواندہ و نیم خواندہ بخوبی استفادہ کر سکتے ہیں۔

حلد الوارثی کے میلاد نامے میں رد قادیانیت اور تحریک ختم نبوت کے اثرات بہت نمایاں ہیں۔ ان کی شاعری پر تصنع اور بناوٹ کا گمان نہیں ہوتا۔ انہوں نے بیان میلاد میں ثقہ روایات اور مستند حوالوں سے استفادہ کیا ہے۔ اشفاق حسین قریشی کا انداز تحریر عقیدت و محبت کے جذبہ سے لبریز ہے۔ ان کے لہجہ کی سادگی و ملائمت ہر عمر کے قاری کو یکساں متاثر کرتی ہے۔ انہوں نے عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر اختصار اور جامعیت کے جوہر سے اپنے میلاد نامہ کو دلچسپ اور نافع الخلاق بنا دیا ہے۔ انہوں نے صرف محقق اور معتبر روایات کو بیان کیا ہے۔ مولانا محمد بشیر کے بیان میلاد میں حسن و تاثر اور کیف و دل آویزی کا جوہر جب رسولؐ کا پیدا کردہ ہے۔ کوثر نیازی کے فلسفیانہ تحریروں میں عید میلاد النبیؐ کا بیان اصلاحی و مقصدی انداز میں موجود ہے۔ سید محمود احمد رضوی نے بیان میلاد میں مستند کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ اور انہوں نے اپنی فکری استقامت اور تاملی ہنرمندی و خوش اسلوبی سے اپنی تحریروں کو کہیں بھی بے توازن نہیں ہونے دیا۔

میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ

اردو زبان کی تاریخ میں ”ادب نبوی“ (۱۳۱) کے سلسلہ میں میلاد ناموں کے علاوہ جن موضوعات اور اصناف کا اضافہ ہوا، ان میں سیرت، نعت اور منقبت شامل ہیں۔ میلاد ناموں میں نور محمدی، ولادت مبارکہ، رضاعت، بچپن، جوانی، معراج، معجزات، وفات مبارکہ، خصائل و شاکل اور درود و سلام کے مضامین شامل ہیں۔ آپ کے سراپا کے بیان میں سیرت نگاروں نے جو کچھ لکھا ہے، اسے نظم و نثر میں بیان کیا گیا ہے۔ نیز قرآن مجید کے متن سے عمدہ تراکیب چن کر نبی کریم کے حلیہ مبارکہ کے بیان میں استعارہ اور کنایہ کی شکل میں بیان کی گئی ہیں۔ میلاد ناموں میں درود و سلام مختلف اسالیب میں لکھا گیا ہے تاکہ اجتماعی طور پر پڑھنے میں آسانی ہو۔ درود و سلام میں اس محفل کے سامعین آپ کی موجودگی اور حاضری کا شعور پیدا کر لیتے ہیں اور اپنے آپ کو نبی کریم کے دربار اقدس میں موجود تصور کر کے دنیا عقیدت سے کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھتے ہیں۔ بریلوی مسلک کی مساجد میں جمعہ کی نماز کے بعد درود و سلام پڑھنے کی مستحکم روایت موجود ہے۔

میلاد ناموں میں آپ کے اعجاز معراج کا بیان بھی شامل ہے اور کوئی میلاد نامہ ایسا نہیں ہے جس میں بیان معراج نہیں ہے۔ بیشتر میلاد ناموں میں معراج کا بیان اسی وجہ سے تفصیل سے دیا گیا ہے تاکہ معراج کے موقع پر سنایا جاسکے۔ منظوم معراج ناموں میں شعراء نے ہنر و فن کے جوہر دکھائے ہیں۔ آپ کے اعجاز معراج کی ترویج میلاد ناموں سے ہوئی اور غیر مسلم بھی اس سے متاثر ہوئے۔ بیان معراج نے عالمی ادب پر فکر کی بلندی سے اثر ڈالا۔ ڈانٹے کی کتاب ”ڈیوائن کامیڈی“ اور علامہ اقبال کے ”جاوید نامہ“ کے بیشتر مناظر معراج النبی کے ان واقعات پر مبنی ہیں جو بعض احادیث و روایات میں مذکور ہوئے یا بعض متصوفین اور ادبا کی کتابوں میں درج ہوئے۔ ڈانٹے کی نظر سے ابو العلامہ معری کا رسالہ ”الغفران“ گذرا تھا اور اسی سے ڈانٹے کو شہرت ملی تھی۔ ان اثرات کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

”ڈانٹے کی کتاب ”ڈیوائن کامیڈی“ پر بعض اہم اور نئی تنقیدات سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ گئی ہے کہ ”ڈیوائن کامیڈی“ کے آسمانی ڈرامے کا پلاٹ بلکہ اس کے بیشتر تفصیلی مناظر معراج محمدیہ سے متعلق احادیث و روایات کی نقل ہیں۔ شیخ محی الدین ابن عربی نے اپنی مشہور کتاب ”فتوحات مکیہ“ میں اور ابو العلامہ معری نے رسالہ ”الغفران“ میں خود اپنی سیاحت علوی اور مشاہدہ تجلیات کا ذکر کیا ہے۔ ابن عربی نے اس سیاحت علوی میں دو افراد کو جن میں ایک فلسفی اور دوسرا عالم دین ہے، اپنا رفیق و رہنما بتایا ہے۔ اور ان کی زبان سے دنیا بھر کے علوم و فنون اور مسائل و مباحث کے متعلق اس انداز میں اظہار خیال کیا ہے گویا یہ تمام خیالات و انکشافات و الہامات ہیں جو ان کے قلب پر اس معراج میں القاء کئے گئے۔ ابو العلامہ معری نے رسالہ ”الغفران“ میں ادبی رنگ میں بہشت و دوزخ کی سیر دکھائی ہے۔ حیات بعد الممات کی

حقیقتوں کے تجسس میں ابن عربی اور ڈائٹے دونوں نے سات ستاروں اور بعض صورتوں میں نو ستاروں کی سر سے گذر کر ہمش و دوزخ اور اطراف کی فضاؤں کی منظر کشی کی ہے۔ جاوید نامہ میں اقبالؒ نے ”ذیوائن کامیڈی“ ”فتوحات یکہ“ اور رسالہ ”انفراں“ کو سامنے رکھ کر ”جاوید نامہ“ کا خاکہ مرتب کیا ہے۔ (۴۲)

ڈائٹے کو حیات بعد الموت سے زیادہ دلچسپی ہے اور اقبالؒ اس حیات کو ابدی بنانے کے آرزو مند ہیں۔ ان دونوں فلسفی شعراء نے اپنے پیر افلاک کے شاہکار ”معراج النبی“ کے فلسفہ سے اخذ کئے ہیں۔ اس لحاظ سے معراج نبویؐ نے شعراء کے تخیل کو آسمان پر پرواز کا حوصلہ عطا کر کے نکتہ آفرینی سکھائی ہے۔ میلاد ناموں کی بدولت اس ذکر کو ہر سال تازہ کیا جاتا ہے اور شب معراج پاک و ہند میں منائی جاتی ہے۔

میلاد نامے کی صنف کا سیرت نبی کریمؐ اور نعت کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میلاد ناموں کے ارتقائی مراحل کا جائزہ لیتے ہوئے اردو زبان و ادب میں سیرت نگاری اور نعت گوئی کو پیش نظر رکھنا ضروری امر ہے۔ میلاد ناموں میں سیرت و نعت کے موضوعات آغاز ہی سے شامل ہیں۔ اگر ان اصناف کے ارتقائی مراحل کا عمدہ بہ عمدہ جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ یہ تینوں اصناف میلاد نامے، سیرت اور نعت ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ہم ابتدائی ابواب میں بحث کر آئے ہیں۔ اردو میلاد ناموں کے اولین ماخذ قرآن و احادیث نبویؐ اور کتب سیرت ہیں۔ اسی طرح عمدہ بہ عمدہ میلاد ناموں کی داخلی ضرورت کے تحت تخلیق ہونے والی نعت بھی ایک شانگلی کے ساتھ میلاد ناموں کا حصہ بنتی گئی۔

اردو میلاد ناموں کی سب سے بڑی عطا سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکار مبارک میں نثر اور نظم کے فرق کو قریب قریب ختم کر کے ایک ایسی نئی صنف کا ظہور ہے جس میں سیرت رسالتابؐ خصوصاً ولادت مبارکہ، بچپن اور جوانی کے ذکر کو نثر میں پیش کرتے ہوئے اسی انداز اور نفس مضمون کی مطابقت کو ملحوظ رکھ کر اس میں شعر پاروں کی تزئین کو لازم قرار دیا گیا۔ یوں مجلسی زندگی کے لئے سیرت نبویؐ کے ضمن میں میلاد نامے نثر اور نظم کی ملی جلی خصوصیات پر مشتمل ایک جداگانہ صنف ادب کے طور پر سامنے آئے۔

اردو میلاد ناموں کی تاریخ کا جائزہ اس امر کا گواہ ہے کہ اس میں زبان و بیان کی کم و بیش ان تمام خوبیوں کے نمونے مل جاتے ہیں جو اعلیٰ اور معیاری اسالیب ادب کا خاصہ قرار دی جاتی ہیں مثلاً سادگی، جذبات نگاری، منظر نگاری، قافیہ اور سجع، تشبیہ و استعارہ، روانی اور بہاؤ، قصہ نگاری، خطابیہ اور مکالماتی آہنگ و اسلوب، صنائع بدائع اور سب سے بڑھ کر تاثیر اور اثر پذیری ان محاسن شعری اور خصوصیات نثر کے حوالے سے ہم نے گزشتہ ابواب میں مختلف میلاد ناموں کا جائزہ لیا اور ان کی تدبیر کاری (PRESENTATION) کے تجزیہ میں ان کے محاسن اور خصوصیات کی نشان دہی بھی کی۔

میلاد ناموں نے اردو سیرت نگاری اور نعت گوئی پر اثر ہی نہیں ڈالے بلکہ ایک اعتبار سے میلاد ناموں کی ضروریات نے سیرت و نعت کو عوام الناس میں رائج کیا۔ اردو میں بہت سے میلاد نامے ایسے بھی

لکھے گئے جو بعد میں سیرت کی باقاعدہ کتابوں کا حوالہ بنے اور اسی طرح میلاد ناموں کی ضروریات کے سبب نعت گوئی بھی کی گئی۔ خصوصاً ایسی نعتیں لکھی گئیں جن کی ردیف آئے..... پیدا ہوئے..... آج کے دن..... یعنی جن میں نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کا ذکر بطور خاص کیا گیا۔ اسی طرح سلام و صلوات کا ایک نمائیاں حصہ بھی میلاد یہ ضروریات کے تحت (جن میں میلاد نگاری اور مجلس میلاد کا انعقاد شامل ہے) تخلیق ہوا۔

ہر زمانے میں ہر قوم کے دو گروہ ہوتے ہیں ایک علماء اور خواص کا اور دوسرا عوام کا۔ تواریخ و سیرت کی کتابیں علماء و خواص کے طبقے کے لئے جو اہر بے بیا ہیں جبکہ میلاد نامے عوام کی محفلوں میں ان کی دینی تربیت اور ترویج سیرت کا ذریعہ تھے۔ اس لحاظ سے بحیثیت مجموعی میلاد ناموں کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ میلاد نامے ہی ایک ایسی صنف ادب ہیں جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں سیرت و نعت کے فروغ میں سب سے زیادہ حصہ لیا۔ میلاد نگاروں نے سیرت نبویؐ کے مختلف پہلوؤں پر قلم اٹھا کر اور مختلف رسائل اردو میں تصنیف کر کے ایک بڑی ضرورت کو پورا کیا اور ایک دینی خدمت کو انجام دیا۔ اس طرح سے وہ موضوعات جو کتابوں میں مندرج تھے، عوامی حلقوں تک پہنچانے میں میلاد ناموں نے بھرپور کردار ادا کیا۔ اس محنت کا ثمرہ یہ ہے کہ برصغیر ہند و پاک کے گوشے گوشے میں آپؐ کے ذکر خیر کے ساتھ مسلمانوں کے دلوں میں شیفتگی و عقیدت بڑھتی گئی اور وہ مختلف گمراہ کن تحریکوں سے دامن بچا سکے۔ مزید برآں ان میلاد ناموں کے ذریعے اہل علم و دانش کے سیرت کے باب میں تحقیقی نتائج عامتہ الناس تک پہنچے۔ اور خصوصاً برصغیر پاک و ہند جس میں خواندگی کی شرح بہت کم ہے، محافل میلاد اور میلاد ناموں کی روایت نے سیرت نبویؐ کے مختلف پہلوؤں کو عام کیا۔ اگر یہ مجلسی صنف ادب ظہور میں نہ آتی تو مسلمانان پاک و ہند کی ایک بڑی تعداد سیرت رسول اکرمؐ سے اس طرح متعارف نہ ہوتی۔

محافل میلاد کے انعقاد سے امت مسلمہ کو ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا ہوا جس کے ذریعے نہ صرف یہ کہ گھر گھر تذکار رسالتؐ کی شیطیں روشن ہوئیں بلکہ عہد بہ عہد رونما ہونے والے واقعات خصوصاً ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کی ذہنی بحالی، عیسائی مشنزوں کی آمد اور رد عیسائیت کی تحریک، سرسید احمد خان کی عقلیت پسندی اور اس کا رد عمل، وہابی تحریک اور اس کے اثرات، دیوبند اور بریلی مکاتیب کا قیام اور ان کے اثرات، قادیانیت کا آغاز اور تحریک محاسبہ قادیانیت، تحریک مدح صحابہ، تحریک خلافت اور سیاسی تحریکیں (احرار، خاکسار، مسلم لیگ وغیرہ) مختصراً ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی سماجی، تمدنی اور سیاسی زندگی میں جب بھی کوئی بڑا واقعہ رونما ہوا، اس کے اثرات اس زمانے کے جملہ اصناف ادب پر بھی پڑے بلکہ اگر بنظر غائر مسلمانان ہند کے ذہنی رویوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسلمانان ہند نے دنیا بھر کے واقعات جن کا تعلق امت مسلمہ کے ساتھ تھا، انہیں بڑی شدت سے محسوس کیا۔ انقرہ، بلقان اور تحریک خلافت وغیرہ کے مسائل اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

زیر نظر مقالے کے موضوع کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اردو میں میلاد نامے کی صنف اور میلاد نامے کے حوالے سے لکھی جانے والی تصانیف سے اردو زبان و ادب خصوصاً دینی نثر و

شاعری میں گرانقدر اضافے ہوئے۔ مذہبی اور دینی الفاظ، اصطلاحات، علامات، تلمیحات، تشبیہات اور استعارات کا عام استعمال اور اس سے کئی قسم کے مضامین پیدا کرنا انہی میلاد ناموں کا حاصل ہے۔ نیز سیرت کے موضوع کو سادگی کے ساتھ بیان کرنے اور عشق رسول اکرمؐ کے اظہار کے دل آویز قریبے محافل میلاد ہی کے سبب ممکن ہوئے۔ عصر حاضر میں اخبارات و رسائل کی سیرت و میلاد کی خصوصی اشاعتوں نے بھی میلاد یہ موضوعات کو عام کیا ہے۔ خصوصاً ربیع الاول کے مہینے میں مذہبی رسائل اور اخبارات کے خاص نمبروں کی اشاعت ایک ایسی مبارک روایت کا درجہ اختیار کر چکی ہے جس کی وجہ سے سیرتی موضوعات اور میلاد یہ نعتوں کی نہ صرف ترویج ہوتی ہے بلکہ روز بروز قلوب و اذہان پر ان کے نفوش گہرے ہوتے جا رہے ہیں۔ اگرچہ محافل میلاد کی ترتیب کے درینہ طریقے بدل چکے ہیں تاہم کسی نہ کسی شکل میں ان محافل کا انعقاد مسلم معاشرے میں آج بھی جاری و ساری ہے۔

عصر حاضر میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے بھی میلاد یہ موضوعات کے فروغ و ارتقاء میں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ میلاد و سیرت کے موضوع پر ربیع الاول، 'معراج'، یلثہ القدر اور رمضان المبارک وغیرہ میں خصوصی پروگرام نشر کئے جاتے ہیں۔ محافل اعراس اور مختلف نئی و مذہبی تقاریب میں بھی میلاد اور ورود و سلام سے اس کی ترویج و اشاعت ہو رہی ہے۔ اسی طرح ضلعی، صوبائی اور ملکی سطح پر منعقد ہونے والی میلاد اور سیرت کانفرنسوں اور سیمینارز سے اس کے کبھی نہ ختم ہونے والے امکانات کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

اردو میں میلاد ناموں کی ترویج و اشاعت کے اثرات دوسری پاکستانی زبانوں پر بھی پڑے۔ ان زبانوں پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی، براہوی، کشمیری اور سرائیکی وغیرہ میں بھی میلاد و سیرت کی کتابوں کی قابل ذکر پیش رفت ہوئی ہے۔ ان تمام عوامل نے بحیثیت مجموعی وطن عزیز میں ایک ایسی فضا کو جنم دیا ہے جس میں ادب نبویؐ کے روشن مستقبل کی جھلک واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔ جہاں تک میلاد ناموں کی صنف کا تعلق ہے۔ ان کی روایتی شکل اور ترتیب پر بھی اس فضا کے گہرے اثرات نظر آتے ہیں۔ عصر حاضر میں طبع ہونے والے سیرتی مواد سے اندازہ ہوتا ہے کہ مستقبل میں لکھے جانے والے میلاد ناموں کی صورت پہلے جیسی نہیں رہے گی۔ انسانی زندگی کی روز افزوں مصروفیات، سیرتی کتب و رسائل کی کثرت، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر منعقد ہونے والی میلاد یہ محفلوں کے سبب گہروں میں گذشتہ صدی کی سی فضا ممکن نہیں رہی، جن میں محافل میلاد کا کثرت سے انعقاد ہوتا تھا۔ تاہم قرونے اور سلیقے سے ان دنوں بھی محافل میلاد کا انعقاد ہوتا ہے اور ان میں پرانے میلاد یہ مواد کے ساتھ ساتھ بیان سیرت کے لئے نئے مواد پر مشتمل تقاریر سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ اسی تذکار نے سیرت کانفرنسوں میں باقاعدہ تحقیقی مقالات کی شکل اختیار کر لی ہے۔ وزارت مذہبی امور پاکستان کے زیر اہتمام گذشتہ عشرہ سے منعقد ہونے والی سیرت کانفرنسوں میں ہر بار سیرت نبویؐ کے کسی خاص گوشے کو خصوصی مطالعے کا موضوع بنایا جاتا ہے۔

میلاد و سیرت رسالتاب کے بارے میں آسان زبان میں مختصر کتابیں، سوال و جواب کے آئینے میں ذہنی آزمائش کے لئے لکھی گئی کتابیں، ولادت رسول اکرمؐ کے بارے میں خصوصی میلاد یہ و نعتیہ کیسٹوں

کے یس منظر میں میلاد ناموں کے اثرات آج بھی نمایاں طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

عصر حاضر میں میلاد کا نثری حصہ سیرت کی مختصر کتابوں میں ظہور پذیر ہو رہا ہے اور شعری حصہ میلاد و سیرت کے موضوعات پر لکھی ہوئی منظومات میں لودے رہا ہے۔ عصر حاضر کے کئی نعتیہ مجموعوں میں آپؐ کی ولادت مبارکہ اور عید میلاد النبیؐ کے ضمن میں علیحدہ باب بنائے جا رہے ہیں مثلاً خلیق قریشی کے نعتیہ مجموعہ ”برگِ سدرہ“ میں عید میلاد النبیؐ سے متعلق منظومات کا علیحدہ باب ہے اور حفیظ تائب کے نعتیہ مجموعہ ”صلو علیہ وآلہ“ میں صبح سعادت (ص ۱۰۹ تا ۱۱۱) اور عید میلاد النبیؐ (ص ۱۱۳ - ۱۱۳) کے عنوانات سے ہدیہ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ میلادیہ منظومات کے سلسلہ میں نمایاں تبدیلی یہ آئی ہے کہ اب شاعروں کے اظہار کا ذریعہ مسدس اور مخمس کی بجائے قصیدہ ہے۔ قصیدہ کے ساتھ دوسری صنف جسے آج بھی سیرتی موضوعات کے اظہار لئے استعمال کیا جا رہا ہے، مثنوی ہے۔ قصیدے کی حیثیت میں نبی کریمؐ کے اوصاف حمیدہ کا بیان، آپؐ سے محبت کا اظہار، آپؐ کے سراپا مبارک کا بیان آج بھی میلادیہ کیسٹوں کے پسندیدہ موضوعات ہیں۔ میلاد ناموں کے آغاز میں جو حیثیت مولود خواں کی تھی۔ عصر حاضر میں کسیت کسیت کہیں وہ جگہ کیسٹ نے لے لی ہے۔ ان دنوں بعض محافل اس انداز سے ترتیب دی جاتی ہیں جہاں پہلے سے تیار شدہ (PRE-RECORDED) خطاب کو سن کر خط اٹھایا جاتا ہے۔ مارکیٹ میں سیکڑوں کی تعداد میں ایسی آڈیو کیسٹیں دستیاب ہیں، جن میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے معروف صدا کاروں نے سیرت رسول اکرمؐ کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا ہے اور ان میں معروف نعت خوانوں کی پڑھی گئی میلادیہ نعتوں اور درود و سلام کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں ٹیلی ویژن پر منعقد ہونے والی محافل میلاد کی ویڈیو کیسٹیں بھی مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ، سقوط ڈھاکہ ۱۹۷۱ء، اسلامی سربراہی کانفرنس ۱۹۷۳ء، تحریک محاسبہ قادیانیت ۱۹۷۳ء، مسئلہ کشمیر و فلسطین اور جنگ افغانستان ملکی اور بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے ایسے واقعات ہیں جنہوں نے نہ صرف مسلمانان پاکستان پر گہرے اثرات ڈالے بلکہ بین الاقوامی سطح پر اسلامی ملکوں میں اسلامی اتحاد کی ضرورت کو نمایاں کرتے ہوئے مسلمانوں میں اجتماعی وحدت کے تصور کو بھی اجاگر کیا۔ یہ دور نہ صرف سیاست بلکہ ادب میں بھی صحیح معنوں میں احیائے اسلام کا دور ہے۔ مسلمان دانشور اور شاعر جہاں ایک طرف اپنے شاندار ماضی کا گہرا شعور رکھتے ہیں، وہاں مستقبل کے تقاضوں سے عمدہ برا ہونے کے لئے رونما ہونے والے نئے حالات و واقعات کو سیرت رسول اکرمؐ کے خاص تناظر میں دیکھ رہے ہیں۔

مطالعہ سیرت کے بڑھتے ہوئے ذوق اور پھیلتے ہوئے شوق کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مستقبل میں میلادیہ موضوعات کو بھی فروغ حاصل ہو گا اور میلاد ناموں کی نئی نئی شکلیں سامنے آئیں گی۔ اردو قدیم و جدید میں لکھے جانے والے میلاد ناموں کا اول و آخر مقصد یہی ہے کہ سننے والوں کو آسان زبان میں سیرت رسالتؐ کے واقعات سنا کر ان کے اندر دین سے وابستگی اور نبی کریمؐ سے والہانہ شیفتگی کو فروغ دیا جائے، بقول اقبالؒ:

آٹھواں باب

متفرقات

- (i) خواتین کے میلاد نامے (ii) نامعلوم مصنفین کے میلاد نامے
- (iii) غیر مسلم شعراء کی میلاد میں منظومات (iv) دیباچے اسلام میں
- جشن ہائے عید میلاد النبیؐ کا انعقاد

متفرقات

○ خواتین کے میلاد ناموں کا جائزہ

میونہ گور کچھوری / نعت اختر بانو سروردیہ / نور بیگم بدایونی / بیگم شمس / زاہدہ خاتون / میونہ سلطان بیگم / کبیر انصاری / بیگم شفیق / انیس فاطمہ خوش گزھی / شکی عباد الرحمن / ام زہیر / سیدہ فاطمہ الزہرا بگراہی۔

○ نامعلوم مصنفین کے میلاد نامے اور منظومات

نامعلوم مصنف کا میلاد نامہ / مولود النبیؐ / نامعلوم شاعر کا معراج نامہ / دکنی دور کا ایک اور معراج نامہ / معجزات نبویؐ / قصیدہ یاز و فاختہ / نامعلوم شاعر کا میلاد نامہ / وقت نامہ نامعلوم مصنف / وقت نامہ نامعلوم / رحمت الرحیم فی ان کان میلاد النبی اکرمؐ / مجموعہ مولود شریف اور وعظ شریف / کشش مصطفیٰؐ / گلدستہ معراج / سراج میر فی میلاد سید البشرؐ والندیرؐ / میلاد سعدیؐ / نور نامہ رسول مقبولؐ / مولود دلپسند / میلاد دین محمدیؐ / منظوم میلاد رسول مقبولؐ۔

○ غیر مسلم شعراء کی میلادیہ منظومات

بگن ناتھ کمال کرتاپوری / سردار بشن سنگھ بیکل / چمن لال چمن / کالی داس گپتا رضا / نوبت رائے شوخ / پنڈت بگن ناتھ آزاد / سرکشن پرشاو شاو / شیم مندر باصر کاشمیری / چاند ہماری لال صبا ماتھر / لالہ رام سروپ شیدا / کتور مندر سنگھ بیدی سحر / شفیق اورنگ آبادی /

○ دنیائے اسلام میں جشن ہائے عید میلاد النبیؐ کا انعقاد

جشن میلاد النبی مکہ مکرمہ / مدینہ منورہ / بغداد / جنوبی افریقہ / شرار بل / مصر / یمن اور شام / تلسان / لیبیا / حیدر آباد وکن / عمد شاہ جہاں میں عید میلاد النبیؐ / دہلی، آگرہ اور لکھنؤ وغیرہ / برصغیر میں جشن اور محافل میلاد / پاکستان میں جشن عید میلاد النبیؐ۔

خواتین کے میلاد ناموں کا جائزہ

اس حصے میں خواتین کے میلاد ناموں کا مختصر جائزہ شامل کیا گیا ہے۔ کئی خواتین نے میلاد نامے لکھ کر نبی کریمؐ سے اپنی دلی عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے۔ ان میلاد ناموں میں اکثر و بیشتر خواتین کا مطمح نظر الفاظ کا انتخاب نہیں رہا بلکہ اپنے پرخلوص اور صداقت پر مبنی جذبات و احساسات کی ترجمانی ہے۔ اس فطری انداز بیان میں کیف و درد اور سادگی و صفائی کا عنصر بھی شامل ہو گیا ہے۔

خواتین شاعرات کی میلادیہ منظومات بھی موجود ہیں۔ (1)

میمونہ گورکھپوری (م ۱۹۱۰ء)

میمونہ گورکھپوری نے زنانہ مولود شریف بعنوان ”تحفہ خواتین فی میلاد ختم المرسلین“ لکھا۔ اس پر سید ممتاز علی نے تہذیب نسواں میں تبصرہ شائع کیا۔ (۲) اور بعد میں اس تبصرہ کو سمیل الرشاد میں شامل کر لیا گیا۔ (۳)

یہ میلاد نامہ بڑی تقطیع کے ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے عنوانات اور مندرجات عام میلاد ناموں کی طرح ہیں۔ اور اسے مولوی ہدایت اللہ کتب فروش گورکھپور نے چھپوایا۔ سید ممتاز علی نے تبصرہ میں لکھا ہے کہ مولود شریف کی کتابوں میں آرائش لفظی پر زور دیا جاتا ہے اور روایات بے سند اور بے سروپا بیان کی جاتی ہیں۔ نبی کریمؐ کی تعریف میں آپؐ کی زلفوں، رخسار اور پیشانی کی تعریف میں ایسا انداز اختیار کیا جاتا ہے جو اچھا معلوم نہیں ہوتا اس لئے میلاد کی کتابیں نہایت احتیاط اور اعلیٰ درجے کی خوبیوں سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ (۴)

نجمتہ اختر بانو سروردیہ

نجمتہ اختر بانو کلکتہ کے سروردی خاندان کے مولانا عبید اللہ عبیدی کی دختر نیک اختر، سر زاہد سروردی کی اہلیہ، حسن شاہد سروردی اور حسین شہید سروردی، سابق وزیر اعظم پاکستان کی والدہ ماجدہ تھیں۔ (۵)

نجمتہ اختر کے زیر مطالعہ خصوصیت کے ساتھ مولانا راشد الخیری کی مشہور تصانیف غم زندگی اور صبح زندگی وغیرہ رہیں۔ اسی وجہ سے مرحومہ راشد الخیری سے زیادہ متاثر تھیں۔ نجمتہ کی کئی کتابیں چھپ چکی ہیں۔ ان میں کوکب دری (میلاد نامہ) اور آئینہ عبرت خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کوکب دری مرحومہ نے ۱۹۰۰ء میں مرتب کیا۔ اس میلاد نامے کی تھخیص شفیق بریلوی نے ”خاتون پاکستان“ رسول نمبر میں پیش کی ہے۔ (۶) یہ میلاد نامہ ۱۹۳۵ء میں کراچی سے دوبارہ طبع ہوا۔ (۷) اس میلاد نامے میں نبی کریمؐ کے حالات زندگی، عرب کے زمانہ جاہلیت کے واقعات اور میلاد النبیؐ کے موقع پر ہند و نصیحت کی مثالیں بڑے دلپذیر اور نہایت سبق آموز انداز میں قلمبند کی گئی ہیں۔ فارسی اور اردو اشعار کے برمحل استعمال نے قارئین کی دلچسپی میں دو چند اضافہ کر دیا ہے۔ علامہ وحشت کلکتوی، آرزو کلکتوی اور ناطق کلکتوی نے اس کتاب کی تصنیف پر تحسین آمیز کلمات لکھے ہیں۔ یہ میلاد نامہ نہایت شستہ و سلیس زبان میں لکھے جانے کی وجہ سے بہت مقبول ہوا۔ اس کے مضامین اور عنوانات دیگر میلاد ناموں جیسے ہیں۔ اس میں فضیلت ذکر میلاد کے علاوہ نبی کریمؐ کے خصائل اور اوصاف حمیدہ کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

نور بیگم بدایونی

نور بیگم بدایونی کا لکھا ہوا زنانہ مولود شریف بعنوان ”نبیؐ جی کی خوشی“ چوبیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن نکلائی پریس بدایوں سے چھپا اور چھٹا ایڈیشن ۱۹۲۸ء میں رقاہ عام پریس لاہور نے شائع کیا۔ اس سے اس کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اس میلاد نامے میں مصنف نے دقیق اور مشکل الفاظ سے بچنے کی کوشش کی ہے نیز میلاد یہ کلام میں زلف و رخسار کی عام روش کے مطابق تعریف کرنے سے اجراز کیا گیا ہے اور اس میں جس قدر کلام شامل کیا گیا ہے۔ اس میں اس بات کو بطور خاص اہمیت دی گئی ہے۔ بیان ولادت میں پرانی مولود کی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

سید ممتاز علی نے اس میلاد نامے پر میوند گورکھپوری کے مولود شریف کے ساتھ ہی تبصرہ کیا ہے۔ (۸)

بیگم شمس

بیگم مولوی محمد شمس الدین، تحصیلدار بدھونہ ضلع اٹاوہ نے میلاد نامہ بعنوان ”عید میلاد“ لکھا ہے۔ اس میں میلاد نبوی، درود شریف کے فضائل، اور معراج شریف کے حالات مختصر کر کے لکھے گئے ہیں۔ اس میلاد نامہ کا انتساب مولوی سید ممتاز علی کے نام ہے۔ عورتیں اور بچیاں اسے پڑھ کر بخوبی سمجھ سکتی ہیں۔ زبان نہایت سادہ اور سلیس ہے۔ یہ میلاد نامہ ۳۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا سال اشاعت ۱۹۱۸ء ہے اور دفتر ”تمذیب نسواں“ لاہور سے دستیاب تھا۔ اس میلاد نامے پر مولوی ممتاز علی نے ۳۔ اگست ۱۹۱۸ء کے ”تمذیب نسواں“ میں تبصرہ لکھا تھا۔ (۹)

زاہدہ خاتون (م ۱۹۲۲ء)

زاہدہ خاتون شروانیہ کی ولادت دسمبر ۱۸۹۳ء میں محکم پور کے نواب سر منزل اللہ خان کے ہاں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت گھر ہی میں ہوئی۔ شعر و سخن میں اپنی خداداد ذہانت سے ملکہ پیدا کیا۔ ۳۔ فروری ۱۹۲۲ء کو بعالم دوشیزگی انتقال کر گئیں اور خاندانی قبرستان میں مدفون ہوئیں۔

زاہدہ پاکیزہ سرشت اور پردہ نشین خاتون تھیں۔ عربی فارسی میں اچھی استعداد رکھتی تھیں۔ آئینہ نرم (۱۹۲۱ء) اور فردوسِ جمیل (۱۹۳۱ء) میں دارالاشاعت پنجاب سے طبع ہوئے۔ شاعرہ نے زاہدہ اور نزہت اور ز۔ خ بھی تخلص کیا ہے۔

زاہدہ نے بی بی آمنہ کو بستر مرگ پر دکھایا ہے۔ اس ماں کے دل کی حالت اور کیفیت کا اندازہ کیجئے، جو اس دنیا سے رخصت ہو رہی ہے اور اپنے اکلوتے بیٹے کو بھی ہمیشہ کے لئے خیر یاد کہہ رہی ہے۔ یہ ایک ایسا دلگداز مضمون ہے جو صحیح طور پر ایک عورت ہی کے ذہن میں آسکتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

مرا پیارا محمدؐ کہاں ہے لاؤ ذرا
جمال مجھ کو میرے لال کا دکھاؤ ذرا
کنار شوق میں دل کے قریب بٹھاؤ ذرا
میرے لیوں سے وہ ننھے سے لب لگاؤ ذرا
میں اپنے پیارے کو جی بھر کے پیار تو کر لوں

دم و دواع ذرا ہم کنار تو کر لوں

(۱۰)

چلی ہوں چھوڑ کے گدڑی میں تنج ہفت اقیم
چلی ہوں چھوڑ کے اک لعل ایک در یتیم
نہیں کسی سے کچھ امید ہے تو یتیم ہی یتیم
کرم کرم میرے معبود میرے رب کرم
ترے کرم سے یہ بچے اگر جواں ہوگا
یتیم ہے قوت اجسام ناتواں ہوگا
ستی اگرچہ بغور اس نے شرح رنج و ملال
مگر ہوا متزلزل نہ پائے استقلال
چھ برس کا سن اور ضبط نفس میں یہ کمال

(۱۱)

بچائیو نظر بد سے ایزد متعال
بسانے جاتی ہے ماں اس کی کج تربیت کو
بچھی کو سوئپ رہی ہے تری امانت کو

(۱۲)

میمونہ سلطان بیگم

میمونہ سلطان بیگم (بھوپال) کا میلاد نامہ ”ذکر مبارک“ چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ پہلی بار علی گڑھ سے ۱۹۲۷ء میں شائع ہوا۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ لاہور میں کتب خانہ پروفیسر علم الدین سالک میں موجود ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن صدیق بک ڈپو، لکھنؤ نے ۱۹۳۰ء میں شائع کیا۔ اس میلاد نامے میں میلادی روایات کو اختصار اور جامعیت کو ملحوظ رکھ کر بیان کیا گیا ہے۔

کبیر النساء بیگم شفیق

کبیر النساء بیگم شفیق کا میلاد نامہ ”باغ سرور کائنات“ چالیس صفحات پر مشتمل ہے اور اسے محمد شفیع بک سیل طارق محل، کانپور نے ۱۹۵۳ء میں شائع کیا۔ اس میں عام میلادی روایات کے ساتھ مصنفہ کا نعتیہ کلام بھی شامل ہے۔

انیس فاطمہ خوش گڑھی (م ۱۹۷۳ء)

خدیجہ الکبریٰ عرف انیس فاطمہ خوش گڑھی بنت مولوی عبدالرؤف وکیل لکھنؤ نے ”مولود نورانی“

۱۹۳۳ء میں لکھا۔ اور پہلی بار ۱۹۹۳ء میں مکتبہ نورانی لکھنؤ نے شائع کیا۔ بیان میلادِ نثر میں ہے۔ امیر نورانی اور حفیظ جالندھری کے سلام اور دیگر چند منظومات بھی شامل ہیں۔ اس کے مندرجات درج ذیل ہیں:

برکاتِ محفلِ میلادِ حمد و ثنا، رحمتِ دو جہاں، بعثت سے پہلے دنیا کی حالتِ زار، ذکرِ پیدائشِ نور محمدی، آنحضرتؐ کا سلسلہ نسب، سیدنا اسمعیلؑ کا واقعہ، بنیادِ کعبہ، اصحابِ قبل کا واقعہ، عرب میں نبی کریمؐ کی بعثت کا سبب، نبی کریمؐ کی محبت و اطاعت، اخلاق و عاداتِ نبویؐ، آثارِ ولادت، دعائے غلیل، نویدِ مسیحا، ولادتِ باسعادت، شاہ نامہ اسلام سے حفیظ جالندھری کے میلادِ اشعار اور سلام، سلامِ نورانی (امیر نورانی خوش گزومی)، آخر میں چند ارشاداتِ نبویؐ اور پھر قرآنی دعائیں شامل کی گئی ہیں۔ تاکہ میلاد کے اختتام پر ان دعاؤں کو پڑھا جائے اور جس پر سامعین محفل آمین کہتے جائیں۔ امیر نورانی کے سلام کا مطلع ہے:

تیرے ظہور سے پھیلی جہاں میں تابائی
تیرے ظہور سے پھیلا فروغِ انسانی

مصنف نے مولودِ نورانی کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”اس بات کی ضرورت تھی کہ محافلِ میلاد میں پڑھنے کے لئے کوئی ایسی کتاب ہو

جس میں واقعاتِ مستند ہوں نیز طرزِ بیان مروجہ میلاد ناموں سے مشابہت رکھتا ہو تاکہ

ایسا نہ ہو کہ اس کے پڑھنے ہی سے گریز کیا جائے۔ اس خیال کو مد نظر رکھ کر مولود

نورانی لکھا گیا ہے، جس میں انتہائی اختصار سے نبی کریمؐ کی ولادتِ باسعادت اور اس

کے متعلق خاص خاص واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن مستند و معتبر کتب سیر ہی کو ماخذ

قرار دیا ہے۔ زبان سلیس اور سہل استعمال کرنے کا خاص لحاظ رکھا ہے۔“ (۱۳)

مولودِ نورانی تحقیقی انداز میں لکھا گیا ہے۔ اور سامعین کو قائل کرنے کے لئے اس میں معقول و لائق

فراہم کئے گئے ہیں اور جا بجا حوالہ جات سے بھی کام لیا گیا ہے۔ نمونہ عبارت درج ذیل ہے:

”حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب ”فیوض المرین“ میں تحریر فرماتے

ہیں کہ میں بارہ ربیع الاول دو شنبہ کے روز مکہ مکرمہ کے ایک ایسے مکان میں داخل

ہوا، جہاں سرورِ کائنات کی محفلِ تھی اور ولادتِ باسعادت نیز ہجراتِ رسالت کا ذکر

خبر ہو رہا تھا کہ اچانک کچھ انوارِ آسمان سے زمین کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب میں نے

بظہر غور دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ ان فرشتوں کے انوار ہیں جو اس متبرک محفل میں

حاضر ہوئے ہیں۔“ (۱۴)

آپؐ کی ولادتِ باسعادت کے بیان سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو، اس میں اسلوب کی دل آویزی اپنی

مثال آپؐ ہے:

”واقعہ اصحابِ قبل کے تقریباً دو ماہ بعد ۱۲۔ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل دو شنبہ

کے دن عین صبح صادق کے وقت ختمِ نبوت کے آفتابِ جہاں تاب نے ہزاروں جاہ و

جلال کے ساتھ سایہ رحمت میں افق مکہ سے طلوع فرمایا یعنی سرور کائناتؐ فجر موجودات رحمت للعالمین سیدنا و نبینا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن تعالیٰ نے نعت وجود سے سرفراز فرمایا اور سارے عالم کو رحمت و برکت کی نورانی و غیر فانی شعاعوں سے منور کر دیا۔ یکایک سارے نظام عالم میں انقلاب آ گیا۔ ساری دنیا کے بڑے بڑے زمین بوس ہو گئے۔ عرب کے لات و ہبل منہ کے بل گر پڑے۔ شاہ کسریٰ کے عظیم الشان محل کے چودہ کنکڑے گر پڑے۔ فارس کا وہ آتش کدہ جو مسلسل ایک ہزار سال سے جل رہا تھا، اچانک گل ہو گیا۔ کفر و شرک کی بنیادیں بل گئیں۔ دنیا کے جمالت کدہ نے ہدایت و حکمت، علم و عرفان کی خوش خبری سنی۔ حق پرستوں کی چیشانیوں چمک اٹھیں۔“ (۱۵)

اس میلاد نامہ میں اختصار کے باوجود بڑی جامعیت ہے۔ مصنف نے مواد کی فراہمی میں اجمل سے کام لیا ہے اور غیر ضروری تفصیلات سے پرہیز کیا ہے۔ اسی وجہ سے ان کا اسلوب بیان چست اور متحرک نظر آتا ہے۔

شمسی عباد الرحمن (م ۱۹۸۲ء)

شمسی عباد الرحمن کا میلاد نامہ بعنوان ”میلاد شمسی“ پہلی بار ۱۹۵۵ء میں رام کمار پریس لکھنؤ سے چھپا۔ یہ نثر کے ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں موقع و محل کی مناسبت سے جا بجا منقولات بھی شامل کی گئی ہیں تاکہ سامعین کی دلچسپی برقرار رہے۔ اس میلاد نامہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ سیرت نبویؐ کی دو معتبر کتابوں یعنی سیرت النبیؐ (شلی نعمانی) اور رحمت للعالمین (قاضی محمد سلیمان منصور پوری) سے اس کی روایات اور واقعات ماخوذ ہیں۔ مصنف نے مستند اور محققانہ روایات کو ایک خاص ترتیب سے جمع کر کے ان منتخب واقعات کو بڑے سلیقہ سے تحریر کیا ہے۔ میلاد شمسی کے اس انتخاب کے بارے میں لکھتی ہیں:

”اردو میں سیرت پر اس وقت سب سے زیادہ مستند و دلکش کتابیں سیرت النبیؐ (شلی نعمانی) اور رحمت للعالمین (قاضی محمد سلیمان منصور پوری) ہیں۔ یہ ان بزرگوں کی محنت و کاوش کا ثمر ہے کہ اسلام کی تاریخ اور پیغمبر اسلامؐ کی سوانح اقدس کے پورے حالات اپنی صحیح و اصلی صورت میں اردو دان مسلمانوں کے سامنے آئے ہیں۔ ان کی عبارتیں دقیق و تنقیدی بحث، واقعات کی تفتیش اور مسائل کی تحقیق کے ساتھ لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے محفل میلاد کی نشست میں مضامین و روایات کا انتخاب کر کے پڑھنا مشکل ہے۔ اس لئے میں نے نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کا مستند تذکرہ انہی کتابوں سے اخذ کر کے سہل و عام فہم انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے جو کم از کم خواتین کی محافل میلاد کے لئے مخصوص و مناسب ہو۔“ (۱۶)

اس میلاد نامہ کی ابتداء حمد رب جلیل سے ہوتی ہے پھر اس کے بعد محفل میلاد کی برکت، عرب

مختصر حال، تہذیب و تمدن، رسم و رواج، ولادت باسعادت اور آپ کا حسب نسب بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد آنے والے عنوانات کو چار ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ دور اول میں آنحضرتؐ کے ابتدائی حالات، مدینہ کا سفر، جد امجد کی سرپرستی، محترم بچپن کی کفالت، ہجرت، راہب کا واقعہ اور حرب فجار کے مختصر حالات بیان کئے ہیں۔ دور دوم میں آپ کا تجارت کا مشغلہ، شرک سے پرہیز، عبادت، حلیہ شریف اور حضرت خدیجہ سے شادی کے واقعات کا بیان ہے۔ دور سوم میں نبوت، تعلیمات الہی کے عملی نمونے، اخلاق محمدی، خلق عظیم و خصائل پاکیزہ، حسن خلق، عدل و انصاف، سخاوت، رسول خدا کا ایثار، عفو و درگزر، بے زبانوں پر رحم و کرم، غلاموں پر شفقت، تعزیت و عیادت، حسن سلوک، پڑوسیوں سے برتاؤ، بچوں پر شفقت، اولاد سے محبت، عورتوں سے حسن سلوک اور مزاج اقدس میں سادگی کا ذکر ہے۔ دور چہارم میں معراج محمدی، فرضیت نماز و روزہ، حق شفاعت، سلام اور تہنیتی نظمیں، آپ کے بارہ احکامات، دعا (عربی)، نبی کریم کے پاکیزہ اقوال اور آپ کی حیات مقدسہ کے مشہور واقعات کا ترتیب وار تذکرہ کیا گیا ہے۔

مصنف کے طرز بیان کی دل آویزی و دلکشی کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے بخوبی کیا جاسکتا ہے:

”آج کی ”صبح سعادت“ شب اول کے خواب کی تعبیر لائی ہے یعنی یتیم عبداللہ“

جگر گوشہ آمنہ، شاہ حرم، شہنشاہ کونین، ہادی دو جہاں عالم باطن سے عالم ظاہر میں تشریف لاتے ہیں۔ حضرت آمنہ (حضور کی والدہ) حجرہ میں بیٹھی ہیں۔ ایک ننھا سا یتیم بچہ چھاتی سے لگا ہے۔ سینہ مانتا سے بھرا ہے اور وہ ایک ایسی رات کے تصور میں ہیں جو آج سے چند مہینے پہلے ہزاروں خوشیاں اور لاکھوں مسرتیں لے کر آئی تھی۔ ان کے شوہر مکہ کے حسین اور نیک سیرت عبداللہ ان کے سامنے تھے، وہ خود بھی ایک خوبصورت شخصہ تھیں جو نبی زہرہ نے اسی رات قریش کو دیا تھا۔ آج وہ بیوہ ہیں۔ دنیا کی کوئی مسرت انہیں وہ خوشی نہیں دے سکتی جو وہ کھو چکی ہیں۔ لیکن ایک ”در یتیم“ ان کے شوہر کی یادگار ان کی گود میں ہے۔ آج مکہ کی داویاں آفتاب نبوت کی نورانی شعاعوں سے جگمگا رہی ہیں۔ شہر مکہ کے اندر خانہ خدا کے پڑوس میں ایک شاندار مکان میں کسی بڑی تقریب کا اہتمام نظر آتا ہے۔ گھر کے بڑے احاطہ میں آگ جل رہی ہے، جس کے اونچے اونچے شعلے ہوا میں بل کھا رہے ہیں۔ نغموں اور تمغموں سے سارا مکان گونج رہا ہے۔ عربی مہمانوں کے قافلے دور دور سے اس تقریب میں شریک ہونے آئے ہیں کیونکہ ان تیز مزاج عربوں کے ہاں ایسی محبت کی دعوتیں کبھی کبھار ہی ہوتی ہیں۔ شہر کے مہمان پر تکلف لباس پہنے ایک ایک دو دو کر کے آ رہے ہیں اور آگ کے گرد جمع ہوتے جا رہے ہیں۔ کھانے کے بڑے بڑے طشت مہمانوں کے سامنے پتے جا رہے ہیں۔“ (۱۷)

شمسی عباد الرحمن کا میلاد نامہ مذہبی معلومات کی حیثیت سے میلاد کی محفلوں میں پڑھنے کے لئے ایک شاندار اضافہ ہے۔ حسن عقیدت کے اظہار اور سادہ و شائستہ انداز بیان نے اسلوب کو موثر بنا دیا ہے۔

ام زہیر

ام زہیر کا میلاد نامہ بعنوان "میلاد النبی" ۱۹۲ صفحات پر مشتمل ہے اور اسے اوارہ "بتول" لاہور نے ۱۹۷۸ء میں شائع کیا۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ لیاقت میموریل لائبریری، کراچی میں موجود ہے۔ (۱۸)
اس کے مندرجات عام میلاد ناموں کی طرح سے ہیں لیکن اس میں مستند روایات بیان کی گئی ہیں۔ زبان و بیان کے لحاظ سے سادگی و سلاست کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

سیدہ فاطمہ الزہرا بگدای

سیدہ فاطمہ الزہرا بگدای علمی و مذہبی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ مسلک کے اعتبار سے اہلسنت والجماعت ہیں۔ اپنے خاوند سید آل احمد عابدی کے ساتھ ملتان میں مقیم ہیں۔ اور میلاد زہرا کے ناشر بھی وہی ہیں۔

میلاد زہرا خواتین کی محافل میلاد کے لئے لکھا گیا ہے۔ اس کی وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے:

"اس میلاد نامے کے لکھنے کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ میلاد النبی سے متعلق

روایات و واقعات کو سادہ، سلیس اور آسان زبان میں بیان کیا جائے اور اس سے نبی

کریمؐ کی سیرت طیبہ کے عام پیلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔ یہ میلاد نامہ میری حضور

پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے دلی محبت و عقیدت کا مظہر ہے۔" (۱۹)

یہ میلاد نامہ عام کتابی سائز کے ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتابت اور طباعت بہت اچھی ہے۔ اور اسے محفل میلاد کی ایک نشست میں با آسانی پڑھا جا سکتا ہے۔ میلاد زہرا حمد باری تعالیٰ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد فضائل درود شریف، نماز کی اہمیت، سیرت نبویؐ، ولادت نبی کریمؐ، معراج النبیؐ، رمضان المبارک کی فضیلت، ستائیں رمضان المبارک، زکوٰۃ کا بیان اور حقوق العباد کے عنوانات شامل ہیں۔ ان موضوعات کو نثر میں بیان کیا گیا ہے۔ ہر نثری موضوع کے اختتام پر منظوم مدحت خیر الانام ہے۔ میلاد نامہ کے اختتام پر ایک "مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات" ہے اور آخر میں درود تاج معہ اردو ترجمہ شامل کیا گیا ہے۔

مصنف نے فضائل درود شریف کے بیان میں لکھا ہے:

"اگر کوئی بات بھول جائے یا کوئی چیز گم ہو جائے۔ گھر سے نکلے وقت، خرید و

فروخت کے وقت، دعا مانگنے وقت، بہر حال ہر ہر قدم پر درود پڑھنا بہت ضروری اور

منفید ہے۔ اولاً اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے ساتھ ابتدا کرے ایسی حمد و ثنا جو اس کے

شایان شان ہو۔ پھر رسول مقبولؐ پر درود بھیجے۔ اس کے بعد دعا مانگے، وہ کامیاب ہو گا

اور اپنے مقصد کو پہنچے گا۔ اسے میری پیاری بہنو! درود شریف پڑھنے کے بے انتہا

فوائد ہیں۔ نہ معلوم کس وقت کا پڑھا ہوا اور کس محبت کا پڑھا ہوا پسند آ جائے۔ ایک دفعہ بھی پسند آ جائے تو بیڑا پار ہے۔ ہم سب کا فرض اولین ہے کہ جب حضور پاکؐ کا ذکر آ جائے یا آپؐ کا نام مبارک کسی کی زبان پر آئے تو ہم سب کو چاہئے کہ حضور مقبول پر درود و سلام بھیج کر ثواب دارین حاصل کریں اور نہ پڑھ کر مفت میں گنہگار نہ ہوں۔ غالباً یہاں پر یہ بتا دینا چاہئے کہ ہم خواہ کتنا ہی گناہ کریں۔ ہم کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ایک دفعہ درود پڑھ لینے سے ہماری مغفرت ہو جائے گی اور ہمارے سارے گناہ کبیرہ اور حقوق العباد سب معاف ہو جائیں گے بلکہ یہ سب باتیں ہمارے ایمان اور نیت و عمل سے دیکھے جائیں گے۔ تمام مغفرت کا دار و مدار اس مالک حقیقی کے قبول کر لینے پر ہے کیا معلوم کوئی چھوٹی سے چھوٹی نیکی پر وہ اپنے بندوں کے گناہ معاف فرما دے اور کسی کا ایک دفعہ کا درود پڑھنا ہی پسند آ جائے اور وہی درود بندے کی مغفرت کا باعث بن جائے۔" (۲۰)

نبی کریمؐ کی ولادت مبارک کے بیان میں رقم طراز ہیں۔

"عرب کی سرزمین شرمکہ میں حضرت عبداللہ کے گھر ۳۰ ربیع الاول بروز دو شنبہ عالم انسانیت کا وہ نجات دہندہ پیدا ہوا۔ جس کی بشارت تمام انبیاء علیہ السلام دیتے چلے آئے تھے۔ جو فطرت کا بہترین شاہکار تھا۔ جو فخر آدم و حوا اور فخر نوح انسانی تھا۔ جس کا مرتبہ یہ ہے کہ ساری کائنات اس کے نام نالی کی وجہ سے پیدا کی گئی۔ جس ذات کا دنیا کو ایک عرصہ سے انتظار تھا اور جس کی پیدائش کا جن و ملک انسان و حیوان سب انتظار کر رہے تھے جو نہ صرف انسانوں بلکہ تمام کائنات کے لئے رحمت بن کر آیا اور اپنے ساتھ نور ہدایت اور ایک صحیفہ آسمانی لے کر آیا جو ابد الابد تک دنیا کو صراط مستقیم دکھلاتا رہے گا۔ جو غریبوں اور بیگسوں کا سارا ہے جو حق و صداقت کا پیکر اور منکرات و گمراہی کو دور کرنے والا ہے جو اس تاریک دنیا میں ہدایت کی روشن مشعل ہے۔ جو انسانیت کا محسن اعظم ہے۔ جس کی شریعت تا قیامت زندہ رہے گی۔ اور انسانیت کی رہنمائی کرتی رہے گی۔ حضور پر نور فخر عالم سرور کائنات محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور منصب جلیلہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خود اس طرح فرمایا ہے:

"اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ اسے ایمان والو تم بھی ان

پر درود و سلام بھیجا کرو۔" (۲۱)

اس کے بعد سلام ہے جو مصنفہ کا تحریر کردہ ہے بلکہ میلاد زہرا میں جس قدر مدحت خیر الانام شامل ہے۔ وہ سب ان کی اپنی کاوش ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ہر مرض کی دوا ہے صل علی محمدؐ

مومن کا حرز جاں ہے صل علی محمدؐ
 دنیا میں شاد ہو گا عقبی میں ہو گی بخشش
 جس لب پہ ہو گا جاری صل علی محمدؐ
 ہو مرض کوئی بدنی یا روح کی ہو کلفت
 سب کے لئے ہے شافی صل علی محمدؐ
 ہو رات یا کہ دن ہو اور شام یا سحر ہو
 ورد نہیں ہو زہرا صل علی محمدؐ
 (۲۲)

نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کے سلسلہ میں ایک نظم سے چند اشعار درج ذیل ہیں:

حق کے پیارے نبیؐ آج پیدا ہوئے
 وہ جمیل اشیمؐ آج پیدا ہوئے
 نام لوح ازل پر لکھا آپؐ کا
 وہ شفیع الاممؐ آج پیدا ہوئے
 سدہ المنتہی ہے مقام آپؐ کا
 وہ حبیب خداؐ آج پیدا ہوئے
 ختم کر دی نبوت تھی محبوب پر
 خاتم المرسلینؐ آج پیدا ہوئے
 بھیج زہرا تو ان پر درود و سلام
 فخر جن و بشر آج پیدا ہوئے
 (۲۳)

شاعرانہ طرزِ بیاں اور نزاکتِ تعمیل کے اعتبار سے ان کی منظومات عام فہم اور مقبول خاص و عام ہیں۔
 اشعار میں خلوص کی چاشنی موجود ہے۔ اور محض رسمی طور پر انہیں نظم نہیں کیا گیا۔ چند اشعار ملاحظہ
 ہوں:

تہدیتِ کر عمل سے زہرا تو پانچ وقت
 اور سوچ لے کہ دین کی قوت نماز ہے
 (۲۴)

ہو زہرا پہ نظرِ کرم اب خدا را
 کہ ہم بھی ہیں آخر تمہارے محمدؐ

(۲۵)

جمال خدا ہے جمال محمد
ہوا ہے نہ ہوگا مثل محمد

(۲۶)

شافع روز محشر رسول خدا
کاش زہرا کی بخشش ہو روز جزا

(۲۷)

آپ ہی ختم رسل شافع روز محشر
تری زہرا کا یہ ایمان رسول علی

(۲۸)

اب تو مایوس ہے دوری سے بہت ہی زہرا
اپنا دیدار کرا دو شہہ ابرار مجھے

(۲۹)

ہدایت مل گئی ہم کو درپچے کھل گئے دل کے
لیوں پر نام جب آیا تمہارا یا رسول اللہ

(۳۰)

میلاد زہرا میں شامل مضامین اور منظومات بہت آسان اور عام فہم ہیں۔ نبی کریمؐ سے دعا کی طلب و آرزو، ان کی استادِ طہی کا حاصل ہے۔ ختم نبوت کی تحریک کے زیر اثر ان کے میلاد نامہ میں خصوصیت سے آپؐ کی ”شانِ ختم رسل“ کا اظہار جا بجا ملتا ہے۔ دربار رسالتؐ میں ان کے استقامت و قیام اور موثر ہیں۔ انہی خوبیوں کی وجہ سے آج بھی میلاد زہرا خواتین میں خاصا مقبول ہے۔ اور خواتین کی محافل میلاد میں ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے۔

نامعلوم مصنفین کے میلاد نامے اور منظومات

اس حصے میں ان میلاد ناموں کو شامل کیا گیا ہے جن پر مصنفین کے نام نہیں ہیں البتہ ناشرین کے نام اور پتے موجود ہیں۔ یہ میلاد نامے بالعموم کسی کی فرمائش پر لکھے یا شائع کئے گئے تھے۔ زبان و بیان اور زمانی ترتیب کو ملحوظ رکھ کر انہیں یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

نامعلوم مصنف کا میلاد نامہ

کتب خانہ آصفیہ میں قدیم دکنی اردو مخطوطات میں ایک نامعلوم مصنف کا میلاد نامہ موجود ہے۔ کتاب کا نام بھی معلوم نہیں ہو سکا۔ خط نسخ و نستعلیق میں معمولی خوشخط میلاد نامہ ۲۰۸ صفحات پر محیط ہے۔

درمیان میں جانبا نبی کریمؐ کی مدح میں میلادیہ منظومات ہیں چونکہ یہ کتاب ناقص الآخر ہے اس لئے نام کتاب و مصنف وغیرہ کا پتا نہیں چلا۔ اس کی ابتداء میں ولادت باسعادت رسالتؐ کے حالات ہیں۔ اس کے بعد آپؐ کی حیات طیبہ کے دیگر واقعات اور معراج شریف کے حالات ہیں۔ اس کی تاریخ تصنیف مابعد ۱۲۵۰ھ ہے۔ آغاز ان سطور سے ہوتا ہے:

”..... بہترین حیات اور خوب ترین طاعات کہ پسندیدہ خالق کائنات اور وسیلہ

حصول بہشت و نعمات ہووے“ (۳۱)

اور انتہائی عبارت درج ذیل ہے:

”فرمایا اے جبرئیلؑ حال موت کا معلوم نہیں شاید ایک برس پہلے تو یہ میسر نہ ہو

پھر حکم آیا اگر ایک مینہ پہلے توبہ کرے۔ فرمایا.....“ (۳۲)

مولود النبیؐ

”مولود النبیؐ“ کے نام سے قدیم دکنی زبان کا ایک مخطوط کتب خانہ جامع مسجد بمبئی میں موجود ہے۔ ناقص الاول ہونے کی وجہ سے پتہ نہ چل سکا کہ اس کا مصنف کون ہے اور کس سنہ میں لکھا گیا ہے۔ عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ کسی عربی رسالہ کا ترجمہ ہے۔ متن اور ترجمہ یا شرح دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ متن سرخ روشنائی میں ہے اور ترجمہ سیاہ روشنائی میں ہے۔ موجودہ رسالہ ورق ۲ سے شروع ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف دو صفحے کم ہیں۔ اس کے آخر میں تحت ”مولود النبیؐ“ (۳۳) اور تاریخ دوازدہم شہر شوال المعظم و سنہ ۱۲۰۷ ہجریہ (مطابق ۱۷۷۳ء) لکھا گیا ہے۔ (۳۳) اس کے ۱۱۰ صفحات ہیں اور ہر صفحہ پر ۳۳ سطریں ہیں۔

نامعلوم شاعر کا معراج نامہ

دکنی دور کے مخطوطات میں ایک مثنوی ”معراج نامہ“ کا نسخہ پیرس کے قومی کتب خانہ میں موجود ہے۔ ۲۲ اوراق پر مشتمل اس مثنوی کے قریباً ۳۳۰ اشعار ہیں۔ خط نستعلیق میں اور ناقص الآخر ہے۔ اس کے مصنف کا نام اور تاریخ تصنیف وغیرہ نامعلوم ہے۔ اس کو فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں۔

نبیؐ سون امت سب کوئی ساچی رہو

صدق سات کلمہ بنے کا کو

کہ معراج نامہ کے سینو خبر

حکایت جو بولا ہون میں مختصر

کیا فارسی کو سو دیکھئے غزل

کہ ہر عام ہور خاص سمجھیں شکل

(۳۵)

اس میں واقعہ معراج النبی کے متعلق نہایت تفصیل سے صراحت و وضاحت ہے۔ ابتدائی کلام کا نمونہ
وغیرہ ملاحظہ ہو:

اول نام اللہ جو بولوں ابد
ثا اور صفت اس کی کر یہود
ثا اوص اوپر نت سزاوار ہے
کر نماز قدرت میں کرتا ہے
کیا چاند سورج ستاری فلک
زین آسمان حور جن و ملک
کہ پہلے سا کے سو دربان کون
کیا کھول بیگی سو دروازہ تون
سو دربان بولا کہ توں کون ہے
کہ آیا آدمی رات کیا کام ہے
کما میں ہوں جبریل کچھ کام تھا
گیا تھا زین پر جو فرمان تھا
کہ دربان بولا دوجا کون ہے
کہ محبوب حق کا نبی خاص ہے
کما مرحبا بیگی در کھول کر
تھے دیکھنے میں کہہ خضر
کہ اپراں پہلے طبق کے ملک
دیکھے نور کا وان پڑا سب جملک
کہ صلوات بولے د کئے سلام
دئے جواب ان کو علیک السلام

(۳۶)

دکنی دور کا ایک اور معراج نامہ

دکنی دور کے ایک اور معراج نامہ کی بمبئی یونیورسٹی کے مخطوطات میں نشان دہی کی گئی ہے۔ اس
مثنوی کی ابتداء درج ذیل شعر سے ہوتی ہے:

الہی توں قادر ہے بیسار کا
توں آدھار ہے سب نرا دھار کا

(۳۷)

اس مخطوطہ کی کتابت کے بارے میں لکھا گیا ہے:

"۱۵- دسمبر ۱۷۷۳ء کو میلہ پور بندرگاہ میں نقل کی گئی۔" (۳۸)

اس مثنوی کے مصنف اور صحیح تاریخ تصنیف کی معلومات فراہم نہیں ہو سکیں۔

معجزات نبویؐ

مثنوی معجزات نبویؐ کا ایک مخطوطہ کتب خانہ جامع مسجد بمبئی میں موجود ہے۔ یہ مثنوی اول و آخر سے ناقص ہے۔ اس لئے مصنف اور درست سال تصنیف کا پتا نہیں چل سکا۔ اس کا موضوع نبی کریمؐ کے معجزات ہیں۔ موجودہ حالت میں یہ اٹھارہ معجزات پر مشتمل ہے۔ مضمون کی ترتیب سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابتداء میں حمد کا پورا باب اور نعت رسالتؐ کا کچھ حصہ غائب ہے۔ موجودہ نسخہ مناقب خلفائے راشدین سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد منقبت محبوب سبحانی اور پھر مناجات ہے۔ اس کے بعد اصل مضمون شروع ہوتا ہے۔ مناجات کے چند شعر حسب ذیل ہیں:

صحیح رکھ توں ہر آن اعضا مرے

نہ گردان ناقص کرم سوں ترے

توں کر غنو ماضی گزہ مجھ تمام

کرا حال نیکی کے میری سوں کام

توں کر مصدر غور میرا ضمیر

نہ کر فعل بد کا توں طرف عذیر؟

مرا شعر معروف کر مثل دیں

نہ مجھول و مفال ہویں حرف ہمیں

توں قائل نہ کر مجھ برے کام پر

توں مفعول مجھ نیک انجام کر

(۳۹)

اس مثنوی کے کل اشعار قریباً ۳۶۰ ہیں۔ اس میں معراج نامہ معظم کی طرح اس کی سرخیاں بھی منقوم ہیں جو بذات خود ایک قصیدہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس میں اس قسم کے سولہ اشعار ہیں۔ اس کا پہلا اور آخری شعر حسب ذیل ہیں:

حمد خدا، نعت نبیؐ بولیا جنے سو اس پر

واجب ہویا کرنا انے اب مدح چار یاروں کا

(۴۰)

یو او بیاں یک شخص نے حضرت کے یاراں تے کیا
 دھر بغض اپنے دل نئے مقول ہوا، تلوار کا
 (۳۱)

معراج النبیؐ کے بارے میں اشعار ملاحظہ ہوں:

شتابی تھیں اسوار ہو اس پر
 بلایا ہے تمنا خدا زود تر
 محمدؐ نے تب اس پر اسوار ہو
 چلے حق کے لئے کوں تیار ہو
 محمدؐ کے جبرئیل ہو ہرکاب
 چلے وہاں تھیں لے کو نبیؐ کوں شتاب
 (۳۲)

قصیدہ باز و فاختہ

دکن میں دسویں اور گیارہویں صدی ہجری کے زمانے میں محافل میلاد میں پڑھنے کے لئے نبی کریمؐ کے
 چند معجزات منظوم ملتے ہیں۔ ان میں جنوبی گجراتی اور علی کے منظوم معجزات کا ذکر پہلے آچکا ہے۔
 انہی منظوم معجزات کے ضمن میں ستر اشعار کی ایک مشہور باز و فاختہ ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کی
 سخاوت ایک قصہ کے انداز میں بیان کی گئی ہے کہ ایک روز حضرت جبرئیلؑ اور حضرت عزرائیلؑ باز اور
 فاختہ کے روپ میں آپؐ کے پاس تشریف لائے۔ فاختہ نے آپؐ کے حضور التجا کی یہ باز مجھے کھانا چاہتا
 ہے۔ آپؐ نے باز کو منع فرمایا تو باز نے کہا کہ اگر آپؐ مجھے اپنے رساں مبارک کا گوشت کھائیں تو میں
 فاختہ کو چھوڑ دوں گا۔ اصحاب رسالتؑ اور اہل بیت نے اپنا گوشت پیش کیا مگر باز نے بول نہ کیا آخر
 جب آپؐ اپنا گوشت کھانے لگے تو پھر آپؐ کا دست مبارک باز نے تمام کر صبح صورت حال عرض کی کہ ہم
 فرشتے ہیں اور صرف آپؐ کی سخاوت آزمانے کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ مشہور کی زبان سے اندازہ ہوتا ہے
 کہ یہ قصیدہ سن ۱۱۱۱ھ سے قبل لکھا گیا تھا۔ قصیدہ کے آخری اشعار ملاحظہ ہوں:

چلے گئے فرشتے یہاں سے مگر
 کئے جا خدا کو یہ ساری خبر
 انہی ہمیں کیا جو تعریف کرے
 کہ پارے حبیبؐ کی صفت کیا کرے
 سخن صفت اوس کا سو اثبات ہے
 کہ سب حال میں پاک او ذات ہے
 کہیں کس زبان سوں جو تعریف ہم

کہ دریا بھرا نور ہے در میم
ہزاروں درود اور ہزاروں سلام
زباں ہے محمد علیہ السلام
(۳۳)

نامعلوم شاعر کا میلاد نامہ

”تولد نامہ منظوم“ کے عنوان سے نامعلوم شاعر کے میلاد نامہ کا ایک مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ یہ مخطوطہ چند دیگر مخطوطات کے ساتھ ایک جلد میں زیر نمبر ۱۹۲۳ پنجاب یونیورسٹی لاہور ورق ۳۷ تا ۹۶ موجود ہے۔ اس کے عنوانات فارسی میں ہیں اور سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ اس کا کاتب محمد مسلم ہے اور اس کی تاریخ کتابت ربیع الاول ۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء درج ہے۔ چند شعر بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:

ہوئی چار سال حضرت کی عمر جب
کسا دانی خوشی کچھ میں کروں اب
نیا جوڑا شاد میں - پستاؤں
نئی کو آج میں نوشہ بناؤں
منگا کر پھول کے گہرے پستاؤں
بتاش شیرینی گھر گھر بناؤں
گرہ جو سال حضرت کے بڑھاؤں
خوشی کا ڈھول آگنی میں دہراؤں
(۳۴)

وفات نامہ، نامعلوم مصنف

ایک وفات نامہ کا اسپرنگر نے ذکر کیا ہے۔ یہ عربی سے ریختہ میں ترجمہ ہے۔ اس کا ابتدائی شعر ہے:

وہی ہے سزاوار حمد و ثنا کا
کہ جس کی نہیں ابتدا انتہا
(۳۵)

اس میں کافی کی ایک غزل بھی موجود ہے مگر حاجی محمد حسین نے اسپرنگر کو بتایا کہ کافی اس مثنوی کا مصنف نہیں ہے۔ یہ وفات نامہ ۲۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور یہ مخطوطہ کانپور میں ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۱ء میں لکھا گیا تھا۔

وفات نامہ نامعلوم

منظوم "وفات نامہ" برہم پریس دہلی کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ یہ ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے مصنف اور سال تصنیف کے بارے میں معلومات نہیں مل سکیں۔ اس وفات نامہ کے آخر میں مناجات فقیر ہے اور اس میں کسی فقیر نامی شاعر نے اپنے تخلص کے استعمال سے اس امر کی نشان دہی کی ہے۔ وفات نامہ کے عنوانات غلام امام شہید کے وفات نامہ سے ملتے ہیں۔ ان عنوانات اور اسلوب سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا سال تصنیف ۱۸۵۷ء کے بعد کا زمانہ ہے۔ اس وفات نامہ کا شمالی ہند کے ابتدائی دور کے فقیر نامی شاعر جس نے نور نامہ لکھا تھا، عنوانات اور زبان و بیان کی وجہ سے، اس سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ کتابت میں املاء کی کافی اغلاط ہیں۔

بیان وفات ملاحظہ ہو:

عزیزو ذرا کھول کر گوش جان
وفات نبیؐ کا سنو تم بیان
محمدؐ کے غم میں جو آنسو ہمیں
وہ آنکھیں نہ دوزخ میں ہرگز جلیں
کما آ کے جبرئیل نے یہ پیغام
کہ بھیجا ہے حق نے درود و سلام
کما ہے پھر اکملت اللہ نے
کہ اوس کو پڑھوں آپ کے سامنے
ہوئیں یعنی اب نعمتیں سب تمام
میں ہے تمہاری و ختم کلام
خوشی سے ہوا دل سب کا یار یار
ابوبکرؓ کا دل ہوا داغ داغ
ابوبکرؓ کے آنسو بہنے لگے
پھر اتنے میں سب یار کہنے لگے
یہ کیا ہے سب جو ابوبکرؓ یار
یہ پیغام سن کر ہوا زار زار
عمرؓ نے کہا کچھ تو اسرار ہے
جماعت کا ابوبکرؓ سردار ہے
وہی واقف راز خیر البشر
خدا جانے ہے کس طرح کی خبر

رحمتہ الرحیم فی ان کان میلاد النبی الکریم

میلاد نامہ رحمتہ الرحیم مطبع ابوالعطائی آگرہ کا مطبوعہ ہے۔ ناقص الآخر ہے اور ۵۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے مصنف کا نام نہیں مل سکا۔ سرورق پر حسب فرمائش شیخ ریاض الدین تاجر کتب، آگرہ لکھا ہوا ہے۔ قرن قیاس ہے کہ ۱۸۸۰ء اور ۱۸۹۵ء کے درمیانی عرصہ کی تالیف ہے۔ زبان و بیان، کتابت و طباعت اور کاتب کی عقلی و بوسیدگی سے بھی ان شواہد کو تقویت ملتی ہے کہ یہ پچھلی صدی کی تصنیف ہے۔ مولوی عبدالرحیم ہادی کے میلاد رحمتہ الرحیم سے اس میلاد نامہ کا نام تو ضرور ملتا ہے لیکن اس کے عنوانات و بیانات اس سے یکسر مختلف ہیں۔

نور نبوی کے بارے میں ایک روایت ملاحظہ ہو:

”حضرت آدمؑ کے تمام بدن میں نور محمدیؑ ایسا روشن تھا کہ تمام جسم آدم کا نور کا پتلا بن گیا تھا۔ تمام فرشتے زیارت کرتے تھے۔ اس نور کی برکت سے آدمؑ کو حق تعالیٰ نے سب چیزوں کا علم دیا اور فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ تب آدم علیہ السلام نے بارگاہ احدیت میں عرض کی کہ یا رب یہ کس کا نور ہے جو میری پیشانی پر چمکتا ہے حکم آیا کہ یہ ہمارے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے جو تیری پیشانی پر جلوہ افروز ہے، آپ کمال مشتاق ہوئے حکم ہوا کہ اپنے انگوٹھے کے ناخن پر دیکھو جب آدم نے دیکھا تو جمال مبارک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نظر آیا۔ آدم نے چوم کر آنکھوں پر رکھا اور درود پڑھا۔“ (۴۷)

فضائل درود شریف کے بارے میں چند شعر ملاحظہ ہوں:

ہر مرض کی دوا درود شریف

دافع ہر بلا درود شریف

ورد جس نے کیا درود شریف

اور دل سے پڑھا درود شریف

حاجتیں سب روا ہوئیں اس کی

ہے عجب کیسیا درود شریف

آپ کے ساتھ حشر میں ہو گا

جس نے اکثر پڑھا درود شریف

جس لئے جو پڑھے وہ حاصل ہو

ہے یہ عقدہ کشا درود شریف

اس میلاد نامے میں ہر نثری بیان کے بعد موقع و محل کی مناسبت سے موزوں منظومات موجود ہیں۔ اس اسلوب کی وجہ سے محافل میلاد اور دیگر مذہبی تقریبات میں پڑھنے کے لائق ہے۔

مجموعہ مولود شریف اور وعظ شریف

”مجموعہ مولود شریف اور وعظ شریف اور حالات غوث التقلین اور کرامات شریف“ اس میلاد نامہ کا پورا نام ہے۔ نام مصنف، سنہ تصنیف و طباعت درج نہیں۔ حاجی محمد عبدالقیوم تاجر کتب کلکتہ کی فرمائش پر مرتب کیا گیا اور مطبع قیومی کٹنپور سے طبع ہوا۔ کل صفحات ۱۷۸ ہیں۔ یہ میلاد نامہ دیگر کتب و رسائل میلاد سے بہت حد تک منفرد اور جدت و تنوع کا حامل ہے۔ اس میں ان تمام معاشرتی و سماجی برائیوں کو بیان کیا گیا ہے جن سے مال و دولت اور وقت کا ضیاع ہوتا ہے۔ ابتدائی حصے میں غوث الاعظم کی کرامات اور شرف و فضیلت کا بیان ہے۔ واعظانہ رنگ غالب ہے، جس کی وجہ سے یہ میلاد سے زیادہ وعظ کی کتاب معلوم ہوتی ہے۔

کشش مصطفیٰ

کشش مصطفیٰ ایک مختصر میلاد نامہ ہے جو مطبع مرتضائی آگرہ سے ۱۹۲۳ء میں طبع ہوا تھا۔ اس کی روایات کے بیان میں بھی کسی ماخذ کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ اس کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی میلاد خواں نے مختلف میلاد ناموں سے خوشہ چینی کر کے اس کو ترتیب دیا ہے اور اس میں عوام کی پسندیدگی کو بھی مد نظر رکھا ہے۔ اس میلاد نامے کو منشی احمد حسین بیان مسٹر اوی نے طبع کرایا ہے۔

گلدستہ معراج، نامعلوم مصنف

معراج نامہ ”گلدستہ معراج“ دین محمدی پریس، لاہور سے ۳۔ دسمبر ۱۹۲۶ء کو ملک دین محمد، تاجر کتب کشمیری بازار، لاہور کی فرمائش پر شائع ہوا۔ یہ نظم و نثر کے ۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔

حضرت جبرئیلؑ شب معراج نبی کریمؐ کے پاس تشریف لا کر آپ کو جگاتے ہیں۔ نمونہ اشعار ملاحظہ ہو:

استراحت میں تھے مصروف شہنشاہ انام
خواب نے نرمگی آنکھوں میں کیا تھا آرام
دل میں کہتے تھے کہ بیشک ہے تردد کا مقام
ترک آداب ہے کس طرح جگاوے یہ غلام
ہوا جبرئیلؑ کو اس طرح سے واں پر الہام
بہر بیداری محبوب خدا کر یہ کام
اپنا منہ مل قدم پاک سے اے نیک انجام

ماتا جا منہ کو اور آہستہ کے جا یہ کلام
 ہے یہ معراج کی شب اے میرے سرور جاگو
 آیا جبرئیل ہے لینے کو پیغمبر جاگو
 در پہ جبرئیل کھڑا ہے شہ انور جاگو
 لو بلاتا ہے خدا تم کو پیغمبر جاگو
 غیرت مر منیر و مد انور جاگو
 بخت پر آپ کے قرباں سکندر جاگو
 چل کے بخشش کو امت کی بلاتا ہے خدا
 یہ شب قدر ہے اے شہنشاہ محشر جاگو
 (۳۹)

نثر کے نمونہ کے لئے براق کی تعریف سے مختصر اقتباس ملاحظہ ہو:

”تفسیر زاد المذکرین میں لکھا ہے کہ سراسر براق کا موتی کا اور کان زمرہ کے اور
 ماتھا لعل کا۔ جس پر یہ خط نور لکھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ آنکھیں اس کی لعل
 کی، ناک کربا کی، ہونٹ مونگے کے، دانت موتی کے، گردن یاقوت کی، ایال زعفران
 کی، جب سر کو ہلاتا، منگک جھڑتی، پھریری لینے سے بالوں میں نور لراتا، بال بال میں
 موتی پروے ہوئے۔ سم جہاں رکھتا زمین روشن ہو جاتی، پیچہ اس کی سونے کی، پیٹ
 چاندی کا، ہاتھ پاؤں زمرہ کے، دم شاخ مرجان کی، دونوں بازو طرح طرح کے جواہرات
 سے جڑے ہوئے۔“ (۵۰)

گلدستہ معراج، عام فہم انداز میں لکھا گیا ہے۔ اس وجہ سے کم استعداد کے لوگ بھی اس سے کماحقہ
 استفادہ کرتے رہے۔ اس میں واقعات کی ترتیب اور اسلوب بیان کی خوبی نے زیادہ سے زیادہ عام الناس
 میں معراج النبی کی افادیت اور اہمیت اجاگر کی۔ اس طرح سے ان میلاد ناموں کی بدولت سیرت نبوی کے
 زیادہ سے زیادہ گوشوں کو جاننے اور سمجھنے کا ذوق پیدا ہوا۔

سراج منیر فی میلاد سید البشیر والنذیر

اس میلاد نامے کا عنوان قرآن کریم سے ماخوذ ہے۔ اس میلاد نامے میں نبی کریم کے صرف انہی
 اوصاف کو بیان کیا گیا ہے جو قرآن حکیم میں موجود ہیں۔ بشیر و نذیر یعنی بشارت دینے والا اور ڈر ستانے
 والا۔ زبان سلیس و روان ہے۔

میلاد سعدی

میلاد سعدی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، کشمیری بازار لاہور کا مطبوعہ میلاد نامہ ۳۸ صفحات پر محیط ہے۔ سنہ

تصنیف و طباعت اور نام مرتب درج نہیں۔ اس میلاد نامے کا آغاز ایک حمد سے ہوتا ہے۔ یہ دراصل حمد و نعت کا ایک خوبصورت امتزاج ہے۔ اور پورے میلاد نامہ کا دیباچہ معلوم ہوتی ہے۔ اس کے بعد آداب محفل میلاد شریف، کثرت درود خوانی کی برکات اور پھر نبی کریمؐ کے اوصاف حمیدہ اور خصائل پاکیزہ کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے انبیاء پر آپؐ کے تفوق و فضیلت کا ذکر ہے۔ میلاد سہمی میں منقول روایات کے لئے کسی مستند کتاب کا حوالہ درج نہیں ہے لیکن بغرض تحقیق اکثر کتب ہائے سیر کے مطالعہ سے پتا چلا کہ یہ تمام مذکورہ روایات من و عن ملتی ہیں۔ کہیں کہیں زور بیان دکھانے کے شوق میں قافیہ آرائی کا التزام کیا ہے یا پھر ایسی روایات ہیں جو دوسری کتابوں سے بیحد نقل کر لی گئی ہیں۔ زبان و بیان عام طور پر وقت و ثقافت سے پاک ہے۔ بطور نمونہ درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو :

”ولادت نبی کریمؐ کا جب وقت قریب ہوا۔ دن نے آرزو کی کہ خداوند تعالیٰ اس نعمت عظمیٰ سے مجھے مشرف فرما۔ رات کی تمنا تھی کہ یہ دولت ہائے سعادت مجھے حاصل ہو، اس وقت باری تعالیٰ سے ارشاد ہوا کہ اے لیل و نهار تم ہرگز غم نہ کرو۔ ہم نے تم دونوں کی دعا قبول فرمائی۔ اپنے حبیبؐ کا ہم ایسے وقت ظہور فرمائیں گے جب تم دونوں کے حصے اور جز شامل ہوں گے یعنی صبح صادق کے وقت حضور سرور کائناتؐ رونق افزائے محفل عالم ہوئے۔“ (۵۱)

بحیثیت مجموعی مولود سہمی اپنے طرز نگارش اور روایات کے بیان کے لحاظ سے بہتر میلاد نامہ ہے۔ مولود سہمی کے نام سے مطبع مجتہدانی لکھنؤ سے کئی بار چھپا۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ اس کے عنوانات میں معراج اور فضائل نماز کا اضافہ ہے۔

نور نامہ رسول مقبولؐ

نور نامہ رسول مقبولؐ رحمن برادر س، شارع لیاقت کراچی کا چھپا ہوا ہے۔ اس پر مصنف کا نام اور سال طباعت درج نہیں ہے۔ اس نور نامہ میں بیان ولادت، معراج، معجزات، وفات النبیؐ اور قصہ حلیمہ سعدیہؓ و حضرت بلالؓ بھی شامل ہیں۔

منظوم نور نامہ میں حمد و نعت کے بعد پیدائش نور محمدیؐ رفتن نور پیش آب، باد، آتش و خاک، اسناد نور نامہ، شمائل النبیؐ، عمد نامہ، مناجات ابوبکر صدیقؓ کے عنوانات ہیں۔ بیان ولادت میں فضائل و مراتب، شرف نسب، ولادت شریفہ، زمانہ طفلی، زمانہ شباب، تائید اور وفات مبارکہ کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ معراج کے بیان میں سارے واقعات منظوم ہیں، اس میں مکالمہ زمین و آسمان، دعاء فلک بجناب باری تعالیٰ، شب معراج، تشریف لے جانا حضورؐ کا عرش پر، قصہ یہودی مگر معراج، قصہ فرزند ان جابرؓ اور علامات قیامت شامل ہیں۔ وفات نامہ، قصہ حلیمہ سعدیہؓ و حضرت بلالؓ بھی منظوم ہیں۔ معجزات میں معجزہ شق القمر،

معجزہ درخت، معجزہ ہرنی، معجزہ مسجد اور معجزہ کھجور منکوم ہیں۔

نور محمدی کے بارے میں چند شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

نبیؐ اور جبرئیلؑ اک دن تمام

تھے آپس میں با یک دگر ہم کلام

مگر فاطمہ بھی تھیں حاضر وہاں

نبیؐ سے کہا یہ کرو تم یہاں

کہ تم ہو بڑے یا کہ میں جبرئیلؑ

مجھے اس کی بتلاؤ اب تم دلیل

یہ جبرئیلؑ بولے نبیؐ سے کلام

بڑے ہو تمہیں اے نبیؐ ذوالکرام

ولیکن تو ہوں عمر میں میں بڑا

کہ سن سال میرا ہے تم سے سوا

نبیؐ نے کہا اے ابنی! جبرئیلؑ

تا عمر کی مجھ کو اپنی دلیل

کہا پھر یہ جبرئیلؑ نے اے رسولؐ

خدا کی تو درگاہ میں ہے قبول

مگر مجھ سے آگے تھا اک جٹوگا

ستارہ جو تھا حق نے پیدا کیا

ہوا قدرت حق سے جب وہ بلند

ستارہ جو تھا نور سے ارجمند

رہا وہ پڑا سال ستر ہزار

لیا پھر بلندی پہ اس نے قرار

نبیؐ نے کہا وہ مرا نور تھا

ستارہ جو دیکھا ہے تو نے سدا

سو اس سے پہلے مرا نور تھا

کہ لاکھوں برس پہلے موجود تھا

(۵۲)

نور نامہ کی تمام منظومات میں روانی ہے۔ اس میں ان بحور کی خاص موسیقیت کا بھی عمل دخل ہے۔ جو مجلسی ضروریات کے تحت لکھی جانے والی مثنویوں میں بکثرت استعمال ہوتی ہیں۔

مولود و پسند ۱۹۳۹ء میں مطبع مجیدی، کانپور نے شائع کیا۔ اسے حاجی محمد سعید تاجر کتب، کلکتہ کی فرمائش پر مرتب کیا گیا۔ اس کی ابتداء آیات قرآنی اور درود تاج سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد درج ذیل عنوانات ہیں:

فضائل درود شریف، قصیدہ عربی برزنجی شریف، نور نبوی کا بیان، عربی قصیدہ رسالتاب، نعت بزبان اردو، قصیدہ نبی کریم بزبان عربی، شخص عربی، قصائد سرور کائنات بزبان فارسی، روایات ولادت عربی زبان میں، ولادت مقدسہ، بیان تولد منظوم، قصیدہ سلام بزبان عربی، بیان تولد معہ بیان وفات حضرت عبداللہ، قصیدہ قیام عربی اور اردو میں، میلادیہ منظومات، مناجات اردو، مناجات حضرت ابوبکر صدیق عربی میں، اور مناجات در نعت رسالتاب، از لطف بریلوی۔

فضائل درود شریف سے تفرکاً نمونہ ملاحظہ ہو:

”ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مجھ پر درود پڑھنا بھول جائے وہ بہشت کے راستے کو بھول جائے اور فرمایا نبی کریم نے کہ تمہیں شخص قیامت کے دن میرا منہ نہیں دیکھیں گے اول نافرمانی کرنے والے ماں باپ کی، دوسرے ترک کرنے والے میری سنت کو، تیسرے وہ شخص کہ اس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ وہ دوزخی ہے۔ فرمایا نبی کریم نے جو شخص جمعہ کے دن بعد نماز عصر کے ۸۰ مرتبہ اس درود شریف کو پڑھے۔ اسی برس کے گناہ اس کے معاف کئے جائیں وہ درود شریف یہ ہے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْأَمِيِّ وَعَلَىٰ آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ“ (۵۳)

اس میلاد نامے میں روایات کے بیان میں قرآن و حدیث کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ نیز نزہت المجالس، بحر الرائق، فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ تہذیب، تفسیر روح البیان، مدارج النبوت، جمع الجوامع، برزنجی شریف اور روشد الاحباب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

ان لوگوں کا کیا اچھا نصیب ہے جو محفل میلاد میں شامل ہو کر ذکر خیر سنتے ہیں۔ اور ثواب بے حساب بارگاہ رب العالمین سے پاتے ہیں:

مالک الملک لا شریک لہ
 وحدہ لا الہ الا هو
 کر کے مالک کا شکر پڑھ کے درود
 کرتا ہوں ذکر محفل مولود
 مومنو یاں ادب سے آؤ تم
 عطر خلت بسا کے لاؤ تم
 ذکر خیر الوریٰ کی محفل ہے
 مولد مصطفیٰ کی محفل ہے

جن کو سب انبیاء نے مانا ہے
ان کے مولد کا شادیانہ ہے
جہاں یہ ذکر خیر پاتے ہیں
لئے رحمت فرشتے آتے ہیں
پڑھتے کثرت سے ہیں درود اس میں
کیوں نہ رحمت کا ہو درود اس میں
(۵۳)

اس قسم کے میلاد یہ قصائد و منظومات میں نادر خیالی اور جدت طرازی کا عنصر نمایاں ہے۔ نثر میں بھی زور بیان ہے۔ عربی اور فارسی قصائد میں ایسی علمی اصطلاحات ہیں، جن کی صحیح تفہیم سے عام قابلیت کے لوگ محروم رہتے ہیں۔ عربی فارسی کے قصائد میں الفاظ و تراکیب کا شکوہ اور بے پناہ علیت کا اظہار ہے۔

میلاد دین محمدی

میلاد دین محمدی کے مولف کا نام نہیں مل سکا۔ یہ میلاد نامہ ۱۹۰۵ء میں مجتہبانی پریس، دہلی میں طبع ہوا۔ کتابت اعلیٰ درجے کی ہے۔ زبان نہایت سادہ با محاورہ اور سلیس ہے۔ حنائی کاندھ پر طبع شدہ ہے۔ اس کی صفحات ۱۳۶ صفحات پر محیط ہے۔ عام میلاد ناموں کی روایات کے بیان کے علاوہ اس میں نبی کریمؐ کا شجرہ طیبہ بھی دیا گیا ہے۔ تاریخی انداز میں اہل عرب کی ایام جاہلیت کی بہت سی رسومات قبیحہ قلبندہ کی گئی ہیں۔ میلادی روایات شواہد انبوت اور روشہ الاحباب سے ماخوذ ہیں۔ ان کتابوں کے علاوہ مصنف نے سیرت ابن ہشام، مواہب اللدنیہ اور نزہت المجالس سے بھی استفادہ کیا ہے۔ نزہت المجالس سے یہ روایت نقل کی گئی ہے:

”محترمہ آمنہؓ خاتون فرماتی ہیں کہ ایام حمل کے پہلے ماہ حضرت آدمؑ نے
دوسرے ماہ حضرت شیثؑ نے، تیسرے ماہ حضرت ادریسؑ نے، چوتھے ماہ حضرت نوحؑ
نے، پانچویں ماہ حضرت ہودؑ نے، چھٹے ماہ حضرت ابراہیمؑ نے، ساتویں ماہ حضرت موسیٰؑ
نے، بشارت تشریف آوری حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دی۔“ (۵۵)

ایام رضاعت کے حالات اس میلاد نامے میں طبرانی اور ہیثمی کے حوالے سے بیان کئے گئے ہیں۔
”علیہؑ فرماتی ہیں کہ میں جس وقت اپنے خاوند کے ہمراہ شیر خوار بچے کو ساتھ
لے پرورش اطفال کی خدمت تلاش کرنے کے سلسلے میں اپنے گاؤں سے شہر مکہ آئی تو
اس وقت قحط کا زمانہ تھا۔ میری اونٹنی دوسری اونٹیوں سے کمزور تھی۔ اس لئے اپنے
ہمراہوں سے میں پیچھے رہ گئی اور میرے ساتھ والیوں نے امراء مکہ کے تمام بچے
پرورش کے لئے لے لئے اور صرف ایک یتیم بچہ رہ گیا جس کو یتیمی کے باعث
پرورش کے لئے کسی نے نہیں لیا۔ آخر جب تمام عورتیں مکہ سے لوٹ گئیں۔ تو میں

نے اپنے خاوند سے مشورہ کیا کہ خالی ہاتھ جانے کی نسبت یہ مناسب ہے کہ یتیم بچہ کو ہی لے لیا جائے۔ میرے خاوند نے بھی یہ مشورہ قبول کر لیا۔ ہم دونوں عبدالمطلب کے گھر آئے اور چاند سے زیادہ خوبصورت بچے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور میں ان کے چہرہ مبارک کو زیادہ دیر تک دیکھنے کی تاب نہ لا سکی۔" (۵۶)

عصر حاضر میں سلیس و سادہ زبان میں شعراء و صوفیاء نے محافل میلاد میں پڑھنے کے لئے بکثرت میلاد نامے لکھے جو اثر و تاثیر کے اعتبار سے دل کی گہرائیوں میں اتر جاتے تھے۔ ان میں بیشتر میلاد نامے ایسے بھی ہیں جو کسی مطبع کے مالک کی فرمائش پر لکھے گئے اور ان پر کسی بھی مولف یا مصنف کا نام نہیں ہے۔ اس قسم کے میلاد ناموں میں "میلاد دین محمدی" بھی ہے۔

منظوم میلاد رسول مقبول

منظوم میلاد رسول مقبول، مطبوعہ رحمان برادر س کراچی ہے۔ سامعین منظومات کو اذہر کر لیتے ہیں۔ اس میلاد نامے میں ترنم، نثر، صداقت اور موسیقیت موجود ہے۔ اس میں سے "معجزہ شق القمر" کا ایک نکلوا درج ذیل ہے:

"کسی اور راوی نے یوں ہے کہا
ہر اک پارہ نہ ہوا جب جدا
ہر اک ٹکڑے میں فرق اتنا ہوا
نظر سچ میں آیا کوہ جدا
پھر اک دم میں نکلوا ہر اک آ ملا
قمر جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا
وہاں سب نے دیکھا جو یہ معجزہ
لگا کوئی کہنے کہ صلی علی
مشرف بہ اسلام یعنی ہوئے
بہت لوگ جادو کے دھوکے رہے
خصوصاً ابو جہل نے یوں کہا
ہے جادو صریحاً نہیں معجزہ
یہ دھوکا فقط ہے ہمارے لئے
نہیں ٹکڑے جہرگز ہوئے چاند کے
کہ ہم لوگوں کو ایسا آیا نظر
کہ دو ٹکڑے ہاں ہو گیا ہے قمر
زمین پر تو چلتے ہیں جادو بھی

نہیں چلتا ہے آسمان پر کبھی
 کوئی جادوگر کوئی ساحر ہو گر
 تا جادو چلے گا کوئی چرخ پر
 مگر ہے محض کا جادو بڑا
 کہ بلائے افلاک چلنے لگا
 ازل سے کیا حق نے جس کو شقی
 بجا لائے کیوں کر وہ قول نبیؐ
 نخل ہو کے آپس میں پھر یوں کہا
 یوں ہی سحر کرتا ہے وہ برطا
 یہ فرمایا حضرتؐ نے پھر ایک بار
 کرو معجزہ کو نہ جادو شمار
 بس حجت حق ہے تم پر تمام
 تمہیں ہم نے سمجھا دیا والسلام

(۵۷)

اسی طرح دوسرے معجزات بھی نہایت روانی کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ مولف کا نام اور سال تصنیف و طباعت کا اس میں کہیں اندراج موجود نہیں۔

غیر مسلم شعراء کی میلادیہ منظومات

نبی کریمؐ سے عشق و محبت ہر مسلمان کے ایمان کی بنیاد و اساس ہے۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی نبی کریمؐ سے والمانہ و ابھگی و شینگی کا صحیح اندازہ کرنا بے حد دشوار ہے کیونکہ آج مسلمان یقیناً وہ نہیں ہیں جو کبھی تھے۔ ان کے اوصاف کے جوہر درخشاں ماند پڑ گئے ہیں۔ لیکن اس اعتراف حقیقت کے باوجود مسلمانوں کے سینوں میں حب نبویؐ کا جذبہ بدستور محفوظ ہے بقول اقبالؒ:

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است
آہوے ما ز نام مصطفیٰ است

مسلمانوں کے اس عشق رسالتؐ کے جذبہ نے لاکھوں غیر مسلموں پر بھی گہرا اثر ڈالا۔ برصغیر میں اسلام ابتداء ہی میں پہنچ گیا تھا۔ یہ ناممکن تھا کہ صدیوں سے کجائی اور مخلوط معاشرت کی وجہ سے غیر مسلم اسلام سے متاثر نہ ہوتے۔ اس کے علاوہ نبی کریمؐ کی ذات ستودہ صفات کے حسن اخلاق، انسان دوستی، مومن و کافر سے مساویانہ سلوک، رحم دلی، سخاوت، انصاف اور بنی نوع انسان کی بھلائی پر مبنی تعلیمات و ارشادات اور ان پر عمل ایسے اوصاف حمیدہ ہیں جن کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ نبی کریمؐ کے انہی محلد جمیلہ نے مسلم و غیر مسلم کو یکساں طور پر متاثر کیا۔ ان اثرات کے زیر اثر لاکھوں خوش نصیب مسلمان ہو گئے۔ لاکھوں کے عقائد و نظریات میں بنیادی تعمیر پیدا ہوا۔ سینکڑوں اپنے عقائد پر قائم رہے لیکن نبی کریمؐ کے بارے میں مسلمانوں کی طرح محبت افروز جذبات کا اظہار کرتے رہے۔

جنہوں نے اپنے الفت و محبت کے جذبات کو شعری قالب میں ڈھالا۔ ان کی مدحت خیر الانام کے نمونے دکنی دور سے ملتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی نے سیاسی و معاشرتی عوامل کے زیر اثر غیر مسلم شعراء کی مدحت رسالتؐ کی روایت کو مقدار اور معیار کے اعتبار سے آگے بڑھایا۔ جدید علوم اور برصغیر کی سماجی و تمدنی تبدیلیوں نے اہل قلم حلقوں میں رواداری کی فضا کو جنم دیا۔ مذہبی و ثقافتی اجتماعات میں ایک دوسرے کے مشاہیر کو خراج تحسین پیش کرنے کا جذبہ فروغ پانے لگا۔ علامہ اقبالؒ کی نظمیں سوامی رام تیرتھ، نیا شوالہ اور ٹانگ وغیرہ اسی جذبے کے تحت لکھی گئی ہیں۔

غیر مسلم شعراء میں مہاراجہ سرکشن پرشاد، پنڈت بال مکند عرشی ملیانی، جگن ناتھ کمال کرتار پوری، لالہ مرلی دھر شاد دہلوی، چاند بہاری لال، صبا ماتھر جے پوری، تلوک چند محروم، سردار کنور مندر سنگھ بیدی، سحر، جگن ناتھ آزاد، پنڈت امر ناتھ ساحر دہلوی، لالہ بیلی رام کشمیری، تمیز طالب بنارس، منشی شکر لال سائق، سارنپوری، پنڈت ہری چند اختر، لالہ لکھی زائن سحاجے پوری، بابو شیام سندر باصر کشمیری، چوہدری دلو رام

کوثری، رانا بھگوان داس، سردار گور بخش سنگھ، مخمور جالندھری، بابو روشن لعل قصیم، پنڈت تربھون ناتھ زار دہلوی، بابو کشور شوق رامپوری، لالہ امر چند قصیم جالندھری، پنڈت چرنجیو لال فانی، لالہ چندری پرشاد شیدا دہلوی، پنڈت برجموہن لال زیا امرتسری، لالہ پال گیتا وفا دہلوی، منشی پیارے لال رونق دہلوی، پنڈت بنگن ناتھ پرشاد انند، نرذیو سنگھ اشک جالندھری، پنڈت گیشی لال خستہ دہلوی، لالہ چھنومل نافذ دہلوی تلمیذ شیخو دہلوی، لالہ بہاری لال شانت، پرکاش ناتھ پرویز، رام جی لال گوندھر، بابو برج گوپی ناتھ بیکل امرتسری، چمن لال چمن، پریمو دیال عاشق لکھنؤی، پردسی جی برہمچاری، سندھ لال حمید تھری، سردار شیر سنگھ غسیم فرخ آبادی، گوری پرشاد ہمد، شرمستی رام پیاری دیوی لکھنؤی، شرمستی بوادتی المیہ سردار بوڑ سنگھ میر امرتسری، منشی مہا دیو پرشاد سہای جیلپوری، سیتہ پال اختر رضوانی، کرشن لال موہن، برہم ناتھ دت قاصر گورداسپوری، منشی شیشور پرشاد منور لکھنؤی، شیش چندر سکینہ طالب دہلوی، پنڈت رام پرآپ اکمل، شوچرن داس اختر بھنگالوی، تیج وندت رائے ساحر سہای، پنڈت اندر جیت شرما میرٹھی، لالہ سرداری لعل نشتر میرٹھی، لالہ رام سروپ شیدا، ہرگوپال تفتہ، یوگندر پال صاحب، پنڈت آنند موہن گلزار دہلوی، لالہ سالک رام سالک، گوند پرشاد فضا، اروڑہ رائے، پنڈت بشن نرائن حامی بریلوی، راجندر بہادر موج، لالہ مدن لال ساحر اور شکر لال سانی وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ سینکڑوں وہ شعراء بھی ہیں جن کی منظومات مقامی حلقوں سے باہر نہ آسکیں یا مختلف مقامی اخبارات و رسائل میں طبع تو ضرور ہوئیں لیکن ان کا بکھرا ہوا کلام کججا نہ ہو سکا۔ ہندو شعراء کے مدحت خیر الانام کے حوالے سے تین مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ ان میں ”آذان بت کدہ“ مرتبہ منشی محمد دین فوق، ”ہندو شاعر اور دربار رسول“ مرتبہ محمد محفوظ الرحمان اور ”ہندو شعراء کا نعتیہ کلام“ مرتبہ فانی مراد آبادی شامل ہیں۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد شاد کے نعتیہ کلام کا مجموعہ پہلی بار ۱۳۲۶ھ میں ”ہدیہ شاد“ کے نام سے شائع ہوا۔ عرش ملیانی کا نعتیہ مجموعہ کلام ۱۹۵۳ء میں ”آہنگ تجاز“ کے نام سے چھپا۔

غیر مسلم شعراء نے محسن انسانیت کی اس دنیا میں تشریف آوری پر ہدیہ عقیدت پیش کیا ہے۔ چند شعراء کے کلام سے اشعار ملاحظہ ہوں:

بگن ناتھ کمال کرتار پوری

بڑی ہی منتوں کے بعد شام بکھر آئی
شب اندوہ و غم گذری سعادت کی سحر آئی
رہین ہجر کو تسکین کی صورت نظر آئی
کہ کاتوں میں ندائے آمد خیر البشر آئی
ہر اک بیٹھے ہوئے دل میں خوشی کا ولولہ اٹھا
ہر اک جانب سے شور آمد خیر الوری اٹھا
رجح الاول آتے ہی جہاں میں تازگی آئی
گلستان تمنا میں بہار سردی آئی

اسی کی بارہویں شب بھی بشان دلبری آئی
 عدا یہ غیب سے آئی کہ روح زندگی آئی
 مجسم ہو کے نور سردی آیا بشر ہو کر
 جناب آمنہ کی گود میں آیا پر ہو کر
 غریبوں کے نال آرزوے دل میں پھل آئے
 گرے مٹار کسری کفر و بدعت میں خلل آئے
 بجھا آتش کدہ جب مظہر نور ازل آئے
 زمیں چوئی بتوں نے سجدے میں لات و ہبل آئے
 امن آمنہ سے بزم ہستی جگمگا اٹھی
 زمانے بھر میں امیدوں کی کھیتی لہلہا اٹھی
 مبارکباد دینے کے لئے روح الامیں آئے
 مبارک ہو کہ بزم دھر میں خلوت نشیں آئے
 امن جنس وحدت آئے ختم المرسلین آئے
 محمد مصطفیٰ محبوب رب العالمین آئے
 وہ استاد ادب، عالی نسب، ماہ عرب آیا
 وہ مقصود طلب، کل کا سبب، امی لقب آیا
 (۵۸)

لیکن تاہم کمال کرتا پوری کے چند مزید اشعار ملاحظہ ہوں:

دنیا میں جب وہ ساعت اکرام آگئی
 اپنی جگہ پہ گردش ایام آگئی
 دن ڈھلتے ڈھلتے دھوپ لب بام آگئی
 تفسیر والضحیٰ کے لئے شام آگئی
 واللیل تھی شروع کہ خورشید چھپ گیا
 چھتا نہ کیوں، یہ مر رسالت کا وقت تھا
 کیا کیا نہ معجزے ہوئے وقت درود میں
 مصروف تھے ملاکہ ذکر و درود میں
 مشغول تھے بشر بھی قیام و قعود میں
 یعنی کہ ہست و بود تھے سجدہ سجود میں
 کہتے تھے سب کہ صل علیٰ کیا ظہور ہے

تو یہ ہے کہ جل علی شمع طور ہے
ظاہر جب آنحضورؐ کے انوار ہو گئے
آتش کدے تھے جتنے وہ فی النار ہو گئے
کسری محل میں ڈھیر وہ مینار ہو گئے
لات و ہبل بھی ساجد سرکار ہو گئے
لگا جب آفتاب وجود حضور کا
گل ہو گیا چراغ بتوں کے غور کا
(۵۹)

سردار بشن سنگھ بیکل

اک جہالت کی گھٹا تھی چار سو چھائی ہوئی
ہر طرف غلط خدا پھرتی تھی کھیرائی ہوئی
شاخ و بنداری کی تھی بے طرح مرچھائی ہوئی
لہلہا اٹھی تری جب جلوہ آرائی ہوئی
ترے دم سے ہو گئیں تاریکیاں سب منتشر
پا گئی راحت ترے آنے سے چشم منظر
(۶۰)

چمن لال چمن

وہ جس کے آنے سے کھلی
دل کے گلستان کی کھلی
پھر پھولنے پھلنے لگی
جو شاخ تھی سوکھی ہوئی
ٹوٹی ہوئی پھوٹی ہوئی (۶۱)

کلی داس گیتا رشا

نعت کے بدلے رضا آج سنائی جو غزل
واقعی یہ تمہیں "میلاد" میں سو جھی اچھی
(۶۲)
تکلف ہے کھلی کھلی حسین پھول پھول ہے
یہ روز بے مثال ہے ولادت رسول ہے

(۶۳)

نوبت رائے شوخ

مخبر حبیب خدا بن کے آئے
وہ ہر دل کے دکھ کی دوا بن کے آئے

(۶۴)

پنڈت جگن ناتھ آزاد

حقیقت کی خبر دینے بشیر آیا
شمنشاہی نے جس کے پاؤں چومے، وہ فقیر آیا

(۶۵)

سرکشن پرشاہ شاہ

ملک عرب میں پیدا ہوا سرور ساری خدائی کا
کون ہوا ہے آج تک ایسا سرکاروں میں سرداروں میں

(۶۶)

شیام سندھ باصر کاشمیری

دنیا کو تم نے آ کر پر نور کر دیا ہے
اور ظلمتوں کو یکسر کافور کر دیا ہے

(۶۷)

جگن ناتھ آزاد کی نظم "عید میلاد" سے چند شعر

روئے گیتی سے مٹی کتر و مہتر کی تیز
ایک پیغام مساوات ملا آج کے دن
اور صحراؤں کی دنیا میں بھٹکنے نہ دیا
کارواں! تجھ کو ملا رہنما آج کے دن
عالم قدس سے منگی ہوئی آئی جو نسیم
غنیچہ، انساں کے مقدر کا کھلا آج کے دن
آب و گل ایک زمانے سے تھے مسروف دعا
رب اکبر نے سنی ان کی دعا آج کے دن

اس طرح خاک کی تقدیر کا آرا چمکا
 ذرہ خاک تھا آروں سے سوا آج کے دن
 (۶۸)

چاند بہاری لال صہباماتھر

عید میلاد النبیؐ کی بزم ہے آراستہ
 آج ہونا چاہئے اظہار شان مصطفیٰ
 (۶۹)

چرن سرن نازانگ پوری

موج بحر روشنی اشعیٰ کرن بن کے چلی
 آدمی کی شکل میں نور خدا پیدا ہوا
 جس پر بشر کو ناز ہے ایسا بشر پیدا ہوا
 صاحب خرد پیدا ہوا صاحب نظر پیدا ہوا
 (۷۰)

ان میلادیہ اشعار کے بعد پنڈت جگن ناتھ آزاد، رانا بھگوان داس بھگوان، لالہ رام سروپ شیدا اور
 کتور مندر سنگھ بیدی سحر کے سلاموں سے اشعار ملاحظہ ہوں، یہ سلام بھی اظہار عقیدت کے دلپذیر نمونے
 ہیں:

پنڈت جگن ناتھ آزاد

سلام اے گل بھانی، سلام اے نور بزدانی
 سلام اے وقت کی تقدیر کے ماتھے کی تابانی
 سلام اے نازش و فخر و وقار آدم فانی
 سلام اے بزم تاریک جہاں میں شمع نورانی
 (۷۱)

رانا بھگوان داس بھگوان

السلام اے شمع انوار جہاں
 السلام اے آئینہ دار کس فکاں
 (۷۲)

لالہ رام سروپ شیدا

اے رسول پاک باطن، منزل حق آشنا
 پیشوائے دین و ملت، حامی ملک خدا
 تیری الفاظ و معانی سے ہے بلا تر شا
 شان میں تیری کما شمس الضحیٰ بدرالعی
 بھیجتی ہے خلق خدا تجھ پہ یوں صدا سلام
 (۷۳)

کتور مندر سنگھ بیدی حمر

سلام اے رہبر عالم بنا ہے
 بدینا و یہ عقی بادشاہے

سلام اے مظہر انوار ایرو
 سلام اے خلقت عالم کے مقصد

سلام اے ناخدائے کشتی دین
 سلام اے عشق را قانون و آئین

سلام اے رہبر غم کردہ راہاں
 سلام اے مای عیب و گناہاں

سلام اے معرفت کی سے کے ساقی
 سلام اے جلوہ انوار باقی

سلام اے دل کے اندر بسنے والے
 سلام اے سب حسینوں سے نرالے

سلام اے درد پیدا کرنے والے
 سلام اے سب کو اپنا کرنے والے

سلام اے مونس اپنے غم زدوں کے
 سلام اے مالک اچھوں کے بدوں کے

سلام اے جنت طیبہ کے باشی
 سلام اے غمزہ جلوہ پاشی

سلام اے صاحب جود و عطایا
 سلام اے سب کے مولیٰ سب کے آقا

سلام اے کہنے والے فقر فخری
 سلام اے یکسوں کے یار و حامی

(۷۳)

ان غیر مسلم شعراء کے محبت پرور قلوب پر نظر ڈالئے جنہوں نے نبی کریمؐ کے میلاد و سلام اور مدحت میں ایسے پاکیزہ اور دلولہ انگیز جذبات کا اظہار کیا ہے۔ اس راہ میں شرع، عقل اور جذبات تینوں میں مطابقت رکھنا، بڑا کٹھن مرحلہ ہے۔ ہندو اور سکھ شعراء نے اس راہ کی ذمہ داریوں کو کامیابی سے نبھایا ہے۔ کچھی زائرین شفیق نے اپنے معراج نامہ میں معراج کے واقعات شاعرانہ انداز میں بیان کئے ہیں۔ انہوں نے مثنوی کی ہیئت میں شعری التزام اور برجستگی کو ملحوظ رکھا ہے۔ غیر مسلم شعراء نے اپنی میلاد و مدیحہ منظومات میں قرآن و حدیث کے حوالے دیئے ہیں۔ اسلوب بیان میں عربی و فارسی کے الفاظ و تراکیب کبھی اجنبیت اور غیریت کا احساس نہیں ہونے دیتے۔ ان شعراء کے کلام کی صفائی، برجستگی سلاست و روانی اور فنی مہارت ان کے پختہ و بالیدہ شعور کی روشن دلیل ہے۔ ترنم و موسیقی کے عناصر نے حسن و تاثیر میں کیف آور فضا پیدا کر دی ہے۔

شفیق اور نگ آبادی (م ۱۸۰۸ء)

کچھی زائرین نام، صاحب اور شفیق تخلص کرتے تھے۔ بڑے عالم و فاضل اور قادر الکلام شاعر گذرے ہیں۔ ان کے معراج نامہ کی سب سے بڑی فضیلت و خصوصیت یہ ہے کہ ایک غیر مسلم شاعر کا لکھا ہوا ہے۔ الفاظ کا انتخاب مصرعوں کی برجستگی اور زبان کی صفائی دیکھنے کے لائق ہے۔ شاعر نے شب معراج کی کیفیت بڑے موزوں الفاظ میں بیان کی ہے، ملاحظہ فرمائیے:

عجائب رات تھی وہ نور افشاں

کہ ہر کوکب تھا اک مر درخشاں

کوں گر رات اس کو، ہے تامل

کوں گر، دن تو عالم میں پڑے غل

غرض غفلت، سموں پر چھا رہی تھی

خود، داروئے حیرت کھا رہی تھی

سیر نیک پئے، پیغام لایا

سلام حق کما، اور یہ سنایا

در حجرہ پہ دو آ جوڑ کر بات

کما سرور ترے پر حق کی صلوات

چل اٹھ اے شہہ کہ ہے معراج تیرا

غنی بھی آج ہے محتاج تیرا

یہ معراج نامہ بڑا مختصر ہے اور صرف ۱۰۴ ابیات پر مشتمل ہے مگر کوزہ میں دریا سا گیا ہے۔ اس کا مخطوطہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ (۷۵) انہیں آزاد بلگرامی سے تلمذ

دنیاے اسلام میں جشن ہائے عید میلاد النبیؐ کا انعقاد

مکہ مکرمہ میں میلاد النبیؐ

روز پیدائش نبی کریمؐ مکہ مکرمہ میں بڑی خوشی منائی جاتی اور اس کو عید یوم ولادت رسول اللہ کے نام سے موسوم کیا جاتا۔ حرم شریف میں حنفی مصلیٰ کے پیچھے مکتب فرش بچھایا جاتا۔ شریف مکہ اور کمانڈر حجاز مع اسٹاف لباس فاخرہ زیب تن کر کے آ موجود ہوتے۔ اور نبی کریمؐ کی جائے ولادت پر نعت خوانی کر کے آتے۔ حرم شریف سے مولد النبیؐ تک دورویہ لائینوں کی قطاریں روشن کی جاتیں۔ جائے ولادت اس روز جتھ نور بنی ہوتی۔ ۱۱۔ ربیع الاول بعد نماز عشاء حرم شریف میں محفل میلاد منعقد ہوتی۔ ۱۱۔ ربیع الاول کی مغرب سے ۱۲۔ ربیع الاول کی عصر تک ہر نماز کے وقت ۲۱۔ توپ سلامی قلعہ جیاد سے ترکی توپ خانہ سر کرتا۔ مکہ مکرمہ کی تقریب میلاد کے بارے میں ماہنامہ ”طریقت“ سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”گیارہویں ربیع الاول کو مکہ مکرمہ کے در و دیوار عین اس وقت توپوں کی صدائے بازگشت سے گونج اٹھے جب کہ حرم شریف کے موزن نے نماز عصر کے لئے اللہ اکبر، اللہ اکبر کی صدا بلند کی سب لوگ آپس میں ایک دوسرے کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مبارکباد دینے لگے۔ مغرب کی نماز ایک بڑے مجمع کے ساتھ شریف حسین نے حنفی مصلیٰ پر ادا کی۔ نماز سے فراغت پانے کے بعد سب سے پہلے قاضی القضاة نے حسب دستور شریف صاحب کو عید میلاد کی مبارکباد دی۔ پھر تمام وزراء اور ارکان سلطنت ایک عام مجمع کے ساتھ جس میں دیگر اعیان شہر بھی شامل تھے نبی کریمؐ کے مقام ولادت کی طرف روانہ ہوئے۔ مولد النبیؐ تک راستے میں دو رویہ اعلیٰ درجے کی روشنی کا انتظام تھا اور خاص کر مولد النبیؐ تو اپنی رنگ برنگ روشنی سے رشک جنت بنا ہوا تھا۔ زائرین کا یہ مجمع وہاں پہنچ کر مودب کھڑا ہو گیا اور ایک محض نے نہایت موثر طریقے سے سیرۃ النبیؐ بیان کی جس کو تمام حاضرین نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ سنتے رہے۔ اس کے بعد شیخ فواد نائب وزیر خارجہ نے ایک برجستہ تقریر کی جس میں عالم انسانی کے اس انقلاب عظیم پر روشنی ڈالی کہ جس کا سبب وہ خلافت الوجود ذات تھی۔ آخر میں ایک مقرر نے نعتیہ قصیدہ پڑھا۔ اس کے بعد سب نے مقام ولادت کی ایک ایک کر کے زیارت کی پھر واپس ہو کر حرم شریف میں نماز عشاء ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سب حرم شریف کے ایک دالان

میں سالانہ بیان میلادِ سننے کے لئے جمع ہو گئے۔ یہاں بھی مقرر نے نہایت خوش اسلوبی سے نبی کریمؐ کے اوصاف و شمائل بیان کئے۔ عیدِ میلاد کی خوشی میں تمام بچھریاں، دفاتر اور مدارس بھی بارہویں ربیع الاول کو ایک دن کے لئے بند کر دیئے گئے۔ (۷۷)

مکہ مکرمہ میں مولدِ النبیؐ پر محفلِ میلاد کے انعقاد کا ذکر متعدد علماء نے کیا ہے۔ علامہ ابن جوزی (۷۸) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۷۹) شیخ قطب الدین الخلیفی (۸۰) جمال الدین محمد بن جار اللہ بن ظہیر (۸۱) مفتی عنایت احمد کاکوروی (۸۲) اور شیخ محمد رضا مصری (۸۳) نے ۳۲ ربیع الاول کو مکہ مکرمہ میں میلاد منائے جانے کے سلسلہ میں اپنی کتب میں نشان دہی کی ہے۔ نیز مولدِ النبیؐ کی زیارت اہل مکہ کا صدیوں پرانا معمول تھا۔ امام ابوالحسن محمد بن احمد المعروف بہ ابن جبہ اندلسی (المتوفی ۷۳۳ھ) نے اپنے تاریخی سفر نامے میں مولدِ النبیؐ کی زیارت کے بارے میں لکھا ہے:

”مکہ کی زیارت میں سے ایک مولدِ پاک بھی ہے۔ اس مقام کی مٹی کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے اس کائنات میں سب سے پہلے محبوبِ خدا کے جسم مقدس کو مس کیا اور اس میں اس ہستی مبارکہ کی ولادت مقدسہ ہوئی جو تمام امت کے لئے رحمت ہے۔ ہم نے مولدِ پاک میں داخل ہو کر اپنے رخسار اس مقدس مٹی پر رکھ دیئے کیونکہ اس مقدس جگہ کائنات کا سب سے مبارک اور طیب پچہ پیدا ہوا ہم نے اس کی زیارت کے ذریعے خوب برکات حاصل کیں۔“ (۸۴)

برکاتِ مولدِ النبیؐ کے حوالے سے امام قطب الدین حنفی (المتوفی ۹۸۸ھ) رقم طراز ہیں۔
”مولدِ پاک معروف مشہور جگہ ہے۔ اب تک اس کی زیارت کی جاتی ہے۔ وہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اہل مکہ وہاں ہر سووار ذکر کی محفل سجاتے ہیں اور ہر سال بارہ ربیع الاول کی رات اس کی زیارت کی جاتی ہے۔“ (۸۵)

مدینہ منورہ میں عیدِ میلادِ النبیؐ

بارہویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں محفلِ میلادِ مسجدِ نبوی میں ہوتی ہے۔ (۸۶) سید محمد سلطان شاہ کے پاس مدینہ منورہ کے نورِ حزیں کی ایک تحریر موجود ہے، جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ مدینہ منورہ میں بارہ ربیع الاول کو عیدِ میلادِ النبیؐ اہل محبت اپنے اپنے گھروں میں اپنی اپنی حیثیت کے مطابق مناتے ہیں۔ (۸۷) لوگ حرمِ نبوی میں جوق در جوق آتے ہیں اور ایامِ حج کا سا منظر ہوتا ہے۔

حکیم محمد موسیٰ امرتسری بتاتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے خلیفہ شاہ ضیاء الدین احمد مدنی روزانہ محفلِ میلاد کراتے تھے۔ مولوی نور اللہ بسیر پوری نے بھی اس کی تصدیق میں لکھا ہے کہ مولانا ضیاء الدین نے قریباً ۵۵ سال جنت البقیع میں دفن ہونے کی آرزو میں دیارِ حرم میں گزار دیئے اور انہوں نے آقاؐ کی محفلِ میلاد میں کبھی کو تاہی نہیں ہونے دی۔ (حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے بیرو مشرد حضرت شاہ ضیاء الدین احمد قادری رضوی مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا

ہے۔ موصوف ۱۸۷۷ء میں سیالکوٹ کے قصبہ کلاس والا میں پیدا ہوئے۔ ۵۷ سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ مدینہ منورہ میں جہان کبیریں محفل میلاد ہوتی۔ انہیں ضرور دعوت دی جاتی۔ ۲ اکتوبر ۱۹۸۱ء کو مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ جنت البقیع میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مزار مبارک سے دو گز کے فاصلے پر قبر شریف بنائی گئی، جہاں سے گنبد خضر صاف نظر آتا ہے، وصال کے بعد بھی دید کی آرزو نہ گئی۔) ضیاء الدین احمد قادریؒ کے ہاں محفل میلاد کے بارے میں مولانا حسن الدین خاموش لکھتے ہیں:

”مولانا ضیاء الدین قادری کے یہاں محفل میلاد تھی، مدینہ منورہ میں اس قسم کے جلسے میں میری پہلی حاضری تھی، یہاں میلاد خواں کتاب لے کر نہیں پڑھتے، بلکہ یوں ہوتا ہے کہ باری باری سے چند لوگ نعتیہ کلام پڑھتے ہیں، اس کے بعد سب کھڑے ہو جاتے ہیں اور سلام پڑھ کر بیٹھ جاتے ہیں، فاتحہ پڑھ کر تبرک تقسیم ہوتا ہے۔ ہماری آج کی محفل خاصی پر کیف تھی کیونکہ حضرت شاہ غلام محمد خاں تشریف فرما تھے اور ان کے قوالوں نے جو ان کے ساتھ یورپ بھی گئے تھے سلام پڑھ کر بہتوں کو بے خود کر دیا، بس یہ محسوس ہو رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور ہم غلام سلام عرض کر رہے ہیں، حاضرین کو تبرک کی شیرینی کے علاوہ نفیس پلاؤ اور زردہ کھلایا گیا، کھانے کے بعد مولانا شاہ ضیاء الدین صاحب نے لکھنؤی پاندان مع جملہ لوازمات ہمارے سامنے دھرا، ہم نے پان بنا کر کھائے۔“ (۸۸)

بغداد میں میلاد النبیؐ

بغداد میں میلاد النبیؐ کی ابتداء کے بارے میں مولانا حسن ثنی ندوی لکھتے ہیں:

”محمد عباسی میں جب سلطان ملک شاہ سلجوقی کو عروج ہوا تو اس کے ایک سردار ابن آبن خوارزمی نے ۳۶۸ھ میں دمشق کو فتح کیا اور خلیفہ مقتدی بامر اللہ اور سلطان ملک شاہ سلجوقی کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ یہ وہی خلیفہ ہے جس کے زمانے میں دوسری طرف یوسف بن تاشقین کو عروج ہوا اور اس نے درخواست بھیجی کہ جس قدر ملک میرے قبضہ میں ہے اس کی سند مجھ کو دے کر سلطان کا لقب مرحمت ہو۔ مقتدی نے اسے سند بھیجی۔ سلطان کا لقب اور امیرالمومنین کا خطاب عطا کیا۔ اسی یوسف بن تاشقین نے شہر مراکش کی بنیاد رکھی تھی۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی اپنی مہمات سے فارغ ہو کر سالہا سال کے بعد جب بغداد پہنچا تو یہ ۴۸۳ھ تھا۔ اس نے ۴۸۵ھ میں ایک مجلس مولود دھوم دھام سے بغداد میں منعقد کی۔ اس کا بڑا چرچا ہوا۔ یہ ایک سرکاری اہتمام کی مجلس تھی۔ اس لئے اس کو تاریخ کے صفحات میں جگہ ملی۔ عید میلاد النبیؐ کا آغاز اس سے کہیں پہلے ہو چکا تھا۔“ (۸۹)

جنوبی افریقہ میں عید میلاد النبیؐ

جنوبی افریقہ کے مسلمان بھی عید میلاد النبیؐ پورے مذہبی جوش و خروش اور دھوم دھام سے مناتے ہیں۔ ابراہیم عمر جیلو نے اپنے ایک مضمون تین عیدیں (THREE EIDS) میں جشن میلاد النبیؐ کا ذکر کیا ہے۔ ان کا یہ مضمون ڈربن (DURBAN) سے شائع ہونے والے ”دی مسلم ڈائجسٹ“ کی اشاعت دسمبر ۱۹۳۳ء میں شائع ہوا تھا۔“ (۹۰)

شہر اربل میں عید میلاد النبیؐ

شہر اربل میں قدیم زمانے میں عید میلاد النبیؐ منائی جاتی تھی۔ اس دن خرماء کو صدقات دیئے جاتے تھے اور روساء خیرات دیتے تھے۔ شیخ امام ابو شامہؒ نے لکھا ہے:

”ہمارے زمانے میں شہر اربل میں نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کے دن جو صدقات، اظہار زینت، اور خوشی کی جاتی ہے، اس سے فقراء کی خدمت کے علاوہ نبی کریمؐ کی محبت، جلال اور تعظیم کا اظہار ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بصورت رحمت للعلمین جو عظیم نعمت عطا فرمائی اس پر شکر یہ بھی ہے۔“ (۹۱)

ملک مظفر الدین شاہ اربل ہر سال جس محبت و عقیدت سے مجالس میلاد کا اہتمام کرتا تھا۔ اسی کے زیر اثر ”۳۱ ستمبر فی المولد السراج المنیر“ جیسی شاندار کتاب لکھی گئی۔ اسی کے پیش نظر امام سیوطیؒ اور علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اس کا بطور خاص ذکر کیا ہے۔ (۹۲) ڈاکٹر صلاح الدین منجد لکھتے ہیں:

”سلطان مظفر الدین ابو سعید کو کبوری بن زین الدین علی بن بکتکین کابوری وائی اربل، جشن میلاد النبیؐ اتنے عظیم چنانے پر منایا کرتا تھا جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مظفر الدین اس جشن کو دینی اور دنیوی دونوں حیثیت دیتا تھا۔ اندازے کے مطابق یہ جشن جامع مظفری (سرزمین دمشق پر متابلہ کی بہت بڑی مسجد جو مظفر الدین نے تعمیر کروائی تھی) میں ہوتا رہا ہو گا۔“ (۹۳)

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے محفل میلاد کے سلسلے میں سلطان مظفر الدین کابوری شاہ اربل (۵۳۹ھ - ۶۳۲ھ) کے حسن عقیدت کو سیرۃ النبیؐ میں پوری تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (۹۴)

مصر میں عید میلاد النبیؐ

مصر میں بھی قدیم دور سے سرکاری سطح پر عید میلاد النبیؐ منائی جا رہی ہے۔ شیخ محمد رضا لکھتے ہیں:

”ہمارے زمانے میں بھی مسلمانان عالم اپنے اپنے شہروں میں میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ مصر کے علاقوں میں یہ محفلیں مسلسل منعقد کی جاتی ہیں اور ان میں برابر میلاد نبویؐ سے متعلق بیانات ہوتے ہیں۔ فقراء و مساکین کو خیرات تقسیم کی جاتی ہے۔ خاص شہر قاہرہ میں اس روز صبح کے بعد ایک پیادہ جلوس کشترافس کے سامنے سے گزرتا ہوا عباسیہ میدان کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ یہ جلوس مقالمات خوریہ“

اشرافیہ، کونکہ بازار اور حسینہ سے گذرتا ہوا عباسیہ میدان میں ختم ہوتا ہے۔ عباسیہ میں وزراء و حکام کے لئے شامیانے نصب کئے جاتے ہیں۔ شاہ وقت یا ان کے نائب جلسہ گاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ شاہ کی آمد پر فوج سلامی دیتی ہے پھر صوفیاء و مشائخ اپنے اپنے جھنڈے لے کر وہاں حاضر ہوتے ہیں جن کا بادشاہ استقبال کرتے ہیں۔ پھر شاہ خود شیخ المشائخ کے شامیانے میں حاضر ہو کر ذکر میلاد النبیؐ سنتا ہے۔ انتقام محفل پر مولود خواں کو بادشاہ شاہانہ خلعت عطا کرتا ہے پھر حاضرین میں شیرینی و شربت تقسیم ہوتا ہے۔ اس کے بعد شاہانہ سواری پر بادشاہ کی مراجعت توپوں کی گونج میں ہوتی ہے۔ اس دن تمام دفاتر میں تعطیل ہوتی ہے۔ بہترین آتش بازی چھوڑی جاتی ہے۔“ (۹۵)

ایڈورڈ ولیم لین ریچ الاول ۱۲۵۰ھ میں قاہرہ گیا۔ اس نے وہاں منائے جانے والے جشن میلاد النبیؐ کا ذکر اپنی کتاب (Modern Egyptians) میں ان الفاظ میں کیا ہے:

(ترجمہ): ریچ الاول کا چاند نظر آتے ہی قاہرہ میں جشن میلاد النبیؐ کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ قاہرہ کے جنوب مغرب کی جانب محلہ بکہ، الافکیکہ کے ایک بڑے میدان میں یہ جشن منایا جاتا ہے۔ تماشاچیوں اور خصوصاً درویشوں کے لئے یہاں کئی بڑے بڑے ڈیرے اور شامیانے نصب کر دیئے جاتے ہیں اور بارہویں ریچ الاول کے دن تک ذکر و شغل کے لئے ان درویشوں کی آمد و رفت جاری رہتی ہے۔“ (۹۶)

اس سے صدیوں پہلے محفل میلاد پر خرچ ہونے والے اخراجات کے بارے میں ”انوار ساطعہ“ میں ہے کہ ۷۸۶ھ میں مصر کے شہنشاہ نے محفل میلاد کے اہتمام کے لئے دس ہزار شقال سونا خرچ کیا۔ (۹۷) اس دور کے معروف بین الاقوامی عالم حسن البنا شہید مصری بانی جماعۃ اخوان المسلمون مصر، عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس میں شمولیت کا ایک نہایت ہی پرورد، روح پرور، ایمان افروز واقعہ اپنی ڈائری میں درج کرتے ہوئے رقم طراز ہیں، جسے پاکستان میں ابوالاعلیٰ مودودی کے دست راست جناب خلیل احمد حامدی نے عربی سے اردو میں ترجمہ کیا۔

”مجھے یاد ہے کہ جب ریچ الاول کا مینہ آتا ہے تو یکم ریچ الاول سے لے کر ۱۳ ریچ الاول تک معمولاً ہر رات ہم حصانی اخوان، میں سے کسی ایک کے مکان پر محفل ذکر منعقد کرتے اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوس بنا کر باہر نکلتے، اتفاق سے ایک رات برادرم شیخ ثلثی الرجال کے مکان پر جمع ہونے کی باری آئی، ہم عادتاً عشاء کے بعد ان کے مکان پر حاضر ہوئے، دیکھا پورا مکان خوب روشنیوں (چراغوں) سے جگمگا رہا ہے، اسے خوب صاف و شفاف اور آراستہ و پیراستہ کیا جا چکا ہے۔ شیخ ثلثی الرجال نے رواج کے مطابق حاضرین کو شربت اور قہوہ اور خوشبو پیش کی اس کے بعد ہم جلوس بنا کر نکلے اور بڑی مسرت و انبساط کے ساتھ مروجہ مناقب اور نظمیں (میلادیہ نعیتیں) پڑھتے رہے۔ جلوس ختم کرنے کے بعد ہم شیخ ثلثی الرجال کے مکان پر واپس آگئے اور چند لمحات ان کے پاس بیٹھے رہے جب اٹھنے لگے تو شیخ ثلثی الرجال نے

بڑے لطافت آمیز اور ہلکے پھلکے تمبسم کے ساتھ اچانک اعلان کیا "انشاء اللہ کل آپ حضرات میرے ہاں علی الصبح تشریف لے آئیں تاکہ "روحیہ" کی تدفین کر لی جائے۔"

روحیہ شیخ ثلثی کی اکلوتی بیٹی ہے، شادی کے تقریباً گیارہ سال بعد اللہ تعالیٰ نے شیخ کو عطا کی ہے، اس بیٹی کے ساتھ انہیں اس قدر شدید محبت و وابستگی ہے کہ دورانِ کام بھی اسے جدا نہیں کرتے یہ بیٹی نشوونما پا کر اب جوانی کی حدود میں داخل ہو چکی ہے شیخ نے اس کا نام روحیہ تجویز کر رکھا ہے کیونکہ شیخ کے دل میں اسے وہی مقام حاصل ہے جو جسم میں روح کو حاصل ہے۔ شیخ کی اس اطلاع پر ہم حیران رہ گئے، عرض کیا:

روحیہ کا کب انتقال ہوا! فرمانے لگے آج ہی مغرب سے تھوڑی دیر پہلے، ہم نے کہا آپ نے ہمیں پہلے کیوں نہ اطلاع کر دی کم از کم میلادِ صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوس کسی اور دوست کے گھر سے نکالتے؟ کہنے لگے جو کچھ ہوا بہتر تھا اس سے ہمارے حزن و غم میں تخفیف ہو گئی اور سوگِ مسرت میں تبدیل ہو گیا، اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت درکار ہے۔ (۹۸)

یمن اور شام میں میلادِ النبیؐ

یمن اور شام میں میلادِ النبیؐ کے بارے میں علامہ ابن جوزی رقم طراز ہیں:

"میلادِ النبیؐ ہمیشہ سے حرمین شریفین یعنی مکہ و مدینہ، مصر و یمن و شام، تمام بلادِ عرب اور مشرق و مغرب ہر جگہ کے رہنے والے مسلمانوں میں جاری ہے۔ میلادِ النبیؐ کی محفلیں قائم کرتے ہیں اور ربیع الاول کا چاند دیکھتے ہی خوشیاں مناتے، عمدہ عمدہ لباس پہنتے، زیب و زینت اور آرائشی کرتے، عطر و گلاب چھڑکتے، سرمہ لگاتے اور ان دنوں خوب خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور جو کچھ میسر ہوتا ہے نقد و جنس وغیرہ میں سے خوب دل کھول کر خرچ کرتے ہیں اور میلادِ مبارک کے سننے اور پڑھنے پر زیادہ ترک و اہتمام کرتے ہیں اور اس اظہارِ مسرت و خوشی کی بدولت خوب اجر و ثواب اور خیر و برکت، سلامتی و عافیت، کشاہکی رزق، مال و دولت، اولاد اور پوتوں نواسوں میں زیادتی ہوتی ہے اور آبادی و شہروں میں امن و امان اور سلامتی اور گھروں میں سکون و قرار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلِ میلادِ النبیؐ کی برکت سے رہتا ہے۔" (۹۹)

تلمسان میں عیدِ میلاد

شیخ ابو حمو موسیٰ شاہ تلمسان بھی عیدِ میلادِ النبیؐ کا عظیم الشان جشن منایا کرتے تھے جیسا کہ ان کے زمانے میں اور ان سے قبل مغرب اقصیٰ و اندلس کے سلاطین بھی منایا کرتے تھے۔ شیخ محمد رضا (مصری) نے شاہ تلمسان کے زیرِ اہتمام ہونے والی مجالسِ میلادِ النبیؐ کی تفصیل حافظ سید ابو عبد اللہ تونسلی ثم تلمسانی کی

کتاب کے حوالے سے لکھی ہے :

”سلطان تلمسان شب میلاد النبیؐ ایک دعوت عام کا اہتمام کرتے تھے۔ جس میں ہر خاص و عام کو شرکت کی اجازت ہوتی تھی۔ اس محفل میں اعلیٰ قسم کے قالیوں کا فرش اور منقش پھولدار چادریں بچھائی جاتیں۔ بڑے بڑے گول اور خوشنما بنجر دانوں میں بنجر سلگایا جاتا جو دیکھنے والوں کو کھللا ہونا سونا لگتا تھا۔ محفل کے اختتام پر حاضرین کے سامنے انواع و اقسام کے کھانے پنے جاتے تھے۔ محفل میلاد میں سامعین نبی کریمؐ کے فضائل و شمائل اور نصائح سنتے جو انہیں گناہوں سے توبہ کی طرف راغب کرتے۔ مقررین خطابت کے نوعات سے سامعین کے قلوب کو گرماتے اور سامعہ کو لذت اندوز کرتے تھے۔“ (۱۰۰)

لیبیا میں میلاد النبیؐ

لیبیا میں ہر سال عید میلاد النبیؐ نہایت تزک و احتشام سے منائی جاتی ہے۔ ربیع الاول کا چاند نکتے ہی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ کاروباری مراکز میں لوگوں کا ہجوم دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ گھروں اور دکانوں کی آرائش کے لئے خصوصی گلدستے تیار کئے جاتے ہیں۔ ہر شخص اپنے معیار کے مطابق ان کی خریداری ضرور کرتا ہے۔ یہ گلدستے آویزاں کئے جاتے ہیں۔ اور شب میلاد گھروں میں ان کی سجاوٹ عید میلاد کی روایت کا ایک حصہ ہیں۔ پچھلے سال لیبیا میں عید میلاد کا ذکر کرتے ہوئے، ہفت روزہ ”احوال“ کراچی نے طرابلس کے بارے میں لکھا ہے :

”روشنیوں کا موجیں مارتا سمندر لیبیا کی راج دہانی طرابلس کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے تھا۔ یہ شہر جسے اصحاب رسولؐ کی پابوسی کا شرف حاصل ہے، دل کی آنکھیں اس ماویٰ روشنی کے ساتھ ساتھ نجوم ہدایت کے قدموں کا لمس پانے والے مقدس ذروں کی ضیاء پاشیوں کا مشاہدہ بھی کر رہی تھیں۔ یہ ساری آرائش و زیبائش ربیع الاول کی عید میلاد کے انتظار میں برقرار رکھی گئی تھی چنانچہ لوگوں نے اپنے اپنے گھروں کو طرح طرح کی آرائشی چیزوں برقی لمپوں اور روایتی موسیقیوں سے بھی سجا رکھا تھا۔“ (۱۰۱)

سید علیم اشرف جانی نے محافل میلاد اور جلوس جشن عید میلاد النبیؐ کے سلسلہ میں اپنے لیبیا کے قیام کے دوران جو مشاہدہ کیا وہ اسے بیان کرتے ہیں :

”شب میلاد ہر طرف صلوات و سلام کے روح پرور ترانے بلند ہو رہے تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد ہی سے بیشتر مسجدوں میں مولود شریف کی محفلیں سج گئیں۔ الصلوات والسلام علیک یا صاحب الذکریٰ اور الصلوات والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہؐ کے نعرے ہر چار سو سے سنائی دے رہے تھے۔ وعظ کی محفلوں کے اختتام پر ذکر میلاد

پر مشتمل قصائد بھی اجتماعی طور پر پڑھے گئے۔ گلیوں میں بچوں کے چھوٹے چھوٹے بہت سے اجتماعات و جلوس نظر آئے۔ بچے رنگ رنگ لباسوں میں ملبوس ہاتھوں میں نصحی نئے دف لائے ہوئے جھوم جھوم کر عربی نعتیں پڑھ رہے تھے۔ ہر طرف سے شیرینی اور مبارک بادوں کا تبادلہ ہو رہا تھا۔ درود و سلام کے ساتھ ساتھ لوگوں کے لبوں پر کل عام واقتہم بخیر اور عید المولود النبیؐ المبارک کے کلمات بھی چل رہے تھے۔ مسجدوں کے علاوہ جگہ جگہ گھروں میں بھی میلاد کی محفلیں منعقد تھیں جہاں عقیدت میں ڈوب کر لوگ قصیدہ بردہ شریف اور مولود برزنجی کے اشعار کا ورد کر رہے تھے۔ عشق و محبت کے یہ نعرے دھیرے دھیرے ذکر نیم شبی اور آہ سحر گاہی میں بدل گئے اور نماز فجر کے بعد شہر کے مختلف حصوں سے جلوس نکلنے شروع ہوئے جن میں نوجوانوں نے نعتیہ قصائد اور صلوٰۃ و سلام کے جلو میں شہر کے مختلف راستوں سے گزرتے ہوئے نور و نکمت کے یہ قافلے ایک مرکزی میدان میں اکٹھا ہو کر اختتام پذیر ہوئے۔" (۱۰۲)

دکن میں محافل میلاد

قطب شاہی دور میں عید میلاد النبیؐ کی محفلیں جس بزرگ و احتشام سے منعقد ہوتی تھیں ان کے بارے میں ڈاکٹر محی الدین قادری زور لکھتے ہیں:

"محمد قلی قطب شاہ عید میلاد النبیؐ کی بزم آرائی داد محل میں کیا کرتا تھا۔ محل کو بڑے تکلف سے سجایا جاتا۔ محل کے بیچ میں چالیس ستونوں اور چار سو طنابوں کا شیمہ کھڑا کیا جاتا جس کا وسطی حصہ مٹھل اور اطلس سے اور اطراف کا زر دوزی کے نقش و نگار سے مزین ہوتا۔"

دکن کی مسلم ریاستیں نبی کریمؐ کا روز مولود سترہ ربیع الاول شمار کرتی ہیں۔ اس دن دور دور کے امصار و دیار کے صاحبان کمال اور مشاہیر صنایع جمع ہوتے اور اپنے عجیب و غریب کمالات پیش کرتے خاص میلاد النبیؐ کے دن علماء و واعظان عقلم کا مجمع ہوتا اور قصر مصور کی چھت پر طرح طرح کے نقوش بنائے جاتے۔ درمیان میں تخت شاہی رکھا جاتا جو تمام و کمال سونے کا ہوتا اور قیمتی جواہرات سے مرصع ہوتا۔" (۱۰۳)

ربیع الاول کی سترہ تاریخ کو نقاروں، داموں، نفیریوں اور قرناؤں کی آواز سے میدان داد محل گونج اٹھتا۔ اس کی تفصیلات کے بارے میں حلیقہ السلاطین کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"اس روز بادشاہ وقت تمام جمع شدہ لوگوں کو کھانا کھلاتے، میدان میں چاروں طرف چراغاں کیا جاتا۔ بے حد آتش بازی چلائی جاتی۔ ایران و ہندوستان سے ہر فن کا ماہر، بازی گر، دسمل باز اور لعبت باز وغیرہ جمع ہو کر اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے۔"

یہ محفل عیش و نشاط شبانہ روز جاری رہتی۔ تیس ہزار روپے سے زائد خرچ ہوتے۔ شعراء قصائد اور میلاد یہ منظومات پیش کرتے۔ خود قطب شاہ بھی شاعر تھا اور ہر سال محفل میلاد کے موقع پر اپنی نظمیں پڑھتا۔ اس کی ایک نظم کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ :

”حضورؐ کی ولادت کی خوشی میں عرش و کرسی کو سنوارا جاتا ہے اور فرشتے سات جنتوں کو ستاروں سے سجاتے ہیں۔ عرش پر عشرت طبل بجتے لگتے ہیں اور تمام دنیا خوشی کے مارے اپنے اپنے چیزہن میں نہیں ساتی اور تینوں جگ اپنا تن من نبی کریمؐ پر غار کرتے ہیں۔“ (۱۰۴)

عید میلاد النبیؐ کے سلسلہ میں میدان دل کشا کے داد محل کے علاوہ حیدر آباد ہی کے دوسرے میدان عالم پناہ (میدان چار کمان) میں بھی ایک بلند اعلیٰ خیمہ کھڑا کیا جاتا اور چوتھے پر مسند ترتیب دے کر بڑے بڑے عمدیدار اس پر بیٹھا کرتے تھے۔ اور تمام خاص و عام کی شاہی دعوت ہوتی تھی۔ بادشاہ کی سواری کے بارے میں ڈاکٹر محمد نصیر الدین ہاشمی لکھتے ہیں :

”اس ماہ کے جشن و میزبانی کے آخر میں بادشاہ کی سواری نکلتی تھی اور دونوں میدانوں کی سیر کرتی۔ اس موقع کے لئے شاہی ہاتھی کو زعفران اور صندل سے دھو کر طلائی زنجیروں، موتیوں کی جھول، مرصع کلفی اور دوسرے زیوروں سے آراستہ کیا جاتا تھا۔ عصر کے وقت بادشاہ اس سواری پر میدان کی طرف نکلتا اور جملہ ارکان دولت شاہی سواری کے اطراف پیدل چلتے۔ شاہی جلوس میدان چار کمان سے نکل کر چار مینار سے ہوتا ہوا داد محل کے میدان دل کشا میں پہنچتا تھا۔ مولود النبیؐ کے آخری دن میدان داد محل ایک طعام خانہ عام کی صورت میں تبدیل کر دیا جاتا اور تمام لوگ خاص و عام ان دسترخوانوں پر کھانا کھاتے تھے۔ اس وقت میدان میں چاروں طرف روشنی کی جاتی جس سے تمام میدان روشنی سے بھگکا اٹھتا۔ غرض میلاد النبیؐ کی خوشی کا یہ جشن بارہ روز تک دن رات جاری رہتا تھا۔“ (۱۰۵)

دور محبوبی اور دور عثمانی میں عید میلاد

عید آصفی کی عید میلاد میں بارہ ربیع الاول کو تمام حکومت میں عام تعطیل دی جاتی تھی۔ آصف جاہ سادس نواب میر محبوب علی خاں اور آصف جاہ سابع نواب میر عثمان علی خاں کے دور میں بعض مشائخ عظام مثلاً مولانا خیرالمسین اور حضرت نور علی شاہ وغیرہ بارہ دن تک وعظ فرماتے اور اس میں میلاد کے واقعات اور بدعتوں سے مسلمانوں کو اجتناب کرنے کی نصیحت فرماتے۔ بڑے بڑے جاگیرداروں کے یہاں روزانہ بریانی اور دیگر لوازمات کے ساتھ فاتحہ ہوتی جس سے سینکڑوں آدمیوں کی شکم سیری ہوتی تھی۔

دور عثمانی میں مولوی انوار اللہ فضیلت جنگ ناظم امور مذہبی مقرر ہوئے ان کے زمانے میں گیارہ ربیع الاول یعنی بارہویں کی شب کو مکہ مسجد میں تمام رات روشنی ہوتی اور مقررہ پروگرام کے مطابق وعظ، قصیدہ

برہہ خوانی اور مولود خوانی ہوتی رہتی اور آٹھ نو بجے صبح کو خطیب مکہ مسجد بطور خطبہ میلاد کا بیان فرماتے۔ اس میں آصف جاہ سابع خود شریک ہوا کرتے تھے۔ دور عثمانی کی محافل میلاد میں جدید تعلیم یافتہ اصحاب بھی شریک ہوتے تھے۔ مولانا حبیب الرحمن خان شروانی صدر یار جنگ امور مذہبی کے اعلیٰ افسر صدر الصدور کی خدمت پر مامور ہوئے تو میلاد النبی کے جلسے عام طور پر ہونے لگے۔ ہر محلہ ہر دفتر میں جلسہ میلاد منعقد کئے جانے لگے۔ اور ان سے عام و خاص مستفید ہونے لگے۔ اب یہ سلسلہ صرف ماہ ربیع الاول کی بجائے آٹھ نو ماہ تک جلسہ ہائے میلاد رہنے لگا۔ جلسہ ہائے میلاد کے بارے میں ڈاکٹر نصیر الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

”جلسہ ہائے میلاد نہ صرف حیدر آباد یا اضلاع میں ہوتے تھے بلکہ تعلقات کے مستقر پر بھی جلسہ میلاد ایک خاص پروگرام کے تحت ہوتے تھے۔ بہادر یار جنگ کی میلاد مبارک کی تقریریں مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ایک مفید تحریک کا باعث بنتی تھیں۔ آپ کی تقریر سننے کے لئے ہزاروں اصحاب کا مجمع ہوتا تھا۔ ان کے علاوہ مولانا حسام الدین اور علامہ سید مناظر الحسن کی تقاریر کو بھی شوق سے سنا جاتا تھا۔ جامعہ عثمانیہ کے جلسہ میں مقابلوں پر انعام بھی دیا جاتا تھا۔ سکندر آباد میں بھی میلاد کا ایک بڑا جلسہ ہوتا اور اچھے مضمون پر انعام دیا جاتا تھا۔ غرض عید میلاد کے جلسے مسلمانوں کی اصلاح کا ذریعہ بنتے تھے۔ انجمن تعمیر ملت کی جانب سے میلاد کا جلسہ ۱۲۔ ربیع الاول کی صبح کو ہونے لگا ہے اور اس میں بھی خاصا ہجوم ہوتا ہے۔“ (۱۰۶)

عہد شاہ جہاں میں میلاد النبی

سلاطین دہلی اور شاہان مغلیہ کے زمانہ میں ۱۲۔ ربیع الاول کو عید میلاد کی تقریب نہایت شان و شوکت سے منائی جاتی تھی۔ یہ دن نبی کریم کی ولادت مقدسہ کی نسبت سے اسلامی ممالک میں عیدین سے بھی زیادہ مذہبی عقیدت و احترام اور نہایت تزک و احتشام سے منایا جاتا چلا آ رہا ہے۔ اس دن ذکر رسول ہوتا تھا۔ مواظب حسنہ کے ذریعے سیرت طیبہ بیان کی جاتی تھی اور عمل کی تلقین کی جاتی تھی۔ اٹھارہ مسرت اور مجلسی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے شرعی اور مضامیناں تقسیم کی جاتی تھیں۔ فقراء و غرباء کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ یہ تقریب ہر دور میں منائی جاتی تھی۔ ملا عبدالحمید نے شاہ جہانی عہد میں عید میلاد النبی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

”اس مبارک اور سعید مجلس میلاد کو پورے اہتمام سے ترتیب دیا گیا جس میں علماء و مشائخ اور دیگر معززین مدعو کئے گئے۔ شاہ جہاں بذات خود بڑی تعظیم کے ساتھ مسند پر آکر بیٹھا۔ پارہ ہزار روپے تقسیم کئے۔ اور لوگوں کو ان کی حیثیت و مرتبہ کے مطابق شال مرحمت کئے گئے اور ایک بڑی جماعت کو پر تکلف دعوت دی گئی اور عطریات کے علاوہ دیگر اشیاء تقسیم کر کے خوشی کا اظہار کیا گیا۔“ (۱۰۷)

دہلی، آگرہ، لکھنؤ وغیرہ میں عید میلاد النبی

دہلی، آگرہ، کھنؤ اور برصغیر کے تمام شہروں اور قصبوں میں ہر جگہ محافل میلاد منعقد ہوتی تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ عید کا زمانہ آگیا ہے، گھر گھر، محلے محلے میں یہ محفلیں جبتیں اور ذکر ولادت رسولؐ سے تمام فضا گونج اٹھتی۔ ہر سال سیرت پاکؐ کے جاننے والے نئے نئے میلاد نامے لکھتے اور بستر سے بستر والمانہ عقیدت کے ساتھ محافل میلاد میں آپؐ کی ولادت، سیرت مقدسہ اور شمائل و خصائل بیان کرتے اور ہدیہ درود و سلام پیش کرتے۔

برصغیر میں جشن اور محافل میلاد

برصغیر میں صدیوں سے ربیع الاول کے مہینے میں مسلمانوں کے گھروں میں میلاد النبیؐ کا عام اہتمام ہوتا تھا۔ بچے، بڑے عورتیں اور مرد سب اس میں شمولیت کرتے تھے۔ شمالی ہند، پنجاب، یو۔ پی، دہلی اور بہار میں بالخصوص میلاد نامے پڑھے جاتے تھے۔ نبی کریمؐ کی ولادت و سیرت مبارکہ، حمد و نعت اور درود و سلام پڑھنے اور سننے کے لئے گھروں میں اجتماعات ہوتے تھے۔ یہی وہ سماجی و معاشرتی عوامل تھے جن کے زیر اثر بچپن ہی سے عقائد کی تربیت و تہذیب ہوتی تھی۔ اخلاقیات کی اہمیت اور ہدی کا احساس بیدار ہوتا تھا۔ منظوم یا مخلوط میلاد نامے مخصوص انداز میں پڑھے جاتے تھے۔ گھر کی کوئی خاتون یا مرد با آواز بلند پڑھتا تھا پھر تھوڑی دیر کے بعد ساری محفل ذوق و شوق سے با آواز بلند درود پڑھتی تھی۔ چند روایات کے بیان کے بعد ترنم سے خوش الحان حاضرین محفل مل کر منظوم روایت یا میلادیہ منظومات پڑھتے تھے۔

۱۷۷۰ھ میں سلطان غیاث الدین بلبن کے لڑکے سلطان محمد کے عہد میں ملتان میں جلوس عید میلاد کا آغاز ہوا۔ حاکم ملتان جلوس کی پابادہ رہنمائی کرتا تھا۔ عمائدین شہر اور نعت خواں اس میں شامل ہوتے تھے۔ نعت خوانوں کے پیچھے پیچھے مخدوم سادات اور قریش ملتان کا معزز گروہ ہوتا تھا۔ یہ جلوس تمام شہر کا چکر لگا کر قلعے پر جا کر ختم ہوتا اور رات کو شہر میں چراغاں کا خصوصی اہتمام کیا جاتا تھا۔ (۱۰۸)

بھوپال میں نواب صدیق حسن خان نے محفل میلاد موقوف کرا دی۔ نواب سلطان جہاں بیگم کو اس کا بہت افسوس ہوا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کی کہ نبی کریمؐ کی ولادت کے دن میرے کوئی خوشی کی تقریب ہو جائے تو اس حیلے سے سرت ظاہر کرنے کا موقع حاصل ہو۔ ان کے ہاں صاحبزادی آصف جہاں مرحومہ کے بعد پندرہ سال تک کوئی اولاد نہ ہوئی تھی اب اللہ تعالیٰ نے انہیں ۸۔ ربیع الاول کو صاحبزادہ عطا فرمایا اور اس طرح انہیں میلاد کی خوشی کے اظہار کا موقع مل گیا۔ اب بھوپال میں عید میلاد النبیؐ اس طرح منائی جانے لگی کہ مسجد میں خوب روشنی ہوتی۔ اور سوا لاکھ درود شریف کا ثواب پہنچایا جاتا عہدہ طعام پکا کر غریبوں اور دوستوں میں تقسیم ہوتا۔ (۱۰۹)

۱۸۸۰ء میں مولانا شاہ سلیمان پھلواری نے اپنی لہستی پھلواری شریف میں تحریک میلاد کا آغاز کیا۔ اور ماہ ربیع الاول کی چاند رات سے شب دوازدم تک ہر روز سیرت النبیؐ بیان فرماتے اور ان کا یہ باہرکت سلسلہ آج تک چلا آ رہا ہے، وہاں سے یہ آواز سارے صوبے میں اور پھر خیر سے رنگوں تک جا پہنچی۔ انہوں نے انجمن اسلامیہ پنڈ، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، انجمن حمایت اسلام لاہور اور اجلاس ندوۃ العلماء کو

بھی میلاد و سیرت کا پلیٹ فارم بنا دیا۔ (۱۰)

سید شاہ سلیمان پھلوارویؒ کے بعد سید ممتاز علی نے ”تمذیب نسواں“ میں ۲۵۔ دسمبر ۱۹۹۹ء کے شمارے میں عید میلاد کو باقاعدہ منانے کی تجویز پیش کی۔ (۱۱) البتہ ہفت روزہ ”اہل حدیث“ لاہور کے مطابق متحدہ ہندوستان میں غالباً سب سے پہلے امرتسر میں عید میلاد النبیؐ منائی گئی۔ اس کا انتظام کشمیری بزرگ مولانا عبدالسلام ہمدانی کرتے تھے۔ اور اس کی غرض و غایت غیر مسلموں کے سامنے مسلمانوں کی دینی و سیاسی شوکت کا اظہار تھا۔ اس کے بعد یہ تقریب اپنی گونا گوں افادیت کے سبب ہندوستان کے دوسرے شہروں میں پھیلنے لگی۔ (۱۲)

لاہور میں تقریبات عید میلاد النبیؐ کے سلسلہ میں بعض علماء نے ۱۹۳۶ء میں عام مسلمانوں کو ایک ایچیل جاری کی پھر حزب الاحناف کے سربراہ مولانا دیدار علی شاہ کی کوشش سے ایک بڑا جلوس مرتب ہونے لگا۔ ۱۹۳۰ء میں انجمن توحید المسلمین موچی دروازہ کے زیر اہتمام ایک شاندار جلوس منعقد کیا گیا۔ (۱۳) راولپنڈی میں عید میلاد النبیؐ کی تقریبات کی ابتداء اس زمانے میں ہوئی، جب پٹی ضلع لاہور سے شائع ہونے والے ہفت روزہ ”ایمان“ کے ایڈیٹر مولانا عبدالجید قریشی نے یہ تحریک شروع کی کہ سارے ملک میں سیرۃ النبیؐ کے جلسے منعقد کئے جائیں۔ ان کی اس تحریک پر سارے برصغیر میں سیرت کمیٹیاں قائم ہوئیں اور عید میلاد النبیؐ منانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ (۱۴)

دراصل لاہور میں میلاد شریف کا باقاعدہ اجتماع ۱۹۱۱ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں منعقد ہوا، جس کی صدارت پیر سید جماعت علی شاہ (دربار علی پور سیداں، سیالکوٹ) نے کی۔ مقررین میں علامہ اقبالؒ بھی شامل تھے اور اس جلسہ کی رونماوارہ رسالہ ”تمذیب نسواں“ میں بھی شائع ہوئی تھی۔ (۱۵)

۱۹۳۵ء کے میلاد النبیؐ کے جلسے اور جلوس جالندھر چھاؤنی میں علامہ اقبالؒ موجود تھے۔ انہوں نے اس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا:

”چند سال ہوئے میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ خدا تعالیٰ مولود شریف کے ذریعے سے اس امت کو متحد کرے گا۔ مجھے عرصہ تک حیرت رہی کہ یہ واقعہ کس طرح رونما ہو گا۔ اب تحریک یوم النبیؐ نے اس خواب کی تعبیر کو حقیقی طور پر نمایاں کر دیا ہے۔“ (۱۶)

اس سے پہلے ۱۹۲۹ء اور ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبالؒ نے دیگر اکابرین ملت کے ساتھ عید میلاد کے جلسے اور جلوسوں کی اہمیت اور انعقاد کی تحریک کی تھی۔ اور اخبارات میں یہ بیان شائع ہوا تھا: ”اتحاد اسلام کی تقویت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام و اجلال، نبی کریمؐ کی سیرت کی اشاعت اور ملک میں بائیان مذاہب کا صحیح احرام قائم کرنے کے لئے ۱۳۔ ربیع الاول کو ہندوستان کے طول و عرض میں ایسے عظیم ترین تبلیغی جلسوں اور مظاہروں کا انتظام کیا جائے جو حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت قدر کے شایان شان ہوں۔“ (۱۷)

اس ایچیل پر سید غلام بھیک نیرنگ، انبالہ ۲۔ مولانا غلام مرشد، لاہور ۳۔ مولانا شوکت علی، بمبئی ۴۔

مختلف ادارے سیرت و نعت خوانی کے مقابلے کراتے ہیں۔ اخبارات و رسائل کی خصوصی اشاعتیں چھپتی ہیں۔ بزرگان دین کی خانقاہوں، مزارات یا دیگر مقامات پر محافل سماع ہوتی ہیں۔ الغرض جشن میلاد النبی کے دن اس نسبت سے قرآن خوانی، نعت خوانی، شتم میلاد، جلسے، جلوس، مشاعرے، محافل سماع اور بزرگان دین کے اجتماعات دعوت الی اللہ کا سب سے بڑا وسیلہ ہیں۔ اکابرین ملت کا فرض ہے کہ وہ ان اجتماعات کے ذریعے نبی اکرم کے میلاد و احوال، خصائص و شمائل اور معاملات و عبادات سے آگاہ کرتے رہیں اور قوم کو خیر و فلاح کی طرف بلائیں۔ یہ امت مسلمہ میں واحد ایسی تقریب ہے کہ جس میں ہر مسلمان بقدر حب نبی اظہار محبت و مسرت کرتا ہے۔ اس لئے اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق لوگوں کو نبی کریم کے احوال زیادہ سے زیادہ ازبر کرا دیئے جائیں جس سے محبت و مسرت، مسلمانوں کے سینوں میں فروں تر ہوتی چلی جائے۔

ایک بات جو عام مسلمان کو بری طرح کھٹکتی ہے وہ یہ ہے کہ عید میلاد النبی کے دن بیشتر مساجد زیب و زینت سے معمور اور بقیعہ نور نبی نظر آتی ہیں اور ان میں سے درود و سلام کی صدائیں سنائی دیتی ہیں اور اس کے برعکس کچھ مساجد مقفل اور سنمان نظر آتی ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ساری کائنات کے لئے رحمت اور نور ہدایت بنا کر مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ آپ کی بعثت اور میلاد کی خوشیوں میں اظہار محبت و عقیدت ہر جگہ نمایاں نظر آنا چاہئے۔

سالانہ تقیین سے یوم سیدنا صدیق اکبر، سیدنا عمر فاروق، سید عثمان غنی رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام کے دن جس اہتمام سے منائے جاتے ہیں وہ سب جانتے ہیں مگر میلاد النبی اور یوم علی کرم اللہ وجہہ کا دن منانا کچھ لوگوں کے نزدیک کیوں بدعت ہے۔ یہ جمع امت کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

تقسیم برصغیر کے بعد آزادی کے ابتدائی سالوں میں عید میلاد النبی کے جلوسوں میں شرکاء نعت خوانی اور درود و سلام کا ورد کرتے جاتے تھے اور پورا ماحول نبی کریم کی تعظیم کا منظر اور عقیدت و احترام کے جذبات سے لبریز نظر آتا تھا۔ اب اس قسم کی ترپ اور روح کا فقدان نظر آتا ہے اور عوامی میلہ کی سی طرز جھلکنے لگی ہے۔ اہل تشیع محرم میں تعزیے لے کر چلتے ہیں۔ اور غالباً اس کے لاشعوری رد عمل کے طور پر ملک بھر کے چند بڑے شہروں میں اور لاہور میں بالخصوص خانہ کعبہ، مسجد نبوی اور روضہ اقدس کے ماڈل اور نمونے بنا کر جلوس کے ہمراہ چلنے کی رسم شروع ہو گئی ہے۔ اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔ لاڈو پیکیروں کا بے جھگم شور ہوتا ہے۔ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ اور دیگر کھیل نمائشے شروع ہو گئے ہیں۔ مثلاً عورتوں کو بے پردہ گھومنے پھرنے اور مردوں کے ساتھ اختلاط سے روکنا ضروری ہے۔ ریکارڈنگ، بیٹڈ باج، ڈھول، چنے، طبلے، سارنگی، آتشیازی سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ یہ ہماری اسلامی تہذیب کا حصہ نہیں ہیں۔ اس دن کی تعظیم و تکریم اور تقدس و محبت کے تقاضے بالکل مختلف ہیں۔ اس کی اصلاح کے لئے اکابرین ملت کو بھرپور توجہ دینی چاہئے۔

اس دن کی عظمت سے نئی نسل کو صحیح خطوط پر روشناس کرانا، وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ ذرائع ابلاغ عامہ، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات وغیرہ سے مثبت کام لینا چاہئے۔ جس سے پوری قوم کی

